فتاوی ستاریہ

رحمانیہ بک بائنڈنگ ھاؤس
امین پور بازار - لائل پور

فتاویٰ ستاریہ

از

مفسر القرآن والحدیث حضرت مولانا الحافظ الحاج

ابو محمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

مکتبہ ایوبیہ

ناشران وتاجرانِ کتبِ اسلامیہ

حدیث محل ۱۰ اے ایم ۳ کراچی ۲ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی جناب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

رسالہ صحیفۂ اہلحدیث

یقیناً ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی ہماری یہ درخواست بھی آپ سے ہے کہ بحیثیت اہلحدیث ہونے کے اس کی اشاعت بڑھانا آپ کا جماعتی فرض ہے۔ یہ امر بھی آپ سے پوشیدہ نہیں کہ موجودہ دور میں جہاں ایک طرف لادینیت اور لامذہبیت کا سیلاب آرہا ہے وہاں دوسری طرف کفر و شرک اور بدعات کی بھی تخم ریزی ہو رہی ہے یعنی کچھ لوگ تو سرے سے ہی مذہب کو چھوڑ رہے ہیں اور اس سے دور ہوتے جا رہے ہیں مگر جو مذہب کے حامی ہیں وہ ضلالت و گمراہی اور بدعات و محدثات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں پس ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ ہماری جماعت حقہ انہیں نورِ ہدایت کی مشعل دکھا کر صراطِ مستقیم پر لے آتی اور اپنی مؤثر تبلیغ سے ان دو گروہوں میں ہیجان اور انقلاب پیدا کر دیتی ہے آپ جانتے ہیں کہ فی زمانہ تحریری تبلیغ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے کسی کو متاثر کیا جا سکتا ہے اور اسی تبلیغ کی ہمیں تلقین کی گئی تھی۔ مگر افسوس کہ ہم تو اسے بھول گئے اور ایک حد تک اسے چھوڑ بیٹھے۔ مگر اغیار نے اسے اپنایا۔ اور پروپگنڈہ ہی سے دنیا میں کفر پھیلایا۔ مرزائی لاکھوں روپیہ تبلیغ پر خرچ کر رہے ہیں اور رسائل جرائد و اخبارات کے ذریعہ مرزائیت پھیلا رہے ہیں۔ منکرینِ حدیث پچاس ہزار کے سرمائے سے ایک رسالہ شائع کر رہے ہیں تاکہ کسی طرح گریجویٹ طبقہ کو قرآن کے نام پر سنت سے ہٹا کر گمراہ کر سکیں۔ بریلوی بھائی آپ کے پرانے رقیب ہیں اور آپ کی عداوت میں اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ نئی روشنی کے لوگ تصویروں کے دلدادہ، ناولوں، افسانوں اور کہانیوں کے شیدائی ہیں اور اسلامی و دینی رسائل کو ہاتھ لگانا بھی گناہ تصور کرتے ہیں۔ رہا مغرب زدہ طبقہ سو علماء کا دشمن ہو رہا ہے وہ اسلام کو ملائیت کے نام سے تعبیر کرتا ہے اور ملّا ازم کو دنیا سے مٹانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ ایسی صورت میں بتائیے کہ اسلام اور خالص اسلام کا حامی کون ہوگا؟ ہمیں آپ سے توقع ہے کہ آپ صحیح صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے کچھ نہ کچھ غور فرمائینگے اور فرقِ باطلہ کے مقابلہ میں دینِ حقہ کی وسیع تبلیغ اور اشاعت کے لئے ہاتھ بٹائینگے۔ **صحیفہ اہلحدیث** کو گھر گھر پہنچانے کے لئے اسکی اشاعت بڑھائیں گے آج ہم بذریعہ اشتہار ہذا آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ آپ اس مسئلہ پر فوری توجہ دیں ــــ آپ دس روپے سالانہ یا چھ روپے ششماہی چندہ ارسال فرما کر صحیفہ اہلحدیث کی سرپرستی قبول فرمائیں ــــ اگر خدانخواستہ اس وقت رقم موجود نہ ہو مگر آپ رسالہ جاری رکھنے کے حامی ہیں تو چندہ کب تک بھیج سکیں گے ؟

اگر آپ یہ پسند فرمائیں کہ دیگر اہلحدیث احباب تک بھی یہ آواز پہنچائی جائے تو کم از کم ان کے کچھ پتے ہی ارقام فرما کر بھیج دیجیئے ــــ اگر صحیفہ اہلحدیث آپ کی نظر سے ابھی تک نہیں گزرا تو ہم سے ایک رسالہ بطور نمونہ منگا کر ملاحظہ فرمائیے ــــ اگر خدانخواستہ آپ کو اس سے اختلاف ہو تو کم از کم وجوہِ اختلاف سے مطلع فرما دیں مجھے امید ہے کہ میری یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی ــــ والسلام منتظر الجواب :-

مینیجر صحیفۂ اہلحدیث اے ایم ۱ کراچی ۱ فون ۵۱۶۳۹۲

فتاویٰ ستاریہ

از

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا الحافظ الحاج

ابو محمد عبد الستار صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

مکتبہ ایوبیہ

ناشران و تاجران کتب حدیث محل اے ایم ۱۱ کراچی نمبر ۱

فون ۵۱۶۳۹۲

(ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی)

فہرست مضامین فتاویٰ ستاریہ جلد اوّل

سوانح حیات حضرت مولانا ابو محمد عبد الستار صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نام:- عبد الستار نام، ابو محمد کنیت اور شیخ الحدیث خطاب ہے۔ آپ حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم محدث ہند کے بڑے صاحبزادے تھے ــــ میمونہ بی بنت حاجی نور الٰہی صاحب صندوق والے کے بطن سے ـــ

اوائل رجب ۱۳۲۳ھ دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تاریخ پیدائش نیل الاوطار شرح منتقی الاخیار للشوکانی رح مطبوعہ مصر کے شروع سادہ صفحہ پر ان الفاظ سے تحریر فرمائی ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وُلِدَ بِنِیْ عَبْدُ السَّتَّارِ جَعَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ وَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِیْنَ وَالْمُجَاھِدِیْنَ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ فِیْ اَوَائِلِ رَجَبٍ مِنْ سنہ ۱۳۲۳ ہجریۃ "

آپ ایسے باپ کے گھر میں پیدا ہوئے تھے کہ جو قرآن و سنت کے ماہر عالم اور کماحقہ عامل ہونے میں اپنی مثال آپ تھے اسلئے بچپن ہی سے آپ کو سعادت مندانہ روش پر چلایا گیا۔ جب زندگی کی پانچ منزلیں بخیر و خوبی طے ہو چکیں تو چھٹے برس کی عمر میں والد محترم نے اپنے مدرسہ دار الکتاب والسنۃ میں حافظ احمد صاحب کے پاس قرآن شریف پڑھنے بٹھایا۔ قاعدہ ختم کرنے کے بعد پہلے تو قرآن پاک ناظرہ پڑھا۔ پھر پانی پت کے قاری حافظ عبد الغفور صاحب کرنالوی کے پاس حفظ شروع کیا ــــ اللہ تعالیٰ نے حصولِ علم کے بے پناہ شوق کے ساتھ کمال کا ذہن بھی عطا فرمایا تھا اور پھر والد بزرگوار کی دعا جَعَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ وَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِیْنَ بارگاہِ ربّ العالمین میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکی تھی۔ چنانچہ اللہ کے فضل و کرم، مہر و عنایت سے قلیل عرصہ میں قرآن عزیز حفظ کر لیا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْد ۔

صاحبِ فتاویٰ نے اپنے بچپن کے حالات بتاتے ہوئے فرمایا کہ "جب میں قرآن مجید حفظ کرتا تھا تو ہم سبق لڑکے کہتے تھے کہ آؤ کھیلنے چلیں۔ تو میں اُن سے کہتا کہ آؤ مسجد میں چلیں اور بیٹھ کر ذکر اللہ کریں۔ یا آموختہ سبق یاد کریں۔ اور یہ بات میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ (صبح بعد نماز فجر درس قرآن) میں سُنی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے ہم عصر لڑکوں سے اسی طرح کہا کرتے تھے ــــ صاحبِ ترجمہ نے اپنے کھیل کود کے واقعات بتاتے ہوئے فرمایا کہ اپنے مدرسہ کے سامنے یا دیگر کسی میدان میں جا کر طلبہ کے ساتھ کبڈی کھیلتا بھی تھا تو وہ کھیلتے وقت کبڈی کبڈی کہتے۔ میں اور میرے برادر خورد حافظ عبد الرحمٰن مرحوم عرف منّی سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے۔ لڑکے اس کی وجہ پوچھتے تو ہم کہتے قرآن میں ارشاد باری ہے کہ جو الفاظ انسان کی زبان سے نکلتے ہیں وہ فرشتے لکھ لیتے ہیں تو اچھا ہے کہ فرشتے بجائے کبڈی کبڈی کے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا لکھیں گے۔

پھر فرمایا کہ ہمارے والد ماجد نور اللہ مرقدہ اکثر ہمیں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے یا بازار وغیرہ میں پھرنے سے منع کرتے رہتے تھے۔ بعض احباب نے کہا کہ چھٹی کے بعد سب لڑکے کھیلتے ہیں، تفریح کے لئے جاتے ہیں آپ عبد الستار اور عبد الرحمٰن کو کیوں نہیں بھیجتے؟ ان کو چھٹی کے بعد بھی اپنے پاس بٹھائے رکھتے ہیں اس سے ان کی صحت خراب ہوگی چلنے پھرنے، بھاگنے دوڑنے سے ہمت آتی ہے۔ تو آپ رح فرماتے کہ عام لڑکوں کے ساتھ پھرنے سے ان کے اخلاق پر برا اثر پڑے گا عادت خراب ہو جائے گی۔ لڑنا جھگڑنا۔ گالی گلوچ دینا سیکھ جائیں گے۔ میں ان کو بری عادات سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں پھر کبھی کبھی ہمیں حاجی عنایت اللہ صاحب مرحوم یا دیگر کسی بڑے طالب علم کے ساتھ بھیج دیتے کہ جاؤ ان کو گھما کر لاؤ لیکن دیکھو

نمازِ مغرب سے پہلے آجانا۔ نماز جماعت نہ جاتی رہے۔ اگر کبھی دیگر لڑکوں کے کہنے میں آکر ہم کسی گلی میں کھیلنے چلے بھی جاتے تو حاجی عنایت اللہ صاحب مرحوم کو بھیج کر ہمیں واپس بلا لیتے۔ نہ کبھی کسی نمائش و تماشے میں جانے دیتے البتہ کبھی فوجوں کی پریڈ دیکھنے کے لئے حاجی عنایت اللہ صاحب مرحوم کی تحویل میں بھیج دیا کرتے۔ رفتہ رفتہ ہمیں خود اِدھر اُدھر جانے اور پھرنے سے نفرت ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں دہلی کے اکثر گلی کوچوں سے واقف نہیں حالانکہ میری پیدائش دہلی کی ہے۔ برسات کے موسم میں اکثر لوگ قطب و اوکھلا وغیرہ پر تفریح کے لئے جاتے تھے مگر ہمیں والد صاحب مرحوم نے کبھی نہیں بھیجا۔ نہ میں خود کبھی والد مرحوم کے بعد گیا۔

حضرت صاحب ترجمہ نے اپنے صغرِ سنی کے نہایت نصیحت آمیز واقعات بتاتے ہوئے فرمایا کہ والد صاحب قدس سرہ نے تین چار بکریاں خرید لیں۔ اور مجھے فرمایا کہ عصر کی نماز کے بعد جب چھٹی ملے تو ان کو نہر کے اِردگرد چرانے کو لے جایا کرو کیونکہ یہ انبیاء کی سنت ہے مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ۔ قطب روڈ پر نہر تھی۔ میں بکریاں چرانے لے جاتا۔ اور شام کو ان بازار سے دانا لاکر کھلاتا۔ دودھ نکالتا۔ گھر دیتا جو چائے وغیرہ بنانے کے کام آتا کبھی دودھ نکالتے وقت والد مرحوم میرے پاس آجاتے اور بکری کا تھن میرے منہ سے لگا کر مجھے دودھ پلا دیتے پھر ایک گائے پالی۔ اس کا کام بھی میرے سے لیا گیا۔ میں بازار سے اس کے واسطے بھوسہ اور کھلی (چارہ) وغیرہ روئی کی منڈی یا ڈپٹی گنج سے خرید کر بوری سر پر یا کمر پر اٹھا کر لاتا۔ اور اس کی سانی وغیرہ بناتا۔ دودھ نکالتا۔ بسا اوقات گنڈاسے سے کٹی کاٹ کر ڈالتا۔ یہ سب کام چھٹی کے اوقات کیا کرتا۔ بعض احباب نے کہا کہ آپ کوئی نوکر رکھ لیں یا کسی طالب علم کو کہہ دیں وہ بازار سے یہ سب سامان خرید کر لا دیا کرے گا تو فرمانے لگے ہمارے اسلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کَانُوْا خُدَّامَ اَنْفُسِهِمْ (اپنے نفسوں کے خود خادم تھے یعنی اپنا کام خود کر لیا کرتے تھے۔ یہ فرما کر مجھ سے فرمایا کیوں بیٹے! اگر تم گھر کا کام کرتے کرتے تھک گئے ہو تو کوئی نوکر رکھ لوں! میں نے کہا ابا جان! میں خود کام کروں گا دیگر کسی نوکر کی ضرورت نہیں۔ جب صحابہ کرام خود کام کر لیا کرتے تھے تو مجھے کرنے میں کیا عار ہے۔

الغرض ہمارے والد علیہ الرحمہ نے نہایت احسن طریق پر ہماری تربیت کی۔ ہمیں کھیل کود اور بری صحبتوں سے بچایا۔ قرآن و حدیث پڑھایا سکھایا۔ آج ہمارے رونگٹے رونگٹے سے ان کے حق میں دعائیں نکلتی ہیں جَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ اللہ تعالیٰ اُن کو غریقِ رحمت کرے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

قارئین حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ ان سطور پر مزید کسی تبصرہ یا حاشیہ کی ضرورت نہیں۔ ان حالاتِ صغر سنی سے ہی صاحب ترجمہ کی نیک بختی و سعادت مندی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

صاحبِ فتاویٰ نے جب اللہ کی مدد اور نصرت سے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ تو آپ کے والد محترم نے آپ کو اور آپ کے برادر خورد حافظ عبد الرحمٰن مرحوم کو مکۃ المکرمہ لے جانے کی تیاری کی۔ اس لئے کہ مولانا مرحوم نے بارگاہ ربّ العزت میں نذر مانی تھی کہ جب ہر دو پسران خود عبد الرحمٰن و عبد الستار صاحبان قرآن مجید حفظ ختم کر لیں گے تو بیت اللہ شریف میں سناؤں گا چنانچہ ادائے نذر کے مقدس ارادہ سے تینوں باپ بیٹے دہلی سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے۔ جو تھے آپ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا الحاج ابو الخلیل عبد الجلیل خان صاحب اسلاموی مدظلہ العالی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ دہلی سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچے۔ چونکہ اُن دنوں حافظ عبد الرحمٰن صاحب سخت بیمار اور کمزور تھے۔ بمبئی کے اکثر جماعت کے لوگوں نے اور خصوصاً حضرت مولانا ابو عبد الکبیر عبد الجلیل صاحب محدث سامرودی جو

حضرت مولانا مرحوم کے تلمیذ خاص تھے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آگئے تھے اور استاد محترم کی آمد کی اطلاع پاکر بمبئی پہنچے تھے) نے بہت منع کیا اور روکا کہ آپ حافظ عبدالرحمن صاحب کو ہمراہ نہ لے جائیں اور محکمہ جہاز رانی کے افسران بھی ایسے مریض کو نہیں جانے دیتے تھے۔ لیکن مولانا مرحوم نے سب کے جواب میں فرمایا کہ میں نے اللہ پاک کے درگاہ میں بصدق دل نذر مانی ہے اور نذر کے بارہ میں فرمان رب العالمین ہے یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۔ پ ۲۹ (یعنی وہ نذر پوری کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ جس دن مصیبت پھیلی ہوئی ہوگی) آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ احکم الحاکمین پر کامل بھروسہ کرکے حافظ عبدالرحمن صاحب کو لے جانے کا ارادہ ترک نہ کیا۔ حالانکہ تمام افراد جماعت اور نچلے درجے کے تمام افسران کو یہ یقین تھا کہ یہ مریض عبدالرحمن نہیں جاسکتا۔ لیکن مولانا مرحوم یہی فرماتے رہے کہ اگر میرے رب کو منظور ہے تو وہ ضرور ضرور پہنچادے گا چنانچہ خلوص و محبت الٰہی کا نتیجہ سمجھئے یا کرامت کہئے کہ جب آخری مرحلہ آیا اور بڑے افسر یوروپین کے سامنے برائے معائنہ حافظ عبدالرحمن کو پیش کیا گیا تو خدائے تعالیٰ نے یکدم حافظ صاحب مرحوم کی طبیعت میں چستی پیدا کردی۔ مرحوم نے اپنا معائنہ کرایا اور سوالات کے جوابات دئیے جس سے افسر مذکور کو حافظ صاحب مرحوم کی صحیح پوزیشن کا یقین ہوگیا اور بغیر حیل و حجت کے اجازت نامہ تحریر کردیا۔ جب جہاز پر سواری کا وقت آیا تو حافظ صاحب کی طبیعت میں پہلے کی مانند کمزوری واقع ہوچکی تھی۔ چنانچہ جہاز پر صاحب ترجمہ نے حافظ صاحب مرحوم کو کمر پر اٹھاکر سوار کیا۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ تمام افسران و اہل جماعت حضرات ششدر و انگشت بدنداں ہوکر رہ گئے اس قدر کمزور مریض کو اتنے لمبے سفر کی اجازت کا مل جانا بفضلہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی کرامت سے خالی نہیں۔ غرضکہ صاحب ترجمہ نے بیت اللہ شریف میں پہنچکر بخیر و خوبی قرآن مجید رمضان المبارک میں سنایا۔ لیکن حافظ عبدالرحمن صاحب بیت اللہ شریف پہنچنے کے بعد چند روز زیادہ بیمار رہ کر انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور مکۃ المکرمہ کے قبرستان میں جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ غفر اللہ لہٗ۔ صاحب ترجمہ نے پورا قرآن مجید مکۃ المکرمہ میں سنایا۔ ختم کے بعد ایام حج تک والد بزرگوار کے ہمراہ وہیں مقیم رہے۔ حضرت مولانا ابوالخلیل عبدالجلیل خاں صاحب محدث اسلاموی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حج و زیارت حرمین شریفین کے بعد وطن مراجعت فرمائی۔

حضرت الامام صاحب مرحوم نوراللہ مرقدہٗ اور آپ کی اولاد کے متعلق میرے چند تاثرات

آپ کو اپنے جماعتیوں اور ساتھیوں سے نہایت ہی گہرا تعلق تھا دیگر لوگ بھی آپ کی اسی محبت اور شفقت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ میری جس سے بھی ملاقات ہوئی آپ کے حُسنِ اخلاق کی دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے۔

حضرت الامام صاحب مرحوم انکسار اور سادگی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آغازِ جوانی سے ہی آپ نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ میں ہمیشہ معمولی اور سادہ لباس پہنوں گا چنانچہ یہ عہد عمر بھر تک قائم رہا۔ لباس میں آپ کو لمبا کرتا پاجامہ یا تہبند مرغوب تھا۔ سبزیوں میں آپ کدو یعنی ہرا گھیا بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی خوراک بھی بہت سادہ تھی۔ آپ نے اپنے اوپر غیر ضروری تکلفات کبھی نہیں لادے۔ آپ اپنی روح کو زیادہ سے زیادہ لطیف رکھنا چاہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ہم خدمت جماعت کے کام زیادہ سے زیادہ کریں تو بہت خوشی کی بات ہے آپ نے فرمایا حدیث نبوی اِشْفَعُوْا تُؤجَرُوْا کے تحت اثر و نفوذ بھی اچھے کاموں کے لئے استعمال ہونا چاہئے لقولہٖ علیہ السلام اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔ حضرت الامام صاحب مرحوم ایک مہذب انسان اور پاک و ہند کے جلیل القدر دینی

عالم مشہور محدث اور استاذ العلماء تھے۔ شائستگی سلیقہ اور اتباع سنت کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے کلام اور باتوں میں اتنی حلاوت اور شیرینی تھی کہ جو ایک بار مل لیتا بار بار ملاقات کی آرزو کرتا۔ آپ حسن اخلاق کا پیکر مجسم تھے نہ کبھی کسی سے الجھتے تھے۔ نہ کسی کو الجھانا چاہتے تھے پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرتے سچ بات تو یہ ہے کہ موصوف کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہ آیا۔ آپ پر بے بسی اور بیچارگی کے ادوار بھی متعدد بار آئے۔ آپ نے اپنوں سے بھی زخم کھائے اور غیروں سے بھی۔ لیکن کبھی کسی کا گلہ نہیں کیا۔ آپ تو حوصلہ اور ظرف کے اعتبار سے ایک بحر بے کنار تھے جس میں وسعت بھی تھی اور گہرائی بھی۔

حضرت الامام صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک ایک تابندہ مثال بنا رہے گا کہ جلیل القدر عہدۂ امارت پر فائز رہنے کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزادوں میں بڑائی کی ذرا سی بھی بو پیدا نہیں ہونے دی ـــــ میں آپ کے صاحبزادے مولانا قاری عبدالغفار صاحب سلفی، مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب سلفی اور مولانا حافظ عبدالجبار صاحب سلفی، مولانا حافظ محمد سلفی، مولانا حافظ محمد انس سلفی سے ملا ہوں۔ میں نے ان کو نہایت ہی کریم النفس، جمیل الاخلاق، ملنسار، منکسر المزاج، بردبار اور عوامی طبیعت کے انسان پایا اپنے آپ کو دوسروں سے بلند کرنے کی خواہش، ہو سکتا ہے ان کے دل کی تہ میں ہو لیکن ان کے کردار، ان کی گفتار ان کی رفتار میں ذرا نہیں جھلکتی۔

یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ آئیے ہم اس طریق کار کا جائزہ لیں۔ جس نے موصوف کے صاحبزادوں کو ایک خاص سانچے میں ڈھالا۔ دراصل حضرت الامام صاحب قدس اللہ سرہٗ نے شروع ہی سے یہ طے کر لیا تھا کہ اپنے صاحبزادوں کو دنیا کے لئے تیار نہیں کرنا ہے۔ آپ کی یہ دلی آرزو تھی کہ ان کے صاحبزادے دین کو اختیار کریں اور دنیا پر مقدم سمجھیں چنانچہ آپ نے اپنی اولاد کی ذہنی تربیت انہی خطوط پر شروع کی۔ پھر اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ان کا رہن سہن، ان کی عادت، ان کا لباس ان کے اطوار جماعت کے عام بچوں سے ممتاز نہ ہونے پائیں ـــــ حضرت الامام صاحب نے اپنے بچوں کو خود پڑھایا۔ دیگر احباب نے کہا بھی کہ انہیں کسی دوسرے مدرسہ میں داخل کرائیے۔ اور وہاں تعلیم دلوائیے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ جانتے تھے کہ دوسرے مدرسوں کی تعلیم اور بچوں میں اختلاط غلط صحبت پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت الامام صاحب طبعاً صلح جو اور معتدل انسان تھے آپ چیلنج قبول کرنا جانتے تھے مگر خود دوسروں کے چیلنج نہیں بنتے تھے۔

ہمیں حضرت الامام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہلکی ہلکی مسکراہٹ بہت پیاری لگتی تھی وہ سیاہ عمامہ واسکٹ اور طویل عبا میں ماشاء اللہ نہایت خوبصورت نظر آتے تھے۔ آپ کی شخصیت کی دلکشی ہمارے دلوں کو موہ لیتی تھی۔ لیکن سب سے قیمتی سرمایہ آپ کا وہ دل تھا جو اسلام اور مسلک اہلحدیث اور جماعتی افراد اور ترقی کے لئے ہر وقت دھڑکتا رہتا تھا۔

والسلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فتاویٰ ستاریہ

رضاعی چچا بھتیجی کا نکاح ناجائز ہے: سوال (۱) زید و ہندہ حقیقی بھائی بہن ہیں۔ ہندہ کے لڑکے کا زید کی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شرط یہ ہے کہ ہندہ کے لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ صغر سنی میں پیا ہے۔
جواب (۱) صورت مسئولہ میں بوجہ تعلق رضاعی کے ناجائز ہے۔

سوتیلی بھتیجی سے نکاح جائز ہے: سوال (۲) زید و عمر دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ زید کی پوتی کا نکاح عمر کے لڑکے سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (عبدالرشید انبالہ) جواب (۲) صورتِ ہذا میں بلا ریب جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

فوجی کے لئے نماز قصر کا حکم، سوال (۳) ایک شخص ہندوستانی ملازم ہے کبھی قیام کہیں رہتا ہے اور کبھی کہیں مثلاً کبھی بغداد میں اور کبھی کسی ملک میں ایسی صورت میں نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟ (محمد داؤد بٹالہ)
جواب (۳) ایسی صورت میں نماز پوری پڑھنی چاہیئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قیام جبکہ منیٰ میں ہو گیا تھا تو پوری پڑھتے تھے (عبدالستار کلانوری) (ہمدرد اہلحدیث بابت شعبان ۱۳۳۶ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۰ء جلد ۲ نمبر ۱)

خون ناقضِ وضو نہیں، سوال (۴) بدن کے کسی حصہ میں سے اگر خون نکلے تو وضو جاتا رہتا ہے یا نہیں؟
جواب (۴) سبیلین یعنی قُبل و دُبر سے اگر کوئی چیز خارج ہو تو وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (صحیح بخاری) لیٹ کر سو جانا بھی چونکہ مظنۂ خروج ہے اس لئے سبب سے مسبب کا احتمال ہے جن احادیث میں علاوہ سبیلین کے وضو ٹوٹنے کا حکم ثابت ہے وہ بطور احتیاط کے ہے یا لغوی وضو مراد ہے واللہ اعلم (مفتی)

میت کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم، سوال (۵) زید نے انتقال کیا اس پر ایک ماہ کے روزے باقی تھے اب ان روزوں کا تدارک کس طرح کیا جاوے؟ (احمد محمد پٹیلی رنگون)
جواب (۵) میت کی طرف سے یا تو کوئی روزے رکھ لے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) یا اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا جاوے (صحیح ترمذی)

تکرار جماع میں وضو کا حکم، سوال (۶) ایک مرتبہ اپنی عورت سے جماع کرنے کے بعد دوسری مرتبہ میں مابین ہر دو جماع وضو کرنا فرض ہے یا سنت؟ جواب (۶) مابین ہر دو جماع کے تین صورتیں ہیں (۱) صرف وضو، یہ مستحب ہے۔ (۲) وضو اور غسل، یہ افضل ہے (۳) نہ وضو نہ غسل یہ جائز ہے (نسائی)

کنواری بالغہ پر ولایت نکاح، سوال (۷) ایک عورت کنواری بالغہ ہے اس کے ولی ایسی جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں جہاں وہ راضی نہیں اس وقت اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو ولی بنا کر جس جگہ چاہے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟
جواب (۷) ولی اگر حسب شرع نکاح کرنا چاہتے ہیں تو عورت کو جبراً اختیار کرنا ہوگا (موطا امام مالک صفحہ ۳ جلد ۲ مع شرح مسوی) البتہ اگر غیر کفو یعنے بددین سے ولی

نکاح کرنا چاہیں اور عورت من حیث الاسلام رکے تو ایسی صورت میں ولیوں کو جبر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے ولیوں میں سے کسی کو ولی بنا کر حسب شرع کسی مرد صالح سے نکاح کرلے اَلدِّیْنُ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی یعنی اسلام کا غلبہ ہوگا دین مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔

گھر میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ سوال ۸ گھر میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ **جواب ۸** گھر میں مسجد بمعنی جائے سجود کسی خاص جگہ کو بنا لینا نوافل و سنن کے لئے جائز و درست ہے (سنن) فرائض کے لئے کوئی ثبوت شرعاً نہیں۔

کلمہ گو کے پیچھے نماز کا حکم، سوال ۹ مسلمان کلمہ گو کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ **جواب ۹** امام بناتے وقت اس امر کا خیال ضروری ہے کہ دیندار موحد کو امام بنایا جائے (دارقطنی)

نام کے مسلمان کے نکاح کا حکم، سوال ۱۰ نام کا مسلمان شرکیہ افعال کرنے والے کا نکاح موحد عورت سے جائز ہے یا ناجائز؟ **جواب ۱۰** حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (پ ۲۔ س البقرۃ) یعنی مسلم مردوں سے تا اسلام مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو۔ مومن تو غلام بھی، مشرک سے اچھا ہے۔

عورت طلاق کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، سوال ۱۱ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح زید سے کر دیا۔ لڑکی زید سے راضی خوشی ہے۔ نکاح کے بعد وہ شخص اپنی لڑکی کو زید کے پاس نہیں رہنے دیتا اور لڑکی کا خاوند طلاق نہیں دیتا۔ آیا وہ نکاح باطل ہے یا نہیں؟ اور لڑکی کا باپ اور جگہ بغیر طلاق کے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (محمد یعقوب ضلع لائلپور) **جواب ۱۱** لڑکی کے والد کو بغیر طلاق خاوند کوئی حق دوسری جگہ نکاح کرنے کا نہیں ہے اور نہ اس طرح میکے میں بلا مرضی خاوند بیٹھ رہنے سے نکاح باطل ہوتا ہے بلکہ عورت کا قصور کہلایا جاتا ہے اور ایسی صورت میں مرد پر نان ونفقہ بھی ضروری نہیں ہوتا۔ جبکہ بلا مرضی خاوند میکے میں بیٹھی رہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ)

نماز جمعہ کا وقت، سوال ۱۲ وقت نماز جمعہ قبل زوال ہے۔ یا بعد زوال؟ (محمد بن ولی جونا گڑھی) **جواب ۱۲** صحیح بخاری میں ہے كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ زوال ہو جانے پر ادا کرتے تھے! اس روایت سے آپ کا ہمیشہ نماز جمعہ کو بعد زوال پڑھنا پایا جاتا ہے۔ مرقات ولمعات وعون وغیرہ میں ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نماز جمعہ ہمیشہ بعد زوال پڑھتے تھے وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ خِلَافًا لِاَحْمَدَ۔ کتاب الام للشافعی جلد ۱ ص ۱۷۳ میں ہے كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ اِذَا فَاءَ الْفَيْءُ واللہ اعلم۔

جمعہ کے دن نوافل دوپہر میں پڑھنے کا حکم، سوال ۱۳ نوافل یا سنتیں جمعہ کے دن ٹھیک دوپہر کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ (سائل مذکور) **جواب ۱۳** جو علماء جمعہ کے دن سرے سے زوال ہی کے قائل نہیں اُن کے نزدیک تو جائز ہے مگر جو جمعہ کا وقت بعد از زوال کہتے ہیں اُن کے نزدیک جائز نہیں۔ دلائل سے جمعہ کا وقت بعد از زوال صحیح معلوم ہوتا ہے اسلئے ایسے وقت سنن و نوافل نہ پڑھنی چاہیئے البتہ سببی نماز پڑھ سکتے ہیں واللہ اعلم۔

جمعہ کی اذان کا وقت۔ سوال ۱۴ جمعہ کے دن اذان قبل زوال دینی چاہئے یا بعد میں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۴) علی اختلاف الروایات وقت جمعہ بعد از زوال کی روایات مرفوع، صریح صحیح قوی ہیں اس لئے اذان جمعہ بعد از زوال ہی ہونی چاہیئے　واللہ اعلم۔

خطبہ جمعہ کا وقت، سوال (۱۵) خطبہ قبل زوال پڑھنا چاہیئے یا بعد میں؟　(سائل مذکور)

جواب (۱۵) جبکہ معلوم ہو چکا کہ وقت جمعہ بعد از زوال ہے تو لامحالہ خطبہ بھی بعد از زوال ہوگا۔ امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک قبل از زوال بھی جائز و درست ہے مگر قوی مذہب زوال کے بعد کا ہے　واللہ اعلم

میت کو قبر میں کس طرح داخل کرنا چاہیئے۔ سوال (۱۶) میت کو قبر کے اندر کونسی طرف سے داخل کریں پاؤں کی طرف سے یا سر ہانے کی طرف سے یا دائیں یا بائیں طرف سے؟ (احمد محمد پٹیل از رنگون)

جواب (۱۶) جنازہ کو قبر کے پائنتی رکھ کر سر کی طرف سے میت کو لینا چاہیئے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر کی طرف سے کھینچے گئے اور آپ کے جملہ صحابہ رکھے گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابو الزیاد، ربیعہ، ابن النضر فرماتے ہیں کہ یہ اتفاقی مسئلہ ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سر کی طرف سے رکھے گئے۔ (کتاب الام للشافعی جلد اول صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مصر)

روانگی کے وقت مصافحہ و معانقہ کا حکم، سوال (۱۷) بوقت سفر کے آدمیوں سے سلام علیکم کہہ کر مصافحہ و معانقہ کرنا چاہیئے یا نہیں یا فقط السلام علیکم کہے؟ (محمد عبداللہ چیر کنڈا ضلع مان بھوم)

جواب (۱۷) بوقت روانگی یا ملاقات سلام مسنون کرنا تو صاف اور مشہور ہے۔ بوقت روانگی مصافحہ کرنے میں تامل ہے۔ قدیم قول ہمارا بھی یہی تھا کہ مصافحہ کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے اسلئے بوقت روانگی مصافحہ نہ کرنا چاہیئے مگر ایک روایت میں نے خود کسی مقام پر دیکھی ہے جو اس وقت خیال سے اتر گئی۔ اس لئے اب جدید قول یہ ہے کہ بوقت روانگی بھی مصافحہ جائز و درست ہے۔ حوالہ بوقت ملنے حدیث کے تحریر کروں گا انشاء

صدقہ و خیرات کا کیا حکم ہے، سوال (۱۸) کیا صدقہ و خیرات دینا فرض ہے یا واجب یا مستحب یا سنت؟ جو شخص کہ صدقہ و خیرات دینے کے قابل ہو کر صدقہ و خیرات نہیں دیگا تو کس درجہ کا گنہگار ہوگا (سائل مذکور)

جواب (۱۸) زکوٰۃ واجب ہے اور صدقات واجب نہیں۔ اگرچہ مؤکد اولیٰ، افضل مسنون بڑا ثواب سب کچھ ہے مگر فرض صدقات میں صرف زکوٰۃ ہی ہے کہ جس کے نہ دینے پر آدمی گنہگار اور اسلام کے ایک بڑے جزو رکن کا تارک ہوتا ہے۔ صحیح نسائی مطبوعہ انصاری جلد اول صفحہ ۹۴ میں ہے کہ ایک سائل ضمام بن ثعلبہ نے آپ سے اسلام کا سوال کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے نماز مفروضہ پنجوقتہ بتائی۔ اور ماہ رمضان کے روزے بتلائے اور زکوٰۃ بتلائی۔ سائل نے سوال کیا کہ کیا اور بھی میرے اوپر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفل کرے۔ غرض نفلی صدقہ نکالنا ضرور چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ جو چیز فرض میں کم ہوگی وہ نفل سے پر ہوگی اور صدقات نفلی کے بہت کچھ فضائل احادیث میں آئے ہیں۔ بلکہ مستحقین غرباء محتاج کے ہوتے ہوئے روکنے پر وعید شدید بھی آئی ہے۔ حدیث میں آیا ہے یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ۔ یعنی اے ابن آدم! ...... تو خرچ کر خدا تجھ پر خرچ کرے گا۔　واللہ اعلم۔

صدقۂ فطر نقدی سے بھی ادا ہو جاتا ہے، سوال (۱۹) صدقۂ فطر گیہوں، جو اور کھجور کے عوض میں دوسری چیز دینا جائز ہے یا نہیں مثلاً چاول۔ چنا۔ پیسہ وغیرہ؟　(سائل مذکور)

جواب ۱۹ بلاریب جائز ہے اس کے متعلق ہمارا رسالہ (صدقۃ الفطر) دیکھنا چاہیئے۔ اس میں دس ادلہ اس بات پر قائم کئے گئے ہیں کہ صدقۃ الفطر میں بجائے غلہ نقدی دے سکتا ہے اور بیس علماء کی مہریں بھی ثبت ہیں مقصود صدقۃ الفطر سے غریبوں کا کام بنانا ہے۔ واللہ اعلم

ایک مجلس میں تین طلاق ایک ہی ہے، سوال ۲۰ ایک مجلس میں تین طلاق ایک دفعہ دینے سے تین طلاق شمار کیا جائے گا۔ یا ایک طلاق ؟ (سائل مذکور)

جواب ۲۰ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صاف موجود ہے کہ آپ کے زمانے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاقیں دینے والے ابو رکانہ رض کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیوی کو اس پر لوٹا دیا[1]۔ واللہ اعلم۔ (عبدالستار کلانوری ؒ)

ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۱ء جلد ۱ ع ۱۲

پیشۂ قصاب جائز ہے یا نہیں، سوال ۲۱ پیشۂ قصاب جائز ہے یا نہیں۔ اس کی کمائی کا پیسہ حلال ہے یا نہیں ؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ شراب پینے والا اور قصائی اور درخت کاٹنے والا۔ ان تینوں کی بخشش نہیں۔ (حبیب اللہ چیر کنڈا ضلع مان بھوم)

جواب ۲۱ قصاب کے معنٰی عربی میں ہیں گوشت کاٹنے والا یعنی قصائی اس معنٰی سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے صحاح میں ہے کہ آپ نے قربانی کی سنن میں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص قربانی کرنا چاہے وہ ناخن اور بال نہ لے۔ اور صاف فرمایا فَلَا یُعْطِی الْجَزَّارَ الحدیث (سنن) یعنی قربانی کے جانور میں سے قصائی کو اُجرتاً کچھ نہ دے۔ اس کی اُجرت علٰحدہ دے۔

اس کے متعلق مولانا عبدالستار صاحب دہلوی مدظلہٗ کا جواب

الجواب بعون الوہّاب۔ پیشۂ قصاب بلاشبہ جائز ہے خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعلیم دی ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں باب الوضوء من مس اللحم النیٔ و غسلہ کے تحت حدیث مندرجہ ذیل موجود ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ یَّسْلَخُ شَاۃً فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَنَحَّ حَتّٰی اُرِیَکَ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ بَیْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِہَا حَتّٰی تَوَارَتْ اِلَی الْاِبِطِ ثُمَّ مَضٰی فَصَلّٰی لِلنَّاسِ وَلَمْ یَتَوَضَّأْ۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو بکری کی کھال اتارتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ پرے ہٹ تجھے ترکیب نہیں آتی۔ میں جس طرح بتاؤں اُس طرح اُتار۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ چمڑے اور گوشت کے درمیان زور سے داخل کیا۔ یہاں تک کہ آپ کا دست مبارک بغل تک کھال میں چھپ گیا۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور دوبارہ وضوء نہیں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسبِ قصاب جائز ہے۔ اور مولوی مذکور کی بات غلط ہے۔ فقط

ابو محمد عبدالستار دہلوی۔

ترکِ موالات رائجہ شرعی حکم نہیں، سوال ۲۲ ترکِ موالات (عدم تعاون) جس کی ہندوستان میں ہلچل مچی ہوئی ہے کیا یہ شرعی حکم ہے یا سیاسی اور جو مسلمان اس کے خلاف ہیں کیا وہ گنہگار ہیں ؟

جواب ۲۲ ترکِ موالات جیسا کہ آج کل رائج ہے شرعی حکم نہیں۔ شرعی ترکِ موالات یہ ہے کہ غیر مسلموں سے

[1] اس مضمون پر ایک مفصل رسالہ طلاق ثلاثہ طبع ہو گیا ہے وہ ہم سے منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔ پتہ:۔ مکتبہ ابو سعید حدیث محل ۴۵ ایم کراچی ۱

اسلامی برتاؤ نہ رکھا جائے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الآیۃ (پ ۲۸۔ س ۵۸) یعنی مؤمن لوگ غیر مسلموں سے دوستانہ مراسم اختیار نہیں کیا کرتے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی رضی نے باذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو غیر اسلامی طریق پر دفن کر دیا۔ اور پھر غسل کیا۔ یہ نہیں کیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی ہو۔ یا اس کے لئے دعا کی ہو۔ یا مسلمانوں کو اکٹھا کیا ہو وغیرہ اسلامی مراسم کچھ نہیں کئے حالانکہ باپ تھے۔

صحت کے بعد حکیم وغیرہ سے نذرانہ کی شرط کرنا کیسا ہے؟ سوال (۲۳) حکیم یا ڈاکٹر یا وید وغیرہ سے عہد کرنا کہ بعد صحت تم کو بطور نذرانہ کچھ دوں گا یہ کیسا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۳) جائز ہے جس شرط پر نذرانہ کو معلق رکھتا ہے وہ ناجائز نہیں ہے خوشی کے وقت انعام دینا جائز ہے درست ہے لہذا عہد کو پورا کرنا چاہئے قال اللہ تعالیٰ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ○ (پارہ ۱۵۔ س ۱۷) یعنی عہد کو پورا کرو اس کے نقض سے سوال ہوگا۔

ابو داؤد میں ہے اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ۔

زوجہ وشوہر ایک رکابی میں کھا سکتے ہیں، سوال (۲۴) ایک رکابی میں بیٹھ کر مرد اپنی بیوی کے ہمراہ کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں۔ (سائل مذکور)

جواب (۲۴) جائز ہے۔ نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے (صفحہ ۱۱ مطبوعہ مطبع انصاری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ہڈی چوستی۔ پھر آپ اس ہڈی کو لے کر اسی مقام سے چوستے جہاں سے میں نے چوسی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوتیں۔ (صحیح نسائی)

باجازت زوجہ شوہر سفر میں جا سکتا ہے، سوال (۲۵) مرد اپنی بیوی سے اجازت لے کر چھ ماہ سے زیادہ کا سفر کر سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۵) کر سکتا ہے۔ چار یا چھ ماہ سے زیادہ سفر کرنے کی ممانعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوجہ عدم صبر زوجہ کی تھی۔ اور عورت خود اجازت دے تو اب مانع کوئی نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ تو پھر تقسیم باری آپ کے لئے حضرت سودہ رضی کے واسطے رفع ہو گئی

زوجہ وشوہر ایک دوسرے کا نام لے سکتے ہیں، سوال (۲۶) مرد اپنی بیوی اور عورت اپنے شوہر کا نام لے کر پکار سکتے ہیں یا نہیں۔ ہمارے اس ملک میں عورت اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے تو بہت برا سمجھتے ہیں۔ (سائل مذکور)

جواب (۲۶) پکار سکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہند نام کی ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہا اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ الخ یعنی ابو سفیان (خاوند ہند) بخیل آدمی ہے۔ ایضاً آپ نے فرمایا فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جملہ موجودہ عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کھانے کو تمام کھانوں پر (نسائی صفحہ ۶، جلد ۲ مطبوعہ انصاری) ایضاً يَا اُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ۔ اے ام سلمہ رضی، عائشہ کے بارے میں مجھ کو تکلیف نہ دے (نسائی ص ۷) ایضاً يَا عَائِشَةُ اِنَّ جِبْرِيْلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ (نسائی ص ۷ جلد ۲)

اے عائشہ جبریل علیہ السلام تم کو سلام کرتے ہیں۔

مرد کو زوجہ سے مصافحہ وسلام کرنے کا حکم، سوال (۲۷) مرد کو اپنی بیوی سے بوقت ملاقات السلام علیک کہہ کر مصافحہ و معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور پہلے سلام کون کرے مرد یا عورت (سائل مذکور)

جواب (۲۷) عورت سے مصافحہ کرنے کا ثبوت نہیں ہے۔ سلام پہلے وہی کرے گا جو داخل ہوتا ہو گا۔

قَالَ اللہُ تَعَالیٰ اِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (پ۱۸ - س ۲۴)

مسئلہ میراث، سوال (۲۸) میت نے حسب تحریر وارث چھوڑے ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا:۔

خاوند، ماں، بھائی، بہن

جواب (۲۸) مسئلہ ۶ ۱۸ — ہمدرد

خاوند	ماں	بھائی	بہن
۳/۹	۱/۳	۴	۲

ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۱ء جلد ۲ نمبر ۲

بیوہ کی عدت اور اس کی کیفیت، سوال (۲۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:۔

الف:۔ بیوہ عورت کے کتنے ایام مقرر ہیں؟

ب:۔ وہ یوم عدت کس طرح پر ادا کئے جاویں گے؟

ج:۔ اگر عدت مقررہ کے اندر کسی وجہ یا بلا وجہ نکاح کر لیوے تو وہ نکاح درست ہے کیا؟

د:۔ دوبارہ میعاد مقررہ عدت پوری کر کے نکاح پڑھے تو وہ کس قدر عدت پوری کرے۔ آیا جو ایام باقی رہے وہ یا شروع سے میعاد مقررہ عدت ادا کئے جاویں گے اور ایام باقی ماندہ یا جس قدر حکم شرع سے ادا کئے جاویں گے وہ کس طور ادا کئے جاویں گے۔

ہ:۔ اولاد جو ہوگی وہ کیسی کہلائے گی اور ایسی صورت میں بالغ بیوہ کے بلا دریافت نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (خدا بخش و عبد الرحمٰن سوداگر از کھتیڑی)

جواب (۲۹) الف:۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو۔ اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

ب:۔ ایام عدت میں عورت معتدہ کو زیب و زینت نہ کرنی چاہیئے معمولی لباس پہننا چاہیئے خوشبو بھی استعمال نہ کرنی چاہیئے۔ اور بلا ضرورت شدیدہ باہر بھی نہ نکلنا چاہیئے۔

ج:۔ عدت مقررہ کے اندر کسی طرح درست نہیں۔

د:۔ اگر وہ عورت اس شخص کے ساتھ خلط ملط ہوئی ہے یعنی دخول وغیرہ ہوا ہے تو اس کو دوبارہ عدت گزارنی پڑے گی اس کے بعد پھر کسی سے نکاح کرے خواہ اسی سے کرے۔ اور اگر صرف نکاح ہی ہوا ہے اور رخصتی نہیں ہوئی نہ دخول ہوا ہے تو جتنے دن عدت کے باقی ہیں وہ گزارے اس کے بعد نکاح کرے اور عدت وہیں گزارے گی جہاں کہ وہ اپنے خاوند کے فوت ہونے کے وقت رہتی تھی۔

ہ:۔ اس کا جواب (د) میں دیکھو۔ رہی یہ بات کہ اولاد کیسی کہلائے گی۔ سو واضح رہے کہ جو اولاد ناجائز طریقہ سے ہوگی وہ اولاد بھی ایسی ہوگی۔ اور بیوہ سے اذن لینا ضروری ہے جب وہ زبان سے کہدے تب

نکاح کرنا چاہیئے۔ کذا فی الکتاب والسنۃ ۔ (ابو محمد محمد عبد الجبار سوکھپوری)

ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء جلد ۳ ع ۴

قرآن وحدیث چھوڑ کر رائے پر عمل کرنا چاہیئے یا نہیں

سوال (۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ عرصہ چند یوم کا ہوا کہ ایک مولوی ہمارے قصبہ میں تشریف لائے تھے وہ فرماتے تھے کہ حدیث نہیں مانی جائے گی صرف قرآن ہی مانا جائے گا کیونکہ قرآن اس کی خبر نہیں دیتا اور نہ رسول نے کہا ہے کہ میری رائے مانناء ورنہ وہ کون سی چیز ہے جس کی خبر قرآن میں نہ ہو۔ قرآن نے تو ہر چیز کو کھول کر بتا دیا ہے سو اس کا کیا جواب ہونا چاہیئے"

(الراقم خلیل الرحمٰن و احمد حسن از قصبہ ٹھاکر دوارہ)

جواب (۳) صورت مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ جس فرقہ کا ایک فرد آپ لوگوں کے قصبہ میں پہنچا اور اس نے یہ ترغیب دی کہ صرف قرآن ہی کو ماننا چاہیئے، حدیث کو نہ ماننا چاہیئے وہ فرقہ نہایت درجہ کا گمراہ اور کافر اور خارج از اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرقہ ضالّہ کے متعلق پیشینگوئی فرمائی ہے اور اس فرقہ کے پیشوا کی آپ نے علامتیں بتلائی ہیں کہ ایک ہاتھ اس کا ناقص ہو گا اور اس کے بازو پر گوشت ہو گا مثل پستان کے اور فرمایا آپ نے نکل جائیں گے وہ دین اسلام سے جیسے کہ نکل جاتا ہے تیر کمان سے۔ اور فرمایا بلائیں گے وہ لوگوں کو طرف کتاب اللہ کے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر پاؤں گا میں ان کو البتہ قتل کروں گا ان کو مانند قتل کرنے عاد کے چنانچہ صحابہ کرام کے زمانہ میں اس فرقہ ضالّہ کا ظہور مطابق پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا اور جو علامت رسول اللہ نے ان کے پیشوا کی بتلائی تھی اُسی کے موافق ان کا پیشوا پایا گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں ان لوگوں سے جہاد کیا اور ان کو قتل کیا۔ بعد موقوف ہونے جہاد کے حضرت علی رض نے حکم کیا کہ ان کے پیشوا کو دیکھو کہ جس کی علامت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے جب دیکھا گیا تو اسی صفت مذکور کے موافق پایا گیا۔ غرض کہ یہ فرقہ کافر اور مرتد عن الاسلام ہے۔ اور ان کا مذہب لاشئے محض اور ناقابل التفات ہے۔ ان کا جو دعویٰ ہے کہ صرف قرآن ہی مانا جائے گا۔ حدیث نہیں مانی جائے گی کیونکہ قرآن اس کی خبر نہیں دیتا سو یہ دعویٰ بالکل غلط اور لچر ہے کیونکہ قرآن مجید اس بات کی خبر دیتا ہے اور اتباع رسول کا حکم دیتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور اُتاری اُس نے اوپر تیرے کتاب اور حکمت اور سکھائی تجھ کو وہ چیز کہ نہیں تھا تو جانتا۔ نیز دوسری جگہ ارشاد ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارا رسول آن کر کتاب اور حکمت سکھاتا ہے"

ناظرین! میں نے دو آیتیں پیش کی ہیں جن میں خدائے تعالیٰ نے دو لفظ استعمال کئے ہیں ایک کتاب دوسرا حکمت۔ پس ظاہر ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اس کا کوئی ذی علم انکار نہیں کر سکتا رہا لفظ حکمت سو اس کے متعلق ہم اپنے مخاطب سے سوال کرتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اور کہو کہ اس سے مراد حکمت کی باتیں ہیں تو قرآن مجید سارا ہی حکمت ہے جب اللہ تعالیٰ نے کتاب کا لفظ فرما دیا تو اس میں سب کچھ آگیا پھر دوبارہ لفظ حکمت کے استعمال کی کیا ضرورت ہے یہی دلیل بیّن ہے اس امر کی کہ حکمت سے مراد ماسوا کتاب اللہ کے کوئی اور شئے ہے۔ وہی حدیث نبوی ہے نیز لفظ تعلیم تشریح اور تفصیل کا مقتضی ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل لسان تھے لیکن خدا تعالیٰ کا جو مقصود ہے اس کو نہیں سمجھتے تھے اس واسطے

اللہ عزّ وجلّ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معلّم بنا کر بھیجا۔ آپ نے ان کو کما حقہ تعلیم دی۔ اور اللہ تعالیٰ کا مقصود سمجھایا وہی حدیث ہے نیز فرمایا اللہ عزّ وجلّ نے اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۔ یعنی کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو رسول کا۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر تو قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوامر کہاں ہیں۔ قرآن میں تو نہیں ہیں لہذا آپ کو ماننا پڑیگا کہ اوامر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہیں پس حدیث واجب الاتباع ٹھہری۔ اور فرمایا مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ یعنی جو تم کو رسول دے پس لے لو اس کو اور جس چیز سے منع کرے باز آجاؤ۔ تو رسول اللہ ؐ نے کیا دیا ہے اور کس چیز سے منع کیا ہے اس کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ احادیث میں ہے۔ دوسرا یہ دعویٰ کہ کوئی ایسی چیز جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو قرآن تو ہر ایک چیز کو کھول کر بتاتا ہے۔ یہ بھی غلط کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا ذکر قرآن مجید میں مفصل نہیں ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ ۔ یعنی ہمارا رسول اُن پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ کل خبیث چیزوں کا قرآن میں کہاں ذکر ہے سوا چند چیزوں کے یعنی مُردہ اور دمِ مسفوح اور خنزیر وغیرہ کے ماسوا کتا بھیڑیا شیر چیتا ہاتھی، ریچھ وغیرہ درندے جانور ان کے نزدیک سب حلال ہونے چاہئیں۔ کیونکہ قرآن میں تو ان کا ذکر نہیں۔ حدیث میں ہے۔ اور حدیث ان کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ لہذا ان کو چاہیئے کہ موٹے تازے کتوں، بھیڑیوں اور ریچھوں وغیرہ کو شکار کر کے نوش فرمایا کریں۔ کیونکہ یہ شکار آسانی کے ساتھ میسّر ہو سکتا ہے۔ نیز فرائض الٰہی نماز و زکوٰۃ و حج کا قرآن میں تفصیل وار کہاں ذکر ہے۔ قرآن میں کہاں ہے کہ مغرب کی تین رکعتیں پڑھا کرو۔ ظہر کی چار رکعتیں پڑھا کرو اور صبح کی دو رکعت پڑھا کرو اس کے علاوہ بہت سے احکام نماز کے ہیں کہ جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اسی طرح قرآن میں کہاں ہے کہ زکوٰۃ مال کا چالیسواں حصہ دیا کرو۔ یا سال گزرنے کے بعد دیا کرو۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی تشریح و تفصیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی کی ہے اور وہی حدیث ہے اور یہ حق تشریح آپ کو خدا کی طرف سے حاصل تھا جیسے کہ اوپر آیت گزر چکی وَ يُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ اور یہ اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ یُحَرِّمُ کی ضمیر کا مرجع ذات رسول ؐ ہے۔ یعنی رسول ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اتّباعِ نبی کی عین اتباع اللہ کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ۙ یعنی ہمارا رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کچھ کہتا ہے وہ ہماری وحی کے ذریعے سے کہتا ہے پس حدیث بھی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اور وحی میں شامل ہے۔ قرآن و حدیث دونوں کی اتباع لازم و ضروری ہے۔ ان کی اتباع کے سوا کوئی نجات کا طریقہ نہیں۔ فقط

جہیز وغیرہ کا حکم، سوال (۳۱) ایک عورت کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ اب عورت مذکورہ کے پاس کچھ جہیز ہے اور کچھ زیور جو اس کے خاوند نے بنا کر دیا تھا۔ اب عند اللہ و عند الرسول زیور میں اس کے بچے حقدار ہیں یا کہ فقط عورت ہی زیور کی مالک ہے؟

جواب (۳۱) واضح ہو کہ جو کچھ عورت کو قبل عصمت نکاح کے دیا گیا بطور جہیز کے یا خاوند نے بعد نکاح کے جو کچھ زیور وغیرہ اس کو دیا بطور ملکیت کے یعنی اس کو ہبہ کر دیا اور مالک بنا دیا تو کل جہیز اور زیور وغیرہ کی مالک اور مستحق وہ عورت ہے بچوں کا اس میں کچھ نہیں۔ کذا فی کتب الحدیث۔

مختلعہ کی عدّت، سوال (۳۲) ایک عورت اپنے خاوند سے کئی سال سے علیحدہ تھی۔ بعدہٗ میاں بیوی کے درمیان ایسی ناچاقی و نااتفاقی ہو گئی کہ خلع کی نوبت آئی۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں بعد خلع کے عورت مذکورہ کو عدت گزارنی پڑے گی۔ یا بعد خلع کے فوراً ہی نکاح کر لے۔

جواب (۳۲) جب عورت اپنے خاوند سے کئی سال سے علیٰحدہ رہتی تھی اور خاوند کے پاس بالکل نہیں آتی تھی اور پھر خلع کی نوبت آئی تو ایسی صورت میں اس پر کچھ عدت نہیں۔ خلع کرنے کے بعد فوراً ہی نکاح کر سکتی ہے عدت اس صورت میں ہے کہ جب میاں بیوی پاس رہتے ہوں۔ کذا فی سنن ابن ماجہ۔ (ابو محمد عبد الجبار سوکھپوری)

نکاح سے پہلے تفویض طلاق، سوال (۳۳) ایک شخص قبل از عقد نکاح اپنی عورت کو کہ جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تفویض طلاق کا اختیار دیتا ہے یعنی جس وقت عورت چاہے مرد سے اپنی ذات کو بذریعہ طلاق جدا کر لے اور مطلقہ ہو جائے۔ دریں صورت تفویض طلاق قبل از عقد نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ حکم نافذ ہوگا۔ یا نہیں؟

جواب (۳۳) تفویض طلاق قبل از نکاح جائز نہیں اور اگر بسبب جہالت کے کسی نے ایسا کیا تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا جیسے کہ حدیث ذیل اس پر شاہد ہے عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَلَاقَ اِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ۔ الحدیث (ابو یعلیٰ وصححہ الحاکم وروی نحوہ ابو داؤد والترمذی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں طلاق مگر بعد نکاح کے۔ غرض کہ طلاق کی کوئی صورت قبل از نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (ابو محمد عبد الجبار سوکھپوری)

صفِ اول میں جگہ نہ ہو تو ....، سوال (۳۴) اگر صفِ اول میں پوری بھر جانے کی وجہ سے جگہ نہ ہو تو بعد میں آنے والا نمازی کہاں کھڑا ہو۔ کیا وہ صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو کر اپنی نماز ادا کر سکتا ہے؟ (عطاء الرحمن کراچی)

جواب (۳۴) ایسی صورت میں اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر امام کے پیچھے صف بنا لے۔ صف کے پیچھے تنہا نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ صف میں کیوں نہ داخل ہوا یا صف میں سے کسی کو کیوں نہ کھینچ لیا اَعِدْ صَلٰوتَكَ تو اپنی نماز دوبارہ پڑھ (مشکوٰۃ۔ طبرانی بیہقی) فقط

بائسکوپ دیکھنا، سوال (۳۵) کیا بائسکوپ کا تماشا دیکھنا اجرت دیکر یا بلا اجرت جائز ہے جس میں کہ ظلّی تصاویر حرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

جواب (۳۵) تصاویر اصلی ہوں یا عکسی یا ظلّی ہوں ان کا بنانا، یا رغبۃً دیکھنا منع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دروازے پر تشریف لائے تو جب آپ کی نظر تصاویر پر پڑی تو آپ رنجیدہ ہو کر واپس چلے گئے (بخاری)

گراموفون پر قرآن، سوال (۳۶) کیا باجا فونوگراف سے قرآن مجید کا سننا جائز ہے اور اس کے سننے سے کچھ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب (۳۶) باجوں کو خریدنا سننا بیچنا منع ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ لقمان) وقولہ تعالیٰ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ الآیۃ (بنی اسرائیل) جملہ تفاسیر مبسوطہ میں یہی لکھا ہے۔

عورت کا پردہ، سوال (۳۷) کیا مسلمانوں کی عورتیں بلا تخصیص اس بات کے کہ وہ جوان ہوں یا ضعیف العمر، خوبصورت ہوں یا بدصورت، بغیر چادر یا نقاب اوڑھے، کھلے منہ صرف سر کو ڈھانکے ہوئے غیر محرم مردوں میں آ جا سکتی ہیں یا نہیں؟ (سائل محمد اصغر جموں)

جواب (۳۷) واضح ہو کہ عورت کا چہرہ گو شرعاً پردہ میں داخل نہ ہو مگر احتیاطاً نقاب ڈالنا چاہئے چنانچہ

بعض صحابیات احرام کی حالت میں مردوں کو دیکھکر چہرہ پر نقاب ڈال لیتی تھیں۔ (دارقطنی)

طلاق کے بعد نکاح ، **سوال** (۳۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو رضامندی کے ساتھ طلاق دی اور بعد چند دن کے عورت ومرد دونوں اس امر پر رضامند ہیں کہ پھر دوبارا نکاح ہو جاوے تو اب کس طریقے سے ہوسکتا ہے ؟ (سائل نظام الدین سوداگر)

جواب (۳۸) صورت مذکورہ میں واضح ولائح ہو کہ اگر عورت مذکورہ کی عدت باقیماندہ ہے تو وہ شخص بلاریب رجوع کرسکتا ہے۔ نکاح ثانی کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر عدت گزرچکی ہے تو وہ شخص نکاح جدید کرسکتا ہے ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم (حررہ حافظ ابو محمد عبدالستار مہاجری)

مسجد کی جگہ کی تبدیلی ، **سوال** (۳۹) کیا ہے حکم شرع کا اس مسئلہ میں کہ مدت سے ایک مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے اس کی چھت وغیرہ بوسیدہ ہوگئی ہے دوبارہ اس کو تعمیر کرانا ہے تو کیا اس جگہ کو جہاں نماز پڑھی جاتی ہے دکان یا مکان کی صورت میں بنوا کر کرایہ پر دیدیا جائے تاکہ اس سے آمدنی ہو جائے اور مسجد کے خرچ میں آتی رہے اور اس کے اوپر مسجد بنادی جائے ، ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نادرست ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ درجہ تحت میں جو قدیمی مسجد ہے دکان یا مکان کی صورت میں ہونے سے عورت مرد دنیاداری کے معاملات کرسکتے ہیں اور پاک ناپاک اس میں معیشت کرسکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

جواب (۳۹) صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔ خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ بدل دی تھی اور مسجد اول کی جگہ بازار ہوگیا۔ اور نیز درست ہونے پر دلالت کرتی ہے یہ بات جو تمام دنیا میں دیکھی اور سُنی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ زمین مسجد کے لئے وقف کی جاتی ہے اور خرید کی جاتی ہے بعدہٗ بعض زمین کے حصہ میں مسجد بنائی جاتی ہے اور بعض حصہ میں غسل خانہ اور بعض حصہ میں پاخانہ ، پیشاب خانہ بنایا جاتا ہے جس میں کہ اصلاح مقصود ہے وہ درست وجائز ہے۔

مسجد کی جگہ مدرسہ ، **سوال** (۴۰) کیا ہے حکم شرع کا اس مسئلہ میں کہ مدت سے ایک مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے اب اس کی چھت وغیرہ بوسیدہ ہوگئی ہے دوبارہ اس کو تعمیر کرانا ہے تو کیا اس جگہ کو جہاں نماز پڑھی جاتی ہے مدرسہ کی صورت میں بنوا کر مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث جاری کرادیا جائے اور اس کے اوپر مسجد بنادی جائے ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نادرست ہے ؟

جواب (۴۰) ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔ قرآن وسنت کے ماہر پر مخفی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے جب مسجد قدیم بازار کی گئی تو کیا مدرسہ آسمانی تعلیم کے لئے نہیں بناسکتے۔ برابر بناسکتے ہیں۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ - يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ - فَمَنِ اتَّقٰى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

جمعہ میں اگر امام کو قعدہ میں پائے تو کیا کرے ، **سوال** (۴۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ جب امام جمعہ کی دونوں رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھا تھا اُس وقت زید آکر جماعت میں مل گیا۔ بعد سلام پھیرنے امام کے اب زید کو دو رکعت جمعہ کی ادا کرنی چاہیئے یا چار رکعت ظہر کی کیونکہ اب وہ اکیلا نماز پڑھتا ہے اور جمعہ کی نماز اکیلے نہیں ہوتی۔ از روئے قرآن وحدیث جواب سے سرفراز فرمائیں۔

جواب (۴۱) چار رکعت پڑھے ، نہ کہ دو۔ (قَالَ اللّٰهُ تعالٰی) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ إِنْ هُوَ

اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ (وَ قَالَ تَعَالٰی) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ (قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ) مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَۃِ رَكْعَۃً فَلْیُصَلِّ اِلَیْهَا اُخْرٰی (زاد فی روایۃ ابی نعیم) وَ مَنْ اَدْرَكَهُمْ فِی التَّشَهُّدِ صَلّٰی اَرْبَعًا (رواہ ك عن ابی هریرة) قال ك صحیح واقرہ فی التلخیص کذا فی التفسیر شرح الجامع الصغیر ۔

مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ دہلی

زانیہ کا حمل میں نکاح ، سوال ۳۲ زانیہ حالت حمل میں نکاح کرسکتی ہے یا وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ کے تحت میں داخل ہے یعنی بعد وضع حمل نکاح کرے ۔ کتب فقہ میں جو یہ لکھا ہے کہ ایام مدتِ حمل میں زانی سے نکاح و وطی کرسکتی ہے اور غیر زانی سے صرف نکاح کرسکتی ہے ۔ وطی نہیں کرسکتی اس کا ماخذ کیا ہے

عبد الرحمٰن محلہ لوہاراں ضلع گوجرانوالہ

جواب ۳۲ صورت مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ حمل والی عورت حالت حمل میں ہرگز نکاح نہیں کرسکتی نہ زانی سے نہ غیر زانی سے ۔ اور برابر ہے کہ وہ حمل زنا سے ہو یا غیر زنا سے ۔ چونکہ نص قرآنی وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ عام ہے (یعنی حمل والی عورتیں عدت ان کی یہ ہے کہ جن لیں وہ حمل اپنا) جو شامل ہے زانیہ اور غیر زانیہ کو تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ۔ کتب فقہ میں جو اس کے متعلق لکھا ہے وہ محض رائے و قیاس پر مبنی ہے ۔ اور یہی اس کا ماخذ ہے ۔ قرآن و حدیث سے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں ۔ فقط

نان نفقہ نہ دینے کی صورت میں ... ، سوال ۳۳ زید نے ہندہ سے شادی کی عرصہ بارہ سال کا ہوا اس عرصہ سے اس کو رخصت کرکے نہیں لے گیا ۔ اور نہ نان و نفقہ دیا اور نہ کسی قسم کی خبر لی ۔ اور ہندہ کے والدین برابر زید سے خط و کتابت کرتے رہے کہ لڑکی کو رخصت کراکے لے جاؤ مگر زید نے کچھ خبر اور جواب نہیں دیا اور زید نے ثانی نکاح بھی کرلیا ہے ۔ اور زید ہندہ کو طلاق بھی نہیں دیتا اس حالت میں ہندہ کی کیا کچھ صورت ہے آیا وہ نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں ؟

جواب ۳۳ صورت مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ عورتوں کو نان و نفقہ دینا اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کرنا فرض ہے جو شخص اپنی بیوی کو نان و نفقہ نہ دے اور اس کے ساتھ حُسنِ معاشرت نہ کرے وہ ظالم اور ضار ہے اور عورت مظلومہ ہے ۔ اور ظلم و ضرر بفرمانِ ربّ العزت لَا تُضَارُّوْهُنَّ بالکل حرام ہے (یعنی نہ ضرر پہنچاؤ تم ان کو عدم نان و نفقہ و ترکِ حسنِ معاشرت کے) پس عورت مظلومہ کو اُس کے ظلم و ستم سے چھڑانا اور ان کے درمیان تفریق کرانا نہایت ضروری امر ہے اور نیز ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے جیسے کہ حدیثِ ابو ہریرہؓ اس پر شاہد ہے ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی الرَّجُلِ لَا یَجِدُ مَا یُنْفِقُ عَلٰی امْرَاَتِہٖ یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا (دار قطنی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں جو اپنی بیوی کو نان و نفقہ نہیں دے سکتا تفریق کرا دی جائے درمیان ان کے ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورت کو ایسی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار ہے کسی امام وقت کے ذریعہ سے اس کا نکاح فسخ کرالیا جائے ۔ بعد فسخ نکاح و انقضاء عدت ایک حیض کسی موحد شخص سے اس کا نکاح کر دیا جائے ۔ اور یہی فتویٰ ہے سعید بن مسیب کا ۔ فقط

اگر خاوند مشرک و بدعتی ہو تو .... ، سوال ۳۴ ایک مسلمان نے ایک مسلمہ عورت کے ساتھ عقد کیا عرصہ ایک سال کا ہوتا ہے کہ وہ بمبئی چلا گیا اور شرک و بدعت میں مبتلا ہو گیا ۔ نماز بالکل ترک کردی اور نان و نفقہ بھی نہیں

دیتا ہے اور نہ اپنا حال تحریر کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے وہ عورت مسلمہ دیندار پرہیزگار عقد ثانی کر سکتی ہے یا نہیں ؟

جواب ۴۴ :- اگر واقعی وہ شخص مشرک و بدعتی ہو گیا ہے اور نماز بھی ترک کر دی ہے تو وہ مرتد اور کافر ہے اس کے متعلق احادیث بکثرت ہیں۔ نیز صحابہ کرام تارک الصلوٰۃ کو بالاتفاق کافر کہتے تھے (ترمذی)

الترغیب والترهیب میں ہے وَقَدْ جَاءَ عَنْ عُمَرَ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ غَیْرِهِمْ اَنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ فَرْضٍ وَاحِدَةً مُتَعَمِّدًا حَتّٰی یَخْرُجَ وَقْتُهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ یعنی حضرت عمرؓ و عبدالرحمٰن بن عوف و معاذ بن جبلؓ اور ابو ہریرہؓ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو شخص چھوڑ دے فرض نماز کو ایک بار جان بوجھ کر یہاں تک کہ نکل جائے وقت اُس کا پس وہ کافر اور مرتد ہے پس جب وہ شخص مرتد اور کافر ہو گیا اور نیز شرک و بدعت کرنے لگا تو عورت مسلمہ اس کی زوجیت سے بالکل علیحدہ ہو گئی اس کے نکاح میں نہیں رہی۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ نان و نفقہ نہیں دیتا اور جو شخص نان و نفقہ نہ دے اور عورت اس کی شاکی ہو تو اس کے لئے فیصلہ نبوی یہ ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الرَّجُلِ لَا یَجِدُ مَا یُنْفِقُ عَلٰی امْرَاَتِهٖ یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا (دارقطنی)

یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو نان و نفقہ نہیں دے سکتا تفریق کرا دی جائے درمیان اُن کے۔

پس اگر صورت اولیٰ ممکن نہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خدشہ ہو، یا اسلامی حکومت نہ ہو، تو صورت ثانی اختیار کی جائے یعنی بذریعہ امام وقت اس کا نکاح فسخ کرا لیا جائے خواہ وہ شخص طلاق دے یا نہ دے۔ بعد فسخ نکاح و انقضاء عدت ایک حیض عورت مذکورہ مسلمہ کا عقد ثانی کسی موحد متبع سنت شخص سے کر دیا جائے اسلام کا فیصلہ یہی ہے۔ آگے قسمت مسلمانان کہ اپنی بستی شہر میں آسمانی قانون کے جاننے والے عامل و معتقد طرفدار کتاب و سنت، طالب آخرت کو اپنا امام وقت نہیں بناتے تاکہ ایسی خرابیاں و تکلیفیں ان سے رفع ہوں حالانکہ حاکم وقت غیر مسلم بھی اس کے مزاحم نہیں ہوتے۔ اور اسلام میں اپنا امام بنانا جو ایسے احکام مسلمانوں میں پابندی کے ساتھ کرے۔ اور کرائے۔ فرض ہے۔ نہ معلوم قیامت کے دن یہ علماء بد دنیا کے طالب و امراء فساق و فجار ربّ العالمین کے سامنے کیا جواب دیں گے۔؟ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم۔ (ایڈیٹر) ابو محمد عبدالجبار

تعزیہ اور سبیل، سوال (۴۵) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس کو رونق دینا اور سبیل لگانا وغیرہ کیسا ہے اور اس میں جان و مال سے شریک ہونے پر شرع محمدی کا کیا فتویٰ ہے۔؟

جواب (۴۵) تعزیہ بمعنی ماتم کرنا امام حسینؓ کا فی زمانہ رائج ہے گناہ کبیرہ اور امر بدعت ہے اور کرنے والا اس کا اور شریک ہونے والا اس میں جان و مال سے، مشرک اور بدعتی ہے اسلئے کہ عاشق سادات و اہل بیت، صحابہ کرامؓ و تابعینؒ، ائمہ کرام و احادیث نبوی سے اس کا بالکل ثبوت نہیں۔ اور جو امور اس میں کئے جاتے ہیں وہ بعض بدعت اور بعض شرکیہ ہیں اور سبیل امام حسینؓ کے نام کی شرک اکبر ہے اور بنانا کربلاؤں اور تربتوں کا اور کھڑا کرنا شدؤں کا اور بیان کر کے رونا اور پیٹنا اور تین دن تک فجر کو منہ ڈھانکنا اور اس کے آگے سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور عرضی حاجتوں کی باندھنا اور مہندی روشن کر کے دور دور سے لانا اور شمع روشن کر کے ہاتھ پر رکھنا اور تمام رات ان کے آگے کھڑا کرنا اور مرثیہ پڑھنا اور

شربت و ریوڑی و ملیدہ و حلیم و حلوہ اور تعزیہ کی نذر چڑھانا اور طرح طرح کے اسراف اور فضول خرچیاں کرنا اور آتش بازی چھوڑنا اور لنگور و بندر وغیرہ کی شکل بنانا اور نیک بی بیوں کے نام پکار پکار کر سنانا اور سینہ کوبی کرنا اور قسم قسم کے باجے بجاتے ہوئے جانا اور مرد و زن کا ایک جا ہجوم ہونا اور ماتمی لباس کپڑوں کے ساتھ ظاہر کرنا وغیرہ جملہ امور بدعت اور شرک اکبر ہیں۔ فرمایا دو جہان کے سردار حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بدعتی کا نماز روزہ، حج، عمرہ، جہاد، خیرات اور انصاف کچھ خدا کے ہاں مقبول نہیں۔ اور بدعتی اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ بال آٹے سے صاف علیٰحدہ ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

خلافت کمیٹی سے اپیل :۔ خلافت کمیٹی کو چاہیئے کہ وہ اس بدعت اور شرکیہ افعال کے کرنے سے مسلمانوں کو روکے۔ اور تعزیہ فنڈ کا روپیہ، مساجد فنڈ یا مدرسہ فنڈ یا کسی اور کار خیر میں صرف کرنے کی کوشش کرے تاکہ آئے دن کی بدعت اور فضول خرچیوں اور ہندو مسلمانوں کے باہمی تنازعات سے نجات ملے وَمَا ذَالِکَ عَلَیۡہِمۡ بِعَزِیۡزٍ ٥ (مفتی) عبد الستار کلانوری مدرس مدرسہ حمیدیہ عربیہ دہلی۔

الجواب صحیح مولوی ابو محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ عربیہ کھنڈیلہ ضلع جے پور۔ الجواب صحیح مولوی عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی از لاہور۔ الجواب تعزیہ بنانا بدعت بلکہ شرک ہے مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔ الجواب صحیح مولوی ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل سامرودی مدرس مدرسہ سامرود الجواب مولوی ابو القاسم بنارسی سیف۔ الجواب تعزیہ بنانا اور اس کی کسی قسم کی مالی و جانی اعانت و امداد کرنا اور شرکت کرنا اور رونق دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور رونق دینے اور امداد کرنے میں اس موقع پر لوگوں کے لئے سبیل لگانا بھی داخل ہے فقط واللہ عالم کتبہ عزیز احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ۔ الجواب سلطان محمود مدرسہ فتحپوری دہلی۔ الجواب صحیح احمد منیر عفی عنہ الجواب صواب عبد الوحید عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ۔ الجواب صواب نبیر حسن بقلم خود الجواب صحیح نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔ اصاب المصیب بندہ محمد حسن عفی عنہ صحح الجواب فقیر اصغر حسین عفی عنہ المجیب محمد ادریس عفا اللہ عنہ الجواب صحیح محمد پردل مدرس مدرسہ نعمانیہ۔ الجواب صحیح محمد عبد الرحیم عفی عنہ۔ الجواب صحیح بندہ شفاعت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔ الجواب صحیح محمد شفیع مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب۔ الجواب ھو الصواب، عبد الحنان مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی۔ المجیب مصیب وحید حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح الطاف حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صواب بندہ ضیاء الحق عفی عنہ۔ الجواب تعزیہ بنانا اور اس کی امداد مالی و بدنی کرنا حرام ہے۔ حررہ محمد کرامت اللہ عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد عبد القادر مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔ الجواب صحیح محمد عبد الرحیم عفی عنہ مہتمم مدرسہ رحیمیہ دہلی۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الوہاب امام جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔ الجواب صحیح تعزیہ داروں کی ان چیزوں کے ساتھ تعظیم و اعانت حرام اور گناہ ہے۔ محمد یوسف عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔ الجواب صحیح ابو الزبیر محمد یونس قریشی مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی۔ المجیب مصیب عبد الجبار عفی عنہ میرٹھی مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم پھاٹک حبش خاں دہلی۔ الجواب صحیح عبد الرحمن عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد اسحاق مدرسہ حسینیہ دہلی۔ الجواب صحیح ابو محمد عبید اللہ مدرس مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی۔ الجواب صحیح تعزیہ بنانا بالکل ناجائز اور بت پرستی ہے اور

اس کی تعظیم اور اس کے نیچے نکلنا وغیرہ تمام مراسم شرک ہیں۔ اس میں رونق دینا اور شریک ہونا کل امور اس کے بت پرستی اور شرک ہیں۔ اور اس کے دلائل بکثرت قرآن و حدیث میں موجود ہیں جنھیں بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ عیاں راچہ بیاں ـــ حررہ العاجز محمد یوسف شمس محمدی فیض آبادی ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

مہر کی معافی، سوال (۴۶) ہندہ نے مرنے سے دس یوم پہلے اپنا مہر اپنی خواہش سے بغیر کسی کے ترغیب دینے اور کہنے کے اپنی رضاء سے معاف کیا اُس وقت چند عورتیں مرحومہ کی رشتہ دار اور چند عورتیں خاوند کی رشتہ دار موجود تھیں۔ موافق شریعت کے مہر معاف ہوا یا نہیں ؟

جواب (۴۶) واضح ہو کہ واقعی بلحاظ صورت مذکورہ بالا کے شریعتِ محمدیہ کی رو سے بے شبہ مہر معاف ہو گیا۔ لقولہ تعالیٰ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْہُ نَفْسًا فَکُلُوْہُ ھَنِیْٓئًا مَّرِیْٓئًا الآیہ یعنی اگر تمھاری عورتیں دلی خوشی سے (بلا جبر کسی کے) بعض مہر یا کل مہر معاف کر دیں تو تم اس کو بے دھڑک کھاؤ پیو۔ حاصل یہ کہ اگر عورتیں برضا و رغبت اپنا مہر معاف کر دیں تو وہ شرعاً جاری ہوگا اور معاف ہو جائے گا۔

نکاح نابالغہ، سوال (۴۷) بکر نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح خالد کے نابالغ لڑکے سے کر دیا اب لڑکی نے اپنے باپ بکر کے فوت ہونے کے بعد بالغہ ہو کر انکار کر دیا کہ نکاح مجھے منظور نہیں۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب (۴۷) اگر لڑکے میں کوئی عیب شرعی نہیں ہے تو مناسب یہی ہے کہ جہاں تک بھی ہو سکے لڑکی اپنے باپ کے نکاح کردہ شدہ کو قائم رکھے کیونکہ باپ نے جو نکاح کیا وہ صحیح ہے لیکن اگر بالکل نبھاؤ کی صورت نہیں ہے اور لڑکی اس نکاح سے بالکل ناخوش ہے تو ایسی صورت میں اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے مگر بہتر یہ ہے کہ فسخ نکاح امام زماں یا حاکم وقت کے ذریعہ سے جو احکام شرعیہ کے جاری کرنے کے لئے مقرر ہے کرایا جائے تاکہ آئندہ کسی قسم کا خدشہ پیش نہ آئے۔

حاملہ زانیہ کا نکاح، سوال (۴۸) زید کا نکاح ہندہ سے اس حالت میں ہوا کہ ہندہ حاملہ تھی زنا سے۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ ہندہ حاملہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح قائم ہے یا ٹوٹ گیا۔ اور یہ حمل کسی غیر کا تھا۔ اگر نکاح فسخ ہو گیا تو مہر دینا ہوگا، یا نہیں ؟ زید کچھ مہر دے چکا ہے اور زید اس کو رکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہندہ خبیثہ اور بے شرم ہے اور زید موحد متبع سنت ہے۔

جواب (۴۸) صورت مسطورہ میں واضح ہو کہ حالتِ حمل میں جو نکاح کیا گیا وہ نہیں ہوا۔ اس کو فوراً علیحدہ کرنا چاہئے۔ اگر اس نے جماع کیا ہے تو بے شک مہر دینا ہوگا۔ اور اگر جماع نہیں کیا تو مہر کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ کیونکہ جب نکاح ہی نہیں ہوا تو مہر کس بات کا۔ فقط واللہ اعلم۔ (مفتی) عبد الجبار سوکھپوری

فتویٰ وقت نماز عیدین

مرتبہ مولانا عبد الستار صاحب کلانوری مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ و مدرس مدرسہ حمیدیہ۔ موری دروازہ۔ دہلی

سوال (۴۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ عیدین کی نماز کا وقت کس وقت سے کس وقت تک ہے۔ بعض علماء دیر کی قید سے صرف ۷ یا ۸ بجے تک جائز رکھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ زوال تک عیدین کا وقت ہے۔ کونسا قول ٹھیک ہے ؟ اور اگر ۷ یا ۸ بجے کے بعد نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھے یا اپنی الگ جماعت کرائے کہ یہ امام تو دیر سے نماز پڑھاتا ہے بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

جواب (۴۹) ھُوَ الْمُوَفِّقُ لِلسَّدَادِ وَالصَّوَابِ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

صورتِ مرقومہ بالا کا جواب یہ ہے کہ اس ملک راجپوتانہ میں جنوری کے مہینے میں آفتاب ساڑھے سات (۷½) بجے نکلتا ہے۔ اور آخری ماہ میں آج کل سات بج کر بیس منٹ پر نکلتا ہے تو جس گروہ علماء نے سات بجے تک وقت رکھا ہے اُن کے نزدیک تو نماز عیدین بالکل جاڑوں میں نہیں ہو سکتی۔ یہ ان کی عقلمندی کی نشانی ہے۔ اور ان کے علم کا ناپ تول ہے۔ اور حدیث عمرو بن عبسہ میں ایک نیزہ کا اور دو نیزہ کا بھی ذکر آچکا ہے تو اس صورت میں کبھی آٹھ بجے تک وقت ہی دشوار ہے اور گرمی کے موسم میں پانچ بجے آفتاب نکلتا ہے تو تین گھنٹے تک عیدین کا وقت ان علماء کے نزدیک رہتا ہے۔ یہ دینِ محمدی نہیں بلکہ انگریزی دین ہے۔ دینِ محمدی تمام ملکوں میں تمام موسموں میں وقتوں میں ایک ہے حدیث عمرو بن عبسہ کے یہ الفاظ ہیں اِذَا صَلَّیْتَ الصُّبْحَ فَاَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ فَلَا تُصَلِّ حَتّٰی تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطٰنٍ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْکُفَّارُ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ قِیْدَ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَیْنِ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ مَشْهُوْدَۃٌ مَّحْضُوْرَۃٌ آخر حدیث تک ——— یہ حدیث شریف صاف ہے کہ مجرد آفتاب کے نکلنے سے نماز درست نہیں جب تک ایک یا دو نیزے نہیں نکل چکے اس کے بعد اس کو نماز پڑھنی چاہیئے تو اس حدیث کے لحاظ سے آٹھ بجے تک جاڑوں میں وقت نہیں داخل ہوتا اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ سَاَلَ اَبَا وَاقِدِ اللَّیْثِیَّ مَا کَانَ یَقْرَأُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ فَقَالَ کَانَ یَقْرَأُ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ رَوَاهُ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آپ کی قرأت دونوں رکعتوں عیدین میں سو آیات تھیں تو اسی حساب سے جب آفتاب جاڑوں میں ساڑھے سات بجے نکلے اور دو نیزے باہر آنے کے بعد نماز شروع کرے اور سو آیات دونوں رکعتوں میں پڑھے اور مطابق سنت کے رکوع سجدہ کرے اور بارہ تکبیریں کہے تو کسی صورت میں آٹھ بجے سے پہلے نماز ختم نہیں کر سکتا۔

معلوم نہیں مولوی صاحبان نے کیا سمجھ کر یہ فتویٰ دیا ہے۔ کیا نماز کو بھی انگریزی بنانے والے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب مقرر کیا ہے بَابٌ اِذَا فَاتَهُ الْعِیْدُ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَکَذٰلِکَ النِّسَاءُ وَمَنْ کَانَ فِی الْبُیُوْتِ وَالْقُرٰی بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِیْدُنَا یَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَاَمَرَ اَنَسُ ابْنُ مَالِکٍ مَوْلَاهُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ یَوْمَ الْعِیْدِ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ یَعْلٰی وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ (مجمع الزوائد)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ اصلی مقصد خطبہ سے نصیحت کا کرنا ہے مجرد رسم ادا کرنا نہیں تو جس جگہ سے خطبہ کی آواز تمام لوگوں تک پہنچے وہاں پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اگر ایسی جگہ خطبہ پڑھا ہے کہ تمام کو آواز نہیں پہنچی تو جن کو آواز نہیں پہنچی اُن کو وہاں پر جا کر پھر خطبہ سنا وے۔ کوئی روایت ہم کو آج تک نظر نہیں آئی جس سے یہ ثابت ہو کہ جس جگہ امام نے نماز پڑھی ہے اس جگہ پر خطبہ پڑھے جب کہ شریعت سے جگہ مقرر نہیں تو اپنے قیاس سے کیوں قیاس کی بنیاد ڈال کر شریعت میں نیا رستہ قائم کرے۔ شریعت پوری ہو چکی ہے اسی قدر بہت ہے زیادہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے سنفقط الراقم عبد الحکیم [مہر عبد الحکیم نصیر آبادی]

الجواب۔ خطبہ عید نماز کی جگہ پر بھی جائز ہے اور نماز کی جگہ سے ہٹ کر بھی جائز ہے یعنی حدیثوں سے یہ ہر دو امر ثابت

ہیں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ اتم

عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ تعالیٰ عنہما۔

خطبہ نماز عید ہی کے مقام پر سنانے کو سنت کہنا اور دوسرے مقام پر سنانے کو خلاف سنت کے کہنا کسی اساس پر مبنی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سِعَۃً وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

حررہ عبدالتواب تاب اللہ علیہ

امام کس جگہ خطبہ پڑھے؟ بظاہر تو یہی طریق ہے اور اس کی مثال خود جمعہ کی کیفیت بلا اختلاف موجود ہے خطبہ اور نماز کی جگہ الگ الگ ہے۔ ہاں مانع کے نزدیک کوئی حدیث ہے جس سے اس کا خیال ثابت ہو اور نماز کی جگہ ہی خطبہ پڑھنے کا ثبوت ہو تو قابل مان لینے کے ہے واللہ اعلم۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (مہر مولوی ثناء اللہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اونچی جگہ پر خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَآءَ۔ ابوداؤد میں بھی الٰہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ لفظ نَزَلَ صاف بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اونچی جگہ پر پڑھا چنانچہ عون المعبود میں ہے وَیَدُلُّ عَلٰی اَنَّ خُطْبَتَہٗ کَانَتْ عَلٰی شَیْئٍ عَالٍ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

(مہر مولوی عبدالنور صاحب) کتبہ عبدالنور مدرس اول مدرسہ دارالہدیٰ کلکتہ

الجواب صحیح عنایت اللہ

اگر کوئی امام نماز کی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر وعظ کہے تو جائز ہے۔ راقم ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ جائے نماز پر ہی خطبہ کہنا چاہیئے وہاں سے ہٹ کر کہنا عیدین میں جائز نہیں، بالکل غلط ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اونچی جگہ پر وعظ کہنا اور اونٹنی پر نصیحت کرنا اس امر پر صاف شاہد ہے واللہ اعلم

(مہر مولوی عبدالحمید صاحب) کتبہ عبدالحمید البدھوانوی

الجواب صحیح ابوعبدالرزاق محمد اسحاق ڈربوی حصاروی

امام جس جگہ نماز پڑھاوے وہاں سے دوسری جگہ بھی خطبہ پڑھ سکتا ہے اور یہ فعل اس کا شرعاً جائز ہے اس کا عدم جواز اور ممنوع ہونا کہیں دیکھا نہیں گیا۔ واللہ اعلم

(مہر مولوی ابوتراب عبدالحق صاحب) راقم حکیم ابوتراب محمد عبدالحق دینا نگری حال مقیم امرتسر

الجواب صحیح حکیم محمد شمس الحق

دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ہر دو امور کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اسی جگہ خطبہ پڑھا اور بعض میں ہے کہ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَآءَ غرض دونوں طرح درست ہے۔ واللہ اعلم

(مہر مولوی عبدالجبار صاحب) حررہ محمد عبدالجبار کھنڈیلوی مدرس مدرسہ اہلحدیث کھنڈیلہ

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ حررہ العاجز ابومحمد عبدالوہاب الملتانی المہاجری امام جماعت غرباء اہلحدیث۔ دہلی۔

کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ امام اسی جگہ خطبہ پڑھے جہاں نماز پڑھائی ہے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ایک وعظ فرمایا۔ اور اگر اسی جگہ کھڑا ہونا ضروری تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی ایسا انتظام کرتے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ بخوبی سن سکتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کی پابندی ضروری نہیں بلکہ جیسے امام مناسب سمجھے ویسا کرے۔ بغیر دلیل کے اپنے اوپر ایک بات کو لازم کر لینا درست نہیں۔ (عبداللہ امرتسری)

مولوی فاضل) الجواب صحیح احمد بن محمد الملتانی

خطیب کو اختیار ہے کہ خطبہ مصلّٰی یعنی نماز کی جگہ پر کہے یا وہاں سے ہٹ کر جو علماء اس بات کی قید لگاتے ہیں کہ وہیں مصلّٰے پر امام خطبہ کہے یہ ان کی حدیث سے لا علمی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ صحیح بخاری کے باب اور حدیث سے استدلال فیا للعجب۔ امام بخاری کے کسی باب اور حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ امام مصلّٰے یعنی اپنی نماز کی جگہ پر خطبہ کہے بلکہ صحیح بخاری میں اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے بَابُ مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَآءَ یَوْمَ الْعِیْدِ یعنی امام کو چاہیئے کہ عورتوں کو عید کے دن وعظ کہے۔

اس باب کے تحت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جابر بن عبد اللہ کی روایت لائے ہیں جس کے لفظ اپنے معنے میں صاف ہیں یعنی فَلَمَّا فَرَغَ نَبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَآءَ فَذَکَّرَھُنَّ

ترجمہ: پس جب کہ فارغ ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم (مردانہ) خطبہ سے اُترے۔ پس آئے عورتوں کے پاس اور نصیحت کی ان کو"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے پاس جاکر خطبہ کہنا صریح دال ہے کہ خطیب کو مصلّٰے پر کھڑے ہو کر خطبہ کہنا کوئی ضروری نہیں۔ ورنہ عورتوں کے پاس جاکر خطبہ کہنا بھی منع ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں لفظ نَزَلَ صاف بتاتا ہے کہ خطبہ کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بلند زمین پر چڑھ گئے تھے جیسا کہ خطبہ کا قاعدہ ہے کہ بلند جگہ پر کہا جاتا ہے اسلئے کہ بلندی سے پستی کی طرف آواز زیادہ پہنچتی ہے۔ اور مقتدیوں کا تقابل بھی امام کے حق میں مناسب رہتا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے باب اور حدیث سے ثابت ہے۔ وھو ہذا بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِیْ خُطْبَةِ الْعِیْدِ یعنی امام کو چاہیئے کہ لوگوں کی طرف منہ کر کے خطبہ کہے چنانچہ الفاظ حدیث ہیں۔ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ یعنی سامنے ہوئے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ مبارک کے ساتھ"۔

اس اقبال کے لئے یہ روایت تطبیق وہ نہایت مناسب ہے جو طبرانی کبیر میں باسناد جید مروی ہے کہ نماز عید پڑھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیچ میں آتے اور لوگوں کو دیکھتے کہ کس طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر آپ بھی ادھر ہی متوجہ ہوتے اور ایک روایت مسند احمد میں ہے ثُمَّ یَتَقَدَّمُ فَیَسْتَقْبِلُ النَّاسَ۔ سطر ۱۹ ص۲۶ ج۳ یعنی نماز پڑھ چکنے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر سامنے کھڑے ہوتے اور بعض روایت میں ہے کہ اونٹنی پر وعظ کہتے۔

پس نتیجہ صاف ہے کہ سواری اور نماز عید کی جگہ علٰحدہ علٰحدہ ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سواری پر اور نماز عید سواری سے علٰحدہ پڑھی اسی طرح مسند احمد کا لفظ ثُمَّ یَتَقَدَّمُ صریح دال ہے کہ نماز عید کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض خطب میں نماز کی جگہ چھوڑ کر خطبہ فرماتے۔

بعض الناس جو نماز کی جگہ سے علٰحدہ ہو کر خطبہ فرمانے کو بدعت کہتے ہیں ان کو اس وجہ سے دھوکہ ہوا کہ انھوں نے حدیث میں لفظ ثُمَّ یَنْصَرِفُ اِلَی النَّاسِ قَائِمًا فِیْ مُصَلَّاہُ۔ اور بعض روایت میں خَطَبَ یَوْمَ عِیْدٍ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ۔ اور بعض میں اَقْبَلَ عَلَیْہِ بِوَجْھِہٖ دیکھ لئے جس سے وہ یہ مطلب سمجھے کہ خطیب کو خطبہ بس اسی جگہ کہنا چاہیے جہاں اس نے نماز پڑھائی تھی لیکن یہ ان کی کم علمی کی وجہ سے غلطی ہے۔ پہلی روایت کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیدین کا خطبہ امام کھڑے ہو کر کہے نہ بیٹھ کر اور مصلّٰے یعنی عیدگاہ ہی میں کہے نہ کہ عیدگاہ

ہیں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم

عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ تعالیٰ عنہما۔

خطبہ نماز عید ہی کے مقام پر سنانے کو سنت کہنا اور دوسرے مقام پر سنانے کو خلاف سنت کے کہنا کسی اساس پر مبنی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَۃً وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

حررہ عبدالتواب تاب اللہ علیہ

امام کس جگہ خطبہ پڑھے؟ بظاہر تو یہی طریق ہے اور اس کی مثال خود جمعہ کی کیفیت بلا اختلاف موجود ہے خطبہ اور نماز کی جگہ الگ الگ ہے۔ ہاں مانع کے نزدیک کوئی حدیث ہے جس سے اس کا خیال ثابت ہو اور نماز کی جگہ ہی خطبہ پڑھنے کا ثبوت ہو تو قابل مان لینے کے ہے واللہ اعلم۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری [مہر مولوی ثناء اللہ]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اونچی جگہ پر خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَاءَ۔ ابوداؤد میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ لفظ نَزَلَ صاف بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اونچی جگہ پر پڑھا چنانچہ عون المعبود میں ہے وَیَدُلُّ عَلٰی اَنَّ خُطْبَتَہٗ کَانَتْ عَلٰی شَیْءٍ عَالٍ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

کتبہ عبدالنور مدرس اول مدرسہ دار الہدیٰ کلکتہ [مہر مولوی عبدالنور صاحب]

الجواب صحیح عنایت اللہ

اگر کوئی امام نماز کی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر وعظ کہے تو جائز ہے۔ راقم ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ جائے نماز پر ہی خطبہ کہنا چاہیے وہاں سے ہٹ کر کہنا عیدین میں جائز نہیں بالکل غلط ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اونچی جگہ پر وعظ کہنا اور اونٹنی پر نصیحت کرنا اس امر پر صاف شاہد ہے واللہ اعلم

کتبہ عبدالحمید البدھوانوی [مہر مولوی عبدالمجید صاحب]

الجواب صحیح ابو عبدالرزاق محمد اسحاق ڈربوی حصاروی

امام جس جگہ نماز پڑھاوے وہاں سے دوسری جگہ بھی خطبہ پڑھ سکتا ہے اور یہ فعل اس کا شرعاً جائز ہے اس کا عدم جواز اور ممنوع ہونا کہیں دیکھا نہیں گیا۔ واللہ اعلم

راقم حکیم ابوتراب محمد عبدالحق دینانگری حال مقیم امرتسر [مہر مولوی ابوتراب عبدالحق صاحب]

الجواب صحیح حکیم محمد شمس الحق

دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ہر دو امور کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اسی جگہ خطبہ پڑھا اور بعض میں ہے کہ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَاءَ غرض دونوں طرح درست ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد عبدالجبار کھنڈیلوی مدرس مدرسہ اہلحدیث کھنڈیلہ [مہر مولوی عبدالجبار صاحب]

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب المہاجری امام جماعت غرباء اہلحدیث۔ دہلی۔

کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ امام اسی جگہ خطبہ پڑھے جہاں نماز پڑھائی ہے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ایک وعظ فرمایا۔ اور اگر اسی جگہ کھڑا ہونا ضروری تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے ایسا انتظام کرتے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ بخوبی سن سکتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کی پابندی ضروری نہیں بلکہ جیسے امام مناسب سمجھے ویسا کرے۔ بغیر دلیل کے اپنے اوپر ایک بات کو لازم کر لینا درست نہیں۔ (عبداللہ امرتسری)

مولوی فاضل)   الجواب صحیح   احمد بن محمد الملتانی

خطیب کو اختیار ہے کہ خطبہ مصلی یعنی نماز کی جگہ پر کہے یا وہاں سے ہٹ کر جو علماء اس بات کی قید لگاتے ہیں کہ وہیں مصلے پر امام خطبہ کہے یہ ان کی حدیث سے لاعلمی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ صحیح بخاری کے باب اور حدیث سے استدلال فیا للعجب۔ امام بخاری کے کسی باب اور حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ امام مصلے یعنی اپنی نماز کی جگہ پر خطبہ کہے بلکہ صحیح بخاری میں اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے بَابُ مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَآءَ يَوْمَ الْعِيْدِ یعنی امام کو چاہیئے کہ عورتوں کو عید کے دن وعظ کہے۔

اس باب کے تحت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جابر بن عبداللہ کی روایت لائے ہیں جس کے لفظ اپنے معنے میں صاف ہیں یعنی فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ

ترجمہ: پس جب کہ فارغ ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم (مردانہ) خطبہ سے اُترے۔ پس آئے عورتوں کے پاس اور نصیحت کی ان کو"۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے پاس جا کر خطبہ کہنا صریح دال ہے کہ خطیب کو مصلےٰ پر کھڑے ہو کر خطبہ کہنا کوئی ضروری نہیں۔ ورنہ عورتوں کے پاس جا کر خطبہ کہنا بھی منع ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں لفظ نَزَلَ صاف بتاتا ہے کہ خطبہ کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بلند زمین پر چڑھ گئے تھے جیسا کہ خطبہ کا قاعدہ ہے کہ بلند جگہ پر کہا جاتا ہے اسلئے کہ بلندی سے پستی کی طرف آواز زیادہ پہنچتی ہے۔ اور مقتدیوں کا تقابل بھی امام کے حق میں مناسب رہتا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے باب اور حدیث سے ثابت ہے۔ وھو ہذا بَابُ اسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ یعنی امام کو چاہیئے کہ لوگوں کی طرف منہ کر کے خطبہ کہے چنانچہ الفاظ حدیث ہیں۔ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ یعنی سامنے ہوئے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ مبارک کے ساتھ"۔

اس اقبال کے لئے یہ روایت تطبیق دہ نہایت مناسب ہے جو طبرانی کبیر میں باسناد جید مروی ہے کہ نماز عید پڑھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیچ میں آتے اور لوگوں کو دیکھتے کہ کس طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر آپ بھی ادھر ہی متوجہ ہو جاتے اور ایک روایت مسند احمد میں ہے ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَسْتَقْبِلُ النَّاسَ۔ سطر ۱۹ ص ۳۶ یعنی نماز پڑھ چکنے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر سامنے کھڑے ہوتے اور بعض روایت میں ہے کہ اونٹنی پر وعظ کہتے۔

پس نتیجہ صاف ہے کہ سواری اور نماز عید کی جگہ علیحدہ علیحدہ ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سواری پر اور نماز عید سواری سے علیحدہ پڑھی اسی طرح مسند احمد کا لفظ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ صریح دال ہے کہ نماز عید کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض خطب میں نماز کی جگہ چھوڑ کر خطبہ فرماتے۔

بعض الناس جو نماز کی جگہ سے علیحدہ ہو کر خطبہ فرمانے کو بدعت کہتے ہیں ان کو اس وجہ سے دھوکہ ہوا کہ انھوں نے حدیث میں لفظ ثُمَّ يَنْصَرِفُ اِلَى النَّاسِ قَائِمًا فِيْ مُصَلَّاهُ۔ اور بعض روایت میں خَطَبَ يَوْمَ عِيْدٍ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ۔ اور بعض میں اَقْبَلَ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ دیکھ لئے جس سے وہ یہ مطلب سمجھے کہ خطیب کو خطبہ بس اسی جگہ کہنا چاہیے جہاں اس نے نماز پڑھائی تھی لیکن یہ ان کی کم علمی کی وجہ سے غلطی ہے۔ پہلی روایت کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیدین کا خطبہ امام کھڑے ہو کر کہے نہ بیٹھ کر اور مصلے یعنی عیدگاہ ہی میں کہے نہ کہ عیدگاہ

کے علاوہ رہا وقت تو وہ طلوع ہونے کے بعد سے زوال تک ہے۔ اور اس پر تمام محدثین و فقہاء حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ و ظاہریہ کا اتفاق ہے سوائے ایک شخص ابن بطال کے جن کا مذہب فتح الباری میں منقول ہے کہ وہ زوال تک کے قائل نہیں ہیں۔ یہ تو وقت کی انتہا کا بیان ہوا لیکن افضل اتباع سنت ہے۔ اور سنت وہ وقت ہے کہ جس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز عیدین ادا فرمائی۔ لیکن زوال کے قبل تک نماز صحیح الادا ہو جائیگی۔ کتبہ محمد ابو القاسم عفی عنہ۔

وقت نماز عیدین کی ابتدا ایک نیزہ سورج کی بلندی کلاسے ہے زوال تک۔ جب زوال شروع ہو چلا وقت گیا۔ اگر امام دیر کر کے نماز پڑھائے تب بھی امام معہود کے ساتھ نماز عیدین کو ادا کریں تاکہ نماز عیدین جماعت متعددہ سے محفوظ رہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا جاوے گا تو فتنۂ عظیم کا اندیشہ ہے۔ یَعْلَمُ هٰذَا مَنْ لَّهٗ اَدْنٰى تَاَمُّلٍ۔

حررہ ابو محمد عبید اللہ مدرس مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی ۲۳ شعبان ۱۳۳۶ھ۔

الاجوبة كلها صحيحة ابو محمد عبد الوہاب الملتانی امام جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔

الجواب۔ بعض علماء جو نیزہ کی قید ۷ یا ۸ بجے یا اس سے کچھ کم کی لگاتے ہیں وہ شاید نیزہ سرمہ کی سلائی کو سمجھتے ہیں۔ افسوس ایسے علماء پر جو صرف ہلدی کی گرہ مل جانے سے پنساری بن بیٹھتے ہیں ان کو چاہیئے کہ یا تو ایسے مسائل میں خاموش رہیں یا کسی کے ہو رہیں ورنہ وہی مثل ہوگی

ع بد نام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

ذرا دو چار ایسے ہی مسائل خلاف مشہور کرنے سے لوگوں میں ہل چل مچ جائیگی۔ بَین بَین ڈگ جائینگے۔ یاروں کا مطلب بر آئے گا۔ یعنی کچھ تو تفرقہ بندی ہو ہی جائے گی۔ اور نمازی کم ہوں گے۔ چلو فھو المراد۔ چنانچہ گذشتہ عید کے موقع پر ایسا ہی ہوا کہ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں اپنے دو چار کوتاہ فہموں کو الٹی سیدھی پٹی دیکر اپنا الّو سیدھا کر ہی لیا۔ فَيَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ۔ ایسے علماء کی غرض محض حسد کی بناء پر صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا اجتماعی کام شیرازہ کی صورت میں ہو جاوے اور جن کے دلوں میں پہلے ہی سے کجی ہے۔ وہ ان جھوٹے مسائل کو ڈھال سمجھ کر خوب لعن طعن کریں۔ اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چنیں جیسا کہ گذشتہ عید پر بعض کوتاہ فہموں نے عملاً کر کے بھی دکھلا دیا۔ ایسے حضرات کو خوب اچھی طرح سُن لینا۔ اور یقین کر لینا چاہیئے کہ ان ملمع سازیوں سے ایک اللہ والے عالم کا اگر ایڑی سے چوٹی تک زور لگائیں تب بھی خدا کے فضل سے کچھ نہیں بگاڑ سکتے مگر کسی وقت تنہائی میں گریبان میں منہ ڈال کر اپنے نقصان کو بھی خیال فرمائیں جو ایسے مسلمان خصوصاً موحد، متبع سنت، عامل عالم امام اور پھر استاد کے عیوب، بیجا حملے، غیبت کا کرنا کس قعر مذلت میں ڈالے گا تو کیا ہی عمدہ ہو۔ کیا سنن ماضیہ کا حال آپ کو اب تک معلوم نہیں کہ مخالفت میں انھوں نے اگرچہ اپنی مراد پائی مگر نتیجہ کیا ہوا؟ وہی کیا جو کسی شاعر نے کہا ہے

آخر ش واں سے وہ اس طرح نکلوائے گئے ✽ پا بدست دگرے دست بدست دگرے

ہم اپنے مضمون کو اس جگہ زیادہ طول دینا نہیں چاہتے اس لئے ع

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں اُن کی

تنبیہ۔ ناظرین! حدیث شریف میں عید الفطر کے لئے دو نیزے اور عید الضحیٰ کے لئے ایک نیزہ آیا ہے بعض الناس کے مطلب کو تو آپ سُن چکے کہ جو عیدین کا وقت ۷ یا ۸ بجے تک بتلاتے ہیں وہ غالباً نیزہ سرمہ کی سلائی کو

یا تیر یا گز یا اور کوئی ایسی ہی معمولی چیز کو کہتے ہیں۔ حالانکہ نیزہ سے مراد یہاں پر وہ نیزہ ہے جو سواروں کے پاس ہوتا ہے جو کئی گز کا ہوتا ہے اب اس کے دو نیزے اور ۷ یا ۸ بجے کا وقت، ناظرین خود سمجھ لیں۔ عیدین میں جلدی کرنی چاہیئے مگر کہاں تک، اس کا جواب ۷ یا ۸ بجے والے دیں گے جن کے نزدیک ۹ بجے کا وقت خلاف سنت ہے۔ مگر دلیل ندارد۔ یہی حضرت سابقہ اشتہار میں بہت سی غلطیاں کر چکے ہیں جن کا تعاقب عاجز نے اسلئے کیا کہ فرمان نبوی ہے اِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس یاددہانی کا صلہ برعکس ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی جناب نے بیجا حملے کئے۔ اور کئی غلط حوالے لکھے جو کسی وقت انشاء اللہ پھر یاد دلائینگے۔ کیا ہی عمدہ ہو کہ یہی حضرت اپنی زبان اور قلم کو روک کر محض دین کی اشاعت کریں۔ اور جھوٹے حیلوں سے پرہیز کریں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا

حررہ عبدالستار کلانوری نزیل دہلی مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ مورخہ ۲۴ رمضان ۱۳۳۶ھ۔

کیا غیر قریش امام بن سکتا ہے؟ استفتاء در بارہ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

سوال (۴۹) بخاری شریف میں بابُ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ "اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ فِیْ قُرَیْشٍ (اِلٰی اَنْ قَالَ) مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ۔ کیا اس حدیث شریف معنیٰ مَثَلُ الْمُلْکِ فِیْ قُرَیْشٍ، وَالْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ، وَالْاَذَانُ فِی الْحَبَشَۃِ، وَالْاَمَانَۃُ فِی الْاَزْدِ یَعْنِی الْیَمَنَ، وَالْاِیْمَانُ یَمَانٍ، وَالْکُفْرُ فِیْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ بطور افضلیت کے ہے۔ آیا عدم وجود قریشی النسل و درصورت موجودگی عدم اقامۃ الدین غیر قریشی امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ عَلٰی ھٰذَا اَلْمُلْکُ فِیْ قُرَیْشٍ الخ سے کیا غرض ہے۔ سوا حبشی کے غیر حبشی مؤذن ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یمنی کا غیر ایماندار ہے یا نہیں؟ ماسوا مشرق کے غیر مشرق میں کفر ہے یا نہیں؟ مہربانی فرماکر معنیٰ مع تطبیق ارسال کریں۔

جواب (۴۹) ھُوَ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ۔ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ یا اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ اور اس کے مانند جو عبارتیں حدیثوں میں پائی جاتی ہیں ان میں سے کسی کا سیاق وجوبی نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد سوال کی عبارت میں چھ فقرے مذکور ہو کر ان کی باہم مماثلت ـ پوچھا گیا ہے لہٰذا جواباً گزارش ہے کہ یہ چھ اور ایک پہلا یہ ساتوں فقرے اپنی صورت میں اپنے سیاق میں اپنے انداز بیان میں آپس میں ایک دوسرے کے ایسے ہم شکل ہیں کہ حذو النعل بالنعل۔ پس اگر حکم مفہوم فقرۂ اولیٰ کا وجوبی سمجھا جائے تو جملہ فقرات کا حکم وجوبی سمجھا جائے گا۔ اور ایسا کرنے کے لئے آسمان و زمین میں کوئی نفس سلیم تیاری نہ کرے گا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ یا اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ کے اگر ایسے معنی لئے جائیں کہ امت پر واجب ہے کہ غیر قریش کو امام یا امیر نہ بنائے تو پھر مابقی چھ فقرات کے بھی ایسے معنی کرنے ہوں گے کہ :-

(۱) واجب ہے امت پر کہ غیر انصاری کو قاضی نہ بنائے۔

(۲) واجب ہے کہ حبشی کے سوا کوئی اذان نہ کہے۔

(۳) واجب ہے کہ ازدی کے سوا کوئی امانت دار نہ سمجھا جائے۔

(۴) واجب ہے کہ یمانی کے سوا کوئی مومن نہ مانا جائے۔

(۵) واجب ہے کہ مشرقی کے سوا کوئی کافر نہ ہو۔ یا مکہ مدینہ سے جتنی آبادیاں مشرق میں ہیں سب کو کافر تسلیم کیا جائے اور جب اصل یہ ٹھیری کہ کل اہلِ مشرق کافر تو فرع اس کی یہ ہوگی کہ کل شرقی عرب اور عراقین مع بغداد و بصرہ اور کل بلاد فارس و خراسان و افغانستان و ترکستان و ہندوستان کے سارے باشندے اگلے اور پچھلے سب

کافر۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ایسے ہی اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ کے بھی اگر ایسے بیہودہ معنے لئے جائیں کہ یمانی کے سوا کوئی مومن نہیں تو پھر دیکھو کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خلفاء راشدین میں سے کوئی یمانی نہیں۔ نہ حضرات حسنین یمانی ہیں۔ نہ حضرت فاطمۃ الزہرا یمانیہ ہیں۔ نہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی یمانی ہے۔ پھر باوجود نہ ہونے یمانی کے ان حضرات کے اعلیٰ طبقہ مومنین سے ہونے میں کسی مومن کو انکار ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

اس تقریر کو ذہن میں رکھنے کے بعد اب آسانی سے معنیٰ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ کے صاف سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اور یہ کہ قریشیوں کو امارت کا بہت اچھا سلیقہ ہوتا ہے اور بس چنانچہ اس کی مثالیں تمام زبانوں میں بکثرت پاؤگے۔ مثلاً تلوار ہندی اور گھوڑا عربی اور اونٹ مارواڑی وغیرہ کے لئے ایسے ہی ضرب المثلیں مشہور ہیں جیسی کہ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ وَالْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ۔

کہتے ہیں گھوڑا تو عربی اور تلوار تو ہندی، کیا اسکے کہنے سے یہ تھوڑی ہی ثابت ہوا کہ عرب کے سوا کہیں گھوڑے کا وجود ہی نہیں۔ اور ہندوستان کے سوا کسی سرزمین نے تلوار دیکھی نہیں۔

ان تمہیدات کے بعد اب سمجھ لو کہ سوال میں جتنے فقرات مذکور ہوئے وہ، اور ان کے مانند جتنے کلام عرب میں پائے جائیں اس سے متکلم کی صرف اتنی غرض کا پتہ چلے گا کہ وہ ان چیزوں کی ایک حد تک تعریف اور توصیف بیان کرنا چاہتا ہے اور بس۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ احقر افقر عبد اللہ بن عنایت اللہ عفی عنہ جوناگڑھی

الجواب صحیح والرای نجیح ابو محمد کفاہ الصمد

فتویٰ۔ صاحب مال اپنے مال کی زکوٰۃ خود تقسیم کرے یا اپنے امام وقت کے حوالے کرے

السؤال (۵۰)

مَا تَقُوْلُ اَیُّهَا السَّادَةُ الْعُلَمَاءُ! هَلْ یَصْرِفُ مُلَّاكُ الْاَمْوَالِ زَكٰوةَ اَمْوَالِهِمْ وَصَدَقَةَ فِطْرِهِمْ بِاَنْفُسِهِمْ اِلَی الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِیْنِ وَغَیْرِهِمْ مِنَ الْمَصَارِفِ كَیْفَ شَاءُوْا اَوْ یَجِبُ عَلَیْهِمْ اَنْ یَّدْفَعُوْهَا اِلَی الْاِمَامِ اَوْ یَطْلُبُ مِنْهُمُ الْاِمَامُ وَیَصْرِفُهَا بِنَفْسِهٖ اَوْ بِنَائِبِهٖ اِلٰی مَصَارِفِهَا وَكَیْفَ كَانَتِ الْعَادَةُ جَارِیَةً فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ رض بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا

سوال (۵۰)

علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مال کی زکوٰۃ اور عشر اور عید کا صدقہ ہر نکالنے والا اپنے طور پر غرباء و مساکین کو بانٹ دے یا اپنے سردار کے حوالے کر دے یا خود سردار طلب کر کے اپنے طور پر تقسیم کرے یا اس کا نائب طلب کر کے اس کے مصارف میں خرچ کرے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد شریف میں کیا دستور تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب (۵۰)

لَا یَجُوْزُ لِمُلَّاكِ الْاَمْوَالِ اَنْ یَّصْرِفَ زَكٰوةَ اَمْوَالِهِمْ وَصَدَقَةَ فِطْرِهِمْ بِاَنْفُسِهِمْ كَیْفَ

جواب (۵۰)

زکوٰۃ اور عید کا صدقہ دینے والا اور نکالنے والا اپنے طور پہ غرباء و مساکین وغیرہ کو نہ بانٹے بلکہ

مَا شَاءُوْا بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّدْفَعُوْهَا اِلَى الْاِمَامِ اَوْ نَائِبِهٖ اَوْ يَطْلُبُ مِنْهُمُ الْاِمَامُ وَيَصْرِفُهَا بِنَفْسِهٖ اَوْ بِنَائِبِهٖ اِلٰى مَصَارِفِهَا هٰكَذَا كَانَتِ الْعَادَةُ الْجَارِيَةُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِيْنَ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ مِنْ كِتَابِ الزَّكٰوةِ مِنْ مِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ جِلْدِ الثَّالِثِ مِنْ فَتْحِ الْبَارِيْ الْمَطْبُوْعَةِ بِمِصْرَ صفحہ ۲۸۴ قَوْلُهٗ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى اَنَّ الْاِمَامَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَلّٰى قَبْضَ الزَّكٰوةِ وَصَرْفَهَا اِمَّا بِنَفْسِهٖ وَاِمَّا بِنَائِبِهٖ فَمَنِ امْتَنَعَ عَنْهَا اُخِذَتْ قَهْرًا وَفِي التَّلْخِيْصِ الْحَبِيْرِ فِيْ تَخْرِيْجِ اَحَادِيْثِ الرَّافِعِيِّ الْكَبِيْرِ صفحہ ۱۷۸ اَنَّ سَعْدَ ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّاَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ سُئِلُوْا عَنِ الصَّرْفِ اِلَى الْوُلَاةِ الْجَائِرِيْنَ فَاَمَرُوْا بِهٖ رَوَاهُ سَعِيْدُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِطَافِ ابْنِ خَالِدٍ وَاَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ بِشْرِ ابْنِ الْمُفَضَّلِ ثَلَاثَتُهُمْ عَنْ سُهَيْلِ ابْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ اجْتَمَعَ نَفَقَةٌ عِنْدِيْ فِيْهَا صَدَقَتِيْ يَعْنِيْ بَلَغَتْ نِصَابَ الزَّكٰوةِ فَسَاَلْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَابْنَ عُمَرَ وَاَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ اَاَقْسِمُهَا اَوْ

واجب ہے کہ اپنے سردار یا اس کے نائب کو حوالہ کردے یا سردار و نائب خود طلب کرکے اپنے طور پر تقسیم کرادے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہدِ شریف میں یہی دستور تھا۔

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الزکوٰۃ کی فصل اوّل میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ تم اہلِ کتاب کے پاس جاتے ہو پہلے ان کو یہ ہدایت کرنا کہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ خدا کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ تعلیم کرنا کہ اللہ نے ان پر رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو یہ سکھلانا کہ اللہ پاک نے زکوٰۃ بھی فرض کی ہے کہ ان کے مال داروں سے لی جاوے اور اُن کے فقیروں کو بانٹی جاوے۔ آخر حدیث تک متفق علیہ۔ اور فتح الباری چھاپہ مصری کی تیسری جلد کے ص ۲۸۴ میں ہے کہ یہ جو آپ نے فرمایا کہ مالداروں سے لی جاوے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سردار ہی زکوٰۃ کے لینے اور اس کے بانٹنے کا مالک ہے۔ خود سردار ہی تحصیل کرے یا اپنے نائب کے ذریعے سے تحصیل کرائے تو جو شخص تحصیلدار کو نہ دے اس سے جبراً لی جاویگی۔ الخ تلخیص الحبیر کے ص ۱۷۸ میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ظالم سرداروں کو زکوٰۃ دینے کا فتویٰ پوچھا گیا تو ان لوگوں نے اُن کے دینے کا حکم کیا اس کو سعید بن منصور نے عطاف بن خالد اور ابو معاویہ سے روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بشر بن مفضل سے روایت کی ہے اور تینوں نے ابو صالح سے روایت کی ہے اور ابو صالح نے اپنے باپ سے کہ میرے پاس اتنا مال ہو گیا تھا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو میں نے سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر اور ابو ہریرہ

اَدْفَعُهَا اِلَى السُّلْطٰنِ فَقَالُوْا اِدْفَعْهَا اِلَى السُّلْطٰنِ مَا اخْتَلَفَ عَلَيَّ مِنْهُمْ اَحَدٌ وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ لَهُمْ هٰذَا السُّلْطٰنُ يَفْعَلُ مَا تَرَوْنَ فَاَدْفَعُ اِلَيْهِ زَكٰوتِي فَقَالُوْا نَعَمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنْهُمْ وَعَنْ غَيْرِهِمَا اَيْضًا وَرَوٰى ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ مِنْ طَرِيْقِ قَزَعَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اِنَّ لِي مَالًا فَاِلٰى مَنْ اَدْفَعُ زَكٰوتَهٗ قَالَ اِدْفَعْهَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ يَعْنِي الْاُمَرَاءَ قُلْتُ اِذًا يَتَّخِذُوْنَ بِهَا ثِيَابًا وَطِيْبًا قَالَ وَاِنْ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِدْفَعُوْا صَدَقَةَ اَمْوَالِكُمْ اِلٰى مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ فَمَنْ اَبَرَّ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَثِمَ فَعَلَيْهَا وَفِي الْبَابِ عِنْدَهٗ عَنْ اَبِي بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَعَنْ مُغِيْرَةَ ابْنِ شُعْبَةَ وَعَائِشَةَ وَاَمَّا مَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ اَيْضًا عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الزَّكٰوةِ قَالَ اِدْفَعْهَا اِلَيْهِمْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا تَدْفَعْهَا اِلَيْهِمْ قَدْ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ فَهُوَ ضَعِيْفٌ لِاَنَّهٗ عَنْ رِوَايَةِ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ وَاَصْلُ هٰذَا الْبَابِ مَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ مَرْفُوْعًا اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالَ مُجِيْبًا لِمَنْ قَالَ لَهٗ مِنَ الْاَعْرَابِ اِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَاْتُوْنَنَا فَيَظْلِمُوْنَنَا وَعِنْدَ اَبِي دَاؤُدَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَتِيْكٍ مَرْفُوْعًا سَيَاْتِيْكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُوْنَ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُوْنَ فَاِنْ عَدَلُوْا فَلِاَنْفُسِهِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهَا وَاَرْضُوْهُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَكٰوتِكُمْ رِضَاهُمْ وَعِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فِي الْاَوْسَطِ عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِي وَقَّاصٍ مَرْفُوْعًا اِدْفَعُوْهَا عَلَيْهِمْ مَا صَلُّوا الْخَمْسَ وَعِنْدَ اَحْمَدَ وَالْحَارِثِ وَابْنِ وَهْبٍ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ قَالَ

عطاف بن خالد اور ابو معاویہ سے روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بشر بن مفضل سے روایت کی ہے۔ اور تینوں نے ابو صالح سے روایت کی ہے اور ابو صالح نے اپنے باپ سے کہ میرے پاس اتنا مال ہو گیا تھا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو میں نے سعد بن ابی وقاص اور ابن عمرؓ اور ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا کہ کیا میں خود اس کو بانٹ دوں یا سردار کے حوالہ کروں تو کسی نے اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یہی جواب دیا کہ سردار کے حوالے کرو۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ میں نے کہا کہ یہ سردار جو کچھ کرتے ہیں وہ تو آپ دیکھتے ہی ہیں کیا اس پر بھی اپنی زکوٰۃ اُن ہی کے حوالہ کر دوں فرمایا ہاں! اس کو بیہقی نے ان لوگوں سے اور نیز دیگر لوگوں سے روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے قزعہ کی سند سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں مالدار ہوں پس اس کی زکوٰۃ کس کو دوں؟ کہا کہ ان لوگوں کے حوالہ کر یعنی سرداروں کے۔ میں نے کہا کہ وہ تو اس کو اپنے کپڑے اور خوشبو میں خرچ کر ڈالیں گے کہا تمہاری بلا سے اور ابن ابی شیبہ نے نافع کی سند سے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ان سرداروں کے حوالہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے کام کا والی بنایا ہے جو سردار نیک برتاؤ کرے گا اپنا بھلا کرے گا اور جو برا برتاؤ کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور اس باب میں ابو شیبہ نے ابو بکر صدیقؓ اور مغیرہ بن شعبہ اور عائشہؓ سے بھی روایت کی ہے اور جو ابن ابی شیبہ نے خیثمہ سے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ سے زکوٰۃ کے باب میں پوچھا تو کہا انہیں سرداروں کے حوالہ کر۔ پھر اس کے بعد ان سے پوچھا تو کہا کہ ان کو مت دے کیونکہ انھوں نے نماز کو ضائع کر ڈالا۔ یہ روایت ضعیف ہے اس میں راوی جابر جعفی بہت ہی ضعیف ہے اور اس امر کی دلیل کہ سردار کیسا ہی ہو مگر زکوٰۃ اسی کو دینا چاہیئے۔ وہ حدیث ہے جس کو مسلم نے جریر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ لینے والوں

اَتیٰ رَجُلٌ مِّنْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا اَدَّیْتُ الزَّکٰوۃَ اِلٰی رَسُوْلِکَ فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْھَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَکَ اَجْرُھَا وَاِثْمُھَا عَلٰی مَنْ بَدَّلَھَا ــــــ

حدیث اَنَّ عُمَرَ کَانَ یَبْعَثُ صَدَقَۃَ الْفِطْرِ اِلَی الَّذِیْ تُجْمَعُ عِنْدَہٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمَیْنِ۔ مَالِکٌ فِی الْمُؤَطَّاءِ وَالشَّافِعِیُّ بِیَوْمَیْنِ اَوْ ثَلَاثَۃٍ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یُعْطِیْھَا الَّذِیْنَ یَقْبَلُوْنَھَا وَکَانَ یُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمٍ وَّیَوْمَیْنِ وَفِی الْمُجَلَّدِ الثَّالِثِ مِنْ فَتْحِ الْبَارِیْ صفحہ ۲۵۸ قَوْلُہٗ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یُعْطِیْھَا الَّذِیْنَ یَقْبَلُوْنَھَا اَیِ الَّذِیْ یَنْصِبُہُ الْاِمَامُ لِقَبْضِھَا وَبِہٖ جَزَمَ ابْنُ بَطَّالٍ وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ مَعْنَاہُ مَنْ قَالَ اَنَا فَقِیْرٌ وَالْاَوَّلُ اَظْھَرُ وَیُؤَیِّدُ مَا وَقَعَ فِیْ نُسْخَۃِ الصَّنْعَانِیْ عَقَبَ الْحَدِیْثِ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ ھُوَالْمُصَنِّفُ کَانُوْا یُعْطُوْنَ لِلْجَمْعِ لَا لِلْفُقَرَاءِ وَقَدْ وَقَعَ فِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ خُزَیْمَۃَ مِنْ طَرِیْقِ عَبْدِالْوَارِثِ عَنْ اَیُّوْبَ قُلْتُ مَتٰی کَانَ ابْنُ عُمَرَ یُعْطِیْ قَالَ اِذَا قَعَدَ الْعَامِلُ قُلْتُ مَتٰی یَقْعُدُ الْعَامِلُ قَالَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ وَمَالِکٌ فِی الْمُؤَطَّا عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَبْعَثُ زَکٰوۃَ الْمَالِ اِلَی الَّذِیْ تُجْمَعُ عِنْدَہٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمَیْنِ اَوْ ثَلٰثَۃٍ وَاَخْرَجَ الشَّافِعِیُّ عَنْہُ وَقَالَ ھٰذَا حَسَنٌ وَاَنَا اَسْتَحِبُّ یَعْنِیْ تَعْجِیْلَھَا قَبْلَ الْفِطْرِ اھ اَیْضًا فِی الْمُجَلَّدِ الثَّالِثِ مِنْہُ صفحہ ۲۶۵ وَفِی الْحَدِیْثِ بَعْثُ الْاِمَامِ الْعُمَّالَ بِجِبَایَۃِ الزَّکٰوۃِ

راضی رکھو۔ یہ اس وقت فرمایا تھا جب بدوؤں نے نالش کی تھی کہ زکوٰۃ لینے والے اگر ہم پر ظلم کرتے ہیں ۔ اور ابوداؤد نے جابر بن عتیکؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ قریب ہے تمہارے پاس ظالم تحصیلدار آویں گے وہ جب آویں تمہارے پاس تو تم خوش کیجیو اور جو وہ چاہیں ان کو لینے دو۔ اگر وہ انصاف کریں گے تو اپنا بھلا کریں گے اور بے انصافی کریں گے تو اس کا وبال انہیں پر ہے۔ بہرحال ان کو راضی رکھو کیونکہ تمہاری زکوٰۃ کا پورا ہونا ان کو راضی رکھنے میں ہے اور طبرانی نے اوسط میں سعد بن ابی وقاصؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ اس زکوٰۃ کو سردار کے حوالہ کرو جب تک کہ وہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں اور احمد اور حارث اور ابن وہب نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی یارسول اللہ! جب میں زکوٰۃ آپ کے تحصیلدار کے حوالہ کردوں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بری ہوجاؤں گا فرمایا ہاں اور تیرے لئے اس کا ثواب ہے ۔ اور اس کا گناہ اس پر ہے جو اس کو بدل ڈالے ۔ ابن عمرؓ صدقہ فطر دو دن پہلے اُس شخص کے پاس بھیجدیا کرتے تھے جسکے پاس فطرہ جمع کیا جاتا تھا۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کی ہے اور امام شافعی کی روایت میں دو دن یا تین دن ہے اور بخاری کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ صدقہ فطر لینے والوں کو دیدیا کرتے تھے اور عید کے دو ایک دن پہلے ادا کردیا کرتے تھے۔ فتح الباری کی تیسری جلد کے صـ۲۱۱ میں ہے کہ راوی کا یہ قول کہ ابن عمرؓ صدقہ فطر لینے والوں کو دیدیا کرتے تھے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس شخص کے حوالہ کردیا کرتے تھے جس کو امام نے فطرہ تحصیلنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ابن بطّال نے بھی یہی معنی سمجھا ہے اور ہیثمی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو اپنے کو فقیر کہتا ہو اس کو دیدیتے۔ اور پہلی بات (یعنی تحصیلدار کو دیدیا کرتا تھا) زیادہ صاف معنی یہی ہے اور وہ روایت اس معنی کی تائید کرتی ہے جو صنعانی

اھ ایضًا فی المجلد الثالث صفحہ ۲۸۵ وفیہ بعث السعاة لاخذ الزکوٰة اھ۔ وفی التلخیص الحبیر صفحہ ۱۷۶ احدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء بعدہ کانوا یبعثون السعاة لاخذ الزکوٰة ھذا مشہور۔ ففی الصحیحین عن ابی ھریرة بعث عمر علی الصدقة وفیھما عن ابی حمید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث ابا مسعود ساعیا وفی مسند احمد انہ بعث ابا جھم ابن حذیفة متصدقا وفیہ انہ بعث عقبة ابن عامر ساعیا وفیہ من حدیث قرة ابن دعموص بعث الضحاک ابن قیس ابن اسعد ساعیا وفی المستدرک انہ بعث قیس ابن سعد ساعیا وفیہ من حدیث عبادة ابن الصامت انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ علی اھل الصدقات وبعث الولید ابن عقبة الی بنی المصطلق ساعیا وروی البیھقی عن الشافعی ان ابابکر وعمر کانا یبعثان علی الصدقة واخرجہ الشافعی عن ابراھیم ابن سعد عن الزھری بھذا وزاد لا یؤخرون اخذھا فی کل عام۔ وقال فی قدیم وروی عن عمر انہ اخرھا عام الرمادة ثم بعث مصدقا فاخذ عقالین۔ وفی الطبقات لابن سعد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث المصدقین الی العرب فی ھلال المحرم سنة تسع وھو فی المغازی للواقدی باسانیدہ مفسرا اھ۔ وقال الشوکانی فی سیل الجرار الزکوٰة فقد کان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا شک ولا شبھة وکان یبعث السعاة لقبضھا ویامرھم علیھم الزکوٰة بدفعھا الیہ وارضائھم و

کے نسخہ میں اسی حدیث کے پیچھے ہے کہ امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا کہ وہ لوگ جمع کرنے کیلئے دے دیتے تھے کہ لوگ خود فقیروں کو بانٹ دیتے تھے اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے کہ عبدالوارث کی سند سے ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کب دیتے تھے کہا تحصیلدار جب تحصیلنے کیلئے بیٹھتا میں نے پوچھا تحصیلدار کب بیٹھتا تھا کہا عید کے دو ایک دن قبل۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کی موطا میں نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ عید کے دو تین دن پہلے ہی زکوٰة فطر اسکے پاس بھیج دیا کرتے تھے جسکے پاس جمع ہوتا تھا اور شافعی نے بھی انہیں سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بہتر ہے اور یہ عید سے پہلے صدقہ فطر تحصیلدار کے پاس بھیج دینے کو مستحب جانتے ہیں اور یہی فتح الباری کی تیسری جلد کے صـ۲۶۵ میں ہے اور اس حدیث سے امام کا تحصیلداروں کو زکوٰة تحصیلنے کیلئے بھیجنا ثابت ہے۔ تلخیص الحبیر کے صـ۱۷۶ میں ہے کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء تحصیلداروں کو زکوٰة تحصیلنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ یہ مشہور بات ہے چنانچہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ تحصیلنے کے لئے بھیجا اور صحیحین میں ابی حمید کی روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابومسعود رضی اللہ عنہ کو زکوٰة تحصیلنے کے لئے بھیجا۔ اور امام احمد کی مسند میں ہے کہ آپ نے ابوجہیم بن حذیفہ کو زکوٰة تحصیل کرنے کے لئے بھیجا اور اسی میں ہے کہ آپ نے عقبہ بن عامر کو زکوٰة تحصیل کرنے کے لئے بھیجا اور اسی میں قرہ بن دعموص سے روایت ہے کہ آپ نے ضحاک بن قیس کو زکوٰة تحصیل کرنے کے لئے بھیجا اور حاکم کی مستدرک میں ہے کہ حضرت نے قیس بن سعد کو زکوٰة تحصیل کرنے کے لئے بھیجا اور اسی میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو زکوٰة والوں کے پاس بھیجا۔ اور ولید بن عقبہ کو بنی مصر کے پاس زکوٰة تحصیلنے کے لئے بھیجا اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تحصیلدار کو زکوٰة کے تحصیلنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ اس کو شافعی نے ابراہیم

احتمال معرتهم وطاعتهم ولم يسمع في ايام النبوة ان رجلا او اهل قرية صرفوا زكوتهم بغير اذن من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا الامر لا يجحده من له معرفة بالسيرة النبوية والسنة المطهرة وقد انضم الى ذلك التوعد على الترك والمعاقبة باخذ شطر المال وعدم الاذن لارباب الاموال بان يكتموا بعض اموالهم من الذين يقبضون الصدقة منهم بعد ان ذكروا له انهم يعتدون عليهم ولو كان اليهم صرف اموالهم لاذن لهم في ذلك وايضا جعل الله سبحانه للعاملين على الزكوة جزءا منها في الكتاب العزيز فالقول بان ولايتها الى ربها يسقط مصرفا من مصارفها صرح به الله سبحانه في كتابه العزيز وايضا روى الشيخان عن ابي هريرة قال بعث رسول الله صلى عليه وسلم عمر على الصدقة فقيل منع ابن جميل وخالد ابن الوليد والعباس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ينقم ابن جميل الا انه كان فقيرا فاغناه الله ورسوله واما خالد فانكم تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعه واعتده في سبيل الله واما

بن سعد سے انھوں نے زہری سے روایت کی ہے اور اس قدر زیادہ کہا ہے کہ اس کی تحصیل میں کسی سال دیر نہیں کرتے تھے اور شافعی نے قدیم قول میں کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عام الرمادہ میں زکوۃ کیلئے تحصیلدار بھیجنا اٹھا رکھا ہے پھر دوسرے سال تحصیلدار بھیجکر دونوں سال کی زکوۃ وصول کرائی۔ اور ابن سعد کی طبقات میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ تحصیلنے والے کو شروع ہجرت سے نویں سال محرم کے شروع مہینے میں بھیجا اور یہ، امام واقدی کے مغازی میں ان کی اسناد سے مفصل مذکور ہے۔ امام شوکانی نے سیل الجرار میں لکھا ہے کہ زکوۃ تحصیلنے کا حق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بے شک و شبہ حاصل تھا اور آپ تحصیلدار کو زکوۃ تحصیلنے کے لئے بھیجا کرتے تھے اور جن پر زکوۃ فرض ہوتی ان کو حکم فرماتے تھے کہ تحصیلداروں کو دو اور ان کو راضی رکھو اور ان کی سختی کو برداشت کرو۔ اور ان کی اطاعت کرو اور زمانہ نبوت میں یہ بات کبھی نہیں سنی گئی کہ کسی شخص نے یا کسی بستی والوں نے بغیر حکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زکوۃ خود بانٹ دی ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کا ایسا شخص انکار نہیں کر سکتا جس کو سیرت نبویہ اور سنت مطہرہ کی معرفت ہے اور باین ہمہ اس کے ترک پر آدھا مال چھین لینے کی دھمکی و سزا بھی ہے مالک مال کو تحصیلداروں سے تھوڑا مال بھی چھپانے کی اجازت نہیں ہے باوجودیکہ آپ سے لوگوں نے تحصیلداروں کی زیادتی بھی بیان کی اور اگر لوگوں کو مال زکوۃ بانٹنے کا خود اختیار ہوتا تو آپ اُن کو ضرور اس کی اجازت دیتے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوۃ میں سے اس کے تحصیلدار کا بھی ایک حصہ مقرر فرمایا ہے تو یہ کہنا کہ زکوۃ کے بانٹنے کا اختیار اس کے مالک کو ہے۔ زکوۃ کے مصرفوں میں سے ایک ایسی مصرف کو بیکار کر دینا ہے جس کی صراحت خود خدا نے قرآن مجید میں فرما دی ہے اور نیز بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو زکوۃ تحصیلنے کے لئے بھیجا تو پیغمبر صاحب سے عرض کیا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس زکوۃ نہیں دیتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو زکوۃ دینا اس وجہ سے نامنظور کرتا ہے کہ وہ ایک غریب آدمی تھا اللہ و رسول نے اس کو مالدار کر دیا۔ اور خالد پر تو تم خواہ مخواہ زبردستی کرتے ہو اس نے تو اپنی ساری زرہیں اور کل اسباب فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ باقی عباس کی زکوۃ تو وہ زکوۃ اور اسی قدر اور بھی میرے ذمہ ہے۔ پھر فرمایا

العباس فهي علي ومثلها معها ثم قال يا عمر اما شعرت ان عم الرجل صنو ابيه - وهذا الحديث اوضح الدليل على ان ولاية صرف الزكوة ليست الى اربابها بل عليهم ان يدفعوها الى الامام او الى نائبه ولو كان الولاية اليهم لجاز لهم صرفها الى مصارفها بانفسهم ولم يتوقف قبولها على دفعها الى الامام او الى نائبه ولم يجز للامام العتاب على من لم يدفعها اليه لاحتمال انه قسمها بنفسه في مصارفها وايضا قال الشوكاني في سيل الجرار والحاصل انه ليس في مقام ما يدل على ان امر الزكوة الى اربابها في زمن النبوة قط وبه يندفع جميع ما ذكره الجلال في شرحه ههنا فانه لم يات بشيء يعتد في المعارضة واذا تقرر هذا فقد ثبت ان ما كان امره الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو الى الائمة من بعده - ومن ذلك ما في الصحيحين وغيرهما من حديث ابي مسعود وان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انها ستكون بعدي اثرة وامور تنكرونها قالوا يا رسول الله فما تامرنا قال تؤدون الحق الذي عليكم - واخرج مسلم وغيره من حديث وائل ابن حجر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم و رجل يسأله ارايت امراء يمنعونا حقنا ويسألونا حقهم فقال اسمعوا

اے عمر! تم کو خبر ہے کہ چچا باپ ہی کے مثل ہے اور یہ حدیث اس بات کی خاص دلیل ہے کہ زکوٰۃ بانٹنے کا اختیار مالکِ مال کو نہیں ہے بلکہ مالکِ مال پر واجب ہے کہ زکوٰۃ سردار یا اس کے نائب کے حوالے کر دے۔ اگر مالکِ مال کو اختیار ہوتا تو اس کو زکوٰۃ کے مصرفوں میں خود تقسیم کرنے کا ضرور اختیار ہوتا اور اس کی قبولیت سردار کے یا اس کے نائب کے حوالے کر دینے پر موقوف نہ ہوتی۔ اور نہ سردار کو یہ حق ہوتا کہ جو اپنی زکوٰۃ سردار کے حوالہ نہ کر دے اُس کو عتاب کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس نے اپنی زکوٰۃ سردار یا اُن کے نائب کو نہ دی اس نے خود زکوٰۃ کے مصرفوں میں بانٹ دیا ہو۔ اور بھی امام شوکانیؒ نے سیل الجرار میں فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بات ہرگز دلائل سے ثابت نہیں ہے کہ مالک اپنی زکوٰۃ کو خود بانٹ دیا کرتا ہو۔ اور اس بیان سے وہ شبہ بھی دور ہو گیا جو جلال الدین نے اسی بیان میں اس کی شرح میں لکھا ہے کیونکہ کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو معارضہ کے قابل ہو۔ اور یہ بھی سیل الجرار میں ہے کہ جب یہ بات ثابت ہوئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو دستور آپ کے زمانہ شریف میں تھا آپ کے بعد بھی وہی دستور اماموں کے بعد بھی رہا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم وغیرہما میں ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ میرے بعد خرابیاں اور ایسے ایسے کام ہوں گے جن کو تم ناپسند کرو گے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُس وقت کیلئے آپ ہم لوگوں سے کیا فرماتے ہیں فرمایا سرداروں کا جو حق تم پر ہے اس کو ادا کئے جاؤ اور اپنا حق جو سردار پر ہے اس کو خدا سے مانگیو۔ دوسری دلیل یہ ہے جو مسلم وغیرہ نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ایک شخص آپ سے پوچھتا تھا کہ جب سردار لوگ ہمارا حق ادا نہ کریں اور اپنا حق ہم سے مانگیں تو کیا کرنا چاہیے تو فرمایا ان کی اطاعت و فرماں برداری کرتے رہو کیونکہ سرداروں پر جو

وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ۔ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ وَ اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا عَلِمْتَ اَنَّ الدَّفْعَ اِلَى الْاِمَامِ وَاجِبٌ لِجَمِيْعِ اَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لِرَبِّ الْمَالِ بِالصَّرْفِ جَازَ لَهٗ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

جو تمہارا حق ہے اس کی جواب دہی ان کے ذمہ ہے اور اس مسئلہ میں اور بھی حدیثیں ہیں۔ جب تم نے یہ مسئلہ جان لیا تو یہ بھی جان لیا کہ امام کو کل قسم کے صدقے حوالے کر دینے واجب ہیں۔ ہاں اگر سردار مالکِ مال کو اس کے بانٹنے کی اجازت دے تو البتہ مالکِ مال کو اس کا خود بانٹ دینا درست ہے۔ انتہی
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ؁

المجیب محمد عبد اللہ الغازی فوری۔ الجواب صحیح الحقیر حسین بن محسن الانصاری الیمانی عفی عنہ
الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ الجواب صحیح سلامت اللہ عفی عنہ

فتویٰ بابت امارت

سوال (۵۱) کیا حدیث مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم) صحیح ہے؟

سوال (۵۲) فی زمانہ قابلِ عمل ہے یا نہیں ؟

سوال (۵۳) اگر نہیں۔ تو کیوں ؟ کون سی نص صریح و احادیث نبی امی فداہ ابی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مانع ہیں ؟

سوال (۵۴) اگر حدیث نمبر ۵۱ قابل عمل ہے تو امام و سردار کی حتماً ضرورت ملت بیضا محمدیہ میں ہے یا نہیں ؟

سوال (۵۵) امام و سردار کے لئے محض شرط قرشیت ہی ہے یا مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ بھی ؟

سوال (۵۶) اگر قریش میں مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ نہ پایا جاوے تو دوسری قوم میں بلحاظ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ امام و سردار ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

سوال (۵۷) اگر کوئی قریشی یا عوام الناس حدیث نمبر ۵۱ کے بوجہ تغافل و تجاہل عامل نہ ہوں تو حدیث مذکورہ بالا زندہ کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جاوے۔ اگر نہیں تو کیوں ؟

سوال (۵۸) جماعت بلا امام و سردار کے بھی جماعت کا حکم رکھتی ہے یا نہیں ؟

سائل محقق الدین اللہ المتین عبد المجین

جواب (۵۱) نَحْمَدُ لِمَنْ قَالَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ وَنُصَلِّيْ عَلٰى مَنْ قَالَ وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّمَا الْمُؤْمِنُ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ حَيْثُ مَا قِيْدَ انْقَادَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ نمبر ۵۱ حدیث مَنْ مَّاتَ الخ صحیح بلکہ اصح ہے۔ یہ کیا بلکہ مسلم کی تمام حدیثیں بلکہ کل صحاح ستہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ۔ کی بلکہ جمیع احادیث جو صحاح ستہ کے موافق ہوں سنداً اکثر اور متناً کل کے کل قابلِ عمل و اعتقاد ہیں و ذالک کما قال اھل العلم ان الکتب الستۃ ھی امھات

اَلْحَدِیْثِ وَاُصُوْلِہٖ فِیْھَا عِلْمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِیْھَا رَاْیٌ وَّلَا قِیَاسٌ فَکُلُّ مَا سِوَاھَا یُعْرَضُ عَلَیْھَا فَاِنْ وَّافَقَ بِھَا یُقْبَلُ وَاِلَّا یُرَدُّ خُذُوْا ھٰذَا وَعَضُّوْا بِالنَّوَاجِذِ اَلَا وَاِنَّہٗ ھُوَ مَعْرِفَۃُ اَھْلِ الْحَدِیْثِ۔

جواب (۲،۵) حدیث مذکور فی زماننا قابلِ عمل ہے فی زماننا کیا بلکہ ہر زمانہ میں بلکہ جب تک حیات و ممات کا سلسلہ باقی ہے کیونکہ حدیث میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مطلق، کسی زمانہ میں جو کوئی بھی بغیر بیعت کے مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ ہاں اگر موت کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کا عمل بھی خاص ہوگا۔ وَاِلَّا فَلَا۔

مسئلہ بیعت :۔ بعض لوگوں نے اس مسئلہ بیعت میں دو غلطیاں کھائی ہیں۔

اوّل یہ کہ بیعت مخصوص بالجہاد سمجھی ہے حالانکہ بیعت کے کئی ایک انواع ہیں۔ چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن نسائی میں تفصیل وار اس کے کئی ایک باب منعقد کر کے حدیثیں لائے ہیں (۱) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ (۲) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ (۳) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی الْقَوْلِ بِالْحَقِّ (۴) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی الْقَوْلِ بِالْعَدْلِ (۵) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی الْاَثَرَۃِ (۶) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلٰی اَنْ لَّا نَفِرَّ (۷) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی النُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (۸) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی الْمَوْتِ (۹) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی الْجِھَادِ (۱۰) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلَی الْھِجْرَۃِ (۱۱) بَابُ الْبَیْعَۃِ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِہَ۔ (۱۲) بَابُ الْبَیْعَۃِ عَلٰی فِرَاقِ الْمُشْرِکِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ۔

علاوہ اس کے دیگر کتبِ حدیث میں یہ مسئلہ بیعت بالتصریح بیان ہے۔ چنانچہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری میں ہے عَنْ عُبَادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَاَنْ نَّقُوْمَ اَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ حَیْثُ مَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی تُبَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْنِیْ فِیْ مَعْرُوْفٍ الخ اَیْضًا قَالَ جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کی بجا آوری پر بیعت کی۔ کہ خوشی ناخوشی میں آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور جو شخص جس منصب اور عہدہ کے لائق ہوگا وہ اس سے نہیں چھینیں گے اور ہر جگہ حق بات کہیں گے اور اللہ کے دین میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ ایک اور روایت میں انہی عبادہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم صحابہ سے کہا تم ان باتوں کی پابندی کرنے پر مجھ سے بیعت کرو۔ شرک نہ کرنا ہوگا اور نہ چوری کرنی ہوگی۔ اور نہ کسی پر بہتان باندھنا ہوگا اور نہ اولاد کو قتل کرنا ہوگا اور قرآن حدیث کی بات میں میری اطاعت کرنی ہوگی وغیرہ نیز جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اقامتِ صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ اور ہر ایک مسلم کی خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

حاصلہ۔ علاوہ جہاد کے بھی آپ نے ایسے ایسے امور شرعیہ پر بیعت لی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیعت کی۔ اگر آپ بالفرض بیعت جہاد مؤقت بوقت سمجھیں تو اس سے قاصر ہیں لیکن باقی امور کی بیعت سے کون سا

امر مانع ہے کہ ہم جاہلیت کی موت سے نہ بچیں۔ الیس منکم رجل رشید ۝
ثانی - جہاد کا معنی غلط لیا ہے کہ جہاد مقید بالسیف ہی سمجھے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ یعنی بادشاہ ظالم کے نزدیک حق بات کہنا یہ افضل جہاد ہے۔
ایضًا اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ۔ یعنی افضل جہاد یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اطاعت کرنے پر اپنے نفس اور خواہش ہوائی سے مجاہد کرے۔ پس جہاد کا معنی مخصوص بالسیف سمجھنا نافہمی اور صریح مغالطہ دہی ہے۔
اگر علیٰ سبیل التنزل مان لیا کہ جہاد تلوار سے ہوتا ہے تو معًا یہ سوال ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس کون سا جہاد بالسیف کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ۔ الحدیث (رواہ ابوداؤد وکذا فی المشکوٰۃ) یعنی جہاد جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اور یہ ہمیشہ جاری رہیگا کوئی ظالم اپنے ظلم سے اور کوئی عادل اپنے عدل سے اس کو موقوف نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام آکر دجال کو قتل کریں گے۔
پس اس حدیث سے بالتحقیق معلوم ہوا کہ جہاد بالسیف تو مقید بوقت ہے مگر جہاد جو ہمیشہ جاری ہے وہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن پُرزور الفاظ میں حکم کیا ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ لوگوں سے جہاد کر قرآن کے ساتھ یعنی لوگوں سے قرآن حدیث کے ساتھ چھیڑ چھاڑ رکھ۔ اور جو اس میں زواجر نواہی اور اوامر ہیں وہ لوگوں پر بے دھڑک پڑھ۔ اور حجج و آیات و دلائل ان پر قائم کر۔ یہی جہاد کبیرا ہے۔ تو کیا اب اس جہاد سے کون سی چیز مانع ہے کہ ہم اس جہاد سے محروم رہیں وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
جواب (۵۳) عبداللہ بن عمرؓ راوی "صحیح مسلم کی حدیث" صادق المصدوق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، ہم کون کہنے والے کہ حدیثِ رسول اللہ قابلِ عمل نہیں ہے۔ اور کیا اس کہنے میں ہماری نجات کی صورت بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرمائیں کہ بغیر بیعت کیئے جاہلیت کی موت مرنا ہے اور ہم کہیں کہ قابلِ عمل ہی نہیں ہے۔ کیا اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ الآیۃ کے ہم مصداق نہیں ہوں گے۔ اور کیا خدا اور رسول کے کلام میں اختلاف ہے کہ کبھی تو فرمائیں کہ جاہلیت کی موت مرنا ہے اور کبھی بیعت کرنے ہی سے منع کریں۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝
جواب (۵۴) کیا حدیث مَنْ مَّاتَ الخ کے ہوتے ہوئے بھی ضرورتِ امام میں کوئی شک رہا۔ یا جاہلیت کی موت مرنا اچھا ہے یا ابھی تک کسی کو موت نہیں آئی یا کوئی مرنے والا نہیں ہے۔ یا یہ صادق المصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ لَّا يَنَامَ نَوْمًا وَّلَا يُصْبِحَ صُبْحًا اِلَّا وَعَلَيْهِ اِمَامٌ فَلْيَفْعَلْ (ابن عساکر عن ابی سعید وابن عمرؓ) یعنی شام سے پہلے اور صبح سے قبل امام کا تدارک کرو۔
جو لوگ گزر گئے ان کے متعلق تو سکوت تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لیکن جو شخص اب بھی باوجود ان حدیثوں کے معلوم ہوتے ہوئے پھر بھی

بغیر بیعت کیئے مرگیا تو کیا وہ بھی جاہلیت کی موت نہیں مرے گا۔ نہیں، ضرور مرے گا۔

ھاں اگر عالم میں ایسا فتنہ برپا ہوا ہے کہ لیس فیہم قوم مبج۔ امام جماعت معدوم اور حق کا طرفدار ایک بھی نہیں رہا ہے تو ایسی صورت میں فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔ (بخاری مسلم) سب فرقوں کو چھوڑ دے اور جنگلوں پہاڑوں میں جاکر درختوں کی جڑوں اور پتوں پر زندگی بسر کرے اور اپنے دین پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کو موت پالے۔ تو البتہ ایسا شخص حدیث مَنْ مَّاتَ الخ کی وعید شدید میں داخل نہ ہوگا لیکن یہ ضروری بات ہے کہ جب امام جماعت نہ ہو تو شہر میں قیام نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ فَاِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ بَلَدًا لَيْسَ فِيْهِ سُلْطَانٌ فَلَا يُقِيْمَنَّ بِهٖ (کنز العمال) یعنی زمین میں سلطان، امیر، سردار، امام، خلیفہ (سب الفاظ اصطلاح شرعی میں مرادف معنی ہیں) اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے کہ لوگ اس کے سایہ میں سایہ گزیں ہوتے ہیں اور اپنے مقدمات و فیصلہ جات اس کے پاس لے جاتے ہیں اور اس کی ماتحتی میں رہ کر قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ پس جس وقت کوئی مسلمان ایسے شہر میں داخل ہو کہ اس میں کوئی امیر سردار نہیں ہے تو اس میں قیام نہ کرے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جس شہر میں امام یا نائب امام نہ ہو اس میں رہنا سہنا تو کیا بلکہ عارضی طور پر قیام کرنا بھی ناروا ہے۔ دیگر آپ کا ارشاد ہے اِذَا كَانَ ثَلٰثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ (مشکوٰۃ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةٍ يَكُوْنُوْنَ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ اَحَدَهُمْ (رواہ احمد کذا فی المنتقی) یعنی جنگل میں یا سفر میں تین آدمی مسلمان ہوں تو ضرور ایک کو اپنا سردار مقرر کرلیں۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب ظاہر ہے کہ جنگل ہو یا سفر بغیر امام و سردار کے رہنا تین آدمیوں کے لئے بھی ناروا ہے چہ جائیکہ جہاں شہر میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان رہتے ہوں۔ اور ان پر کوئی امام و سردار نہ ہو۔ بلکہ وہاں تو بطریق اولیٰ بغیر سردار و امام کے رہنا ناجائز ہوگا۔ اسی لئے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو صحابہ کرامؓ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول تسلیم کرکے بیعت کی۔ بعدہٗ آپ کے کفن دفن کی تیاری ہوئی۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ دیگر امورِ شرعیہ کا انتظام تو کیا بلکہ یہ تجہیز و تکفین مردہ بھی بغیر ماتحتی کسی امام و سردار کے ناممکن ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر گئے۔ اِنِّیْ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا (کنز العمال) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اِنَّ اللّٰهَ يَحْفَظُ دِيْنَهٗ وَاِنِّيْ اَنْ لَّا اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَاِنْ اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ اَبَابَكْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ کہہ کر امر خلافت چھ آدمی برگزیدہ (عثمان۔ علی۔ زبیر۔ طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص) کے سپرد کر گئے جس کو یہ لوگ اپنے میں سے مناسب سمجھیں خلیفہ مقرر کرلیں۔ چنانچہ بعد از فوتیدگی آپ کی کے عبدالرحمٰن بن عوف نے پانچوں کو تنہائی میں راضی کرکے حضرت عثمان رضؓ سے کہا اُبْسُطْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ فَبَسَطَ فَبَايَعَهٗ عَلِيٌّ وَالنَّاسُ۔ ہاتھ پھیلاؤ۔ پس حضرت عثمان نے ہاتھ پھیلایا۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر لوگوں نے بیعت کی۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پانچ چھ آدمی برگزیدہ امانت دار اچھی صدق نیت اور دیانتدار

سے ایک شخص کو امام و سردار مقرر کر دیں تو باقی سب مسلمانوں کو اس کے ماتحت ہونا پڑے گا۔

حسب ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یہی سلسلہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک مسلسل متصل رہا۔ عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا (ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ) اَمْسِكْ لِاَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشَرَةً وَعُثْمَانَ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةً۔ (رواہ احمد والترمذی و ابو داؤد وکذا فی المشکوٰۃ) یعنی خلافت تیس برس تک رہے گی۔ دو برس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔ دس برس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔ بارہ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی۔ چھ برس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی۔ بعدہٗ ملک عضوض کا ایسا زور شور ہوا کہ خلافت اسلامی کی بہبودی کی امید نہ تھی۔ مگر مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ (ملک عضوض اور ملک جبریہ کے بعد پھر خلافت بطریقۂ نبوت ہوگی۔) نے امید افزائی کی لیکن لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلٰى اِثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ (بخاری مسلم) وغیرہ روایات نے پھر خلافت کو بارہ خلفاء قریش میں منحصر کر دیا تھا۔ دیگر حدیث وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ (بخاری مسلم) سے یہ عقدہ بھی حل ہو گیا کہ خلفاء تو بکثرت ہوں گے مگر بارہ خلفاء جو کہ قریش میں سے ہوں گے ان کے عہد خلافت میں دین اسلام کا نہایت ہی غلبہ رہے گا۔ نہ یہ کہ امر خلافت قریش میں داخل ہو کر بارہ خلفاء پر ختم ہو گا۔ چنانچہ جملہ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ ہی سے سمجھا گیا کہ بارہ خلفاء تو ضرور ہی قریش میں سے ہوں گے اور جملہ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا سے پایا گیا کہ ان کے عہد خلافت میں دین اسلام کا نہایت ہی زور شور رہے گا فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

اس جگہ اس حدیث کو بھی بیان کر دینا غالباً غیر مناسب نہ ہو گا مَنْ خَرَجَ يَدْعُوْا اِلٰى نَفْسِهٖ اَوْ اِلٰى غَيْرِهٖ وَعَلَى النَّاسِ اِمَامٌ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ الخ (کنز العمال) یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ امام موجود ہے۔ لوگ اس کی ماتحتی میں ہیں ایسی حالت میں جو شخص امام کی برائیاں کرے اور لوگوں کو اس سے برگشتہ کر کے اپنی طرف یا اپنے کسی معتقد کی طرف مائل کرے تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور لوگ سب کے سب لعنت بھیجتے ہیں۔ پس ایسے شخص سے مقابلہ کرو۔

نیز اسی جگہ اور اسی حدیث کے ساتھ اس حدیث کو بھی منسلک کرنا غالباً بیجا نہ ہو گا لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اِمَامٍ حَكَمَ بِغَيْرِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ الحدیث (مستدرک حاکم) یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو امام ما انزل اللہ یعنی قرآن و حدیث کے ساتھ حکم و فیصلہ اور فتویٰ نہ دے تو اس کے باقی اعمال صالحہ تو کجا بلکہ نماز بھی نامقبول ہے۔

جواب (۵۵) سردار و امام کے لئے قریشی ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ قریش ہو یا غیر قریش مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ کا ہونا لازمی ہے ـــ ہاں قریش مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ ہو تو افضل اولیٰ بالامارت ہے۔ یہاں تک کہ اگر مَا بَقِيَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ دو آدمی بھی ہوں تو حق انہیں کا ہے۔ اور اگر قریش میں مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ نہ ہو تو پھر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قریش کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اَنْتُمْ اَوْلَى النَّاسِ

بِهٰذَا الْاَمْرِ مَا کُنْتُمْ تَتَّبِعُ الْحَقَّ اِلَّا اَنْ تَعْدِلُوْا عَنْهُ فَتُلْحَوْنَ کَمَا تُلْحٰی هٰذِهِ الْجَرِیْدَةُ يُشِيْرُ اِلٰى جَرِيْدَةٍ فِيْ يَدِهٖ ۔ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ کَذَا فِیْ رَحْمَةِ الْمُهْدَاةِ وَکَنْزُ الْعُمَّالِ ۔
یعنی امارت کے زیادہ مستحق تم قریش ہی ہو۔ جب تک کہ تابع حق رہو گے۔ اور جس وقت حق سے پیٹھ پھیر دو گے تو امارت تم سے ایسی چھن جائے گی جیسا کہ لکڑی سے رندے کے ساتھ چھلکا اُتار کر دور کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب ظاہر ہے کہ جب تک قریش تابع حق رہیں گے امارت کے متولی یہی ہیں۔ اور جس وقت حق کو چھوڑ دیں گے تو امارت ان سے چھن کر غیروں میں چلی جائے گی۔ چنانچہ دوسری روایت سے بالتصریح سمجھا گیا
یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ فَاِنَّکُمْ اَهْلُ هٰذَا الْاَمْرِ مَا لَمْ تَعْصُوا اللّٰهَ فَاِذَا عَصَیْتُمُوْهُ بَعَثَ عَلَیْکُمْ مَنْ یَّلْحِیْکُمْ کَمَا یُلْحٰی هٰذَا الْقَضِیْبُ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَذَا فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ ۔
یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے گروہ قریش! بے شک اس امارت کے مالک تم ہی رہو گے جب تک اللہ تعالےٰ کی معصیت سے بچے گے اور جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تم پر کھڑا کرے گا کہ وہ تم سے امارت اس طرح چھین لے گا جیسے لکڑی سے چھلکا دور کیا جاتا ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے سمجھا تو گیا تھا کہ بے اقام الدین کے قرشیت کوئی چیز ہی نہیں ہے لیکن اس تیسری حدیث سے اور بھی واضح ہو جائے گا اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ لَکُمْ عَلَیْهِمْ حَقٌّ وَلَهُمْ عَلَیْکُمْ حَقٌّ مَا فَعَلُوْا ثَلَاثًا مَا حَکَمُوْا فَعَدَلُوْا وَاسْتُرْحِمُوْا فَرَحِمُوْا وَعَاهَدُوْا فَوَفَوْا فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ (مستدرک حاکم۔ احمد۔ طبرانی) یعنی آپ نے تین بار فرمایا کہ امراء قریش سے ہی رہیں گے۔ لوگوں کا حق اُن پر ہے اور اُن کا حق لوگوں پر ہے جب تک تین باتوں کے پابند رہیں گے جب فیصلہ کریں گے تو عدل کریں گے جب رحم طلب کیئے جاویں گے تو شفقت کریں گے اور جب وعدہ کریں گے تو اس کو پورا کریں گے۔ پس جب یہ چھوڑ دیں گے تو پھر ان پر خدا کی بھی لعنت ہے اور ملائکہ اور لوگوں سب کے سب کی ان پر پھٹکار ہے۔ اور عبادت فرضی نفلی کچھ بھی مقبول نہیں ہے۔

پس اس حدیث سے قطعی فیصلہ ہو گیا کہ امارت کے واسطے قرشیت شرط نہیں ہے بلکہ امارت کے لیئے عدالت اور ترحم اور ایفاء وعدہ کا ہونا لازمی امر ہے۔ یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ۔

مسئلہ سیاست:۔ اس مسئلہ میں بھی لوگ دو غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اوّل سیاست کو امام کے لئے شرط کہا ہے۔ ثانی سیاست کا معنی غلط لیا ہے کہ سیاست ملکی سمجھے ہیں حالانکہ اصل اس سیاست کا معنی ہیں اَلْقِیَامُ عَلَی الشَّیْءِ بِمَا یُصْلِحُهٗ۔ یعنی کسی چیز کی خبر گیری اور اصلاح کرنا (اسی سے سائیس گھوڑا ہے۔ جو گھوڑے کی ہر طرح اصلاح کرتا رہتا ہے۔) پھر سیاست دو قسم پر ہے سیاست ملکی۔ اور سیاست شرعی۔ سیاست ملکی تو وہ ہے کہ سلطنت اور تلوار کے زور سے رعایا کی دنیوی اصلاح کی جائے۔ اور شرعی وہ ہے کہ قرآن و حدیث سے لوگوں کی دینی اور دنیوی اصلاح کی جاوے تو واقعی اس سیاست کا ہونا امام کے لئے لابدی امر ہے۔ اور جب تک مسلمان ایسے امام مصلح النّاس بالکتاب والسنۃ کو اپنا سردار بنا کر اس کے ماتحت رہیں گے تو قرآن و حدیث کی اتباع پر رہیں گے اور جب ایسا کرنا چھوڑ دیں گے اور امارت بالسیف ہو گی تو قرآن و حدیث کی اتباع گئی اور ملک عضوض آگیا۔ تمام کار بار دینی و دنیوی سلطنت کے طرز پر ہو جاویں گے چنانچہ

اسی مضمون کی حدیث جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں موجود ہے لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَّا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيْرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِيْ اٰخَرَ فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوْا مُلُوْكًا يَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَى الْمُلُوْكِ۔

سیاست شرعی کے ساتھ سیاست ملکی ہو تو فبہا ورنہ امام کے لئے سیاست ملکی کا ہونا تو ضروری سمجھا جا سکتا ہے اور نہ شرط ہونا ممکن ہے کیونکہ اگر بالفرض ضروری ہوتی تو اس کے زیادہ مستحق ابراہیم علیہ السلام تھے کیونکہ آپ رئیس الائمہ بھی ہیں اور خلیل اللہ بھی۔ اور آپ کی امامت کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں بھی ذکر فرمایا ہے وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيْمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا الآیۃ ضروری تھا کہ آپ کو سیاست ملکی ملتی اور آپ ننگے برہنہ کر کے آگ میں نہ ڈالے جاتے اور نہ آپ سے اثناء راستہ میں بادشاہ جابر آپ کی بیوی چھینتا۔ پھر بنی اسرائیل[لہ] کے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ کلیم اللہ کو ملتی تاکہ آپ مصر سے بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر نہ بھاگتے اور نہ فرعون آپ کا تعاقب کرتا اور نہ بنی اسرائیل اپنے ٹھکانے چھوڑ کر چالیس برس تک جنگلوں میں مارے مارے پھرتے۔ بعدہٗ عیسیٰ روح اللہ کو ملتی اور یہود آپ کے قتل اور سولی پر چڑھانے کے درپے نہ ہوتے۔ پھر اکرم الاولین والآخرین وخاتم النبیین الیٰ رسول اللہ الیکم جمیعًا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تو ضرور ہی ملتی تاکہ آپ مخضوب بالدم نہ ہوتے اور نہ غار میں کئی روز تک روپوش رہتے۔ اور نہ بیت اللہ سے فرار ہو کر مدینہ منورہ پہنچتے۔ اور نہ آپ کے نام اور نہ آپ کے صاحب غار ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام سو سو اونٹ کا وارنٹ جاری ہوتا۔

غرضیکہ امارت کے لئے سیاست کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اور نہ شرط کا ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ شرط قبل از مشروط ہوتی ہے اور عدم شرط سے عدم مشروط لازم آتا ہے۔ چنانچہ نماز کے لئے وضو شرط ہے بدون وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَهٗ تو پہلے وضو کریں گے بعد ازاں نماز پڑھیں گے نہ یہ کہ کچھ نماز پڑھنے کے بعد وضو کریں۔ اسی طرح پہلے سیاست ہوگی تو بعدہٗ امام ہوگا۔ وَاِلَّا فَلَا۔ حالانکہ اس طرح نہیں ہے اگر ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ برس بعد نبوت مکہ میں رہے آپ کے پاس سیاست نہ تھی۔ تو گویا تیرہ برس آپ کی امامت کی نفی ہوئی کیونکہ امامت کے لئے سیاست شرط تھی۔ جب سیاست نہ ہوئی تو امارت کی نفی حتمًا لازم آئی۔ بعض الناس کا یہ بھی خیال ہے کہ نبوت کے لئے تو سیاست کا ہونا شرط نہیں مگر امارت وخلافت کے لئے شرط ہے تو یہ خیال بھی ان کا سراسر بیہودہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خلافت وہی ہے جو علی منہاج النبوت ہو اور جو طریقہ نبوت پر نہ ہو وہ ملک عضوض ہے یعنی ماکل ومشرب اور عزت آبرو اور شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ بَدَأَ نُبُوَّةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ مُلْكًا عَضُوْضًا الحدیث۔ یعنی ابوعبیدہ جراح امین ہٰذہ الامۃ اور معاذ بن جبل امام العلماء رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بالتحقیق اس امر

[لہ] كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ سے بھی سیاست شرعی مراد ہے اور اگر سیاست ملکی سمجھی جائے تو پھر بھی بنو اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ اور عیسیٰ کے پاس کہاں تھی۔ ۱۲

دین کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے پھر خلافت اور رحمت کے ذریعہ سے دین رہے گا۔ پھر ملک عضوض بعض بعضہم بعضاً ہو جائے گا۔

اس حدیث سے بالتصریح معلوم ہوا۔ کہ کسی بادشاہ یا امیر رئیس نے سلطنت یا تلوار یا سیاست اور ڈنڈے کے زور سے دین نہیں پھیلایا بلکہ نبی عبد رؤف رحیم رحمۃ للعالمین نے اس عالم اُجاڑ اور جہانِ ویران میں بنیاد ڈالی ہے۔ اور نہایت ہی اس رحمت و شفقت اور سہولت اخلاق وحسین خصائل اور حلم وجانفشانی سے دین غریب کو پھیلایا کہ آپ کو دشمنانِ دین مار مار کر مخضوب بالدم کر دیتے۔ لیکن آپ اپنے خطاب رؤف رحیم و رحمۃ للعالمین کا خیال کرتے ہوئے اپنے ملازمت یَاۤ اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا میں فرق نہ آنے دیتے۔ لوگ آپ کو کہتے لَسْتَ مُرْسَلًا۔ هٰذَا رَجُلٌ كَذَّابٌ۔ جَآءَ بِالْبِدْعَةِ وَالضَّلَالَةِ۔ مگر آپ وہی یَاۤ اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاتْرُکُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَاتْرُکُوْا مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُکُمْ گلی کوچوں میں باآواز بلند پکارتے ہوئے اپنے محل اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ میں آکر پناہ گزین ہوتے۔ آپ لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ کوئی تو آپ کے منہ پر تھوک دیتا ہے کوئی آپ پر خاک ڈالتا ہے کوئی آپ کو گالی دیتا ہے۔ لیکن آپ قانونِ شاہنشاہی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ کی پابندی کرتے ہوئے دعائے خیر سے یاد کرتے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

علیٰ ہذا القیاس اسی طرح دنیا کی بنیاد ڈالتے ہوئے تیرہ برس کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچ کر دین کی دیواریں برابر ٹھیک کر کے اس پر چھت ڈالی۔ اور مکان برابر تیار ہو چکا تو اس میں مسلمانوں کی جماعت خاصتہً آکر سکونت پذیر ہوئی۔ اور آپ کے بھی قدم برابر جم گئے۔ تو ادھر اللہ تعالیٰ نے نیزوں اور تیروں کے زیر سایہ ان کے رزق کا بندوبست کیا وَجُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ۔ اور اُدھر آپ ان کو لے کر تلواروں کے زیر سایہ ابواب جنت کے متلاشی ہوئے۔ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ۔

القصہ، جب تک اللہ نے چاہا آپ کا وجود اس دارِ فانی میں رہا اور جب میعادِ اجل ختم ہوئی تو آپ نے اس مکانِ دین کی کنجی بحوالہ خلفاء راشدین مہدیین کی اور آپ اس دار الفناء سے کوچ کر کے اس دار البقاء میں جا بسے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بس اس طرح نبوت کے ذریعہ سے دین شروع ہو کر انتہاء اعلیٰ کو پہنچا۔

آپ کے پیچھے وہی مکانِ دین اور وہی ارزاقِ رماحی اور وہی سیوف کے زیر سایہ ابواب جنت کا ابتغاء خلفاء اربعہ تک بر ہیئت خود رہا۔ بعدہٗ بہنشاہ ایزدی ملک عضوض کا ظہور ہوا۔ ظالم بادشاہ ہونے لگے چڑھائی کی۔ کہیں تو مکان کی اینٹیں اکھیڑ کر پھینک دیں اور کہیں تیر اور نیزے توڑ دیئے۔ اور کہیں تلواریں چھین کر لے گئے اور دین کو بالکل درہم برہم کر دیا۔ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ۔ ہمیشہ ایام برابر نہیں رہتے۔ ملک عضوض کے زور و شور کمزور ہونے پر گاہے بگاہے مسلمان عمارتِ اسلام کو ٹھیک کرتے رہے۔ گو ہیئت سابقہ عمارتِ اسلام کمال کو نہ پہنچی مگر تاہم اس کی دیواریں کچھ نہ کچھ نظر آتی تھیں۔ اور آج تو دین کی بالکل وہی حالت ہے جو ابتداء نبوت میں تھی۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ عزیز حکیم یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ۔ کسی صاحب خلوص و جواں مرد کو توفیق وثیق دے اور ضرور دے گا تو ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ کے دائرہ میں رہ کر دین کی بنیاد ڈالنے کا وہی قدیم طریقہ نبوی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اور وہی ملازمت شاہنشاہی یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاتْرُکُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَاتْرُکُوْا مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُکُمْ کو اختیار کرے۔ جتنا ہی عرصہ لگ جائے پیشتر اس کے بنیاد اور نیویں مضبوط کرے پھر دیواریں برابر کرکے اس پر چھت ڈالے بعدہٗ مکان تیار ہونے پر اس میں ایسی جماعت خالصہ آکر بسنے لگے کہ ہر ایک کار بار میں اس صاحبِ مکان کی رائے ومرضی اور ہست و نیست وغیرہ کے اذن کو مانند سپر کے مقدم رکھیں اور خاص کر اس کے امر بتقویٰ اللہ اور امر بالعدل کی اطاعت و معصیت کو عین اطاعت و معصیت خدا اور رسول سمجھیں اور جس سے عداوت و مقابلہ اور تکرار و ترکِ موالات کا حکم کرے اس سے مقابلہ و لڑائی رکھیں اور جس سے اتفاق و اتحاد اور مودّت رکھنے کا امر کرے اس سے محبت رکھیں غرضیکہ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ سے بخوبی واقف ہو گئے۔ اور اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَہٗ بِذٰلِکَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَیْرِہٖ فَاِنَّ عَلَیْہِ مِنْہُ (بخاری، مسلم) کو اچھی طرح سمجھ کر تمام امورِ شرعیہ کی بجا آوری میں امام کی اطاعت کو مانند سپر کے مقدم رکھنے لگے تب کہیں رزق رماحی اور ابوابِ جنت کا تلواروں کے زیرِ سایہ ملنا نصیب ہوگا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝ اللہ تعالیٰ پر تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ مگر امام مہدی علیہ السلام کے قبل اس کے توقع واثق نہیں کہ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ اور جُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ اور اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ کے دوسرے معنیٰ پر بھی عمل نصیب ہو۔

ہاں جیسا کہ خلفاءِ راشدین مہدیین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کام کا انتظام آراستہ کرکے دے گئے کہ وہ اُدھر گدی پر بیٹھتے ہی تلواروں کے زیرِ سایہ ابوابِ جنت کے طالب ہوئے اور اِدھر مسلمان رماح کے ذریعہ سے مزدوری کرکے مالا مال ہو گئے ویسا ہی آج امرِ دین آراستہ ہو جائے۔ اور پھر مسلمان اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ اور جُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ سے کچھ حصہ نہ لیں۔ تو ان جیسا کوئی محروم النصیب بھی نہیں ہے۔ اور یہ بھی کونسی عقل کی بات ہے کہ جو کام ہم آج کر سکتے ہیں وہ بھی نہ کریں۔ وہی کہاوت مشہور کہ "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی" نہ امام سردار بسیاست ہوگا اور نہ ہمارا نفس امارہ کسی کے ماتحت ہوگا۔ اور یہ بھی کوئی دانائی کی بات نہیں ہے کہ دین کی جانب اسفل کو چھوڑ کر طرفِ اعلیٰ کو لیا جائے۔ ہاں مانا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ لیکن یہ ناممکن ہے کہ دین کے اس سرے کے تمام مراحل و منازل طے کئے بغیر اُس سرے تک پہنچ جائیں۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ زینہ کی نیچے کی جانب سے سیڑھی بہ سیڑھی قدم رکھتے ہوئے اُس کے اوپر کی جانب کو پہنچتے ہیں۔ اور جب تمام سیڑھیاں ختم ہو چکتی ہیں تو پھر دخولِ مکان میں کچھ توقف نہیں ہوتا۔ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ۝

یہی مثال زینۂ اسلام کی سمجھیں کہ وہ خیرخواہِ امت شفیع المذنبین اکرم الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زینۂ اسلام کی اس جانب سے سیڑھی بہ سیڑھی طے کرتے اور کراتے ہوئے زینہ کی اس طرف کو پہنچے۔ چونکہ تکالیف کی گرمی اور دھوپ میں رہتے ایک مدت دراز ہوئی تھی مکانِ سیوف کے سایہ میں پہنچکر اطمینان گزیں ہوئے مہینوں اور برسوں سے بھوکے اور پیاسے تھے رزق رماحی سے خوب ریان و شبعان ہوئے۔

خلفائے راشدین مہدیین تک تو مسلمان بدستور مکانِ سیوف کے سایہ میں بیٹھ کر رزق رماحی سے ناشتہ کرتے رہے۔ لیکن بعدہٗ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ کو مسلمانوں

کی کسی حرکت ناشائستہ و خصلت قبیحہ پر غیظ و غصہ آیا تو ملوک جبریہ کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا۔ انھوں نے بڑی بے رحمی و سنگ دلی سے پہلے تو راج رزقیہ چھین لئے پھر مکان کے زیر سایہ سے اٹھا کر زینہ سے نیچے کر دیا پھر جو مسلمانوں کی حالت خراب و خستہ گزری یا گذر رہی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ رؤف بالعباد و بصیر بالاحوال سابق لغزش کو در گزر فرما کر موجودہ حالت پراگندہ و کیفیتِ خستہ پر رحم فرماوے اور ایک ایسے شخص خیر خواہِ قانونِ آسمانی کے حاذق و ماہر کو توفیق وثیق اور جرأت وسیع عطا کرے کہ وہ اپنی دیانت داری و تجربہ کاری سے مسلمانوں کو زینۂ اسلام پر چڑھا کر اسی مکان سیوف کے زیر سایہ پہنچا دے۔ لیکن قلوب ہمارے شاہد اور صورتیں ہماری بتا رہی ہیں کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ ہم کو آزادی اور خود رائی کی گرمی اور دھوپ نے ایسا بیتاب اور بے حوصلہ کیا ہے کہ ہم ہر ایک ناتجربہ کار کے کہنے کے موافق چاہتے ہیں۔ فوراً بغیر کسی زینہ کے مکان سیوف کے زیر سایہ پہنچکر سایہ گزیں ہوں یہ محال ناممکن ہے۔ فَقَدْ طَالَ الْكَلَامُ فِيْ بَحْثِ مَسْئَلَةِ السِّيَاسِيَّةِ فَلِهٰذَا اَخْتِمُهٗ عَلٰى قَوْلِهٖ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ فَاِنَّ السِّيَاسِيَّةَ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلنُّبُوَّةِ وَلَا لِلْخِلَافَةِ كَمَا بَيَّنْتُهَا۔

جواب (۵۱) قریش میں اقامتِ دین نہ ہو تو غیر قریش قائم بالدین بلا شک و شبہ امام و سردار ہو سکتا ہے اگرچہ غلامِ حبشی ناک کان کٹا کیوں نہ ہو اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا۔ یعنی غلام ناک کان کٹا تم پر امام و سردار کیا جائے بشرطیکہ قرآن و حدیث پر چلاوے تو تم ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

اُمِّرَ صیغہ (واحد مذکر غائب) فعل ماضی مجہول کا ہے عَبْدٌ مُجَدَّعٌ موصوف صفت مل کر نائب فاعل ہے اور فاعل اس کا محذوف ہے۔ اور عربیت کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جہاں فاعل کو حذف کر کے اس کے قائم مقام مفعول لایا جائے تو وہاں علاوہ اور فائدوں کے ایک فائدہ عمومیت کا بھی ہوتا ہے یعنی غلام قائد بکتاب اللہ و سنت رسولہ خود بخود بتوفیق اللہ امام بن جائے یا لوگ بنائیں یا پہلا امام بنائے بہر حال اس کی سننی اور اتباع کرنی ہوگی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غیر قریش امام وقت کے بنانے سے نائب خلیفہ ہو سکتا ہے اور مستقل خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ تو یہ ان کی نافہمی کا نتیجہ ہے ورنہ قرآن حدیث میں جس شخص کی نظر وسیع ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ غیر قریش قائم بالدین برابر مستقل خلیفہ ہو سکتا ہے اور غور کرنے سے اس کے نظائر و امثلہ کتاب و سنت میں بکثرت ملیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی فرماتے ہیں وَلَوْ اَدْرَكْتُ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ ثُمَّ وَلَّيْتُهٗ ثُمَّ قَدِمْتُ عَلٰى رَبِّيْ فَقَالَ لِيْ مَنِ اسْتَخْلَفْتَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ لَقُلْتُ سَمِعْتُ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ مُعَاذُ ابْنُ جَبَلٍ اَمَامَ الْعُلَمَاءِ الخ رواہ احمد و ابن حبان و ابن عساکر کذا فی رحمۃ المہداۃ و کنز العمال۔ یعنی اگر میں معاذ بن جبل کو پاتا تو اس کو خلیفہ کرتا پھر میں خدا تعالیٰ کے پاس جاتا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرتا کہ تو نے کس شخص کو امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خلیفہ مقرر کیا تو میں جواب دیتا کہ میں نے تیرے بندہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ قیامت کے دن معاذ رضی اللہ عنہ تمام علماء کا امام ہوگا۔ آگے آگے یہ ہوگا اور پیچھے اس کے تمام علماء ہوں گے تو اس لئے جب قیامت کو یہ امام العلماء ہوگا تو میں نے یہاں دنیا میں بھی اس کو امت محمدیہ پر امام مقرر کر دیا اس حدیث سے صریح طور پر ثابت ہوا کہ غیر قریش خلیفہ مستقل ہو سکتا ہے کیونکہ معاذ بن جبل انصار کے قبیلہ خزرج میں سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا تھی کہ میں اسے مستقل خلیفہ کر جاتا۔ اور اگر اس حدیث سے نائب خلیفہ سمجھا جائے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا لایعنی ہے کہ میں اسے خلیفہ کرتا کیونکہ خلیفہ غیر مستقل تو عہد نبوی و خلافت

صدیقی سے ہے۔ اور خلافتِ فاروقی میں بھی بدستور خلیفہ رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ میں اسے خلیفہ کرجاتا چہ معنی دارد۔؟

نیز عمر فاروق رضی اللہ عنہ نفر ستہ کو امر خلافت سونپتے ہوئے فرماتے ہیں لَوْ اَدْرَكَنِیْ اَحَدُ رَجُلَيْنِ ثُمَّ جَعَلْتُ هٰذَا الْاَمْرَ اِلَيْهِ وَلَوَثِقْتُ بِهٖ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ كَذَا فِيْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ وَكَنْزِ الْعُمَّالِ۔ یعنی اگر سالم مولیٰ ابو حذیفہ اور ابو عبیدہ بن الجراح میں سے ایک بھی موجود ہوتا تو میں اس امر خلافت کو قطعی طور پر اس کے سپرد کردیتا یعنی اسے خلیفہ کرجاتا۔"

پس اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ غیر قریش بلکہ غلام بھی مستقل خلیفہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سالم ابو حذیفہ کا غلام ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اسے خلیفہ کرجاتا۔

نیز صحابہ کرام نے جب آپ کے غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ بن زید کی امارت پر طعن کیا تو آپ اسامہ بن زید کی امارت سے طعن دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر بھی طعن کرچکے ہو حالانکہ وہ لائق امارت تھا۔ اَیْمُ اللّٰہِ اِنْ کَانَ خَلِیْقًا لِلْاِمَارَۃِ۔

دیگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو خطباء انصار نے دربارۂ تقرری امام یہ رائے پیش کی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا بَعَثَ رَجُلًا مِّنْكُمْ قَرَنَهٗ بِرَجُلٍ مِّنَّا فَنَحْنُ نَرٰى اَنْ يَّلِيَ هٰذَا الْاَمْرَ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنْكُمْ وَرَجُلٌ مِّنَّا الخ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کبھی آپ تم مہاجرین میں سے کسی آدمی کو کہیں بھیجتے تو ضرور اس کے ساتھ ہم انصار میں سے بھی ایک شخص کو ساتھ کرتے لہٰذا ہماری رائے دربارہ تقرری امیر یہ ہے کہ دو امیر ہونے چاہئیں ایک تم مہاجرین میں سے اور ایک ہم انصار میں سے اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ۔ اَلْخِلَافَةُ فِيْ قُرَيْشٍ وغیرہ روایات کے ہوتے ہوئے پھر انصار کا دربارہ تقرری امام کے یہ معارضہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا بَعَثَ رَجُلًا مِّنْكُمْ قَرَنَهٗ بِرَجُلٍ مِّنَّا پیش کرتے ہوئے یہ رائے رَجُلٌ مِّنْكُمْ وَرَجُلٌ مِّنَّا۔ ظاہر کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معاذ بن جبل اور سالم مولی ابو حذیفہ وغیرہ کے خلیفہ کرنے پر تمنا اور زید بن حارثہ غلام کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ فرمانا کہ وہ لائق امارت ہے وغیرہ ادلّہ صاف اس بات پر دال ہیں کہ علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ بھی جانتے تھے کہ امر خلافت قریش پر منحصر نہیں ہے۔ نیز احکام الٰہیہ کی تبلیغ کسی ذات پر منحصر نہیں ہے۔ اور نہ محض ذات بڑی ہونے سے آدمی میں کچھ بڑائی اور شرافت آجاتی ہے ذاتیں تو صرف شناخت اور تعارف کے لئے بنی ہیں جیسا کہ قرآن مجید باواز بلند پکار رہا ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا الآیۃ۔

جواب (۵) اگر لوگ اپنے ماکل ومشرب وملبس اور دنیوی کاروبار میں ایسے مشغول ہوئے ہیں کہ موت جاہلیت کے خاتمہ سے وہ تغافل وتجاہل کررہے ہیں۔ سکر آزادی ان پر ایسی مسکر ہوئی ہے کہ اگر صاف لفظوں میں بھی ان کو پکارا جائے مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً تو وہ خیال کریں کہ کسی غیر کو آواز دے رہا ہوگا۔ شجر غفلت کے ایسے ظل عمیق میں جلوس گزیں ہیں کہ رسول کے فرمان شمسی اَنْ لَّا يَنَامَ قَوْمًا وَلَا يُصْبِحُ صُبْحًا اِلَّا وَعَلَيْهِ اِمَامٌ کی شعاعیں ان کے اجسام تک نہیں پہنچتی ہیں۔ جب شہوات وتلبسات

ان کے قلوب میں ایسی مشروب ہے کہ اگر پیشوائے عالم بھی ان سے آکر کہے فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا تو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ قیام بلدان کے ایسے عادی ہیں کہ اگر اکرم الاولین والآخرین ان کی خیر خواہی کرے کہ اس شہر میں امن نہیں ہے تو انہیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ بَلَدًا لَيْسَ فِيهِ سُلْطَانٌ فَلَا يُقِيمَنَّ بِهِ تو ایسی صورت میں اللہ رب العالمین بوفق فرمان اپنے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا الآیۃ کے جس شخص کو توفیق وثیق وحوصلہ وسیع وجرأت بلیغ عطا کرے وہ خود بخود دین نبوی کی حفاظت اور اشاعت کے لئے (نہ کھانے پینے اور عزت وآبرو اور شہرت کے واسطے) امام بن جائے اور علی الاعلان بے دھڑک آزادانہ طور پر قرآن مجید اور کتب مشہورہ مقررہ فی الاسلام صحاح ستہ وما وافق بہا کو بیان کرے۔ خواص الناس کے ذہن سے یہ بات نکل کر عوام الناس کے کانوں میں پہنچی ہے کہ سلطنت کفار میں نہ تو امام ہو سکتا ہے نہ تنفیذ احکام ممکن ہے لہٰذا تفہیماً دریافت ہے کہ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں بجز ایک دو کے کون سا پیغمبر بسیاست یا اسلامی سلطنت میں مبعوث ہوا ہے۔ کیا آدم ثانی نوح علیہ السلام اسلامی سلطنت میں آئے یا کفاری میں۔ اگر سلطنت کفار میں آئے تو تبلیغ احکام کیونکر کی ؟ اور اگر اسلامی سلطنت میں آئے تو پھر جناب باری میں یہ استغاثہ کیسا رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ رَبِّ إِنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ لَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا وغیر ذالک ۔۔ کیا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۔ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا ۔ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۔ ابراہیم علیہ السلام سلطنت اسلام میں آئے یا سلطنت کفار میں ؟ اگر سلطنت کفار میں آئے تو ابلاغ احکام کی کیا صورت ہوئی۔ اگر اسلامی سلطنت میں آئے تو پھر ظاہراً إِنِّي سَقِيمٌ ۝ کہہ کر دل میں وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ۝ کا پختہ کرنا کیسا۔ اور لوگوں کا یہ کہنا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۝ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝ حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ وغیر ذالک چہ معنی دارد ؟ کیا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ۝ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝ موسیٰ علیہ السلام سلطنت کفار میں آئے یا سلطنت اسلام میں۔ اگر سلطنت کفار میں آئے تو انفاذ احکام کا کیا طریقہ اختیار کیا۔ اگر اسلامی سلطنت میں آئے تو پھر رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝ کا کہنا کیسا ۔ ؟ اور صاحب سلطنت کا یہ کہنا أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ چہ مقصد دارد ؟ اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ شکایت أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا کیوں کی ؟ علی ہذا القیاس عیسیٰ علیہ السلام کیا خاتم النبیین رحمۃ للعالمین إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ سلطنت کفار یا سلطنت اسلام میں مبعوث ہوئے۔ اگر سلطنت کفار میں مرسل ہوئے تو تنفیذ احکام کا کیا ڈھنگ اختیار کیا ؟ اور اگر سلطنت اسلام میں آئے تو پھر مجاور بیت اللہ، آپ کو بیت اللہ میں نماز کیوں نہیں پڑھنے دیتے کبھی تو گلے میں کپڑا ڈال کر نکالتے ہیں اور کبھی اونٹ کی اوجھڑی لے کر حالت سجدہ میں آپ پر ڈال کر خوب مضحکہ اڑاتے ہیں اور

کبھی آپ کو مار مار کر خون سے رنگ دیتے ہیں۔ اور کبھی آپ کے لئے یہ شوریٰ ہوتا ہے کہ اس پر کوئی مدعا ثابت کر کے جیل خانہ پہنچاؤ۔ یا شہر بیت اللہ سے نکالو۔ یا مار کر ڈال دو۔ آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو تقریباً اسّی آدمیوں پر امام بنا کر ملک حبشہ میں بادشاہ نجاشی کے پاس کیوں بھیجا۔ کئی روز آپ غار میں کیوں غائب رہے۔ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کیوں پہنچے وغیر ذالک۔

پس علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے صرف اولوالعزم پیغمبروں کے واقعات وحالات پر ہی نظر ڈالتے ہوئے صاف کالقمر لیلۃ البدر دکھائی دیتا ہے کہ کوئی نبی بسیاست یا اسلامی سلطنت میں مبعوث نہیں ہوا ہے بلکہ اشد از اشد کفار کی سلطنت میں آکر تنفیذ احکام کرتے رہے ہیں اور یہ بدیہی ظاہر باہر بات ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام بسیاست یا اسلامی سلطنت میں نہیں آئے تو نائب نبی کے لئے کیونکر یہ شرط ہو کر وہ بسیاست اسلامی سلطنت ہی میں ہو۔ نیز نبوت اصل ہے اور خلافت فرع ہے۔ جب اصل کے لئے سیاست یا اسلامی سلطنت کا ہونا ضروری نہیں ہے تو فرع کے واسطے کیسے شرط ہوگیا۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔

باقی یہ معارضہ پیش کرنا کہ سلطنت کفار میں تنفیذ احکام کی کیا صورت ہوگی تو میں اس کے متعلق ملتمس ہوں کہ اس کا وہی قدیم طریقہ انبیائی از اول تا آخر اختیار کیا جائے کیونکہ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّۃِ۔ خلافت نبوت کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ کیا آپ عالم دنیا میں نہیں رہتے یا موجودہ سلطنت میں آپ کوئی ایسی قوم محسوس نہیں کرتے جو ان کے آپس کے تنازعات و فیصلہ جات وغیرہ امورات مذہبیہ ان کے جو ہدریوں پر پیش ہو کر فیصل ہوتے ہیں آپ لوگ امورِ شرعیہ اپنے امام شرعی کے پاس کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق چاہیں تو کیا شریعت بیضاء حاکم اور رعایا کے باہمی تعلقات کی حفاظت کرنے کا حکم نہیں کرتی۔ عید جمعہ ایک جگہ امام یا نائب امام کے پیچھے پڑھا جائے تو کیا حاکم کی طرف سے حفظ امن کے لئے پولیس نہیں آئے گی۔ قبر پرستی اور پیر پرستی میں جو ایک عالم، اشرف المخلوقات غرق ہو رہا ہے کیا اس کا مٹنا سلطنت کے لئے مفید نہیں۔ نام کے مسلمان مشرک بدعتی جو در حقیقت مشرکین کفار سے بھی بدتر ہیں کیا ان سے بائیکاٹ کرنے سے سلطنت مانع ہوگی۔ نام کے کلمہ گو جو نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ کی پابندی نہیں کرتے۔ کیا ان کو برادری سے الگ کر دینے سے ڈپٹی کمشنر صاحب مانع ہوں گے یا بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ کے تارک کا جنازہ نہیں پڑھیں گے تو کیا پولیس آکر تفتیش کرے گی۔ صدقۃ الفطر وزکوٰۃ المال امام شرعی کو ادا کریں گے تو کیا تحصیلدار سمن جاری کرے گا؟ بیٹا بیٹی کو لینا دینا اپنی برادری مشرکہ کو چھوڑ کر اخوتِ اسلامی میں کریں تو کیا قانونِ بادشاہی کے خلاف ہوگا۔ کل صدقات امام شرعی کو ادا کئے جائیں اور وہ بقاعدہ متعلمین ومعلمین ومبلغین وغیرہ کی تنخواہیں مقرر کر کے ان کو عوام الناس کی خوشامد سے مستغنی کر دے تاکہ وہ بلا کسی لالچ وطمع کے کتاب اللہ وکتب رسول اللہ صحاح ستہ مشہورہ مقررہ فی الاسلام وما وافق بہا کو صفحۂ ارض پر رائج کر دیں اور باقی کتب شیطانی کی تعلیم سے طبقۂ زمین کو پاک کریں تو کیا وائسرائے اس سے ناخوش ہوں گے۔ صاحب سلطنت سے دیگر امور شرعیہ کی اقامت کے لئے اجازت لی جائے تو کیا ہم سلطنت کے خیر خواہ نہیں کہلائیں گے؟ نہیں۔ ضرور کہلائیں گے۔ مگر اصل بات یہ ہے نہ ہمارے میں ہمت ہے اور نہ اطاعت ورنہ سب کچھ ہو سکتا ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَحَدٍ مِّنْکُمْ۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ

جواب (۵۸) بغیر سردار و امام کے جماعت، جماعت کا حکم نہیں رکھتی ہے جیسا کہ جماعتِ صلوٰۃ بغیر امام کے جماعت کا حکم نہیں رکھتی۔ سنن دارمی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی سے مروی ہے لَا اِسْلَامَ

اِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةَ اِلَّا بِاِمَارَةٍ وَلَا اِمَارَةَ اِلَّا بِطَاعَةٍ۔ یعنی مبنی اِسلام علیٰ خمسین توحید، اتباعِ سنت۔ صوم صلوٰۃ۔ حج۔ زکوٰۃ ــــ وغیرہ امورِ شرعیہ بغیر جماعت کے معتبر نہیں ہیں اور جس جماعت کا سردار نہ ہو وہ جماعت ہی نہیں ہے اور جب تک سردار کی اطاعت نہ کی جائے تو سردار کا ماننا ہی نہیں ہے بس اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل بغیر جماعت کے اسلام معتبر نہیں ہے۔ دوم بغیر امام کے جماعت نہیں۔ سوم بغیر اطاعت کے امیر کا ماننا نہیں ہے۔ گو یہ حدیث موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کما لا یخفی علیٰ من لہ حظ من حدیث النبی ﷺ ــــ جماعت کا امام سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم کو سر سے۔ جب سر نہیں تو باقی دھڑ بے کار ہے۔ یا جیسا چھکڑوں کو انجن سے لگاؤ ہے کہ بغیر انجن کے تمام گاڑی کے چھکڑے نکمے ہیں۔ بس بغیر امام کے جماعت مانند دھڑ بے سر کے ہے۔ یا مانند چھکڑوں کے بغیر انجن کے ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ برات بے دولھا کے ہے۔ نیز کوئی سلطنت بغیر بادشاہ کے۔ کوئی ریاست بغیر راجہ یا نواب کے۔ کوئی صوبہ و نوابی بغیر حاکم کے۔ کوئی تحصیل بغیر تحصیلدار کے۔ کوئی تھانہ بغیر تھانیدار کے۔ کوئی موضع بغیر نمبردار یا منڈل کے۔ کوئی دکان و کارخانہ بغیر کارخانہ دار کے۔ کوئی مدرسہ بغیر مدرس کے۔ کوئی جلسہ بغیر صدر کے۔ کوئی گھر بغیر سر برآوردہ کے۔ کوئی ریوڑ بے چرواہے کے۔ غرض کہ کوئی ایسی چیز دیکھنے اور سننے میں نہیں آتی ہے کہ جس کا کوئی سردار یا متولی نہ ہو۔ اور وہ اس کے ماتحت نہ ہو ــــ ہاں البتہ وہ ریوڑ بے چرواہے کے دکھائی دیتا ہے کہ جس کے شکار کے لئے بھیڑیا ہر وقت گھات لگائے ہوئے ہے کہ کوئی بھیڑ بکری ریوڑ میں سے دائیں بائیں ہو اور میں اسے ہضم کر دوں۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ الحدیث ــــ لیکن پھر تعجب آتا ہے کہ وہ ریوڑ بے چرواہے کے کامیاب بھی ہے اور تمام کار بار اس کے بغیر ماتحتی کسی امام و سردار کے انجام ہوتے ہیں ــــ اے فرقہ ناجیہ اے جماعت اہلحدیث! کیوں شیطان لعین کو خوش کرتے ہو۔ ضد و نفسانیت کو چھوڑو اور آؤ ایک کے ماتحت ہو کر جہاں تک ہو سکے دین نبوی کی خدمت کریں۔ بہ شتر بے مہار کی طرح سے رہنا ایمان والے کی شان سے بعید ہے۔ بلکہ مومن تو کالجمل الانف حیثما قید انقاد۔ یعنی مانند اونٹ نکیل والے کے ہے جدھر لے جاؤ کھنچا چلا آتا ہے۔ آخر یہ دنیا فانی ہے۔ ایک روز یہ مکان حویلیاں اور گاؤں بستیاں چھوڑ کر احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے۔ وہ علیم و خبیر عزیز و حکیم ہر ایک مامور سے امیر کے حقوق اور امیر سے مامور کے حقوق پوچھنے والا ہے جس کی زیادتی ہو گی عدالت عالیہ میں وہی پکڑا جائے گا۔ اس کو جواب دہی پر مجبور کیا جائے گا۔ وَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ فقط فَاِنَّ لَکُمْ مَا سَاَلْتُمْ وَلٰکِنْ اَقُوْلُ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّائِلِ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ۔

وھانا الذلیل ابو الخلیل عبد الجلیل الاسلاموی الفنجابی احد تلامذہ الامام القائد بالکتاب والسنۃ ابی محمد عبد الوہاب المہاجری الملتانی ثم الدھلوی رضی اللہ عنا وعنہ۔

طلاق بحالت غصہ۔ سوال (۵۹) زید نے غصہ میں آکر اپنی زوجہ کو طلاق دیدی۔ بعدہ حوش و حواس جب اس کے ٹھکانے آئے تو اپنی اس حرکت بیجا پر نادم و پشیمان ہے اور اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے اب شرع محمدی کی رو سے اس کو بغیر حلالہ کے اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے یا نہیں۔؟　　(ایک خادم)

جواب (۵۹) واضح ہو کہ شرع محمدی میں جو طلاق حالت غصہ و غضب میں دی جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ لغو ہے لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِی الْإِغْلَاقِ قَالَ أَبُوْدَاؤُدَ وَالْإِغْلَاقُ أَظُنُّهُ فِی الْغَضَبِ (ابوداؤد) وَكَذَا فَسَّرَ أَحْمَدُ أَيْضًا (عون) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حالت غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا اپنے غلام کو آزاد کردے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں یعنی طلاق نہیں پڑتی۔ اور نہ غلام آزاد ہو سکتا ہے مَنْ شَاءَ الْبَسْطَ فَلْيُطَالِعْ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد)

الغرض وہ دونوں میاں بیوی ہیں جس طرح پہلے رہتے سہتے تھے اُسی طرح آباد ہوں۔ حلالہ کرنے کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ حلالہ کرنا کرانا اللہ و رسول نے حرام کیا ہے اور حلالہ کرنے کرانے والے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ جیسا کہ کتب احادیث میں مرقوم ہے۔ جو حلالہ کرواتے ہیں وہ شریعت محمدیہ سے غافل ہیں واللہ اعلم۔ مفتی فتوے کی غلطی پر ہر صاحب اطلاع دے سکتے ہیں۔　　ابو یحیٰی عبد اللطیف عفی عنہ

مُدرکِ رکوع　سوال (۶۰) کیا مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے؟

جواب (۶۰) ہاں مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ قبل ازیں کہ میں اپنے مدعا کو بدلائل واضحہ ثابت کروں ایک امر ضروری کا اظہار لازم سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جو اصحاب ہم سے اس امر میں مختلف رائے ہیں اور اس بارہ میں ہم کو خطا پر سمجھتے ہیں ان کی خدمت میں باادب ملتمس ہوں کہ میرے اس جواب کو اول سے آخر تک بنظر انصاف غور و فکر سے دیکھیں اور بعد میں اگر مجھ کو خطا پر پائیں تو مجھ کو اس سے آگاہ کریں۔ اور میرے مانند بادلائل رکوع ملنے کی صورت میں رکعت نہ ہونے کا ثبوت دیں۔ اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف بالفاظ صریحہ نہ پائیں تو برائے مہربانی اس مسئلہ کو مان لیں۔ اور عمل کریں کرائیں۔ وباللہ التوفیق وھو خیر الرفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

آپ اصحاب اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ سورہ فاتحہ ہر ایک مقتدی و منفرد و امام پر واجب ہے اور اس کے ترک سے بالکل نماز نہیں ہوتی چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بہت قوی اور کثرت سے ہیں۔ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ سے بھی سورہ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ اَلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ لیکن آگے چل کر دو فرقے ہو گئے ہیں کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پاکر رکوع میں چلا گیا ہو اس وقت بھی رکعت شمار کی جاوے گی یا نہیں؟

فریق اول نے قیام و فاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے مدرکِ رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے۔ بلکہ جو احادیث اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹالدیتے ہیں۔ لیکن میں اس بات کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو متضاد قرار دیکر دوسرے کو سرے سے اڑا ہی دوں چنانچہ جو احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:—

(۱) عَنْ أَبِیْ بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

یعنی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور عت لوٹا تو (یعنی نماز کو)

اوّل امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے چنانچہ اس امر پر یہ بات اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابو بکرہ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے پھر حالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت نہیں کہ جس طرح حالتِ رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے بعد ازاں آپ کا فرمان وَلَا تُعِدْ بضم التاء اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کرتا ہے کہ آپ نے ابو بکرہ کو رکعت کے اعادہ کا امر نہیں فرمایا چنانچہ علامہ حافظ محمد اسماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں ولا تعد بضم المثناة الفوقیۃ مِنَ الْاِعَادَةِ اَیْ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰی طَلَبِ الْخَیْرِ وَلَا تُعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّهَا صَحِیْحَةٌ یعنی لَاتُعِدْ اعادہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔ آگے آپ فرماتے ہیں قریب بات یہ ہے کہ لَاتَعُدْ بفتح التاء عود سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں فَاِنَّهٗ لَیْسَ فِی الْکَلَامِ مَا یُشْعِرُ بِفَسَادِ صَلٰوتِهٖ یعنی اس حدیث سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کی رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کے فرمان زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تُعِدْ سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ اس کی رکعت ہو گئی تھی۔ سُبل السلام صفحہ ۱۵۱ — علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

(دوسری حدیث) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَیْئًا مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آکر ملو تو اس وقت اس رکعت کو شمار نہ کرو اور جو کوئی رکوع میں آکر ملے اس نے نماز پائی۔

لفظ رکعت اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے کما لا یخفٰی عَلَی الْمَاهِرِیْنَ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے منکر ہونے کے ضعیف کہا گیا ہے جس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن امام ابو داؤد کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور پھر اس پر آپ کا سکوت (بِقَوْلِ السُّکُوْتُ مِنَ الرِّضَاءِ) اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابلِ حجت ہے اور متروک العمل نہیں۔ بعد ازاں اس حدیث پر غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی سست گواہ چست بالکل فضول اور بیکار ہے۔

علامہ شارح ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ مُدرکِ رکوع مُدرکِ رکعت ہے۔ علیؓ و ابن مسعودؓ و زیدؓ و ابن عمرؓ و معاذ و ابو امامہؓ و سہل بن حنیف اور ابو بکر صدیقؓ یہ سب صحابہ رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ مالک و شافعی و ابو حنیفہ و ثوری و اوزاعی و ابو ثور و احمد اور اسحاق یہ اس بات کے قائل ہیں۔ باوجودیکہ مالک اور شافعی کے نزدیک مقتدی و منفرد و امام سب پر سورہ فاتحہ یکساں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا اس میں اس حدیث کو بھی پایا جس کو امام ابن خزیمہ نے اس باب کے تحت میں درج کیا ہے بَابُ ذِكْرِ الْوَقْتِ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ الْمَأْمُومُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ إِذَا رَكَعَ إِمَامُهُ قَبْلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مَعَ الْإِمَامِ قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صُلْبَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آملے اس کی رکعت ہو گئی۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کر کے صحیح کہا ہے۔ حضرت امام شوکانیؒ اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جان تو کہ جس وقت کوئی آدمی آوے اور وہ امام کو جس حالت میں پاوے اُسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے تو وہ اس حدیث کا خلاف کر رہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آکر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آملے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی پھر فرماتے ہیں فَعَرَفْتَ بِهٰذَا أَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الْحَالَةِ مُخَصَّصَةٌ مِنْ عَدَمِ إِيجَابِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ یعنی وجوب قرأۃ فاتحہ کے عموم سے یہ بات مخصوص ہے کہ اگر رکوع میں ملے گا تو سورہ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جائے گی۔ پھر فرماتے ہیں وَإِنَّ الْمُرَادَ إِدْرَاكُ الْكَامِلِ اس سے مراد ادراکِ کامل ہے یعنی اس نے پوری رکعت پالی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آگے پھر وضاحت کرتے ہیں فَإِنَّ ظَاهِرَهُ بَلْ صَرِيحُهُ أَنَّ الْمُؤْتَمَّ إِذَا وَصَلَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ وَكَبَّرَ وَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صُلْبَهُ فَقَدْ صَارَ مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَإِنْ لَمْ يَقْرَأْ حَرْفًا مِنْ حُرُوفِ الْفَاتِحَةِ یعنی حدیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو (نور العین و عون المعبود)

(چوتھی حدیث) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ الرُّكُوعَ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأَخِيرَةِ فِي صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَلْيُضِفْ إِلَيْهِ أُخْرٰى رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

اگرچہ اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے جو ہمیں بھی مسلّم ہے مگر ہم اس کو احتجاجاً پیش نہیں کرتے بلکہ استشہاداً پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے مخالفین کے پاس تو سوائے اجتہاد کے بالفاظِ صریحہ کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنّف احادیث التفاسیر نے اس حدیث کو قابلِ حجت مانا ہے۔ دیکھو خطبات التوحید۔

(پانچویں حدیث) أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ مِنْ طَرِيقِ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ فَأَدْرَكْنَا الْإِمَامَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعْنَا ثُمَّ مَشَيْنَا حَتّٰى اسْتَوَيْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلٰوةَ قُمْتُ لِأَقْضِيَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ أَدْرَكْتَ الصَّلٰوةَ زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبد اللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبد اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا تیری رکعت ہو گئی[1] اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام مدرکِ رکوع کو

[1] رحمۃ المہداۃ میں ہے اَخَذَ بِيَدِي عَبْدُ اللّٰهِ فَأَجْلَسَنِي الخ یعنی عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا ۱۲ ایڈیٹر۔

مدرک رکعت جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے بَابُ اِذَا اَدْرَكَ الْاِمَامَ الخ باب ہے اُس وقت جب پاوے امام کو رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں قَالَ الشَّافِعِيُّ بِاِسْنَادِهٖ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ فَرَكَعَ ثُمَّ دَبَّ رَاكِعًا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا۔ كَمَا مَرَّ فِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهٰكَذَا نَقُوْلُ وَقَدْ فَعَلَ هٰذَا زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی زید بن ثابت نے کیا۔ پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت و ابی امامہ سہل بن حنیف و ابو بکر صدیق و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ ثابت کیا ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔

(ساتویں حدیث) اَخْرَجَ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَزَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ كَانَا يَقُوْلَانِ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت جانتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔

الحاصل آنکہ احادیثِ نبویہ و اقوالِ صحابہ و اسلافِ امت سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ لیکن جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سورہ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت میں یہ دونوں فرض ترک ہو گئے۔ لہٰذا رکعت نہ ہوئی۔

اس کا جواب وہی ہے جو علامہ شوکانی دے چکے ہیں کہ یہ وجوب قراءتِ فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قراءۃ فاتحہ اور قیام اُس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع میں نہ گیا ہو اور جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اُس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں۔ جیسے کہ ظہر کی چار رکعت اُس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حضر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اُٹھ گئی۔

اب میں اپنے مضمون کو بخوفِ طوالت علامہ شوکانی ہی کے قول پر ختم کرتا ہوں آپ آخر میں فرماتے ہیں وَفِيْ هٰذَا الْمِقْدَارِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ فَاشْدُدْ بِذٰلِكَ وَدَعْ عَنْكَ مَا قَدْ وَقَعَ فِيْ هٰذَا الْمَبْحَثِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْخَلْطِ وَالتَّرَدُّدِ وَالتَّشَكُّكِ وَالْوَسْوَسَةِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

یعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں بس یہی تجھ کو کافی وافی ہے اس کو مضبوط پکڑ لے اور جو بھی اس بحث میں خبط اور خلط اور شک و شبہ واقع ہو ان سب کو چھوڑ دے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوٹ:۔ یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے فقط احقاقِ حق منظور ہے لہٰذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہیں تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اوّل یہ کہ ہم کو نمبر وار ایک دو حدیثیں ہی ایسی بتائیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف یہ الفاظ موجود ہوں کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ فرضیتِ فاتحہ و قیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں کیونکہ علامہ شوکانی پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اس سے ہم کو متنبہ کر سکتے ہیں۔ فقط

راقم عاجز داؤد میواتی مدرسہ اشاعۃ الکتاب والسنۃ
موضع سوکھپوری۔ ڈاکخانہ نگینہ ضلع گوڑگانوہ (میوات)

مہر قبل رخصتی، **سوال** (۱۶۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اللہ پاک اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے کہ ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کر دیا ہے لیکن اس کے خاوند کے گھر رخصت نہیں کرتا اور حیلہ بہانہ کی باتیں کرتا ہے اس حالت میں اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ اب اگر وہ رخصت نہ کرے اور اس کا شوہر طلاق دے تو کتنا مہر دینا ہوگا۔ دو سو پچاس روپے کا عند الطلب مہر مقرر ہوا ہے فقط بینوا توجروا

(سائل حافظ اللہ بخش آگرہ)

جواب (۱۶۱) صورت مذکورہ بالا میں واضح باد کہ والیان لڑکی کو چاہیئے اپنی دختر کو خاوند کے گھر رخصت کردیں۔ ہاں اگر خاوند بے نماز ہو یا دیگر افعال شرکیہ کرتا ہو تب تو ان کا نکاح ہی نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی اور نقص شرعی اس کے اندر ہو تو بھی اس کا تدارک کیا جائے اور ان ہر دو نقص کے ہوتے ہوئے لڑکی رخصت نہ کرنا بجا ہے۔ اور اگر اس میں کوئی نقص شرعی نہیں ہے تو پھر رخصت نہ کرنے کی کیا وجہ۔ رہا یہ کہ لڑکی ورثا طلاق ہی دلوانا چاہتے ہیں خواہ کوئی نقص ہو یا نہ ہو۔ تو یہ صورت خلع کی ہے۔ اور بصورت خلع خاوند پر مہر وغیرہ کچھ نہیں۔ ہاں اگر خاوند بخوشی طلاق دے نہ والیان لڑکی کے اصرار کرنے پر تو البتہ بدلیل آیت فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ کے نصف مہر یعنی ایک سو پچیس روپے خاوند کے ذمہ ہیں

فقط ہذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ اتم

دعائے قنوت میں اِهْدِنِی پڑھنا، سوال (۱۶۲) کیا قنوت میں اِهْدِنِی پڑھنا مکروہ ہے

جواب (۱۶۲) قنوت میں اِهْدِنِی پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ صفحہ ۱۳ میں مولانا ابو القاسم صاحب بنارسی کا قنوت میں امام کیلئے اِهْدِنِی بلفظ مفرد پڑھنا مکروہ بلکہ ممنوع بتانا رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کی توہین اور جرأت عظیمہ سے سنت نبوی کو بنظر کراہیت دیکھنا ہے۔ جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بحالت امام جماعت قنوت میں اِهْدِنِی بلفظ مفرد پڑھا جیسا کہ مولانا عبد الوہاب صاحب محدث دہلوی کا فتویٰ ہدایۃ النبی میں، مولانا عبد الجلیل صاحب سورتی کا تعلیم الدین میں لکھا ہوا ہے۔ اب نبوی فتویٰ ملاحظہ کیجیئے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فِیْ رَکْعَتِهِ الثَّانِیَةِ رَفَعَ یَدَیْهِ فَیَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَآءِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ الخ (مستدرک حاکم) کَذَا فِی التَّلْخِیْصِ جلد ۱ ص۹۵ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں بحالت نماز میں بحالت امام اِهْدِنِیْ اور عَافِنِیْ اور بَارِكْ لِیْ اور وَقِنِیْ بلفظ مفرد بغیر لفظ جمع کے پڑھتے تھے ـــــ اس مشرح، صاف اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ کا قول پیش کرنا دوسری جرأت عظیمہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل تک اِهْدِنِیْ پر مکروہ و ممنوع کا دھبہ آتا ہے حالانکہ شان رسالت خاص کر احکام الٰہی ان عیوب سے پاک و صاف ہے۔ جو کچھ آپ نے کیا بس اہلحدیث کے لئے وہی سنن الہدیٰ وسواء الطریق الی المطلوب و اسوہ حسنہ ہے بارشاد خدا تعالیٰ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

نتیجہ:۔ آپ کے عمل اِهْدِنَا بلفظ جمع پڑھنا خلاف سنت ہے پس ان اقوال الرجال سے نبوی تعامل زیادہ قابل قدر و لائق عمل ہے ورنہ اتباع سنت کا دعویٰ غلط فقط

(العاجز احمد بن محمد (مرحوم) مفتی اہلحدیث دہلی)

نقد میں کم اور ادھار میں زیادہ۔ سوال (۶۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مفصلہ ذیل میں کہ زید اساڑھ کے مہینے چار روپے من دھان نقد بیچتا ہے اور تین ماہ کے وعدہ پر ادھار پانچ روپے من آیا۔ یہ ایک روپیہ زائد لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب (۶۳) ھو الملھم للصواب۔ صورتِ مذکورہ بالا میں واضح ولائح باد کہ زید کا بعد سہ ماہ یا دو کم وبیش سے یہ ایک روپیہ زائد لینا شرعاً جائز و درست ہے۔ یہ سود وبیاج میں داخل نہیں ہے۔ ہاں البتہ ممنوع وناجائز جب ہو سکتا ہے کہ جس وقت خرید وفروخت ہو رہی ہو اور بائع ومشتری کی کوئی بات مقرر نہ ہوئی ہو کہ آیا یہ شیئے ادھار فروخت ہوئی ہے یا نقد اور اگر ایک بات مقرر ہو گئی یعنی بائع نے کہا میں یہ چیز ادھار پانچ روپے کی فروخت کرتا ہوں اور مشتری نے کہا میں نے یہ چیز پانچ روپے کی ادھار سہ ماہ یا چار ماہ کی میعاد پر خریدی تو بلاشک وشبہ جائز ہے اور یہی معنے حدیث مندرجہ ذیل کے ہیں کہ جب بیع مجمل طور پر ہو تو ممنوع ہے اور جب مفصل ومشرح ہو تو غیر ممنوع یعنی درست ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ اَنْ یَّقُوْلَ الرَّجُلُ اَبِیْعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشْرَةٍ وَبِنَسِیْئَةٍ بِعِشْرِیْنَ وَلَا یُفَارِقُهٗ عَلٰی اَحَدِ الْبَیْعَیْنِ فَاِذَا فَارَقَهٗ عَلٰی اَحَدِهِمَا فَلَا بَأْسَ اِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰی وَاحِدٍ مِّنْهُمَا هٰكَذَا فِیْ سُنَنِ التِّرْمِذِیِّ۔

مختلعہ پر عدت، سوال (۶۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے شوہر کے ظلم وستم کے سبب سے والدین کے گھر ۹۔ دس ماہ سے رہتی ہے اور نو۔ دس ماہ کے درمیان ان دونوں میں لقاء ووصال کبھی نہیں ہوا۔ مذکورہ حالت میں نو۔ دس ماہ کے بعد ہندہ نے اپنے شوہر کو مال دیکر خلع کرا لیا۔ اس صورت مذکورہ میں ہندہ پر از روئے شرع عدت ہے یا نہیں۔ ؟ بینوا توجروا (سائل عبدالکریم ضلع مالدہ)

جواب (۶۴) ھو الموفق للصواب۔ صورتِ مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ اگر فی الحقیقت ہندہ اور اس کے شوہر کے مابین عرصہ نو۔ دس ماہ سے تفرق وجدائی ہے اور لقاء ووصال نہیں ہوا۔ لیکن اب ہندہ نو دس ماہ کے بعد اپنے شوہر کو مال دیکر خلع کر لیا ہے تو شریعت محمدیہ میں ہندہ کے واسطے کچھ عدت نہیں۔ ہاں اگر ہندہ اور اس کا شوہر یکجا رہتے تھے اور مابین ان کے کسی قسم کی تفریق وجدائی نہ تھی تو البتہ ہندہ کو ایک حیض تک عدت میں بیٹھنا لازم ہے۔ والّا فلا۔ چنانچہ حدیث ابن ماجہ کی جو کہ مندرجہ ذیل ہے بتصریح دلالت کر رہی ہے عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوَّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَ قُلْتُ لَهَا حَدِّثِیْنِیْ حَدِیْثَكِ قَالَتِ اخْتَلَعْتُ مِنْ زَوْجِیْ ثُمَّ جِئْتُ عُثْمَانَ فَسَأَلْتُ مَاذَا عَلَیَّ مِنَ الْعِدَّةِ قَالَ لَا عِدَّةَ عَلَیْكِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِكِ فَتَمْكُثِیْنَ عِنْدَهٗ حَتّٰی تَحِیْضِیْنَ حَیْضَةً اَلْحَدِیْث رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

دیندار عورت وبے دین شوہر۔ سوال (۶۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسماۃ کا نکاح زید سے ہوا۔ زید نکاح کے وقت ارکان اسلام کا پابند تھا۔ بعد کچھ عرصہ کے صوم وصلوٰۃ کو ترک کر دیا اور شراب خوری وزناکاری وچوری وغیرہ میں مصروف ہو گیا ہے۔ اور مسماۃ سے کوئی تعلق شرعی ودنیاوی نہیں رکھتا اور مسماۃ روزہ نماز کی پابند ہے قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہے اس حالت میں وہ مسماۃ ایسے شخص کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں ونیز کھانے پینے کا بھی کچھ خیال نہیں رکھتا۔ عرصہ دو سال کا اسی طرح گذر گیا۔ بینوا وتوجروا۔

جواب (۶۵) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شریعت مسماۃ مذکورہ بالا کا نکاح زید سے باعتبار وجوہِ متعددہ کے فسخ کرا دینے کا حکم دیتی ہے۔ وجہ اول تو یہ ہے کہ زید چونکہ صوم وصلوٰۃ کا تارک ہے۔ اور تارک الصلوٰۃ وغیرہ عنداللہ وعندالرسول بدلائل واضحہ کافر و مشرک ہے لہٰذا مسماۃ مذکورہ بالا کا نکاح زید سے فسخ کرا کر کسی دیگر شخص موحد متبع سنت اہلحدیث سے کرا دیا جائے۔ وجہ ثانی یہ کہ زید نان و نفقہ وغیرہ کی بھی خبرگیری نہیں کرتا لہٰذا بصورت ہذا بھی نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس، لیکن سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں۔ اور جو صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو وہ بالبداہت مشرک ہے۔ اور مشرکین سے نکاح شادی کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ الآیہ۔ رہا زید بوقت نکاح کے تو ارکانِ اسلام کا پابند تھا لیکن بعد نکاح کے اس نے پابندی چھوڑ دی۔ سو واضح رہے کہ حالتِ مذکورہ میں زید کا نکاح کسی طرح قائم و دائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دختر زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح زمانہ جاہلیت میں عمرو بن عاص کے ہمراہ کیا ہوا تھا۔ بعدہٗ جب آپ تاجِ نبوت پہن کر ظہور پذیر ہوئے تو آپ نے عمرو بن عاص کے مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے اپنی دختر زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر روک لیا اور خاوند کے ہاں روانہ نہیں کیا۔ پھر جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تب آپ نے اپنی دختر کا رجوع کر دیا۔ اسی طرح اگر اب بھی زید اپنے افعالِ قبیحہ سے تائب ہو کر صوم وصلوٰۃ کا بموافق شریعت محمدی کا پابند ہو جائے تو بلا ریب مسماۃ مذکورہ اس کی زوجہ اور زید اس کا خاوند ہے ورنہ آیت قرآنی باآوازِ بلند ندا کر رہی ہے لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ یعنی نہ مسماۃ، زید کے لئے حلال ہے اور نہ زید مسماۃ کے لئے حلال ہے۔

خطبہ اور نماز کے متعلق اہم سوال، **سوال** (۶۶) از تمامی اہلحدیث علماء کرام عموماً و مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ صدر بازار دہلی، خصوصاً یہ کیا وجہ ہے جو اہلحدیث علماء کرام حدیث شریف مندرجہ ذیل پر عمل پیرا نظر نہیں آتے:۔

عَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو یوں فرماویں کہ اَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ اور یہ حضرات بزبانِ حال گویا یوں فرما رہے ہیں:۔ اَطِيْلُوا الْخُطْبَةَ وَاَقْصِرُوا الصَّلٰوةَ کیا یہ کھلی ہوئی مخالفت از رسول مقبول فداہ ابی و امی نہیں ہے۔ (محمد بن ولی از رنگون)

جواب (۶۶) صورت مرقومہ بالا میں واضح ہو کہ نماز سے خطبہ لمبا ہونے میں کچھ قباحت شرعی نہیں ہے۔ اور حدیث مذکور میں خطبہ کی کوتاہی کا مقابلہ درازئی نماز کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ سائل کا خیال ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کو لمبا کرو بہ نسبت اور نمازوں کے۔ اور خطبہ جمعہ کو مختصر کرو بہ نسبت اور خطبوں کے اور اگر حدیث کا وہ مطلب لیا جائے جو سائل نے سمجھا ہے تو اس پر عمل کرنا ہی مشکل ہے نہ خود سائل عمل کر سکتے ہیں نہ اور کوئی۔ کیونکہ نماز میں زیادہ سے زیادہ بیس منٹ صرف ہوں گے۔ اور خطبہ میں کم سے کم پون گھنٹہ تو ضرور ہی صرف ہو گا اس سے کم میں بطریق مسنون خطبہ ہونا غیر ممکن ہے اسلئے کہ جب خطیب وہ خطبہ (کہ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر وعظ کے شروع میں پڑھا کرتے تھے) پڑھے گا اور آیات قرآنی و احادیث نبوی پڑھ کر (جیسے کہ طریقہ نبوی تھا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ) ان کا حاصل مطلب سامعین کی زبان میں ترجمہ کر کے سمجھائے گا تو کیا اتنے کام کے لئے بیس منٹ کافی ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ دوسرے یہ کہ احادیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں سورہ توبہ کو تلاوت فرمایا (سعید بن منصور و حاکم وصححہ و بیہقی) اور یہ بات اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ آپ کی قرأت اس قدر ترتیل کے ساتھ ہوا کرتی تھی کہ اگر کوئی اس کے حروف کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں سورۃ النحل کو پڑھا اور سجدہ تلاوت بھی کیا۔ اور پھر دوسرے جمعہ میں

اسی صورت کو پڑھا اور سجدۂ تلاوت نہ کیا اور اس موقع پر صحابہ کا بہت بڑا مجمع تھا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ اب اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سورہ قٓ و سورۃ التوبہ و سورۃ النحل کتنی کتنی لمبی سورتیں ہیں اور ان کی تلاوت بالترتیل کے لئے کس قدر وقت کی ضرورت ہے۔

خلاصہ مرام یہ کہ حسب حال و حسب ضرورت خطیب خطبہ جمعہ میں تطویل و تقصیر کر سکتا ہے۔ ان افراط و تفریط سے اجتناب لازم ہے۔ (مفتی)

ننگے سر نماز۔ سوال (۶۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں اگر کوئی شخص بغیر ٹوپی اوڑھے یعنی ننگے سر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ (بشیر الدین پٹنہ)

جواب (۶۷) ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں ننگے سر نماز پڑھنا درست آیا ہے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے و نیز جابر رضی اللہ عنہ نے ننگے سر نماز پڑھی اس پر معترض نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ جو لوگ قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں وہ معلوم کر لیں کہ یہ بھی درست ہے۔ (صحیح بخاری) گاہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی کا سترہ بنا کر نماز پڑھتے۔ (کنز العمال)
غرض کہ ننگے سر نماز پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ سر کا ڈھانکنا شرعاً ستر میں داخل نہیں

ننگے سر اور ٹوپی والے کی نماز کا فرق۔ سوال (۶۸) اگر ننگے سر نماز ہو جاتی ہے تو مابین ٹوپی اوڑھنے والے اور نہ اوڑھنے والے کے کچھ فرق ہے یا نہیں یعنی ثواب دونوں کو برابر ملے گا۔ یا کم و بیش؟

جواب (۶۸) جس وقت لوگ ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب سمجھیں اور پڑھنے والوں کو روکیں تو واقعی یہی افضل ہے کہ برہنہ سر پڑھے تاکہ لوگوں کو مسئلہ سے واقفیت ہو جائے اور شرعی مسئلہ اپنی جگہ ثابت رہے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کا فعل اس پر دال ہے و نیز مولانا عبد الحی لکھنوی حنفی صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر بغرض عجز اور انکساری و غربت کے برہنہ سر نماز پڑھے تو یہی افضل ہے۔

ماکول اللحم کا پیشاب (۶۹) اگر کسی کپڑے میں گوبر یا پیشاب ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو تو اس کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ (محمد اسمٰعیل پٹنہ)

جواب (۶۹) ماکول اللحم کا بول و براز پاک ہے اور جس کپڑے میں لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے طبعی شئے دیگر ہے۔ اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرابض الغنم یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے و نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے چنانچہ آپ نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ و پیشاب پینے کا حکم فرمایا۔ (کتب صحاح ستہ)

مسجد میں محراب۔ سوال (۷۰) زید کہتا ہے کہ مسجد میں محراب مروجہ بنانا ناجائز ہے اور عمرو کہتا ہے کہ جائز ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ قولین میں سے کون سا قول صحیح اور قابل قبول ہے؟ (عبد الودود قصبہ جھالو)

جواب (۷۰) بیشک مساجد میں محراب مروجہ کا بنانا، ناجائز اور بدعت ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان میں محراب کے کئی معنے کئے ہیں منجملہ ان کے ایک معنے یہ بھی کیا ہے وَمَقَامُ الْإِمَامِ الْمَسْجِدِ یعنی محراب کہتے ہیں مسجد کی اس جگہ کو جہاں امام کھڑا ہوتا ہے۔ بعد اس معنے بتلانے کے صاف مرقوم ہے وَأَمَّا الْمِحْرَابُ الْمَعْرُوْفُ الْآنَ وَهُوَ طَاقٌ مُجَوَّفٌ فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ يُصَلِّيْ فِيْهِ الْإِمَامُ فَهُوَ مُحْدَثٌ الخ یعنی جو محراب فی زمانہ مروج ہے یہ بدعت اور ممنوع ہے اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔

میلاد مروجہ۔ سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہیئت مروجہ کے ساتھ مجلس مروجہ کا انعقاد کتاب و سنت سے جائز ہے یا نہیں اور اس قسم کے فعل کی کوئی دلیل قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر۔ یا آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم میں مل سکتی ہے یا نہیں؟ اگر قرون ثلاثہ میں میلاد مروجہ کا وجود نہ مل سکے تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کتنے دنوں بعد یہ فعل دنیائے اسلام میں رائج و مروج ہوا ہے؟ (محمد عبدالمعبود)

جواب (۱) ہیئت مروجہ کے ساتھ مجلس میلاد کا انعقاد از روئے کتاب و سنت قطعاً حرام اور بدعت بلکہ داخل فی الشرک ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہ تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ کسی تابعی سے غرض قرونِ ثلاثہ میں اس کا وجود بالکل مفقود ہے۔ نہ آئمہ اربعہ میں اس کا پتہ لگتا ہے بلکہ ساتویں صدی میں یہ بدعت بجانب خود ایجاد کی گئی۔ اس کے ایجاد کنندہ وغیرہ کا مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ کا پرچہ ملاحظہ فرمائیے۔

بدعتی امام اور علیحدہ مسجد۔ سوال (۲) چند لوگ زمانہ دراز سے ایک ایسی مسجد اور ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے کہ جہاں میلاد و قیام و غزلیات وغیرہ افعالِ محدثات مروج تھے۔ اور امام بھی ہر قسم کی بدعات کا مرتکب تھا۔ لیکن چونکہ اب بفضلہ تعالیٰ لوگ ان جمیع بدعات سے اجتناب کرتے ہیں اور اس مسجد میں امام مذکور کے پیچھے ادائے نماز میں استکراہ قبیح کا احساس کرتے ہیں تو کیا ایسی حالت میں ان لوگوں کے لیے جائز ہوگا کہ وہ لوگ اس مسجد اور اس امام کو ترک کر کے جماعت اہلحدیث کے لیے اپنی مستقل ایک مسجد تعمیر کریں (سائل مذکور)

جواب (۲) ہاں، جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ یا تو اسی مسجد میں سے ان بدعاتِ مروجہ مذکورہ فی السوال کا استیصال کریں۔ یا اپنی علیحدہ مستقل مسجد تعمیر کریں۔ کیونکہ مساجد اللہ ہرگز اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتیں کہ ان میں بجز تسبیح و تہلیل و ذکر اللہ کے کسی دیگر شرکیہ و بدعیہ فعل کا ارتکاب کیا جائے جیسا کہ قارئین و عاملین کتاب و سنت پر اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔

تشہد میں انگلی اٹھانے کی کیفیت۔ سوال (۳) تشہد میں انگلی کب اٹھانی چاہیے اور کب تک اٹھائے رکھے اور کس موقع پر اس کو متحرک کرے۔؟ (سائل نسیم الزماں از رنگ پور)

جواب (۳) جس وقت تشہد میں بیٹھے تو بیٹھتے ہی معاً انگلی کو جس کا نام عربی میں سبابہ ہے اٹھا لینا چاہیئے اور تا وقتیکہ سلام نہ پھیرے اٹھائے رکھے اور جس وقت تشہد پڑھتا ہوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر پہنچے تب انگلی کو متحرک کرے۔ واللہ اعلم کما لا یخفیٰ علی ماہر الکتاب والسنۃ (مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ دہلی)

نوٹ۔ فتویٰ کی غلطی پر ہر صاحب آگاہ کر سکتے ہیں۔

قرآن و احادیث کا احترام۔ سوال (۴) قرآن مجید و کتب احادیث کا ادب شرع محمدی نے بسوئے عمل کے کہاں تک بتایا ہے اور فی زمانہ جو قرآن شریف و کتبِ حدیث کا ادب کیا جاتا ہے مثلاً پشت ان کی جانب نہیں کی جاتی۔ اور ان سے اوپر نہیں بیٹھا جاتا۔ یہ کہاں تک صحیح و قابلِ عمل ہے؟ (سائل محی از جودھ پور)

جواب (۴) قرآن مجید و کتب احادیث کا سب سے مقدم اور بڑھ کر ادب یہی ہے کہ جو کچھ ان میں اوامر و نواہی ہیں ان کی تعمیل کی جائے اور ان کو بسر و چشم بلا چون و چرا کے قبول و تسلیم کر لیا جائے۔ اور سب سے بڑی و مضر تر بے ادبی یہی ہے کہ ان کے احکام کی قبولیت میں کسی غیر شئے کو حارج سمجھا جائے۔ وہ ادب کہ جو مطلوب من اللہ اور دونوں گروہ ثقلین یعنی انس و جن جس کے منجانب اللہ مکلف ہیں وہ تو یہی ہے۔ رہا ظاہری ادب سو یہ تکلیف ما لا یطاق بدلیل لا یکلف اللہ

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الآیۃ ہے۔ جو شخص کرے بہت اچھا نُوْرٌ عَلٰی نُوْر۔ ورنہ کوئی مواخذہ نہیں۔ ہاں جو شخص بہ نظر حقارت ظاہری ادب نہ بجالائے تو بے شک وہ سخت مجرم اور عذاب الیم کا مستوجب و مستحق ہے۔

پیٹھ کے پیچھے ہاتھوں کے سہارے بیٹھنے کا حکم۔ سوال (۵) پیٹھ کے پیچھے دونوں ہاتھوں کے سہارے پر یا ایک ہاتھ کے سہارے پر بیٹھنا کیسا ہے۔ (سائل مذکور)

جواب (۵) بالکل ممنوع و معیوب ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵ مطبوعہ نظامی باب الجلوس۔ و نیز آپ نے اس طرح بیٹھنے والوں کو مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ کہا ہے۔

کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ سوال (۶) خارج نماز کے چلتے پھرتے کھڑے ہوئے بات کرتے وقت کوکھوں پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۶) داخل نماز میں تو بالبداہت ممنوع و ناجائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے صاف ظاہر ہے۔ رہا خارج نماز میں سو چونکہ یہ متکبرین کی عادت، خو، خصلت ہے و نیز جس وقت سلطان لعین آسمانوں سے بجانب زمین راندا گیا تھا تو وہ کوکھوں پر ہی ہاتھ رکھ کر اترا تھا لہٰذا فعل شیطان ٹھیرا۔ و نیز جس وقت روز محشر میں دوزخی آرام لینا چاہیں گے تو کوکھوں پر ہی ہاتھ رکھ کر استراحت حاصل کریں گے۔ لہٰذا مسلمانوں کو کیا ضرورت کہ خواہ مخواہ اپنے اندر بغیر عذر کے کوکھوں پر ہاتھ رکھ کے بُرے لوگوں کی خصلت پیدا کریں ؏ مسلماں را ازیں خصلت قبیحہ باید گریز۔ ان تین وجوہ مذکورہ کی وجہ سے خارج نماز میں بھی معیوب ہے۔

نماز میں آستین چڑھانا۔ سوال (۷) نماز میں آستین چڑھائے رکھنا کیسا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۷) نامشروع ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ (مفتی مدرسہ دار الکتاب و السنۃ)

میلاد مروجہ۔ سوال (۸) فی زماننا جو ایک رواج عام مسلمانوں میں ترقی کر رہا ہے باقاعدہ مجلس میں غزلیات آپ کی ولادت میں باواز بلند پڑھی جاتی ہیں بعد ازاں شیرینی بھی تقسیم کی جاتی ہے آیا اس کا شریعت محمدیہ میں کہیں پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اور لوگ اس کو کار خیر سمجھ کر رونق دیتے ہیں یہ فعل سنت ہے یا بدعت ہے؟ (سائل عبد الحکیم از بجنور)

جواب (۸) شریعت محمدیہ میں فی زماننا بہیئت کذائیہ جو مجالس میلاد منعقد کی جاتی ہیں ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں قطعاً مفقود اور لاپتہ ہے بلکہ ایسی مجلسیں شریعت محمدیہ میں موسوم بمجالس شرکیہ و بدعیہ ہیں اور ایسی مجلسوں میں اشعار و غزلیات وغیرہ پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ ملاحظہ ہو ہدایہ۔ الغرض یہ فعل بدعت ہے اس میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا۔ یا اس میں داخل ہو کر رونق افزائی کرنا بالکل ممنوع ہے۔ اگر مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو رسالہ صحیفہ اہلحدیث بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ ملاحظہ ہو۔

عورتوں کا حلقہ باندھ کر اللہ اللہ کرنا۔ سوال (۹) اکثر عورتیں جمع ہو کر ایک حلقہ بناتی ہیں اور رات کو باواز بلند اللہ اللہ کرتی ہیں یہ جائز ہے یا بدعت ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۹) ہیئت مذکورہ کے ساتھ اللہ اللہ کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت زمانہ خیر القرون میں مفقود ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ چند اشخاص حلقہ باندھ کر اللہ اللہ کر رہے ہیں تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فعل بدعت ہے۔ الحدیث۔ الغرض اسکے بدعت ہونے میں شک نہیں۔

ہزاری و لکھی روزہ۔ سوال (۱۰) اکثر عوام ہزاری و لکھی روزہ رکھتے ہیں اور اس کا رکھنا عین باعث نجات سمجھتے ہیں۔ شریعت محمدیہ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں۔؟ (سائل مذکور)

جواب (۸۰) ہزاری لکھی روزہ رکھنا عین باعث ضلالت و ناراضگی خدا اور رسول ہے شریعت محمدیہ میں اس کا کہیں ثبوت نہیں - ابن ماجہ میں حدیث ہے نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِ رَجَبَ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رجب کے روزوں سے منع کر دیا ہے -

شب برات میں نفل - سوال (۸۱) شب برات یعنی ۱۴ تاریخ شعبان کو اکثر عورتیں مرد نفلیات رات بھر پڑھتے اس کا ثبوت شریعت محمدیہ میں ہے یا نہیں ؟ (سائل مذکور)

جواب (۸۱) شب برات میں رات بھر نفلیات وغیرہ پڑھنا بدعت ہے اور اپنی جانب سے دین اکمل کے اندر زیادتی کرنی ہے - جو کہ شرعاً ممنوع ہے -

بدعت اور اس کا عذاب - سوال (۸۲) بدعت کسے کہتے ہیں ؟ اور جو کام بدعت کے کرے اس کا کس قدر گناہ اور کس عذاب کا وہ مستحق ہے ؟ (سائل مذکور)

جواب (۸۲) بدعت ان ہی جملہ امور مذکورہ کو کہتے ہیں - بدعت کی تعریف خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جو کہ فی الحقیقت جامع ہے - آپ نے فرمایا کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ یعنی جو بھی نیا کام دین کے اندر بہ نیت ثواب کے کیا جائے خواہ محفل میلاد ہو خواہ رات بھر نفلیات پڑھتے ہوں - خواہ شب برات کا حلوہ ہو خواہ ہزاری لکھی روزہ ہو - خواہ پیران پیر کی گیارھویں ہو - علیٰ ہذا القیاس یہ جملہ افعال بدعت ہیں نیز مشکوٰۃ شریف جلد اول میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رفعاً مروی ہے کہ جو فعل شریعت محمدیہ کاملہ میں نو ایجاد کیا جائے وہ مردود و نامقبول و بدعت ہے اور بدعتی شخص کا نہ نماز روزہ قبول ہے نہ نوافل نہ فرائض بلکہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے - اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہَا کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ

ترک نماز جمعہ کا کفارہ - سوال (۸۳) ایک شخص سے ایک جمعہ جماعت کی غیر حاضری ہو گئی بسبب نہانے دھونے کپڑے وغیرہ کے اور نہ اذان کی آواز سنی جاتی تھی اس جگہ جہاں مذکور بالا کام میں مشغول تھا لہذا اپنے وقت کے اندازے سے بہت کچھ دوڑا بھاگا - جمعہ نہیں آیا ہاتھ - اب شریعت محمدیہ اس شخص کے حق میں کیا حکم عنایت کرتی ہے - ؟

جواب (۸۳) وسعت ہو تو تین روپے (سے ۳ ر) ورنہ ڈیڑھ روپیہ (۱ ۸ عہ ر) کفارہ دے -

حالت حیض میں جماع کا کفارہ - سوال (۸۴) ایک شخص اپنی بیوی کے پاس حالت حیض میں چلا گیا صحبت کر لی - وہاں سے نہ زوجہ کو معلوم کہ حیض آرہا ہے اور نہ خاوند کو معلوم یعنی مثل رات کے وقت کے - اب اس شخص کو شریعت کیا حکم دیتی ہے - جرمانہ کا مستحق ہے یا رہائی دیتی ہے ہر دونوں مسئلوں میں اور اگر جرمانہ کا مستحق ہے تو کیا دینا آتا ہے اور کس کو دینا چاہیئے - ؟

جواب (۸۴) شروع ایام حیض میں جماع کیا ہے تو تین روپیہ (سے ۳ ر) ورنہ ڈیڑھ روپیہ (۱ ۸ عہ ر) جرمانہ ادا کرے - جس کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اسی کو یہ جرمانہ دے -

قرض کی زکوٰۃ - سوال (۸۵) ایک شخص کا روپیہ نصاب ایسی جگہ پر قرض دیا ہوا ہے - رہن گرد کی صورت پر نہ کہ چیز پر قبضہ ہے اور نہ ان روپیوں میں کوئی ترقی کی صورت ہے - نہ وصولی کی کوئی امید غالب آتی ہے - اب ایسی صورت میں روپیہ والے پر زکوٰۃ ہے کہ نہیں بصرف رہن کی تحریر تو کرالی ہے - حاکم وقت کے قانون کے کاغذ پر قرض دار بھی ہے -

جواب (۸۵) وصولی کی امید ہے تو زکوٰۃ ادا کرے ورنہ جب کبھی وصول ہو اگلا پچھلا سب حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرے

زکوٰۃ خود ادا کرنے کا حکم - سوال (۸۶) زکوٰۃ کے متعلق اللہ اور اس کے رسول نے کیا حکم دیا ہے کس طرح ادا کرنی چاہیئے

اکثر لوگ زکوٰۃ کو اور صدقۃ الفطر کو اپنے ہاتھ سے مصارف کو تقسیم کرتے ہیں اور مصارف بھی جو خدا اور رسول نے نہیں بتائے ان کو دیا جاتا ہے جیسے ہمیشہ گھر کے مانگنے والے سوالی ایسوں کو دیتے ہیں۔ دو آنے کسی کو چار آنے کسی کو روپیہ اس طرح سے کر کے تقسیم کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کی یہ زکوٰۃ و صدقۃ الفطر عند اللہ مقبول ہوئے کہ نہیں۔ قرآن و حدیث سے بدلیل جواب دو۔

جواب (۸۶) زکوٰۃ۔ صدقۃ الفطر امام یا اس کے نائب کے حوالے کرنا چاہئے۔

زکوٰۃ امام یا اس کا نائب تقسیم کرے۔ سوال (۸۷) یہ جو اللہ پاک نے پارہ دس کے چودھویں رکوع میں فرمایا ہے کس کو فرمایا ہے یعنی اللہ کی طرف سے یہ فرض کس پر ہے۔ حاکم پر فرض ہے یا امام وقت پر۔ یا ہر زکوٰۃ دینے والے پر۔ زید کہتا ہے زکوٰۃ دینے والے پر۔ عمرو کہتا ہے زید جھوٹا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود تقسیم کیا کرتے تھے۔ جیسے اس آیت سے پہلے تیرھویں رکوع میں اللہ پاک فرماتا ہے اپنے نبی سے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود تقسیم کیا کرتے تھے اسی طرح امام وقت حاکم اسلام اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرے۔ اپنے ہاتھ سے تقسیم کرے یا اپنے ماتحت کے امیر کو حکم کر کے تقسیم کرائے۔ جیسے مشکوٰۃ میں ہے۔ معاذ کو فرمایا یمن کو رخصت کرتے وقت خُذْ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ اب ان میں زید کی دلیل ٹھیک ہے یا عمرو کی۔ یعنی زید حق پر ہے یا عمرو۔ جواب موافق قرآن و حدیث کے عنایت ہو۔ اللہ پاک جزا دے گا۔

جواب (۸۷) عمرو حق پر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود زکوٰۃ تقسیم کیا کرتے تھے۔ امام نائب رسول ہے لہذا امام تقسیم کرے گا۔ یا اس کی اجازت سے تقسیم کی جائے گی۔

اُستاد وغیرہ کے لئے قیام تعظیمی۔ سوال (۸۸) اکثر مدرسوں و اسکول و عدالت وغیرہ میں متعلم واسطے ادب معلم و افسر وغیرہ کے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ادباً و تعظیماً قیام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اور جو لوگ یہ فعل کرتے ہیں ان کے ساتھ سلام و مصافحہ اکل و شرب ترک کرنا کیسا ہے۔ (سائل خریدار صحیفہ ۷۵)

جواب (۸۸) کسی کے لئے ادباً و تعظیماً قیام کرنا سوائے ذات باری تعالیٰ کے شرک ہے۔ کیونکہ یہ خاصۂ خدا ہے۔ وہ فرماتا ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ یعنی اللہ تعالےٰ ہی کے لئے باادب کھڑے ہوا کرو۔" اس معنی کو مدنظر رکھ کر آپ نے اپنے اصحاب کو قیام کرنے سے منع فرمایا کہ جیسے بے دین لوگ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے تم نہ کھڑے ہوا کرو۔ (ترمذی) بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میری تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنمی ہے۔ (ابو داؤد) غرض کہ یہ فعل ممنوع ہے اس کے مرتکبین کے ساتھ سلام مصافحہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں تاوقتیکہ وہ تائب نہ ہوں۔ (مفتی)

شوہر کو بھائی کہنا۔ سوال (۸۹) ایک عورت نے اپنے خاوند سے یوں کہا کہ جیسے میرا بھائی ویسے تم۔ لیکن یہ لفظ قصداً نہیں کہا بلکہ غلطی سے زبان سے نکل گیا۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟ (سائل محمد اسحاق)

جواب (۸۹) غلطی اور بھول چوک سے کہا ہے تو کچھ حرج نہیں۔ نہ کفارہ ہے اور نہ نکاح ٹوٹا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے کہا تھا کہ تو میری بہن ہے تو آپ کا نکاح نہ ٹوٹا۔

خیار بلوغ لڑکی کو حاصل ہے۔ سوال (۹۰) ایک لڑکی ہوشیار نابالغہ کا نکاح اس کے والد نے بغیر عذر شرعی کے ایک بڑی عمر والے شخص سے کر دیا۔ لیکن اب لڑکی اس سے سخت نفرت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں کنوئیں میں گر کر

مرجاؤں گی۔ آیا وہ لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے یا نہیں؟ (سائل محمد اسمٰعیل)

جواب (۹۰) لڑکی اپنے والدین کے نکاح کئے ہوئے کو جو اس کی بلا اذن شرعی کے کیا گیا تھا شرعاً فسخ کرسکتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکی آئی اور کہا کہ میرے والد نے میرا نکاح کر دیا ہے مگر میں اس سے راضی نہیں۔ فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیدیا۔ اسی طرح اب بھی وہ لڑکی مختار ہے خواہ اس نکاح کو قائم رکھے خواہ فسخ کردے۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ فَرَدَّ نِكَاحَ أَبِيهَا۔

تقسیم میراث۔ سوال (۹۱) ہندہ کا انتقال ہوگیا اور ہندہ نے ایک خاوند اور ایک لڑکا اور والدین والدین چھوڑے۔ ہندہ کا ترکہ بموجب شرع کس طرح تقسیم ہوگا۔ (سائل عبدالکریم از دہلی)

جواب (۹۱) ہندہ کا ترکہ چوبیس حصوں پر منقسم ہوکر بدلیل آیت قرآنی و فیصلہ آسمانی وَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ و ايضا وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ کے خاوند کو چوتھائی یعنی چوبیس حصوں میں سے ۶ حصے اور والدین میں سے ہر واحد کے لئے سُدُس یعنی چار چار حصے اور مابقی یعنی دس حصے لڑکے کو ملیں گے۔

میت مسئلہ ۲۴

زوج	اب	ام	ابن
۶	۴	۴	۱۰

عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا۔ سوال (۹۲) عورتوں کو خط و کتابت کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

(سائل ٹھیکیدار محمد صادق ضلع ڈیرہ ڈون)

جواب (۹۲) جائز ہے۔ (کتب حدیث) بشرطیکہ نیت فاسد نہ ہو۔ كَمَا هُوَ لَيْسَ بِمَخْفِيٍّ عَلَى مَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ نیز امام بخاری کا فتویٰ بھی جواز پر ہے كَمَا بَوَّبَ فِي الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ (مفتی)

تین طلاقیں اور رجعت۔ سوال (۹۳) درمیان زید اور ہندہ کے کچھ تکرار ہوگئی۔ زید نے مجلس واحدہ میں ہندہ کو تین طلاقیں دیدیں۔ بعدہ دونوں رضامند ہوگئے۔ چاہتے ہیں کہ رجوع کرلیں۔ اس میں شریعت کیا فیصلہ دیتی ہے۔ (سائل عبدالکریم از دہلی)

جواب (۹۳) زید ہندہ سے عندالشرع بخوشی رجوع کرسکتا ہے۔ رجوع کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہندہ خارج از عدت ہوگئی ہو۔ ثانی یہ کہ داخل در عدت ہو۔ در صورت اول تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔ اور در صورت ثانی عدم تجدید نکاح رجوع ہوسکتا ہے۔ شقین میں سے جونسی شق حسب حال ہو عمل میں لائی جائے۔ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ الآية

زوجۂ مفقود الخبر۔ سوال (۹۴) بکر اپنی منکوحہ سے ناراض ہوکر بلا اطلاع و بلا طلاق دیئے مفقود الخبر ہوگیا چونکہ مسماۃ نوجوان اور لاولد عورت ہے اور اس کے خاوند کی مفقود الخبری کو عرصہ زائد دو سال ہوگیا تو کیا مسماۃ مذکورہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟ (سائل نصیرالدین)

جواب (۹۴) نزد شرع محمدی کرسکتی ہے۔ کیونکہ شریعت میں مفقود الخبر والی عورت کے لئے ایک سال کی مدت مقرر ہے۔ بعد انتظار کرنے ایک سال کے وہ دوسری جگہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے بشرطیکہ وہ عورت بوجہ جوانی و نان و نفقہ کے تنگ اور مجبور ہو۔ و الا چار سال تک انتظار کرے جیسا کہ عمر فاروق کا فتویٰ اس پر دال ہے۔ یہ نہیں کہ نوے برس تک بیٹھی رہے اور پھر قبر میں جاکر نکاح کرے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ هٰذَا

المذہب السّردِیّ -

ماتا کی منّت - سوال (۹۵) ماتا کی منّت کا بکرا خرید کر قربانی و عقیقہ وغیرہ کرنا درست ہے یا نہیں
(سائل محمد عمر کیتھلوی)

جواب (۹۵) نہیں، ہرگز نہیں۔ ماتا کی منت کا ہو یا مزار خانقاہوں ولیوں بزرگوں کی منت و چڑھاوے کا ہو سب وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل اور حرام ہے۔

قربانی کا جانور گم ہو جائے تو - سوال (۹۶) بکرا یا گائے قربانی کے لئے خریدی اور وہ جانور کھو گیا یا مر گیا تو کیا کرنا چاہیئے۔ بکرے کے عوض بکرا خریدے یا گائے میں حصہ ڈالے یا قربانی ہو گئی (سائل مذکور بالا)

جواب (۹۶) قربانی ہو گئی۔ اس کے عوض بکرا وغیرہ خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں مزید ثواب کے لئے کرے تو کوئی حرج بھی نہیں۔

رخصت کے وقت مصافحہ کرنا - سوال (۹۷) وقت رخصت کے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب (۹۷) ویسا ہی ہے جیسے کہ وقت آنے کے ہے۔ (مفتی ابو محمد عبد الستار)

استحقاقِ میراث - سوال (۹۸) مسمی زید کا انتقال ہو گیا۔ عمرو اور بکر دو لڑکے چھوڑے۔ عمرو باہر چلا گیا بکر نے اپنے باپ کا متروکہ مکان مبلغ چھ صد روپے کا فروخت کر دیا۔ اس مکان کے فروخت کرنے کے بعد مبلغ تین صد روپے کا اور خرید کیا اور باقی تین صد روپے اپنے خرچ میں صرف کیا۔ بکر کا بھی انتقال ہو گیا اور ایک لڑکا بکر کا موجود ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ مکان عمرو کا ہے یا بکر کے لڑکے کا؟
(سائل نا معلوم الاسم)

جواب (۹۸) زید کا متروکہ مال دونوں بیٹوں بکر و عمرو کے مابین نصفا نصفی تقسیم ہوگا۔ بکر اپنا حصہ تین صد روپے اپنے خرچ میں لایا۔ باقی مکان تین صد کا جو ہے اس کا بکر کے بیٹے کو اختیار ہے کہ اپنے چچا عمرو کو مکان دے خواہ تین صد روپے نقدا اپنے پاس سے دے اور مکان اپنے پاس رکھے۔ ہکذا حکم الکتاب والسنۃ

وصیت تہائی مال تک جائز ہے - سوال (۹۹) باپ نے اپنی کل جائداد کا چار ہزار روپیہ اندازہ لگا کر تین ہزار کی ملکیت اپنے تین بیٹوں کے نام کر دی اور ایک ہزار کی پوتوں کے لئے وصیت کر گیا۔ تو اس صورت میں پوتوں کا حصہ ملے گا یا نہیں؟ (خریدار صحیفہ ۲۱۲)

جواب (۹۹) پوتوں کو حسبِ وصیت دادا کے ایک ہزار کی جائیداد برابر ملے گی۔ متوفی کو ثلث مال تک وصیت کرنے کی شرعًا اجازت ہے۔

تقسیم جاہلیت - سوال (۱۰۰) تین بیٹے مذکور در سوال (۹۹) جو برائے نام مسلمان تھے باپ متوفی کی کل جائیداد جو تخمینًا چار ہزار کی تھی آپس میں تقسیم کر کے کھا گئے۔ اور حسب وصیت پوتوں کو (جو وہ بھی نام کے مسلمان تھے) حصہ نہ دیا۔ پھر ایک بھائی پکا سچا مسلمان بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ کا پابند ہو گیا۔ باقی دو بھائی اور ان کی اولاد ایسے ہی نام کے مسلمان رہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سچے مسلمان کے ذمہ اب بھی ان پوتوں کا حصہ ادا کرنا ہے۔ یا صرف باقی دو نام کے مسلمانوں سے پوتے حصہ لیں گے؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۰۰) بموجب فرمانِ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مَا کَانَ مِنْ مِیْرَاثٍ قُسِّمَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلٰی قِسْمَةِ الْجَاهِلِيَّةِ الخ کے پکے سچے مسلمان کو معاف اور باقی نام کے مسلمانوں سے پوتے حصہ لے سکتے ہیں
مفتی ابو محمد عبد الستار

تعاقب بر فتویٰ نمبر ۹۳ رسالہ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ

مکرمی معظمی مفتی مولوی عبد الستار صاحب السلام علیکم، صحیفہ بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ میں مسئلہ نمبر ۹۳ کا جواب نظر سے گزرا۔ جو کہ ماشاء اللہ ایک حد تک ٹھیک تھا۔ لیکن اگر زید نے طلاق ثلاثہ دینے کے وقت تینوں ہی کی نیت کی ہے تو وہ ہندہ مطلقہ بتہ ہوگئی کما جاء فی ابن ماجہ نظامی ص ۱۴۷ و نسائی مجتبائی ص ۱۰۱ جلد دوم۔ و ایضاً ترمذی ص ۱۵۲۔ غرض کہ اس کا انحصار شریعت نے نیت پر رکھا ہے۔ کما جاء فی الترمذی ص ۱۵۲ مجیدی کانپوری۔ پس اس حالت میں زید و ہندہ رجوع نہیں کر سکتے۔ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

نوٹ۔ میں نے آپ پر یہ اعتراضاً نہیں لکھا بلکہ المسلم مرآۃ المسلم کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں پس لَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ قَالَ وَانْظُرُوْا اِلٰى مَا قَالَ

آپ کا پرانا خادم عاجز محمود حسن از سارود۔

جواب الجواب

زید نے اگر طلاق ثلاثہ دینے کے وقت تین ہی کی نیت کی ہے تو ہندہ مطلقہ بتہ ہو جائے گی۔ لیکن میرے دوست مطلقہ ہو جانا امر دیگر ہے اور اس سے پھر رجوع کرنا امر آخر ہے۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی اب پہلے شوہر سے رجوع نہیں ہو سکتا یہ بالکل غلط ہے۔ اور خلاف قرآن و حدیث کے ہے۔ بلکہ از روئے شرع سابق خاوند کو قبل از انقضاء عدت برابر حق رجعت حاصل ہے۔ ہاں بعد انقضاء میعاد معینہ کے تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ پرچہ سابقہ بابت ماہ جمادی الاول میں مندرج ہے۔ کما جاء فی القرآن والحدیث۔ پس معلوم ہوا کہ مطلقہ ثلاثہ در مجلس واحدہ کی دو شقیں ہیں۔ شق اول پر وہی حدیث ابو رکانہ کی دال ہے۔ کما جاء فی صحیح ابی داؤد عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ طَلَّقَ اَبُوْ رُكَانَةَ اُمَّ رُكَانَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعِ امْرَاَتَكَ، فَقَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا قَالَ قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا (رواہ ابوداؤد) اور مسند احمد میں بایں الفاظ مروی ہے کہ طَلَّقَ اَبُوْ رُكَانَةَ امْرَاَتَهٗ فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثًا فَحَزِنَ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا وَاحِدَةٌ۔ نیز صحیح ابوداؤد میں یہ بھی الفاظ وارد ہیں کہ اِنَّ اَبَا رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ بِهَا اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

پس ان جمیع روایات کے جمع کرنے سے یہ امر بالتوضیح و بالتصریح ثابت ہو گیا کہ مطلقہ ثلاثہ در مجلس واحدہ (بتہ) کے شوہر کو قبل اختتام عدت حق رجعت حاصل ہے۔ اور حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی ڈگری دینا محض غلط ہے اگرچہ اس نے طلاق دیتے وقت تین ہی کی نیت کی ہو کیونکہ ابو رکانہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ڈگری دینے پر جتلایا کہ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا یعنی میں تو تینوں دے چکا۔ پس باوجود اس کے جتلانے کے آپ نے یہی فرمایا کہ تو رجوع کر لے کوئی حرج نہیں ہے۔ اور شق ثانی پر آیت قرآنی دال ہے۔ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ یعنی اے عورتوں کے ولی وارثو! اگر عورت بعد انقضاء عدت اپنے پہلے شوہر سے برضامندی طرفین رجوع کرنا چاہتی ہے تو تم اس کو نہ روکو بلکہ بخوشی رجوع کرنے دو۔ سنیئے سنیئے میرے دوست آپ تو اختتام عدت کے قبل ہی حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی مہر جڑ رہے تھے لیکن قرآن تو اختتام عدت کے بعد بھی ڈگری نہیں دیتا۔ بلکہ بخوشی سابق خاوند سے بتجدید نکاح رجوع کی اجازت دیتا ہے پس معلوم ہوا کہ اگر خاوند نے تین ہی طلاقیں بہ نیت تین کے دی ہیں اور وہ عورت مطلقہ بتہ ہو گئی تو بھی اس کے رنجیدہ ہونے پر شریعت رجوع کی اجازت دیتی ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا کا جملہ فَحَزِنَ عَلَيْهَا دلالت کر رہا ہے ہاں

قرآن وحدیث قانونِ محمدی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہٗ کی اس وقت ڈگری دیتا ہے کہ جب خاوند اپنی عورت کو طلاق سُنّی دے یعنی ہر مہینہ میں بعد طہر کے ایک ایک طلاق دے کر تین ماہ میں تینوں طلاقیں پوری کرے۔ تو اس وقت واقعی یہی فتویٰ ہے کہ بغیر کسی دوسرے خاوند کے نکاح کیے سابق خاوند سے رجوع نہیں کر سکتی۔ چنانچہ فرمایا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَہٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَکِ ونیز اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ وغیرہ آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ اسی پر دال ہیں۔ اگر آپ کے خیال کو تسلیم کر لیا جائے تو بڑی مشکل ہوگی تمام طلاق رجعی دینے والے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ ونیز نعوذ باللہ آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ بیکار و معطل سمجھی جاویں گی۔ اور طلاقِ رجعی کا مسئلہ بالکل مفقود ہو جائے گا۔ نیز آپ کے جملہ حوالہ جات پیش کردہ آپ کے دعوے کے بالکل خلاف ہیں۔ اور نہ ہی آپ کے دعوے کا ان میں ذکر ہے۔ نہ معلوم آپ نے کیا سوچ کر حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ ہاں البتہ ترمذی کانپوری کا حوالہ جس میں نیت پر منحصر ہونے کا ذکر ہے تو وہ بعض کوفیوں لا یوفیوں کا قول ہے ورنہ اگر آپ اسی ترمذی میں اسی ورق اسی صفحہ پر اس باب کو ملاحظہ فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے امام ترمذی کے باب منعقدہ پر توجہ نہ کرتے ہوئے کوفیوں کے قول کی جانب میل کیا۔ امام ترمذی بایں الفاظ باب منعقد کر کے باب مَا جَاءَ فِی الرَّجُلِ طَلَّقَ امْرَأَتَہُ الْبَتَّۃَ وہی ابو رکانہ والی حدیث لائے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ بتہ کے واسطے یہ حکم ہرگز نہیں کہ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ یعنی بغیر کسی دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کیے اپنے پہلے خاوند سے رجوع نہیں کر سکتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ ہو جانا علٰحدہ مسئلہ ہے اور پھر اس سے رجوع کرنا یہ علٰحدہ مسئلہ ہے۔

نوٹ۔ لہٰذا میں بھی آپ کو اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ تحریر کرتا ہوں کہ اگر آپ کی سمجھ میں یہ مسئلہ آگیا تو مطلع فرمائیں اور اگر اس کے خلاف کوئی دلیل ہو تو پیش کریں بعدہٗ انشاء اللہ کافی و شافی جواب دیا جائے گا وَاِنْ عُدْتُّمْ فَلَدَیَّ مَزِیْدٌ، فقط ھٰذَا مَا عِنْدِیْ

پابندِ شرع کا نکاح تارکِ صوم و صلوٰۃ سے۔ سوال (۱۰۱) ایک شخص مسمی زید کی ایک لڑکی مسماۃ ہندہ جس کی عمر تخمیناً پندرہ سال کی ہے اس کے والد نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بنام زید کر دیا لیکن اس نکاح میں ہندہ کی خوشی رضا نہ تھی کیونکہ ہندہ پکی اہلحدیث اور پابندِ شریعت ہے۔ اور زید پابندِ شریعت نہیں بلکہ ایک صرف نام کا حنفی المذہب نماز روزہ کا بالکل تارک ہے۔ اور ہندہ اپنے والدین کے ہاں ہے۔ زید کے گھر جانے سے بالکل انکار کرتی ہے اور زید اس کو طلاق بھی نہیں دیتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ بغیر طلاق کسی اہلِ شریعت مسلمان کے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ (ایم عبدالعزیز گجراتی)

جواب (۱۰۱) عند الشرع ہندہ زید سے نکاح فسخ کر کے کسی دوسرے شخص موحد متبع سنت صوم صلوٰۃ کے پابند اہلحدیث سے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ ہندہ کا شوہر مسمی زید بوجہ ترک صوم و صلوٰۃ کے کافر مشرک ہے اور کافر شخص و موحدہ مسلمہ عورت کا نکاح ہرگز نہیں رہ سکتا لقولہٖ تعالیٰ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ علاوہ ازیں اور وجہ سے بھی ہندہ کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَاھِرِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ۔

زوجہ کا شوہر سے خائف ہونا۔ سوال (۱۰۲) ہندہ کا نکاح بزمانہ نابالغی بعمر ۷ سال ہمراہ زید ہوا تھا۔ اور اسی وقت ہمشیرہ کلاں کا نکاح ہمراہ برادر کلاں زید ہوا تھا اور وہ وداع بھی ہو گئی تھی اور ہندہ اس وقت تک وداع نہیں ہوئی۔ لیکن برادر زید نے ہمشیرہ ہندہ کو مبلغ دو صد روپیہ لے کر کسی غیر شخص کے حوالہ کر دیا جس سے ہندہ اب بالغ ہونے پر اپنی ہمشیرہ کے واقعہ کی وجہ سے بہت خائف ہے اور اپنے شوہر کے گھر ہرگز جانا نہیں چاہتی

اور اس کے والدین اگر وداع کرنا چاہتے بھی ہیں تو ہندہ کہتی ہے میں عیسائی ہو جاؤں گی مگر زید کے گھر ہرگز نہ جاؤں گی اب عرض یہ ہے کہ شرعاً ہندہ زید کے نکاح میں ہے یا نہیں ؟ (سائل مذکور)

جواب ۱۰۲ انکاح میں تو ضرور ہے لیکن اگر ہندہ زید کی بردہ فروشی سے خائف ہے۔ تو والدین ہندہ کو چاہیئے کہ زید سے امام وقت یا اپنی برادری کے چوہدری وغیرہ کی ذمہ داری پر پختگی کریں اور دو چار آدمی معتمر و معتبر باہم کو بیچ میں ڈال کر ہندہ کو وداع کر دیں اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا ورنہ ہندہ کو عیسائی ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اس کے لئے فیصلہ محمدی کافی ووافی ہے وَھُوَ ہٰذَا ہندہ مختار ہے چاہے اس نکاح کو قائم رکھے چاہے فسخ کرا کر دیگر کسی موحد متبع سنت سے اپنا عقد کر لے۔ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وغیرہ بعمومہا بر مقدمہ ہندہ شاہد اور دال ہیں۔ (مفتی) ابومحمد عبدالستار مہاجری عفی عنہ

متعدد بیویوں میں عدل و مساوات۔ سوال ۱۰۳ ازید کی تین منکوحہ ہیں ان منکوحہ ثلاثہ سے زید کا وہ برتاؤ نہیں جو زید پر شوہر ہونے کی وجہ سے شرعاً عائد ہوتا ہے۔ یعنی باری وغیرہ کچھ مقرر نہیں کر رکھی حتیٰ کہ بعض سے تو ہمیشہ ہمبستر ہوتا ہے اور بعض سے ذرا کم اور تیسری سے بالکل ہی نہیں۔ بایں ہمہ زید کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اپنی منکوحہ سے صحبت کرنے کا کوئی شخص مکلف نہیں۔ بلکہ اس امر میں شوہر مختار ہے اگر وہ چاہے تو یہ کام کرے ورنہ نہیں۔ اور زید کے اپنے خیال کی بموجب آیت اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ۔ میں جو قیام بحدود اللہ کی تاکید کی گئی ہے اس میں خورد و نوش ہی داخل ہے دیگر حقوق زوجیت صحبت وغیرہ نہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید اپنے اس قول و فعل مذکورہ میں حق بجانب ہے یا غلطی پر ؟

جواب ۱۰۳ اصورت مسئولہ بالا میں واضح باد کہ زید غلطی پر ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا پس حق زوجیت میں ہمبستر ہونا بھی داخل بلا ریب ہے اگر واقعی زید نے اپنی منکوحہ کی رضامندی سے باری نہیں مقرر نہیں کی ہوئی ہے تو وہ عند الشرع بڑا ظالم ہے اسی واسطے رب العزت نے فرمایا ہے کہ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً ہاں اگر سودہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی طرح بخوشی باری مقرر نہیں کی تو کوئی قباحت مقرر نہیں کی تو کوئی قباحت نہیں۔ غرض کہ ان جملہ امور میں شوہر مکلّف ہے۔ ایک سے مجامعت کرنا اور ایک سے نہ کرنا سخت عیب اور عین ظلم ہے۔ ہاں ہاں اگر جماع کو حق زوجیت اپنے اوپر سمجھتے ہوئے ایک کی باری میں طبیعت چاہتی اور دوسری کی باری میں بعض وقت طبیعت نہیں چاہتی اور انتشار نہیں ہوتا تو دریں صورت شوہر پر عند اللہ کوئی مواخذہ نہیں۔ لقولہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا لَآ اَمْلِکُ الحدیث۔

خطبہ کی اذان۔ سوال ۱۰۴ اجمعہ کے روز امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد جو اذان دی جاتی ہے وہ خارج مسجد دینی چاہیئے یا نہیں ؟ (سائل مذکور)

جواب ۱۰۴ انہیں، خارج مسجد تو وہ اذان بروقت ضرورت دینی چاہیئے جو امام کے آنے کے قبل لوگوں کی آگاہی کے واسطے پہاڑی زوراپر عہد خلافت عثمانیہ میں دی جاتی تھی۔ یہ اذان مسجد کے اندر دینی جائز نہیں ہاں جو اذان امام کے آنے کے بعد دی جاتی ہے وہ امام کے سامنے کھڑے ہو کر دینی چاہیئے۔ کذا فی کتب الحدیث

(مفتی ابومحمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری)

بیوہ کا نکاح ثانی اور اس کی میراث۔ سوال (۱۰۵) میرا خاوند مسمی عیسیٰ فوت ہوگیا اس نے دو لڑکے اور ایک لڑکی جو میرے پیٹ سے ہیں چھوڑے اس کا کل ترکہ ۱۶۰ بھیڑ اور ۱۰۳۹ روپے ہیں اور ہماری قوم میں نہ تو بیوہ کا دوسرا نکاح کرتے ہیں اور نہ اس کو ورثہ دیتے ہیں بلکہ اگر کوئی بیوہ عورت دوسرا نکاح کر بھی لے تو اس سے سات سو روپے جرمانہ لیتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور کل ترکہ مذکور کس طرح تقسیم کیا جائے۔ (مسماۃ نوراں قوم اوڈ ساکنہ فاضلکا)

جواب (۱۰۵) بیوہ عورت کا دوسرا نکاح نہ کرنا اور اس کو ورثہ نہ دینا رسمِ جاہلیت ہے شرعاً وہ ورثہ اور نکاح ثانی کی مستحق ہے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات بیوہ تھیں۔ نکاح ثانی پر جرمانہ لینے والے لوگ عنداللہ سخت مجرم ہیں ان کو اپنے فعل سے تائب ہونا چاہیئے۔ سائلہ مذکورہ کا حق اس کے خاوند کے ترکہ میں آٹھواں حصہ ہے۔ اور بموجب آیت لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ لڑکی سے دوگنا لڑکے کو دیا جائے۔

نماز میں ایک سلام۔ سوال (۱۰۶) کیا شرعاً مصلّی کے لئے ایک سلام پھیرنا جائز ہے۔؟ اگر ہے تو اس کے عامل کو فسادی کہنا کیسا ہے؟ اور اگر نہیں تو ایک سلام پھیرنے والے کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (رحیم بخش۔ کوٹ سندا سنگھ لاہور)

جواب (۱۰۶) جائز کیا بلکہ سنّت ہے۔ جو شخص اس کے عامل کو فسادی وغیرہ کہے وہ خود فسادی ہے اس مسئلہ کے متعلق ہمارے دفتر میں ایک مستقل رسالہ المعروف بہ "ایک سلام پھیرنے کا رسالہ" موجود ہے۔ اگر مدلّل اور مکمل تحقیق منظور ہو رسالہ مذکور ملاحظہ ہو۔

مفتی ابو محمد عبدالستار المہاجری

گائے میں عقیقہ۔ سوال (۱۰۷) ایک گائے میں بمطابق قربانی کے سات حصے مقرر کر کے تین حصے تین لڑکوں کی طرف سے اور ایک حصہ ایک لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مولوی محمد موسیٰ مالدھی)

جواب (۱۰۷) اس کے متعلق کوئی صریح نصّ فعلی یا قولی تو کتاب و سنت میں معلوم نہیں ہوتی۔ مگر ہاں بلحاظ حدیث اَلدِّيْنُ يُسْرٌ و آیت مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ الآیۃ کے برابر جائز درست ہے جیسا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حمار کے متعلق آیت وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ الآیۃ کے عموم سے استدلال کیا تھا۔

نقد میں کم اور اُدھار میں زیادہ۔ سوال (۱۰۸) جو غلہ آج کل بازار میں چار روپیہ من بکتا ہے وہی غلہ اُدھار روپیہ وصول کرنے کی تاریخ مقرر کر کے زید چھ روپیہ من فروخت کرتا ہے۔ بعض النّاس زید کو سود خوار حرام خور ملعون اور اس بیع کے جائز بتلانے والے کو رشوت خور دنیا دار تن پرور بتلاتے ہیں۔ اب آیا یہ بیع جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس بائع کو حرام خور وغیرہ اور اس کے جواز کے قائل کو تن پرور کہنے والا کیسا ہے۔ بینوا توجروا (سائل مذکور)

جواب (۱۰۸) برابر جائز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ایک بیع سے دو بیعوں میں منع فرمایا ہے وہ نہی اُس وقت ہے جب کہ بیع مہمل و مجمل ہو۔ اور بائع مشتری کے درمیان ایک بات نقد یا اُدھار کی مقرر نہ ہو اور اگر ایک بات طے ہو جائے۔ مثلاً بائع نے کہا کہ میں فلاں چیز نقد دو روپے کی اور اُدھار چار روپے کی فروخت کرتا ہوں اور مشتری نے وہ چیز چار روپیہ کی اُدھار کی شرط پر لے لی تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اگر کوئی شخص صرف اسی وجہ سے بائع یا دیگر کسی کو سود خوار اور رشوت خوار وغیرہ وغیرہ کہے تو یہ اس کی سخت غلطی اور کتاب و سنت سے ناواقفی اور جہالت ہے۔ اس کو چاہیئے کہ توبہ کرے اور کلمات اپنے واپس لے۔ جامع ترمذی میں ہے اِذَا فَارَقَهٗ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا بَاْسَ اِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔

حررہ العاجز ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار

الجواب - اُدھار اور نقد میں کم و بیش خرچ جائز ہے - ممانعت کی وجہ سود بتلائی جاتی ہے - مگر یہ سود نہیں کیونکہ گندم کا نرخ کم و بیش ہوتا رہتا ہے اس لئے پتہ نہیں کہ آئندہ فائدہ کس کو ہوگا اور نقصان کس کو - تفصیل کے لئے نیل الاوطار جلد ۴ کتاب البیوع دیکھیئے۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی ۱۱۹)

الجواب - دونوں طرح جائز ہے بشرطیکہ تعیین نقد و ادھار کی ہوجائے - مبہم نہ رہے۔ (ترمذی شریف)

ابو محمد عبدالجبار سلفی بقلم خود کھنڈیلوی شیخ الحدیث اوکاڑہ - ۲۳ اگست ۱۹۵۸ء

الجواب - زیادتی ثمن میں تاجیل فی الثمن کے جائز ہے اس لیے کہ اجل حکم میں بیع کے ہے قَالَ صَاحِبُ الْہِدَایَۃِ لِاَنَّ لِلْاَجَلِ شَبْہًا بِالْمَبِیْعِ اَلَا یُرٰی اَنَّہٗ یُزَادُ فِی الثَّمَنِ لِاَجْلِ الْاَجَلِ جلد ثالث صفحہ ۵۸ فقط

محمد عبدالحنان عفی عنہ مدرس مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ - اوکاڑہ -

قرآنی آیات سے گنڈا بنانا - سوال (۱۰۹) قرآن شریف کی آیات پڑھ کر دھاگے میں دم کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو حدیث مَنْ عَقَدَ فَقَدْ سَحَرَ اَوْ کَمَا قَالَ کا کیا مطلب ہے ؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۰۹) جو لوگ دھاگوں میں گرہ دے دے کر پڑھتے اور ٹوٹکے کرتے ہیں ان کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے ایسے کاموں سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے - قرآنی آیات کو بھی اسی طرح استعمال کرنا چاہیئے جس طرح سلف سے منقول ہے وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ فقط

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری

رکوع وغیرہ - سوال (۱۱۰) اگر کوئی شخص مثلاً مولوی، جماعت کراتا ہو اور رکوع سجود قومہ جلسہ وغیرہ شریعت کے خلاف کرتا ہو یعنی رکوع وسجود کو موافق شریعت باطمینان دیر لگا کر نہ ادا کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں

سائل (مولوی) گل محمد (صاحب) از ابو ہڑ منڈی -

جواب (۱۱۰) ایسے شخص کے پیچھے عنداللہ و عندالرسول ہرگز نماز نہیں ہوتی جو رکوع و سجود وغیرہ ارکان نماز کو شریعت کے مطابق نہ ادا کرتا ہو۔ اصطلاحِ شرعیہ میں رکوع صرف انحنار (جھکنے) کو نہیں کہتے تاوقتیکہ باطمینان کمر کو توڑ کر ہموار کر کے رکوع نہ ادا کرے کما یدل علیہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا وایضاً لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ لَا یُقِیْمُ فِیْہَا صُلْبَہٗ اَلْحَدِیْث اَوْ کَمَا قَالَ فقط

نکاح کس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے - سوال (۱۱۱) عنداللہ عندالرسول نکاح کس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے - (سائل مذکور)

جواب (۱۱۱) عورت موحدہ مسلمہ صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو اور خاوند مشرک بدعتی - مولود پرست - گیارہویں پرست - تعزیہ پرست وغیرہ وغیرہ یا تارکِ صوم و صلوٰۃ ہو وغیرہ وغیرہ یا اس کے برعکس بس نکاح ٹوٹ گیا۔ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّہُمْ وَلَا ہُمْ یَحِلُّوْنَ لَہُنَّ الآیۃ

شوہر کی بے رخی - سوال (۱۱۲) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کر دیا - کئی برس اس کے گھر رہی ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی - اب اس شخص نے دوسری جگہ نکاح کر لیا - عرصہ تخمیناً دو سال کا ہو گیا کہ پہلی بیوی مع لڑکی کے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھی ہے - اس کو نہ بساتا ہے - نہ روٹی کپڑا دیتا ہے - بلکہ تک بھی کبھی نہیں دکھایا اور جو زیور وغیرہ پارچہ جات والدین کے دیئے ہوئے تھے سب چیز اپنے قبضہ میں کر لی ہے - اب آیا لڑکی مذکورہ نکاح ثانی کرے یا کیا کرے ؟

(خدا بخش امام جامع مسجد بھاولپور)

جواب (۱۱۳) اگر واقعی لڑکی مذکورہ اپنے خاوند کے گھر بسنے کے لئے تیار ہے اس کی جانب سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اور خاوند نہ بساتا ہے نہ نان و نفقہ دیتا ہے۔ تو یہ صریح ظلم ہے شریعت میں ہے کہ اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ اِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ الآیۃ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی صورت میں عورت مختار ہے مسلمانوں کے چوہدری یا امام وقت کے پاس جاکر اپنا عقد اول فسخ کرکے عقد ثانی کرسکتی ہے۔ فقط

مفتی ابو محمد عبدالستار المہاجری جعلہ اللہ خادم الشریعۃ المحمدیہ آمین

ٹیک لگاکر سونا۔ سوال (۱۱۳) اگر کسی شخص کو وضو کرکے دیوار وغیرہ سے ٹیک لگاکر نیند آجائے تو اس کا وضو ٹوٹا یا رہا؟

سائل محمد عمر از جودھپور

جواب (۱۱۳) ٹیکا لگاکر وضو ٹوٹنے کی کوئی صریح دلیل نہیں۔ لیٹ کر سونے سے وضو کا ٹوٹنا حدیث سے ثابت ہے۔

نمازی کے کتنے آگے سے گزر سکتا ہے؟ سوال (۱۱۴) مصلی کے آگے سے گذرنے والا کتنی دور سے گزر سکتا ہے؟

(سائل مذکور)

جواب (۱۱۴) اگر مصلی کے آگے سترہ ہے تب تو سترہ کے پرے سے اور اگر سترہ نہیں تو بقدر پھینکنے ایک کنکری کے گذر سکتا ہے۔ (ابوداؤد)

مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری

مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز قصر۔ سوال (۱۱۵) مقیم کے پیچھے مسافر نماز قصر کرسکتا ہے یا نہیں؟

سائل یکے از خریدار صحیفہ اہلحدیث جودھپوری

جواب (۱۱۵) نہیں، کیونکہ اس وقت اس پر امام کی متابعت فرض ہے۔ (مشکوٰۃ)

دنبہ کی پشت پر اون کی خریداری۔ سوال (۱۱۶) بھیڑوں دنبوں کی پشت پر اون بغیر کترے فروخت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

(مولوی ابو عبدالرحمٰن صاحب امیر فاضلکا)

جواب (۱۱۶) ہرگز جائز نہیں۔ عدالتِ نبویہ سے حکم امتناعی آچکا ہے وَلَا يُبَاعُ صُوْفٌ عَلٰى ظَهْرٍ وَلَا لَبَنٌ فِيْ ضَرْعٍ تھنوں میں بھرا ہوا دودھ بھی فروخت کرنا منع ہے تاوقتیکہ نکالا نہ جائے (طبرانی۔ دارقطنی۔ ابوداؤد)

جانور کی زکوٰۃ۔ سوال (۱۱۷) تجارتی جانور جن کو سال گزرتا ہے وہ بکے نہیں ان کی زکوٰۃ ان کی قیمت پر آئے گی۔ یا جانوروں پر جیسا کہ غیر تجارتی جانوروں پر آتی ہے۔

(سائل مذکور)

جواب (۱۱۷) اختیار ہے چاہے قیمت میں سے دے چاہے جانوروں میں سے۔ ہاں جن جانوروں کی جنس پر زکوٰۃ نہیں ہے ان کی قیمت ہی پر آئے گی جیسے گھوڑے وغیرہ۔

بغیر وضو اذان دینا۔ سوال (۱۱۸) اگر مؤذن بغیر وضو اذان دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(عبدالغفار از باول)

جواب (۱۱۸) جائز ہے مگر افضل نہیں جیسا کہ کھڑے ہوکر پانی پینا جائز ہے مگر افضل بیٹھ کر ہے

مفضول کی امامت افضل کے ساتھ۔ سوال (۱۱۹) افضل رتبہ والا آدمی ہوتے ہوئے کم رتبہ والا داڑھی منڈا۔ تاش باز کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(سائل مذکور)

جواب (۱۱۹) نہیں۔ جو قرآن زیادہ جانتا ہو اور متقی پرہیزگار بھی ہو اس کو امام بنانا چاہئے يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ۔ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ۔

اذان جمعہ کہاں دی جائے۔ سوال (۱۲۰) جمعہ کے روز پہلی اذان مسجد کے دروازے میں دوسری وقت خطبہ اور تیسری یعنی تکبیر یہ تینوں اذانیں مسجد میں دینی جائز ہیں یا نہیں؟ (سائل مذکور بالا)

جواب (۱۲۰) یہ مروانیوں کی بدعت جاری کردہ ہے ہئیت کذائیہ کے ساتھ عہد نبوی و عہد صحابہؓ و تابعین وغیرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں فالحذر فالحذر۔ ہاں مسجد سے کچھ مسافت دور کسی پہاڑی یا مکان پر بوقت ضرورت پہلی اذان بعض صحابہ سے ثابت ہے۔

بوڑھی عورت کا غیر محرم کے ساتھ سفر۔ سوال (۱۲۱) بوڑھیا عورت جس کی عمر ۷۰ یا ۸۰ سے زائد ہے وہ غیر محرم کے ساتھ جاکر حج کر سکتی ہے یا نہیں؟ بشیر الدین خریدار صحیفۂ اہلحدیث

جواب (۱۲۱) عورت کو غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا منع ہے ہاں اگر بوقت ضرورت و لاچاری کر کوئی محرم شخص ساتھ جانے والا نہیں میسر ہو تا چلی جائے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ راستہ با امن ہو۔ ساتھ جانے والا نہایت امین اور دیانت دار موحد مسلم ہو۔ جیسا کہ نجاشی بادشاہِ حبش نے آپ کا نکاح کر کے آپ کی زوجہ محترمہ کو غیر محرم کے ہمراہ آپ تک پہنچا دیا تھا اس پر آپ نے کچھ نہیں فرمایا بَلْ سَکَتَ وَ قَرَّرَ وغیرہ وغیرہ۔ یہ علی العموم نہیں بلکہ بوقت ضرورت و لاچاری کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غیر محرم کے ساتھ آئی تھیں۔ ملاحظہ ہو حدیث الافک (صحیح بخاری) اس لئے اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ مگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے بعض عاقبت نا اندیش حاسد قدیم نئی روشنی کے ملا صاحب نے خطبہ جمعہ وغیرہ میں فرمایا کہ اب تو عورت کو غیر محرم کے ساتھ سفر بھی جائز کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ غلط اور افتراء عظیم ہے۔ میرا بھی عقیدہ اور فتویٰ ہے کہ عورت کو غیر محرم کے ساتھ علی الاطلاق سفر کرنا، ناجائز و حرام ہے۔ فلہذا ناظرین کرام کی تشفی کے لئے مکرر اطلاع دی جاتی ہے کہ ایسے بد دیانت اور علم سے کورے ملاؤں کی تحریر و تقریر کا ہرگز اعتبار نہ کریں اور کتاب و سنت پر قائم دائم رہیں و باللہ التوفیق۔

حقہ کا پانی۔ سوال (۱۲۲) حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ کپڑے میں لگ جانے سے نماز ہوگی یا نہیں
سائل فوق الذکر

جواب (۱۲۲) اگر اوصافِ ثلاثہ بوجہ نجاست کے متغیر ہو گئے ہیں تو ناپاک ہے ناپاک کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہٗ الغفار المہاجری

شئے مرہونہ سے فائدہ۔ سوال (۱۲۳) شئے مرہونہ سے نفع اٹھانا خصوصاً زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ (عبد الرؤف مرشد آبادی)

جواب (۱۲۳) شئے مرہونہ سے بشرط نفقہ نفع اٹھانا جائز ہے۔ زمین مرہونہ سے بھی۔ بصورت عدم استعمال بخوف خراب ہو جانے کے اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا سے معلوم ہوتا ہے فافہم۔

نیز مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری گروی زمین کے نفع اٹھانے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کے جواز کے بارے میں آپ کے پاس مولانا محمد حسین صاحب رحؒ بٹالوی کا قلمی فتویٰ بھی موجود تھا۔ جیسا کہ اخبار اہلحدیث امرتسر مجریہ ۳۰ رمضان سنہ ۱۳۴۶ھ میں لکھا ہوا ہے۔

جانور کی قیمت پر زکوٰۃ۔ سوال (۱۲۴) کچھ جانور بک گئے ہیں کچھ باقی ہیں۔ جو بک گئے ہیں ان کی زکوٰۃ تو روپیہ پر آئے گی۔ لیکن جو باقی جانور ہیں ان کی قیمت کر کے روپے میں سے زکوٰۃ دے یا خود جانوروں میں سے دے جیسا کہ غیر تجارتی

جانوروں میں سے دی جاتی ہے۔ (مولوی عبداللہ صاحب امیر فاضلکا۔

جواب ۱۲۴) باقی ماندہ جانور اگر نصاب کے موافق ہیں تو جانوروں میں سے دیدے ورنہ قیمت کرکے ادا کرے۔ کیونکہ تجارتی مال میں قیمت ہی پر زکوٰۃ آتی ہے۔

جمعہ میں امام کو تشہد میں پائے۔ سوال ۱۲۵) زید کہتا ہے اگر کوئی آدمی جمعہ کے اخیر التحیات میں شامل ہو تو وہ نماز ظہر ادا کرے۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے۔ (مولوی عبدالرحمٰن صاحب حصاروی)

جواب ۱۲۵) از روئے حدیث زید کا قول صحیح ہے۔ ہاں اگر دوسری رکعت کے رکوع میں کوئی شخص آکر شامل ہو گیا تو فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرٰى۔ ایک رکعت اور پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ جمعہ کا ثواب تو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی جاتا رہا۔ اور فرشتوں نے کاغذات لپیٹ لئے۔

اہل ہنود کی پکی ہوئی چیز۔ سوال ۱۲۶) اہل ہنود کی بنی ہوئی مٹھائی اور روٹی کھانی جائز ہے یا نہیں۔؟ (سائل مذکور)

جواب ۱۲۶) اہل ہنود وغیرہ کفار کی تیار کردہ شئے صرف کافر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس پر غیر اللہ کا نام نہ آئے۔ جائز و درست ہے۔

غیر اللہ کے نامزد جانوروں کی بیع۔ سوال ۱۲۷) ایک عورت (یعنی چوڑی) نے ایک بکرا خرید کر ملیر کوٹلے والے پیر کی نیاز کر دیا۔ اور پھر اس کی پرورش کرتی رہی کہ جب اس خانقاہ پر جاؤں گی تو اسے لے جاکر چڑھادوں گی جب وہ بکرا بڑا ہو گیا تو وہ اسے غربت کی وجہ سے سفر ریلوے کرکے نہ لے جاسکی اور یہ خیال کیا کہ اب اسے فروخت کر دوں۔ جب میں ملیر کوٹلے کی خانقاہ پر جاؤں گی تو اسی قیمت کا ایک اور بکرا خرید کر چڑھادوں گی۔ چنانچہ اس سے ایک دو معتبر آدمیوں نے جاکر دریافت کیا کہ اس بکرے کی قیمت تو کیا اپنے کام میں لے آئی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو اسے ایسا سمجھتے ہیں جیسا مسلمانوں کے نزدیک خنزیر اور ہندوؤں کے نزدیک گئو ماتا۔ میں نے تو وہ روپے علیٰحدہ رکھے ہوئے ہیں جب وہاں جاؤں گی تو ان ہی روپوں کا دوسرا بکرا خرید کر چڑھاؤں گی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ بکرا ایک مسلمان نے خرید کر خود بھی کھایا اور اوروں کو بھی کھلایا۔ جب اسے منع کیا گیا تو جواب دیا کہ اس کے فروخت کر دینے کی وجہ سے یہ غیر اللہ کا نہ رہا تو آیا یہ بکرا حلال ہے یا حرام (یکے از خیر خواہ مسلمین پنجابی)

جواب ۔ ۱۲۷) بکرا مذکور قطعاً حرام اور مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ میں داخل ہے۔ اللہ پاک رب العالمین نے اہلال یعنی رفع الصوت لغیر اللہ کی قید لگائی ہے۔ فروخت کرنے نہ کرنے کی کوئی شرط نہیں۔ جب وہ عورت خود اقراری ہے کہ یہ بکرا فلاں پیر کے نیاز کا تھا میں نے مجبوراً اسے بیچا ہے۔ اور جب کبھی جانا ہوا تو اسی قیمت کا دوسرا بکرا چڑھاؤں گی تو پھر کس طرح حلال ہو سکتا ہے۔ کھانے والے اور کھلانے والے کو تائب ہونا چاہیئے اور آئندہ کے لئے اجتناب چاہیئے ہاں اگر وہ عورت اپنے سابقہ عقیدہ سے تائب ہو کر اسے شرک سمجھ کر فروخت کرتی کہ بجز ذات واحد کے کسی کے نام کی نذر و نیاز کرنا شرک اور حرام ہے تو البتہ حلال ہو سکتا۔ واللہ اعلم فقط (مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری

زمین رہن رکھنا۔ سوال ۱۲۸) زمین رہن یعنی گروی رکھنا کیسا ہے۔ جائز ہے یا ناجائز؟ (رحمت خاں منڈی گیدڑ بہہ)

جواب ۱۲۸) صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان ۱۳۴۶ھ کی جلد ۷ نمبر ۸ میں سوال ۱۲۳ کا جواب ملاحظہ ہو۔

گناہ کی اعانت۔ سوال ۱۲۹) زید خود صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ پیشہ اس کا طعام فروشی ہے۔ رمضان شریف کے مہینے میں نام کے مسلمان بے روزہ داروں کے ہاتھ روٹی وغیرہ فروخت کرتا ہے آیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

(سائل خریدار صحیفۂ اہلحدیث فوق الذکر)

جواب ۱۲۹) رمضان شریف میں غیر صاحب عذر بے روزہ دار مسلمان کے ہاتھ روٹی وغیرہ فروخت کرنا معصیت الٰہی پر ایک قسم کی اعانت اور مدد کرنا ہے جو ایسا نہ چاہیئے۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیۃ ہاں ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ بشرطیکہ رکوع سجود قومہ با اطمینان موافق شریعت کے کرتا ہو۔

تحصیلدار کو تحفہ لینا۔ سوال ۱۳۰) تحصیلدار کو کوئی صاحب زکوٰۃ سوائے سرکاری مال کے اگر کچھ خاص طور سے دیدے تو اسے لے لینا در امیر یا امام کے پاس جمع کرانا اور یہ کہہ دینا کہ یہ مجھ کو الگ ملا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (ابو عبد الحفیظ۔ جودھپور)

جواب ۱۳۰) ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ عامل یا تحصیلدار کو جو بیت المال سے تنخواہ ملتی ہے بس اس کا وہی حق ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تحصیلدار زکوٰۃ اگاکر لایا۔ اور کہا کہ یہ تو سرکاری مال ہے اور یہ اس نے مجھ کو خاص طور سے دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کچھ سخت ترش الفاظ بولے۔ اور آپ بہت ناراض ہوئے وغیرہ (کتب حدیث)

صدقہ فطر نماز کے بعد۔ سوال ۱۳۱) صدقہ فطر قبل نماز عید کے نکال کر رکھ لیا۔ پھر بسبب بھول کے یا تحصیلدار کے نہ پہنچنے کے بعد نماز عید کے دیا تو صدقہ فطر ادا ہوا یا نہیں۔ (سائل مذکور)

جواب ۱۳۱) مسئلہ تو یہی ہے کہ نماز عید کے قبل ہی کر دینا چاہیئے مگر بھول چوک معاف ہے ایسی حالت میں اگر بعد میں بھی ادا کر دے گا تو درست ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے کام کی نسبت دریافت کیا گیا جو کہ پہلے کرنا تھا مگر بوجہ بھول کے پیچھے کیا گیا تو آپ نے فرمایا لَا حَرَجَ۔ کوئی حرج نہیں۔ آئندہ کے واسطے خیال رکھنا چاہیئے۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہٗ الغفار المہاجری

معرب قرآن کی تلاوت۔ سوال ۱۳۲) زیر زبر والا قرآن مجید یعنی معرب کی تلاوت کرنا بدعت ہے یا جائز؟ ابو سعید محمد محی الدین ضلع ڈھاکہ۔

جواب ۱۳۲) جو شخص بدعت کہے اس کا قول خود بدعت ہے۔ معرب قرآن مجید کی تلاوت کرنا برابر جائز و درست ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا ہے اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ الحدیث۔ یعنی قرآن پر (اعراب) زیر زبر لگاؤ۔ ملاحظہ ہو کتب حدیث۔

پوتی سے نکاح۔ سوال ۱۳۳) بیٹا بیٹی کی طرف سے پوتی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے یا جائز؟

(سائل فوق الذکر)

جواب ۱۳۳) مطلقاً حرام اور ناجائز ہے۔ قرآن مجید میں صریح الفاظ موجود ہیں حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ الآیۃ جیسے لفظ اُمہات میں سوتیلی ماں نانی دادی داخل ہیں اور ان کی حرمت اس سے بالوضاحت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی لفظ بنات میں پوتی اور نواسی بھی داخل اور شامل ہے کذا فی موضح القرآن لمولانا شاہ عبد القادر الدہلوی۔

ریل میں نماز۔ سوال ۱۳۴) ریل گاڑی میں نماز پڑھنا بدعت ہے یا جائز؟ (سائل مذکور)

جواب ۱۳۴) ریل گاڑی کی کوئی تخصیص نہیں۔ عام سواری پر جو اپنے قبضہ وقدرت کی ہو نفل نماز پڑھنا جائز درست ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر حسب ضرورت پڑھ لیا کرتے تھے اور جو اپنے قبضہ و قدرت کی نہ ہو اس پر فرض و نفل دونوں پڑھنے جائز درست ہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدٌ و ایضاً حَیْثُمَا اَدْرَکَتْکَ الصَّلٰوۃُ فَصَلِّ الحدیث۔

تحیۃ المسجد۔ سوال (۱۳۵) زید کہتا ہے کہ جس وقت کوئی مسلمان مسجد میں وضو کر کے آئے تو بغیر پڑھے دو رکعت کے نہ بیٹھے۔ بکر کہتا ہے کہ بے شک افضل بہتر یہی ہے لیکن اگر بغیر پڑھے دو رکعت کے بیٹھ جائے تو اس کے لئے کوئی جرم یا وعید نہیں ہے ہاں اگر جمعہ کے دن آئے تو بغیر پڑھے دو رکعت کے نہیں بیٹھ سکتا گو امام خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ الغرض زید اس کا مخالف ہے۔ اب آیا زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ ابراہیم حیدری از بنگلہ فاضلکا

جواب (۱۳۵) دونوں میں سے بکر کا قول صحیح ہے۔ مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار المہاجری

سینما وغیرہ کی حرمت۔ سوال (۱۳۶) ناٹک اور تھیٹر۔ بائسکوپ میں جانا مسلمانوں کے لئے کیسا ہے اگر اس نیت سے جائے کہ بادشاہ وغیرہ کے قصے دیکھنے سے کچھ فائدہ پہنچے تو بھی جائز ہے۔ یا نہیں۔؟

سائل مستری محمد عمر ٹھیکیدار رائے سینہ دہلی خریدار صحیفۂ اہلحدیث۔

جواب (۱۳۶) ہمارے نزدیک ایسے کل مقامات میں جانا تضیع اوقات اور لغو میں داخل ہے۔ خدا رب العزت نے لغو اور بیہودہ جگہوں اور فعلوں سے منع کیا ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ روز محشر میں جب مالک الملک کی جانب سے سوال ہوگا کہ بتاؤ تم نے اپنی عمر اور اپنا وقت کہاں صرف کیا تو کیا یہی جواب دو گے کہ بائسکوپ اور ناٹکوں میں جہاں عورتوں مردوں کی تصویریں دکھائی جاتی ہیں۔ جہاں سے رحمت کا فرشتہ کوسوں دور بھاگتا ہے۔ جہاں دیگر فحش کام ہوتے ہوں وہاں پر صرف کی؟ شرم شرم، شرم ہاں بادشاہوں کے قصے قصص انبیاء دیکھنے کے لئے بھی کتاب سنت کافی ہے۔ سورہ قصص وغیرہ پڑھو اور آخرت کا فائدہ حاصل کرو۔

بدکار منکوحہ۔ سوال (۱۳۷) کسی مسلمان موحد کی عورت بھاگ کر گھر سے نکل جاوے اور عرصہ تک حرام کراتی رہے اور اس کا خاوند غیر مردوں کے پاس اس کو اپنی آنکھ سے دیکھتا بھی رہے تو کیا اب بھی وہ مرد اس کو طلاق نہیں دے سکتا۔ اس عورت کو طلاق دینا لازم ہے۔ یا گھر میں رکھ لینا مناسب ہے کیا وہ عورت شریعت سے الگ نہیں ہوئی؟ (سائل مذکور بالا)

جواب (۱۳۷) اگر عورت مذکورہ اپنے فعل قبیح سے توبہ کرے اور باز آجائے تو مرد مذکور اسے اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عورت عنداللہ صرف بوجہ حرام کاری کے اسلام سے خارج نہیں ہوئی مرتکبہ کبیرہ ہے۔ قرآن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ جب عنداللہ مشرک اور کافر کی توبہ قبول ہے۔ تو زانی اور زانیہ کی کیوں نہیں۔ ہاں اگر شخص مذکور کی غیرت تقاضہ کرے اور وہ نہ رکھے تو یہ امر دیگر ہے اسے طلاق دے کر جدا کر دے۔ مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار المہاجری

فتویٰ میراث۔ سوال (۱۳۸) زید لاولد تین ہمشیرہ اور دو چچا چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ زید کے پاس کچھ جائداد ہے۔ غرض یہ ہے کہ زید کے ہر دو چچا اور ہر سہ ہمشیرہ کو کتنا ورثہ ملے گا۔ بینوا توجروا

عبد الصمد خریدار صحیفہ

جواب (۱۳۸) زید متوفی کا کل ترکہ بعد ادائیگی دین و ما تقدم علی الارث کے سہام پر منقسم کر کے ثلثین ہر سہ اخوات اور ایک ثلث (مابقی) کے دو حصے کر کے ہر دو اعمام کو نصف نصف ملے گا بدلیل آیت کلام اللہ فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ الآیۃ تفسیر جامع البیان میں تحت آیت مذکورہ مسطور ہے فَاِنْ کَانَتَا اَیِ الْاُخْتَانِ اثْنَتَیْنِ فَصَاعِدًا فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ الاَخُ الخ

مسئلہ ۶

میت

اخوات ۳	اعمام ۲
ثلثین	ثلث

نفقہ نہ دینے میں فسخ نکاح۔ سوال (۱۳۹) ایک عورت کو اس کے خاوند نے عرصہ تین سال سے خرچ نہیں دیا۔ وہ ہر چند طلب کرتی رہی مگر اس نے کچھ توجہ نہیں کی جس کا شاہد ایک محلہ ہے۔ اب وہ خاوند کرنا چاہتی ہے جہاں ارادہ کرنے کا ہوتا ہے وہاں فوراً اس کا خاوند مذکور کہہ دیتا ہے کہ یہ تو میری بیوی ہے میں نے طلاق نہیں دی الغرض نہ تو آپ بساتا ہے نہ کسی دوسری جگہ نکاح کرنے دیتا ہے۔ عورت مذکورہ نان و نفقہ وغیرہ حوائج انسانیہ سے نہایت تنگ اور محتاج ہے۔ لہذا عرض ہے کہ عورت مذکورہ دوسری جگہ اپنا عقد کر سکتی ہے یا نہیں اور خاوند مذکور کے لئے کیا حکم ہے؟ (حکیم برکت علی صاحب، پنجاب)

جواب (۱۳۹) خاوند مذکور از روئے قرآن و حدیث ظالم اور گنہگار ہے کہ صریح آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے خلاف کرتا ہے۔ عورت کا نان و نفقہ وغیرہ بذمہ خاوند واجب الادا ہے جب اس وجوب کا وہ تارک ہے تو از روئے شریعت محمدیہ عورت مذکورہ اپنا عقد ثانی بلا ریب کر سکتی ہے مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ الآية

گاؤں میں جمعہ۔ سوال (۱۴۰) بستیوں اور گاؤں میں جمعہ کی نسبت کیا حکم ہے کیونکہ اکثر لوگ جمعہ کے لئے شہر اور تجارت وغیرہ کی شرط لگاتے ہیں۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت کے صحابہ کے وقت میں بستیوں اور گاؤں میں جمعہ پڑھا گیا ہو تو اس بستی کا نام مع حوالہ کتاب و صفحہ تحریر فرماویں (سائل صدر الدین و ابراہیم چھینبہ صاحبان از پنجاب ریاست فرید کوٹ)

جواب (۱۴۰) بستیوں اور دیہاتوں میں جمعہ پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ (ابو داؤد) حدیث ہذا سے اس امر کی بخوبی توضیح و تشریح ہو گئی کہ باستثنائے چار اشخاص (غلام، عورت، بچہ، بیمار) ہر مسلم شخص پر جمعہ واجب اور فرض عین ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جمعہ کو بقیود محدثہ و شروط مخترعہ غیر معتبرہ (مثل سلطان مصر و تعداد اشخاص وغیرہ) مقید و مشروط نہیں فرمایا بلکہ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ کا ایک واضح اور غیر مؤول لفظ فرما کر مؤولین و مخالفین کی تاویلات باطلہ کو ایک دم رفو چکر کر دیا۔ ہاں جن لوگوں کے نزدیک دیہاتوں اور گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ ان کے عندیہ میں اگر دیہات اور گاؤں میں کوئی مسلمان ہی نہیں رہا تو یہ امر دیگر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ مراد جملہ فَاسْعَوْا سے دوڑنا نہیں بلکہ مطلق چلنا مراد ہے۔ علامہ مصنف نے اسی لئے یہ تفسیر کر دی کہ حدیث میں نماز کی طرف دوڑ کر آنا منع ہے۔ کتاب التفسیر میں انشاء اللہ آئے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فَاسْعَوْا کی جگہ فَامْضُوْا پڑھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ قراءت امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تفسیر کی مؤید ہے۔ اللہ کے ذکر (یاد) سے مراد امام کا وعظ و خطبہ ہے عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اِلٰى مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ یہ آیت پارہ ۲۸ سورہ جمعہ میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے جمعہ کی فرضیت

پر استدلال کیا ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت جب اذان ہو تو اٹھ کھڑا ہونا اور چلنا فرض ہے کیونکہ اذان فرض نمازوں کے لئے مشروع ہوئی ہے۔ لہٰذا جمعہ کی نماز بھی فرض ہے۔ اور عہد نبوی میں یہی ایک اذان ہوتی تھی آج کل جو لوگ مسجد میں دو اذانیں کہلواتے ہیں۔ یہ ثابت نہیں۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں جمعہ کی فرضیت پر آیت ہذا سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہے۔ تو مباح چیز کا حرام ہونا نہیں ہوتا مگر واجب کے لئے۔ اور یہ آیت ملتی ہے لہٰذا جمعہ مدینہ میں فرض ہوا۔ (فتح و قس و ع)

جمعہ کی فرضیت فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے جملہ فَهَدَانَا اللّٰہُ اس فرضیت و تعمیم پر دال ہے۔ یعنی جمعہ یہود و نصاریٰ پر فرض تھا وہ بہک گئے۔ یہود نے ہفتہ کا دن مقرر کیا۔ نصاریٰ نے اتوار کا۔ ہمیں اللہ نے ہدایت کی ہم جمعہ کی فرضیت پر قائم ہو گئے۔

مصنف عبد الرزاق میں بسند صحیح آیا ہے کہ آپ کے مدینہ تشریف لانے اور جمعہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ یہود کے ہاں ایک دن ہفتہ ہے جس میں وہ جمع ہوتے ہیں۔ اور عیسائیوں کے ہاں اتوار ہے آؤ ہم بھی ایک دن ٹھہرالیں جس میں اللہ کو یاد کریں۔ پس انھوں نے عروبہ کا دن ٹھہرایا اور اسعد بن زرارہؓ نے ان کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ الآیہ اس کی شاہد ہے مسند احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ کی روایت ہے۔ کعب بن مالک نے کہا مدینہ میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے جس نے ہمیں جمعہ پڑھایا وہ اسعد بن زرارہ تھا۔ الحدیث۔

معلوم ہوا کہ ان صحابہ نے جمعہ کا دن اجتہاد سے اختیار کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجکر فرض کر دیا۔ مسلم کی روایت میں ابوالزنادؓ سے آیا ہے۔ کُتِبَ عَلَیْنَا یعنی اللہ نے ہم پر جمعہ فرض کر دیا۔ جمعہ کی فرضیت پر تمام امت کا اجماع ہے۔ بیہقی میں بروایت جابرؓ و ابی سعیدؓ سے مرفوعاً آیا ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْکُمْ صَلٰوۃَ الْجُمُعَۃِ ابوداؤد میں ہے اَلْجُمُعَۃُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ نسائی میں ہے رَوَاحُ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ عینی شرح بخاری میں ہے فَدَلَّ عَلٰٓی اَنَّ الْجُمُعَۃَ اٰکَدُ مِنَ الظُّھْرِ الْفَرِیْضَۃِ فَصَارَتِ الْجُمُعَۃُ فَرْضَ عَیْنٍ یعنی جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر کی فرضیت سے بھی زیادہ مؤکد ہے۔

ابن قدامہؒ نے مغنی میں کہا مسلمانوں نے جمعہ کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اب جو لوگ اپنی نوکری مزدوری تجارت سوداگری کاشتکاری زمینداری وغیرہ کی وجہ سے جمعہ چھوڑ دیتے ہیں یہ سب تارک فرض اور خدا کے چور ہیں۔ مسند احمد و مسلم میں مرفوعاً آیا ہے کہ جو جمعہ میں نہیں آتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھر جلا دوں۔

ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ یا تو لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مُہر کر دے گا۔ پھر وہ غافلوں میں ہو جائیں گے

نسائی میں ہے کہ جس نے تین جمعے بلا عذر شرعی چھوڑ دیئے اُس کے دل پر مُہر لگ جاتی ہے۔ طبرانی کبیر میں ہے کہ وہ منافقوں میں لکھدیا جاتا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ مسند ابویعلی میں ہے اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ جس نے بلا عذر شرعی جمعہ چھوڑا وہ ایک دینار (اشرفی) کفارہ ادا کرے یا نصف دینار (اگر غریب ہے) وغیرہ وغیرہ۔ فتح۔ قس۔ ک۔ ع۔

امام نووی نے کہا یہ صحیح حدیثیں جن میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور متعدد طرق سے مروی ہیں امام مالک وغیرہ پر حجت ہیں۔ امام مالکؒ وغیرہ کی رائے پر حدیث مقدم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کسی صورت کو نماز میں مخصوص کرنا اور مالکیہ و بعض حنابلہ کے نزدیک نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا مکروہ ہے حالانکہ یہ دونوں فعل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام و صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ سے ثابت ہیں۔ دیکھو نووی شرح مسلم جلد اول صہ ۳۶۱۔ قیام اللیل مروزی صہ ۱۳۱۔ ابو داؤد طیالسی صہ ۲۵۷ ج ۲۔ بیہقی ج ۲ کتاب الجمعہ صہ ۲۰۱ و نیز جلد ۲ صہ ۳۱۹ کتاب الصلوٰۃ نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۵۸، ۱۵۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ فتح البیان، درمنثور، مشکوٰۃ و کتب صحاح ستہ ـــــ یہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے نبی کے فعل اور سنت کو مکروہ کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیہ کا رد کیا ہے جو جمعہ کے لئے شہر وغیرہ کی شرط لگاتے ہیں اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو برادران احناف نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں۔ اور جمعہ کی نماز دوسری نمازوں کی طرح ہے۔ صرف جماعت کی اس میں شرط ہے۔ یعنی امام کے سوا کم از کم ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا۔

جو مسلمان گاؤں گوٹھ یا کسی بستی میں رہتے ہوں دار الحرب ہو یا دار السلام، جیسے اور وقتوں کی نماز ان پر فرض ہے ویسے ہی جمعہ بھی فرض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بحرین کو لکھا تھا جَمِّعُوْا حَيْثُ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ ضرور پڑھا کرو۔ (ابن ابی شیبہ و صحیح ابن خزیمہ)

بیہقی میں ہے کہ ہر شہر، ہر گاؤں جس میں جماعت ہو وہ جمعہ پڑھنے کا حکم دئیے جائیں۔ کیونکہ مصر اور مصر کے آس پاس والے گاؤں گوٹھ کے لوگ۔ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھتے تھے۔ مسند عبد الرزاق میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح آیا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کے چھپڑ پر رہنے والے لوگ جمعہ پڑھتے تھے۔ (فتح)

وکیع کی روایت میں ہے کہ جواثی بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ حافظؒ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ قبیلۂ عبد القیس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے بغیر اپنے گاؤں میں جمعہ کی نماز قائم نہیں کی کیونکہ صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ زمانہ نزولِ وحی میں امور شرعیہ کے ساتھ منفرد ہونے میں جلدی نہیں کرتے تھے اگر گاؤں گوٹھ میں جمعہ پڑھنا منع ہوتا تو ضرور اس کی ممانعت میں قرآن نازل ہوجاتا اور جوہری و زمخشری وغیرہ نے جواثی کو جو قلعہ لکھا ہے تو یہ اس کے گاؤں ہونے کے منافی نہیں کیونکہ عہدِ نبوی میں یہ گاؤں تھا پھر آبادی بڑھتے بڑھتے شہر ہوگیا۔ جیسے پنجاب میں امرتسر ایک پانی کا نام تھا اور اس پانی پر ایک چھوٹا سا گاؤں آباد تھا اب وہی گاؤں شہر ہوگیا۔ (فتح و تسہیل)

وادی قریٰ مدینہ طیبہ کے ضلع میں ایک گاؤں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو جمادی الثانیہ ۷ھ میں خیبر سے واپس آتے ہوئے فتح کیا تھا۔ (فتح)

ایلہ ایک مشہور شہر تھا۔ شام کے راستہ میں مدینہ اور مصر کے درمیان سمندر کے کنارہ پر اور زریق عمر و بن عبد العزیز کی طرف سے ایلہ کے مقامی امیر تھے اور ضلع ایلہ کے جنگل میں شہر سے باہر ان کی اپنی زمین تھی وہاں کاشت کراتے تھے، وہاں ان کے مزارع، نوکر چاکر اور کچھ حبشی رہتے تھے۔ زریقؒ نے ابن شہاب زہری تابعیؒ سے دریافت کیا کہ میں یہاں جمعہ قائم کردوں؟ ابن شہابؒ نے حدیث پیش کرکے جواب لکھا کہ ہاں اس گاؤں و دیہات میں بھی ضرور جمعہ قائم کرو ورنہ قیامت کے دن پوچھے جاؤگے جس طرح ایک بادشاہ کے ذمہ اپنی رعیت کی نگہبانی دیکھ بھال لازم و ضروری ہے اسی طرح تمہارے ذمہ واجب ہے

اپنے ماتحتوں میں جمعہ جماعت اعیاد وغیرہ احکام شرع قائم کرو۔

ابن منیر نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے گاؤں گوٹھ میں جمعہ قائم کرنے کی بخلاف حنفیہ کے جو شہر وغیرہ کی شرط لگاتے ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک جمعہ مثل دیگر نمازوں کے فرض ہے۔ اگر کسی جگہ دو آدمی ہوں اور جمعہ پڑھ لیں تو جمعہ ادا ہو جائے گا شہر یا بادشاہ یا مخصوص عدد کی شرط قرآن و حدیث میں نہیں آئی۔ البتہ امام ابن تیمیہ نے منتقی میں جمعہ کی نماز چالیس آدمیوں کے ساتھ قائم کرنے اور گاؤں گوٹھ بستیوں میں پڑھنے پر باب باندھا ہے۔ ابو داؤد ابن ماجہ میں کعب بن مالک سے ہے کہ ہم مدینہ کے گاؤں گوٹھ میں چالیس آدمی تھے اور اسعد بن زرارہ ہمیں جمعہ پڑھاتے تھے یہ واقعہ چالیس آدمیوں کے شرط ہونے کی دلیل نہیں۔ کیونکہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اس وقت اتفاقاً وہاں چالیس ہی آدمی تھے۔ اصول کا مسئلہ ہے۔ وَاقِعَةُ عَيْنٍ لَا عُمُوْمَ لَهَا۔ اس سے کم عدد بھی ثابت ہے طبرانی نے ابو مسعود انصاری سے نقل کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کے پہلے جب شروع شروع مہاجرین مدینہ میں آئے تو مصعب بن عمیر نے ان کو جمعہ پڑھایا۔ اور وہ سب بارہ آدمی تھے۔ طبرانی و ابن عدی میں مرفوعاً آیا ہے کہ جمعہ ہر بستی میں واجب ہے۔ اگرچہ وہ تین ہوں۔ اور چوتھا ان کا امام ہو۔ یہی قول ہے امام ابو حنیفہ کا۔ اور ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک یہ شرط ہے کہ دو مقتدی ہوں۔ تیسرا امام۔

امام سیوطی نے کہا جمعہ کے لئے کسی حدیث سے مخصوص عدد کی تعیین ثابت نہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو اور دو سے زیادہ کو جماعت فرمایا ہے باقی نمازیں دو سے قائم ہو سکتی ہیں تو جمعہ کیوں نہیں قائم ہو سکتا ا۔ ہ

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار المہاجری

شعبان میں روزہ کا حکم۔ سوال (۱۴۱) ماہ شعبان میں دو روزہ سے کم ہیں یا نہیں؟

(محمد ادریس ساکن باہو راڈ۔ ڈاک خانہ جنگی پور)

جواب (۱۴۱) ماہ شعبان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے کم سے کم دو روزے ضرور رکھے۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ آپ نے ایک صحابی کو شعبان کے روزے نہ رکھنے پر رمضان کے بعد دو روزے ضرور رکھنے کا حکم فرمایا۔ فقط واللہ اعلم

تین طلاقیں۔ عدت اور رجعت۔ سوال (۱۴۲) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں بعد چار ماہ کے زید رجعت کرنی چاہتا ہے از روئے قرآن و حدیث کے زید کے لئے رجعت ہے یا نکاح ثانی۔ اگر نکاح ثانی ہے تو کس دلیل سے۔ بینوا توجروا

(سائل فوق الذکر)

جواب (۱۴۲) زید کی زوجہ مطلقاً نہیں رہی۔ کیونکہ چار مہینے ہو چکے۔ زید کو چاہیے تھا عدت کے اندر رجعت کرتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ اب بائنہ ہو چکی تو رجوع کیسا۔؟ ہاں البتہ زید نکاح کر کے گھر لا سکتا ہے لقولہ تعالیٰ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ فقط واللہ اعلم۔

قے سے روزہ ٹوٹنا۔ سوال (۱۴۳) کیا قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (رفیق کرنالوی)

ا؎ مزید تفصیل کے لئے نصرۃ الباری شرح صحیح البخاری مترجم بین السطور پارہ چہارم مکتبہ الوہبیہ حدیث محل اے ایم ۱۰ کراچی ۱ سے منگا کر پڑھیے۔ قیمت مجلد فی پارہ چھ روپے۔

جواب ۱۴۳۔ عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں البتہ اگر مجبوری سے قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا

غیر محرم کے ساتھ حج۔ سوال ۱۴۴ زید برائے ادائے فریضۂ حج مع اپنی بیوی و ہمشیرہ کے جاتا ہے۔ زید کی سگی مامی بعمر اسّی سالہ و زید کی ماموں زاد بہن بعمر ۴۷ سالہ و دیگر دو تین مستورات اہل محلہ و اہل شہر بھی زید کی ہی معیت میں ادائے فریضۂ حج جانا چاہتی ہے۔ اندریں صورت زید کی حقیقی مامی و ماموں زاد بہن و دیگر مستورات از روئے شرع شریف زید کے ساتھ جا سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ (محمد اکرم۔ پٹیالہ)

جواب ۱۴۴ زید کی حقیقی مامی و ماموں زاد بہن حج بیت اللہ جا سکتی ہیں اور دیگر مستورات بھی جا سکتی ہیں کیونکہ آیت عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ عام ہے۔ و نیز حدیث بخاری میں وارد ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ ہاں اگر راستہ میں فتنہ فساد ہو تو امر دیگر ہے۔ ورنہ امن میں کسی نیک صالح کی ہمراہی میں بغرض ادائے فریضہ کچھ جرم نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (مفتی) ابو الاشفاق محمد اسحاق قائم مقام مفتی عبد الستار صاحب

نوٹ۔ فتووں کی غلطی پر ہر اہل علم اطلاع دے سکتے ہیں۔ (مفتی)

ختم قرآن کے بعد شروع سے کچھ پڑھنا۔ سوال ۱۴۵ رمضان شریف میں جو حفاظ بوقت ختم قرآن شریف اخیر رکعت میں پھر سورہ بقرہ کو مفلحون تک پڑھ کر آیاتِ دعائیہ پڑھتے ہیں۔ آپ صاحبان کے نزدیک جائز ہے یا نہیں (خدا بخش از نیکو کارہ)

جواب ۱۴۵ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید اثنائے تراویح یا دیگر کسی وقت اور کسی حالت میں ختم کر کے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ از اوّل تا مفلحون پڑھنی شریعت اسلامیہ سے ثابت ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور زرارہ بن ابی اوفیؓ ہر دو صحابی سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک کونسا عمل زیادہ بہتر اور محبوب تر ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قِيلَ وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَمِنْ اٰخِرِهٖ اِلٰى اَوَّلِهٖ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ یعنی یعنی افضل و محبوب تر عمل "اُترنا اور کوچ کرنا ہے"۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اُترنے اور کوچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صاحب قرآن جو اوّل قرآن مجید سے پڑھنا شروع کرتا ہے اور آخر تک مسافر کی مانند منزلیں طے کرتا ہوا پہنچتا ہے۔ اور آخر کی طرف سے ختم کر کے پھر اوّل کی طرف سے پڑھنا شروع کر دیتا ہے الخ

اس حدیث کو حضرت امام الحجۃ الاوحد الثقۃ الحافظ المتقن ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی کتاب جامع ترمذی کے ابواب القرأت عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور جناب الامام الحافظ شیخ الاسلام قدوۃ الجہابذۃ النقاد الاعلام ابو محمد عبد الرحمٰن (تمیمی سمرقندی) اپنی کتاب مسند دارمی کے باب فی ختم القرآن میں اور جناب السید المجتہد المحقق الہمام المؤید من مولاہ القدیر الباری ابو الطیب صدیق بن حسن (قنوجی بخاری) والئ ریاست بھوپال تفسیر فتح البیان میں لائے ہیں۔

حضرت الفاضل الورع الماہر شمس المفاخر مولانا محمد طاہر صاحب مجمع بحار الانوار میں حدیث مذکور کی مزید تشریح و توضیح یوں فرماتے ہیں اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ فِيْ جَوَابِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ وَفُسِّرَ بِالْخَاتِمِ الْمُفْتَتِحِ وَهُوَ مَنْ يَّخْتِمُ الْقُرْاٰنَ بِتِلَاوَتِهٖ ثُمَّ يَفْتَتِحُ التِّلَاوَةَ مِنْ اَوَّلِهٖ شَبَّهَهٗ بِالْمُسَافِرِ بَلَغَ الْمَنْزِلَ فَيَحُلُّ فِيْهِ ثُمَّ يَفْتَتِحُ سَيْرَهٗ اَيْ يَبْتَدِئُهٗ وَكَذَا قُرَّاءُ مَكَّةَ اِذَا خَتَمُوْا

الْقُرْاٰنَ ابْتَدَأَ وَاَقْرَءُوا الْفَاتِحَةَ وَخَمْسَ اٰيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ الْبَقَرَةِ اِلٰى مُفْلِحُوْنَ یعنی کون سا عمل افضل ہے۔ کے جواب میں آپ نے اُترنا اور کوچ کرنا فرمایا ہے اور اس کی تفسیر فرمائی ختم کرنے والا اور شروع کرنے والا بایں طور کہ قرآن شریف کو ختم کر کے پھر اول سے تلاوت شروع کر دیتا ہے۔ اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے حفاظ مکہ مکرمہ قرآن مجید ختم کر کے پھر سورہ فاتحہ اور پانچ آیتیں سورہ بقرہ کی مفلحون تک پڑھتے ہیں۔

پس علامہ موصوف کی اس تشریح اور مکہ معظمہ کے قراء کے عمل سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ قرآن مجید ختم کر کے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ مفلحون تک پڑھنی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے اور حفاظ قرآن شریف عمل درآمد کرتے آئے ہیں۔

مقتدی کے لئے جنازہ کی دعائیں۔ سوال ۱۴۶ ادعیہ جنازہ مقتدی کے واسطے پڑھنی ضروری ہیں یا نہیں۔ جس شخص کو ادعیہ جنازہ یاد نہ ہو وہ شامل جنازہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔؟ (سائل مذکور)

جواب ۱۴۶ جنازہ کی نماز میں مقتدی بھی ضرور ادعیہ مسنونہ پڑھیں۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطب ہو کر مقتدیوں سے حکماً فرماتے ہیں اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ یعنی جب کبھی جنازہ کی نماز پر کھڑے ہو تو نہایت خلوص وانکساری کے ساتھ میت کے لئے دعا کرو۔

یہ حدیث ابن ماجہ، ابوداؤد، منتقی الاخبار، ابن حبان، بیہقی، تلخیص الحبیر، عون المعبود وغیرہ میں ہے اور تلخیص الحبیر، عون المعبود وغیرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ وَالسُّنَّةُ اَنْ يَّفْعَلَ مَنْ وَّرَاءَهٗ مِثْلَ مَا فَعَلَ اِمَامُهٗ یعنی جیسا کہ امام تکبیریں اور دعائیں وغیرہ پڑھے ویسے ہی مقتدی پڑھے۔

موطا امام مالک میں ہے عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا اَمَرَتْ اَنْ يُّمَرَّ عَلَيْهَا بِسَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ حِيْنَ مَاتَ لِتَدْعُوَ لَهٗ الخ یعنی جب سعد بن ابی وقاص صحابی رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوگیا تو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جنازہ مسجد میں لاؤ تاکہ میں بھی جنازہ کی نماز میں شریک ہو کر اس کے لئے دعا کروں۔ پس اس حدیث سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ عورتیں تک بھی مقتدی میت کے لئے دعا کریں۔

نیز ابوداؤد کی شرح عون المعبود میں باسناد ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اِسْتَقْبَلَ النَّاسَ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمْ يَجْتَمِعْ مِائَةٌ يَجْتَهِدُوْنَ لَهٗ فِي الدُّعَاءِ اِلَّا وَهَبَ اللّٰهُ لَهُمْ وَاِنَّكُمْ جِئْتُمْ شُفَعَاءَ لِاَخِيْكُمْ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ الخ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھانے کھڑے ہوتے تو مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ لوگو! میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ کی نماز کے لئے سو آدمی جمع ہو جائیں اور نہایت گڑگڑا کر میت کے لئے دعا کریں تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کی دعا اس میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔ اور تم اس وقت اپنے بھائی کی سفارش کے واسطے حاضر ہوئے ہو۔ لہذا نہایت جدوجہد سے ساتھ اپنے بھائی کے حق میں دعا کرو۔

پس اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مقتدی میت کے لئے ضرور دعا کریں۔ باقی رہا یہ عذر کہ کسی مرد یا عورت کو کند ذہنی یا بڑھاپے یا اور کسی وجہ سے دعائیں یاد ہونی ناممکن ہوں تو اس مشکل کو بھی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول دیا ہے چنانچہ مسند امام احمد۔ ابوداؤد۔ ونسائی۔ ابن حبان۔ دارقطنی۔ مستدرک حاکم

وغیرہ میں عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْئًا فَعَلِّمْنِیْ مَا یُجْزِئُ فَقَالَ۔ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ایضاً فَاِنْ کَانَ مَعَکَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَأْ فَاِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰہَ وَکَبِّرْہُ وَھَلِّلْہُ ۔ حضرت عبداللہ بن اَوفٰی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت کی اے اللہ کے رسول میں کلام اللہ کی سورت یا آیت پڑھنے سے عاجز ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسی مختصر اور آسان سی دعا سکھائیے جو قرآن مجید کے بجائے اس کو پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم پڑھ لیا کر۔ ایک اور شخص سے آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے قرآن شریف پڑھنا آتا ہے تو فبھا۔ ورنہ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ۔ پڑھ لیا کر۔

مذکورہ بالا ہر دو حدیث سے سمجھا گیا کہ جب فرض عین نماز میں مختصر الفاظ کی تعلیم دی گئی ہے تو سنن نوافل فرض کفایہ نماز میں باولیٰ درجہ مختصر طور پر اکتفا ہو سکتا ہے لہذا ہر دو حدیث مذکورہ کی بنا پر مسلمان و متبع سنت نبی الاسلام علی خمس کے پابند کی نماز جنازہ میں موحد متبع سنت شخص کو ضرور شامل ہونا چاہیئے اور یہ چھوٹی سی دعا یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ یا فقط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ پڑھتا رہے اور یہ دعا منقول ہے۔

امام خود تکبیر کہہ سکتا ہے۔ سوال (۱۴۷) اگر مؤذن امام ہو تو وہ خود تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ مع ثبوت تحریر فرمائیں۔ (سائل مذکور)

جواب ۱۴۷ جناب والا صحیفہ باوجود تلاش و کوشش بسیار دستیاب نہ ہو سکا۔

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار المہاجری

نماز میں بیچ میں چھوٹی سورت چھوڑنا۔ سوال (۱۴۸) ایک امام نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ اول رکعت میں بعد فاتحہ کے سورہ نصر پڑھی۔ اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو ایک مقتدی جو کہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں۔ کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ نماز پھر سے دہراؤ۔ کیونکہ شامی میں لکھا ہے کہ اگر چھوٹی سی سورت بیچ میں چھوڑ دی جاوے تو نماز فاسد ہے۔ امام نے کہا کہ نماز ہوگئی۔ دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں اب دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ نماز دہرانا چاہیئے یا نہیں؟ (سائل محمد زکریا)

جواب (۱۴۸) نماز دوہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام مذکور حق بجانب ہے۔ عند الشرع (قرآن و حدیث) ایک یا زیادہ سورتیں چھوٹی یا بڑی درمیان میں چھوڑ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ سورتوں کی تقدیم و تاخیر و تعیین سے نماز میں عند الشرع کچھ نقص آتا ہے۔ یہ مذہبی لوگوں کی من گھڑت ہے شامی کوئی دین اسلام کی کتاب نہیں جو قابل حجت ہو سکے۔

داڑھی منڈانا۔ سوال (۱۴۹) زید داڑھی صفاچٹ کراتا ہے۔ امام مسجد نے زید سے کہا کہ داڑھی منڈوانا حرام اور نصاریٰ کی مشابہت ہے پس زید نے کہا کہ داڑھی منڈوانا اپنی خوشی کی بات ہے خواہ منڈوا وے خواہ رکھے ہم نے کابل و مصر وغیرہ میں دیکھا ہے کہ وہ منڈواتے ہیں۔ اگر حرام ہوتا تو وہ لوگ کیوں منڈواتے۔ سوال یہ ہے کہ داڑھی منڈوانا کیسا ہے اور منڈوانے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۴۹) داڑھی منڈوانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور منڈوانے والا مرتکب کبیرہ کا ہے اگر اپنا فعل پر شرمندہ ہو تو مسلمان ہے اور اگر مقابلہ کرے اور اگر گناہ کبیرہ حرام نہ سمجھے بلکہ جائز و درست جانے اور حدیث رسول کے مقابلہ میں عوام الناس کی مثال پیش کرے تو کافر ہے۔ یوں تو انگریز خنزیر کھاتے ہیں تو کیا ان کے کھانے سے وہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے؟ ہرگز نہیں۔ کسی کے کرنے نہ کرنے پر مسئلہ شرعی کا دار مدار نہیں ہے۔ فافہم

غیر عربی میں خطبہ۔ سوال (۱۵۰) زید نے امام مسجد سے کہا کہ خطبہ مترجم پڑھنا بند کر دو کیونکہ مترجم پڑھنے کو علمائے دیوبند نے مکروہ سمجھا ہے۔ لہذا حرام ہے۔ اور ہم سب کی نماز خراب ہو جاتی ہے امام نے کہا خطبہ مترجم پڑھنا جائز ہے۔ اور نماز خراب نہیں ہوتی۔ آیا امام کا قول صحیح ہے یا زید کا؟ خطبہ مترجم بند کر دینا چاہیئے یا نہیں؟

(سائل مذکور)

جواب (۱۵۰) امام کا قول صحیح اور زید کا قول غلط ہے نیز خطبہ مترجم پڑھنا جائز و درست ہے۔ علماء دیوبند کا قول قابل سند نہیں تاوقتیکہ کوئی آیاتِ قرآنی یا حدیث نبوی ممانعت میں نہ ہو کما لایخفیٰ علیٰ ماہر الکتاب والسنۃ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ الآیۃ۔ یعنی ہر نبی کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان کی مادری زبان میں ہمارا کلام سمجھا سکے۔ اب اگر صرف عربی میں خطبہ دیا جائے تو کون سمجھے گا۔ خطبہ کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری

جماع کے بعد مہر۔ سوال (۱۵۱) زید کا نکاح ایک نابالغہ لڑکی سے آگرہ میں ہوا۔ اور زید اس کو اجمیر لے گیا وہاں لا کر اس کو تکلیفیں دیں۔ اور زدوکوب کی اکثر نوبت ہوتی رہی۔ اب اسی وجہ سے لڑکی مجبور ہو کر اس کے نکاح میں رہنا نہیں چاہتی اور زید بھی اس کو طلاق دینا چاہتا ہے مگر اس کا مہر ادا کرنا نہیں چاہتا۔ اب لڑکی کی عمر بارہ سال کی ہے اور زید اس سے جماع دخلوتِ صحیحہ کر چکا ہے کیا ایسی صورت میں لڑکی زرِ مہر حاصل کرنے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (حافظ محمد عمر ساکن آگرہ)

جواب (۱۵۱) برابر مستحق ہے جب کہ زید اپنی منکوحہ سے جماع کر چکا ہے تو مہر اس کا واجب الادا ہے۔ زید پر فرض ہے کہ مہر اس کا ادا کرے۔ کیونکہ اسی مہر کی وجہ سے ہی وہ اس کے لئے حلال ہوئی تھی لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا۔ حالتِ عدم ادائیگی میں زید عنداللہ سخت مجرم اور زانی ہے۔ ہاں اگر منکوحہ زید بخوشی خاطر زید کے لئے کچھ یا سب معاف کر دے تو یہ امر دیگر ہے پھر کچھ جرم نہیں۔ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ الآیۃ

دیوانہ شوہر۔ سوال (۱۵۲) میری بہن چار برس کی تھی جب میری والدہ نے میری ہمشیرہ کی شادی کر دی تھی اور اب میری بہن کی عمر ۱۶ سال کی ہے اور اس کا شوہر دیوانہ و مجنون ہو گیا ہے کچھ سنتا سمجھتا نہیں اور نہ اس کے نان و نفقہ کا کفیل ہوتا ہے۔ نہ طلاق دیتا ہے اور میری بہن مجبور ہے۔ اب شریعت کیا فیصلہ دیتی ہے؟ (سید علی ساکن شہر مرزاپور)

جواب (۱۵۲) اگر واقعی لڑکی مذکورہ بالغہ کا شوہر مخبوط الحواس ہو گیا ہے اور علاج معالجہ کچھ نہیں ہو سکتا اور لڑکی مجبور ہے۔ تو شریعتِ محمدی تفریق کا حکم دیتی ہے ان دونوں کا نکاح فسخ کرا دیا جائے۔ جب وہ اس کے نان و نفقہ کا کفیل نہیں تو کیونکر نکاح رہ سکتا ہے۔

صدقہ فطر کی تقسیم۔ سوال (۱۵۳) زکوٰۃ الفطر کس جگہ جمع کرنا چاہیئے۔ زید کا قول ہے کہ ہر شخص تقسیم کر سکتا ہے اور بکر کا قول یہ ہے کہ امام کے پاس جمع کرے۔ امام جس طرح چاہے تقسیم کرے۔ اب صورت مسئولہ میں کس کا قول صحیح ہے؟

عبدالرزاق۔ کالیدھر گھاٹ۔

جواب ۱۵۳) واضح باد کہ قولین میں سے زید کا قول غلط اور بکر کا قول صحیح موافق کتاب و سنت کے ہے۔ واقعی زکوٰۃ فرض و زکوٰۃ الفطر وغیرہ امام کے حوالہ کرنا چاہیئے اس کے متعلق متعدد احادیث واضح مروی ہیں۔
چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے کہ ابن عمر صدقہ فطر عید کے دو دن پہلے اُس شخص کے پاس بھیج دیا کرتے تھے جس کے پاس فطرہ جمع کیا جاتا تھا۔
اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَبْعَثُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ اِلَى الَّذِىْ تُجْمَعُ عِنْدَهٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ۔
نیز فتح الباری کی تیسری جلد کے صـ ۲۹۵ میں ہے کہ ابن عمر صدقہ فطر اس شخص کے حوالہ کردیا کرتے تھے جس کو امام نے فطرہ تحصیلنے کے لئے مقرر کیا تھا۔
نیز مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری مرحوم بھی اپنے فتوے میں بایں الفاظ رقم طراز ہیں کہ کُل قسم کے صدقات (یعنی زکوٰۃ و صدقۃ الفطر وغیرہ وغیرہ) سب امام کے حوالے کردینے واجب[1] ہیں۔ (مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری)

غیر کفو میں بغیر اذن ولی کے نکاح۔ سوال ۱۵۴) ہندہ بالغ ہو یا نابالغ بغیر اپنے ولی جائز باپ کے غیر کفو میں نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟
(سائل عمرالدین جوتہ فروش)

جواب ۱۵۴) ہندہ اگر مسلمہ و موحدہ ہے اور ہندہ کا ولی گور پرست و تعزیہ پرست تو مشرک و بے دین ہے۔ اور وہ اپنے ہی جیسے شخص بے دین تارک صوم و صلوٰۃ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور ہندہ کسی مسلم شخص خواہ برادری کا ہو یا غیر برادری کا۔ سے کرنا چاہتی ہے تو ہندہ اپنا عقد بولایتِ امام وقت یا دیگر کسی مسلم شخص کے کرسکتی ہے خواہ ولی جائز کی اجازت ہو یا نہ ہو۔
ہاں اگر ہندہ کسی بے دین سے کرنا چاہتی ہے بوجہ اس کے مال یا خاندان وغیرہ کے۔ اور اس کا ولی دیندار سے کرنا چاہتا ہے تو ہندہ اپنا نکاح بغیر ولی کے ہرگز نہیں کرسکتی لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ الغرض دین بہر صورت مقدم ہے اور شریعت میں دین ہی کا نام کفو ہے۔

بیعت امام سوال ۱۵۵) زید کہتا ہے کہ آج کل امام وقت مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب دہلوی ہیں۔ جو کوئی ان کی بیعت نہ کرے گا۔ اس کا کوئی عمل مقبول نہیں وہ شخص کافر ہے۔ (حافظ غوث محمد پنہاری)

جواب ۱۵۵) زید کا یہ کہنا کہ آج کل امام وقت مولانا و امامنا مولوی عبدالوہاب صاحب اطال اللہ عمرہٗ ہیں بالکل درست اور بجا ہے کیونکہ مولانا صاحب موصوف کو ایک جماعت کثیر اہلحدیثوں کی اپنا امام مان چکی ہے اور وقتاً فوقتاً ان سے اپنے امورِ دینیہ کی اصلاح کرتی رہتی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔
امام وقت کی سب سے بڑی شناخت دوسرے الفاظ میں شرط یہی ہے کہ وہ داعی الی اللہ ہو۔ چنانچہ مولانا شہید دہلوی اپنے منصب امامت میں رقم طراز ہیں۔ لہٰذا مولانا موصوف سلمہ اللہ میں بفضلہ تعالیٰ علاوہ اس

[1] اگر مسئلہ ہذا کی مزید تفصیل درکار ہو تو مکتبہ ایوبیہ ناشران و تاجرانِ کتب حدیث محل لے ایم ۲۱ کراچی ۱ سے کتاب بنام زکوٰۃ قیمتاً منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

کے اور بھی شرائط موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ امام ہیں۔
رہا یہ امر کہ جو شخص ان کی بیعت نہ کرے گا وہ کافر ہے وغیرہ وغیرہ سب اتہامات ہیں۔ بلکہ حدیث میں تو یوں آیا ہے کہ جو شخص امام وقت کی بیعت نہ کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔ زید کا یہ قول غلط اور خلافِ حدیث ہے۔
ہاں اگر کوئی شخص بیعت کرنے والے پر طعنہ و استہزاء کرے اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بوجہ تاویلاتِ باطلہ کے نہ مانے تو وہ شخص بے شک کافر ہے۔

امام سے بیعت نہ کرنے والا۔ سوال (۱۵۶) کیا جناب کا بھی یہی حکم ہے کہ جو شخص جناب کی بیعت نہ کرے وہ کافر ہے؟ اگر ہے تو اس کا کیا ثبوت۔ اور اگر نہیں تو ایسے قائل کو کیا کہا جائے
(سائل مذکور)

جواب (۱۵۶) مولانا صاحب کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ جو میری بیعت نہ کرے وہ کافر ہے بلکہ مولانا موصوف کا وہی حکم ہے جو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً پس جو کوئی یہ کہے کہ مولانا صاحب بیعت نہ کرنے والے کو کافر کہتے ہیں تو وہ دروغ گو اور کاذب ہے۔

نوٹ:۔ سائل صاحب مطلع رہیں کہ آپ کا یہ نام غوث محمد ٹھیک نہیں ہے۔ اگر پہلا لفظ اڑا کر صرف محمد رکھ لیں تو کیا ہی خوب ہو۔ فقط (مفتی ابو محمد عبدالستار عفی عنہ)

جس جانور سے زنا کیا جائے۔ سوال (۱۵۷) جس جانور کے ساتھ زنا کیا جائے اُس جانور کا دودھ پینا۔ یا اس کا گوشت کھانا۔ یا اس کی قیمت استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ (اعظم علی ضلع رہتک)

جواب (۱۵۷) ایسے جانور کا دودھ پینا۔ یا اس کا گوشت وغیرہ استعمال کرنا عند الشرع جائز نہیں ہے شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس جانور کو قتل کر دیا جاوے۔ (کتب حدیث)

ننگے سر نماز۔ سوال (۱۵۸) زید ننگے سر نماز پڑھتا پڑھاتا ہے اور اس کے پاس ٹوپی یا پگڑی موجود ہے۔ اور اس فعل کو سنت سمجھ کر دوسروں کو رغبت دلاتا ہے۔ اور اس فعل پر عمرو لعن طعن کرتا اور برا بھلا کہتا ہے حتیٰ کہ فعل مذکور کے مرتکب کو بدعتی مفسد بے دین گمراہ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ کیا اس فعل کا ثبوت قرآن و حدیث میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ (محمد اسمٰعیل ضلع مالدہ)

جواب (۱۵۸) فعل مذکور کا ثبوت بڑے وثوق کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ بے شک ننگے سر نماز پڑھنا بھی مسنون طریقہ ہے اس کو بدعت کہنے والا شخص خود بدعتی وغیرہ وغیرہ ہے۔ یہ فعل عہد نبوی کے بعد بھی تعامل صحابہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے نماز پڑھائی۔ اور اپنی ٹوپی وغیرہ اتار کر کھونٹی پر رکھ دی۔ اور ننگے سر نماز پڑھائی بعد از فراغت نماز کسی معترض نے اعتراض کیا کہ یہ فعل آپ نے کیوں کیا۔ تو صحابی نے جواباً فرمایا کہ (لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ) اسلئے کہ تجھ جیسے احمق۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو بدعتی کہنے والے معلوم کر لیں کہ یہ بھی سنت ہے الغرض زید بجانب حق و ہدایت اور عمرو مفسد بجانب ناحق و ضلالت ہے۔

فرضوں کے بعد دعاء۔ سوال (۱۵۹) بعد نماز فرض کے اگر کوئی شخص دعا کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور دعا کر کے منہ پر ہاتھ ملنے کے وقت کیا کہنا چاہیئے یا صرف لا الٰہ الا اللہ کہے یا اس کے ساتھ محمد رسول اللہ

بھی کہے۔ قرآن حدیث سے مدلل ثبوت ہو۔ بینوا توجروا۔ (سائل فوق الذکر)

جواب ۱۵۹، بعد نماز کے دعا کر سکتا ہے اور دعا کر کے منہ پر ہاتھ ملنے کے وقت نہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہے اور نہ محمد رسول اللّٰہ کہے بلکہ قرآنی تعلیم کے مطابق آخر میں یوں پڑھے سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ؁ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ؁ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؁ قرآن مجید پ۱۱۔ سورہ یونس میں خدائے رب العزت نے یہی فرمایا ہے کہ وَاٰخِرُ دَعْوٰ ... اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؁

اہلحدیث عورت کا نکاح حنفی بدعتی سے ۔ سوال ۱۶۰، ہندہ موحدہ اہلحدیث کا نکاح زید حنفی مشرک بدعتی سے ہو سکتا ہے ؟ (محمد حسن از جھڑی پانی۔ ضلع ڈیرہ دون)

جواب ۱۶۰، حنفی ہو یا اہلحدیث جس میں شرک کفر بدعت پایا جاوے اس سے بیٹا بیٹی اور تحفہ تحائف حصہ بخرا بھاجی وغیرہ موالات کا لین دین کرنا حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا۔ (پ۲۔ س بقرہ)

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (پ۲۸۔ س الممتحنہ) لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۔ (مفتی ابو محمد عبد الستار عفی عنہ)

کون سے کام منع ہیں ۔ سوال ۱۶۱، زید قبروں پر شیرینی اور روپیہ بانٹتا ہے اور آگ روشن کرتا ہے اور میت کے ساتھ بھی آگ لے جاتا ہے اور قبروں میں خود روپیہ دیکر مکان بنواتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ یہ تمام کام جائز نہیں۔ آیا زید حق پر ہے یا بکر ؟ (ابو عبد الاحد احمد پنجابی)

جواب ۱۶۱، بکر حق پر ہے اور زید ناحق اور باطل پرست ہے۔ واقعی قبور پر شیرینی تقسیم کرنا بدعت اور ممنوع ہے۔ اور آگ جلانا روشنی کرنا رسم مجوس ہے۔ نیز تعمیر مکانات مسجد و قبہ وغیرہ قبرستان میں قطعاً حرام اور شرک ہے۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے اور کسی قسم کی عمارت بنواتے ہیں۔

جامع ترمذی میں ہے لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسٰجِدَ وَالسُّرُجَ ۔

حقیقی ہمشیرہ کو زکوٰۃ ۔ سوال ۱۶۲، صدقۂ فطر و زکوٰۃ وغیرہ حقیقی ہمشیرہ کو دینے کا حکم کس طرح ہے۔ (سائل فوق الذکر)

جواب ۱۶۲، صدقۂ فطر و زکوٰۃ حقیقی ہمشیرہ وغیرہ کو باجازت امام دے سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

زنانی میت پر لال چادر ۔ سوال ۱۶۳، زنانی میت پر لال چادر یا پھولوں کی چادر ڈالنا کیسا ہے ؟ (سائل عبد الحمید از سکندر آباد)

جواب ۱۶۳، زنانی میت پر لال چادر یا پھولوں کی چادر بہ نیت ثواب یا دینی حکم سمجھ کر ڈالنا سراسر بدعت اور ممنوع ہے كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ۔ ہاں دھاریدار لنگی ڈالنا دینی بات اور باعث اجر ہے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی نعش پر بھی دھاریدار لنگی ڈالی گئی تھی۔

لال چادر والے جنازہ کی نماز ۔ سوال ۱۶۴، اور ایسی حالت میں جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (سائل مذکورہ بالا)

جواب ۱۶۴) ہرگز نہیں۔ جب وہ بدعتیوں کا جنازہ ہے اور اس جنازہ پر بدعت کا ارتکاب کیا جا رہا ہے تو عند الشرع ایسی مجلس میں شریک ہو کر رونق افزائی کرنا منع ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

قبر میں جواب نامہ رکھنا۔ سوال ۱۶۵) قبر میں جواب نامہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور الصدر)

جواب ۱۶۵) ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ بدعت ہے۔ کیونکہ زمانہ خیر القرون میں اس کا ثبوت مفقود اور لاپتہ ہے۔

قبرستان میں لوبان جلانا۔ سوال ۱۶۶) قبر میں لوبان جلانا۔ یا اگر بتی جلانا جائز ہے یا نہیں۔۔؟

(سائل فوق الذکر)

جواب ۱۶۶) جائز نہیں۔ یہ جملہ امور لوگوں کے تراشیدہ اور منگھڑت ہیں۔ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ فقط (مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار مدرسہ دار الکتاب والسنۃ)

پوتے کی میراث۔ سوال ۱۶۷) زید متوفی دو بیٹے اور ایک فوت شدہ بیٹے کے لڑکے یعنی اپنے پوتے کو چھوڑ کر مر گیا۔ آیا اب پوتے اور بیٹوں کا حصہ شرعاً کس طرح ہونا چاہیئے۔ (ایک اہلحدیث از بریلی)

جواب ۱۶۷) عند الشرع زید متوفی کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے پوتا ترکہ کا وارث نہیں۔ ہاں اگر زید اپنے ثلث مال میں سے کچھ اس کے لئے وصیت کر گیا ہو تو وہ لے سکتا ہے یا اس کے چچا تائے کچھ بطیب خاطر اس کے ساتھ سلوک کر دیں تو لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲

میت		زید
ابن	ابن	ابن الابن
بکر	عمرو	خالد
۱	۱	م

قبور منبوشہ میں مکانات۔ سوال ۱۶۸) قبور منبوشہ مقابر جہلا میں مکانات بنانا کیسا ہے؟

(سائل مولوی عبد المنان صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ بنگال)

جواب ۱۶۸) قبور منبوشہ مشرکین میں جب کہ ان کو مہدوم و بے نشان کر دیا جاوے مکانات یا مساجد بنانا جائز ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبور مشرکین کو تڑوا کر مسجد بنوائی تھی۔ (کتب حدیث)

رضاعت قلیلہ۔ سوال ۱۶۹) بھتیجے نے پھوپھی کا دودھ پیا۔ اسے قے ہوگئی پچا نہیں طبیعت خراب ہوگئی۔ پھر وہ لڑکی مر گئی۔ اس کے اوپر سے ایک لڑکا مرا ہوا پیدا ہوا۔ تیسرے درجہ میں ایک لڑکی اور پیدا ہوئی۔ اس لڑکی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (امۃ اللہ از دہلی)

جواب ۱۶۹) لڑکے مذکور کا نکاح لڑکی مذکورہ سے ہو سکتا ہے۔ عند الشرع رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب بچہ پانچ دفعہ پیٹ بھر کر ایسا دودھ پیے کہ وہ اس کی غذا بن جائے۔ اور اس سے اس کی نشو و نما ہو۔ ترمذی ص ۱۴۸ میں ہے اُنْزِلَ فِي الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَنُسِخَ مِنْ ذَالِكَ خَمْسًا وَصَارَ إِلَى خَمْسِ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَالِكَ۔

دوم یہ کہ اس لڑکی نے اس کے ساتھ دودھ نہیں پیا۔ رضاعی بہن اس کی وہ ہو سکتی تھی جو مر گئی۔

(مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار)

کافروں کا مال کھانا۔ سوال (۱۷۰) زید کہتا ہے کہ کافروں کا مال جس طرح ہو کھا جائے خواہ چوری سے ہو یا زبردستی سے۔ بکر کہتا ہے کہ چوری سے درست نہیں۔ فقط زبردستی سے کھانا جائز ہے۔ کس کا قول صحیح ہے۔؟ (ولی محمد از بھٹنڈا)

جواب (۱۷۰) بکر کا۔ بوقت جہاد۔

دولت مندوں کے پاس بیٹھنا۔ سوال (۱۷۱) زید کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علماء وغیرہ سے فرمایا کہ تم امراء کے پاس جا کے مت بیٹھا کرو۔ یہ متکبر لوگ ہیں۔ امراء و اغنیاء کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔ دیگر آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ دولت مند عورتوں کے پاس مت جایا کرو۔ یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟ جواب حدیث۔ اور کس کتاب میں ہے۔ مع صفحہ عنایت ہو۔ (شیخ حاجی سراج الدین۔ دہلوی)

جواب (۱۷۱) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امراء کے پاس جانے میں دین کا خطرہ ہے (مشکوٰۃ ص۳۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا اِیَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ مالداروں کی صحبت سے دور رہنا۔ (ترمذی ص۲۲۴ جلد اول)

ایک حدیث میں ہے امراء اغنیاء کی صحبت سے بجز معصیت الٰہی و نافرمانی رسول یزدانی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (ابن ماجہ۔ کذا فی المشکوٰۃ ص۳۷)

غرباء سے دین کی ترقی۔ سوال (۱۷۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو ایمان لائے وہ غرباء تھے یا امراء۔ دین کو جو ترقی ہوئی وہ غرباء سے یا امراء سے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۷۲) صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۴ میں ہے۔ فَاَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ آپ کے تابعدار غریب لوگ ہیں۔

نیز بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا۔ اسلام کی نشو و نما غریب لوگوں میں ہوئی ہے (مشکوٰۃ ص۳۷)

نبی صلعم اور غرباء۔ سوال (۱۷۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تئیں امراء میں شمار کرتے تھے۔ یا مساکین غرباء میں۔

وہ کونسی حدیث سے ثابت ہے جو آپ دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ مجھ کو مسکینوں میں چلا۔ اور مسکینوں میں مار۔ اور مسکینوں میں میرا حشر کر۔؟

اس حدیث کو مع حوالہ کتاب تحریر فرماویں۔ (سائل مذکور)

جواب (۱۷۳) جناب باری عز اسمہ کی بارگاہ میں آپ کی التجا تھی۔ خدایا میری حیات و ممات اور حشر و نشر مساکین کے ساتھ کیجیو (ترمذی ص۲۵۸)

نیز آپ نے فرمایا ہے اَبْغُوْنِيْ فِيْ ضُعَفَائِكُمْ مجھے غریبوں میں ڈھونڈا کرو۔ میں اُن میں بیٹھا پایا جاؤں گا۔ (مشکوٰۃ) وغیرہ وغیرہ فقط

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار۔

جھوٹی تہمت - سوال ۱۷۴۔ جھوٹی تہمت لگا کر اشتہار بازی کر کے کسی مسلمان کو بدنام کرنا شرعاً کیا حکم ہے ؟

(سائل شیخ سراج الدین - دہلوی)

جواب ۱۷۴۔ کسی بھی شخص پر تہمت لگا کر بدنام اور ذلیل کرنا اور جو بات بھی مسلمانوں کی نسبت اڑتی ہوئی سُنی اسے بلا تحقیق عوام میں شائع کر دینا منافقوں کا کام ہے۔

سورۂ احزاب پارہ ۲۲ عہدِ نبوی میں اکثر منافق سچے پکے مسلمانوں پر قسم قسم کے اتہامات و افترا بازی کیا کرتے تھے۔ کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ قِصَّۃُ الصِّدِّیْقَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں موجود ہے اَشَدُّ الرِّبَا وَ اَرْبَی الرِّبَا وَاَخْبَثُ الرِّبَا انْتِهَاكُ عِرْضِ الْمُسْلِمِ وَانْتِهَاكُ حُرْمَتِہٖ (ابن ابی الدنیا وبیہقی)

یعنی سب سے سخت اور بڑا اور خبیث تر بیاجوں کا بیاج ایک مسلمان متبع سنت کو بدنام اور ذلیل کرنا ہے۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا شخص سب سے بڑا سود خوار ہے۔ العیاذ باللہ آج کل لوگوں نے اہلِ اسلام خصوصاً عالم باللہ و فی اللہ کی تحقیر و تذلیل کو اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ عند اللہ وہ منافق اور سود خواروں سے بھی بدتر ہیں۔ خدا پناہ دے۔ آمین

حجاج کا استقبال - سوال ۱۷۵۔ ایک اشتہار میری نظر سے ۹ اگست ۲۹ء کو گذرا اس میں دیکھتا ہوں کہ جماعت غرباء اہلحدیث کے لوگوں نے اس میں اعلان کیا ہے کہ فلاں دن حاجی صاحبان تشریف لائیں گے۔ سب بھائی ان کے استقبال کو جائیں۔ اور ان سے ملاقات کے وقت یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَہُ الْحَاجُّ۔

اس کے بالمقابل جماعت امراء اہلحدیث دہلی تحریر کرتی ہے کہ اس اشتہار میں گاندھی جیسا جلوس دکھایا گیا۔ قدرت کی طرف سے اس جلوس کو مٹایا گیا۔

پس کیا حاجیوں سے ملاقات کرنا اور دعائے استغفار کروانا امر مسنون ہے۔ اگر ہے تو کیا ایسے نام کے اہلحدیث رہ گئے ہیں جو سنت کے کام کو مشرکین ہنود کے نام سے تشبیہ حوالہ دیتے ہیں۔ ایسی تحریر کرنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے۔ ؟ (سائل فوق الذکر)

جواب ۱۷۵۔ حاجی کے استقبال کو جانا اور اس سے دعائے استغفار کرانا امرِ مشروع ہے۔ حاجی کی دعا قبل دخولِ گھر قبول ہوتی ہے۔

مشکوٰۃ صد ۲۱۵ جلد اول میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ جب حاجی سے ملاقات کرو تو سلام و مصافحہ کے بعد گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اپنے لئے استغفار کراؤ کیونکہ وہ مغفور لہٗ ہے۔ (مسند احمد)

پس ایک امر مشروع کو فعلِ کفار کے ساتھ مشابہت دینا اعلیٰ درجہ کا نفاق اور سخت ترین جرم ہے العیاذ باللہ فقط

(مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہٗ الغفار)

عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا۔ سوال (۱۷۶) عورت کی پنج وقتہ نماز یا جمعہ کے دن یا رمضان شریف میں پانچ راتیں شبِ قدر کی مسجد میں پڑھنی افضل ہیں یا اپنے گھر میں؟

(حاجی شیخ سراج الدین دہلوی)

جواب (۱۷۶) عورتوں کا جمعہ و اعیاد و پنجوقتہ نماز میں شریک ہونا قرآن حدیث سے ثابت ہے۔ افضلیت امر دیگر ہے۔ جب عورتیں لباسِ فاخرہ و عطریات پھول و زیورات وغیرہ پہنے ہوئے ہوں تو مساجد میں آنا تو درکنار اپنے گھر کے صحن سے دالان میں اور دالان سے کوٹھری میں نماز پڑھنی افضل و بہتر بلکہ امر شرعی ہے۔

عہدِ نبوی میں عورتیں سادہ لباس سادی وضع میں اعیاد و جمعہ کے علاوہ پنج وقتہ نماز میں شامل ہوتی تھیں۔

ہاں بالتخصیص شبِ قدر کی راتوں میں مساجد میں مجالس وعظ کا آراستہ کرنا اور عورتوں کا مجالسِ مذکورہ میں لباس فاخرہ و پھول وغیرہ پہن کر شریک ہونا خلافِ شرع اور امر جدید ہے سلف سے اس کا ثبوت نہیں۔ جیسا کہ فی زمانہ رائج ہے۔ مسلمانوں کو اس کی روک تھام کرنی چاہیے کما ھو مفھوم من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنھا حیث قالت لو رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن عن المسجد (او کما قالت)

بغیر جماعت وتر میں دعائے قنوت۔ سوال (۱۷۷) بغیر جماعت کے اگر کوئی وتر پڑھے تو اس میں دعائے قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

(سائل حافظ عبدالرحمٰن بھوانی)

جواب (۱۷۷) کوئی حرج نہیں۔ جائز ہے۔ ہاں اگر نہ پڑھے تو سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ فقط

(مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار)

غیر مسلم سائل کو دینا۔ سوال (۱۷۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ کافر، مشرک، بدعتی، چوڑھا، چمار، سکھ یا بریا کراڑ۔ الغرض کوئی ہو وہ اللہ کے واسطے سوال کرے تو اس کو ضرور دینا چاہیئے۔

(سائل محقق از فاضلکا۔ ضلع فیروز پور)

جواب (۱۷۸) سائل اگر حاجت مند اور محتاج ہے تو بطور مساواتِ بشری و مساوات طبعی کے بنا بریں مفہوم آیت واما السائل فلا تنھر ۵ کے دینے میں کوئی حرج نہیں تفسیر جامع البیان کے ص ۴۳ پ ۳ میں تحت آیہ لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء الآیۃ مرقوم ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامر بان لا یتصدق الا علی المسلمین حتی نزل لیس علیک ھداھم فامر بالصدقۃ بعدھا علی کل سائل من کل دین (رواہ ابن ابی حاتم والیسار عن

ابن عباسؓ) وَھٰذَا فِی التَّطَوُّعِ اَمَّا الْوَاجِبُ فَلَا یَجُوْزُ صَرْفُہٗ اِلَی الْکُفْرِ
یعنی ابتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیا کرتے تھے کہ بجز مسلمان کسی دیگر
شخص کو نفلی صدقہ نہ دیا جائے حتیٰ کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔
بعد نزول آیت آپ نے حکم دیا کہ ہر سائل کو خواہ وہ کسی مذہب اور کسی دین کا ہو لوجہ
اللہ دینا جائز و درست ہے۔
نیز تفسیر مذکور میں عطاء خراسانی کے قول سے مزید تشریح اس امر کی یوں ہے قَالَ
الْعَطَاءُ الْخُرَاسَانِیُّ مَعْنَاہُ اِذَا اَعْطَیْتَ لِوَجْہِ اللّٰہِ فَلَا عَلَیْکَ مَاکَانَ عَمَلُہٗ
فَاِنَّکَ مُثَابٌ لِنِیَّتِکَ سَوَآءٌ کَانَ السَّائِلُ مُسْتَحِقًّا اَوْ غَیْرَہٗ بَرًّا
اَوْ فَاجِرًا۔ حاصل الکلام وخلاصۃ المرام اینکہ نفلی صدقہ محض اللہ کی رضا کے لئے کافر محتاج
کو بھی دے سکتے ہیں۔ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔
ہاں افضلیت و اَولویت امر دیگر ہے۔ حصول درجات علیا و مراتب عقبیٰ اسی میں ہے
کہ حتی الوسع مسلمان موحد متقی کو دے۔
لِلْحَدِیْثِ اُنْسُرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاکُلُ طَعَامَکَ
اِلَّا تَقِیٌّ۔ یعنی نہ کھلائے کھانا تیرا مگر متقی پرہیز گار (مشکوٰۃ)
اور دلائل شرعیہ خارجیہ سے یہ امر بالبداہت ثابت اور متحقق ہے کہ مشرک عند اللہ و
عند الرسول کبھی متقی نہیں ہے۔ گو وہ بزعمہ کیسا ہی عابد زاہد کیوں نہ ہو تا وقتیکہ بصدق دل تائب
نہ ہو۔

رضاعت۔ سوال (۱۷۹) ایک لڑکے نے دو سال سات ماہ کی عمر میں اپنی پھوپھی کا
دودھ پیا صرف ایک دفعہ۔ اب از روئے شرع اس لڑکے کا نکاح اس کی پھوپھی کی لڑکی سے جائز
ہے یا نہیں؟ (سائل نامعلوم الاسم)

جواب (۱۷۹) عند الشرع لڑکے مذکور کا نکاح اس کی پھوپھی کی لڑکی سے جائز و
درست ہے۔ لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّۃُ وَلَا الْمَصَّتَانِ یعنی ایک
دفعہ یا دو دفعہ معمولی دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ تا وقتیکہ پانچ دفعہ پیٹ بھر کر
دودھ نہ پیے۔ اور نہ عند اللہ و عند الرسول اس رضاعت کا اعتبار ہے۔ جو بعد اختتام میعاد
مقررہ یعنی حولین کاملین کے عمل میں آئے لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لَا رِضَاعَ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ
(سنن ابن ماجہ) و ایضًا لَا رِضَاعَ اِلَّا فِی الْحَوْلَیْنِ یعنی رضاعت نہیں ثابت ہوتی مگر دو سال کے اندر و ایضًا
لَا یُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ وَکَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ یعنے دودھ چھڑانے
سے پہلے پہلے اگر بچہ کسی کا دودھ بتعداد مشروعہ پیے تو معتبر ہے و الّا فلا۔

تارک جمعہ کا کفارہ۔ سوال (۱۸۰) ایک شخص سے جمعہ جماعت کی غیر حاضری ہوگئی
بہ سبب کسی شغل کے۔ حتی الوسع بہت جلدی کی۔ مگر جمعہ میں حاضر نہ ہوسکا۔ اب شریعت محمدیہ ایسے شخص کے
حق میں کیا حکم عنایت کرتی ہے؟

جواب (۱۸۰) اگر وسعت ہو تو تین دو پیہ ورنہ عہ (ڈیڑھ روپیہ) جرمانہ ادا کرے کذا فی کتب الحدیث[۱]

ماکول اللحم کا بول و براز۔ سوال (۱۸۱) اگر کسی کپڑے میں گوبر یا پیشاب حلال جانور ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو اور اس سے بچنا امر محال اور مشکل ہو جیسا کہ دیہاتیوں کے لئے مشکل ہے تو اس کپڑے میں نماز جائز و درست ہے یا نہیں۔ اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے۔ یا پلید ؟

(سائل ایک اعرابی)

جواب (۱۸۱) ماکول اللحم کا بول و براز عند الشرع پاک ہے۔　(دیکھو مشکوٰۃ)

اور جس کپڑے پر وہ لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ کراہیت طبعی دیگر شئے ہے اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ کوئی قباحت شرعی نہیں۔

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مرابض الغنم یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

نیز ماکول اللحم کا بول و براز بطور ادویات کے استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا تھا۔ (سنن نسائی وغیرہ)

ہاں فقہ حنفیہ مثل درمختار وغیرہ عربی اور مثل مفتاح الجنۃ وغیرہ اردو میں لکھا ہے کہ اگر کپڑے پر مثل درہم شرعی یعنی ہتھیلی کے برابر نجاست غلیظہ (مثل پاخانہ انسان وغیرہ) لگی ہوئی ہو تو بھی نماز پڑھ لینی جائز و درست ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَهٰذَا غَلَطٌ جِدًّا فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار وصانہ عن شرور الاشرار

الجواب صحیح والرای نجیح ابو محمد عبد الوہاب امام جماعت غرباء اہلحدیث

فاضل مجیب بارک اللہ فی علمہ و فہمہ نے جو کچھ لکھا ہے۔

یقیناً وہ صحیح ہے۔

ابو الخلیل عبد الجلیل خاں

مدرس مدرسہ موری دروازہ دہلی

مہر: ابو الخلیل عبد الجلیل جھنگوی — خادم شریعت نبوی

حاملہ بزنا کا نکاح۔ سوال (۱۸۲) حاملہ بزنا کا نکاح زانی یا غیر زانی سے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(شیر محمد قوم بھڈا۔ ملتانی)

جواب (۱۸۲) حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اور حالت حمل میں نکاح کرنا جائز نہیں لہذا بعد وضع حمل بصدق دل تائب ہو کر نکاح ہو سکتا ہے ــــ کیونکہ نکاح کرنا شرعاً حلال ہے۔ اور زنا حرام ہے۔ اور شئے حرام کے ارتکاب سے شئے حلال حرام نہیں ہو سکتی۔ پس زنا کی وجہ سے نکاح حرام نہیں ہو سکتا۔ حدیث مرفوع میں موجود ہے لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ (ابن ماجہ) اگر غیر زانی قبل وضع حمل کسی وجہ سے نکاح کر بھی لے تو تا وقتیکہ وضع حمل نہ ہو جماع نہ کرے کیونکہ حدیث میں غیر کی کھیتی کو پانی پلانے

---

[۱] اگر عذر شرعی ہے تو معاف ہے۔ مثلاً بھول گیا۔ یا سو گیا۔ ۱۲ منہ

کی ممانعت آئی ہے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّسْقِیَ مَاءَہٗ زَرْعَ غَیْرِہٖ اَوْکَمَا قَالَ

صغرسنی کا نکاح۔ سوال ۱۸۳، نکاح لڑکی کا کس عمر میں ہوسکتا ہے آیا دو تین سال کی لڑکی کا نکاح از روئے شریعت جائز ہے؟ (سائل مذکورہ بالا)

جواب ۱۸۳، صغرسنی کا نکاح شرعاً جائز و درست ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ امام ابوداؤدؒ نے باب منعقد کیا ہے:۔

بَابُ تَزْوِیْجِ الصِّغَارِ۔ صغرسنی عام ہے خواہ دو چار سال ہوں خواہ چھ سات سال یا زیادہ قبل بلوغ کو صغرسنی کہتے ہیں۔ باب مذکور کی تحت میں عون المعبود میں مرقوم ہے قَالَ النَّوَوِیُّ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی جَوَازِ تَزْوِیْجِ بِنْتِہِ الْبِکْرِ الصَّغِیْرَۃِ لِھٰذَا الْحَدِیْثِ۔

نیز امیر المومنین فی الحدیث علامہ زماں فقیہ دوراں امام ہمام بخاری رضوان اللہ علیہ علی الدوام اپنی صحیح میں بایں الفاظ باب منعقد کرکے مسئلہ ہذا کے متعلق رقم طراز ہیں بَابُ اِنْکَاحِ الرَّجُلِ وُلْدَہُ الصِّغَارَ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ فَجَعَلَ عِدَّتَھَا ثَلٰثَۃَ اَشْھُرٍ قَبْلَ الْبُلُوْغِ یعنی حدیث ہذا کی بنا پر چھوٹے لڑکے۔ لڑکی کا نکاح کرنا جائز و درست ہے۔ باب مذکور کے تحت میں علامہ ابن حجر عسقلانی راقم ہیں فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ نِکَاحَھَا قَبْلَ الْبُلُوْغِ جَائِزٌ وَھُوَ اسْتِنْبَاطٌ حَسَنٌ۔ آگے چل کر لکھتے ہیں قَالَ الْمُھَلَّبُ اَجْمَعُوْا اَنَّہٗ یَجُوْزُ لِلْاَبِ تَزْوِیْجُ ابْنَتِہِ الصَّغِیْرَۃِ الْبِکْرِ وَلَوْ کَانَتْ لَا یُوْطَأُ مِثْلُھَا۔ یعنی چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ اگرچہ وہ اتنی چھوٹی ہو کر اس سے وطی نہ کی جاسکے۔ (فتح الباری پ ۲۱)

باپ کی منکوحہ غیر مدخولہ سے نکاح۔ سوال ۱۸۴، ایک آدمی نے اپنی منکوحہ عورت کو قبل وطی (جماع) کے طلاق دی۔ آیا اس آدمی کا حقیقی بیٹا بعد عدت اس مطلقہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب ۱۸۴، لڑکا اپنے باپ کی منکوحہ مدخولہ و غیر مدخولہ دونوں سے نکاح نہیں کرسکتا لقولہ تعالیٰ وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ آیت ہذا بعمومہ مدخولہ و غیر مدخولہ کو شامل ہے۔ (پ ۴۔ س النساء)

نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا۔ سوال ۱۸۵، آیا میت کا جنازہ دوبارہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب ۱۸۵، کیا جاسکتا ہے للحدیث المروی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَیْلًا فَقَالَ مَتٰی دُفِنَ ھٰذَا قَالُوا الْبَارِحَۃَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِیْ قَالُوْا دَفَنَّاہُ فِیْ ظُلْمَۃِ اللَّیْلِ فَکَرِھْنَا اَنْ نُّوْقِظَکَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَہٗ فَصَلّٰی عَلَیْہِ (متفق علیہ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جدید قبر کے پاس سے گزرے۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ میت کب دفن ہوئی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا شب گذشتہ۔ آپ نے فرمایا کہ

اس کے کفن دفن کی مجھے کیوں نہیں اطلاع دی (میں بھی ثواب میں شریک ہوجاتا) صحابہ نے جواب دیا کہ رات کا وقت تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پس آپ نے وہیں قبر پر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر نماز جنازہ باجماعت ادا کی ــــــ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے پہلے نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا تھا۔

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر جاکے مع صحابہ کے دوبارہ نماز ادا کی۔ علاوہ ازیں دیگر روایات سے بھی ثابت ہے (مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہ) فقط (مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار)

نوافل جماعت سے پہلے ـ سوال (۱۸۶) جماعت سے پہلے نوافل پڑھیں یا جماعت کے بعد؟ (محمد ابراہیم صاحب از ریواڑی)

جواب (۱۸۶) سنت نفل جماعت سے قبل بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد بھی (کتب حدیث)

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں ـ سوال (۱۸۷) صبح کی نماز میں جب کہ پیش امام جماعت کرا رہا ہو سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھیں تو کیا گناہ ہوگا اور نہ پڑھیں تو کیا ـ اگر پڑھیں تو کس وقت پڑھیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۸۷) جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ ـ جب فرض نماز کی تکبیر ہوجائے تو بجز فرض کے اور کوئی نماز پڑھنی درست نہیں۔

فجر کی سنتوں کا وقت فرضوں کے قبل ہے ـ اگر فرضوں سے قبل نہ پڑھ سکیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں ـ کما بوب علیہ الترمذی :-

بَابُ مَا جَاءَ فِیْمَنْ تَفُوْتُہُ الرَّکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ یُصَلِّیْھِمَا بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ ـ

نیز مسئلہ ہذا کے متعلق اکابر علمائے اہلحدیث و بعض احناف کا مطبوعہ فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے ـ

ناظرین تسلی و تشفی و ضیافتِ طبع کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے ـ سوال تو یہی ہے جو اوپر درج ہوچکا ـ جواب باصواب ذرا بگوش غور سنئیے ـ

جواب :- فرضوں کے ہوتے ہوئے سنت نہ پڑھے جماعت میں شامل ہوجائے بموجب فرمودۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ـ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ ـ

ترجمہ، جس وقت جماعت نماز کی کھڑی ہوجائے تو اس وقت سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں ہے ـ دوسری حدیث ثُمَّ زَادَ مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ فِیْ قَوْلِہٖ صلے اللہ علیہ وسلم

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلوٰةُ فَلَا صَلوٰةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ لَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ۔ یعنی جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت قائم ہو جائے تو جماعت کے سوائے نماز فرض کے کوئی نماز نہیں۔ تو کسی نے عرض کیا اے رسول خدا آیا اس وقت دو رکعت سنت فجر کی بھی نہ پڑھے۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں دو رکعت سنت فجر کی بھی نہ پڑھے کذا فی المحلی۔

اور صحیح بخاری میں عبد اللہ بن بحینہ سے روایت ہے أَنَّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلوٰةُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّبْحُ أَرْبَعًا الصُّبْحُ أَرْبَعًا۔ یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وقت کھڑے ہونے جماعت کے کہ دو رکعت یعنی سنت فجر کی پڑھ رہا ہے جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تو صبح کی نماز چار رکعت پڑھتا ہے۔؟ دو مرتبہ اسی طرح فرمایا (مطلب یہ کہ جب تکبیر ہوگئی تو سنتوں کا وقت جاتا رہا۔ اور فرضوں کا وقت شروع ہو گیا۔ اب جو شخص نماز پڑھے وہ فرضوں میں داخل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ فَحَصَبَهُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَهُوَ يَسْمَعُ الْإِقَامَةَ فَضَرَبَهُ عَنْ طَرِيقِ عَطِيَّةَ قَدْ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ قَضَاهُمَا حِينَ سَلَّمَ الْإِمَامُ یعنی بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ دو رکعت سنت پڑھ رہا ہے اور مؤذن تکبیر اور اقامت کہہ رہا ہے تو عبد اللہ صحابی رسولؐ نے اس شخص کو کنکر مار مار کر (نیت تڑوائی) اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ جب کسی شخص کو دیکھتے کہ نماز پڑھ رہا ہے درانحالیکہ تکبیر اقامت سن رہا ہے تو اس کو مارتے۔ نیز طریق عطیہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ کی جب فجر کی سنتیں رہ جائیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھ لیتے۔ اور قیس سے روایت ہے کہ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُقِيمَتِ الصَّلوٰةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِي أُصَلِّي فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ أَصَلَاتَانِ مَعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا إِذًا۔

قیس کہتے ہیں کہ حضرت باہر تشریف فرما ہوئے اور نماز فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز فرض پڑھی۔ بعد سلام پھیرنے کے حضرت نے مجھ کو دوبارہ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ اے قیس! تو کیا دوبارہ فرض پڑھ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ان روایات مذکورہ بالا سے وقت کھڑے ہو جانے جماعت فرض کے شامل ہو جانا جماعت میں ضرور ہے۔ اور پڑھنا سنتوں کا بعد جماعت کے قبل طلوعِ آفتاب کے ثابت ہو گیا۔ اگر کوئی بعد طلوعِ آفتاب کے پڑھے گا تو بھی درست ہے۔ کتبہ، محمد عبید اللہ

وعبد الحق | مہر | محمد عبید اللہ ۱۲۹۱ | مہر | فقیر عبد الحق ۱۲۹۹

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ نص است و بمقابل نص تعطیلات قیاسیہ باطل ست

مہر | میر احمد پشاوری

واقعی ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ مانع جواز پڑھنے سنت کے ہے مگر بعد فرضوں کے بلاشبہ درست ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔

قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّهُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ وَزِيَادَةُ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ لَا أَصْلَ لَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَنُقِلَ عَنْهُ فِي الْمُحَلّٰى شَرْحِ الْمُوَطَّا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

حررہ ابو محمد عبد الرؤف البہاری | ۱۳۰۳ عبد الرؤف

الجواب صحیح والرای نجیح محمد یٰسین الرحیم آبادی عفی عنہ

مجیب صاحب نے بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے۔ حقیقت میں اقامت ادائے سنت فجر ناجائز و نادرست از روئے حدیث صحیح السند کے ہیں۔

کتب فقہ میں بھی اس طرح سنت پڑھنے کو کہ جس طرح آج کل فی زماننا جہاں پڑھتے ہیں یعنی قریب صف کے اور مسجد میں ممنوع لکھا ہے۔

فتح القدیر صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ لکھا ہے کہ اس طرح سے جیسا کہ آج کل مروج ہو رہا ہے سنت فجر پڑھتے ہیں بہت سخت مکروہ ہے۔ اور بڑے ہی اجہل ہیں۔

ہدایہ مع الکفایہ صفحہ ۸۶ میں لکھا ہے کہ سنت فجر وقت اقامت مسجد میں ممنوع و نادرست ہے اگر پڑھے تو خارج از مسجد پڑھے۔

مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ صفحہ ۲۳۸ و تعلیق الممجد صفحہ ۸۶ میں بعد اللتیا خوب واضح کر کے لکھا ہے کہ از روئے احادیث صحیح مرفوعہ سنت فجر وقت تکبیر نہ پڑھنی چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفنجابی نزیل الدہلی | ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰ الاداب خادم شریعت رسول

الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۱۳۰۴۔

الجواب اکثر جاہل لوگ جو وقت اقامت فرض صبح سنتیں پڑھتے ہیں یہ درست نہیں ہے پس جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

محمد امیر الدین حنفی واعظ جامع مسجد دہلی | ۱۳۰۱ محمد امیر الدین

الجواب صحیح عبد اللطیف | ۱۲۹۵ عبد اللطیف

الجواب صحیح | الثقلین محمد تلطف حسین۔ خادم شریعت رسول

الجواب صحیح | سید محمد علی ۱۲۹۹ السلام غفرلہ،

جمعہ کے بعد سنت۔ سوال (۱۸۸) جمعہ کی نماز میں فرضوں کے بعد سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(سائل فوق الذکر)

جواب (۱۸۸) پڑھ سکتے ہیں خواہ دو رکعت پڑھے خواہ چار۔ (مسلم و ابوداؤد)

تارک جمعہ کا کفارہ۔ سوال (۱۸۹) اگر کسی شخص کا جمعہ بھول سے چھوٹ جائے یا سو جائے تو کتنا صدقہ لازم ہے۔ (سائل مذکور)

جواب (۱۸۹) اگر بغیر عذر شرعی کے چھوٹ جائے تو تین روپے جرمانہ ادا کرے۔

وتر میں درمیانی قعدہ۔ سوال (۱۹۰) وتر ایک تین پانچ سات۔نو۔ ایک قعدہ سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۹۰) وتر دراصل ایک ہی رکعت ہے خواہ ایک پڑھے خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات خواہ نو سب درست ہیں۔ آخری رکعت کے اعتبار سے انہیں وتر کہا جاتا ہے۔ تین پانچ سات وتروں میں بیچ کا قعدہ نہیں۔ ہاں وتروں میں آٹھویں رکعت پر قعدہ کر کے نویں پر سلام پھیر دے۔ کذا فی کتب الحدیث فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار)

جمعہ کی پہلی اذان کہاں دی جائے۔ سوال (۱۹۱) مسجد میں جمعہ کے روز پہلی اذان مسجد کے دروازے پر اور دوسری بوقت خطبہ منبر کے سامنے اور تیسری یعنی تکبیر یہ تینوں اذانیں مسجد میں دینی جائز ہیں۔ یا نہیں؟ اور اس اذان کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اذان ثالث زائد کردہ پر قیاس کر کے استدلال کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

(سائل محمد سلیمان از باول)

جواب (۱۹۱) سوال ہذا کا جواب صحیفہ اہلحدیث کی جلد ۷ نمبر ۷ بابت ماہ رجب ۱۳۴۷ھ میں درج ہو چکا ہے۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں نمبر مذکور میں ملاحظہ ہو۔ ہاں مزید تشریح و ناظرین صحیفہ کی ازدیادِ بصیرت کے لئے علمائے اہلحدیث کا ایک فتویٰ مطبوعہ، بابت اذانِ ثالث درج ذیل کرتے ہیں۔ واللہ الہادی

اِقامۃ الحُجّۃ علٰی انّ النّداء الثّالث یوم الجمعۃ فی المسجد بدعۃ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر صحابہ کے فعل کو ضد سے قائم رکھے وہ کیسا ہے؟ جیسا کہ کسی جگہ جمعہ کی دو ہی اذانوں کا رواج ہو اور دونوں مسجد ہی میں ہوتی ہیں۔

ایک شخص اس پر زور دیتا ہے کہ دو ہی ہونی چاہئیں اور دونوں مسجد میں۔ پہلی اذان جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ کے وقت سے شروع ہے مسجد میں کہنا درست ہے یا نہیں؟

قرآن وحدیث سے جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب ۱ الجواب واللّٰہ الموفق للصواب - قول و فعل رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم پر عمل واجب، قول و فعلِ صحابی بمقابلہ حدیثِ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم متروک العمل ہے - قول و فعل صحابی کو جو حدیثِ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم پر مقدم کرتے ہیں تاویلاتِ رکیکہ سے وہ شخص قرآن و حدیث و رسول اللّٰہ کا مخالف ہے -

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ــــ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ھٰکَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ

ایک اذان منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتی تھی جس وقت رسول مقبول صلے اللّٰہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تھے دوسری اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں باجازت امیر المؤمنین کہی گئی خارج میں مقامِ زوراء پر اگر اس طرح کہے جائز ہے اور اگر مسجد کے اندر کہی جائے تو یہ بدعت ہے -

جب ایسا جھگڑا واقع ہو تو حدیث رسول اللّٰہ پر عمل کرنا واجب ہے - دلیل مذکور ہوئی

واللّٰہ اعلم و علمہ اتم حررہ احمد سلمہ الصمد مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم دہلی مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

اسمہ احمد سلمہ الصمد المعروف باحمد اللّٰہ

الجواب صحیح ابو عرفان محمد سلیمان عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ دار الکتاب والسنۃ

جواب ۲ الجواب وھو الموفق للصدق والصواب - بعد حمد و صلوٰۃ کے صورت مرقومہ بالا میں واضح و لائح ہو کہ جو شخص رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی سنت کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف میں کسی صحابی کے قول سے حجت پکڑتا ہے اور جھگڑا کرتا ہے وہ مخالف اللّٰہ و رسول ہے اس کو ایسی حرکت سے تائب ہونا چاہیئے۔ لقولہ تعالیٰ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

ترجمہ:- پس ڈرتے رہیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں (ہمارے رسول کے) حکم کی یہ کہ پہنچے ان کو کوئی بلا - یا عذاب درد ناک کیونکہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر کے ہوتے ہوئے کسی صحابی یا امام و مجتہد کے قول و فعل کو تلاش کرنا اور اس پر اڑنا صریح گمراہی ہے - کما روی ابن عباس -

و نیز اذانِ ثالث جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی تھی وہ ایک وجہ سے تھی وہ یہ کہ لوگوں کی کثرت ہوگئی آپ نے ان کی آگاہی کے لئے اس اذانِ ثالث کو ایجاد کیا تھا -

باقی مسنون اذان تو وہی ہے جو بوقت خطبہ دی جاتی ہے اور نیز حضرت عثمان نے اس اذان کو مسجد کے باہر مقامِ زوراء پر دلوایا تھا - اب جو لوگ اس اذان کو مسجدوں میں دلواتے ہیں یہ بدعت ہے - کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقامِ زوراء پر دلوایا تھا - کما لایخفیٰ واللّٰہ اعلم و علمہ اتم - ابو محمد

محمد عبدالجبار کھنڈوی مدرس مدرسہ کھنڈیلہ۔

الجواب صحیح عبدالوہاب عفی عنہ

محمد عبدالوہاب عفی عنہ

جواب ۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ حامداً و مصلیا و مسلما امابعد سنت صحیح زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اذان بروز جمعہ جب امام منبر پر جلوس فرماتا کہی جاتی تھی۔ حضرت عثمان رض کے زمانہ میں موضع زوراء جو مسجد سے دور ہے بازار میں ایک بلند جگہ پر نماز سے پہلے اذان کہلائی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی اذان جاری رکھی اور مسجد نبوی میں ایک ہی اذان کہی جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اذان کہلائی تھی وہ مسجد میں نہ تھی۔ خارج مسجد تھی۔ اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ بخاری۔ (ترجمہ) جو کوئی نئی بات نکالے ہمارے اس دین اسلام میں وہ مردود ہے۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی

ابو عبداللہ عبدالرحمٰن

جو باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اذانِ ثالث کہلانے کا ہوا ہے اگر اب بھی پایا جاوے تو درست و جائز ہے۔ محل بھی ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے (یعنی خارج مسجد)

حررہ ابو محمد عبیداللہ از مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی

جواب ۴ الجواب وھو الموفق للسداد والصواب۔ واضح رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رض و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ایک ہی اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا بخاری امام کے سامنے ابوداؤد مسجد کے دروازہ پر طبرانی۔ جب عثمان رض خلیفہ ہوئے اور لوگ زیادہ ہوگئے اس وقت ایک اذان خارج مسجد زوراء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زیادہ کی۔ کہا ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے زوراء ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے بازار میں ہے۔ بخاری اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ زیادہ کی اذان اوپر ایک مکان کے جو بیچ بازار کے تھا۔ کہا جاتا تھا واسطے اس کے زوراء۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اصل اذان تو ایک ہی ہے کیونکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اب رہی اذان اول جو عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی سو اس کی رخصت ہے اسلئے کہ اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔ مگر مسجد میں کہنا بلا شک و شبہ بدعت ہے۔ کیونکہ اس اذان کا مسجد میں کہنا کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ یہ اذان ہمیشہ زوراء پر ہوتی رہی۔

جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے اس اذان کو مسجد کے دروازہ پر کہلوانا شروع کیا (جس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اذان ہوتی تھی) اور اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) اذان کو منبر کے پاس کردیا۔ کذا فی عون المعبود شرح ابی داؤد۔

افسوس کی بات ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر ہشام بن عبدالملک کی بدعت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اس کو موجب نجات سمجھا جاتا ہے۔

جو لوگ اذانِ اوّل کو مسجد میں کہنا جائز سمجھتے ہیں وہ لوگ دو مغالطے پیش کیا کرتے ہیں:۔

مغالطہ اوّل - اگر مسجد میں کہنا بدعت ہے تو زوراء کے سوا کہیں کیوں نہ بدعت ٹھہرے گا - یہ تاویل مذموم ہے اس طرح تو ساری سنتیں رخصت ہو جائیں گی اور دین اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ عید کی نماز جنگل میں پڑھنا ضروری نہیں بلکہ شہر و جنگل دونوں یکساں ہیں اس سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگل ہی میں پڑھی ہے بلا عذر شہر میں پڑھنا ثابت نہیں - جواب ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مدینہ ہی میں پڑھی - اگر تم کو سنت پر عمل کرنا ہے تو مدینہ کے جنگل ہی میں جاکر پڑھو ورنہ اس کے علاوہ سب جگہ (جنگل ہو یا شہر) برابر ہے - ایسے ہی ہمارے بھائی - (جو اس اذان کو مسجدوں میں کہنا جائز سمجھتے ہیں) کہتے ہیں کہ اگر تم کو عثمان رضؓ کے مطابق عمل کرنا ہے تو مدینہ میں جاؤ - مدینہ کے علاوہ خواہ مسجد میں ہو یا باہر دونوں کا ایک حکم ہے طَابَقَ النَّعْلُ بِالنَّعْلِ یعنی ایک شخص اس اذان کو مسجد میں کہنا جائز سمجھتا ہے اور ایک شخص عید کی نماز بلا عذر شہر میں پڑھنا سنت سمجھتا ہے یہ دونوں یکساں ہیں -

مغالطہ دوم - اس کے کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ترک لازم نہیں آتا کیونکہ دو اذانوں میں یہ اذان بھی داخل ہے یہ بات بھی بالکل غلط ہے اس لئے کہ آپ نے ایک اذان پر اکتفا کیا پس سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہے اور جب دو ہی جاویں تو سنت صحابہ ہے - اب ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ کونسی سنت افضل ہے اس لئے عثمان رضؓ کی اذان کے لئے جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے نہ افضلیت کا جب تک اسی طریقہ پر ہو والا فمحدث - ایسی تاویلوں سے خدا ہم کو بچاوے -

تمام بدعتیں ان ہی تاویلوں سے مروج ہوتی ہیں چنانچہ مقلدین کہتے ہیں کہ ہم عمر رضؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں - ہم بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ رکعت پر عمل ہو جاتا ہے اور عمر رضؓ کی بیس پر بھی حالانکہ عمر رضؓ سے بیس رکعت ثابت نہیں اور نہ بیس پڑھنے سے آٹھ پر عمل ہو سکتا ہے اسی طرح دو اذانوں کے کہنے سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہیں ہو سکتا - مولوی ابراہیم صاحب آروی اپنی کتاب طریق النجاۃ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں عبارت بعینہ - اس سے یہ معلوم ہوا کہ عثمان رضؓ نے یہ اذان جواب پہلے ہوا کرتی ہے ایک خاص مصلحت اور ضرورت کی نظر سے بازار میں کہلائی تھی تو اب بے ضرورت مسجد ہی میں اس اذان کے کہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اصل تو وہی ایک اذان ہے - حاشیہ طریق النجاۃ حصہ اوّل صلا - اگر کوئی شخص صحابہ سے اس اذان کا مسجد میں کہنا ثابت کر دے تو ہم بفضلہ تعالیٰ ماننے کے لئے تیار ہیں - اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ۝

حررہ ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی تعلیم یافتہ مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر بازار دہلی -
مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

جواب ۵ - سنت نبوی تو محض ایک ہی اذان ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایت

سے صاف ظاہر ہے۔ سنت نبوی کے مقابلہ میں صحابہ کی سنت کو ترجیح نہیں دی جا سکتی اور خلفاء ثنین کے زمانہ میں بھی ایک ہی اذان تھی۔ حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ کے اعتبار سے خارج مسجد زوراء پر دلوائی تھی۔ قوی سنت کو چھوڑ کر کمزور طریقہ پر چلنا قوی مسلمانوں سے بعید ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر صحابہ نے ایسا کیا تھا جیسا کہ خود الفاظ حدیث میں موجود ہے مسلمانوں کے لئے ہر کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل نقشہ ہے کما قیل لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ایضاً وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو حکم میں تین ہی کے رکھا تھا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکرؓ و دو سال خلافت عمرؓ تک تین طلاق حکم میں ایک کے تھیں۔ اس قول پر بالاتفاق اہلحدیث کا اتفاق ہے اسی طرح اذان ثالثہ پر امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں۔ وَاجِبٌ اَنْ يَكُوْنَ الْاَذَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَدْخُلُ الْاِمَامُ الْمَسْجِدَ وَيَجْلِسُ عَلٰى مَوْضِعِهِ الَّذِيْ يَخْطُبُ عَلَيْهِ مِنْ خَشَبٍ اَوْ جَرِيْدٍ اَوْ مِنْبَرٍ اَوْ شَيْءٍ مَرْفُوْعٍ لَهٗ اَوِ الْاَرْضِ وَمِنْ نَحْوِهَا فَاِذَا فَعَلَ اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْاَذَانِ فَاِذَا فَرَغَ قَامَ فَخَطَبَ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهِ (کتاب الام) تیسری اذان جس طرح حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دی جاتی تھی یعنی خارج مسجد اس حد تک اگرچہ قوی سنت نہیں ہے تاہم جواز سے خالی نہیں لیکن اس اذان کو جو فی زمانہ مسجدوں میں دی جاتی ہے یہ بدعت ہے اور اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں محض رواج ہے اور مروانیوں کا طریقہ ہے کما مر کتاب الام میں امام شافعی رحمہ اذان ثالث کے متعلق فرماتے ہیں۔ وَقَدْ كَانَ عَطَاءٌ يُنْكِرُ اَنْ يَكُوْنَ عُثْمَانُ اَحْدَثَهٗ وَيَكُوْنَ اَحْدَثَهٗ مُعَاوِيَةُ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔ حررہ عبد الستار کلانوری مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنہ و مدرس مدرسہ حمیدیہ موری دروازہ دہلی۔ مورخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ

بیوی کو ماں کہنا

سوال (۱۹۲) کوئی شخص غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے یوں کہدے تو ایسی ہے جیسی میری ماں۔ اگر تجھ سے صحبت کروں تو اپنی والدہ سے کروں تو شخص مذکور پر کفارہ ہے یا نکاح حرام ہوا۔ (ابو محمد یوسف از بمبئی)

جواب (۱۹۲) نکاح حرام نہیں ہوا۔ کفارہ لازم ہے قبل جماع کے ایک بردہ آزاد کرے۔ اگر طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (قرآن مجید پ ۲۸ سورہ مجادلہ)

سفر میں وتر پڑھنا

سوال (۱۹۳) سفر میں وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں (سائل مذکور)

جواب (۱۹۳) جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ سفر میں اپنی سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر فرض و واجب نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض سواری سے نیچے اتر کر ادا اور سنن ونوافل سواری پر پڑھا کرتے تھے۔ (کتب حدیث)

ایک ہاتھ سے مصافحہ

سوال (۱۹۴) آپس کی ملاقات کے وقت مصافحہ صرف ایک ہی ہاتھ سے کرے یا دونوں ہاتھوں سے بھی کرسکتا ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۹۴) دونوں ہاتھوں سے بھی کرسکتا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے جواز پر باب منعقد کیا ہے

بابُ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ عدمِ جواز کی کوئی صریح دلیل نہیں۔

عورت کا ذبیحہ

سوال (۱۹۵) مولوی عبد القادر صاحب ہمارے علاقہ میں بخاری شریف کا ترجمہ سنایا کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ عورت کا ذبیحہ حلال اور درست ہے۔ لکترین نے اس مسئلہ کو زندہ کرنے کے لئے اپنی بیوی سے مرغ ذبح کروا کر کھایا اور کھلایا۔ اب اس علاقہ میں شور برپا ہے کہ حرام کھالیا ہے۔ قرآن و حدیث میں مسئلہ ہذا کی کیا اصل ہے۔؟ (روشن چراغ ضلع منٹگمری)

جواب۔ (۱۹۵) مسئلہ ہذا میں مولوی عبد القادر صاحب سلمہ ربہ اور ان کے ہم اعتقاد حق بجانب ہیں۔ صحیح بخاری میں بالتصریح موجود ہے کہ عورت کا ذبیحہ حلال و درست ہے۔ حرام کہنے والے سخت مجرم اور شریعت محمدیہ مطہرہ میں دست اندازی کرنے والے ہیں ان کو چاہئے کہ تائب ہوں امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بایں الفاظ باب منعقد کر کے (بَابُ ذَبِیْحَۃِ الْمَرْأَۃِ وَالْاَمَۃِ) مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کا ذبیحہ حلال اور کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ حنفی مذہب کے ٹھیکیدار مولانا عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری صفحہ ۱۰۳ ج ۱۰ میں رقمطراز ہیں اَیْ ھٰذَا بَابٌ فِیْ بَیَانِ جَوَازِ ذَبِیْحَۃِ الْمَرْأَۃِ وَذَبِیْحَۃِ الْاَمَۃِ وَکَاَنَّہٗ اَشَارَ بِھٰذِہِ التَّرْجَمَۃِ اِلٰی رَدِّ مَنْ مَّنَعَ ھٰذَا نَقَلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَکَمِ عَنْ مَالِکٍ کَرَاھَۃً وَفِی الْمُدَوَّنَۃِ جَوَازُہٗ وَھُوَ قَوْلُ جُمْھُوْرِ الْفُقَھَاءِ الخ یعنی یہ باب ذبیحہ عورت حرہ ہو یا لونڈی کے جواز کے بیان میں ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا باب ہذا کے انعقاد سے عدم جواز ذبیحہ عورت کے قائلین مالک وغیرہ کا رد مقصود ہے۔ عہد نبوی میں ایک عورت مسلمہ نے ایک بکری پتھر سے ذبح کی سوال کرنے پر عدالت نبویہ سے اس کے کھانے کا حکم ہوا۔

پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ دین میں افراط تفریط نہ کریں۔ غلو سے اجتناب کریں۔ بجانب خود کسی شے کی حلت و حرمت کا قائل مفتری علی اللہ ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ فقط۔

(مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

شوہر کے شرک و کفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے

سوال (۱۹۶) ایک شخص نے اپنے ماموں زاد برادران کو تین لڑکیوں نابالغہ کے نکاح دے دیئے اس وقت اس شخص کے دونوں ماموں فوت ہو گئے تھے اور دونوں ماموں کے سلہ پسر تھے ایک بالغ اور دو نابالغ ہر سہ کو نکاح دے دیئے گئے جس کا لڑکا بالغ تھا وہ زندہ ہے اور دوسرے دونوں کا والد فوت ہو گیا تھا مگر بذریعہ مامی صاحبہ نکاح دیئے گئے۔ اب ان ہر دو لڑکوں کی مامی صاحبہ ایک جٹ ہندو کے ساتھ حاملہ بزنا ہو گئی اور لڑکا زنا کا پیدا ہوا اب اس کو مع لڑکے کے اس کے گھر بھیج دیا اور لڑکے ہر دو اس کے ساتھ اس جاٹ کے گھر میں رہتے ہیں اور شرک و کفر کرتے ہیں نماز وغیرہ نہیں پڑھتے۔ بڑا لڑکا شرابی بھی ہے۔ اب لڑکیاں ایسی صورت میں جانا نہیں چاہتیں۔ حالت موجودہ میں ایسے بیدین شرک و کفر کرنے والوں سے نکاح نہ رہتا ہو تو اور کسی دیندار کو نکاح دے دوں شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ (موسٰی نمبردار ضلع فیروزپور)

جواب۔ (۱۹۶) حالت مذکورہ میں عندالشرع نکاح سابق ٹوٹ گیا۔ نکاح ثانی ہو سکتا ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ الآیۃ۔

توبہ کے وقت صدقہ دینا

سوال (۱۹۷) ایک شخص کی عورت فاحشہ ہندو کے ساتھ زنا کرتی تھی ایک عالم نے اس کو مسلمانوں سے جدا کر دیا۔ جب اُس نے توبہ کی تو عالم قاضی نے اس پر توبہ کے بعد چالیس آدمی کو کھانا کھلانے اور مسجد کی لپائی کی تعزیر لگائی۔ کھانا چالیس آدمی کو تو عورت مذکورہ نے کھلا دیا مگر مسجد کی لپائی نہ ہوئی۔ اب لپائی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اور قاضی اس کا نکاح نہیں پڑھاتے حالانکہ لڑکی کے باپ بھائی نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکی زنا سے توبہ کر چکی ہے مگر لپائی نہ ہونے کی وجہ سے قاضی نکاح پڑھانے سے انکاری ہے۔ (سائل مذکور)

جواب۔ (۱۹۷) توبہ کے وقت صدقہ دینے کا ثبوت بھی احادیث میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے کہا تھا اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِیْ یعنی میں اپنا کل مال اللہ کے راستہ میں دے کر توبہ کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ یعنی کچھ مال صدقہ کر دے اور کچھ روک لے (مشکوٰۃ) پس صورت مذکورہ میں مسجد کی لپائی اگر ممکن ہو تو کر دے ورنہ کھانا کھلانے سے بھی قاضی جی کی تعزیر پوری ہو گئی قاضی جی کو چاہئے کہ نکاح پڑھا دیں۔ نکاح پڑھانے میں کوئی شے شرعاً مانع نہیں۔

عدت کے زمانے کا نکاح

سوال (۱۹۸) میرے خاوند کا انتقال ہو گیا اور عدت کے اندر میں نے دیور سے نکاح کر لیا۔ بعد نکاح کے وہ صرف تین دن میرے پاس رہ کر چلا گیا۔ عرصہ ڈیڑھ برس کا ہو گیا نہ تو وہ آیا اور نہ خرچ دیا۔ پھر میں نے دوسرے سے نکاح کر لیا۔ اب شریعت سے فتویٰ دیں کونسا جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے۔ (سائلہ ہندہ شیش محل دہلی)

جواب۔ (۱۹۸) قبل از انقضائے عدت نکاح ہونے کی وجہ سے پہلا نکاح فاسد ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے وَالْاِجْمَاعُ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَصِحُّ الْعَقْدُ فِي الْعِدَّةِ۔ یعنی عدت میں نکاح نہیں ہوتا۔ ارشادِ خداوندی ہے وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ البتہ عقد ثانی بشرط موافق ہونے شریعت کے صحیح ہو سکتا ہے۔

بیٹے کی منکوحہ سے زنا

سوال (۱۹۹) زید نے اپنے لڑکے حقیقی کی منکوحہ سے زنا کیا اب اس کے لڑکے کا نکاح قرآن و حدیث کی رو سے ہے یا نہیں۔ دیگر زید سے سلام کلام اور اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں۔ زید نے اپنے گناہ سے توبہ کر لی ہے اور نمازی پکا ہے شیطان کے پھندے میں آ گیا اور گناہ ہو گیا۔ (سائل مولوی عبدالرحمن خاں ضلع حصار)

جواب (۱۹۹) زید اور اس کے لڑکے کی منکوحہ پر حد شرعی رجم ہے۔ زید کے زنا کرنے کی وجہ سے اس کے لڑکے پر اس کی منکوحہ حرام نہیں ہوتی۔ نکاح قائم ہے۔ حدیث ابن ماجہ وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ یعنی ایک فعلِ حرام کے ارتکاب سے حلال شے حرام نہیں ہوتی۔ زید جب اپنے قصور کا اعتراف کرتا اور تائب ہوتا ہے تو اس سے ترک موالات جائز نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ فقط۔

(مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین))

مکرر گناہ اور توبہ

سوال (۲۰۰) ایک شخص نے ایک گناہ سے توبہ کرلی کہ اب میں کبھی یہ گناہ نہ کرونگا پھر اس شخص سے وہ گناہ ہوگیا۔ پھر وہ شرمندہ ہوا۔ پھر خدا پاک کے سامنے توبہ کی پھر وہی گناہ ہوگیا اور یہ شخص گناہ کا کام اپنے قابو سے اور دل سے نہیں کرتا اور نہ اس کی نیت ہے اور یہ شخص ڈرتا ہے اور روتا ہے کہ اللہ پاک۔ اب میں کبھی گناہ نہ کروں گا لیکن پھر کئی مرتبہ اس سے گناہ ہو جاتا ہے۔ آیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں۔ (عبد الغفار و محمد سلیمان باول)

جواب۔ (۲۰۰) شخص مذکورہ اگر واقعی اپنے فعل قبیح پر نادم اور پشیمان ہوکر بصدق دل تائب ہوتا ہے اور پھر بمقتضائے بشریت و انسانیت کے اس سے وہ گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہے۔ امام نووی نے تحت حدیث صحیح مسلم لَلّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ کے لکھا ہے اِنَّ لَہَا ثَلٰثَۃَ اَرْکَانٍ اَلْاِقْلَاعُ وَالنَّدَمُ عَلٰی فِعْلِ تِلْکَ الْمَعْصِیَۃِ وَالْعَزْمُ عَلٰی اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْہَا اَبَدًا۔ یعنی توبہ کے لئے تین شرطیں ہیں اس گناہ کا ترک کرنا، اس پر نادم و شرمندہ ہونا اور عدم عود کا عزم بالجزم کرنا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں اِذَا تَابَ تَوْبَۃً صَحِیْحَۃً بِشُرُوْطِہَا ثُمَّ عَاوَدَ ذٰلِکَ الذَّنْبَ کُتِبَ عَلَیْہِ ذٰلِکَ الذَّنْبُ الثَّانِیْ وَلَمْ تَبْطُلْ تَوْبَتُہٗ ہٰذَا مَذْہَبُ اَہْلِ السُّنَّۃِ یعنی جب اس نے توبہ صحیحہ مع شروط مذکورہ کے کرلی۔ پھر مرتکب ہوا اسی گناہ کا تو اہل سنت کے نزدیک توبہ اس کی باطل نہ ہوگی۔ نیز باب قُبُوْلِ التَّوْبَۃِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاِنْ تَکَرَّرَتِ الذُّنُوْبُ وَالتَّوْبَۃُ کے تحت میں امام مسلم رحمہ اللہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَحْکِیْ عَنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا قَالَ اللّٰہُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا عَلِمَ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَبْدِیْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِی الْحَدِیْثَ۔ اسی حدیث کے تحت میں امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں وَہٰذِہِ الْاَحَادِیْثُ ظَاہِرَۃٌ فِی الدَّلَالَۃِ لَہَا وَاِنَّہٗ لَوْ تَکَرَّرَ الذَّنْبُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اَوْ اَلْفَ مَرَّۃٍ اَوْ اَکْثَرَ وَتَابَ فِیْ کُلِّ مَرَّۃٍ قُبِلَتْ تَوْبَتُہٗ وَسَقَطَتْ ذُنُوْبُہٗ الخ یعنی احادیث مذکورہ اس امر پر صریح دال ہیں کہ انسان سے کئی مرتبہ گناہ ہو اور وہ صدق دل سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الآیۃ۔

بچوں کی صف

سوال (۲۰۱) نماز باجماعت میں کم عمر بچوں کو نیت بندھی حالت صف میں سے پیچھے کھڑا کر دیا جاتا ہے آیا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟۔

(مستری عبد العزیز انجینیر دہلوی)

جواب۔ (۲۰۱) صف مقدم میں جب بڑے آدمی کے کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو تو بچہ کو پیچھے

۱؎ کتب لغت میں ہے۔ اقلع عن کذا ای کف عنہ و ترک ۱۲ المصحح۔

ہٹا کر صف مؤخر میں کھڑا کر دینا اور آپ صف مقدم میں کھڑا ہو جانا جائز و درست ہے جس پر حدیث قیس بن عباد کی صریح دال ہے جو کہ سنن نسائی کی جلد اول صفحہ ۸۲ میں موجود ہے۔ ہاں اگر پہلی صف میں جگہ باقی ہو تو بچوں کو پیچھے کھڑا کرنا درست نہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ الْاَوَّلَ اَوْکَمَا قَالَ ملاحظہ ہو کتب حدیث۔ (مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار آمین)

قبر کے سرہانے پتھر کھڑا کرنا

سوال (۲۰۲) اکثر مقامات پر بارش مٹی وغیرہ سے دب کر قبروں کے نشان معدوم ہو جاتے ہیں اور پائمالی سے قبروں کا احترام باقی نہیں رہتا اس لئے نشان قبر قائم رکھنے کی غرض سے شکل و بلندی قبر کے مطابق اگر چوبی تختے لگا دیئے جائیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔ (محمد مہرالدین صاحب امرتسر)

جواب۔ (۲۰۲) چونکہ شرعاً تجصیص قبور و تطیین وغیرہ خلاف سنت ہے اور اس کی صراحتاً حرمت و ممانعت موجود ہے لہٰذا چوبی تختے وغیرہ لگا کر قبر کو پختہ اور چونا گچ کی طرح کرنا بھی ممنوع ہوا۔ قبر کی علامت و شناخت کے لئے قبر کے سرہانے ایک پتھر کھڑا کر دینا جائز و سنت ہے اور مسلمانوں کے لئے یہی کافی ہے۔ (کتب حدیث)

قبر کے گرد آہنی جنگلہ

سوال (۲۰۳) اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ نشان و مقام قبر محفوظ رہے اور کوئی دوسری قبر غلطی سے اس جگہ نہ بنائی جائے کسی قبر کے گرد آہنی جنگلہ لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ (سائل فوق الذکر)

جواب۔ (۲۰۳) قبر کے ارد گرد اس غرض سے آہنی جنگلہ وغیرہ لگانا ازمنہ خیر القرون میں مفقود و لا پتہ ہے۔ کسی ضعیف حدیث سے بھی اس کا حکم نہیں پایا جاتا لہٰذا قبروں کو پختہ و مضبوط اور آہنی جنگلوں وغیرہ سے مزین اور بارونق کرنا علاوہ مخالفت طریقہ سلف کے شرک کی بنیاد قائم کرنا ہے فالحذر الحذر۔

زمانہ عدت کا نکاح

سوال (۲۰۴) ایک شخص مر گیا اور اس کی بیوی سے دوسرے شخص نے عدت اندر قصداً نکاح کر لیا اور صورت نکاح کی یہ ہے کہ ناکح نے اس عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو بعوض اتنے روپے کے نکاح میں لے لیا تو قبول کرے۔ اس عورت نے بھی اسے قبول کر لیا۔ اس ایجاب و قبول کے وقت کوئی گواہ نہ تھا۔ اب اس میں دو باتیں دریافت طلب ہیں اول یہ کہ بلا گواہ فقط مرد عورت کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ عدت کے اندر نکاح کرنے سے نکاح صحیح ہوا یا باطل؟

(محمد سیف الدین محمدی از موضع کالجہار پلا پار)

جواب (۲۰۴) شرعاً یہ نکاح سراسر باطل ہے۔ حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْنِ اَوْكَمَا قَالَ یعنی نکاح بغیر ولی اور گواہوں کے درست و صحیح نہیں۔ نیز جامع البیان میں تحت آیت وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ کے لکھا ہے وَالْاِجْمَاعُ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَصِحُّ الْعَقْدُ فِى الْعِدَّةِ یعنی عدت میں نکاح کرنا صحیح نہیں بلکہ وہ نکاح باطل ہے۔ زوجین مذکورین کو چاہیئے کہ بعد انقضائے عدت از سر نو نکاح پڑھوائیں ورنہ جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی اور زن و شوہر دونوں شرعی سزا کے مستوجب ہوں گے فقط

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

کیا نیچریت وغیرہ اہل حدیث کی شاخیں ہیں

سوال (۲۰۵) کیا نیچریت، مرزائیت اور چکڑالویت حنفیت وغیرہ مذہب اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔ زید کہتا ہے کہ مذہب اہلحدیث سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور بکر کہتا ہے کہ یہ سب فرقے ایک معنے سے اہلحدیث اور ایک معنے سے اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔ قولین میں سے کس کا قول صحیح اور درست ہے؟

(سائل عبد من عباد اللہ)

جواب (۲۰۵) ہم بڑے پُر زور دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ و دیگر واہیہ مذہب حقہ اہلحدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز نہیں ہیں بلکہ کچھ تو پرانے مبتدعین معتزلہ خوارج وغیرہ سے اخذ کی گئی ہیں جیساکہ کتاب کشف الظنون سے معلوم ہوتا ہے اور کچھ یورپ کے ملاحدہ سے لی گئی ہیں اور ان مذاہب کو ہندوستان و پنجاب وغیرہ کے جن لوگوں نے قبول کیا ہے ان میں درحقیقت ایک شخص بھی سچا اہلحدیث نہ تھا۔ مذہب اہلحدیث تو ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول قال اللہ وقال الرسول یعنی اتباع اخبار رسول رب العالمین و آثار سلف صالحین یعنی صحاح ستہ صحیح بخاری صحیح مسلم صحیح ترمذی صحیح ابوداؤد، صحیح نسائی، صحیح ابن ماجہ ہے۔ پھر جس مذہب کا یہ سنہری اصول ہو اُس کو ایسے مذاہب سے جن کا اصول صرف رائے و عقلی ڈھکوسلے ہوں کیا تعلق ہو سکتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہاں یہ مذاہب دجالی شاخیں ہو سکتے ہیں ؎

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ اَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ ۔۔۔ لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ اَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا

جمعہ میں کتنی اذانیں ہیں

سوال (۲۰۶) جمعہ کے دن مسجد میں دو اذانیں ہونی چاہئیں یا ایک۔ اگر کوئی شخص حضرت عثمان والی اذان پر عمل کرنا چاہے تو مسجد میں دے یا خارج از مسجد؟ مفصل و مدلل بیان کیجئے۔ (حکیم مولوی معین الدین صاحب لاٹھوری)

جواب (۲۰۶) جمعہ کی اذان کے متعلق مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ جب خطیب خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تو اس کے رُخ کے سامنے باآواز بلند اذان دینی چاہیئے بس یہی اذان جمعہ کی ہے جو عہد نبوی ؐ و عہد صحابہ رضؓ میں مروج و معمول تھی۔ یہی وہ اذان ہے جس کی متابعت و موافقت بفرمان نبوی عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ واجب اور مخالفت حرام ہے۔ زمانہ نبوت و خلافت ثانیہ تک صرف یہی ایک اذان ہوتی تھی۔ فی زمانہ بھی اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ ہاں ضرورت کے وقت جب مسلمانوں کی کثرت ہو اور دُور و نزدیک کے سب مسلمان مل کر موافق شرع ایک ہی مسجد میں مثل زمانہ نبوت اور خلافت کے جمعہ ادا کریں تو دور والوں کی غرض سے اذان عثمانیہ مسجد سے دور ورنہ اندر نہ متصل مثل زوراء کے شہر کے بازار میں جہاں مسلمان خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں کسی بلند مقام پر اپنی علت و ہیئت کے ساتھ بلاشبہ جائز ہے۔ یہ زوراء والی اذان عثمانیہ مسجد کے اندر دروازہ پر یا متصل دروازہ کے بوجہ تغیر مکان و تبدل علت کے بدعت ہے کیونکہ زمانہ نبوت و خلافت میں تعدد جمعہ نہ تھا۔ خود مدینہ میں نو مسجدیں اور نواح مدینہ میں تقریباً بائیس مسجدیں تھیں مگر جمعہ صرف مسجد نبوی میں ہوتا تھا اس لئے خلیفہ ثالث عثمان غنی رضؓ نے شہر کے گرد و نواح والوں کے لئے اذان ثالث ایجاد کی اب جبکہ وہ علت

ہی مفقود ہے تو معلول بدرجہ اولیٰ مفقود ہوا۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ اِلَّا فِیْمَا اسْتَثْنٰی الشَّارِعُ۔ اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس ضرورت کو محسوس نہ کرتے ہوئے وہی زمانہ نبوی کے مطابق ایک اذان جاری رکھی اور زمانہ نبوی سے خلفاء اربعہ تک کسی ایک نے بھی جمعہ کے دن مسجد میں دو اذانیں نہیں کہلوائیں۔ ہاں خلفاء اربعہ کے بعد جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سنن نبویہ کو درہم برہم کیا وہاں عثمانیہ کو بھی خلاف طریقہ رسول و صحابہ کے مسجد میں جاری کر دیا کذا فی عون المعبود شرح ابوداؤد۔ پس جو لوگ آج جمعہ کے دن مسجد میں اذان عثمانیہ کہتے یا کہنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس میں سنت رسول و سنت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبد الملک کے مقلد ہیں کَائِنًا مَنْ کَانَ۔ صد افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء اربعہ کی سنت کو چھوڑ کر ہشام بن عبد الملک کی سنت کو ترجیح دیں اور پھر اہلحدیث کہلائیں! ایں خیال است و محال است و جنوں۔

عورت ذبح کرسکتی ہے یا نہیں

سوال (۲۰۷) کیا عورت موحدہ مسلمہ قربانی یا غیر قربانی کا جانور تکبیر مسنونہ و دعاء مشروعہ پڑھ کر ذبح کرسکتی ہے؟

(سائل شیخ عطاء اللہ نومسلم)

جواب۔ (۲۰۷) شرعاً عورت مسلمہ تکبیر مسنونہ بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر ہر ایک جانور قربانی وغیرہ کا ذبح کرسکتی ہے کذا فی البخاری۔ جو لوگ عورت کے ذبیحہ کو مکروہ سمجھتے ہیں یہ ان کی ڈبل غلطی اور شریعت بیضاء ملت سہلہ سے ناواقفی ہے۔ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

ننگے سر نماز

سوال (۲۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باوجود کپڑا ہونے کے ننگے سر نماز پڑھنا نوافل و فرائض میں درست ہے یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ لباس کا معنی عمامہ پر صادق نہیں آتا اس لئے عمامہ مسکوت عنہ ہے بینوا توجروا۔

جواب (۲۰۸) اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْوَهَّابِ۔ ننگے سر نماز پڑھنا نوافل و فرائض حضر و سفر وغیرہ میں شرعاً جائز و درست ہے حَیْثُ لَمْ یَاْتِ دَلِیْلٌ بِوُجُوْبِ تَغْطِیَتِہٖ مانعین کے پاس بجز جنگ و جدال کے کوئی صریح دلیل ممانعت کی نہیں۔ عاملین کے پاس ادلہ شرعیہ و براہین قویہ موجود ہیں۔ ننگے سر نماز پڑھنا، جوتی پہن کر نماز پڑھنا، نماز میں تین بار آمین بالجہر کہنا یا رب اغفرلی آمین کہنا یہ سب امور مسنونہ و مشروعہ ہیں۔ مصلی کے لئے سر ڈھانکنا شرعاً ضروری نہیں۔ عاتقین یعنی کندھوں کا ڈھانکنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث متفق علیہ میں مرقوم ہے لَا یُصَلِّیْ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ۔ ہاں بوقت ضرورت جب کپڑا نہ ہو تو سر تو در کنار کندھے بھی ڈھکنے ضروری نہیں صرف ایک تہبند میں نماز درست ہے کما ہو موجود فی الصحاح وغیرہا۔ عورت بالغہ کے لئے نماز میں سر ڈھانکنا ضروری اور واجب ہے جیسا کہ حدیث بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ و ابن خزیمہ میں موجود ہے لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا ہے وَالْعَمَلُ عَلَیْہِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا اَدْرَکَتْ فَصَلَّتْ وَشَیْءٌ مِّنْ شَعْرِهَا مَکْشُوْفٌ لَا تَجُوْزُ صَلٰوتُهَا یعنی عورت بالغہ جب نماز پڑھے اور اس کے سر کے تھوڑے بال بھی کھلے ہوئے ہوں تو نماز جائز نہ

ہو گی تاوقتیکہ اپنے سر کو اچھی طرح نہ ڈھانکے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو اپنے عمامہ سے دوپٹہ پھاڑ کر دیا تھا اور فرمایا کہ اِخْتَمِرِیْ بِهٰذَا اَیْ غَطِّیْ رَاسَكِ بِهٖ۔ نیز طبرانی صغیر و اوسط میں ابو قتادہ سے بایں الفاظ روایت ہے لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنِ امْرَاَةٍ صَلٰوةً حَتّٰی تُوَارِیَ زِیْنَتَهَا وَلَا مِنْ جَارِیَةٍ بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ حَتّٰی تَخْتَمِرَ یعنی عند اللہ اس عورت کی نماز قبول نہیں جو اپنی زینت کو نہ چھپائے اور سر گردن چھاتی وغیرہ نہ ڈھانکے۔ سبل السلام صفحہ ۸۲ میں ہے یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ یَجِبُ عَلَی الْمَرْاَةِ سَتْرُ رَاسِهَا وَعُنُقِهَا وَنَحْوِهٖ مِمَّا یَقَعُ عَلَیْهِ الْخِمَارُ پس مراۃ کی تخصیص سے رجل خارج ہے معلوم ہوا مرد کی نماز ننگے سر جائز اور مقبول۔ عورت کی نماز ننگے سر ناجائز و مردود ہے۔ اگر مرد کی نماز بھی ننگے سر ممنوع ہوتی تو عورت کے لئے اتنا تقید و تخصیص اور مرد کے لئے سکوت وجواز نہ ہوتا فافہم وتدبر۔

خلاصہ یہ کہ مرد کے لئے سر ستر نہیں لہذا سر کا ڈھانکنا ضروری نہیں عورت کے لئے سر ستر ہے لہذا ڈھانکنا ضروری ہے وَاِلْحَاقُ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ لَا یَصِحُّ هٰهُنَا لِوُجُوْدِ الْفَارِقِ نیز حدیث جابرؓ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنی ثابت ہے جس سے نمازی کا مکشوف الراس ہونا اظہر من الشمس ہے۔ نیل الاوطار ج ا ص ۳۲۷ شرح منتقی الاخبار میں مرقوم ہے وَالْحَدِیْثُ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الصَّلٰوةَ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ صَحِیْحَةٌ۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں ہے کہ شدت حر (یا برد) کی وجہ سے نمازی کو اپنی پگڑی یا ٹوپی پر سجدہ کرنا یعنی ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں موصولاً حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اِنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا یَسْجُدُوْنَ وَاَیْدِیْهِمْ فِیْ ثِیَابِهِمْ وَیَسْجُدُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ عَلٰی قَلَنْسُوَتِهٖ وَعِمَامَتِهٖ (کذا فی فتح الباری) اس روایت سے بھی صحابہ کرام کا ننگے سر نماز پڑھنا اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے وَمَنِ ادَّعٰی خِلَافَهٗ فَعَلَیْهِ الْبَیَانُ بِالْبُرْهَانِ نیز عمامہ اور ٹوپی کو لباس سے خارج سمجھنا اصطلاح شرع سے جہالت اور ناواقفی ہے حدیث جابر میں لفظ ہے كَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ یَلْبَسُهَا فِی الْعِیْدِ وَیُرْخِیْهَا خَلْفَهٗ (ابن عدی و نیل)، امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے یَجُوْزُ لُبْسُ الْعِمَامَةِ الغرض لباس کا اطلاق عمامہ و ٹوپی پر کتب لغت وکتب حدیث میں اکثر مواضع میں آیا ہے مَنْ شَاءَ الْبَسْطَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْهَا فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار التلمیذ والابن لمحی السنۃ قامع الشرك والبدعۃ ابی محمد عبد الوهاب طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ وتاب علیهما التواب واعظم لهما الاجر والثواب آمین ورحم اللہ من قال امینا۔

جواب ۲: ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے؟ جواباً فرمایا کیا ہر ایک کے پاس درست آیا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے (صحیح بخاری)، کسی نے آپ سے سوال کیا گیا

ایک کپڑے سے نماز درست ہے۔؟ جواباً فرمایا کیا ہر ایک پاس دو کپڑے ہیں (صحیح بخاری) جابر نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس پر معترض نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا یہ کام میں نے اس لئے اس طرح کیا تاکہ بیوقوف معلوم کرلیں کہ یہ درست ہے۔ (صحیح بخاری) گاہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی کا سترہ بناکر نماز پڑھتے (کنز العمال) اسی طرح قاضی شریک سے ثابت ہے۔ ابو اسحاق رح نماز میں اپنی ٹوپی رکھ دیتے پھر اٹھالیتے (صحیح بخاری) اسی طرح حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ عمامہ اور ٹوپی پر قوم سجدہ کرتی تھی عمامہ اور ٹوپی کو لباس سے خارج کرنا کلام عرب سے بے خبری کا باعث ہے واللہ اعلم۔

حررہ مفتی عبدالستار کلانوری نزیل دہلی مدرس مدرسہ موری دروازہ دہلی

جواب ۳:۔ عمامہ ٹوپی کے موجود ہوتے ہوئے برہنہ سر نماز فرض ہو یا نفل پڑھتے ہیں کوئی قباحت شرعی نہیں۔ سر کا ڈھانکنا شرعاً ستر میں داخل نہیں اور نہ اس میں ہے کہ جس کو شارع نے اس کے ڈھانکنے کا حکم فرمایا ہے جیسے کندھا البتہ عورت بالغہ کے حق میں تو ضرور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلا سر پوشی کئے ہوئے اس کی نماز نہیں کما لایخفیٰ محرم برابر سر برہنہ نماز فرض نوافل سب ادا کرتا رہے البتہ جس کا ڈھانکنا ضروری ہے وہ تو نہ حالتِ احرام میں کھول سکتے ہیں اور نہ غیر حالتِ احرام میں۔ احرام کی حالت کوئی مستثنیٰ نہیں۔ دیکھو محرم ہی کی حدیث سے ہمارے امام الائمہ رئیس المحدثین قدوۃ ائمۃ المحققین طبیب الحدیث وعلتہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رح اللہ روحہ القدس ونور ضریحہ نے اپنی صحیح میں بے سلے کپڑوں میں نماز ثابت فرمائی ہے بمعلوم ہوا صنیع امام الائمہ سے کہ حالتِ احرام کوئی علیحدہ شے نہیں غور سے ملاحظہ فرمایئے۔ بھلا جس چیز کے بلا چھپائے نماز ہی نہ ہوتی ہو تو کیا احرام کی حالت میں نماز ہو جاوے گی۔ بھلا کھلے کندھے و برہنہ ستر سے تو نماز پڑھ کر بتلایئے یا شرعاً قباحت تو دور رہیئے کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ظاہر ہے کہ سر کا ڈھانکنا ملاحظہ ہو جامع الصغیر وکنز العمال كَانَ رُبَّمَا نَزَعَ قَلَنْسُوَتَهُ فَجَعَلَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي اَخْرَجَهُ الرُّوْيَانِي وَابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قُلْتُ ذَكَرَهُ اَيْضًا مُحِبُّ الدِّيْنِ الطَّبَرِيُّ فِي سِيْرَتِهِ وَلِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَصْلٌ اَصِيْلٌ فِي صَحِيْحِ اَبِي دَاوٗدَ السِّجِسْتَانِي فِي بَابِ الْخَطِّ اِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا مُسْنَدًا اِلٰى سُفْيٰنَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ رَاَيْتُ شَرِيْكًا صَلّٰى بِنَا فِي جَنَازَةِ الْعَصْرِ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ يَعْنِي فِي فَرِيْضَةِ حضرت قاضی شریک رح نے فرض نماز میں کلاہ کا سترہ بنایا وہ نماز بھی عصر کی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا ابو اسحٰق سبیعی رح نے نماز میں ٹوپی اتار دی اور اٹھا بھی لی باب السجود علی الثوب میں ہے قَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهٖ حسن بصری رح فرماتے ہیں۔ اصحاب کرام سجدہ کرتے پگڑیوں اور کلاہ پر اور آستینوں میں ہوتے قُلْتُ وَصَلَ هٰذَا التَّعْلِيْقَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كَمَا نَبَّهَ عَلٰى ذٰلِكَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ فِي فَتْحِهٖ۔ ٹوپی وعمامہ کو لباس سے ہی خارج سمجھنا عین جہالت ہے۔ لباس ہر مایلبس کو کہتے ہیں۔ قلنسوہ کے بیان میں صاحب قاموس لکھتے ہیں مایلبس فی الراس او کما قال۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو زاد المعاد وغیرہ میں ملاحظہ

فرماویں آیا آپ کے لباس میں کہیں عمامہ وکلاہ کا بھی پتہ لگتا ہے یا نہیں۔ ابتدائی کتاب مشکوٰۃ کے کتاب اللباس میں ملاحظہ فرمائیں آیا اس میں عمامہ وکلاہ کا ذکر کہیں ہے یا نہیں۔ اگر یہ لباس میں داخل نہیں تو پھر کن چیزوں میں ان کو داخل سمجھا جاوے کفایۃ ملتحقطہ...... ثعالبی وغیرہ کتب لغت کو ملاحظہ فرماویں لباس میں انہیں داخل کرتے ہیں یا خارج فیا للہ العجب عمامہ وکلاہ لباس ہی نہیں اگر دو کپڑے والی حدیث ان سے مسکوت ہے تو حدیث جابر تو صریح ہے صَلّٰی جَابِرٌ فِیْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَہٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاہُ وَثِیَابُہٗ مَوْضُوْعَۃٌ عَلَی الْمِشْجَبِ قَالَ لَہٗ قَائِلٌ تُصَلِّیْ فِیْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِکَ لِیَرَانِیْ اَحْمَقُ مِثْلُکَ وَاَیُّنَا کَانَ لَہٗ ثَوْبَانِ عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ مُحَمَّدِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِہٖ وَرِدَائُہٗ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ وَھُوَ تُصَلِّیْ وَرِدَائُکَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ یَّرَانِی الْجُھَّالُ مِثْلُکُمْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ ھٰکَذَا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تو فقط ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی باقی جس قدر کپڑے تھے مشجب پر رکھ دیئے تھے علاوہ ایک کپڑے کے ان پر کچھ بھی تو نہ تھا۔ دیکھنے والوں کو زیادہ تعجب میں تو ایسے ہی اموں نے ڈالا تھا جواب بھی معقول عنایت کیا کہ کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ ہم اگر جبراً ٹوپی عمامہ حضرت جابر رضی کے سر پر رکھیں تو وہ کب قبول کرتے تھے علاوہ ازیں صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ دوسی مروی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ آپ نے فرمایا کہ نہ نماز پڑھنے پاوے کوئی ایک کپڑے میں کہ نہ ہو اس کے کندھے پر اس کپڑے سے کچھ ارشاد نبیؐ میں کچھ خامی ہو تو رہی سہی ہمارے بھائی نکال دیں۔ ارشاد نبی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والے کو صرف اسی قدر ہے کہ کندھوں کو ضرور ڈھکیں سرپوشی کا حکم نہیں دیا البتہ عورت کو تو ضرور دیا ہے ایک کپڑے والے کی طرح حدیث صریح صاف ہے مقلدین کی طرح قبول میں اینچ پینچ سے حذر کریں مثل مشہور ہے ناچنا منظور نہیں صحن ٹیڑھا ہے کا مضمون نہ کریں۔ بھلا جس چیز کا ذکر جس کا استثنار پیغمبر نہ کرے ہم کون اپنی ٹانگ اڑانے والے پیغمبر موانع صلوٰۃ سے فقط ستر عورات و ما تقنین کو فرمائیں ہم ایسے لائق متبع کہ سر بھی داخل کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کریں۔ فیا للہ العجب انا للہ وانا الیہ راجعون ہذا ما سنح ببالی والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی

جواب ۲۶ ننگے سر نماز پڑھنی خواہ فرض ہوں یا نفل بلاشبہ جائز ہے۔ احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی ہے چنانچہ صحیح بخاری صلہ ج ا میں ہے عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَقَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ۔ روایت ہے محمد بن منکدر سے اس نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ کو دیکھا وہ ایک کپڑے میں

نماز پڑھتے تھے۔ اور کہا جابرؓ نے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے اور نیز صحیح بخاری ص۵۲ میں ہے عَنْ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَةَ قَدْ اَلْقٰی طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ روایت ہے عمر بن ابی سلمہ سے تحقیق دیکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے تھے آپ ایک کپڑے میں ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں اور دونوں کنارے اس کے اپنے دونوں مونڈھوں پر ڈالے۔

ان دونوں حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی۔ اور ظاہر ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر ننگا رہتا ہے۔

اور صحیح بخاری ص۵۲ ج۱ اور مسلم ص۱۹۸ ج۱ میں ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِکُلِّکُمْ ثَوْبَانِ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے پوچھا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔ خیر جاری شرح صحیح بخاری میں ہے وَیُسْتَفَادُ مِنْهُ الْحُکْمُ بِجَوَازِ الصَّلٰوةِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَهُوَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ مِنَ الْعُلَمَآءِ یعنی اس حدیث سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ کا۔ جیسے ابن عباسؓ اور علیؓ اور معاویہؓ اور انس بن مالکؓ اور خالد بن ولیدؓ۔ اور ابوہریرہؓ اور عائشہؓ اور ام ہانی اور تابعین وغیرہ وغیرہ میں سے حسن بصری اور ابن سیرین اور شعبی اور ابن مسیب اور عطاء اور ابو حنیفہ کا اور فقہاء میں سے ابو یوسف اور محمد اور شافعی اور مالک اور احمد کا ایک روایت میں۔ اور اسحاق بن راہویہ کا۔ ان سب کا یہی قول ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے جب عورت چھپ جاوے۔ چنانچہ قسطلانی شرح صحیح بخاری جلد اول ص۳۱۹ میں ہے وَهٰذَا مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ مِنَ الصَّحَابَةِ کَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَلِیٍّ وَّمُعَاوِیَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَائِشَةَ وَاُمِّ هَانِیٍٔ۔ وَمِنَ التَّابِعِیْنَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ وَابْنُ سِیْرِیْنَ وَالشَّعْبِیُّ وَابْنُ الْمُسَیَّبِ وَعَطَاءٌ وَّاَبُوْ حَنِیْفَةَ وَمِنَ الْفُقَهَآءِ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَّالشَّافِعِیُّ وَمَالِكٌ وَاَحْمَدُ فِیْ رِوَایَةٍ وَاِسْحٰقُ ابْنُ رَاهُوْیَه۔ جامع ترمذی ص۴۶ میں ہے عَنْ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَةَ مُشْتَمِلًا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ اِنْتَهٰی قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَغَیْرِهِمْ قَالُوْا لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ فِیْ ثَوْبِ الْوَاحِدِ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ یُصَلِّی الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبَیْنِ۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنی بلا شبہ جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر ننگا رہتا ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ ننگے سر کی کوئی روایت صراحتہً نہیں ہے کیونکہ ان حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ننگے سر نماز پڑھی اس سے زیادہ اور کیا صراحت چاہیئے۔ اور جس روایت میں محض دو کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اس سے عمامہ خارج ہے۔ اس لئے اطلاق ثوب کا عمامہ پر بھی آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری مسلم میں آیا ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ

فِیْ ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ لَیْسَ فِیْهَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَۃٌ۔ معلوم ہوا کہ اطلاق ثواب کا قمیص اور عمامہ پر بھی آتا ہے۔ ورنہ استثناء کے کیا معنی۔ اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَفَّنَ اُمَّتَہٗ اَفَذَا فِیْ خَمْسَۃِ اَثْوَابٍ قَمِیْصٍ وَّعِمَامَۃٍ وَّثَلٰثِ لَفَائِفَ۔ اس حدیث سے بھی صاف طور پر ثابت ہوا کہ جس طرح اطلاق ثوب کا قمیص و لفائف پر ہے ویسے ہی عمامہ پر بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان بعض کا یہ کہنا اور مطلب بیان کرنا کہ ثوب کا معنٰی عمامہ پر صادق نہیں آتا یہ ان کا قول بیجا ہے اور بلا دلیل ہے اور اگر مانا جائے کہ اطلاق ثوب کا عمامہ پر صادق نہیں آتا اور عمامہ مسکوت عنہ ہے اور اصل مسکوت عنہ میں جواز ہے۔ حدیث میں آیا ہے وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ واللہ اعلم۔ محمد عبد اللہ غفرلہ از کھیپیانوالی۔ ضلع فیروز پور۔

جواب ۵ الجواب صحیح عبد الحمید مدرس مدرسہ اسلامیہ واقع بدھوانہ۔ ضلع جھنگ۔

جواب ۶ جائز ہے حدیث شریف میں ثبوت ملتا ہے (صحیح مسلم) اللہ اعلم۔

مفتی ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری

جواب ۷ بعد حمد و صلوٰۃ کے صورت بالا مسطورہ میں واضح ولائح ہو کہ ننگے سر نماز پڑھنا جائز و درست ہے چنانچہ روایت ہے عمر بن ابی سلمہ سے کہا دیکھا میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے کپڑے ایک میں لپیٹنے والے ساتھ اس کے (اس طور پر کہ بعض کپڑے کا تہبند باندھے تھا اور بعض کو اپنے کندھوں پر ڈالے تھا۔ گھر میں ام سلمہ کے) متفق علیہ۔

ف۔ اس حدیث سے صریح معلوم ہوا کہ آپ کا سر ننگا تھا۔ یعنی سر پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ اسلئے کہ راوی حدیث جو کپڑے ایک کی روایت کرتے ہیں اور پھر اس کی تفصیل خود بیان کرتے ہیں جس میں ذکر سر کا نہیں کرتے۔ ایضاً مروی ہے ابو ہریرہ سے سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو نماز پڑھے ایک کپڑے میں پس چاہیئے کہ مختلف کرے طرفین اس کی یعنی داہنا پلہ بائیں کندھے پر اور بایاں داہنے کندھے پر۔

ف۔ صورت استدلال یہ ہے کہ اگر سر ڈھانکنا ضروری ہوتا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ایک کپڑے والے کو حکم فرماتے کہ سر پر کپڑا ڈالے مگر ایسا حکم نہیں فرمایا گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ سر ڈھانکنا ضروری نہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی بیّن ثبوت ہے جو بخاری میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ کھنڈیلہ ضلع جے پور

الجواب صحیح احمد بن محمد دار الحدیث دہلی (حال وارد مدینہ منورہ)

الادیب الفہیم النحریر مولانا عبد الجلیل صاحب کا ایک محققانہ فتویٰ

برائے ضیافت طبع ناظرین صحیفہ اہلحدیث

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

اس ناچیز نے نماز جنازہ جہر و سورہ فاتحہ مع مختصر سورہ کے پڑھائی تھی جس پر بعض بعض افراد نے

اس میں چون وچرا کی۔ بعض جگہ سے استفتا بھی منگوایا مگر سائل نے بھی دروغ بافی سے حذر نہ کیا تھا اور نہ ہی مجیب نے کوئی معقول جواب دیا بلکہ وہ جواب محض ایک عصبیت سے لبریز تھا۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس امر کو بالوضاحت روز روشن کی طرح ظاہر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ عصبیت و نفسانیت سے محفوظ رکھے۔ اور نیک توفیق دے۔ آمین

جنازہ میں سورہ فاتحہ۔ سوال (۲۰۹) جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرعاً درست ہے یا مکروہ غیر جائز؟

جواب (۲۰۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ رَبِّ اَعِنْ یَا کَرِیْمُ ○ سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا مسنون ہے۔ احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ و آثارِ صحابہ سے ثابت ہے۔ فاضل علامہ عبدالحی لکھنوی خاتمہ امام الکلام صـ۲۳۳ میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ وَرَدَتْ اَحَادِیْثُ مَرْفُوْعَةٌ وَّاٰثَارٌ مَّوْقُوْفَةٌ دَالَّةٌ عَلٰی شَرْعِیَّةِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ بَعْدَ التَّكْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی فِیْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَوَرَدَتْ بَعْضُ الْاٰثَارِ بِتَرْكِهَا وَاخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ فِیْ فِعْلِهَا وَتَرْكِهَا وَتَبِعَ ذٰلِكَ اخْتِلَافُ الْاَئِمَّةِ فِیْ ذٰلِكَ وَالْمُرَجَّحُ فِیْ ذٰلِكَ هُوَ الْقِرَاءَةُ عَلٰی وَجْهِ الْاِسْتِحْبَابِ اَوْ سُنِّیَّةٍ لِثُبُوْتِ ذٰلِكَ بِالْاَخْبَارِ الْمُتَوَارِدَةِ وَهِیَ وَاِنْ كَانَ بَعْضُهَا ضَعِیْفَةً لٰكِنْ اِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ یُعْطِیْ الْوَثَاقَةَ وَالْقَوْلُ بِالْكَرَاهَةِ مُطْلَقًا اَوْ بِالْكَرَاهَةِ بِنِیَّةِ الْقِرَاءَةِ لَا بِنِیَّةِ الثَّنَاءِ لَا یَدُلُّ عَلَیْهِ دَلِیْلٌ بِاَحَدِ وُجُوْهِ الدَّلَالَةِ۔

یعنی اچھی طرح معلوم کرلو کہ جنازہ کی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنے کی مشروعیت میں مرفوع حدیثیں اور آثارِ موقوفہ دال وارد ہیں۔ بعض آثار صحابہ سے اس کا نہ پڑھنا بھی آیا ہے صحابہ نے اس کے پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف کیا ہے۔ انہی اختلافات کی بناء پر ائمہ کا بھی اختلاف ہوا ہے ترجیح پڑھنے ہی کو ہے خواہ استحباب کی بناء پر خواہ مسنونیت کی بناء پر حدیثوں سے ثابت ہونے کی وجہ سے اس امر میں گو بعض میں ضعف ہے مگر ایک دوسرے سے مل کر قوت ہو جاتی ہے۔ رہا مکروہ مطلق کہنا یا قراءت کی نیت سے پڑھنے کو مکروہ کہنا سو اس پر کوئی دلیل پائی نہیں جاتی دلالت کی کوئی بھی وجوہات سے۔

تعلیق الممجد حاشیہ موطاء امام محمد صـ۱۳۱ میں نَفْسُ الْقِرَاءَةِ ثَابِتٌ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْحُكْمِ بِالْكَرَاهَةِ بَلْ غَایَةُ الْاَمْرِ اَنْ لَّا یَكُوْنَ لَازِمًا۔ نفس قرأت سورہ فاتحہ تو ثابت ہے لہٰذا اسے مکروہ کہنے کا کوئی راستہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ لازم فرض نہ ہو بس۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ صـ۳۶ جلد ۲ میں فرماتے ہیں وَمِنَ السُّنَّةِ قِرَاءَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ لِاَنَّهَا خَیْرُ الْاَدْعِیَةِ وَاَجْمَعُهَا عَلَّمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی عِبَادَهٗ فِیْ مُحْكَمِ كِتَابِهٖ۔ سورہ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھنا مسنون ہے۔ چونکہ یہ دعاؤں میں بہتر اور جامع دعا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی محکم کتاب میں تعلیم فرمائی ہے۔

علامہ سندھی حنفی حواشی صحاح میں اور فاضل حسن شرنبلالی فرماتے ہیں لَا وَجْهَ لِلْمَنْعِ عَنْهَا کوئی وجہ اس کے پڑھنے سے منع کی نہیں۔ علامہ ترکمانی حنفی الجواہر النقی علی سنن البیہقی صـ۳۹

جلد ۲ میں فرماتے ہیں مَذْهَبُ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ الْقِرَاءَةَ لَا تَجِبُ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ لَا تَجِبُ وَلَا تُكْرَهُ ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ فِي تَجْرِيْدِهِ۔ حنفیہ کا تو مذہب یہ ہے کہ پڑھنا جنازہ کی نماز میں نہ ہی واجب ہے اور نہ ہی مکروہ ہے۔

جب حنفیہ کے نزدیک واجب بھی نہیں اور مکروہ بھی نہیں تو پھر اس کا پڑھنا مسنون ہے یا مستحب ہے اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ حنفیہ کا اصل مذہب نہیں یہ پچھلے لوگوں کا مذہب ہے۔ جو اس کو مکروہ کہہ دیا اور پھر اس مکروہ کو مکروہ تحریمی سے بیان کیا۔ حالانکہ کسی معتمد فقیہ نے مطلق قرأت کو نماز میں مکروہ تحریمی نہیں فرمایا۔ ہاں اس تفصیل سے تو لوگوں نے ضرور مکروہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کی نیت سے جائز اور قرأت کرنے کی نیت سے مکروہ۔ دیکھو درمختار عِنْدَنَا تَجُوزُ بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ۔ کبیری شرح منیۃ المصلے ص۵۴۶ وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ بِنِيَّةِ الثَّنَاءِ وَالدُّعَاءِ جَازَ۔ بحرالرائق میں محیط اور تجنیس صاحب ہدایہ سے ہے وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ فِيْهَا بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ فَلَا بَأْسَ فِي الْاَشْبَاهِ قَالُوْا اِنَّ الْمَأْمُوْمَ اِذَا قَرَأَ الْفَاتِحَةَ فِي جَنَازَةٍ بِنِيَّةِ الذِّكْرِ لَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مقتدی کو بھی ذکر کی غرض سے جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا حرام نہیں۔ جو مطلق پڑھنے کو مکروہ وہ بھی تحریمی کہے وہ بڑا ہی جاہل اور مذہب سے ناواقف ہے۔

مالابدمنہ کے صفحہ ۹۳ میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں اکثر علماء کرام بر آنند کہ فاتحہ ہم بخواند۔ اکثر علماء اس پر ہیں کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ بھی پڑھیں۔ قاضی صاحب نے مرتے وقت اپنے وصیت نامہ میں وصیت کی ہے کہ میرے جنازہ پر سورہ فاتحہ بھی پڑھنا۔ دیکھو ان کا وصیت نامہ مع لابدمنہ ص۱۹۱ و بعد تکبیر اولیٰ سورہ فاتحہ ہم خوانند۔ ہاں قرأت کی نیت سے جو پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے شامی اس کو کراہیت تحریمی سے تعبیر کرتے ہیں جو ٹھیک نہیں۔ بلکہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ صلوٰۃ الجوائز فی صلوٰۃ الجنائز میں اس کراہیت کو کراہیت تنزیہی فرمایا ہے جو اولویت کے مقابل ہے مَا نَصُّهُ هُوَ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْكَرَاهَةِ التَّنْزِيْهِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ خِلَافُ الْاَوْلٰى كَمَا لَا يَخْفٰى۔ مجھے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے اس مدعی علم سے کہ باوجود احادیث نبویہ و آثار صحابہ سے اس کے پڑھنے کے ثبوت ہوتے ہوئے مکروہ کہے وہ بھی تحریمی۔ بھلا جس کام کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کس نیت سے پڑھی تھی سورہ فاتحہ۔ یا ارشاد فرمایا وہ آپ کے بے بتلائے کون کہہ سکتا ہے اور جو کہے وہ بے دلیل ہے۔ لِاَنَّ نِيَّةَ الثَّنَاءِ اَمْرٌ مُبْطَنٌ لَا يُعْلَمُ اِلَّا مِنَ الْفَاعِلِ قَالَ الْفَاضِلُ حَسَنُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ حَكَاهُ الْفَاضِلُ اللَّكْهَنَوِيُّ فِي اِمَامِ الْكَلَامِ ص۲۳۸۔

فاضل لکھنوی حنفی تعلیق امام الکلام المسمیٰ غیث الغمام میں فرماتے ہیں مَعَ اَنَّهُ بَاطِنٌ فِي نَفْسِهِ اَيْضًا فَاِنَّ اخْتِلَافَ النِّيَّةِ اَمْرٌ بَاطِنٌ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا بِبَيَانِ مَنْ نَوٰى۔

احادیث مرفوعہ سے نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ کا ثبوت

لو سنو ہم اب اولاً مرفوع روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔

(۱) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي التَّكْبِيْرَةِ

الاُولٰی رَوَاهُ الحَاكِمُ فِی مُسْتَدْرَكِهٖ وَالْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ فِی كِتَابِ الْاُمِّ قُلْتُ فِیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَقِیْلٍ قَالَ التِّرْمِذِیُّ فِی جَامِعِهٖ فِی بَابِ مِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ هُوَ صَدُوْقٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِیْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ كَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَالْحُمَیْدِیُّ یَحْتَجُّوْنَ بِحَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَقِیْلٍ قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ مُقَارِبُ الْحَدِیْثِ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ اور پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

(۲) عَنْ اُمِّ شَرِیْكٍ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَقْرَءَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ قُلْتُ فِیْهِ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ فِی فَتْحِ الْقَدِیْرِ ص۱۱ الصَّحِیْحُ فِی شَهْرٍ التَّوْثِیْقُ وَثَّقَهٗ اَبُوْ زُرْعَةَ وَاَحْمَدُ وَیَحْیٰی وَیَعْقُوْبُ ابْنُ شَیْبَةَ ھ قُلْتُ وَكَذَا رَجَّحَ تَوْثِیْقَهُ الْعَلَّامَةُ التُّرْكَمَانِیُّ فِی جَوَاهِرِ النَّقِیِّ وَالزَّیْلَعِیُّ الْمُخَرِّجُ فِی نَصْبِ الرَّایَةِ لَهٗ وَحَمَّادُ بْنُ جَعْفَرٍ الْعَبْدِیُّ الْبَصْرِیُّ قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ عَلٰی مَا فِی تَهْذِیْبِ الْحَافِظِ ام شریک انصاریہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھیں۔

(۳) وَعَنْ اُمِّ عَفِیْفٍ قَالَتْ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ بَایَعَ النِّسَاءَ فَاَخَذَ عَلَیْهِنَّ اَنْ لَّا یُحَدِّثْنَ الرِّجَالَ اِلَّا مَحْرَمًا وَاَمَرَنَا اَنْ نَقْرَءَ عَلٰی مَیِّتِنَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْكَبِیْرِ وَفِیْهِ عَبْدُ الْمُنْعِمِ اَبُوْ سَعِیْدٍ وَهُوَ ضَعِیْفٌ كَذَا فِی مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ فِی الْمُجَلَّدِ الثَّانِی وَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِیْثَ اَیْضًا الْحَافِظُ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی اِسْتِیْعَابِهٖ ص۴۲۳ ج ۲ وَالْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِی الاصابہ ص۴۲۳ ج لفظ الْاِصَابَةِ عَلٰی جَنَائِزِنَا۔ ام عفیف نہدیہ فرماتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی جب کہ آپ نے عورتوں سے بیعت میں عہد لیا تھا کہ تم غیر محرم مرد سے بات چیت نہ کیا کرنا اور ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم اپنے جنازوں میتوں پر سورہ فاتحہ پڑھیں۔

(۴) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَازَةِ فَاقْرَءُوْا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْكَبِیْرِ وَفِیْهِ مُعَلَّى بْنُ حُمْرَانَ وَلَمْ اَجِدْ مَنْ ذَكَرَهٗ وَبَقِیَّةُ رِجَالِهٖ مُوَثَّقُوْنَ وَفِیْ بَعْضِهِمْ كَلَامٌ كَذَا فِی مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ اسماء بنت یزید بن السکن خطیبۃ النساء فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر فرمایا پڑھو سورہ فاتحہ کو۔

(۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُتِیَ بِجَنَازَةِ جَابِرِ بْنِ عَتِیْكٍ اَوْ قَالَ سَهْلِ بْنِ عَتِیْكٍ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ صُلِّیَ عَلَیْهِ فِی مَوْضِعِ الْجَنَازَةِ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ

فَقَرَءَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَجَهَرَ بِهَا ثُمَّ كَبَّرَ الثَّانِيَةَ فَصَلّٰى عَلٰى نَفْسِهٖ وَعَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ثُمَّ كَبَّرَ الثَّالِثَةَ فَدَعَا لِلْمَيِّتِ اَلْحَدِيْثُ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِى الْاَوْسَطِ وَفِيْهِ يَحْيٰى ابْنُ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ النَّوْفَلِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ كَذَا فِىْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جابر بن عتیک یا سہل بن عتیک (شک راوی کا ہے) کا جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ سب سے پہلے یہی زمانہ تھا جو مخصوص جنازہ پڑھنے کی جگہ میں پڑھا گیا سو آپ آگے بڑھے اور تکبیر کہی پھر سورہ فاتحہ زور سے پڑھی۔ پھر دوسری تکبیر کہی اور اپنی ذات اور مرسلین دیگر پر درود پڑھا۔ پھر تیسری تکبیر کہی اور میت کے لئے دعا کی۔

یہ تو ہوئیں صریح مرفوع روایتیں جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے میں۔ اب ہم وہ روایتیں ذکر کرتے ہیں جن میں صحابہ نے تو رعا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ذکر کیا اور وہ روایتیں مرفوع ہیں۔

(۱) دیکھو صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قرأۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ قُلْتُ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَلْفَاظٌ وَقَدْ رَفَعَهٗ صَرِيْحًا بَعْضُ الرُّوَاةِ عَنْهُ اِلَّا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ قَالَ فِىْ جَامِعِهِ الصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهٗ مِنَ السُّنَّةِ -

طلحہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی۔ بعد میں دریافت کرنے پر کہا کہ تم معلوم کر لو کہ یہ سنت ہے -

(۲) عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ وَكَانَ مِنْ كُبَرَاءِ الْاَنْصَارِ وَعُلَمَائِهِمْ وَاَبْنَاءِ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ السُّنَّةَ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَنْ يُّكَبِّرَ الْاِمَامُ ثُمَّ يَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ فِىْ مَعَانِيْ الْاٰثَارِ وَالشَّافِعِيُّ فِى الْاُمِّ وَمُسْنَدِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ وَسَنَدُ الطَّحَاوِيِّ لَا مَطْعَنَ فِيْهِ وَكَذَا الْبَيْهَقِيُّ اِلَّا اَنَّ فِىْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ اَخْبَرَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ رَجُلٍ وَقَالَا قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ بِذٰلِكَ اَبُوْ اُمَامَةَ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ يَسْمَعُ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَذَكَرْتُ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ مِنَ السُّنَّةِ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ لِمُحَمَّدِ بْنِ سُوَيْدٍ فَقَالَ وَاَنَا سَمِعْتُ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ يُحَدِّثُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ فِىْ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا عَلَى الْمَيِّتِ مِثْلَ الَّذِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَامَةَ - ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف جو کہ انصار کے بڑوں میں سے اور ان کے علماء میں سے ہیں اور بدریوں کے فرزند۔ انہیں کسی ایک نبی صلعم کے اصحاب نے بتایا کہ نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہے پھر سورہ فاتحہ پڑھے۔

(۳) عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ ابْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ يُحَدِّثُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ السُّنَّةُ فِى الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَنْ تُكَبِّرَ ثُمَّ تَقْرَءَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ تُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ وَلَا تَقْرَءَ اِلَّا فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى اَخْرَجَهُ ابْنُ الْجَارُوْدِ فِى الْمُنْتَقٰى ص ۲۶۵ قَالَ الْحَافِظُ فِىْ فَتْحِهٖ بَعْدَ اَنْ اَخْرَجَهٗ مِنْ كِتَابِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَالنَّسَائِيِّ

اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ قُلْتُ اَخْرَجَہٗ اَیْضًا ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ مُصَنَّفِہٖ فِی الْجُزْءِ الرَّابِعِ ص۱۱۱ وَابْنُ حَزْمٍ فِی الْمُحَلّٰی ص۱۳۰ ج ۵ - ابوامامہ مذکور نے سعید بن المسیب سے کہا کہ جنازہ کی نماز میں سنت یہ ہے کہ تکبیر کہے پھر سورہ فاتحہ پڑھے پھر درود پڑھے پھر خالص دعا کرے - صرف پہلی ہی تکبیر میں پڑھے صحابی جب من السنۃ کہے تو وہ حدیث بھی مرفوع ہی ہوتی ہے تمام محدثین کے نزدیک - امام نووی مقدمہ شرح صحیح مسلم ص۱ میں فرماتے ہیں وَاَمَّا اِذَا قَالَ الصَّحَابِیُّ اُمِرْنَا بِکَذَا اَوْمِنَ السُّنَّۃِ کَذَا فَکُلُّہٗ مَرْفُوْعٌ عَلَی الْمَذْہَبِ الصَّحِیْحِ الَّذِیْ قَالَہُ الْجُمْہُوْرُ مِنْ اَصْحَابِ الْفُنُوْنِ قَالَ ابْنُ الْہُمَامِ فِی الْفَتْحِ قَوْلُ الصَّحَابِیِّ مِنَ السُّنَّۃِ حُکْمُہُ الْمَرْفُوْعُ عِنْدَ الْجُمْہُوْرِ ذَکَرَہٗ فِی الْحَجِّ علامہ عبدالحی لکھنوی ظفر الامانی شرح مقدمہ جرجانی کے ص۱۱۳ میں بعد طویل بحث کے فرماتے ہیں اَقُوْلُ وَالْاَحْسَنُ عِنْدِیْ فِیْ ہٰذَا الْمَبْحَثِ مَذْہَبُ اَئِمَّۃِ الْحَدِیْثِ وَعَلَیْہِ اعْتِمَادِیْ - میرے نزدیک اس مبحث میں ائمہ حدیث کا ہی مذہب بہت اچھا ہے اسی پر میرا اعتماد بھی ہے -

اب چند آثار صحابہ کو ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) عَنْ عُبَیْدِ بْنِ السَّبَّاقِ قَالَ صَلّٰی بِنَا سَہْلُ بْنُ حُنَیْفٍ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا کَبَّرَ التَّکْبِیْرَۃَ الْاُوْلٰی قَرَءَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰی اَسْمَعَ مَنْ خَلْفَہٗ اَخْرَجَہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی السُّنَنِ ص۳۹ ج۴ وَالدَّارُقُطْنِیُّ ص۱۹۱ ج۱ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِی الْمُصَنَّفِ فِی الْجُزْءِ الرَّابِعِ ص۱۱۳ عبید بن السباق فرماتے ہیں کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک جنازہ پڑھایا پہلی تکبیر کہی تو سورہ فاتحہ پڑھی اس طرح کہ مقتدیوں کو بھی سنایا -

(۲) رَوَی ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ قَرَءَ عَلَی الْجَنَازَۃِ بِالْفَاتِحَۃِ کَذَا فِی الْمُحَلّٰی لِلشَّیْخِ سَلَامِ اللّٰہِ الدِّہْلَوِیِّ وَالْمُحَلّٰی لِابْنِ حَزْمٍ ص۱۲۹ ج۵ وَالْبَیْہَقِیُّ ص۳۹ ج۴ وَابْنِ الْمُنْذِرِ وَ بْنِ مَنْصُوْرٍ - ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی -

(۳) اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَقَرَءَ فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی فَاتِحَۃَ الْکِتٰبِ وَسُوْرَۃً قَصِیْرَۃً وَرَفَعَ بِہِمَا صَوْتَہٗ اَخْرَجَہُ ابْنُ حَزْمٍ فِی الْمُحَلّٰی ص۱۲۹ ج۵ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ایک جنازہ پر - پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سی سورہ پڑھی اونچی آواز سے

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّہٗ کَانَ یَقْرَءُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی عَلَی الْجَنَازَۃِ اَخْرَجَہُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ فِیْ کِتَابِ الْاُمِّ ص۲۶۶ ج۱ - وَالْمُسْنَدِ اَیْضًا قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ فِی الْاُمِّ وَبَلَغَنَا ذٰلِکَ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَسَہْلِ بْنِ حُنَیْفٍ وَغَیْرِہِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - عبداللہ بن عمرو بن العاص تکبیر اولیٰ کے بعد جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے - ابوبکر صدیق اور سہل بن حنیف اور دیگر صحابہ سے بھی اسی طرح آیا ہے -

(۵) عَنْ مُجَاہِدٍ قَالَ سَاَلْتُ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ فَکُلُّہُمْ یَقُوْلُ کَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ ثُمَّ کَبِّرْ ثُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَذَا فِیْ غُنْیَۃِ الطَّالِبِیْنَ لِلشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیِّ فِیْ فَصْلِ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ ص۱۴۳ ج۲ وَرَوَاہُ الْاَثْرَمُ ذَکَرَہُ الشَّرُنْبُلَالِیُّ نَقْلًا عَنْ اُسْتَاذِہٖ عَنْ قَاسِمٍ

فِيْنَ قَطْعُوْ بِهَا عَلٰى مَا فِى التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدْ - مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اٹھارہ صحابیوں سے جنازہ کی نماز کے متعلق دریافت کیا - سب نے یہی کہا کہ تکبیر کہہ پھر سورہ فاتحہ پڑھ پھر تکبیر کہہ اور درود پڑھ -

اور بھی صحابہ کے آثار ہیں جنھیں اختصار کی وجہ سے ترک کئے دیتا ہوں - امام ابن حزم نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے والوں میں سے ابوہریرہ، ابو داؤد، ابن مسعود، انس بن مالک کو محلّی کے صفحہ ۳ جلد ۵ میں بیان کیا ہے۔

تابعین عظام سے جنازہ میں قرأتِ فاتحہ کا ثبوت

تابعین میں سے بھی بہت سے افراد ایسے ہیں جو جنازہ میں سورہ فاتحہ کو مسنون جانتے ہیں - خواجہ حسن بصریؒ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے قَالَ الْحَسَنُ يُقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَ فَرَطًا وَّ اَجْرًا - خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں بچے پر سورہ فاتحہ اور اللّٰھم اجعلہ لنا اخیر تک پڑھا جائے

غرضیکہ سورہ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھنا نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہے - جو یہ کہے کہ کسی صریح صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں وہ محض لغو کہتا ہے - اس نے ان حدیثوں کو یا تو دیکھا ہی نہیں - یا اگر دیکھا بھی ہے تو نفسانیت و عصبیت کے پردہ نے بصارت قلبی پر پورا قبضہ کر رکھا ہے - بھلا کوئی ان صحاح صراح کا انکار ذوی البصارت کر سکتا ہے - اللہ میاں اسے نیک سمجھ دے -

فاضل ابن ہمام سے بھی ایک ایسی ہی غلطی ہوگئی ہے کہ انھوں نے بھی لکھ دیا کہ لَمْ تَثْبُتِ الْقِرَاءَةُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَمَا فِى الْفَتْحِ اس قدر واضح بات کا انکار کرنا ان جیسے محقق کی شان سے بعید ہے - ہم نے تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیا تب بھی ان کے اس کہنے سے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کی حرمت ثابت نہیں ہو سکتی -

ملا علی قاری رحمہ اللہ صلات الجوائز میں فرماتے ہیں اِذْ كُلُّ مَا لَمْ يَثْبُتْ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَلْزَمْ مِنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ حَرَامًا اَوْ مَكْرُوْهًا بَلْ يَتَوَقَّفُ حُكْمُهَا عَلٰى نَهْىٍ قَطْعِىٍّ اَوْ ظَنِّىٍّ اس لئے کہ جس چیز کا کرنا آپ سے ثابت نہ ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز حرام ہو یا مکروہ - بلکہ ان دونوں کے علم کے لئے قطعی ممانعت یا ظنی کا ثبوت چاہیئے اس مسئلہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے یعنی جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت کسی ایک حدیث میں بھی ثابت نہیں - صرف حدیث اَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ سے استدلال کیا ہے - یہ بھی بڑی جد و جہد کے بعد انہیں دلیل ملی ہے -

فاضل علامہ عبدالحی لکھنوی غیث الغمام ص ۳۲۸ میں فرماتے ہیں وَغَايَةُ مَا اسْتَدَلَّ بِهٖ اَصْحَابُنَا هُوَ حَدِيْثُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ وَهُوَ لَا يُثْبِتُ مَنْعَ الْقِرَاءَةِ بَلِ الْغَرَضُ مِنْهُ الْاِكْثَارُ فِى الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ وَالْاِخْلَاصُ فِيْهِ لِيُسْتَجَابَ فَافْهَمْ وَاسْتَقِمْ - بہت بہت کر کے جانفشانی سے اگر ہمارے بھائی حنفیوں کو دلیل ملی جس سے انھوں نے مذہب کی دلیل پکڑی ہے وہ صرف ابوہریرہ کی حدیث ہے مرفوع کہ جب تم میت کے لئے نماز پڑھو تو خلوص قلب سے اس کے حق میں دعا کرو سو اس سے پڑھنے کی ممانعت نہیں ثابت ہو سکتی بلکہ اس سے تو صرف اسی قدر غرض ہے کہ خوب خلوص قلب کے ساتھ میت کے حق میں دعا کرنا چاہیئے تاکہ

دعا قبول ہو اس آسان بات کو سمجھو سیدھی راہ پر چلو۔ امام ابن حزم محلی صہ۱۳۱ جلد ۵ میں فرماتے ہیں۔
وَاحْتَجَّ مَنْ مَنَعَ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِيهَا بِاَنْ قَالُوا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ قَالَ اَبُو مُحَمَّدٍ هٰذَا حَدِيثٌ سَاقِطٌ مَا رُوِيَ قَطُّ مِنْ طَرِيقٍ يُشْتَغَلُ بِهَا ثُمَّ لَوْ صَحَّ لِمَا مَنَعَ مِنَ الْقِرَاءَةِ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي اِخْلَاصِ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ نَهْيٌ عَنِ الْقِرَاءَةِ وَنَحْنُ نُخْلِصُ لَهُ الدُّعَاءَ وَنَقْرَءُ كَمَا اُمِرْنَا۔

جنازہ کی نماز میں پڑھنے سے منع کرنے والوں نے حدیث اخلصوا لہ الدعاء سے استدلال کیا ہے امام ابن حزم کہتے ہیں اولاً تو یہ حدیث ہی قابل حجت نہیں اور نہ ہی ایسے طریق سے وارد ہے کہ اس کے جواب میں مشغولیت کی جائے ــــ ثانیاً اگر اس کی صحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی پڑھنے کی ممانعت نہیں ہو سکتی۔ اخلاص دعا مانع قراءت نہیں ہے۔ ہم اخلاص بھی دعا میں کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں جس طرح ہمیں شارع علیہ السلام کا حکم ہوا ہے۔

علامہ فاضل لکھنوی تعلیق الممجد صہ۱۳۱ میں فرماتے ہیں حسن شرنبلالی صاحب مراقی الفلاح نے ایک رسالہ بنام النظم المستطاب لحکم القراءت فی صلوٰۃ الجنازۃ بام الکتاب تصنیف کیا ہے رَدَّ فِيهَا عَلٰى مَنْ ذَكَرَ الْكَرَاهَةَ بِدَلَائِلَ شَافِيَةٍ وَهٰذَا هُوَ الْاَوْلٰى لِثُبُوتِ ذَالِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ۔ اس میں کراہیت کہنے والوں پر کافی شافی دلیلوں سے رد کیا ہے اور یہی اولیٰ ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ہونے کی وجہ سے۔ واللہ اعلم۔

جنازہ میں سورہ فاتحہ کے ساتھ

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ۔ سوال (۲۱) کسی سورت کا پڑھنا درست ہے یا نہیں ہے؟

جواب (۲۱) سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی ایک سورت کا ملانا شرعاً درست ہے۔ حدیث مسور بن مخرمہ نمبر ۳ آثار صحابہ میں دیکھو۔ نیز عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى اَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ اَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ الْجَارُودِ فِي الْمُنْتَقٰى صہ۲۶۴ وَاِسْنَادُهُمَا صَحِيحٌ وَذَكَرَ ذِكْرَ السُّورَةِ ابْنُ الْجَارُودِ بِاَسَانِيدَ كُلُّهَا صِحَاحٌ جِيَادٌ وَمَا قَالَهُ الْبَيْهَقِيُّ ذِكْرُ السُّورَةِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ فَقَدْ تَعَقَّبَ عَلَيْهِ الْعَلَّامَةُ التُّرْكَمَانِيُّ فِي الْجَوْهَرِ النَّقِيِّ صہ۳۸ ج ۴ وَقَالَ بَلْ هُوَ مَحْفُوظٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنِ الْهَيْثَمِ ابْنِ اَيُّوبَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ بِسَنَدِهٖ۔ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف نے کہا کہ میں نے ابن عباس کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی انھوں نے سورہ فاتحہ اور ایک سورت زور سے پڑھی سلام کے بعد میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور دریافت کیا تو انھوں نے مجھے جواب دیا کہ یہ سنت اور حق ہے۔ واللہ اعلم۔

نمازِ جنازہ زور سے پڑھنا۔ سوال (۲۱۲) جنازہ کی نماز زور سے پڑھنا درست ہے یا نہیں۔؟

جواب (۲۱۲) نماز جنازہ کو زور سے پڑھنا شرعاً درست ہے۔ دیکھو مسطورہ بالا حدیثیں نیز

منتقی لابن جارود ص۲۶۴ میں ابن عباس کی روایت کے لفظ یہ ہیں اِنَّمَا جَهَرْتُ لِاُعْلِمَكُمْ اَنَّهَا سُنَّةٌ وَّ الْاِمَامُ كَفَاهَا۔ زور سے پڑھنا درست نہ ہوتا تو زور سے پڑھ کر یہ نہ فرماتے ۔
نیز جنازہ زور سے پڑھنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ دیکھو فتح القدیر ص۱۹۱ ج۱
رَوَى اَبُوْدَاوُدَ عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَ حَبْلِ جِوَارِكَ الْحَدِيْثِ وَرُوِیَ عَنْهُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُهٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ
واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز پڑھائی ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد مسلمان کی میں نے سنا آپ کو کہتے ہوئے اللّٰھم ان فلاں بن فلاں (اس جگہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے) فی ذمتک وحبل جوارک اخیر تک اور نیز مروی ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا اللّٰھم انت ربھا اخیر تک ۔
ان حدیثوں سے صاف اور واضح طور پر ثابت ہوا کہ جنازہ زور سے پڑھنا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اسے مکروہ کہنا عصبیت سے خالی نہیں ۔ جو کام نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اسے برا کہنا برا جاننا مکروہ کہنا ایک مسلم انسان کا دل کیونکر گوارہ کر سکتا ہے ۔ اس نے تو اپنے نبی کے فعل پر حرف گیری کی۔ اللہ میاں نیک توفیق دے ۔
ماحصل اس کا یہ ہے کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ اور کوئی ایک سورت کا پڑھنا اور نیز جنازہ کی نماز آواز سے پڑھنا شرعاً ثابت ہے مکروہ یا حرام کہنا بے علمی و بے خبری کا ثمرہ ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔
ھذا ما سنح ببالی الفاتر وانا الراجی رحمۃ ربہ ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی کان اللہ لہ حررہ ثمان وعشرین من رجب المرجب احد الشھور سنۃ اثنین و خمسین وثلث مائۃ بعد الالف وصلی اللہ علی النبی والہ وصحبہ وسلم ۔
حنفیوں کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب کا فتوی:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ
(۱) جنازہ کی نماز میں میت کے لئے دعاء اللّٰھم ان فلاں بن فلاں فی ذمتک وحبل جوارک الخ فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے، جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) جنازہ کی نماز جہر سے پڑھنا شرعاً جائز ہے یا حرام یا گنہ گاری ؟
(۳) اگر کسی نے جہر سے جنازہ پڑھا اور اس کے پیچھے متبعین امام صاحب بھی شریک ہوں ۔ آیا حنفیوں کی جہر پڑھنے والے کے پیچھے نماز جنازہ ہو گی یا نہیں ۔ بینوا وتوجروا ۔
الجواب:۔ (۱) جب دعاء مذکور پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے ۔
(۲) حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے تاہم اگر امام نے جہر کیا تو حنفیوں کا کوئی حرج نہیں
(۳) حنفی بھی اس امام کے پیچھے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز جائز ہے ۔ (محمد کفایۃ اللہ دہلی)

نماز عید میں کتنی تکبیریں ہیں؟۔ سوال ۲۱۲؎ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عید الضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیرات ہیں ۱۲ و ۹ و ۶ ہر ایک کا حال تحریر کریں۔

(ابو سلیمان عبد الرحمٰن نومسلم میانوال ارائیاں)

جواب ۲۱۲؎ صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ صلوات عیدین کی تکبیریں شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہ سے ثابت ہیں جیسا کہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے اور تیرہ بھی بعض وقت کہنی ثابت ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے ۔۔۔ اور جو اس سوا ان کے ہیں وہ سب بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں نہ ہو۔ اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کر دیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جو آج کل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور سبب گمراہی ہیں۔ کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ اور جو بارہ تکبیریں ہیں ان کا ثبوت واضح طور پر موجود ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّكْبِيْرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْاُوْلٰى وَخَمْسٌ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا (اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاؤُد) یعنی روایت ہے عمرو بن شعیب سے وہ روایت کرتا ہے اپنے باپ سے اس کا باپ روایت کرتا ہے اپنے دادا سے۔ کہا اس کے دادا نے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تکبیریں عید الفطر کی سات ہیں پہلی رکعت میں۔ اور پانچ ہیں پچھلی رکعت میں۔ اور قرأت پیچھے ان دونوں تکبیروں کے ہے۔ (یہ حدیث ابوداؤد میں ہے)

تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں بارہ ہیں اور جو یہ چھ تکبیریں ہیں بے مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں۔ خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں۔ اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ شخص بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے۔ اور نیز معلوم ہوا کہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں تکبیروں کے قبل پڑھی جاتی ہے۔ سو یہ غلط اور خلافِ سنت نبوی ہے۔ بلکہ سنت یوں ہے کہ قرأت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں میں ہونی چاہیئے۔

عید کے خطبے سے پہلے اذان۔ سوال ۲۱۳؎ جو کہ بوقت عید کے خطبہ شروع ہونے سے پیشتر اذان کہی جاتی ہے اس کا از روئے شریعت کیا حال ہے۔؟ (سائل مذکور بالا)

جواب ۲۱۳؎ صورت مذکورہ میں واضح ہو کہ بوقت عید کے جب خطبہ شروع ہو یا نماز تو اس سے پیشتر اذان یا اقامت کا کہنا بالکل ناجائز و نادرست بلکہ بدعت ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثبوت واضح طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ اس بات کی حدیث ابن عباس خود شاہد ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِيْدَ بِلَا اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ (اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاؤُدَ وَاَصْلُهٗ فِي الْبُخَارِيِّ) ۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نماز پڑھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کی بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی (یہ حدیث ابوداؤد میں ہے) اور اصل اس کی صحیح بخاری میں ہے۔

عید و جمعہ سے پہلے نقارہ بجانا۔ سوال ۲۱۴؎ جمعہ اور عید کے پہلے نقارہ بجانا کیسا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب ۲۱۴؎ جو کہ قبل جمعہ اور عید کے نقارہ بجایا جاتا ہے یہ بھی بالکل بدعت ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن

اور حدیث میں نہیں ہے۔ اور یہ تمام بدعتیں کٹ ملّاؤں نے بہ سبب اپنی کم علمی کے مروج کی ہوئی ہیں ورنہ ان کا ثبوت اس سچے دین میں کہ جس کو محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لائے تھے ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ میں داخل ہے کما لایخفی علی ماہر الکتاب والسنۃ۔

سنتوں کی نیت میں سنت رسول کہنا۔ سوال (۲۱۵) جو لوگ سنت رسول کی کرکے نیت باندھتے ہیں کہتے ہیں کہ دو رکعت سنت رسول کی یہ بھی جائز ہے کہ نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۱۵) واضح ہو کہ یہ ایک بہت بڑی بدعت عرب و عجم میں پھیل رہی ہے کہ جس کا ثبوت نہ قرآن میں اور نہ حدیث میں پایا جاتا ہے نہ ائمہ اربعہ سے بلکہ کسی جاہل کی مروج کی ہوئی ہے۔

صحیح بخاری صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ جب نماز پڑھنے کو نمازی کھڑا ہو تو صرف زبان سے اللہ اکبر ہی کہے نہ یہ کہ دو سنت یا دو نفل یا سنت رسول کی اور فرض اللہ کے یا چار رکعت پڑھتا ہوں ظہر کی یا عصر کی پیچھے اس امام کے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو لفظ اللہ اکبر کے ساتھ شروع کرتے نہ الفاظ مذکورہ کے ساتھ۔ اور نیز معلوم ہوا کہ جس قدر حدیث کی کتابیں ہیں سوا مؤطا امام مالک کے سب میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی عمل کا معتبر ہونا صحیح ہونا اللہ اور رسول کے نزدیک دل ہی کے ارادہ سے ہے تو نماز بھی ایک عمل ہے۔ زبان سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ قصد دل ہی کا کافی و وافی ہے۔ اور جتنے علماء احناف معتبر گزرے ہیں سب نے اس نیت کو بدعت لکھا ہے اور پوری بحث اس مسئلہ کی ہدایۃ النبی المختار الی من یصلی الی یوم القرار میں موجود ہے من شاء فلیرجع الیہ۔

دیہات میں جمعہ۔ سوال (۲۱۶) دیہات میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۱۶) واضح ہو کہ دیہات میں جمعہ نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ جس طرح شہر میں جمعہ پڑھنے کا حکم ہے اسی طرح دیہات میں بھی ہے چنانچہ اللہ رب العالمین اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ الآیۃ (سورہ جمعہ) اے ایمان والو! جس وقت کہ پکارا جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس دوڑو تم طرف ذکر اللہ کے اور چھوڑ دو تم خرید و فروخت کو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ دیہات میں بھی جمعہ پڑھنے کا حکم ہے جیسا کہ شہر میں ہے کیونکہ اللہ رب العزت عام طور پر فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اب خواہ ایمان والے شہر میں ہوں یا دیہات میں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اگر دیہات میں ہم جمعہ پڑھنا منع کریں تو ہمارے نزدیک دیہات میں کوئی ایمان والا ہی نہیں رہا۔ اور نیز معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ نہیں ہے جمعہ، مگر بیچ شہر جامع کے تو اول تو یہ قول صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہو تو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف ہے اور جو قول صحابی کا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف ہو تو وہ غیر معمول بہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ اس قول سے دیہات میں جمعہ نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ انہی کے اصول فقہ کا مسلّم مسئلہ ہے کہ

تخصیص کتاب اللہ کی خبر احاد سے نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ ایک قول صحابی سے جو کہ بے ثبوت ہے۔ تخصیص کرتے ہیں کہ جمعہ شہر ہی ہوتا ہے۔ دیہات میں نہیں ہوتا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور اپنے مسلمہ اصول کا خلاف کرنا ہے ـــــ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جیسے شہروں میں جمعہ پڑھنا لازمی وضروری ہے اسی طرح دیہات میں بھی لازم وضروری ہے ـــــ اور تارکین جمعہ کے حق میں بہت سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ وعبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے آپؐ اوپر سیڑھیوں منبر اپنے کے البتہ باز رہیں گے لوگ چھوڑنے سے جمعوں کو یا البتہ مہر کر دے گا اللہ اوپر دلوں ان کے ـ پھر البتہ ہو جاویں گے وہ غافلوں سے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کتنا ہی ان کو قرآن حدیث سناؤ لیکن ایک نہیں مانتے۔ ہذا ہم اللہ تعالٰے۔ ہمارا کام سمجھانا ہے یاروـ آگے چاہو تم مانو یا نہ مانو۔ (مفتی مدرسہ دارالکتاب والسنۃ)

تین آمین کہنا۔ سوال (۲۱۷) نماز میں بجائے ایک آمین کے تین آمین کہنا کیسا ہے۔ بعض اس کو سنت کہتے ہیں۔ اور بعض بدعت۔ بینوا و توجروا۔

جواب (۲۱۷) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ قَالَ اٰمِيْنَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قُلْتُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ خَلَا قَوْلَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ (مجمع الزوائد مطبوعہ انصاری دہلی ۱۳۰۸ھ ص ۱۸۶-۱۸۷) ـــــ حدیث میں کلام نہیں۔ راوی سب ثقہ ہیں۔ اگر طبرانی کبیر ہو تو اس میں بھی نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔ باقی جو شخص تین دفعہ آمین کہنے کو بدعت بتلاتا ہے یا تو وہ جاہل ہے اس کو علم حدیث کی خبر نہیں تو اس کو بتلانا چاہیئے۔ یا عالم ہے تو دشمن اللہ ورسول کا ہے کہ جس فعل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے پھر اس سے منع نہیں کیا وہ اس کو بدعت بتلاتا ہے ایسا شخص امید نہ رکھے کہ وہ دنیا سے ایمان لے کر جائے گا۔ ہارون رشید کے روبرو یہ ذکر آیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کدو کو دوست رکھتے تھے یعنی دل کی خواہش سے اس کو کھاتے تھے۔ تو ایک شخص نے کہدیا کہ مجھ کو اچھا نہیں لگتا۔ قاضی ابو یوسف نے اسی وقت جلاد کو حاضر کروایا اور اس کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ کہ یہ شخص مرتد ہو گیا۔ اس شخص نے بہت جلد توبہ کی تب اس کو معاف کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک کام کو کریں پھر اس کو مسلمان ہو کر بدعت کہے یہ بڑی دلیری ہے۔ وائل بن حجرؓ کی حدیث آخر وقت کی ہے۔ کیونکہ وائل بن حجر بعد فتح مکہ شریف مسلمان ہوئے۔ یہ حدیث اول کی نہیں ہے۔ اسماء الرجال کے پہچاننے والے جانتے ہیں۔ اسد الغابہ۔ استیعاب وغیرہ کتب میں ان کا حال موجود ہے۔ (الراقم عبدالحکیم نصیر آبادی)

صراط الاہتداء فی بیان الاقتداء مطبوعہ فاروقی دہلی۔ مولفہ مولانا احمد حسن صاحب ڈپٹی۔ تلمیذ میاں صاحب مرحوم صفحہ ۱۶۔۔ ۱۷ میں مولانا حفیظ اللہ خاں صاحب مرحوم سوال سائل مورخہ ۲۹ رجب ۱۲۸۹ھ صلعم بروز پنجشنبہ میں لکھتے ہیں وَقَالَ اٰمِيْنَ ثَلٰثَ مَرَّاةٍ۔ ترجمہ اور کہتے تھے حضرت یعنی کبھی آمین تین بار۔ اور مترجم نے قید کبھی کی لگادی ہے الفاظ حدیث میں کبھی کی قید نہیں نقل کی ہے۔ طبرانی نے لوگ ایک دفعہ آمین کہنے سے گھبرا چڑتے ہیں۔ یہ کیسی ہوئی مثل مشہور تھی یک نشد دو نشد۔ یہاں یک نشد سہ نشد الیٰ قولہ اور واضح ہو کہ کسی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہتے وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ اٰمِيْنَ یعنی رَبِّ اغْفِرْ لِيْ کہہ کر آمین کہتے

اقول۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ یہ نئے مسئلے صدر ہی سے نکلتے ہیں ایسے اصحاب دیانتداری کے ساتھ خیال کریں کہ یہ فتویٰ ۱۳۸۹ھ کا چھپا ہوا ہے جس کو اب کامل ۳۰ ابرس گزر چکے وہ بھی تین آمین کو سنت لکھ چکے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تین آمین کے سنت ہونے پر علماء کی طرف سے کئی رسائل لکھے جا چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) تامین محمدی (۲) الفتح العمیق (۳) ازالۃ الاوہام (۴) تحقیق العنایہ وغیرہ۔

وہ علماء جن کے تین آمین کے سنت یا جواز پر تائید و دستخط ہو چکے۔ (۱) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری (۲) مولوی عبدالوہاب ملتانی (۳) مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ حاجی علی جان صاحب (۴) مولوی ابو اسمٰعیل صاحب وزیر آبادی (۵) مولوی عبدالستار صاحب کلانوری (۶) مولوی حافظ عمرالدین صاحب مدرس مدرسہ وزیر آباد (۷) مولوی محی الدین صاحب امام مسجد جامع اہلحدیث نظام آباد۔ (۸) مولوی حافظ عبداللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری (۹) مولوی ابو محمد عبدالتواب صاحب مالدھی (۱۰) مولوی حافظ عبیداللہ صاحب مدرس مدرسہ دارالہدیٰ کشن گنج دہلی۔ (۱۱) مولوی حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری (۱۲) مولوی محمد حیات صاحب مدرس مدرسہ اہلحدیث شہر قصور (۱۳) مولوی سید احمد حسن صاحب مصنف احسن التفاسیر (۱۴) مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری (۱۵) مولوی عبیدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ کشن گنج دہلی۔ (۱۶) مولوی حفیظ اللہ خان صاحب مرحوم (۱۷) مولوی عبدالحکیم صاحب نصیر آبادی (۱۸) مولوی حاجی محمد صاحب جوناگڑھی (۱۹) مولوی عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ بدھوانہ ضلع جھنگ (۲۰) مولوی عبدالجبار صاحب مدرس مدرسہ اشاعت القرآن والحدیث واقع کھنڈیلہ ضلع جے پور (۲۱) مولوی عبدالجلیل صاحب مدرس مدرسہ سامرود ضلع سورت۔ (۲۲) مولوی احمد صاحب ملتانی۔

بے نماز کا جنازہ۔ **سوال** (۲۱۸) کیا حکم ہے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا دریں مسئلہ کہ جنازہ کرنا بے نماز کا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ کبھی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی ترک کر دیتے ہیں ان کی نماز کا کچھ اعتبار ہے یا نہیں؟ قرآن حدیث سے جواب دینا چاہیئے۔؟

(عبدالغنی و خان محمد وغیرہ مسلمانان لکھانوالہ)

جواب (۲۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ اَمَّا بَعْدُ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ

واضح ہو کہ بے نماز کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے اور کافر کا جنازہ پڑھنا منع ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ٥ یعنی جو ان کافروں اور منافقوں سے مر جائے ان میں سے کسی کا جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی اس کی قبر پر (زیارت اور دعاء کے لئے) کھڑے ہو کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے تھے اور اسی بے دینی کی حالت میں مر گئے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بے نماز چونکہ کافر ہے اسلئے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے۔ بے نماز کا کفر ان مندرجہ ذیل حدیثوں سے ثابت ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الْاِخْلَاصِ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَعِبَادَتِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ مَاتَ وَاللّٰہُ رَاضٍ قَالَ اَنَسٌ وَھُوَ دِیْنُ اللّٰہِ الَّذِیْ جَاءَتْ بِہِ الرُّسُلُ وَبَلَّغُوْہُ عَنْ رَبِّھِمْ قَبْلَ حَرَجِ الْاَحَادِیْثِ وَاخْتِلَافِ الْاَھْوَاءِ وَتَصْدِیْقُ ذٰلِكَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فِیْ اٰخِرِ مَا نَزَلَ یَقُوْلُ اللّٰہُ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ قَالَ خَلْعُ الْاَوْثَانِ وَعِبَادَتِھَا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (ابن ماجہ) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے دنیا کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی تو مرے گا اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا۔ کہا انس رضی اللہ عنہ نے اور یہی دین ہے اللہ تعالیٰ کا جس کو انبیاء مرسلین لے کر آئے تھے اور لوگوں کو انھوں نے وہ دین پہنچایا قبل اس کے لوگوں کی باتیں (قیل و قال) اس میں مل جاویں اور مختلف خواہشیں پھیل جاویں اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب کے آخر میں اتری ہے۔ اور فرمایا کہ اگر توبہ کریں اور نماز پڑھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ توبہ کریں یعنی تھانوں (اور مزار خانقاہوں قبور وغیرہ) سے یعنی ان کے پوجنے سے۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیویں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی۔ فان تابوا الآیۃ یعنی اگر توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تمھارے دین میں بھائی ہیں۔

اس حدیث سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کا یہ متفقہ دین چلا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جان کر اس کی خالص عبادت نماز اور زکوٰۃ کا پورا کرنا اور اسی پر فوت ہو جانا۔ دوسری یہ کہ قرآن مجید سے اور اس حدیث سے باتفاق یہ امر ثابت ہوا کہ جو شخص شرک سے توبہ کر کے نماز اور زکوٰۃ ادا کرے وہ ہمارا دینی بھائی ہے۔ جس کے حقوق، بیمار پرسی، نماز جنازہ وغیرہ ہمارے ذمے واجب ہوتے ہیں۔ اگر یہ کام نہ کرے تو ہمارا دینی بھائی نہیں ہے۔ اس کے حقوق۔ جنازہ اور عیادت وغیرہ ساقط ہیں

دوسری حدیث عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْكِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوۃِ فَاِذَا تَرَکَھَا فَقَدْ اَشْرَكَ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ) یعنی حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہیں ہے فرق درمیان بندہ اور شرک کے مگر ترک کرنا نماز کا۔ پھر جب اس نے ترک کیا نماز کو پس وہ مشرک ہوا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بے نماز مشرک ہے۔ اور مشرک کا جنازہ کرنا حرام ہے۔

تیسری حدیث عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ (احمد۔ ابوداؤد) یعنی کہا بریدہ نے کہ میں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں جو نماز چھوڑ دے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

چوتھی حدیث عَنْ بُرَیْدَۃَ بْنِ الْحَصِیْبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکِّرُوْا بِالصَّلٰوۃِ فِیْ یَوْمِ الْغَیْمِ فَاِنَّہٗ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ کَفَرَ۔ (ابن حبان) یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابر کے دن نماز اول وقت پڑھا کرو کیونکہ جس نے نماز کو ترک کر دیا وہ کافر ہوا۔

ان حدیثوں سے بے نماز کا کفر ثابت ہو گیا۔
اس کفر پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ میں ہے۔ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ۔ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سوائے نماز کے کسی چیز کے عملوں میں سے ترک کرنے کو کفر نہ دیکھتے تھے۔ اس عبارت میں لفظ اصحاب جمع مضاف ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ بے نماز کے کفر پر متفق ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ، یعنی جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ شیخ ابن القیم کتاب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ وَقَدْ جَاءَ عُمَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَمَعَاذُ بْنِ جَبَلٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً فَرْضًا وَّاحِدَةً مُّتَعَمِّدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وَقْتُهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُّرْتَدٌّ قَالُوْا وَلَا نَعْلَمُ لِهٰؤُلَاءِ مُخَالِفًا مِّنَ الصَّحَابَةِ۔ یعنی امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو عبد الرحمن و معاذ اور ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جس نے ایک نماز فرض کو چھوڑ دیا جان کر یہاں تک کہ اس کا وقت چلا گیا تو وہ کافر مرتد ہو گیا۔ اور علماء کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس بات کا مخالف نہیں ہے حافظ عبد الحق اشبیلی اپنی کتاب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں ذَهَبَ جُمْلَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اِلٰى تَكْفِيْرِ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا لِتَرْكِهَا حَتّٰى يَخْرُجَ جَمِيْعُ وَقْتِهَا۔ یعنی سب صحابہ اور بعد کے لوگ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ اور امام ابن القیم نے حضرت ایوب تابعی سے نقل کیا ہے قَالَ تَرْكُ الصَّلٰوةِ كُفْرٌ لَا يُخْتَلَفُ فِيْهِ یعنی نماز چھوڑنا کفر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔۔۔۔ ائمہ عظام میں سے امام احمد اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ میزان شعرانی میں جمہور اصحاب احمد کا یہ مذہب لکھا ہے اَنَّهٗ يُقْتَلُ بِكُفْرِهٖ كَالْمُرْتَدِّ وَتَجْرِيْ عَلَيْهِ اَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ فَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يُوْرَثُ وَيَكُوْنُ مَالُهٗ فَيْئًا۔ یعنی بے نماز کو کفر کی وجہ سے مثل مرتد کے قتل کیا جائے اور اس پر مرتدوں کے احکام جاری کئے جائیں نہ جنازہ پڑھا جائے اور نہ ہی وارث کیا جائے بلکہ اس کا مال لوٹ لیا جائے۔

محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ الطالبین میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جنازہ نہ پڑھا جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس تصریح مختصر سے صاف عیاں ہو گیا کہ بے نماز عمداً نماز ترک کر دینے والا کافر مرتد ہے۔ اس کا جنازہ ممنوع ہے۔

بعض اہل علم جو یہ کہتے ہیں کہ کفر کا لفظ جو حدیث میں وارد ہے یہ حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ کفر مجازی ہے یعنی اس کا عمل کافروں والا ہے سو یہ تاویل کئی وجہ سے غلط ہے۔ اول یہ کہ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ جب حقیقی اور اصلی معنی متحقق ہو سکے تو مجاز لینا ناجائز ہے۔ سو یہاں حقیقی معنی کوئی متعذر نہیں ہے۔

دوم یہ کہ بے نماز کا کفر ایسا ہے جو ملّتِ اسلامی سے خارج کر دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے جو باسناد لا باس به ابن ابی حاتم اور طبرانی میں مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ عَمَدًا فَمَنْ تَرَكَهَا عَمَدًا مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْمِلَّةِ یعنی نماز کو مت چھوڑو کیونکہ جس شخص نے نماز کو

جان بوجھ کر چھوڑ دیا وہ ملتِ اسلامی سے خارج ہوا۔ سوم یہ کہ بے نماز کا کفر ایسا ہے کہ اس سے عمل برباد ہوجاتے ہیں۔ اسی واسطے حدیث بخاری میں وارد ہوا ہے کہ فرمایا آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ یعنی جس شخص نے نمازِ عصر چھوڑ دی اس کے عمل برباد ہوگئے چہارم وجہ یہ کہ بے نماز دوزخ کے کنوئیں میں جائے گا جہاں بڑے بڑے کفار ہوں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝ یعنی ان کے بعد ایسے نالائق آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کردیا اور خواہشوں کی پیروی کی سو وہ ملیں گے غیّ کو۔ مگر جو توبہ کرکے ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔" ——— غیّ اُس مقام کا نام ہے جہاں اہلِ دوزخ کی پیپ گرتی ہے سو وہ جہنم کے نیچے ہے۔ اس میں بے نماز ہوگا۔ اگر فاسق اہلِ کبائر سے ہوتا تو دوزخ کے طبقۂ علیا میں ہوتا لیکن وہ بڑے بڑے کفار کے ہمراہ ہوگا۔ چنانچہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے وَکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ یعنی فرمایا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے نماز قارون و فرعون و ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

پنجم وجہ یہ کہ نماز کو اللہ عزوجل نے ایمان سے تعبیر کیا ہے چنانچہ فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ۔ یعنی اللہ تمہاری نماز ضائع نہ کرے گا۔ اس آیت میں نماز کو عین ایمان قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ضائع ہونے سے تمام ایمان ضائع ہے۔ جیسے سورہ فاتحہ کو نماز قرار دیا گیا ہے کیونکہ فاتحہ کے ترک سے تمام نماز ضائع ہے ویسے ہی ترکِ نماز سے تمام ایمان ضائع ہے اسی طرح اور بھی کئی وجوہ ہیں جن کی وجہ سے ان حدیثوں میں کفر حقیقی مراد ہے۔ مجازی نہیں ہے چنانچہ صحابہ کرام کا اجماع بھی اسی کفر کو مقتضی ہے ——— الغرض بے نماز کافر ہے اس کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ قرآن مجید سے کافر کے جنازہ کی ممانعت آچکی ہے اور یہ ممانعت ہر کافر کے حق میں علی الاطلاق ہے خواہ عملی ہو یا اعتقادی۔ اس لئے جنازہ بے نماز کا ممنوع ہے۔

اگر علی سبیل التنزل بے نماز کو کافر تسلیم نہ کیا جائے تو بھی مخالفین کے نزدیک حد درجہ کا فاسق اور اشد گنہگار ہے۔ جس کا جنازہ مقتدر عالم متقی پرہیزگار کو نہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلِ نفس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا تھا (رواہ مسلم) اور نہ ہی غنیمت کے خائن کا (رواہ ابوداؤد و احمد) اور مدیون پر انکار فرمادیا تھا۔ بہرکیف علماء و صلحاء بلکہ جملہ اہلِ علم باہم متفق ہوکر بے نماز کے جنازہ سے انکار کردیں تو ان کو زجر اور تنبیہ ہوجائے اور بے نمازوں کی کثرت مٹ جائے اور شرعی حکم بھی جاری ہوجائے ——— ابوداؤد میں ہے کہ ایک انصاری شخص کی جائیداد کے صرف چھ غلام تھے۔ اس نے مرتے وقت سب کے سب آزاد کردیئے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس کی موت کے وقت حاضر ہوتا تو وہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کیا جاتا کیونکہ اس نے شریعت کے خلاف تہائی حصہ کو چھوڑ کر تمام مال وارثوں کا ضائع کردیا اسی طرح اہلِ بدعت کے جنازہ اور عیادت سے سلف نے ممانعت کی ہے چنانچہ غنیہ وغیرہ میں یہ امر

مصرح ہے پس اگر سب علماء ترکِ جنازہ کریں تو بے نمازوں کو تادیب حاصل ہو۔ اسی واسطے علماء احناف اہلِ احناف نے زجراً نماز جنازہ ترک کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن نہایت افسوس ہے بعض علماء ابناء الزمان پر جو اس زمانۂ فساد امت میں طمعِ دنیا کے لئے ایسے مسائل پر فساد عظیم برپا کیا ہوا ہے ایک روپیہ اور چند روزہ میٹھی روٹی کے معاوضہ میں جنازہ جائز بلکہ ضروری کردیا ہے جس سے بے نمازوں کو بہت دلیری ہوگئی ہے اور وہ نماز پر آمادہ نہیں ہیں۔ بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ نکتہ نواز ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہے بخش دے۔ نمازوں میں کیا رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بے نماز فقیر بہت اولیا صاحبِ کرامت ہیں۔ اگر ترکِ نماز گناہ ہے تو وہ اولیاء کیوں ہوتے۔ میاں کلمہ پڑھنا ہی کافی ہے وغیر ذالک من الخرافات۔ یہ سب جرأت اُن بعض علماء کی طرف سے ہوئی جب کہ کلمہ کے فضائل کی بے محل حدیثیں سنا کر ان کو مسلمان ثابت کیا گیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ـــــــ

نماز کی پابندی نہ کرنے والے کی نماز ـــــ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نماز وہ معتبر ہے جو ہمیشہ پڑھی جائے۔ اور نمازی بھی وہی مقبول ہے جو ہمیشہ پڑھے۔ قرآن مجید میں ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ جو لوگ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور پھر چھوڑ دیتے ہیں وہ چھوڑنے کے وقت کافر ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر مرنے سے پہلے جب کہ علامات موت کی نمودار نہ ہوں کوئی شخص خالص توبہ کرجائے اور نماز اسی حالت میں حسبِ طاقت پڑھنی شروع کردے اور پھر مر جائے تو پھر اس کا خاتمہ درست ہوا۔ جنازہ پڑھنا اس کا جائز ہے کیونکہ توبہ ایسے شخص کی ایسے وقت میں مقبول ہے۔ حدیث میں ہے کہ: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ـ کتبه العاجز ابو الشکور عبد القادر الحصاروی رضی اللہ عنہ وارضاہ بقلمہ۔

الجواب صحیح والرای نجیح واعلم ان تارك الصوم والصلوٰة والحج والزکوٰة کافر مرتد خارج عن الاسلام بلا ارتیاب کما ھو لیس بمخفی علٰے مھرة الکتاب والسنة الذین ھم اولوا الالباب ومن ارتاب فیہ فقد خسروا مرہ فی تباب فقط

احقر العباد ابو محمد عبد الستار غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ واحسن الیھما والیہ۔

بے شک بے نماز کافر مشرک ہے۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ فاضل مجیب نے دلائل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے فقط

ابو الخلیل عبد الجلیل ناظم صیغہ اشاعت الکتاب والسنة دار الامارت دہلی

سستی سے نماز چھوڑنا۔ **سوال** (۲۱۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص سے کسی وقت کی نماز بوجہ تکاسل وتشاغل کے ترک ہوگئی۔ تو وہ کافر ہے یا مسلمان اور اس کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا (السائل علیم الدین)

جواب (۲۱۹) ھُوَ الْمُوَفِّقُ لِلصِّدْقِ وَالصَّوَابِ۔ میری تحقیق میں جس جگہ شارع نے کفر کا اطلاق اپنے حال پر رہنے دیا ہے وہاں اطلاق کفر کا کرنا صحیح ہے۔ بے نماز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

کافر کہا ہے۔ سنن نسائی صہ ۲۹ ج ۱ میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ۔ دوسری روایت میں ہے قَالَ کَانَ اَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوۃِ۔ اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر ہو جاتا ہے پس ایسا آدمی اگر توبہ کرلے اور مرنے سے قبل نماز کا پابند ہو جائے تو اس کی جنازہ کی نماز جائز ہے۔ ورنہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

حررہ ابو رضا محمد عباس عفی عنہ از روڑانوالی ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

گھوڑے کی حلت اور قربانی۔ سوال (۲۲۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی اسپ (گھوڑے) کی اجازت شرع شریف سے ہے یا نہیں؟

جواب (۲۲۰) گھوڑا جن کے نزدیک حلال ہے۔ ان کے نزدیک قربانی بھی جائز ہے جمہور محدثین حلت کے قائل ہیں۔ دلیل ان کی جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے قَالَ اَطْعَمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْخَیْلِ وَنَھَانَا عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ (ترمذی)

صحیح بخاری میں ہے نَحَرْنَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَاَکَلْنَاہُ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار میں امام ابوحنیفہ کا رجوع منقول ہے۔ مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی مرحوم نے بھی رجوع نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حررہ العبد الجانی (حضرت مولانا مفتی) محمد عبداللہ صاحب الثانی امرتسر دار الافتاء دفتر اہلحدیث۔

جواب۲ صحیح ہے۔ اللہ اعلم (حضرت مولانا مولوی) ابوالوفاء ثناء اللہ (صاحب) کفاہ اللہ امرتسری (ایڈیٹر اخبار اہلحدیث وسکریٹری آل انڈیا کانفرنس اہلحدیث)

جواب۳ صحیح ہے (حضرت مولانا مولوی) عبدالمجید (صاحب) صدر مدرس مدرسہ محمدیہ باڑی ریاست دھولپور۔

اَلْجَوَابُ۴ حَقٌّ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ (حضرت مولانا مولوی) ابوالمحرز (ملک) عبدالعزیز (صاحب) ملتانی۔

جواب۵ صحیح ہے۔ (حضرت مولانا مولوی) نور حسین (صاحب) گھرجاکھی۔

جواب۶ اَصَابَ مَنْ اَجَابَ (حضرت مولانا مولوی) حکیم عبدالسلام (صاحب بقلم خود جیو آنوی۔

جواب۷ مَا قِیْلَ فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ صَحِیْحٌ مُوَافِقٌ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ۔ کتبہ (جناب مولانا مولوی) محمد عبدالرؤف (صاحب) ٹھلوی۔

جواب۸ کتب صحاح میں حلت گھوڑے کی مصرحاً مرفوعاً موجود ہے ما اجاب المفتی فھو صَحِیْحٌ فَالصَّحِیْحُ اَحَقُّ اَنْ یُّعْمَلَ بِہٖ (جناب مولانا مولوی) حکیم عبدالعلیم (صاحب) شور کوٹی

جواب۹ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّہٗ لَلْحَقُّ (جناب مولانا مولوی حکیم) ابو اشفاق محمد اسحاق (صاحب امیر جماعت کوٹ کپورہ۔

الجواب صحیح (حضرت مولانا مولوی حکیم) سید شاہ عبدالحلیم (صاحب) محمدی سنی پنجاب جھنگ

الجواب [۱۱] صَحِیْحٌ وَخِلَافُہٗ قَبِیْحٌ (جناب مولانا مولوی) عبداللہ (صاحب) لائلپوری۔
الجواب [۱۲] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (جواب صحیح ہے) مذہب حنفی کرام میں گھوڑا حلال ہے۔ اپنی موت سے چار یوم پہلے امام ابو حنیفہؒ نے گھوڑے کی حرمت سے رجوع کر لیا تھا۔ دیکھو در المختار۔ فقط کمترین (حضرت امیر شاہ) محمد شریف (صاحب) گھڑیالوی۔
الجواب [۱۳] صَحِیْحٌ خادم النبویۃ (جناب مولانا مولوی) ابو شفیق محمد صدیق (صاحب) کیلوی منتظم مدرسہ دار الاسلام صدیقیہ مولی والی۔ ضلع فیروز پور۔
اَلْجَوَابُ [۱۴] حَقٌّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (جناب مولانا مولوی) عبدالکریم (صاحب) امین خاندان غزنویہ دار الاشاعت کریمیہ فیروز پور۔
الجواب [۱۵] صَحِیْحٌ وَالْمُجِیْبُ نَجِیْحٌ وَخِلَافُہٗ قَبِیْحٌ (جناب مولانا مولوی) ابو بشیر عبدالعلی (صاحب) عفاعنہ الولی خلف حضرت مولانا مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم ساکن زیرہ ضلع فیروز پور۔
اَلْجَوَابُ [۱۶] حَقٌّ (حضرت مولانا مولوی) محمد عثمان (صاحب) بقلم خود کوہاڑیاں والی تحصیل فاضلکا۔
الجواب [۱۷] زید کا قول صحیح ہے۔ گھوڑے کی قربانی بھی سنتِ صحابہ ہے۔ چنانچہ سبل السلام باب الاضاحی میں بایں الفاظ حدیث موجود ہے عَنْ اَسْمَآءَ اَنَّھَا قَالَتْ ضَحَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْخَیْلِ۔ تلخیص الحبیر میں بھی اسی طرح ہے۔ لہٰذا مانعین حنفیہ کا حرام کہنا غلط ہے۔ فقط
حررہ (جناب مولانا مولوی) ابو عیسیٰ محمد موسیٰ (صاحب) وارد حال امرتسر۔
جواب [۱۸]۔ گھوڑے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور قربانی بھی بعض روایتوں میں آئی ہے چنانچہ مولوی ابو عیسیٰ نے دو روایتیں ذکر کی ہیں (حضرت مولانا حافظ) عبداللہ (صاحب) امرتسری مدیر اخبار تنظیم المحدیث روپڑ (ممتحن مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی)
الجواب [۱۹] صحیح۔ سنت صحابہ کا اجرا بھی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ خاص کر جب لوگ سنتِ صحابہ کے مخالف ہوں (جناب مولانا مولوی حکیم) ابو الصمصام عبدالرحمٰن (صاحب امیر جماعت جھنگ
جواب [۲۰] صحیح ہے۔ گھوڑے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور قربانی کرنا بھی ثابت ہے۔ صرف گراں قیمت ہونے کی وجہ سے اونٹ اور گھوڑا قربانی میں ذبح کرنا مروج نہیں ہوا۔ جملہ جوابات و تصدیقات صحیح ہیں۔ کتبہ (جناب مولانا مولوی حکیم) ابو الشکور عبدالقادر حصاروی عفی عنہ بقلمہ
الجواب [۲۱] صحیح (جناب مولانا مولوی) ابو البشیر محمد سعید (صاحب) جودھ پوری۔
الجواب [۲۲] کتاب و سنت کے مقابلہ میں کسی کا قول پیش نہیں کرنا چاہیئے پھر خواہ وہ کوئی ہو ورنہ بے بڑی جرأت ہے دین میں۔ جواب مذکور صحیح ہے۔ عبدہ الفقیر (جناب مولانا مولوی حاجی) حافظ اسمٰعیل (صاحب) السورتی عفی عنہ۔
الجواب [۲۳] صحیح واقعی گھوڑا حلال جانور ہے اس کا کھانا اور قربانی کرنا ثابت ہے۔ بخاری شریف جو کلام اللہ کے بعد اسلامی دنیا میں اصح و افضل تر کتاب تسلیم کی گئی ہے اس میں یہ حدیث ہے۔ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَاَکَلْنَاہُ (صحیح بخاری ص ۲۲۶ الجزء الثالث مطبوعہ مصر) حضرت اسماء

بنت ابی بکر صدیق رضؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑے کو نحر کیا اور کھایا۔

سنن دار قطنی اور مسند امام احمد بن حنبل، تلخیص اور نیل وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے بھی گھوڑے کا گوشت کھایا ہے۔ نیز جناب سید نواب صدیق حسن خاں صاحب خاطمی والی ریاست بھوپال لکھتے ہیں " از اسماء کہ گفت ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْلِ و از ابوہریرہ رضؓ کرد ے قربانی اسپ کردہ (مسک الختام شرح بلوغ المرام صہ ۴۰۵ جلد دوم) حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھوڑے کی قربانی کی نیز حضرت ابوہریرہ نے بھی گھوڑے کی قربانی کی ہے۔ حررہ (حضرت مولانا مولوی) ابو الخلیل عبد الجلیل خاں (صاحب) ناظم صیغہ اشاعت الکتاب والسنۃ دار الامارت صدر بازار دہلی و ایڈیٹر جریدہ صحیفہ اہلحدیث۔

جواب ۲۴ اَلْاَجْوِبَةُ كُلُّهَا صَحِيْحَةٌ صَالِحَةٌ وَمُخَالِفُهَا قَبِيْحَةٌ فَاسِدَةٌ بیشک انبیائی شریعت میں گھوڑا حلال اور طیب ہے۔ سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اَطْعَمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھلایا۔ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ نیز آیت رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ کے تحت کئی ایک تفاسیر میں صراحۃً موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سینکڑوں گھوڑے ذبح کر کے فقراء و مساکین کو تقسیم کئے۔ فقط

(حضرت الحاج مولانا مولوی حافظ) ابو محمد عبد الستار بن حضرت الشیخ الفاضل العلامۃ ابی محمد عبد الوہاب المرحوم امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم۔

الجواب ۲۵ صحیح (جناب مولانا مولوی) محمد (صاحب مبلغ صوبہ پنجاب) عفا اللہ عنہ۔

الجواب ۲۶ (جناب مولانا مولوی) ابو محمد عبد الغنی (صاحب) .لوڈھی مالوی۔

الجواب ۲۷ (جناب مولانا مولوی) محمد عطاء اللہ (صاحب) بھوجیان عفی عنہ۔

جواب ۲۸ مَا قَالَ الْمُجِيْبُ فَهُوَ صَحِيْحٌ (جناب مولانا مولوی) عبد المجید (صاحب) نیکو کاروی۔

جواب ۲۹ صحیح ہے اور گھوڑے کی حلت چونکہ نص صریح سے ثابت ہے اسلئے اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ حررہ (حضرت مولانا مولوی) عبد المجید (صاحب) خادم ایڈیٹر اخبار مسلمان سوہدرہ گوجرانوالہ۔

جواب ۳۰ بیشک قانون محمدی کی رو سے گھوڑا حلال ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ کتبہ (جناب مولانا مولوی) عبد اللہ (صاحب) امیر قوم اوڈ فاضلکا۔

جواب ۳۱ عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّهَا قَالَتْ ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْلِ (سبل السلام جلد ۲ صہ ۲۰۳) اسماء صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھوڑے کی قربانی کی۔ (رسالہ دو ورقی تحقیق مسئلہ قربانی مرغ) کتبہ احمد بن محمد ملتانی وارد حال مدینہ منورہ۔

جواب ۳۲ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَاَنَا مُصَدِّقٌ بِذٰلِكَ (جناب شیخ) ابو سلیمان عبد الرحمن کفاہ المنان و سلم (صاحب) منیجر صحیفہ اہلحدیث دہلی۔

الجواب ۳۳ صحیح۔ العبد (جناب مولانا مولوی) محمد (صاحب) صدر مدرس مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ

الجواب ۳۴ صحیح۔ جو کچھ اور علماء نے لکھا ہے وہ سب ٹھیک و صحیح ہے قرآن و حدیث کے

موافق صحابہ کا عمل اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ظاہر کر دیا ہے۔ ان کو خدا جزائے خیر دے۔ آمین۔ اب باقی علماء اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان علماء اور جماعت غرباء اہلحدیث کا ساتھ دیں۔ اور اپنی آخرت درست کرلیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو فرمایا ہے کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سچے دل سے۔ ڈرو تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اور ہو جاؤ تم ساتھ سچ بولنے والوں عمل کرنے والوں کے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ یعنی تم راست گوئی اپنا شیوہ ٹھہراؤ۔ اس کو لازم پکڑو۔ سست مت ہو دین کے کاموں میں اور زیادتی مت کرو غرباء پر۔ یا دین میں حد سے آگے مت نکلو جس طرح تم کو خدا اور رسول کی طرف سے حکم ہوا ہے اسی طرح حکم بجا لاؤ۔ اور سچ بولنے والوں قرآن حدیث پر عمل کرنیوالوں کا ساتھ مت چھوڑو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام آفتوں اور مصیبتوں سے نجات بخشے اور تمہاری تمام مشکلات حل فرمائے۔ آمین۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ یاد رکھنا پھر امتحان کا وقت آگیا ہے ہوشیار ہو جاؤ۔ دنیا داروں کی دھمکی میں آکر حق مسئلہ کو الٹ پلٹ نہ کرنا۔ مسئلہ یاد نہ ہو یا معلوم نہ ہو تو چپکے رہنا نجات ہے۔ دنیا داروں کی رضا کے لئے فتویٰ غلط سلط نہ دیدینا۔ تعامل صحابہ کو نہ جھٹلانا۔ چند روزہ دنیا کے پیچھے اپنی آخرت نہ کھو دینا سچوں کے ساتھ ہو کر قرآن و حدیث پر عمل کرتے کراتے رہنا۔ اسی میں نجات ہے اور خدا بھی راضی ہے۔ (ترجمہ) نہیں ہے اللہ یہ کہ چھوڑ دے ایمان والوں کو اوپر اس حالت کے کہ ہو تم اوپر اس کے یہاں تک کہ جدا کر دے خبیث ناپاک کو ایماندار سے۔ یعنی ایمان دار ہاں کرنے والے عمل کرنے والے یقین رکھنے والے خدا اور رسول کی بات کو جھٹ پٹ قبول کرنے والے۔ مومن اور کافر منافق فاسق۔ بے حکم خدا اور رسول کے نافرمان۔ اپنی عقل پر چلنے والے۔ قرآن و حدیث کے مسئلوں کا انکار و مقابلہ کرنے والے بد دین برابر نہیں ان کی نکھار و جدائی جب ہی ہوگی کہ جب کوئی امتحان و آزمائش کا موقع یا وقت آجائے تب ہی معلوم ہوگا کہ حق والوں کے ساتھ کون رہتا ہے۔ جو رہ گیا اس نے خدا کا حکم مانا۔ جو کوئی حق والوں سچوں سے جدا ہوا کسی سبب سے یا کسی متولی شیخ جی چودھری وغیرہ کے ڈر خوف سے جدا ہوا۔ جماعت حقہ و امام حق کو چھوڑ کر تو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔ سچوں کے ساتھ نہ ہوا۔ اب تم دیکھ لو انکار کرنے والا۔ سچوں کا ساتھ چھوڑنے والا۔ دنیا داروں کی مرضی پر چلنے والا۔ قرآن و حدیث کے خلاف ضد میں آکر فتویٰ دینے والا کون ہوا۔ مَا كَانَ اللّٰهُ کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ کے قریش کافروں اور منافقوں سے خطاب ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں تو نام لے کر ہم کو کیوں نہیں بتلا دیتے کہ فلاں شخص تم میں سے مومن ہے اور فلاں شخص کافر ہے آج کل بھی ان کے رشتہ دار ایسے ہی سوال مسلمانوں سے کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ ایسی عادتیں چھوڑ کر سچوں کے ساتھ ہو جائیں اب بھی وقت ہے۔ فقط ابو عبداللہ نامع عنایت اللہ

جواب بالکل صحیح ہے	المصیب	جواب صحیح ہے	الجواب صحیح
محمد نصیر الدین مرشد آبادی	محمد ایوب مرشد آبادی	محمد سمعیل زنگپوری	محمد موسیٰ مالدھی
الجواب صحیح	الجواب صحیح	ما قال المجیب فھو صحیح	
محمد حبیب الرحمن ضلع ندیا	محمد محی الدین زنگپوری	ابو اسرائیل محمد سمعیل حسین عفی عنہ زنگپوری	
من اجاب فقد اصاب	ابو عبد المتین محمد فیض الدین ضلع راجشاہی۔		

قبلہ رخ پاؤں کرکے سونا۔ سوال (۲۲۱) کیا قبلہ رخ پاؤں کرکے سونا جائز ہے؟ (محمد عاشق از ایلپور)
جواب (۲۲۱) لیٹنے والے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے۔ اگر ہو تو نادرست ہے۔ نیت درست ہو تب بھی افضل و بہتر و مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ۔ شمال کی جانب سر ہو۔ جنوب کی جانب پیر ہوں۔ جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے۔ اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں۔ جائز ہے۔ وَمَنِ ادَّعٰی خِلَافَہٗ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ۔

موحدہ عورت سے مشرک کا نکاح۔ سوال (۲۲۲) ہندہ، زید کی لڑکی توحید، نماز، روزہ زکوٰۃ۔ ارکانِ اسلام کی پابند ہے۔ اور مذہبًا پختہ اہلحدیث ہے۔ اور بکر جو کہ ہندہ کا خاوند ہے وہ تعزیہ پرست اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دیتا ہے اور یا علی مدد یا علی مشکل کشا اور دیگر ایسے کلمات شرکیہ کا ورد رکھتا ہے اور ہر سال تعزیہ کے موقع پر ماتم وغیرہ میں شریک ہو کر باقاعدہ ماتم اور مرثیہ خوانی کرتا ہے۔ زید نے بکر کو بہتیرا سمجھایا ہے کہ تو ان عقائد شرکیہ و کفریہ سے باز آجا۔ لیکن وہ ہرگز نہیں مانتا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت کی رو سے ہندہ اور بکر کا نکاح شریعت محمدیہ کی رو سے جائز و درست ہے یا نہیں۔ اور زید ہندہ کو بکر کے گھر برائے خانہ آبادی بھیج دے یا اس کا کسی دوسرے موحد متبع سنت شخص کے ساتھ نکاح کردے۔؟ بینوا و توجروا فقط

سائل عمر الدین و قطب الدین موچی میانوالی راعیان تحصیل نکودر ضلع جالندھر

جواب (۲۲۲) صورت مرقومہ و مسئولہ بالا میں واضح ولائح باد کہ عند اللہ و عند الرسول زید اور ہندہ کا نکاح ہرگز جائز و درست نہیں کیونکہ ہندہ موحدہ و مسلمہ ہے۔ اور زید بوجہ اپنے افعال شرکیہ کفریہ کے مشرک و کافر ہے۔ قرآن مجید میں صاف فیصلہ موجود ہے کہ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ نہ ایسے مرد ایسی عورتوں کے لئے حلال ہیں نہ ایسی عورتیں ایسے مردوں کے لئے حلال ہیں ___ شریعت محمدیہ کی رو سے تعزیہ پرستی و نذر لغیر اللہ ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ نیز غیر اللہ سے مدد چاہنا یا اس کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارنا بھی حرام اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و آیت فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ۝ کے منافی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سینہ کوبی ماتم و مرثیہ خوانی وغیرہ بھی از روئے شریعت حرام و ناجائز ہے۔ حدیث میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے، لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ۔ الغرض ان جملہ امور شرکیہ مذکورہ فی السوال کی بنا پر شرعًا زید و ہندہ کا نکاح نہیں رہا۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکُمْ یعنی تعزیہ پرست قبر پرست وغیرہ مشرکین کو اپنی لڑکیاں مت دو۔ ایک غریب غلام موحد مسلمان متبع سنت، مشرک مالدار سے بہتر ہے۔ فقط حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار مدرس مدرسہ دار الکتاب والسنۃ دار الامارت دہلی۔

ما اجاب المجیب الفاضل فھو صحیح ۔ ابو الخلیل عبد الجلیل خاں اسلاموی۔
ناظم صیغہ اشاعت الکتاب والسنۃ دار الامارت صدر بازار دہلی۔

مسبوق اور آمین ___ سوال (۲۲۳) مسبوق نے امام کی اقتداء اس وقت کی کہ امام نصف الحمد

پڑھ چکا تھا۔ اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے وَلَا الضَّآلِّيْنَ کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا۔ یا نہیں ؟ اگر کہے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے آمین کہے یا نہیں ؟ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئے گا۔ ایک درمیان فاتحہ۔ دوسرے بعد ختم فاتحہ۔ اور اگر نصف الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے۔ اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے۔ (سید اللہ دیا نصیر آبادی)

جواب ۲۲۳ اس کا نام تحریف نہیں بلکہ اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی الحمد کہے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ یعنی امام تو اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ فَاصْنَعُوْا یعنی جو امام کرے وہی تم بھی کرو۔ تیسری حدیث میں ہے اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ کہے (عام اس سے کہ تمہاری الحمد آدھی ہوئی ہو یا پوری) تم آمین کہو۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیئے کہ مثلاً کوئی شخص امام کے ساتھ آخری رکعت میں شریک ہوا۔ اب امام اس آخری رکعت کے ختم پر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ تو مقتدی کو بھی بوجہ اقتدا امام کے ایک رکعت کے بعد التحیات میں بیٹھنا پڑے گا۔ اگر مقتدی نہ بیٹھے بلکہ دوسری رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اور یہ خیال کرے کہ ایک رکعت کے بعد تو کسی فرض نماز میں التحیات پڑھنی ثابت نہیں لہذا یہ تحریف ہے اور تحریف حرام ہے تو یہ خیال اس کا غلط بلکہ اغلط ہے جس سے امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ پس جیسے ہر دو رکعت میں التحیات ہے مگر کسی خاص صورت میں بوجہ متابعت امام و حدیث مذکورہ خیر الانام دو رکعت کے نصف یعنی ایک رکعت میں بھی التحیات میں بیٹھنا جائز ہے ایسے ہی نصف الحمد میں بوجہ متابعت امام و حدیث خیر الانام فقولوا امین کہنا جائز ہے۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

خلقت حوا علیہا السلام۔ سوال ۲۲۴ مائی حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں یا کسی اور طریقہ سے ؟ (عبداللہ با فندہ سکھانندی)

جواب ۲۲۴ حوا علیہ الصلوٰۃ والسلام، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ احادیث میں اسی طرح موجود ہے۔ تفسیر ابن کثیر و درمنثور وغیرہ میں تحت آیت وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے بھی مرقوم ہے۔ وَهِيَ حَوَّاءُ عَلَيْهَا السَّلَامُ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعِهِ الْاَيْسَرِ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظَ فَرَاٰهَا فَاَعْجَبَتْهُ فَاَنِسَ اِلَيْهَا وَاَنِسَتْ اِلَيْهِ یعنی حوا علیہا السلام، آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی کے پچھلے حصہ سے بحالتِ خواب پیدا ہوئیں پس آدم علیہ السلام جاگ پڑے اور دیکھ کر خوش ہوئے پس آدم علیہ السلام نے حوا سے انسیت و محبت کی اور حوا نے آدم سے۔ اسی طرح ابن ابی حاتم میں ضحاک تابعی سے روایت ہے وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا قَالَ خُلِقَ حَوَّاءُ مِنْ اٰدَمَ مِنْ ضِلَعِ الْخَلْفِ وَهُوَ اَسْفَلُ الْاَضْلَاعِ وکذا فی الدر المنثور ۱۱۶ ج ۲ نیز تفسیر ابن کثیر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور بیہقی فی الشعب میں ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قَالَ خُلِقَتِ الْمَرْاَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهَا فِي الرِّجَالِ فَاحْبِسُوْا نِسَاءَكُمْ وَخُلِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْاَرْضِ فَجُعِلَ نَهْمَتُهٗ فِي الْاَرْضِ یعنی عورت مرد

سے پیدا ہوئی ہے۔ اسی لئے اس کا میلان اور حرص مردوں کی طرف زیادہ ہے پس تم اپنی عورتوں کو (بلا وجہ) گھر سے باہر نہ جانے دیا کرو۔ اور مرد زمین سے پیدا ہوا ہے اس کی حرص زمین میں ہے۔

مہر سے لڑکی کا زیور بنانا۔ سوال (۲۲۵) کیا لڑکی کا ولی لڑکی کا مہر لے کر لڑکی کا زیور وکپڑے وغیرہ بنوا کر دے سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۲۵) زر مہر لڑکی کی ملکیت ہے۔ اگر لڑکی کی رضامندی ہو تو دے سکتا ہے۔

کیا قرآن وحدیث میں اختلاف ہے۔ سوال (۲۲۶) جو حدیث قرآن مجید سے نہیں ملتی وہ باطل ہے یا نہیں؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۲۶) کتب معتبرہ ومتداولہ فی الاسلام مثل صحاح ستہ، کی کوئی حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں نہ باطل ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ہو حدیث رسول اور ہو قرآن کے خلاف۔ کلا وحاشا۔ احادیث رسول کو قرآن کے مخالف ومعارض ثابت کرنے کی بدکوشش کرنا۔ یا ایسا عقیدہ رکھنا گمراہوں اور جاہلوں کا کام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآنی احکام نازل ہونے کے بعد کوئی حدیث قرآن کے خلاف نہیں فرمائی۔ بلکہ قرآن وحدیث تو آپس میں لازم وملزوم اور واجب الاتباع ہونے میں دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ آپ کا فرمان ہے اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ۔

بلا وجہ کی طلاق۔ سوال (۲۲۷) اپنی بقائمی ہوش وحواس بغیر کسی ترغیب کے بےگناہ عورت کو تین طلاق دینے سے کیا عورت کو طلاق پڑ گئی اور حرام ہوئی یا نہیں۔؟ (ایضاً)

جواب (۲۲۷) بلا وجہ طلاق دینی اچھی نہیں۔ اگر مجلس واحدہ میں تین طلاقیں دی ہیں تو یہ ایک طلاق ہوگئی۔ قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے۔

مالدار پر حج فرض۔ سوال (۲۲۸) ایک شخص مسمیٰ دوست محمد اور اس کی بیوی جن کی عمر تقریباً ساٹھ برس کی ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ان کے پاس چھ سو روپے نقد اور بارہ بیگہ زمین ہے چار بیگہ زمین فروخت کرکے ان ہر دو میاں بیوی کا امسال حج کا ارادہ ہے شریعت محمدیہ کی رو سے ان کو حج کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟ (عاجز گل محمد از ابوہر)

جواب (۲۲۸) جائز کیا بلکہ فرض ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (پ۴۔ س آل عمران) فقط

مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

کلمہ گو کا جنازہ اور بے نماز کے پیچھے نماز۔ سوال (۲۲۹) صَلُّوْا عَلٰی مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَصَلُّوْا خَلْفَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس حدیث کو مدنظر رکھ کر فقط کلمہ گو کا جنازہ پڑھنا اور تارک نماز کے پیچھے نماز پڑھنے کا فتویٰ کلکتہ والے اہلحدیثوں نے دیا ہے کہاں کا یہ فتویٰ ٹھیک ہے؟ اس میں تحقیق صحیح کیا ہے؟

تارک صوم وصلوٰۃ۔ سوال (۲۳۰) حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ کی رو سے تارک صوم وصلوٰۃ، حج، زکوٰۃ کو مومن مسلمان کہا جائے یا کافر؟ کتاب وسنت کی رو سے اس میں صحیح تحقیق کیا ہے؟ (سائل ثناء اللہ میمن سنگھی)

جواب (۲۲۹ و ۲۳۰) صرف کلمہ گو یعنی تارکِ صوم وصلوٰۃ کا جنازہ پڑھنا شرعاً ثابت نہیں بلکہ اس کی ممانعت میں تصریحاتِ محدثین وتشریحاتِ ائمہ دین موجود ہیں۔ اور نہ حدیث مندرجہ سوال کا یہ مقصد ہے کہ تارک صوم وصلوٰۃ کا جنازہ پڑھو۔ یا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرو۔ کیونکہ صدقِ دل سے لا الٰہ الا اللہ کہنے والا تارکِ فرائض نہیں ہوتا بلکہ وقت آجانے پر فوراً پابند ہو جاتا ہے اسی واسطے صحیح مسلم کی مرفوع حدیث میں موجود ہے مَنْ لَقِيْتَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ۔ حدیث ہذا میں بشارتِ جنت کو مطلق کلمہ گو کے لئے نہیں کہا بلکہ مُسْتَیْقِنُ الْقَلْب کے ساتھ مقیّد ومخصوص کیا ہے۔ اور قائل کلمے کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب کہ وہ کلمہ کے معانی ومقاصد واغراض کے مطابق عمل کر کے دکھلائے۔ یعنی شرک و بدعات سے بچے۔ فرائض الٰہی کا پابند موافق شرع ہو تو سچا ہے ورنہ جھوٹا۔ اور جس نے جھوٹے طور پر کلمہ پڑھا اس کا نام اصطلاحِ شرع میں مومن یا مسلمان نہیں۔ بلکہ منافق ہے۔ جس کے متعلق قرآنی بیان ہے کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ[1] الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافقوں کا ٹھکانا جہنم کے نیچے کے طبقے میں ہے۔ العیاذ باللہ۔

الغرض جو لوگ صرف زبانی اور رسمی ورواجی کلمہ گو ہیں اور کلیۃً شرک وبدعت سے باز نہیں آتے جس میں ترکِ صلوٰۃ وغیرہ بھی داخل ہے وہ کافر ومنافق ہیں اور منافقین کے حق میں ارشادِ خداوندی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (س البقرہ پ ۱) یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کلمہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ حقیقت میں وہ مومن نہیں کیونکہ ان کے پاس صرف اقرار ہے عمل نہیں۔

دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (س نور پ ۱۸) یعنی یہ لوگ بظاہر کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور تابعدار ہیں مگر جس وقت تعمیلِ احکام کا وقت آتا ہے تو منہ

---

[1] مراد درک سے درجہ وطبقہ ہے۔ اصطلاح عرب میں درجہ زیریں کو درک کہتے ہیں اور درجہ اعلیٰ کو دُرَج کہتے ہیں۔ تو جنت کے لئے درج ہیں اور جہنم کے لئے ادراک۔ منافقین درک اسفل نار میں ہوں گے۔ جس کا نام ہاویہ ہے۔ یہ طبقہ ان کو بہ سبب غلظ کفر وکثرتِ غوائل کے ملا ہے۔ کیونکہ اہلِ ایمان کو یہ اپنے نفاق سے سخت ایذا پہنچاتے تھے۔ بالجملہ دوزخ کے سات درکات یعنی طبقات ومنازل ہیں۔ اہلِ علم کہتے ہیں اعلیٰ درکات جہنم ہے یہ خاص ہے اس امت کے گنہگاروں کے لئے (یعنی وہ موحد مسلمان تو تھے مگر بوجہ گناہوں قصوروں کے کچھ روز قید وسزا بھگتنی پڑی۔ یہی طبقہ ایک روز اپنے اہل سے خالی ہو کر دروازے اس کے ہواؤں سے کھڑ کھڑا ہوں گے۔ دوسرا لظی۔ تیسرا حطمہ۔ چوتھا سعیر۔ پانچواں سقر۔ چھٹا جحیم۔ ساتواں ہاویہ ہے۔ قرطبی نے کہا ہے کبھی درجات کو درکات بھی بولتے ہیں۔ بدلیل قولہ تعالیٰ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا۔ ملخص از رسالہ نذیر العریان۔

پھیر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگ ایمان والے نہیں۔

آیت ہذا میں خدا پر ایمان لانے والے رسول کی رسالت کے قائل یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے بے عمل کو خداوند قدوس نے بے ایمان کہا ہے کیونکہ وہ کلمہ تو پڑھتا ہے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ جو لوگ مطلق کلمہ گو کو بلا کسی شرعی وجہ کے مسلمان و مومن کہتے ہیں اور باتیں بناتے ہیں کہ میاں کلمہ گو کو کافر نہ کہنا چاہیئے وہ آیت ہذا کے ابتدائی جملہ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِالرَّسُوْلِ اور آخری جملہ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ پر غور کریں۔ اور مداخلت فی الدین سے باز آئیں۔

تیسری آیت میں فرمانِ ایزدی ہے یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ (س توبہ پ ۱۰) یعنی اے مسلمانو! یہ لوگ منہ سے تو (کلمہ وغیرہ کا) اقرار کر کے تمہیں راضی کر دیتے ہیں مگر دل سے انکاری ہیں ـــــ کیونکہ اگر دل سے شریعت کے احکام سچے جانتے تو ضرور اس کے موافق عمل کرتے پس اگر عمل کیا تو اقرار بھی سچا اور اگر عمل نہ کیا تو اقرار بھی جھوٹا۔

چوتھی آیت میں یوں فرمایا قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۝ (س منافقون۔ پ ۲۸) یعنی اے ہمارے پیارے نبی! یہ لوگ تیرے سامنے تو تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ بھی خوب جانتا ہے کہ تو اللہ کا سچا رسول ہے لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق اپنے اس اقرار میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ سچے ہوتے تو تیرے حکم احکام کے سامنے لیت و لعل نہ کرتے اور حیلے بہانے جھوٹے عذر کر کے شریعت سے روگردان نہ ہوتے ـــــ پانچویں آیت میں ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ (س بقرہ۔ پ ۲) یعنی ایسے آدمی ہیں کہ ان کی چکنی چپڑی باتیں تجھ کو دنیا میں پسند آجاتی ہیں اور اپنے ظاہر و باطن یکساں ہونے پر اللہ کو گواہ کرتے ہیں حالانکہ سخت جھگڑالو ہیں۔

چھٹی آیت میں بایں الفاظ ارشاد ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۝ (س یوسف۔ پ ۱۳) یعنی اکثر لوگ اللہ کو مان کر پھر بھی مشرک ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت کو ایک بھی مانتے ہیں اور پھر شرک بھی کیے جاتے ہیں۔ اعمال و اخلاص سے عاری ہیں اگر اسی کا نام ماننا ہے تو ایسا ماننا تو فرعون بے عون بھی مانتا تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے پ ۱۹ س نمل میں فرعون اور اس کے مقلدین کے حق میں ارشاد فرمایا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (س نمل پ ۱۹) یعنی انھوں نے دیدہ و دانستہ حق کا انکار کیا۔ حالانکہ ان کے قلوب متیقن ہو چکے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کا دین سچا ہے لیکن انھوں نے بوجہ غرور و تکبر کے ظاہری اعمال و انقیاد سے منہ موڑ کر کفر کیا۔

الغرض آیات مندرجہ بالا سے اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے کہ انسان کو صرف تصدیق قلبی یا صرف اقرارِ لسانی عند اللہ کچھ کارگر نہ ہوگا جب تک کہ وہ عملی جامہ نہ پہنے۔ ٹھیک اسی طرح بے نمازی سے زبانی اقرار ایمان اسلام، کلمہ توحید کا کچھ اعتبار نہیں تا وقتیکہ وہ فرائض الٰہی صوم و صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ کا پابند نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث انس میں مرفوعاً آیا ہے لَیْسَ الْاِیْمَانُ بِالتَّمَنِّیْ وَلَا بِالتَّحَلِّیْ

وَلٰكِنْ هُوَ مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ (ابن نجار و دیلمی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان صرف دعویٰ اور تصنع بناوٹ ظاہری کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ چیز ہے جو دل میں جگہ پکڑے اور عمل اس کی تصدیق و تائید کرے۔ یہی الفاظ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جلد خامس کے صفحہ ۱۶۶ میں علامہ حسن بصری سے منقول ہیں اور تفسیر خازن میں تحت آیت اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ الآیۃ (س فاطر۔ پ ۲۲) یہی الفاظ وارد ہیں۔ اسی طرح ترجمان القرآن حبر هذه الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح تفسیر ابن کثیر و کمالین حاشیہ جلالین و تفسیر خازن وغیرہ میں آیت ہذا کی تفسیر یوں مروی ہے کہ کلمہ طیب سے مراد ذکر اللہ جیسے لا الٰہ الا اللہ و تلاوت قرآن و دعا وغیرہ ہے۔ اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ فَمَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ وَلَمْ يُؤَدِّ فَرَائِضَهُ رَدَّ اللّٰهُ قَوْلَهُ قَالَ الْبَغَوِيُّ هُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَالْاَكْثَرِ یعنی جو شخص اللہ کا ذکر کلمہ وغیرہ سے کرے اور نماز روزہ وغیرہ فرائض الٰہی نہ بجالائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قول کو رد کر دیتا ہے یعنی اس کا کلمہ پڑھنا بغیر عمل کے منظور نہیں ہوتا۔ امام بغوی نے فرمایا ہے کہ یہی فتویٰ ابن عباس و سعید بن جبیر و حسن بصری وغیرہ صحابہ و تابعین کا ہے۔ نیز تفسیر خازن میں ہے کہ جاء فی الحدیث لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ قَوْلًا اِلَّا بِعَمَلٍ وَّلَا قَوْلًا وَّلَا عَمَلًا اِلَّا بِنِيَّةٍ۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ رب العلمین احکم الحاکمین صرف زبانی اقرار کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ عمل نہ ہو۔ اور عمل و قول بھی منظور نہیں تاوقتیکہ عامل کی نیت خالص نہ ہو۔

نتیجہ تحریر بالا کا یہ ہے کہ صرف منہ سے کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا مطلوب شرعی نہیں۔ بلکہ ایمان و اسلام کے عہد و اقرار کے لئے یہ ایک جامع کلمہ ہے کہ جس کے قائل و اقراری ہونے میں تمام مامورات و منہیاتِ الٰہی کا پابند ہونا پڑتا ہے اور اس کے کہنے سے آدمی ایک ایسے عہد و پیمان کے اندر آجاتا ہے۔ اگر ضروریاتِ دین میں سے ذرہ بھر بھی کسی امر میں دائیں بائیں ہوا اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی و غفلت کی یا کسی حکم شرعی کا انکار کیا۔ تو فوراً یہ عہد ٹوٹ کر پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ اس جرم کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جو اس کے لئے عند اللہ مقرر ہے تاوقتیکہ توبہ نصوح نہ کرے اور رحمتِ الٰہی اس کے شاملِ حال نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس کا نام کلمہ توحید و ایمان و اسلام و افضل الذکر ہے جس کی پوری کیفیت و مقدار کا اندازہ و وزن اللہ پاک ہی خوب جانتا ہے کوئی شئے اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر بنظر عمیق غور و فکر و تدبر سے دیکھا جائے تو فرائض الٰہی و کل احکام شرع حلال حرام، حدود مامورات منہیات اسی میں داخل ہیں اور اس کے قائل پر کل احکام شرع کی تعمیل و تسلیم واجب ہے اس لئے تمام محدثین کتب احادیث میں کتاب الایمان لکھ کر اسی میں انواع و اقسام کی احادیث ذکر کرتے ہیں جو سب مسمی ایمان میں داخل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایمان کو کبھی مثل درخت اور کبھی مثل خیمہ یا گھر کے قرار دیا گیا ہے اور کبھی ایمان کبھی اسلام و توحید و کلمہ و دین ایک شئے ہے اور ایمان ذو اجزاء ہے جس میں بعض ایسے جزء ہیں کہ جن کی نفی سے کل کی نفی لازم آتی ہے۔ جیسا کہ فرائض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ــــ اور بعض اجزاء ایسے ہیں کہ ان کی نفی سے کل کی نفی تو لازم نہیں آتی لیکن ثواب کی کمی اور نقصان ضرور ہوتا ہے جیسے سنن و نوافل مستحبات و مباحات وغیرہ۔ فرائض اور نوافل کے مابین فرق اور امتیاز یہی ہے کہ فرائض کے ترک سے کفر عائد ہوتا ہے

اور نوافل کے انکاری نہیں۔ اگر کوئی شخص امتثال فرائض میں قاصر ہو اور نفلیات پر عمل نہ کرے تو اسے کافر نہیں کہہ سکتے۔ ثواب و درجات سے ضرور محروم رہے گا۔ بخلاف اس شخص کے کہ سارے نوافل کا عامل۔ مگر فرائض کا تارک ہو یقیناً ایسا شخص کافر، مرتد، خارج ملت ہے۔ کما لا یخفیٰ علیٰ ماہر الکتاب و السنۃ

خلاصہ مطلب یہ کہ حدیث مندرجہ فی السوال صَلُّوْا عَلٰی مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور صَلُّوْا خَلْفَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وغیرہ کا یہی مفہوم و مقصود ہے کہ اس کلمہ کا قائل اس کے مفہوم و لوازمات صوم و صلوٰۃ وغیرہ کا پابند ہو اور جملہ مامورات و منہیات الٰہی کو بسر و چشم قبول کرے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت و دیگر انبیاء و رسل و کتب سماویہ و ملائکہ و آخرت و تقدیر پر کما حقہ ایمان لائے۔ اور اگر صرف اسی حدیث کو مدنظر رکھا جائے تو محمد رسول اللہ و دیگر انبیاء و ملائکہ کے منکر کو مسلمان کہنا لازم آئے گا۔ وَلَا قَائِلَ بِذٰلِکَ اَحَدٌ۔

پس اس قسم کی احادیث ان احادیث کے ساتھ مقید و مشروط ہیں جن میں ادائے فرائض وغیرہ کا ذکر ہے جس شخص نے فرائض ادا کئے وہ ایماندار ہے اور اس کا کلمہ پڑھنا بھی معتبر ہے۔ کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ و السلام نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور نماز روزہ زکوٰۃ اس کل مجموعہ کا نام ایمان باللہ رکھا ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مرفوعاً موجود ہے۔ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ۔ اور جس نے فرائض الٰہی نہ ادا کئے وہ ایمان دار نہیں۔ نہ اس کا کلمہ معتبر ہے بلکہ وہ از روئے شرع اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ احادیث مندرجہ ذیل سے ثابت ہے۔

پہلی حدیث۔ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ اَوِ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ
یعنی آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترک صلوٰۃ کا فاصلہ ہے۔ اگر نماز نہ پڑھی تو کافر مشرک ہے۔

دوسری حدیث۔ ابوداؤد و نسائی میں لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوةِ
یعنی بندہ میں اور کفر میں کچھ فرق نہیں بجز چھوڑ دینے نماز کے۔

تیسری حدیث۔ اَخْرَجَ اَحْمَدُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ اَىْ فِعْلُ الصَّلٰوةِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا فِىْ صَحِيْحِهٖ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا وَرَوَاهُ اَهْلُ السُّنَنِ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِىُّ۔ یعنی آدمی اور کفر کے درمیان نماز کا فرق ہے۔ اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو مسلمان ہے ورنہ کافر۔

چوتھی حدیث۔ جامع ترمذی میں ہے بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ وَقَالَ الْمُحَشِّىْ وَالظَّاهِرُ اَنَّ فِعْلَ الصَّلٰوةِ هُوَ الْحَاجِزُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكُفْرِ اھ۔ یعنی کفر و ایمان میں نماز کا پڑھنا حاجز (رکاوٹ) ہے۔ جب آدمی نماز ترک کر دیتا ہے تو کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

پانچویں حدیث۔ سنن ابن ماجہ میں ہے بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ وَصَحَّ كَمَا قَالَ التِّرْمِذِىُّ وَغَيْرُهٗ قَالَ الْحَاكِمُ وَلَا يُعْرَفُ لَهٗ عِلَّةٌ اَلْعَهْدُ الَّذِىْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَهْلُ السُّنَنِ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ صَحِيْحٌ وَاِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔ یعنی بے نماز کا کافر ہونا صحیح ہے جیسا کہ ترمذی نے کہا ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کوئی علت نہیں وہ حدیث یہ ہے ہمارے اور کفار و مشرکین کے درمیان نماز کا فرق ہے جس نے نماز چھوڑ دی بے شک وہ کافر ہو گیا۔

چھٹی حدیث۔ طبرانی میں باسناد لاباس بہ ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا۔ یعنی جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے کہ ہر گز نہ پڑھے فرض ہے اور اس کا ترک کرنا بڑا گناہ ہے اور پھر کبھی نہیں پڑھتا تو وہ کھلم کھلا کافر ہے وَفِي رِوَايَةٍ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالْكُفْرِ اَوِ الشِّرْكِ اِلَّا تَرْكُ الصَّلٰوةِ فَاِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ اَشْرَكَ۔ یعنی بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اور کفر و شرک کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔ پس جس نے نماز نہ پڑھی بے شک اس نے شرک کیا۔

ساتویں حدیث۔ امام اہل السنۃ امام احمد نے اپنی کتاب الصلوٰۃ المعروف برسالہ السنیہ ص۲۴۵ میں بیان کی ہے۔ لَاحَظَّ فِي الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ۔ یعنی تارک صلوٰۃ کا اسلام میں کچھ بھی حصہ نہیں۔ وَاِنَّمَا حَظُّهُمْ مِنَ الْاِسْلَامِ عَلٰى قَدْرِ حَظِّهِمْ فِي الصَّلٰوةِ وَرَغْبَتُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ عَلٰى قَدْرِ رَغْبَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی انسان اپنا حصہ اور رغبت اسلام میں نماز میں رغبت اور حصہ سے معلوم کر سکتا ہے۔ آگے چل کر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلٰوةُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْفُسْطَاطَ اِذَا سَقَطَ عَمُوْدُهٗ سَقَطَ الْفُسْطَاطُ لَمْ يُنْتَفَعْ بِالْاَطْنَابِ وَلَا بِالْاَوْتَادِ وَاِذَا قَامَ عَمُوْدُ الْفُسْطَاطِ انْتَفَعَتْ بِالْاَطْنَابِ وَالْاَوْتَادِ۔ یعنی نماز اسلام کا وسطی ستون ہے کہ جس کے گر جانے سے باقی میخیں اور طنابیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

آٹھویں حدیث۔ طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ الصَّلٰوةُ فَاِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ اَشْرَكَ رَوَاهُ هِبَةُ اللّٰهِ الطَّبَرِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ یعنی ثوبان مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ بندہ کے درمیان اور کفر و ایمان کے درمیان صرف نماز کا فرق ہے جس وقت بندہ نے نماز چھوڑ دی یقیناً وہ مشرک ہو گیا روایت کیا اس حدیث کو طبری نے اور کہا اسناد اس کی صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے۔

نویں حدیث۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نُوْرًا وَلَا بُرْهَانًا وَلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ ابْنِ خَلَفٍ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهٖ وَاَبُوْ حَاتِمِ ابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيْحِهٖ۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن نماز کا ذکر کیا پس فرمایا جس شخص نے نماز کی حفاظت کی تو قیامت کے دن یہ نماز اس کے لئے نور اور دلیل اور نجات کا باعث بن جائے گی۔ اور جس شخص نے اس کی حفاظت نہیں کی (یعنی کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی) تو اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہو گا نہ دلیل اور نہ نجات اور ہو گا وہ حشر کے دن قارون اور فرعون اور ہامان و ابی بن خلف جیسے اشد کافروں کے ساتھ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔ حدیث ہذا کے تحت میں شیخ الاسلام علامہ ابن قیم اپنی کتاب الصلوٰۃ کے ص۲۸ میں رقم طراز ہیں کہ وَاِنَّمَا خَصَّ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةَ بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمْ مِنْ رُؤُوْسِ الْكَفَرَةِ وَفِيْهِ نُكْتَةٌ بَدِيْعَةٌ وَهُوَ اَنَّ تَارِكَ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلٰوةِ اِمَّا اَنْ يَّشْغَلَهٗ مَالُهٗ اَوْ مُلْكُهٗ

اَوْ رِیَاسَتُہٗ اَوْ تِجَارَتُہٗ فَمَنْ شَغَلَہٗ عَنْھَا مَالُہٗ فَھُوَ مَعَ قَارُوْنَ وَمَنْ شَغَلَہٗ عَنْھَا فَھُوَ مَعَ فِرْعَوْنَ وَمَنْ یَّشْغَلُہٗ عَنْھَا رِیَاسَتُہٗ وَ وِزَارَتُہٗ فَھُوَ مَعَ ھَامَانَ وَمَنْ شَغَلَہٗ عَنْھَا تِجَارَتُہٗ فَھُوَ مَعَ اُبَیِّ ابْنِ خَلَفٍ یعنی بے نماز کی معیت کی تخصیص ان چاروں کافروں فرعون ہامان قارون۔ ابی بن خلف کے ساتھ کرنے میں ایک عجیب وغریب نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اکثر چار چیزوں کی وجہ سے نماز میں غفلت کرتا ہے یا تو اپنے مال کی مشغولیت کی وجہ سے نماز کی حفاظت ترک کرتا ہے۔ یا اپنے ملک کی وجہ سے یا اپنی ریاست کی وجہ سے یا اپنی تجارت کی وجہ سے۔ پس جس شخص کو اس کے مال نے نماز سے غافل کیا وہ قیامت کے دن قارون کے ساتھ ہوگا۔ اور جس شخص کو اس کے ملک نے غافل کیا وہ فرعون کے ساتھ ہوگا۔ اور جس شخص کو اس کی ریاست و وزارت وغیرہ دنیاوی عہدہ و مرتبہ نے غافل کیا وہ ہامان کے ساتھ ہوگا۔ اور جس شخص کو اسکی تجارت وسوداگری وغیرہ دنیاوی کاروبار نے غافل کیا وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

الغرض بے نماز کافر اس کو قیامت کے دن کچھ کام نہ آئے گا۔ نہ کلمہ گویوں کے ساتھ اس کو کھڑے ہونے کی اجازت ہوگی۔ میدانِ حشر میں کہدیا جائے گا کہ او بے نماز آج تیرا مسلمانوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو چونکہ دنیا میں بے نماز تھا لہذا تیرا تعلق فرعون، ہامان اور قارون وغیرہ کفار کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حدیث ہذا اس کی موید ہے۔

دسویں حدیث۔ علامہ ابن ابی حاتم نے اپنی سنن میں بایں الفاظ نقل کی ہے عَنْ عُبَادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ اَوْصَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا تَتْرُکُوا الصَّلٰوۃَ عَمَدًا فَمَنْ تَرَکَھَا عَمَدًا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّۃِ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ سُنَنِہٖ۔ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو وصیت کی پس فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرنا اور نماز کبھی نہ چھوڑنا جس شخص نے قصداً نماز چھوڑتا جس شخص نے قصداً نماز چھوڑدی یقیناً وہ مذہب اسلام سے خارج ہوگیا۔

گیارھویں حدیث۔ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃً مَکْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ ذِمَّۃُ اللّٰہِ رَوَاہُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ۔ یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قصداً فرض نماز چھوڑدی یقیناً اس سے اللہ کا ذمہ اُٹھ گیا۔ یعنی وہ کہیں مرے کہیں ہلاک ہو خداوند تعالیٰ اس کا ذمہ دار نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن قیمؒ کتاب الصلوٰۃ کے ص ۲۸۱ پر تحت حدیث ہذا فرماتے ہیں وَلَوْ کَانَ بَاقِیًا عَلَی اِسْلَامِہٖ لَکَانَتْ لَہٗ ذِمَّۃُ الْاِسْلَامِ یعنی اگر بے نماز اسلام پر باقی رہتا تو ضرور اس کے لئے اسلامی ذمہ ہوتا۔ پس ذمۃ اللہ کی نفی اس کے اسلام کی نفی کو مستلزم ہے۔

بارھویں حدیث۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَتْرُکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَھَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ فِیْ سُنَنِہٖ۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ حدیث ہذا سے بھی معلوم ہوا کہ بے نماز مسلمان نہیں اور خدائے تعالیٰ اس سے بیزار و بری الذمہ ہے۔

تیرھویں حدیث۔ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ رَاْسُ

اَلْاَمْرِ اَلْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مُخْتَصَرٌ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اصل دین اسلام ہے۔ اور ستون اس کا نماز ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔ حدیث ہذا کے تحت میں امام ابن قیمؒ رحمہ اللہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکور میں فرماتے ہیں وَوَجْهُ الْاِسْتِدْلَالِ بِهٖ اَنَّهٗ اَخْبَرَ اَنَّ الصَّلٰوةَ مِنَ الْاِسْلَامِ بِمَنْزِلَةِ الْعُمُوْدِ الَّذِيْ تَقُوْمُ عَلَيْهِ الْخَيْمَةُ فَلَمَّا تَسْقُطُ الْخَيْمَةُ بِسُقُوْطِ عُمُوْدِهَا فَهٰكَذَا يَذْهَبُ الْاِسْلَامُ بِذَهَابِ الصَّلٰوةِ وَقَدِ احْتَجَّ اَحْمَدُ بِهٰذَا بِعَيْنِهٖ۔ یعنی حدیث ہذا سے وجہ استدلال یہ ہے کہ تحقیق آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ بے شک نماز کا تعلق اسلام کے ساتھ بمنزلہ اس ستون کے ہے جس پر خیمہ قائم ہوتا ہے پس جیسے اس ستون کے گر جانے سے خیمہ گر جاتا ہے ایسے ہی نماز کے چلے جانے سے اسلام چلا جاتا ہے۔ امام احمدؒ نے بھی اس حدیث سے یہی دلیل پکڑی ہے۔

چودھویں حدیث۔ فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَالسُّنَنِ وَالْمَسَانِيْدِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَرَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَفِيْ بَعْضِ اَلْفَاظِهِ اَلْاِسْلَامُ خَمْسٌ فَذَكَرَهٗ۔ یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اور مسانید میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ایک توحید و اتباع سنت۔ دوسرے نماز پنجگانہ کا قائم کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے حج خانہ کعبہ کا کرنا۔ پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور اس میں یہ لفظ بھی ہے کہ اسلام انہی پانچ چیزوں کا نام ہے۔ نیز علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم اپنے رسالہ زیادۃ الایمان باعمال الجنان کے صفحہ ۱۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز کا عمداً ترک کرنا کفر، تارکِ نماز دوزخی ہے۔ روزہ، زکوٰۃ، حج کا عمداً ترک کرنا باوجود قدرت و فرضیت کے کفر ہے۔ کفر کا انجام دوزخ ہے۔

نیز کتاب الصلوٰۃ کے صفحہ ۲۸۲ میں مرقوم ہے اِنَّمَا جَعَلَ هٰذِهِ الْاَرْكَانَ نَفْسَ الْاِسْلَامِ وَدَاخِلَةً فِيْ مُسَمّٰى اِسْمِهٖ وَمَا كَانَ اِسْمًا لِمَجْمُوْعِ اُمُوْرٍ اِذَا ذَهَبَ بَعْضُهَا ذَهَبَ ذٰلِكَ الْمُسَمّٰى وَلَا سِيَّمَا اِذَا كَانَ مِنْ اَرْكَانِهٖ لَا مِنْ اَجْزَائِهِ الَّتِيْ لَيْسَتْ بِرُكْنٍ لَّهٗ كَالْحَائِطِ لِلْبَيْتِ فَاِنَّهٗ اِذَا سَقَطَ، سَقَطَ الْبَيْتُ بِخِلَافِ الْعُوْدِ وَالْخَشَبَةِ وَاللَّبِنَةِ وَنَحْوِهَا۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث میں ان ارکانِ خمسہ کو نفسِ اسلام قرار دیا ہے پس جب اس مجموعہ کا نام اسلام ہے تو یقیناً اس کے بعض حصے کے چلے جانے سے کل اسلام جاتا رہے گا اور بعض کے فقدان سے کل کا فقدان لازم آئے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ مثلاً شیشے کی ایک بوتل ہے جتنا شیشہ اس میں لگا ہوا ہے اس میں سارے شیشے کا نام بوتل ہے مگر جس وقت اس کی جڑ اور پیندے میں صرف ایک سوراخ کر دیا جائے اور تھوڑا سا شیشہ توڑ دیا جائے تو وہ ساری بوتل بے کار ہے اسی طرح یہ پانچوں رکن اسلام کی جڑ ہیں اگر ان میں سے ایک رکن بھی ترک کر دیا جائے تو سارا اسلام بیکار ہے۔ ہاں جن کے لئے صرف تین رکن جڑ قرار دیئے گئے ہیں ان کے لئے ان ہی تینوں میں ایک کی نفی سے کل کی نفی لازم آئے گی اور ان کے لئے یہ حدیث دلیل ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرَى الْاِسْلَامِ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلٰثَةٌ عَلَيْهِنَّ اُسِّسَ الْاِسْلَامُ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ

فَمَنْ تَرَكَ مِنْهَا وَاحِدَةً فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ اَوْ كَمَا قَالَ۔ یعنی اسلام کا کڑا اور دین کی جڑ (غرباء کے لئے) تین چیزوں پر ہے۔ ایک توحید و اتباع سنت۔ دوم اقامت صلوٰۃ۔ سوم صیام رمضان۔ پس جو شخص ان میں سے ایک کام بھی چھوڑ دے وہ کافر و حلال الدم ہے۔ فقط

ابو محمد عبد الستار غفرلہ و لوالدیہ الغفار

فَقَدْ كَفَرَ کا معنیٰ۔ سوال (۲۳۱) تارک صلوٰۃ کے متعلق جو کفر کا لفظ حدیث میں وارد ہے اس کا اصلی معنی کیا ہے۔ بعض مولوی کہتے ہیں کہ کفر کے معنی "اس نے کفر کیا ہے" لیکن "وہ کافر ہو گیا" ایسا نہیں ۔۔۔ کیونکہ حدیث میں لفظ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ آیا ہے فَهُوَ كَافِرٌ نہیں آیا۔ کیا یہ تاویل صحیح ہے؟ سائل مولوی ثناء اللہ صاحب میمن سنگھی

جواب (۲۳۱) تارک صلوٰۃ کے متعلق احادیث میں جو کفر کا اطلاق آیا ہے اس کا اصلی معنی وہی ہے جو صحابہ کرام و تابعین عظام و محدثین ذوی الافہام نے سمجھا۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یعنی بے نماز ایسا پکا کافر ہے کہ جس کا حشر نشر فرعون ہامان شداد وغیرہ کفار کے ساتھ ہوگا۔ جو ملا مولوی تاویلات رکیکہ و تحریفات فاسدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فَعَلَ فِعْلَ الْكُفْرِ وَغَيْرَهٗ ذٰلِكَ ان کی اس تاویل کی بنا پر احادیث صریحہ صحیحہ کا انکار لازم آتا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ میں اس مسئلہ کو خوب بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

جب حدیث مرفوع مندرجہ ذیل میں صراحتاً موجود ہے کہ بے نماز صریح کافر ہے تو پھر ملا مولویوں کی تاویلات باطلہ اور مزخرفات واہیہ کون سنے عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ بِاِسْنَادٍ لَا بَاْسَ بِهٖ۔ ہاں بعض علماء کا یہ کہنا کہ تارک الصلوٰۃ کے متعلق حدیث میں فَقَدْ كَفَرَ آیا ہے فَهُوَ كَافِرٌ نہیں آیا۔ ان کے قلت علم و عدم تدبر پر مبنی ہے اور کتب حدیث پر کماحقہ عبور و واقفیت نہیں۔ سنیے مسند ابو یعلیٰ میں باسناد حسن بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً موجود ہے مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ الْحَدِيْثَ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ تَرَكَ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَقَدْ حَلَّ دَمُهٗ وَمَالُهٗ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ارکان اسلام میں سے ایک رکن بھی چھوڑ دیا وہ کافر باللہ اور حلال الدم والمال ہے اور اس کا نفل اور فرض کچھ بھی قبول نہیں کذا فی الترغیب جس سے صاف عیاں ہے کہ بے نماز کافر نقیض ایمان ہے کیونکہ حدیث ہذا میں صرف فَهُوَ كَافِرٌ ہی نہیں بلکہ فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ فرمایا ہے فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔

نیز محدثین کے استاد علامہ ابو بکر بن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بایں الفاظ روایت نقل کی ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ (كذا في الترغيب) یعنی جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ و عبد الرحمٰن بن عوف اور معاذ بن جبل و ابو ہریرہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم

اجمعین سے ایک وقت کی نماز چھوڑ دینے والے کے حق میں فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ کے الفاظ موجود ہیں یعنی بے نماز کافر و مرتد ہے۔ اور سنیے عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَنْ لَمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ رواه ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْقُوفًا۔ یعنی جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نماز کافر ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلَا دِيْنَ لَهٗ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ اَيْضًا مَوْقُوفًا۔ یعنی عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نماز کا کوئی دین ہی نہیں۔

صد حیف ان علماء پر کہ جو ان نصوص صریحہ کے ہوتے ہوئے بوجہ اپنی جہالت یا جماعت غرباء اہلحدیث کی ضد میں آکر اپنی نفسانیت و تاویلات باطلہ کو استعمال میں لاتے ہوئے تارکِ صوم و صلوٰۃ کو مسلمان کہنے پر ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے ہیں۔ اور اپنے غلط فتووں کے سامنے فتویٰ نبوی و فتویٰ صحابہ کو مسترد کردیتے ہیں اور اپنے اقوالِ باطلہ و تاویلاتِ رکیکہ پر ذرا غور و فکر نہیں کرتے۔ فَيَا اَسَفًا عَلٰى حَالِهِمْ لِمَ لَا يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ دُحُوْضِ حُجَّتِهِمْ وَبُطْلَانِ قَوْلِهِمْ حَتّٰى لَا يُؤَوِّلُوْا مِثْلَ هٰذِهِ التَّاوِيْلَاتِ الْبَاطِلَةِ الْفَاسِدَةِ الْمَدْفُوْعَةِ عَنِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

الغرض صرف نماز ہی نہیں بلکہ کُل ارکانِ اسلام آپس میں ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ ایک کے فقدان و نفی سے کُل کی نفی لازم آتی ہے كَمَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ مُرْسَلًا عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهُ فِي الْاِسْلَامِ فَمَنْ اَتٰى بِثَلَاثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَاْتِيَ بِهِنَّ جَمِيْعًا اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَيْتِ (ترغیب) یعنی زیاد بن نعیم حضرمی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام میں اللہ عز وجل نے (توحید کے بعد) چار چیزیں ایسی فرض کی ہیں کہ جس شخص نے ان میں سے تین کو ادا کیا اور ایک کو چھوڑ دیا تو وہ تین بھی اس کی بیکار ہیں اس کے کچھ بھی کام نہ آئیں گی۔ جب تک کہ چاروں کو نہ ادا کرے۔ وہ چاروں چیزیں یہ ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وَقَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهٖ قَالَ الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَرَكَ الزَّكٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَرَكَ الْحَجَّ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَرَكَ صَوْمَ رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ، وَ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ وَمَنْ تَرَكَ صَوْمَ رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ بِاللّٰهِ رَوَاهُمَا اَسَدُ بْنُ مُوْسٰى۔ یعنی مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے کہ جس نے نماز نہ پڑھی وہ کافر ہے۔ جس نے زکوٰۃ نہ دی وہ کافر ہے۔ جس نے حج نہ کیا وہ کافر ہے۔ جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے وہ کافر ہے۔ اور کہا سعید بن جبیر نے جس شخص نے نماز نہ پڑھی وہ کافر باللہ ہے یعنی اس نے اللہ کا انکار کیا۔ اور جس نے زکوٰۃ نہ دی اس نے اللہ کا انکار کیا۔ اور جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے وہ کافر ہے۔

مقصد یہ کہ تارک عامد صوم و صلوٰۃ، حج زکوٰۃ کا، کافر مرتد، خدا کا منکر ہے کیونکہ عند الشرع خدا کا ماننا خدا پر ایمان لانا یہی ہے کہ خدا کے احکام و فرائض کو مانے ادا کرے جس نے احکام خداوندی و فرائضِ اسلامی کو نہ ادا کیا اس نے خدا ہی کو نہ مانا اور جس نے خدا کو نہ مانا وہ مسلمان کیسا؟

نیز رحمۃ المهداۃ الیٰ من یرید زیادۃ العلم علیٰ احادیث المشکوٰۃ کے ص۳ کتاب الایمان میں حدیث مندرجہ ذیل موجود ہے جو علماء مؤولین کی قطع اعناق کے لئے مع اپنے شواہدات و متابعات کے کافی و افی ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدِّیْنُ خَمْسٌ لَا یُقْبَلُ مِنْھُنَّ شَیْءٌ دُوْنَ شَیْءٍ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَالْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَالْحَیٰوۃِ بَعْدَ الْمَوْتِ ھٰذِہٖ وَاحِدَۃٌ وَالصَّلٰوٰتُ الْخَمْسُ عُمُوْدُ الْاِسْلَامِ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ الْاِیْمَانَ اِلَّا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃُ طَھُوْرٌ مِّنَ الذُّنُوْبِ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ تَعَالٰی الْاِیْمَانَ وَالصَّلٰوۃَ اِلَّا بِالزَّکٰوۃِ مَنْ فَعَلَ ھٰٓؤُلَاءِ ثُمَّ جَاءَ رَمَضَانُ فَتَرَکَ صِیَامَہٗ مُتَعَمِّدًا لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ مِنْہُ الْاِیْمَانَ وَلَا الصَّلٰوۃَ وَلَا الزَّکٰوۃَ وَمَنْ فَعَلَ ھٰٓؤُلَاءِ الْاَرْبَعَ وَتَیَسَّرَ لَہُ الْحَجُّ وَلَمْ یَحُجَّ وَلَمْ یُوْصِ بِحَجَّۃٍ وَلَمْ یَحُجَّ عَنْہُ بَعْضُ اَھْلِہٖ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ الْاِیْمَانَ وَلَا الصَّلٰوۃَ وَلَا الزَّکٰوۃَ وَلَا الصِّیَامَ (رواہ فی الحلیۃ)

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اصل دین پانچ چیزوں کا نام ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوئی تو باقی بھی مقبول نہیں۔ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے غلام اور اس کے سچے رسول ہیں اور ایمان لانا اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر۔ جنت و دوزخ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یہ سب مل کر ایک چیز ہوئی۔ اور پانچوں نمازیں اسلام کا ستون ہیں۔ بغیر نماز کے اللہ کسی ایمان قبول نہیں کرتا (یعنی بے نماز بے ایمان ہے) اور زکوٰۃ کا ادا کرنا باعث کفارۂ ذنوب ہے۔ جو شخص (صاحب نصاب ہو کر) زکوٰۃ نہ دے تو عنداللہ اس کا ایمان و نماز بھی مقبول نہیں۔ (اگرچہ وہ پنجوقتہ نماز کا پابند ہو مگر تارک زکوٰۃ کے وہ بے نماز اور بے ایمان ہے) جس شخص نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ نماز بھی پڑھی زکوٰۃ بھی دی۔ پھر اس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آگیا پس اس نے قصداً روزے چھوڑ دیئے۔ نہ رکھے۔ تو عنداللہ اس کا کلمہ بھی قبول نہیں۔ نماز و زکوٰۃ بھی قبول نہیں۔ اور جو شخص یہ چاروں کام کلمہ۔ نماز۔ روزہ زکوٰۃ تو ادا کرتا رہا مگر باوجود استطاعت کے حج نہ کیا۔ نہ حج کے جانے کی ہاں کی اور نہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے اس کے بعض ورثہ نے حج بدل کیا تو عنداللہ اس شخص کا نہ ایمان قبول ہے نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ روزہ بلکہ یہ چاروں کام بھی برباد اور بیکار ہیں۔ خدا تعالیٰ ہر فرد بشر کو آخرت کے اس نقصان عظیم و خسران مبین سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

عرش خداوندی کو کتنے فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے

سوال (۲۳۲) ابوداؤد کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا عرش آٹھ فرشتوں کی پشت پر ہے اور ابن جریر ابو زید سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ یَحْمِلُہٗ الْیَوْمَ اَرْبَعَۃٌ وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثَمَانِیَۃٌ (حاشیہ تفسیر جامع البیان صد ۴۸۲)

حدیث نمبر ا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آٹھ فرشتوں نے عرش کو اٹھا رکھا ہے۔ اور حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت چار نے اٹھا رکھا ہے۔ اور قیامت کے روز آٹھ اٹھائیں گے۔ دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے۔؟ ابو الصمصام عبدالرحمٰن جھنگوی۔

جواب (۲۳۲) حدیث نمبر ا مطلق و مجمل ہے جس میں موجودہ وقت اور قیامت کے دن کی تعیین و تقیید نہیں۔ اور حدیث نمبر ۲ مقید و مفصل ہے جس میں تعیین و تفصیل موجود ہے کہ اس وقت حاملین عرش چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ ہوں گے۔ پس حدیث نمبر ا حدیث نمبر ۲ کے

باتحت لی جائے گی۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن عرش کے اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہوں گے جس کی تشریح حدیث نمبر ۲ میں موجود ہے۔ محدثین امام بخاری وغیرہ رضی اللہ عنہم کا یہی اصول ہے کہ مفصل حکم مجمل پر قاضی ہوا کرتا ہے۔ نیز تعارض کے لئے اتحادِ مکانی و زمانی شرط ہے اور یہاں یہ شرط مفقود ہے فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَهُمَا۔ علیٰ ہذا القیاس تفسیر فتح البیان ص۱۸۷ جلد۸ میں تحت آیہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ الآیۃ کے مرقوم ہے وَهُمُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ فَاِذَا كَانَ يَومُ الْقِيٰمَةِ اَرْدَ فَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِاَرْبَعَةٍ اٰخَرَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ وَهُمْ اَشْرَافُ الْمَلٰئِكَةِ وَاَفْضَلُهُمْ لِقُرْبِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الخ۔ یعنی آج کل حاملینِ عرش چار ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ رب العالمین ان چاروں کے ساتھ چار فرشتے اور ملا دے گا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اُس دن آٹھ فرشتے۔ پس یہ ملائکہ ثمانیہ بوجہ قربِ الٰہی کے تمام فرشتوں میں افضل و اشرف ہیں۔ نیز تفسیر معالم التنزیل للبغوی و تفسیر خازن جلد ۷ ص۱۱۹-۱۲۰ میں مسطور ہے۔ وَجَاءَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّهُمُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ بِاَرْبَعَةٍ اٰخَرِيْنَ فَكَانُوْا ثَمَانِيَةً عَلٰى صُوْرَةِ الْاَوْعَالِ[1] بَيْنَ اَظْلَافِهِمْ اِلٰى رُكَبِهِمْ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ۔ یعنی حملۂ عرش اس وقت چار فرشتے ہیں۔ قیامت کے دن آٹھ ہو جائیں گے۔ ان کی شکل و صورت ہرن یا پہاڑی بکری کی ہے۔ اُن کے کھروں اور گھٹنوں کے مابین اتنا فاصلہ[2] ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔

یہی مضمون تفسیر نیشاپوری جلد ۲ میں بھی ہے۔ نیز تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص۳۸ میں علامہ ابن اسحاق سے مروی ہے قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُمُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ يَعْنِيْ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ بِاَرْبَعَةٍ اٰخَرِيْنَ فَكَانُوْا ثَمَانِيَةً وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ عرش کے اٹھانے والے آج کل چار فرشتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل ان کے ساتھ چار فرشتے اور ملا دے گا سب مل کر آٹھ ہو جائیں گے یہی مقصد ہے فرمانِ الٰہی کا کہ تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔"

مذکورہ بالا روایات سے یہ امر مُشرح و مبین ہوگیا کہ حملۂ عرش کی تعیین و تعداد میں کچھ تباین و تخالف نہیں۔ جس روایت میں مجملاً آٹھ کا ذکر ہے اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور جہاں صرف چار کا ذکر ہے اس سے مراد قبل از قیامت ہے۔

یہ تو تھا سوال کا جواب۔ اب مندرجہ ذیل سطور میں حملۂ عرش کی جسمانی حالت اور ان کے قد و قامت کا

---

[1] اَلْوَعْلُ وَالْوَعِلُ وَالْوُعِلُ تیس الجبل لہ قرنان قویان منحنیان کثیفین احد بین جمعہ اوعال و وعول و وعلۃ ۱۲ کذا فی المنجد۔ [2] یعنی مسافت ۵۰۰ برس کی۔ کذا فی المعالم و فتح البیان ۱۲ منہ

ذکر بھی غیر مناسب نہیں تاکہ قارئین کرام خداوند قدوس کے جلال و عظمت کا حال معلوم کرکے اس کی خشیت و ھیبت کو دل میں کما حقہ جگہ دیں۔ تنبیہ :-

حاملینِ عرش کی جسمانی حالت :- تفسیر فتح البیان جلد عاشر صنہ ۴ و درمنثور جلد ۶ ص ۲۶۱ میں ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ثَمَانِيَةُ اَمْلَاكٍ عَلٰى صُوْرَةِ الْاَوْعَالِ رُؤُسُهُمْ عِنْدَ الْعَرْشِ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَاَقْدَامُهُمْ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى وَلَهُمْ قُرُوْنٌ كَقُرُوْنِ الْوَعْلَةِ مَا بَيْنَ اَصْلِ قَرْنِ اَحَدِهِمْ اِلٰى مُنْتَهَاهُ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَالْيَوْمَ تَحْمِلُهُ اَرْبَعَةٌ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَمَا بَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ وَّاَرْضٍ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْكُرْسِيِّ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَمَا بَيْنَ الْكُرْسِيِّ وَالْمَاءِ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَالْعَرْشُ عَلَى الْمَاءِ وَاللّٰهُ عَلَى الْعَرْشِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ اَخْرَجَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُمَا مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ۔ یعنی حاملینِ عرش (قیامت کے دن) ایسے آٹھ فرشتے ہوں گے جن کے سر ساتویں آسمان پر عرش کے نزدیک ہیں اور قدم ان کے سب سے نیچے کی زمین پر ہیں۔ ان کے سینگ ایسے لمبے ہیں کہ ایک سینگ کی لمبان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ اور آج کل حملۂ عرش چار ہیں۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آسمان و زمین کی درمیانی مسافت پانچ سو برس کی ہے اسی طرح ہر آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کی دوری ہے۔ اور ہر آسمان او زمین کی فضا اور ساتویں آسمان اور کرسی کی درمیانی مسافت اور کرسی اور دریا کا بُعد پانچ برس کا ہے اور خداوند تعالیٰ کا عرش دریا سے اوپر ہے۔ اور خدائے عز وجل بذاتہ بنفسہ عرش معلّٰی پر مستوی ہے بنی آدم کے کل اعمال سے واقف ہے اس پر کوئی شئے مخفی نہیں۔ اس حدیث کو ابو سعید دارمی اور ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے موقوفاً روایت کیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

نیز تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص ۳۲ میں تحت آیت وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ○ علامہ ابن زید سے مروی ہے قَالَ ثَمَانِيَةُ اَمْلَاكٍ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُهُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَمَانِيَةٌ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَقْدَامَهُمْ لَفِي الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَاِنَّ مَنَاكِبَهُمْ لَخَارِجَةٌ مِّنَ السَّمٰوٰتِ عَلَيْهَا الْعَرْشُ قَالَ ابْنُ زَيْدٍ الْاَرْبَعَةُ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَهُمُ اللّٰهُ قَالَ تَدْرُوْنَ لِمَا خَلَقْتُكُمْ قَالُوْا خَلَقْتَنَا رَبَّنَا لِمَا تَشَاءُ قَالَ لَهُمْ تَحْمِلُوْنَ عَرْشِيْ ثُمَّ قَالَ

○ ابن جریر میں یہ لفظ ابن زید ہے۔ حاشیہ جامع البیان میں ابن جریر کے حوالہ سے جو ابوزید لکھا ہوا ہے وہ سہو کاتب یا مصحح کی غفلت معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ

---

۱ حدیث ہذا میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ علماء کارد ہے جنہوں نے مسئلہ ہذا اور دیگر مسائل شرعیہ میں معتزلہ و جہمیہ وغیرہ کی روش اختیار کی ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت الی الصواب اور رجوع الی الحق کی توفیق دے۔ آمین

سَلُوْنِیْ مِنَ الْقُوَّۃِ مَاشِئْتُمْ اَجْعَلْهَا فِیْكُمْ فَقَالَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ قَدْ كَانَ عَرْشُ رَبِّنَا عَلَى الْمَآءِ فَاجْعَلْ فِیْ قُوَّۃِ الْمَآءِ قَالَ قَدْ جَعَلْتُ فِیْكَ قُوَّۃَ الْمَآءِ وَقَالَ اٰخَرُ اجْعَلْ فِیْ قُوَّۃَ السَّمٰوٰتِ قَالَ قَدْ جَعَلْتُ فِیْكَ قُوَّۃَ السَّمٰوٰتِ وَقَالَ اٰخَرُ اجْعَلْ فِیْ قُوَّۃَ الْاَرْضِ قَالَ قَدْ جَعَلْتُ فِیْكَ قُوَّۃَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ وَقَالَ اٰخَرُ اجْعَلْ فِیْ قُوَّۃَ الرِّیَاحِ ثُمَّ قَالَ احْمِلُوْا فَوَضَعُوا الْعَرْشَ عَلٰى كَوَاهِلِهِمْ فَلَمْ یَزُوْلُوْا قَالَ فَجَآءَ عِلْمٌ اٰخَرُ وَاِنَّمَا كَانَ عِلْمُهُمُ الَّذِیْ سَاَلُوْهُ الْقُوَّۃَ فَقَالَ لَهُمْ قُوْلُوْا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالُوْا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِیْهِمْ مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّۃِ مَالَمْ یَبْلُغْهُ عِلْمُهُمْ فَحَمَلُوْا۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اٹھانے والے عرش کے آج کل چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ ہوں گے۔ اور فرمایا کہ ان کے پیر ساتویں زمین میں ہیں اور ان کے کندھے ساتویں آسمان سے باہر نکلے ہوئے ہیں ان پر عرش ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں پیدا کیا؟ فرشتوں نے کہا کہ یا رب جو خدمت تو ہم سے لینی چاہتا ہے اسی کے لئے پیدا کیا ہے تو فرمایا کہ میں نے اپنا عرش اٹھانے کے لئے تم کو بنایا ہے اب جتنی چاہو مجھ سے طاقت مانگ لو۔ میں دینے کے لئے تیار ہوں بس ان چاروں میں سے تو ایک نے کہا کہ ہمارے رب کا عرش قبل ازیں پانی پر تھا پس یا اللہ مجھ کو پانی جیسی طاقت دیدے۔ فرمایا جا میں نے تجھ کو پانی کی طاقت دیدی۔ دوسرے نے کہا یا اللہ مجھ کو آسمانوں جتنی قوت دیدے۔ فرمایا جا میں نے تجھ کو آسمانوں کی قوت عطا کی۔ تیسرے نے کہا یا اللہ مجھ کو زمین کی قوت عطا فرما۔ فرمایا میں نے تجھ کو زمین اور پہاڑوں جتنی طاقت دیدی۔ چوتھے نے کہا یا اللہ میرے اندر ہوا کی طاقت بھر دے فرمایا میں نے تجھ کو ہوا کی طاقت دی۔ پھر فرمایا کہ اٹھاؤ پس حکم ہوتے ہی انھوں نے عرش عظیم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ پس جتنی جتنی طاقت کا ان کو علم تھا ہر ایک نے اپنے اپنے مبلغ علم کے مطابق انتہا درجہ کی قوت کا سوال کیا اور اپنے عندیہ میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ مگر اس علام الغیوب کے علم میں ایک اور طاقت کا وظیفہ تھا جس کے پڑھنے سے خداوند تعالیٰ نے ان کے اندر اتنی طاقت پیدا کر دی جو ان کے علم سے باہر تھی فرمایا پڑھو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ فقط۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

مُدرکِ رکوع۔ سوال (۲۳۳) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز ہی نہیں ہوتی۔ کیا جواب ہے۔؟ (خضر الدین از کھولا ہالی ضلع رنگ پور)

جواب (۲۳۳) مسئلہ علی التعمیم تو یہی ہے کہ بلا قراءت فاتحہ نماز نہیں ہوتی۔ مگر تعمیم کے بعد تخصیص بھی ہوا کرتی ہے۔ لہذا رکوع کی رکعت بوجہ دیگر ادلہ شرعیہ و احادیث صریحہ اس سے مخصص ہے چنانچہ عون المعبود شرح ابی داؤد وغیرہ میں اس کی مفصل و مبسوط بحث موجود ہے۔ نیز علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی "نور العین من فتاوی الشیخ حسین" کے صـ۲۶ پر رقم طراز ہیں ثُمَّ ثَبَتَ بِحَدِیْثِ مَنْ اَدْرَكَ مَعَ الْاِمَامِ رَكْعَۃً قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَہٗ فَقَدْ اَدْرَكَهَا اَنَّ هٰذَا الدَّاخِلَ مَعَ الْاِمَامِ الَّذِیْ لَمْ یَتَمَكَّنْ مِنْ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ فَقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَۃَ بِمُجَرَّدِ اِدْرَاكِہٖ لَہٗ رَاكِعًا فَعُرِفَتْ بِهٰذَا اَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الْحَالَۃِ مُخَصَّصَۃٌ مِنْ عُمُوْمِ اِیْجَابِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ

فِي كُلِّ رَكْعَةٍ - إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُ ظَاهِرُهُ بَلْ صَرِيحُهُ أَنَّ الْمُؤْتَمَّ إِذَا وَصَلَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ وَكَبَّرَ وَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يُقِيْمَ الْإِمَامُ صُلْبَهُ فَقَدْ صَارَ مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَإِنْ لَّمْ يَقْرَأْ حَرْفًا مِنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَةِ - یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے پہلے رکوع میں مل گیا اس کی رکعت ہو گئی - اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ یہ امام کے ساتھ رکوع میں داخل ہونے والا جس نے قرأت فاتحہ پر قدرت نہیں پائی رکوع میں ملنے ہی سے اس کی رکعت ہو گئی اور یہ حالت قرأت فاتحہ کی وجوبی تعمیم سے مخصص ٹھہری - آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ اس کا صریح یہی ہے کہ مقتدی جب صف میں اس حالت میں آملے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اس کی رکعت ہو جائے گی - اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس رکعت میں نہ پڑھا ہو - انتہیٰ ــــــ کیونکہ فاتحہ کا وجوب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حالتِ قیام میں ثابت ہے نہ کہ حالتِ رکوع میں - پس جو شخص حالتِ قیام میں آکر ملے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھے یقیناً اس کی نماز بموجب حدیث لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وغیرہ احادیث صحیح صریحہ کے نہ ہو گی اور جو شخص رکوع میں آکر ملا تو اب یہ حالت بدل گئی اس حالت میں اس پر قرأتِ فاتحہ واجب نہیں - بلکہ حدیث إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ اور فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ کی رو سے رکوع میں جھکنا واجب ہے فَلَوْ تَوَقَّفَ الْمُؤْتَمُّ عَنِ الرُّكُوْعِ بَعْدَ رُكُوْعِ الْإِمَامِ وَأَخَذَ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ لَكَانَ مُخَالِفًا لِهٰذَا الْأَمْرِ - ایسی حالت میں اگر مقتدی کھڑا رہا - اور سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر رکوع میں گیا تو اس نے حدیث مذکورہ بالا کی مخالفت کر کے ایک جرم کا ارتکاب کیا - پس یہ حکم کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی دو حالتوں پر مبنی ہے یعنی جو شخص حالتِ قیام میں ملا بیشک اس کی نماز بلا فاتحہ ہرگز نہ ہو گی اور جو حالتِ رکوع میں ملا اس کی رکعت ہو جائے گی - كَمَا هُوَ مُبَيَّنٌ فِي مَوْضِعِهٖ -

بعض لوگ حدیثِ فاتحہ اور حدیث رکعت رکوع میں بظاہر تعارض دیکھ کر ایک کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں - جو ہرگز درست نہیں - بلکہ ہر دو احادیث اپنے اپنے محل پر قابل تعمیل و تسلیم ہیں اس کی مثال یوں سمجھئے کہ زید کہتا ہے ظہر عصر کی نماز بغیر چار رکعت پڑھے نہیں ہوتی - اور پھر کہتا ہے کہ دو رکعت پڑھنے سے بھی ہو جاتی ہے تو زید کا یہ کہنا دو حالتوں اور دو شخصوں پر محمول و مبنی ہے یعنی مقیم کی نہیں ہوتی اور مسافر کی ہو جاتی ہے - اسی طرح بلا فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے سے ہو جاتی ہے - یعنی قیام میں ملنے والے کی نہیں ہوتی - اور رکوع میں ملنے والے کی ہو جاتی ہے - فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَ الْأَدِلَّةِ وَلَا تَنَاقُضَ فِيْهَا فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ - نیز علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ کے ص ۱۳ میں مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا جمہور علماء سے ثابت کیا ہے حَيْثُ قَالَ اَلْمُرَادُ بِهَا هٰهُنَا الرُّكُوْعُ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَيَكُوْنُ مُدْرِكُ الْإِمَامِ رَاكِعًا مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَإِلٰى ذٰلِكَ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ -

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری، فتح الباری کے پ ۳ ص ۲۵۶ میں باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقم طراز ہیں اَنَّ الْمَسْبُوْقَ يُدْرِكُ الرَّكْعَةَ بِتَمَامِهَا بِإِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ یعنی رکوع میں ملنے سے پوری رکعت ہو جاتی ہے - اسی طرح علامہ امام نووی شارح صحیح مسلم بھی باوجود ادعاء

فرضیتِ فاتحہ کے مدرکِ رکوع سے فرضیتِ فاتحہ کو ساقط بتاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم مطبوعہ انصاری کے صہ ۱۳۵ میں مرقوم ہے فَاِنَّهَا (اَیْ قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ) تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوْقِ اِذَا اَدْرَكَ الْاِمَامَ رَاكِعًا ۔

قضا سے پہلے وقتی نماز۔ سوال (۲۳۴) کسی شخص کی ظہر یا مغرب کی نماز قضا ہوگئی اور ادا نماز عصر یا عشاء کی جماعت شروع ہوگئی۔ اب وہ شخص کیا کرے جماعت میں شامل ہو جائے یا اپنی فوتی نماز شروع کرے یا بیٹھا رہے۔ (سائل مذکور)

جواب (۲۳۴) اس کو چاہئے کہ اپنی فوت شدہ نماز کے ارادہ سے جماعت میں شامل ہو جائے بعدہٗ وقتیہ نماز پڑھ لے کیونکہ عند الشرع امام و ماموم کی نیت کا اختلاف مضر نہیں۔ جیسا کہ حدیث معاذ سے ثابت ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ص۹۷)

قضا نمازوں کی ادائیگی۔ سوال (۲۳۵) کسی شخص کی ایک یا دو یا تین وقت کی نمازیں فوت ہوگئیں اب وہ ان نمازوں کو کس طرح ادا کرے۔ آئندہ نماز کے ساتھ یا اپنے اپنے وقت کے ساتھ۔ اور عصر و فجر اگر قضا ہو جائے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۳۵) جس شخص کی کئی نمازیں بغیر عذر شرعی کے فوت ہو جائیں وہ ان کو بالترتیب ادا کرے چنانچہ جامع ترمذی و سنن نسائی میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ الحدیث یعنی خندق والے دن مشرکین نے رسول اللہ کو چار نمازوں سے مشغول کر دیا تھا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں قَالَ حُبِسْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ بِهَوِيٍّ[1] مِنَ اللَّيْلِ كُفِيْنَا وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَقَامَ الظُّهْرَ فَصَلَّاهَا فَاَحْسَنَ صَلٰوتَهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ فَصَلَّاهَا كَذٰلِكَ الْحَدِيْث (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاَخْرَجَ نَحْوَهٗ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّاءِ) یعنی خندق والے دن بوجہ مقابلہ کفار کے ہماری کئی نمازیں رہ گئی تھیں مغرب کے بعد جب خاصی رات گزر گئی تو ہمیں اطمینان حاصل ہونے پر رسول اللہ صلعم نے حضرت بلال کو بلایا انہوں نے ظہر کی نماز کی تکبیر کہی۔ پس آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے باطمینان نماز ادا کی جس طرح ہمیشہ اس کو اس کے وقت پر پڑھا کرتے تھے۔ پھر بلال نے آپ کے حکم سے عصر کی تکبیر کہی۔ آپ نے عصر کی نماز بھی نہایت احسن طریق سے ادا کی۔ پھر آپ نے مغرب کی تکبیر کہلوائی اور اس کو بھی اسی طرح ادا کیا۔ تحت حدیث ہذا نیل الاوطار جلد اول ص۳۳۵ میں رِجَالُ اِسْنَادِهٖ رِجَالُ الصَّحِيْحِ لکھنے کے بعد مرقوم ہے وَالْحَدِيْثُ اَيْضًا يَدُلُّ عَلَى التَّرْتِيْبِ بَيْنَ الْفَوَائِتِ الْمَقْضِيَّةِ ۔ یعنی یہ حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار ادا کرنا چاہئے نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں خندق والے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس شکایت لے کر آنا اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلے عصر کی نماز بعدہ

---

[1] الھوی بفتح الہاء وکسر الواو وبیاء مشددۃ السقوط والمراد بعد دخول طائفۃ من اللیل ۱۲ ۔ نیل

مغرب کی نماز پڑھنا یعنی فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار ادا کرنا ثابت ہے اسی حدیث پر امام شوکانی لکھتے ہیں وَقَدِ اسْتُدِلَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى وُجُوْبِ التَّرْتِيْبِ بَيْنَ الْفَوَائِتِ الْمَقْضِيَّةِ (نیل ج۱ ص۳۲۹) الغرض شخص مذکور کی جتنی نمازیں فوت ہوگئی ہیں ان میں سے پہلی نماز کو پہلے ادا کرے اور بعد کی نماز کو بعد میں پڑھے۔ کذا فی الفتح۔

ہاں جن لوگوں کی فوت شدہ نمازیں کچھ جہری اور کچھ سری ہوں جیسا کہ یوم خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کی تھیں اور وہ ان کو باجماعت ادا کرنا چاہیں تو جہری کو جہر سے اور سری کو آہستہ پڑھیں جیسا کہ حدیث مندرجہ بالا میں لفظ کَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا دال ہے نیز مسند احمد وصحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فِيْ قِصَّةِ نَوْمِهِمْ عَنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَالَ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ (نیل ص۳۲۸ میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے فِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ صِفَةَ قَضَاءِ الْفَائِتَةِ كَصِفَةِ اَدَائِهَا اِلٰى قَوْلِهِ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ اَيْضًا اَنَّهٗ يَجْهَرُ فِي الصُّبْحِ الْمَقْضِيَّةِ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلِهٰذَا قَالَ الْمُصَنِّفُ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلَى الْجَهْرِ فِيْ قَضَاءِ الْفَجْرِ نَهَارًا۔ اِنْتَهٰى۔ یعنی حدیث ہذا سے ثابت ہے کہ فوت شدہ نماز پڑھنے کا حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ ادا پڑھنے کا حکم ہے۔ فجر کی فوت شدہ نماز دن میں باجماعت پڑھنے کا اتفاق ہو تو اس میں جہر سے قرأت کرے۔

عورتیں تکبیر کہہ سکتی ہیں یا نہیں؟ - سوال (۲۳۶) فرض نماز میں تکبیر کہنا واجب ہے یا سنت اور عورتوں کے لئے کیا حکم ہے ان کو تکبیر کہنی ضروری ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور الصدر)

جواب (۲۳۶) نماز کے لئے اذان واقامت یعنی تکبیر اشبہ بالواجبات ہے اس کی تاکید اکثر ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے۔ اِلَّا مَا خَصَّ الشَّارِعُ مِنْ صَلٰوةِ الْعِيْدِ وَغَيْرِهَا۔ بغیر عذر شرعی کے اذان ترک کرنی چاہئے نہ تکبیر کیونکہ حدیث میں تارک اذان واقامت کے لئے اِسْتِحْوَاذِ شیطان (غلبہ) کی وعید شدید ثابت ہے چنانچہ منتقی الاخبار طبع فاروقی کے ص۱۲۱ میں ہے عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ لَا يُؤَذَّنُ وَلَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلٰكِنْ لَفْظُ اَبِيْ دَاؤُدَ مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ الحدیث۔ یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کہیں تین آدمی بھی ہوں اور ان میں نماز کے لئے اذان اور تکبیر نہ کہی جاتی ہو تو غالب ہو جاتا ہے ان پر شیطان۔ یہ حدیث مسند احمد وابوداؤد و ابن حبان اور مستدرک حاکم میں بسند صحیح موجود ہے۔ اکثر علماء نے حدیث ہذا سے وجوب اذان واقامت پر استدلال کیا ہے چنانچہ نیل الاوطار چھاپہ مصری جلد اول کے صفحہ ۳۳۱ و ۳۳۲ میں تحت حدیث مندرجہ بالا مرقوم ہے اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى وُجُوْبِ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ لِاَنَّ التَّرْكَ الَّذِيْ هُوَ نَوْعٌ مِنَ اسْتِحْوَاذِ الشَّيْطٰنِ يَجِبُ تَجَنُّبُهٗ وَاِلٰى وُجُوْبِهِمَا ذَهَبَ اَكْثَرُ الْعِتْرَةِ وَعَطَاءٌ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمَالِكٌ وَالْاِصْطَخْرِيُّ كَذَا فِي الْبَحْرِ وَمُجَاهِدٌ وَالْاَوْزَاعِيُّ وَدَاؤُدُ كَذَا فِيْ شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ۔ یعنی یہ حدیث دیوح

اس امر پر کہ نماز کے لئے اذان واقامت واجب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر عترت و عطاء اور امام احمد بن حنبل اور امام مالک اور اصطخری کا۔ اسی طرح لکھا ہے بحر میں اور ترمذی کی شرح میں ہے۔ مجاہد اور امام اوزاعی اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اسی طرح بلاغ المبین جلد اول کے صـ۱۶۰ میں مرقوم ہے۔ نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۳ صـ۳۳۹ میں ہے قَالَ الْخَطَّابِیُّ فِیْہِ اَنَّ الْاَذَانَ شِعَارُ الْاِسْلَامِ وَاِنَّہٗ لَا یَجُوْزُ تَرْکُہٗ۔ یعنی اذان اسلامی شعار ہے (بلا عذر) اس کا ترک جائز نہیں۔ عورتوں پر اذان اور تکبیر نہیں جیسا کہ سنن بیہقی میں بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بسند صحیح یہ الفاظ موجود ہے لَیْسَ عَلَی النِّسَاءِ اَذَانٌ وَّلَا اِقَامَۃٌ وَقَدْ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ وَابْنُ عَدِیٍّ مِنْ حَدِیْثِ اَسْمَاءَ مَرْفُوْعًا کَذَا فِی النَّیْلِ ج۱ صـ۳۳۲۔ فقط

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہٗ والوالدیہ الغفار ورحم اللہ من قال آمینا

نکاح میں خیار بلوغ اور فسخ از حکم حاکم۔ سوال (۲۳۷) ہندہ کی شادی قبل البلوغ ہوئی تھی۔ بعد البلوغ ہندہ اپنی شادی پر راضی نہیں اور زوج کے اصرار پر عیسائی ہوگئی جس وجہ حاکم وقت نے نکاح اسلامی فسخ کر دیا۔ کچھ ایام کے بعد ہندہ تائب ہو کر مسلمان ہوگئی۔ بعدہٗ اس کا زوج اپنے یہاں لانے اور بی بی بنانے کی کوشش میں ہے لیکن ہندہ اس پر راضی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ فی زماننا جو حاکم فسخ نکاح کرتے ہیں وہ فسخ حقیقی ہے یا نہیں؟ اور جو نکاح کہ قبل بلوغ اس کے ولی نے کیا تھا وہ نکاح بعد بلوغ ہندہ کی ناراضگی پر فسخ ہوگا یا نہیں؟ (شمس الدین احمد جنگی پوری)

جواب (۲۳۷) ہندہ کا، مذہب اسلام کو ترک کر کے عیسائی ہو جانا بدترین جرم ہے اُس کے اسلام میں رہ کر اگر حاکم شرعی نکاح فسخ کر دیتا تو بھی ہو جاتا۔ اسلام ایک بڑا وسیع مذہب ہے جس میں تحفظ حقوقِ انسانی کے متعلق بڑے بڑے قوانین موجود ہیں۔ ہندہ کو مسئلہ خیار بلوغ کی وجہ سے اپنا حالتِ نابالغی کا نکاح ناخواستہ فسخ کرانے کا شرعاً حق حاصل ہے جس پر حدیث مندرجہ ذیل دال ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ جَارِیَۃً بِکْرًا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ اَنَّ اَبَاہَا زَوَّجَہَا وَہِیَ کَارِہَۃٌ فَخَیَّرَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ یعنی عدالتِ نبویہ میں ایک لڑکی نے حاضر ہو کر استغاثہ دائر کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا ہے اور میں اس نکاح سے ناراض وناخوش ہوں پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فسخ نکاح کا اختیار دیدیا۔ سبل السلام میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے فَکَاَنَّہٗ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتِ کَارِہَۃً فَاَنْتِ بِالْخِیَارِ۔ نیز ایک اور واقعہ میں فَرَدَّ نِکَاحَ اَبِیْہَا کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑکی کی درخواست پر باپ کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حاکم شرع کا کسی شرعی وجہ سے نکاح فسخ کرنا حقیقی فسخ ہے وَالْبَسْطُ فِی الْمُطَوَّلَاتِ۔

گائے بیل سے عقیقہ۔ سوال (۲۳۸) بچہ کے عقیقہ میں بھیڑ بکری ہی ذبح کرنی چاہئے یا گائے بیل بھی جائز ہے۔ جواب مدلل ہو اور دو بکروں کی جگہ ایک بکرا اور ایک بیل جائز ہے یا نہیں؟ (خیرالدین از کھولا ٹی)

جواب (۲۳۸) عقیقہ میں شرعاً بھیڑ بکری، اونٹ گائے جائز درست ہے۔ ہر شخص حسب توفیق وحسب

حیثیت اس امر مسنون کو ادا کر سکتا ہے۔ دو بکروں کی بجائے ایک بکرا۔ اور ایک گائے یا بیل کی ممانعت پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا بجز غنم کے دیگر حیوانات ماکول اللحم کو (صرف اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک بکری کے سوا کوئی دوسری چیز احادیث میں مذکور نہیں، ناکافی سمجھنا اور لایجزئ غیرھا کہہ دینا غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن المنذر و بوشنجی و بندنیجی وغیرہ بعض شوافع سے منقول ہے کیوں کہ احادیث میں شاۃ اور غنم کا مذکور ہونا اجزائے غیر کے منافی نہیں چہ جائیکہ غیر شاۃ اور غیر غنم بھی منصوص و مذکور ہو تو پھر لَا یُجْزِئُ غَیْرُھَا کہہ کر عدم اجزائے غیر کا دعویٰ کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے گو افضل و ارجح بوجہ کثرت ذکر کے بھیڑ بکری، دنبہ ہی ہے مگر گائے بیل وغیرہ کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں نیل الاوطار ص۲۷ جلد ۴ میں ہے وَ اَمَّا الْاَفْضَلُ عِنْدَہٗ فَالْکَبْشُ مِثْلُ الْاُضْحِیَّۃِ کَمَا تَقَدَّمَ وَالْجُمْھُوْرُ عَلٰی اَجْزَاءِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَ یَدُلُّ عَلَیْہِ مَا عِنْدَ الطَّبْرَانِیْ وَ اَبِی الشَّیْخِ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ یُعَقُّ عَنْہُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ یعنی جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ عقیقہ میں گائے بکری جائز ہے اور جمہور کا یہ مذہب بلا دلیل نہیں ہے بلکہ طبرانی اور ابو الشیخ اصبہانی کی وہ روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اس کی صریح دلیل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچہ کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اونٹ سے اور گائے سے اور بکری سے کذا فی فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۲۲ ص۲۸۰۔

نیز مولوی ابو القاسم محمد عبد الغنی اپنی کتاب تذکرۃ الحسنیٰ کے ص۱۸۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ (عقیقہ) میں گائے اور شتر بھی جائز ہے۔ اور ساتواں حصہ گائے کا مثل ایک بکری کے ہے۔ اگر مثلاً تین بیٹے اور ایک بیٹی کا عقیقہ ساتھ کرنا چاہیں تو ایک شتر یا گائے کفایت کرتا ہے۔ کیونکہ تین بیٹے کے چھ جانور اور ایک بیٹی کا ایک تو اب سات ہوئے اور ایک شتر[1] یا گائے حکم سات بکری کا حکم رکھتا ہے۔ انتہی۔

نیز مولوی محمود حسن صاحب حنفی دیوبندی کے شاگرد نے اپنے رسالہ "فتاویٰ محمدی" کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ اگر ایک گائے میں چھ شخص قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور ساتواں شخص اپنے بچہ کے عقیقہ کے لئے شریک ہو جائے تو جائز ہے۔

عقیقہ کے اندر گائے بیل میں حصے۔ سوال (۲۳۹) عقیقہ میں ایک گائے یا بیل ایک ہی بچہ کی طرف سے ہو سکتی ہے یا زیادہ کی طرف سے بھی؟ (اللہ دیا از دہلی)

جواب (۲۳۹) اس کا جواب مندرجہ بالا جواب میں ضمناً بیان ہو چکا ہے نیل الاوطار ص۲۷ جلد ۴ میں مرقوم ہے وَ ذَکَرَ الرَّافِعِیُّ اَنَّہٗ یَجُوْزُ اشْتِرَاکُ سَبْعَۃٍ فِی الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ کَمَا فِی الْاُضْحِیَّۃِ وَ لَعَلَّ مَنْ جَوَّزَ اشْتِرَاکَ عَشَرَۃٍ ھُنَاکَ یُجَوِّزُ ھُنَا یعنی سات اور دس حصوں کا اشتراک جیسا قربانی کے اونٹ اور گائے میں جائز ہے ایسا ہی عقیقہ میں جائز ہے۔ نیز فتح الباری میں بایں الفاظ موجود ہے وَ ذَکَرَ الرَّافِعِیُّ بَحْثًا اَنَّھَا تَتَاَدّٰی بِالسَّبْعِ کَمَا فِی الْاُضْحِیَّۃِ فقط

مفتی، ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار آمین ثم آمین

---

[1] حدیث کی رو سے شتر یعنی اونٹ دس بکری کا حکم رکھتا ہے کما ھو لیس بخفی علی قارئ الکتاب والسنۃ ۱۲ منہ

عقیقہ اور قربانی کے شرائط۔ سوال نمبر ۲۴۲ عقیقہ کی قربانی کے شرائط مثل شرائط اضحیہ کے ہیں یا نہیں؟
(سائل مولانا خضر الدین رنگ پوری)

جواب نمبر ۲۴۲ عقیقہ کے جانور کے لئے وہ شرائط جو قربانی کے جانور کے لئے احادیث میں معین و مذکور ہیں میری نظر سے کسی حدیث میں نہیں گزرے۔ صرف موطاء امام مالک کے صفحہ ۱۸۶ میں امام مالک کا اپنا عندیہ درج ہے جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھی بات ہے عقیقہ کا جانور بھی مثل جانور قربانی کے ہو وہ بھی بطور افضلیت کے نہ بطور شرط کے کیونکہ اگر عقیقہ و اضحیہ میں من کل الوجوہ مساوات شرط ہوتی تو ضرور احادیث میں مذکور ہوتی یا محدثین اپنی تبویب میں صراحۃً یا اشارۃً بیان کرتے۔ بالفرض اگر عقیقہ کو مشروط بشرائط اضحیہ بجانب خود قرار دیا بھی جائے تو آیت شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ کے مستحق ہونے کے علاوہ الدِّيْنُ يُسْرٌ اور مَا جَعَلَ عليكم فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ وغیرہ ادلہ شرعیہ و قوانینِ نبویہ کا خلاف لازم آتا ہے۔ گو بعض احناف نے لکھا ہے کہ (عقیقہ کے جانور میں سب شرطیں وہی ہیں جو قربانی کے جانور میں ہیں) ملاحظہ ہو فتاوی محمدی مع شرح دیوبندی مطبوعہ افضل المطابع دہلی، مگر یہ لکھنا بلا دلیل و بلا سند ہے۔ اور اظہر من الشمس ہے کہ ہر دعویٰ بلا دلیل معطل و بیکار ہوا کرتا ہے۔ احادیث میں جس قدر تتبع کیا گیا ہے شاۃ اور شاتین یا کبشا اور کبشین ہی کا لفظ آتا ہے اسی واسطے نیل الاوطار جلد ۴ میں مرقوم ہے وَقَدِ اسْتُدِلَّ بِاطلاق الشَّاتَيْنِ عَلٰى عَدَمِ الْاِشْتِرَاطِ وَهُوَ الْحَقُّ لٰكِنْ لَا لِهٰذَا الْاِطْلَاقِ بَلْ لِعَدَمِ وُرُوْدِ مَا يَدُلُّ هٰهُنَا عَلٰى تِلْكَ الشُّرُوْطِ وَالْعُيُوْبِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْاُضْحِيَّةِ وَهِيَ اَحْكَامٌ شَرْعِيَّةٌ لَا تَثْبُتُ بِدُوْنِ دَلِيْلٍ وَقَالَ الْمَهْدِيُّ فِي الْبَحْرِ مَسْئَلَةُ الْاِمَامِ يَحْيٰى وَيُجْزِئُ عَنْهَا مَا يُجْزِئُ عَنْ اُضْحِيَّةٍ بَدَنَةٍ اَوْ بَقَرَةٍ اَوْ شَاةٍ۔ یعنی عقیقہ کے لئے احادیث میں اطلاق شاۃ کا عدم اشتراط پر دال ہے اور یہی بات حق ہے کیونکہ شرائط اور عیوب قربانی کو عقیقہ کے لئے لازم کرنے میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔ اور احکام شرعیہ بلا دلیل محض رائے قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری پ ۲۲ میں مسطور ہے حَيْثُ قَالَ۔ وَاسْتُدِلَّ بِاِطْلَاقِ الشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ عَلٰى اَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فِي الْعَقِيْقَةِ مَا يُشْتَرَطُ فِي الْاُضْحِيَّةِ وَفِيْهِ وَجْهَانِ لِلشَّافِعِيَّةِ وَاَصَحُّهُمَا يُشْتَرَطُ وَهُوَ بِالْقِيَاسِ لَا بِالْخَبَرِ یعنی عقیقہ کے جانور کے لئے وہ شرط نہیں ہے جو قربانی کے جانور کے لئے ہے کہ کان کٹا۔ یا سینگ ٹوٹا وغیرہ نہ ہو۔ شافعی مذہب والے اپنے قیاس سے شرط لگاتے ہیں کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔ نیز سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد ثانی میں مرقوم ہے وَفِي اِطْلَاقِ لَفْظِ الشَّاةِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهَا مَا يُشْتَرَطُ فِي الْاُضْحِيَّةِ وَمَنِ اشْتَرَطَهَا فَبِالْقِيَاسِ یعنی عقیقہ کے لئے وہ شرطیں نہیں ہیں جو قربانی کے لئے ہیں اور شرط لگانے والے کے پاس قیاس ہی قیاس ہے۔ کوئی شرعی دلیل نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس فتاوی نذیریہ جلد ثانی کے صفحہ ۴۴۹ میں مسطور ہے جن جن عیوب سے جانور قربانی کا مبرا یعنی پاک ہونا ضروری ہے جس کی تفصیل گزر چکی ان سے جانور عقیقہ کا مبرا ہونا نہیں۔ کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ بعدہٗ وہی نیل الاوطار والی روایت استدلالاً پیش کی ہے جس پر مولانا محمد یٰسین صاحب رحیم آبادی، مولانا حمید اللہ صاحب میرٹھی، مولانا محمد طاہر صاحب سلہٹی، مولانا محمد عبید اللہ صاحب مصنف تحفۃ الہند، مولانا حفیظ اللہ صاحب و مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوری و والدی ماجدی مرشدی الی اللہ التواب مولانا ابو محمد عبد الوہاب اعظم اللہ لنا و لہ الاجر و الثواب

فی یوم الحساب محی السنۃ قاطع الشرک والبدعۃ وحضرت العلامہ مولانا نذیر حسین اعطاہ اللہ اجر الدارین وغیرہ اجلہ علماء کی مواہیر و دستخط ثبت ہیں۔

محرم عورتوں سے سلام و مصافحہ۔ سوال (۲۴۱) محرم عورتیں یعنی ماں بہن، دادی، نانی، ساس وغیرہ سے سلام مصافحہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ (سائل موصوف)

جواب (۲۴۱) سلام کلام ممتنع نہیں۔ مصافحہ و معانقہ کہیں صراحۃً ثابت نہیں مَنِ ادَّعٰى خِلَافَہٗ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ۔

متفرق مسبوقین۔ سوال (۲۴۲) چند مسبوقین متفرق جگہ ہیں متفرق حالت یعنی کسی کو ایک رکعت پڑھنی ہے اور کسی کو دو رکعت۔ ان مسبوقین میں سے ایک شخص یا دو شخص خود ساختہ امام نے ایک ہی ساتھ تکبیر بلند کیا۔ باقی مسبوقین میں سے کسی نے کسی کی اقتدا کی اور کسی نے کسی کی اقتدا کی۔ اور امام کو دو رکعت پڑھنی ہیں۔ اور مقتدی کو ایک رکعت۔ اس طرح متفرق جگہ میں قِسم قِسم کی تبدیل و تغیر کے ساتھ نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مولانا مذکور)

جواب (۲۴۲) نفس مسئلہ یعنی مسبوق کی امامت کتبِ حدیث میں ثابت و موجود ہے مگر ہیئت کذائیہ ثابت نہیں۔ ایک امام ہونا چاہیئے اور جس شخص کی ایک رکعت باقی ہو اس کو دو رکعت والے کی اقتدا جائز نہیں۔ کیونکہ ایسے شخص کی اقتدا کرنے والے کی نماز میں اضافہ لازم آئے گا یعنی بجائے دو کے تین، اور تین کی چار اور چار کی پانچ رکعتیں ہو جائیں گی جو ہرگز درست نہیں۔

چاول سے صدقہ فطر۔ سوال (۲۴۳) صدقہ فطر دھان یا چاول سے دینا درست ہے یا نہیں (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۴۳) فضیلت تو اسی میں ہے کہ اشیاء معینہ فی الحدیث سے دے۔ ورنہ جیسے اشیاء مذکورہ فی الحدیث کی قیمت دے سکتا ہے ایسے ہی اگر کسی نے اس کے موازی کوئی غلہ مثل دھان چاول وغیرہ سے بنا بریں حدیث صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اور اَلدِّیْنُ یُسْرٌ اپنی سہولت اور آسانی کیلئے دے دیا تو کہیں شریعت نے منع بھی کیا۔

مروجہ میلاد النبی۔ سوال (۲۴۴) اب یہ رواج ہو چلا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کی خوشی میں محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں اور شیرینی وغیرہ اہلِ محفل کو تقسیم کی جاتی ہے اور اس کا نام عید میلاد النبی قرار دیا گیا ہے شرعیہ فعل کیسا ہے؟

(محمد عبد الکریم محمدی کندوکوری مدرس مدرسہ محمدیہ صوبہ مدراس)

جواب (۲۴۴) ربیع الاول وغیرہ میں محفل میلاد مروجہ کا انعقاد بعض وجوہات کی بنا پر صریح بدعت اور قیام تعظیمی وغیرہ کی وجہ سے شرک ہے۔ عید میلاد النبی کے جلسے کرنا، یوم النبی وغیرہ کے نام سے ایام ولادت کی تعظیم و تکریم کرنا، ان میں خلافِ شرع افعال کا بجا لانا، احداث فی الدین کے علاوہ غیر قوموں کے ساتھ مشابہت کرنا ہے۔ حدیث میں ہے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعًا موجود ہے مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ

یعنی دین میں نئے کام نکالنے والا مردود ہے بایں وجہ عید میلاد النبی وغیرہ کا وجود ازمنہ خیر القرون میں عمل میں نہیں آیا۔ باوجودیکہ اصحاب قرونِ ثلاثہ غایت درجہ کے محبِّ رسول و عاشقِ نبی و طالب خیر تھے قَالَ ابْنُ الْحَاجِّ فِی الْمَدْخَلِ وَمِنْ جُمْلَةِ مَا اَحْدَثُوْهُ مِنَ الْبِدَعِ مَعَ اعْتِقَادِهِمْ اَنَّ ذَالِكَ مِنْ اَكْثَرِ الْعِبَادَاتِ وَاِظْهَارِ الشَّعَائِرِ مَا يَفْعَلُوْنَهٗ فِیْ شَهْرِ الرَّبِيْعِ الْاَوَّلِ مِنَ الْمَوْلِدِ وَقَدِ احْتَوٰى ذَالِكَ عَلٰى بِدَعٍ وَّمُحَرَّمَاتٍ اِنْتَهٰى ۔ یعنی علامہ ابن الحاج اپنی کتاب مدخل میں رقم طراز ہیں کہ ان بدعتیوں نے بہت سی باتیں دین میں بغرض عبادت وشعار اسلام بجانبِ خود ایجاد کی ہوئی ہیں منجملہ ان کے ربیع الاول کے مہینے میں محفلِ میلاد کا انعقاد بھی ہے جو بہت سی بدعتوں اور محرمات کو شامل ہے ۔ وَقَالَ تَاجُ الدِّيْنِ الْفَاكِهَانِيْ فِیْ رِسَالَتِهٖ لَا اَعْلَمُ لِهٰذَا الْمَوْلِدِ اَصْلًا فِیْ كِتَابٍ وَّ سُنَّةٍ وَلَا يُنْقَلُ عَمَلُهٗ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الَّذِيْنَ هُمُ الْقُدْوَةُ فِی الدِّيْنِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِاٰثَارِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ بَلْ هُوَ بِدْعَةٌ اَحْدَثَهَا الْبَطَّالُوْنَ وَشَهْوَةُ نَفْسٍ اِعْتَنٰى بِهَا الْاَكَّالُوْنَ اِنْتَهٰى ۔ یعنی علامہ تاج الدین فاکہانی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اس مولودِ مروجہ کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ امت کے علماء متبعین متقدمین سے اس کا عمل منقول ہوا ہے بلکہ یہ تو بدعت ہے جھوٹوں اور خواہشاتِ نفسانی کے مقلدوں نے صرف اپنے کھانے پینے کے لئے اسے نکالا ہے ۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ۔

(مفتی) ابو محمد کفاہ الصمد

نمائش اور دنگل وغیرہ ۔ سوال (۲۴۵) ایسے اجتماع میں جن میں کسی قسم کا مذہبی تعلق نہ ہو جیسے پہلوانوں کے دنگل کرکٹ میچ فٹ بال کے مقابلے، فوجوں کی قواعد اور نمائش جس میں کہ مختلف اقسام کی اشیاء جمع کر کے نبلائی جاتی ہیں، مسلمانوں کو دیکھنے جانا جائز ہیں یا نہیں؟

(سائل مولوی عبدالکریم صوبہ مدراس)

جواب (۲۴۵) عموماً ایسے اجتماع لہو ولعب، کھیل کود، تماشوں کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں جن میں ڈھول ڈھمکے باجے گاجے وغیرہ بھی ضرور ہوتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں لہٰذا ان میں شرکت کرنا ٹھیک نہیں ۔ ہاں بعض مقامات میں جو ممنوعاتِ شرعیہ سے مبرا ہوں ۔ کسی دینی یا تجارتی غرض سے اُس وقت جا سکتا ہے جب کہ اس کا جانا نماز روزے وغیرہ امورِ دینیہ میں غفلت کا باعث نہ ہو اور وہاں جا کر کسی گناہ کا مرتکب نہ ہونا پڑے ۔ وَاِلَّا فَلَا ۔

شادی میں ناچ گانا کرانا ۔ سوال (۲۴۶) سرمایہ نقد ہوتے ہوئے اور پھر شادی میں رسومات مثلاً رت جگا ۔ ڈومنی کا گانا ۔ یا ناچنے والی عورت کو اُجرت دیکر ناچ گانا وغیرہ کرانا ۔ کہاں تک صحیح ہے ۔ دیگر ایسی رسومات کے ہوتے ہوئے اہلحدیث کو دعوت کھانا اور کسی رسوم میں شامل ہونا کیسا ہے اور کس طرح شریک ہو ؟

(حبیب اللہ جالندھری راجہ کوٹھی)

جواب (۲۴۶) سرمایہ نقد ہو یا نہ ہو یہ جملہ رسومات عند الشرع سخت معیوب وممنوع ہیں ادنیٰ کہیں تک بھی صحیح نہیں ۔ انہی کی وجہ سے آج مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں ۔ شادی غمی کی رسوماتِ قبیحہ و افعالِ شنیعہ میں اپنا سینکڑوں روپیہ برباد کر کے جہنم خریدتے ہیں ۔ العیاذ باللہ ۔ خلافِ شرع رسومات میں شریک ہونا بھی ممنوع ہے اگر تبلیغ وغیرہ کی نیت سے جائے تو اور بات ہے ۔

مسئلہ حیات النبی۔ سوال ۲۴۷، لوگوں میں مشہور ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وجود باوجود کے ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اگر روضہ کے قریب کوئی التجا یا درود پڑھا جائے تو حضور بنفس نفیس سنتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے۔؟ (سائل مذکور)

جواب ۲۴۷، اہلِ قبور سے عام اس کے کہ انبیاء ہوں یا اولیاء بغرض جلب منفعت یا دفع مضرت التجا، یا فریاد کا کرنا قطعاً حرام اور شرک ہے۔ ہر ایک کی فریاد اور التجا کا سننے والا وہی اکیلا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسی ہی ہے جیسی کہ حدیث میں آئی ہے چنانچہ ابن ماجہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔ یہ معنی ہیں زندگی کے کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے اور ان کو مٹی نہیں کھاتی اور روح ہر ایک کی زندہ ہے فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روح اور جسم دونوں صحیح و سالم رہتے ہیں اور اوروں کی صرف روح۔ اور بموجب اس حدیث رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ۔ انبیاء علیہم السلام کے جسم میں روح آتی جاتی ہے۔ اور جس طرح کی زندگی اور حیات النبی، مولوئیے اور بدعتی لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور ہماری کل مرادیں پوری کرتے ہیں اور مجلس مولد میں آپ تشریف لاتے ہیں چنانچہ اسی خیال باطل کے مطابق وہ قیام تعظیمی بجا لاتے ہیں جو قطعاً حرام اور شرک ہے۔ تو یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان اور جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے ہرگز ایسا ثابت نہیں ہاں صرف اتنا کہنا کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں بیشک ٹھیک ہے۔

چالیسویں پر ایصالِ ثواب کے لئے قرآن۔ سوال ۲۴۸، احناف میں سے بعض اہلِ علم میت کے چالیسویں پر قرآن شریف بہ نیت ایصالِ ثواب پڑھتے ہیں کیا یہ کتاب و سنت اور تعامل صحابہ سے ثابت ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب ۲۴۸، کتاب و سنت و تعامل صحابہ سے یہ فعل بہ ہیئت کذائیہ بالکل ثابت نہیں تیجہ، دسواں چالیسواں کرنا، کرانا بدعت ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَّکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ یعنی دین میں نئے کاموں سے بچو۔ پس تحقیق ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم رسید کرنے والی ہے۔

خطیب کو غلطی پر دورانِ خطبہ اصلاحاً روکنا۔ سوال ۲۴۹، اگر کوئی مولوی خطبہ جمعہ یا کسی جلسے میں خلافِ حدیث یا قرآن مسئلہ بیان کرے تو کیا سامعین میں سے کوئی اُس وقت مُقرر کو روک سکتا ہے یا اکیلے میں کہے؟ (سائل محمد شریف کپور تھلوی)

جواب ۲۴۹، بغرض اصلاح اُسی وقت کہہ سکتا ہے شرعاً کوئی حرج نہیں۔

قرآن کو چومنا۔ سوال ۲۵۰، لوگ جو تلاوت کرتے وقت قرآن مجید کو بوسہ دیتے ہیں درست ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب ۲۵۰، ہر دو فعل ثابت نہیں۔ خلافِ سنت و تعاملِ صحابہ ہیں۔

کیا شراب دواءً استعمال کر سکتے ہیں۔ سوال (۲۵۱) نمونیہ کی بیماری میں ڈاکٹر مریض کو شراب بطور دوا تھوڑی سی پلاتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں جب کہ شراب سے صحت کا یقین ہو استعمال کرنا جائز ہے۔ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۵۱) شراب دوا نہیں بلکہ داء (بیماری) ہے اس کا قلیل، کثیر استعمال دونوں حرام ہیں حدیث میں ہے مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ یعنی جس چیز کے زیادہ استعمال سے نشہ آوے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ شراب کو بطور دوا کے استعمال کرنا غلط اور حدیثِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ اُمَّتِیْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْھِمْ یعنی اللہ تعالٰی نے حرام چیزوں میں شفاء نہیں رکھی لہٰذا ایسی اشیاء کو قصداً بطور دوا کے استعمال کرنا اور ان میں صحت کا یقین رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ (مفتی) ابو محمد کفاہ الصمد)

عورتوں کو موباف باندھنا۔ سوال (۲۵۲) آج کل عورتوں میں عام رواج ہو رہا ہے کہ اپنے سر کے بالوں میں لمبے لمبے پشم کے کلاوے (چٹلے) گوندھتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(ماسٹر محمد شریف کپورتھلوی)

جواب (۲۵۲) عورتوں کو بال منتشر و پراگندہ ہونے کے خوف سے چوٹی میں کوئی معمولی دھجی یعنی موباف باندھنا تو جائز ہے مگر یہ لمبے لمبے کلاوے یا چٹلے باندھنا جائز نہیں (ابوداؤد) مفتی ابومحمد

بصورت نقد کم اور اُدھار میں زیادہ قیمت۔ سوال (۲۵۳) آج کل مشین کمپنیاں سلائی کی مشین یک صد پچیس روپے نقد لے کر فروخت کر رہی ہیں۔ ایک شخص وہی مشین اُن سے اُدھار طلب کرتا ہے اُس کو وہ کمپنی یک صد اَسّی روپے سے فروخت کرتی ہے کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک شخص کو ہم ایک چیز نقد دام لے کر ایک روپے میں فروخت کرتے ہیں اور دوسرے شخص کو وہی چیز دو روپے دائی اسی وقت بطور اُدھار ڈیڑھ روپے میں مثلاً کر فروخت کرتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے کوئی واقعہ صراحتاً ایسا ہونا چاہئے جس سے جواز اور غیر جواز ثابت ہو۔ (سائل حکیم ابوالصمصام جھنگوی)

جواب (۲۵۳) اگر بائع نقد کی صورت یا اُدھار کی صورت کو متعین کر کے فروخت کرے تو یہ بیع شرعاً جائز و درست ہے یعنی بائع بیچنے کے وقت مشتری (خریدار) سے کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس چیز کو نقد ایک روپے کی فروخت کرتا ہوں یا یوں کہے کہ اس چیز کو اُدھار ڈیڑھ روپے یا دو روپے کی بیچتا ہوں اور مشتری دونوں صورتوں میں سے صورت اول و ثانی کو منظور کر لے، اور اسی پر بائع و مشتری کے مابین بات طے ہو جائے تو جائز و درست ہے بِعُمُوْمِ الْاَدِلَّۃِ الْقَاضِیَۃِ بِجَوَازِہٖ وَلِوُرُوْدِ النَّصِّ فِیْہِ مِنَ السَّلَفِ اور اگر نقد کی یا اُدھار کی صورت بائع و مشتری کے درمیان خاص و متعین نہ ہو بلکہ مجمل و مبہم رہے تو اس طرح کی بیع ناجائز و ممنوع ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَۃٍ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَۃٍ اَنْ یَّقُوْلَ اَبِیْعُکَ ھٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَۃٍ وَبِنَسِیْئَۃٍ بِعِشْرِیْنَ وَلَا یُفَارِقُہٗ عَلٰے

لہ اَخْرَجَہٗ اَیْضًا اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَصَحَّحَہُ التِّرْمِذِیُّ کَذَا فِی النَّیْلِ ص ۱۲ ج ۵ - ۱۲ منہ

اَحَدِ الْبَیْعَتَیْنِ فَاِذَا فَارَقَہٗ عَلٰی اَحَدِھِمَا فَلَا بَاْسَ اِذَا کَانَتِ الْعُقْدَۃُ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمَا وَعَنْ سِمَاکٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَفْقَتَیْنِ فِیْ صَفْقَۃٍ قَالَ سِمَاکٌ ھُوَ الرَّجُلُ یَبِیْعُ الْبَیْعَ فَیَقُوْلُ ھُوَ بِنَسَاءٍ بِکَذَا وَھُوَ بِنَقْدٍ بِکَذَا وَکَذَا یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے بعض اہل علم نے اس کی تفسیر بایں الفاظ کی ہے کہ (مثلاً) بائع کہے کہ میں کپڑا تجھ کو دس درہم میں نقد دیتا ہوں اور اُدھار بیس درہم کا بیچتا ہوں اور خریدار نے دونوں صورتوں میں سے ایک صورت اختیار نہیں کی۔ پس جب ایک صورت متعین ہو جائے اور اسی پر بائع و مشتری کے مابین مفارقت واقع ہو تو جائز و درست ہے۔

نیز یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْۤا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ الایۃ بھی بعمومہا اس کے جواز پر دال ہے۔ نیز حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا کے متعلق علامہ امام شوکانی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۵ ص۱۲ میں رقم طراز ہیں وَاَخْرَجَہٗ اَیْضًا الشَّافِعِیُّ وَمَالِکٌ فِیْ بَلَاغَاتِہٖ وَحَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَوْرَدَہُ الْحَافِظُ فِی التَّلْخِیْصِ وَسَکَتَ عَنْہُ وَقَالَ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُ اَحْمَدَ ثِقَاتٌ وَاَخْرَجَہٗ اَیْضًا الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عِنْدَ الدَّارِ قُطْنِیِّ وَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ۔ قَوْلُہٗ مَنْ بَاعَ بَیْعَتَیْنِ فَسَّرَ سِمَاکٌ بِمَا رَوَاہُ الْمُصَنِّفُ عَنْ اَحْمَدَ عَنْہُ وَقَدْ وَافَقَہٗ عَلٰی مِثْلِ ذٰلِکَ الشَّافِعِیُّ فَقَالَ بِاَنْ یَّقُوْلَ بِعْتُکَ بِاَلْفٍ نَقْدًا اَوْ اَلْفَیْنِ اِلٰی سَنَۃٍ فَخُذْ اَیَّھُمَا شِئْتَ اَنْتَ وَشِئْتُ اَنَا وَنَقَلَ ابْنُ الرِّفْعَۃِ عَنِ الْقَاضِیْ اَنَّ الْمَسْئَلَۃَ مَفْرُوْضَۃٌ عَلٰی اَنَّہٗ قَبِلَ عَلَی الْاِبْھَامِ اَمَّا لَوْ قَالَ قَبِلْتُ بِاَلْفٍ نَقْدًا اَوْ بِاَلْفَیْنِ بِالنَّسِیْئَۃِ صَحَّ۔ خلاصہ عبارت ہذا کا یہی ہے کہ بائع یعنی بیچنے والا یہ کہے کہ میں یہ چیز ایک ہزار کی نقد دیتا ہوں اور ایک سال کے ادھار پر دو ہزار کی دیتا ہوں اور مشتری کہے کہ میں نے یہ چیز ایک ہزار کی نقد لی یا اُدھار دو ہزار کی لے لی۔ الغرض دونوں صورتوں اور دونوں قیمتوں میں سے ایک صورت اور ایک قیمت متعین ہو گئی۔ تو یہ بیع صحیح و جائز ہے۔ نیل جلد ۵ ص ۱۲ میں مرقوم ہے کہ شوافع و احناف اور زید بن علی اور موید باللہ اور جمہور علماء جواز کے قائل ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں وَالْعِلَّۃُ فِیْ تَحْرِیْمِ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَۃٍ عَدَمُ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ فِیْ صُوْرَۃِ بَیْعِ الشَّیْءِ الْوَاحِدِ بِثَمَنَیْنِ یعنی ایک چیز کو دو بھاؤ کے ساتھ فروخت کرنا اسی وقت حرام و ممنوع ہے۔ جبکہ اس میں استقرار ثمن مفقود ہو اور شیئے واحد کی دو قیمتیں بتا کر اس کو مبہم چھوڑ دیا جائے جس سے بائع و مشتری کے مابین منازعت و مناقشت پیدا ہو جائے ——— اس سے معلوم ہوا کہ اگر استقرار ثمن کا فقدان نہیں بلکہ وجدان ہو یعنی کسی شیئے کی دو قیمتوں (نقد و ادھار) میں سے ایک قیمت بائع و مشتری کے مابین متعین ہو جائے تو جائز ہے۔ وَلَا حَرَجَ فِیْہِ۔ نیز تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی جلد ۲ ص۲۳۶ میں مرقوم ہے بِاَنْ قَالَ الْبَائِعُ اَبِیْعُکَ ھٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَۃٍ وَبِنَسِیْئَۃٍ بِعِشْرِیْنَ فَقَالَ الْمُشْتَرِیْ اشْتَرَیْتُہٗ بِنَقْدٍ بِعَشَرَۃٍ ثُمَّ نَقَدَ عَشَرَۃَ دَرَاھِمَ فَقَدْ صَحَّ ھٰذَا الْبَیْعُ وَکَذٰلِکَ اِذَا قَالَ الْمُشْتَرِیْ اشْتَرَیْتُہٗ بِنَسِیْئَۃٍ بِعِشْرِیْنَ وَفَارَقَ الْبَائِعَ عَلٰی ھٰذَا صَحَّ الْبَیْعُ لِاَنَّہٗ لَمْ یُفَارِقْہُ عَلَی اِبْھَامٍ وَعَدَمِ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ بَلْ فَارَقَہٗ عَلٰی وَاحِدٍ مُّعَیَّنٍ مِّنْھُمَا وَھٰذَا التَّفْسِیْرُ قَدْ رَوَاہُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنْ سِمَاکٍ الخ۔ مقصد عبارت ہذا کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ فتاوی نذیریہ جلد ثانی میں بھی مسئلہ ہذا کی توضیح کی گئی ہے۔

اگر مزید بحث مطلوب و منظور ہو تو علامہ امام شوکانی کا رسالہ شفاء الغلل فی حکم زیادۃ الثمن بمجرد الاجل ملاحظہ ہو رسالہ ہذا کے متعلق علامہ موصوف کا خود اپنا قول ہے کہ وَقَدْ جَمَعْنَا رِسَالَةً فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَحَقَّقْنَاهَا تَحْقِيْقًا لَمْ نُسْبَقْ اِلَيْهِ۔ نیز سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد ثانی کے صـ۸ میں مرقوم ہے وَعِلَّةُ النَّهْيِ عَلَى الْاَوَّلِ عَدَمُ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ یعنی بیع ھذا میں ممانعت کی وجہ قیمت کا طے نہ ہونا ہے۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد دوم کے صـ۱۷ میں مسطور ہے کہ این بیع فاسد ہے زیرا کہ در وی ابہام و تعلیق است یعنی ایک بیع میں دو بہاؤ کرنا اس وقت ممنوع و فاسد ہے جب کہ اس میں ابہام و تعلیق ہو اور بائع و مشتری کے درمیان ایک بھاؤ ایک قیمت مقرر نہ ہو۔ علت فساد وہی عدم استقرار ثمن ہے۔ ہاں اگر دونوں قیمتوں میں سے ایک قیمت اُدھار یا نقد کی طے ہو جائے تو بیشک یہ بیع جائز و صحیح ہے چنانچہ لکھتے ہیں و مذہب شافعیہ و حنفیہ و زید بن علی و جمہور جواز بیع باکثر از نرخ آں روز است بنابر ادلہ قاضیہ بجواز در سبل گفتہ و ہو الظاہر۔ نیز شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مسوی شرح مؤطا صـ۳۴۲ میں بایں الفاظ رقم طراز ہیں قُلْتُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فَسَّرُوْا الْبَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ عَلٰى وَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ يَّقُوْلَ بِعْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِعَشَرَةٍ نَقْدًا اَوْ بِعِشْرِيْنَ نَسِيْئَةً اِلٰى سَنَةٍ فَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ فَاِذَا بَاتَّهٗ عَلٰى اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ فِي الْمَجْلِسِ فَهُوَ صَحِيْحٌ لَا خِلَافَ فِيْهِ خلاصہ مطلب عبارت ہذا کا یہ ہے کہ بائع و مشتری کے مابین مجلس بیع میں ایک بات طے ہو جانے سے بیع صحیح ہو جاتی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (مفتی) ابو محمد کفاہ الصمد

ناموں کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا۔ سوال ۲۵۴ھ کیا شرعاً یہ نام درست ہیں نعمت علی، رحمت علی برکت علی، امانت علی۔ طفیل محمد، خورشید احمد، فرید بخش، میران بخش، پیر بخش، عبد النبی، غلام رسول، جالندھر کی طرف مولوی غلام رسول بڑے بھاری عالم و ولی گزرے ہیں بمطابق خیال مردمان علاقہ۔ (ماسٹر محمد شریف کیو تھلوی)

جواب ۲۵۴ھ اسمائے مذکورہ شرعاً نادرست ہیں۔ بعض میں تزکیۂ نفس اور بعض میں شرک کی تلطیخ و تلویث ہے۔ بعض صریح شرک ہیں اور بعض مشابہ شرک —— قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ یعنی تزکیہ نفوس سے بچو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کے نام محض تزکیہ نفس اور بعض کے شرک فی التسمیہ کی وجہ سے تبدیل کرا دیئے تھے كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَاهِرِ الْكُتُبِ وَالسُّنَّةِ لَا سِيَّمَا عَلَى الَّذِيْنَ يُطَالِعُوْنَ كُتُبَ التَّوْحِيْدِ وَيَدْرُسُوْنَهَا۔ چنانچہ کتاب دین الخالص ج ا صـ۳۲۱ میں موجود ہے فَمَنْ سَمّٰى وَلَدَهٗ بِاسْمٍ فِيْهِ تَزْكِيَةُ النَّفْسِ اَوِ الْاِضَافَةُ اِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَدْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ وَبَعُدَ عَنْ مَنَازِلِ التَّوْحِيْدِ وَقَدْ غَيَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَآءَ جَمَاعَةٍ مِّنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فِيْ اَقَلَّ وَاَدْوَنَ مِنْ هٰذَا كَمَا فِيْ حَدِيْثِ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّيْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ سَمُّوْهَا زَيْنَبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى كَرَاهَةِ التَّسْمِيَةِ بِمِثْلِ مُحْيِ الدِّيْنِ وَقُطْبِ الدِّيْنِ وَفَخْرِ الدِّيْنِ وَعَظِيْمِ الدِّيْنِ وَنَحْوِهَا لِوُجُوْدِ التَّزْكِيَةِ فِيْ ذٰلِكَ یعنی جس کسی نے اپنی اولاد کا ایسا نام رکھا جس میں تزکیہ و تقدیس نفس ہو یا غیر اللہ کی طرف مضاف ہو (جیسا کہ اسماء مذکورہ فی السوال حضرت علیؓ کی طرف مضاف وہ منسوب ہیں۔ یا جیسے لطف علی، کرم علی، فیض علی، فیض محمد، ظل عباس، غلام احمد، نیض احمد وغیرہ اسماء میں اضافتیں ہیں) پس یقیناً اس نے گناہ کیا۔ اور توحید کی منزلوں سے دور جا پڑا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس سے بھی معمولی وجوہات کی بنا پر

صحابہ کی ایک جماعت مرد و عورتوں کے نام تبدیل کرا دیئے تھے چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی دختر زینب سے موجود ہے کہ میرا نام برّہ تھا (یعنی نیک بخت) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نفسوں کو پاک کہہ کر اپنے منہ سے میاں مٹھو مت بنو۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے نیک بخت کون ہے۔ اس کا نام زینب رکھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فخر الدین۔ قطب الدین، محی الدین، عظیم الدین، شمس الدین، قمر الدین، نجم الدین غیاث الدین، اللہ دین وغیرہ نام رکھنے بوجہ تزکیہ نفس کے مکروہ ہیں۔ نیز کتاب مذکور کے ص۳۲۲ میں بعد ذکر احادیث الکثیرہ مرقوم ہے وَفِي الْبَابِ اَحَادِيثُ دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّهُ يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ اَنْ يُّسَمِّيَ اَوْلَادَهُ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ هِيَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَرْشَدَ اِلَيْهَا رَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا يُسَمِّيْهِمْ بِمَا فِيْهِ التَّزْكِيَةُ اَوِ الْقَبَاحَةُ اَوِ الْاِشْكَالُ اَوْ مَا فِيْهِ رَائِحَةُ الشِّرْكِ وَقَدْ غَلَا النَّاسُ فِي الْاَسَامِيْ اِلٰى اَنْ جَعَلُوْهَا شِرْكًا خَالِصًا فَسَمُّوا الْاَوْلَادَ بِعَبْدِ الْحُسَيْنِ وَبِغُلَامِ فُلَانٍ وَمَعْنَى الْغُلَامِ فِيْ عُرْفِهِمُ الْعَبْدُ فَصَارُوْا بِذٰلِكَ مُشْرِكِيْنَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔

یعنی اکثر احادیث اس امر پر دال ہیں کہ مسلمان کو تو یہی لائق ہے کہ اپنی اولاد کے نام ایسے رکھے جو اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہوں (جیسے عبد اللہ و عبد الرحمٰن) اور جن کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہدایت کی ہو اور ایسے نام قطعاً نہ رکھے جس میں نفس کی پاکی اور بُرائی یا کوئی قباحت و اشکال شرعی یا شرکیہ بو پائی جاتی ہو۔ بیشک عوام الناس نے نام رکھنے میں بہت کچھ غلو کیا ہوا ہے حتیٰ کہ خالص شرکیہ نام رکھنے لگے مثلاً عبد الحسین اور غلام فلاں اور غلام کے معنی ان کے عرف میں عبد کے ہیں۔ پس ایسے نام رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ مشرک ہو گئے۔ اور خداوند تعالیٰ کی کچھ قدر نہ جانی ــــ پس عبارت مذکورہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ اسماء مذکورہ بالا فی السوال و ماضنا!! مثلاً عبد الرسول و عبد النبی و غلام محمد، غلام نبی، غلام محی الدین، غلام جیلانی۔ یا لڑکیوں کے نام امۃ الرسول امۃ الحبیب، غلام فاطمہ، کنیز فاطمہ وغیرہ رکھنے رکھانے شرعاً ناجائز و نادرست ہیں۔ اور کسی مولوی عالم صوفی وغیرہ کا ایسا نام رکھنا کوئی حجتِ شرعیہ نہیں۔ نیز مولانا اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب نور عرفان تقویۃ الایمان میں شرک کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ " اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت بر آنے کے لئے ان کی نذر نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو انکی طرف نسبت کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے۔ کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور کوئی ان کے جینے کے لئے کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے (جیسے کہ ماہ محرم میں اکثر لوگ بچوں کو سبز رنگ کے کپڑے پہناتے ہیں) کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے۔ کوئی مشکل کے وقت کسی کی دہائی دیتا ہے۔ کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرض جو کچھ کہ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء اور انبیاء اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ انتہیٰ بلفظہٖ۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس قسم کے الفاظ سے مجتنب رہنے کی سخت تاکید کی ہے چنانچہ صحیح مسلم

میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰہُ کذا فی المشکوٰۃ فی باب الاسامی ۔ یعنی کوئی شخص اپنے زرخرید غلام اور لونڈی کو بھی عَبْدِیْ اور اَمَتِیْ نہ کہے تم سب اللہ ہی کے غلام ہو اور تمھاری تمام عورتیں اللہ ہی کی لونڈیاں ہیں ۔

تحت حدیث ہذا التقویۃ الایمان میں مرقوم ہے کہ عبدالنبی اور بندہ علی اور بندہ حضور اور پرستار خاص اور امرد پرست اور اشتہا پرست اور پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدائیگاں داتا کہہ بیٹھنا محض بیجا ہے اور نہایت بے ادبی اور ذراسی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان ومال کے مالک ہو ۔ ہم تمھارے بس میں ہیں ۔ جو چاہو کرو ۔ محض جھوٹ ہے ۔ اور شرک کی بات " نیز کتاب التوحید الذی ھو حق اللہ علی العبید سے ص ۲۹ مطبع فاروقی میں مرقوم ہے قَالَ ابْنُ حَزْمٍ اِتَّفَقُوْا عَلٰی تَحْرِیْمِ کُلِّ اسْمٍ مُعَبَّدٍ لِغَیْرِ اللّٰہِ کَعَبْدِ عُمَرَ وَ عَبْدِ الْکَعْبَۃِ وَمَا اَشْبَہَ ذٰلِکَ ۔ یعنی علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے ہر اُس نام کے حرام ہونے پر جس میں عبدیت غیر اللہ کی پائی جاتی ہو ۔ جیسے عبد عمر اور عبدالکعبہ اور جو نام بھی مثل اس کے ہو ۔

اسی اشتراک فی التسمیہ کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری ہے فَلَمَّا اٰتٰھُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَا اٰتٰھُمَا فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو چنگا بھلا بچہ دیا تو انھوں نے اس کا نام شرکیہ رکھ کر شرک فی التسمیہ کا ارتکاب کر لیا ۔ فتح البیان ج ۳ ص ۱۹ میں تحت آیت ہذا مرقوم ہے قَالَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ اِنَّہٗ جَاءَ اِبْلِیْسُ اِلٰی حَوَّاءَ وَقَالَ لَھَا اِنْ وَّلَدْتِ وَلَدًا فَسَمِّیْہِ بِاسْمِیْ فَقَالَتْ وَمَا اسْمُکَ قَالَ الْحَارِثُ وَلَوْ سَمّٰی لَھَا نَفْسَہٗ لَعَرَفَتْہُ فَسَمَّتْہُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَکَانَ ھٰذَا شِرْکًا فِی التَّسْمِیَۃِ وَلَمْ یَکُنْ شِرْکًا فِی الْعِبَادَۃِ وَلٰکِنْ قَصَدَتْ بِتَسْمِیَتِھَا الْوَلَدَ بِعَبْدِ الْحَارِثِ اَنَّ الْحَارِثَ سَبَبٌ لِنَجَاۃِ الْوَلَدِ فَمُعَاتَبَتُھَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنْ حَیْثُ اَنَّھَا نَظَرَتْ اِلَی السَّبَبِ دُوْنَ الْمُسَبِّبِ وَقَدْ رُوِیَ ھٰذَا بِطُرُقٍ وَّ اَلْفَاظٍ عَنْ جَمَاعَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ وَمَنْ بَعْدَھُمْ وَیَدُلُّ لَہٗ حَدِیْثُ سَمُرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا وَلَدَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِھَا اِبْلِیْسُ وَکَانَ لَا یَعِیْشُ لَھَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِّیْہِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَعَاشَ فَکَانَ ذٰلِکَ مِنْ وَحْیِ الشَّیْطٰنِ وَاَمْرِہٖ اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ وَاَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَالرُّوْیَانِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ وَاَبُو الشَّیْخِ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَہٗ وَابْنُ مَرْدُوْیَہْ یعنی بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر اب کی دفعہ تیرے بچہ پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام کے ساتھ رکھیو ۔ اماں حوا نے پوچھا تیرا نام کیا ہے ؟ جواب دیا میرا نام حارث ہے اگر اپنا نام ابلیس بتادیتا تو پہچان جاتیں ۔ پس حوا علیہا السلام نے دھوکہ میں آ کر بوجہ محبت پسری کے اس خوف سے کہ کہیں بچہ مر نہ جائے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے ڈانٹا کہ صرف سبب کی طرف نظر ڈالی اور مسبب کو نہ دیکھا جس سے شرک فی العبادت تو نہیں مگر شرک فی التسمیہ تو ضرور لازم آگیا یہ الفاظ بطرق متعددہ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے منقول ومروی ہیں اور حدیث مرفوع بھی بروایت سمرہ رضی اللہ عنہ اس پر دال ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حوا علیہا السلام کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے پیدا ہونے کے بعد

مرجاتے تھے ایک دن شیطان نے آکر بہکایا کہ اب کے بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبد الحارث رکھ دینا۔ تو وہ زندہ رہے گا۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے اور تحسین کی ہے اس کی امام ترمذی نے اور ابو یعلیٰ۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم رویانی۔ طبرانی اور ابو الشیخ و حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے ابن مردویہ نے "

بس قرآن مجید سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جس نام میں غیر اللہ کی طرف عبدیت و غلامیت کی اضافت ہو وہ نام بوجہ شرکیہ ہونے کے ممنوع و نامشروع ہے۔ ایسے ناموں کو فوراً بدل دینا چاہیئے جیسا کہ حدیث میں الفاظ موجود ہیں۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافِ شرع ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ نیز فتح البیان جلد مذکور کے ص۲۲۱ میں مرقوم ہے وَکَانَ ھٰذَا شِرْکًا مِّنْھُمَا فِی التَّسْمِیَۃِ یعنی حوا علیہا السلام کا اپنے بچہ کا نام عبد الحارث رکھنا اور غیر اللہ کی طرف مضاف و منسوب کرنا شرک فی التسمیہ ہے۔

غور طلب امر یہاں یہ ہے کہ جب حوا علیہا السلام کا یہ نام رکھنا شرک ہوا تو ہم تم اپنی اولاد کے ایسے نام رکھ کر کب شرک سے بچ سکتے ہیں۔ یاد رکھو شرک فی التسمیہ ہو یا شرک فی العبادت، شرک فی العادت ہو یا شرک فی العلم شریعت کے نزدیک سب قسمیں شرک کی اقبح القبائح اور کلیۃً قابلِ احتراز اور اجتناب ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ وَاَخْلَافَنَا مِنْ کُلِّ اَقْسَامِ الشِّرْکِ اَصْغَرِھَا وَاَکْبَرِھَا اٰمِیْن یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ

علامہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ تحت آیت مذکورہ اپنے ترجمہ فارسی میں رقم طراز ہیں:۔ "مترجم گوید ایں تصویریات حال آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیتِ اخلاص درست کند و چوں فرزند بوجود آید آں را فراموش سازد و در تسمیہ شراک کند منطبق بر حالِ حوا چنانکہ در حدیث صحیح آمدہ کہ حوا حاملہ شد شیطان بدلش وسواس انداخت و چوں فرزند متولد شد نام او عبد الحارث مقرر کرد۔ الیٰ قولہ واز یں دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانکہ اہلِ زمانِ ما غلام فلاں و عبد فلاں نام می نہند" یعنی یہ انسان کی حالت ہے کہ جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی امید ہوتی ہے اور حمل بوجھل ہوتا ہے تو انسان نہایت خلوصِ نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے پھر جب بفضلِ ایزدی بچہ صحیح سلامت پیدا ہو جاتا ہے تو انسان خلوص وغیرہ سب بھول جاتا ہے اور اپنی اولاد کا شرکیہ نام رکھ کر شرک فی التسمیہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے یہی حال حوا علیہا السلام کا ہوا چنانچہ صحیح حدیث میں آچکا ہے کہ جب حوا علیہا السلام حاملہ ہوئیں تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسے ڈالے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبد الحارث رکھنے سے وہ زندہ رہے گا ورنہ مرجائے گا۔ (حارث شیطان کا نام ہے۔ عبد الحارث کا معنیٰ ہوا شیطان کا غلام) حوا علیہا السلام نے بچہ کی محبت میں آکر اس کے جینے کی امید پر یہی نام رکھ دیا۔ (اس پر اللہ تعالیٰ نے ڈانٹا اور ایسے ناموں کو شرک قرار دیا جن کی اضافت و نسبت غیر اللہ کی طرف ہو) اس واقعہ سے صراحۃً معلوم ہوا کہ شرک فی التسمیہ بھی اقسام شرک میں سے ایک شرک ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانہ والے بھی اپنے بچوں کے نام غلام فلاں اور عبد فلاں (مثلاً غلام رسول، غلام محمد یا عبد الرسول و عبد النبی) رکھتے ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹے شاہ عبد القادر صاحب اپنی تفسیر موضح القرآن پ۹ سورہ اعراف میں بصفحہ ۱۴۵-۱۴۶- آیت فَلَمَّا تَغَشّٰھَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِہٖ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّھُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ○ فَلَمَّا اٰتٰھُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَا اٰتٰھُمَا فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں۔ بس جس وقت کہ ڈھانکا اور خلوت کی

آدم نے حوا سے ۔ حمل پکڑا حوا نے حمل ہلکا کہ نطفہ رحم میں آیا ۔ پس آمد رفت کرتی تھی حوا ساتھ حمل کے ۔ پس جس وقت بھاری ہوئی حوا کہ لڑکا کا پیٹ کا بڑا ہوا ۔ دعا مانگی دونوں نے پروردگار اپنے سے ۔ کہ البتہ اگر دیگا تو ہم کو بیٹا درست پیدائش ہماری صورت کا ۔ البتہ ہو دیں گے ہم شکر کرنے والوں سے ۔ پس جس وقت دیا اللہ نے آدم وحوا کو بیٹا درست بدن ۔ مقرر کیا دونوں نے واسطے اللہ سے شریکوں کو بیچ اس چیز کے کہ دی ان دونوں کو کہ نام اس کا عبدالحارث رکھا ۔ پس بلند اور پاک ہے اللہ جس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا شرک ہے ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر قسم کے شرک سے پناہ دے ۔ آمین ۔

نیز علامہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اعظم اللہ لہ الاجر والثواب اپنی تالیف کتاب التوحید میں بایں الفاظ باب منعقد کر کے کہ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا الْاٰيَةَ حدیث مندرجہ ذیل آیت ہذا کی تفسیر میں لائے ہیں عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْاٰيَةِ قَالَ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا اٰدَمُ حَمَلَتْ فَاَتَاهُمَا اِبْلِيْسُ فَقَالَ اِنِّيْ صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ اَخْرَجْتُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ لِتُطِيْعُنَّنِيْ اَوْ لَاَجْعَلَنَّ لَهٗ قَرْنَيْ اِيَّلٍ فَيَخْرُجُ مِنْ بَطْنِكِ فَيَشُقُّهٗ وَلَاَفْعَلَنَّ وَلَاَفْعَلَنَّ يُخَوِّفُهُمَا سَمِّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَاَبَيَا اَنْ يُّطِيْعَاهُ فَخَرَجَ مَيِّتًا ثُمَّ حَمَلَتْ ثُمَّ حَمَلَتْ فَاَتَاهُمَا فَذَكَرَ لَهُمَا فَاَدْرَكَهُمَا حُبُّ الْوَلَدِ فَسَمَّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَلَهٗ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ شُرَكَآءَ فِيْ طَاعَتِهٖ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ عِبَادَتِهٖ وَلَهٗ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ فِيْ قَوْلِهٖ لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا قَالَ اَشْفَقَا اَنْ لَّا يَكُوْنَ اِنْسَانًا وَذَكَرَ مَعْنَاهُ عَنِ الْحَسَنِ وَسَعِيْدٍ وَغَيْرِهِمَا یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت مذکورہ کی تفسیر یوں مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے حوا سے مقاربت کی اور وہ حاملہ ہو گئیں تو شیطان ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں تم دونوں کا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو جنت سے نکلوایا ۔ یا تم میری بات مان لو ورنہ میں اس لڑکے کے جو تمھارے پیٹ میں ہے بارہ سنگھے کے ایسے دو سینگ پیدا کر دوں گا کہ وہ نکلے گا اور تمھارا پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور میں ضرور ایسا کروں گا اور ضرور ایسا کروں گا اُن کو ڈرا ڈرا کر کہتا تھا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھنا ۔ پس دونوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ لڑکا پیٹ سے مرا ہوا پیدا ہوا ۔ اس کے بعد پھر وہ حاملہ ہوئیں ۔ اور وہ آکر پھر ویسا ہی کہنے لگا ۔ انھوں نے اس کی بات ماننے سے پھر انکار کر دیا تو دوبارہ پھر مردہ بچہ پیدا ہوا ۔ پھر جب وہ تیسری بار حاملہ ہوئیں تو پھر شیطان نے آکر اسی طرح کہنا شروع کیا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھو گے تو زندہ رہے گا ورنہ نہیں ۔ پس دونوں نے لڑکے کی محبت کی وجہ سے ہاں کر لی اور اس کا نام عبدالحارث (یعنی شیطان کا بندہ) رکھ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ڈانٹا ۔ اور فرمایا دیکھو میری چیز میں میری مخلوق کو میرا شریک ٹھیرایا ۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے اور اسی میں صحیح سند کے ساتھ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے خدا کی اطاعت میں شریک کیا ، عبادت میں نہیں ۔ (جیسا کہ آیت وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝ سے شرک فی الطاعت ثابت ہے) اور بسند صحیح اسی کتاب میں خداوند کے قول لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا کی تفسیر مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ دونوں ڈر گئے کہ کہیں یہ بچہ غیر انسان نہ ہو ۔ اور یہی مطلب بیان کیا ہے حسن اور سعید وغیرہ نے ۔ کتاب التوحید میں بعد ایراد حدیث ہذا مرقوم ہے فِيْهِ مَسَائِلُ الْاُوْلٰى تَحْرِيْمُ كُلِّ اسْمٍ مُعَبَّدٍ

لِغَيْرِ اللّٰهِ الثَّانِيَۃُ تَفْسِيْرُ الْاٰيَۃِ یعنی حدیث ہذا سے کئی مسائل ثابت ہوئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہروہ نام جس میں غیر اللہ کی عبدیت پائی جاتی ہو حرام ہے۔ دوسرا آیت کی تفسیر وتشریح۔ نیز صحیح مسلم میں بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ قومہ میں بعد رکوع کے جو دعا پڑھنی مرفوعاً ثابت ہے اس کے جملہ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ یعنی ہم سب تیرے ہی لونڈی غلام ہیں۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدیت وغلامیت کی نسبت اُسی اکیلے وحدہ لا شریک لہٗ کی طرف ہونی چاہئے نہ غیر کی طرف۔ چنانچہ والدی ماجدی شیخی وسیدی محی السنہ قامع الشرک والبدعۃ حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالوہاب صاحب تاب اللہ علیہ التواب وتغمدہ اللہ برحمتہ وجلببہ بجلباب رضوانہ وبوأہ وسط جنانہ لعظیم اجرہ والثواب فی الیوم الحساب نے اپنی کتاب مستطاب مسمیٰ بہ ہدایۃ النبی معروف بہ نماز بامعنی میں تحت ترجمہ دعا مذکور کے اپنی قلم حقیقت رقم سے تحریر وتسطیر فرمایا ہے کہ اس دعا سے معلوم ہوا کہ لونڈی غلام کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف چاہئے جیسے عبداللہ، غلام اللہ، امۃ اللہ، نہ اور کسی کی طرف۔ جیسے عبدالنبی، غلام جیلانی، امۃ المجیب، کیونکہ یہ شرک ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی تحت آیہ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ عبدفلاں وغلام فلاں کو شرک لکھا ہے انتہیٰ بلفظہٖ۔

نیز تفسیر احسن التفاسیر مصنفہ علامہ زمن مولانا احمد حسنؒ کی دوسری منزل پارہ ۹ صـ ۳۲۵ میں تحت آیت هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا الآیۃ کے مرقوم ہے ان آیتوں میں اللہ پاک نے کفارِ مکہ کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ اللہ نے تم لوگوں کو ایک جان آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اس ذکر سے اصل میں اللہ پاک اپنی نعمتوں اور احسانوں کو جتلاتا ہے جو اس نے اپنے بندوں پر کئے۔ اور بندے اس کی شکرگزاری سے عاجز ہیں۔ فرمایا کہ آدم کو پیدا کرکے پھر ان کی پسلی سے ان کی بیوی حوا کو پیدا کیا تاکہ آدم علیہ السلام اور حوا دونوں میں اُنسیت ہو۔ کیونکہ آدمی کا آدمی کے ساتھ جی لگتا ہے۔ پھر اس میں بھی یہ بہت بڑی حکمت تھی کہ مرد کے واسطے عورت کو پیدا کیا کہ اس کی نسل کا قائم رکھنا منظور تھا اور جو انسیت مرد کو عورت کے ساتھ ہوتی ہے وہ ایک مرد کو مرد کے ساتھ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ یہاں تک تو جنت کا حال تھا۔ پھر جب جنت سے آدم اور حوا روئے زمین پر اتار دیئے گئے تو فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام حوا کے ساتھ ہمبستر ہوئے تو حوا کو حمل رہ گیا اور جب تک حمل کا ابتدائی زمانہ رہا کوئی تکلیف حوا کو نہیں ہوئی۔ نہ چلنے پھرنے میں نہ کھانے پینے میں نہ کام کاج میں۔ ہر ایک کام آسانی سے حسب ضرورت کرلیا کرتی تھیں۔ مگر جوں جوں حمل کا زمانہ زیادہ ہوتا گیا اور حوا کو بوجھ معلوم ہوتا گیا تو ان دونوں نے یہ بات سمجھ لی کہ پیٹ میں نطفہ قائم ہوگیا ہے اور ایک روز ہماری جنس سے بچہ پیدا ہونے والا ہے اسی واسطے دعائیں کرنے لگے کہ یا اللہ تو اگر صالح لڑکا ہمیں دیگا تو ہم بہت شکرگزار ہوں گے۔ صالح کے معنی میں بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ بیٹا مراد ہے۔ خدا سے انھوں نے دعا کی تھی کہ بیٹا دینا، بیٹی نہیں۔ اور اکثر مفسروں نے معنی لئے ہیں کہ ہماری ہی جنس سے آدمی پیدا کرنا۔ کوئی جانور یا اور کوئی شئے نہ ہو۔ اور جو بچہ ہو وہ صحیح سالم۔ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پیر سب اعضاء اس کے درست ہوں۔ لنگڑا، اندھا، بہرہ، کانا نہ ہو۔ غرضکہ جب اللہ پاک نے ان کی مرضی کے موافق صالح اولاد عنایت کی تو انہوں نے اس بچہ کے نام رکھنے میں شرک کی باتیں کیں کہ جب بچہ پیدا نہیں ہوا تھا تو ابلیس نے حوا کے پاس آکر کہا تھا کہ اگر بچہ پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ حوا نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے؟ ابلیس نے اپنا اصلی اور مشہور نام نہ بتایا کہ پہچان جائیں گی اور اپنا دوسرا نام حارث بتلایا اور کہا کہ اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھنا انھوں نے بچہ پیدا ہونے پر

یہی نام رکھا۔ اکثر مفسرین نے جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا کی تفسیر یہی کی ہے۔ جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ ترمذی، امام احمد، ابی حاتم، طبرانی وغیرہ محدثین نے اس موقع پر سمرہ کی حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوا علیہا السلام کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ اس مرتبہ جو حمل رہا تو ابلیس نے آکر کہا کہ اگر اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھو گی تو بچہ زندہ رہے گا ــــ آیت ہذا میں کفارِ مکہ کی بھی تردید ہے جو اپنے بچوں کے نام خدا کے نام کے سوا اوروں کے نام پر رکھا کرتے تھے جیسے عبدالشمس۔ عبدالعزیٰ وغیرہ۔ تو یہ نام رکھنا بھی شرک میں داخل ہے۔ شرک کچھ عبادت ہی میں منحصر نہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اللہ پاک ان چیزوں سے بالکل علیحدہ ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ سمرہ بن جندب کی حدیث جو اوپر گزری۔ اس کی سند میں ایک راوی عمر بن ابراہیم مصری ہے جس کو بعض علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ابن معین نے اس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے چالیس حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکر پھر اپنے اقرار پر جو قائم نہ رہے اس کا ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدمؑ کا اقرار پر قائم نہ رہنا اس بات کا ایک نمونہ تھا کہ ان کی اولاد میں بھی یہ بات پائی جائے گی! اس حدیث سے اُن مفسروں کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عبادت میں تو نہیں مگر نام کے رکھنے میں یہ نام کے رکھنے کا شرک شیطان کے بہکانے سے حوا علیہا السلام سے ظہور میں آیا تاکہ بنی آدم میں جو شرک پھیلنے والا ہے اس کا نمونہ حضرت آدم علیہ السلام کو معلوم ہو جائے۔ الیٰ قولہ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ اور عبدالرحمٰن یہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں۔ صحیح مسلم اور ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام عاصیہ تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر اس لڑکی کا نام جمیلہ رکھا۔ ان حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیتوں اور حدیثوں کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جن ناموں میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار نکلے وہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں اور جس طرح عبدالحارث وعبدالنبی، غلام محمد، غلام نبی جیسے ناموں سے پرہیز کرنا لازم ہے اسی طرح عاصیہ جیسے ناموں کا حال ہے کیونکہ عاصیہ کے معنی گنہگار کے ہیں اور گنہگار کا لفظ شریعت میں ایک مذمت کا لفظ ہے جن ناموں میں دین کی برائی اور فوقیت پائی جائے جیسے کسی لڑکی کا نام نیکی رکھنا۔ یا جن ناموں میں دنیا کی بڑی فوقیت پائی جائے مثلاً جیسے کسی کا لقب شہنشاہ ٹھہرانا اس طرح کے ناموں کی بھی ممانعت ہے چنانچہ بخاری ومسلم وابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایتیں ہیں ان میں اس طرح کے ناموں کی ممانعت کا ذکر ہے۔ (انتہی مافی احسن التفاسیر ملخصاً (مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ)

تمباکو کی کاشت اور تجارت۔ سوال (۲۵۵) تمباکو، سگریٹ کی تجارت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں نیز تمباکو کی کاشت کے متعلق کیا حکم ہے؟ (سائل حکیم مولوی ابو الصمصام صاحب جھگوی)

جواب (۲۵۵) اگر یہ چیزیں مُسکر ونشئی ومفتر ہیں تو ان کی بیع وکاشت قطعاً حرام وناجائز ہے اگر نشئی نہیں تو بھی کراہت سے تو خالی نہیں۔ مسلمانوں کو ایسی اشیاء سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

عشر اور مصارف۔ سوال (۲۵۶) آج کل ٹھیکہ دار زمین پر ٹھیکہ لیتے ہیں جو کہ فی مربع سال کیلئے دو صد یا چار صد روپے مقرر کئے جاتے ہیں نیز معاوضہ سرکاری اس کے علاوہ ادا کرتے ہیں ایسی صورت میں جو پیداوار گندم کپاس وغیرہ ہوتی ہے اس میں عشر کی کیا صورت ہے۔ آیا رقوم ٹھیکہ ومعاملہ پہلے وضع کر لئے جاویں بعدہ عشر نکالا جاوے یا پہلے عشر نکالا جاوے؟ (سائل مذکور)

جواب ۲۰۵،۳۰۶: تنصیصات کتاب و سنت اور قاعدہ اَلنُّصُوْصُ تُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاهِرِهَا سے تو یہی ثابت ہے کہ عشر پہلے نکالا جائے بعدہ تمام خرچ اخراجات پورے کئے جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی جیسے دیگر اموال نقدی روپے پیسے وغیرہ کی زکوٰۃ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ۔ ایک سال گذر جانے پر فرض ہو جاتی ہے۔ اثناء سال میں جو خرچ ہو گیا کھا پی لیا اس میں کچھ نہیں، اختتام سال پر جو موجود ہو اس کی زکوٰۃ دی جائے۔ ایسا زمین کا حساب نہیں بلکہ زمین کی پیداوار پر کھیت کٹتے ہی فی الفور زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے چنانچہ حکم ہے "اور دو تم حق اس کا دن کاٹنے اس کے کے" نیز دوسرے مقام پر ارشاد عالی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ یعنی اے ایمان والو! خرچ کرو پاکیزہ اس چیز سے کہ کمایا تم نے اور اس چیز سے کہ نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے"

وجہ استدلال آیت ہذا سے یہ ہے کہ زمین سے جتنا غلہ پیدا ہوا ہے سب مَآ اَخْرَجْنَا کے اندر داخل ہے جس شخص نے غلہ اٹھا لیا اور اس میں سے نصف یا ثلث یا اور کچھ کم و بیش خرچ کرنے کے بعد عشر نکالا تو اس نے آیت ہذا کے خلاف کیا۔ تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن جلد ۱ ص ۳۵۶ میں تحت آیت ہذا مرقوم ہے وَقَالَ عَلِيٌّ يَعْنِيْ مِنَ الْحَبِّ وَالثَّمَرِ وَكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ زَكٰوةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنَ الثِّمَارِ وَظَاهِرُ الْاٰيَةِ يَدُلُّ عَلٰى وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ فِيْ كُلِّ مَا اَخْرَجَ مِنَ الْاَرْضِ یعنی زمین سے جتنی چیزیں پیدا ہوں حبوب ثمار سب پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ وہ اَخْرَجْنَا کے عموم میں داخل ہیں۔ ہاں جن اشیاء مثلاً تبن (بھس) بقول، خضراوات، فواکہات کھیرے، ککڑی، ساگ پات وغیرہ کو شریعت نے مخصوص و مستثنیٰ کر دیا ہے وہ آیت ہذا کے عموم سے خارج ہیں۔ انکی جنس پر زکوٰۃ نہیں قیمت پر ہے۔ بعض لوگوں نے آیت ہذا سے نفلی صدقہ مراد لیا ہے۔ لیکن ایک جماعت سلف سے صدقہ مفروضہ منقول ہے وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ السَّلَفِ اِلٰى اَنَّ الْاٰيَةَ فِي الصَّدَقَةِ الْمَفْرُوْضَةِ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الزَّكٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ (فتح البیان ص ۳۵۷) نیز موطا امام مالک مطبوعہ مجتبائی کے ص ۱۱۸ میں مسطور ہے قَالَ مَالِكٌ وَالْحُبُوْبُ الَّتِيْ فِيْهَا الزَّكٰوةُ الْحِنْطَةُ[1] وَالشَّعِيْرُ[2] وَالسُّلْتُ[3] وَالذُّرَةُ[4] وَالدُّخْنُ[5] وَالْاَرُزُّ[6] وَالْعَدَسُ[7] وَالْجُلْبَانُ[8] وَاللُّوْبِيَا[9] وَالْجُلْجُلَانُ[10] وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْحُبُوْبِ الَّتِيْ تَصِيْرُ طَعَامًا فَالزَّكٰوةُ

---

[1] قوله الحنطة القمح ۱۲ منہ۔ [2] بفتح الشين وتكسر ۱۲ (زرقانی) [3] والسُّلت بالضم ضرب من الشعير ليس له قشر ويكون في الغور و الحجاز ذكره الجوهري ۱۲ محلی وقال ابن فارس ضرب منه رقيق القشر صغار الحب وقال الازهري حب بين الحنطة والشعير ولا قشر له كقشر الشعير فهو كالحنطة في ملاسته وكالشعير في طبعه وبرودته ۱۲ الزرقانی شرح موطا جلد ثانی ص ۹۸۔ [4] بذال معجمة حب معروف ۱۲۔ [5] بمهملة فمعجمة حب معروف واحدته دخنة ۱۲۔ [6] بزنة قفل وفي لغة بضم الراء للاتباع واخرى بضم الهمزة والراء وشد الزاء والرابعة فتح الهمزة مع التشديد والخامسة رز بلا همزة وزان قفل ۱۲۔ [7] بفتحتين ۱۲۔ [8] بضم نوعے از حبوب چوں ماش ويقال له الخلر ۱۲ صراح۔ وفي القاموس الجلبان ويخفف وفيه ايضا الخلر كسكر نبات او الفول او الماش۔ وفي الزرقاني بضم الجيم واسكان اللام وحكي فتحها مشددة حب من القطاني ۱۲۔ [9] نبات معروف مذكر يمد ويقصر ۱۲۔ [10] كشنيز ويقال هو سمسم في قشره ۱۲ صراح۔ وفي القاموس الجلجلان بالضم الكزبرة وحب السمسم۔ وفي شرح الموطا للزرقاني الجلجلان بجيمين مضمومتين بعد كل جيم لام السمسم في قشره قبل ان يحصد۔ قال الباجي فذكر عشرة وزاد في المختصر ابن عبد الحكم

(باقی اگلے صفحہ پر)

تُؤْخَذُ مِنْهَا بَعْدَ اَنْ تُحْصَدَ وَتَصِيْرُ حَبًّا قَالَ وَالنَّاسُ مُصَدِّقُوْنَ فِيْ ذَالِكَ وَيُقْبَلُ مِنْهُمْ فِيْ ذَالِكَ مَا دَفَعُوْا قَالَ وَسُئِلَ مَالِكٌ مَتٰى يُخْرَجُ مِنَ الزَّيْتُوْنِ الْعُشْرُ اَقَبْلَ النَّفَقَةِ اَمْ بَعْدَهَا فَقَالَ لَا يُنْظَرُ اِلَى النَّفَقَةِ وَلٰكِنْ يُسْئَلُ عَنْهُ اَهْلُهٗ كَمَا يُسْئَلُ اَهْلُ الطَّعَامِ عَنِ الطَّعَامِ الخ یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام دار الہجرت فرماتے ہیں جن غلہ جات میں زکوٰۃ وعشر فرض ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ گیہوں جو۔ پیغمبری جو (جو برہنہ) جوار ارزن یعنی چینا وکنگنی۔ برنج یعنی چاول۔ مسور، ماش، لوبیہ، تِل اور مانند ان کے باجرہ مونگ، ارہر، چنا، مٹر وغیرہ جن پر طعام کا اطلاق آسکتا ہو ان سب کی زکوٰۃ بعد کاٹنے، گاہنے، صاف کرنے، اٹھانے کے لی جائے گی اور اس بارہ میں زمینداروں کا اعتبار کیا جائے گا۔ جتنا وزن غلہ کا وہ اپنی دیانت وامانت و آخرت کو مد نظر رکھ کر بتائیں اسی وزن کے حساب سے مصدق، عامل، تحصیلدار کو چاہئے کہ زکوٰۃ لے اور بیجا کرید و بحث نہ کرے۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ زیتون (وغیرہ) کی زکوٰۃ خرچ اخراجات (معاملہ وغیرہ) ادا کرنے سے پہلے نکالی جائے یا بعد۔ پس جواباً فرمایا کہ نہ مہلت دی جائے طرف نفقہ کے۔ لیکن دریافت کیا جائے اس کے اہل سے جیسا کہ دریافت کیا جاتا ہے اہلِ طعام سے اور تصدیق کئے جائیں وہ یعنی جتنی پیداوار وہ اپنی ایمانداری سے بتائیں اسکی زکوٰۃ لے لی جائے۔۔۔ نیز امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا شرح مسوی کے صـ۲۱۳ میں بایں الفاظ باب منعقد فرمایا ہے بَابُ تُؤْخَذُ الزَّكٰوةُ مِنَ الزَّرْعِ وَالنَّخِيْلِ عِنْدَ الْحَصَادِ الخ قَالَ مَالِكٌ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اِنَّ ذَالِكَ الزَّكٰوةُ۔ یعنی آیت ہذا میں حق سے مراد زکوٰۃ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مصفّٰی شرح فارسی موطأ میں تحت آیت مندرجہ بالا رقم طراز ہیں مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ واجب می شود اداء زکوٰۃ نزدیک حصاد یعنی درودن وجائز می شود اداء زکوٰۃ نزدیک بدوِ صلاح واشتداد حب زیرا کہ خرص دریں صورت مشروع شدہ است وبخرص برذمہ مالک مقرر می شود یعنی کھیتوں کی کٹائی اٹھائی کے وقت زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اسی واسطے پھلوں کی پختگی وظہورِ صلاحیت کے وقت ان کا اندازہ کرنا بغرض وصولی زکوٰۃ مشروع وجائز ہے اور اسی انداز کے مطابق مالک کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ مقصد یہ کہ اگر رقوم معاملہ وخرچہ وغیرہ کی ادائیگی کے بعد زکوٰۃ لینے کا حکم ہوتا تو شریعت ان چیزوں کے بعد خرص یعنی اندازہ کرنے کا حکم دیتی۔ واذ لیس فلیس۔

ہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اتنی رعایت ثابت ہے کہ جو زمین، چاہی، نہری ہو یعنی اس کا آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہو اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔ اور جو زمین بارانی ہو یعنی اس پر پانی وغیرہ کا خرچ نہیں آتا اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے۔ بنا بریں حدیث ہذا اگر کہا جائے تو غالباً بعید از صواب نہ ہوگا کہ جس زمین کا معاملہ سرکاری بھرنا پڑتا ہو اس میں سے بوجہ کثرت نفقہ کے نصف عشر دیدیا جائے۔ اگرچہ وہ بارانی ہی ہو۔ کیونکہ زمین چاہی میں خرچ ہی کی وجہ سے نصف عشر مقرر کیا گیا ہے۔

تطویلِ نماز وتخفیفِ خطبہ۔ سوال (۲۵۷) عَنْ عَمَّارٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ واقعی خطبہ، نماز سے چھوٹا ہونا چاہئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) الترمس والفول والحمص والبیلۃ وزاد جماعۃ من اصحاب العلس وذالک داخل فی قولہ وما اشبہ ذالک من الحبوب ۱۲ منہ

اگر خطبہ چھوٹا ہوگا تو وَیُذَکِّرُ النَّاسَ پر کیسے عمل ہو سکے گا۔ ہاں خالی عربی خطبہ بیان کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (سائل مذکور الصدر)

جواب (۲۵۷) شرعاً خطبہ سامعین کی مادری زبان میں ہی ہونا چاہئے حدیث وَیُذَکِّرُ النَّاسَ کا یہی مقصد و منشا ہے۔ حدیث مندرجہ فی السوال کا یہ مقصد نہیں کہ خطبہ جمعہ صلوۃ جمعہ قصیر ہو یا صلوٰۃ جمعہ خطبہ جمعہ سے طویل ہو۔ یہ مقصد لینا خود تعامل نبوی و تعامل صحابہ کے خلاف ہے۔ اس سوال کا جواب مکمل مگر مختصر صحیفہ اہلحدیث ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ جلد ۳ نمبر ۳ میں شائع ہو چکا ہے وہاں سے ملاحظہ کریں۔

اذانِ عثمانی۔ سوال (۲۵۸) اذانِ عثمانی اب بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اذانِ عثمانی درِ مسجد کو بدعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۵۸) اذانِ عثمانی اپنی علت و ہیئت کے ساتھ اب بھی درست ہے۔ اور مسجد کے اندر خطیب کی آمد کے قبل اذان کہلوانا اذان کہلوانا اذان عثمانی نہیں بلکہ اذان مروانی و بدعی ہے اگر مسئلہ ہذا کی مفصل و مدلل بحث دیکھنی منظور ہو تو دفتر صحیفہ اہلحدیث سے رسالہ اقامۃ الحجۃ علیٰ ان النداء الثالث یوم الجمعۃ فی المسجد بدعۃ۔ منگوا کر ملاحظہ کریں۔ فقط (مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر اللہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ آمین

شوہر کے ہوتے نکاح ثانی۔ سوال (۲۵۹) زید کی نرینہ اولاد بالکل نہیں سب لڑکیاں ہیں زید نے عمر کے لڑکے سے کہا کہ تم میرے پاس رہ کر گزران کرو۔ میں تمہیں گھر داماد رکھ لوں گا اور اپنی بڑی لڑکی ہندہ سے نکاح کر دوں گا۔ اس شرط پر عمر کا لڑکا بکر زید کے ہاں کماتا کھاتا رہا چند ماہ بعد شادی کا بندوبست کر کے مجلس نکاح مسجد میں منعقد کی۔ جماعت کے لوگ حاضر ہوئے۔ شادی کی مجلس میں لوگوں کا جو لین دین کا دستور تھا وہ زید سے طلب کیا گیا زید نے دینے سے انکار کر دیا تب لوگوں نے جواب دیا کہ تم داماد کی کمائی کھاتے ہو۔ اور دستوری روپیہ نہیں دے سکتے اتنے میں سب لوگ چلے گئے۔ باقی مسجد کا امام اور دوسرے گاؤں کے ایک مولوی صاحب اور جماعت کے چودہ پندرہ آدمی اور دولھا کی طرف سے دس بارہ آدمی تھے ان کے سامنے نکاح پڑھا گیا اس وقت ہندہ کی عمر دس بارہ سال کی تھی شادی کے بعد بکر زید کے گھر میں تین سال رہا۔ بعدہٗ زید اور بکر کے درمیان تنازع ہو گیا اور زید نے سخت غصہ ہو کر اپنے داماد بکر کو گھر سے نکال دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ میری لڑکی سے اس کا نکاح نہیں ہوا۔ بالکل انکار کر دیا اب چند روز کے بعد زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا جبراً دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ثانی شریعت محمدی کی رو سے درست ہوا ہے یا نہیں۔؟ (حفیظ الدین۔ رنگ پوری)

جواب (۲۵۹) عند الشرع نکاح اول صحیح اور نکاح ثانی باطل ہے۔ ہاں اگر ہندہ اپنے باپ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی تو بعد بلوغ اسے فسخ نکاح کا حق حاصل تھا امیر قوم کے پاس درخواست کر کے بذریعہ فسخ یا خُلع نکاح سے علیحدہ ہو کر نکاح ثانی کر سکتی تھی۔ واذلیس فلیس۔

عشرۂ اولیٰ ذی الحجہ میں کنگھی کرنا۔ سوال (۲۶۰) عشرۂ اولیٰ ذی الحج میں کنگھی کرنا جائز ہے یا نہیں (ابو الصمصام جھنگوی)

جواب (۲۶۰) عشرہ ذی الحج میں کنگھی و غسل وغیرہ کی ممانعت کسی حدیث میں میری نگاہ سے نہیں گزری۔ حدیث میں اتنا ہی آتا ہے کہ جب عشرہ ذی الحجہ داخل ہو اور جس شخص کا ارادہ قربانی کا ہو تو فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفْرًا۔ نہ وہ بال لے نہ ناخن تراشے۔ یعنی حجامت وغیرہ نہ کرائے۔ اگر بال منتشر و پراگندہ ہوں تو کنگھی وغیرہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ قصداً بال نہ توڑے نہ کٹوائے نہ منڈوائے۔ شرح صحیح مسلم میں تحت حدیث ہذا امام نووی رقمطراز ہیں

وَالْمُرَادُ بِالنَّهْيِ عَنْ أَخْذِ الظُّفْرِ بِقَلْمٍ أَوْ كَسْرٍ أَوْ غَيْرِهِ وَالْمَنْعُ مِنْ إِزَالَةِ الشَّعْرِ بِحَلْقٍ أَوْ تَقْصِيرٍ أَوْ نَتْفٍ أَوْ إِحْرَاقٍ أَوْ أَخْذِهِ بِنُوْرَةٍ أَوْ غَيْرِ ذَالِكَ وَسَوَاءٌ شَعْرُ الْإِبِطِ وَالشَّارِبِ وَالْعَانَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرُ ذَالِكَ مِنْ شُعُوْرِ بَدَنِہٖ یعنی ممانعت سے مراد ناخن کا کترنا یا توڑنا اور بالوں کا منڈوانا۔ یا کتروانا۔ یا اکھیڑنا۔ یا جلانا۔ یا بال صفا صابن استعمال کر کے صفائی کرنا ہے اور یہ ممانعت بغل کے بالوں اور مونچھوں اور زیر ناف کے بالوں اور سر وغیرہ سب کو شامل ہے۔ مزید تصحیح عشرہ ذی الحجہ میں امورِ مذکورہ کا خیال رکھے بذریعہ صورتہائے مذکورہ ازالہ شعر و ظفر نہ کرے معلوم ہوا کہ اگر غسل کرنے میں یا ترجیل راس و تسریح لحیہ میں بذریعہ کنگھی وغیرہ۔ بلا قصد کوئی بال ٹوٹ جاوے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر۔ ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ یسروا ولا تعسروا لن یشاد الدین احدٌ الا شدد اللہ علیہ۔ الدین یسرٌ وغیرہ۔ آیات و احادیث بعمومہا اس پر دال ہیں۔ نیز مولانا حمید اللہ صاحب سرائے والوں نے بھی اپنی کتاب خطبات التوحید کے صـ ۱۱۴ میں حدیث مندرجہ بالا کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ "وہ شخص دسویں تاریخ تک اپنے بال اور جلد کو حجامت وغیرہ کی غرض سے نہ چھیڑے۔ اور ایک روایت میں صریح لفظ آئے ہیں کہ ایک بھی بال نہ کٹائے اور ایک ناخن بھی نہ ترشوائے" ـــ خط کشیدہ عبارت سے صاف عیاں ہے کہ بغرض ترجیل بالوں کو چھیڑنا ممنوع نہیں۔

ایک من گندم لیکر سوا من دینے کی شرط۔ سوال (۲۶۱) ایک شخص نے کسی سے ایک من گندم بونے کے لئے لی اس شرط پر کہ بعد پیدا ہونے کے سوا من دیدونگا۔ گویا چھ مہینے کے بعد۔ تو کیا اس صورت کو سود کہیں گے اور کن کن صورتوں پر سود عائد ہوگا۔ (اعجاز الدین ضلع میرٹھ)

جواب (۲۶۱) صورت مسئولہ بیاجی و سودی ہے جو ممنوع و حرام ہے۔ حدیث ابو سعید خدریؓ میں مرفوعاً موجود ہے اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى الْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيْهِ سَوَاءٌ (رواہ مسلم) یعنی سونا بدلے سونے کے۔ اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے۔ اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے۔ اور نمک بدلے نمک کے۔ مانند ساتھ مانند کے۔ ہاتھ بہ ہاتھ بیچنا درست ہے پس جس نے زیادہ دیا۔ یا زیادہ طلب کیا۔ اس نے معاملہ بیاج کا کیا لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں پس معلوم ہوا کہ ایک من گندم کے بدلے سوا من یا ڈیڑھ من لینا عین ربا ہے جس سے اجتناب کلی ہر مسلم شخص پر فرض ہے۔

مقروض اور زکوٰۃ نیز متفرق شرح سے لگان دینے والوں پر عشر۔ سوال (۲۶۲) جناب نے بیان فرمایا ہے کہ ماہ ربیع الاول ۵۹ھ کے رسالہ میں صـ ۱۵ سوال ۵۲۹ کے جواب میں کہ کھیتی کی زکوٰۃ کھیت کٹتے ہی دیجائے بخلاف روپے کی زکوٰۃ کے کہ اس میں سال گزرنے پر دیجائے گی تو مقروض کے پاس تو سال گزرنے تک روپیہ رہنے کا ہی نہیں اور کھیتی کی کھیت کٹتے ہی دیجائیگی تو کیا مقروض شخص کو بھی کھیتی کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اور کوئی شخص زمیندار جو چار آنہ فی بیگہ سال اور غیر زمیندار ۴/۱ و ۲/- و ۳/- و ۴/... اور اس سے بھی زائد لگان (خراج) ادا کرتے ہیں تو کیا سب کو دسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی (ایضاً)

جواب (۲۶۲) جو شخص صاحبِ نصاب نہیں اس پر زکوٰۃ بھی نہیں جس مقروض کے پاس سال گذرنے تک پیسہ نہیں رہا بلکہ اس نے قبل از اختتام سال دائن کو سب روپیہ ادا کر دیا اسی طرح تمام غلہ قرض خواہ کو دیدیا اور اسکے ملک میں زکوٰۃ کے قابل نہیں بچا تو ایسے شخص پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جو مدیون دائن کو روپیہ وغیرہ ابھی نہ دے، اپنے پاس رکھے اور زکوٰۃ کا وقت آجائے تو برابر اسکی زکوٰۃ دینی ہوگی جیسے لوگوں کا قرض واجب الادا ہے اس سے کئی درجہ زیادہ زکوٰۃ اللہ کا قرض ہے۔ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ نیز ہر زمین کی پیداوار میں عشر یا نصف عشر لازم ہے کیونکہ ادلۂ وجوب عشر و نصف عشر عام ہیں کما قال اللہ تعالیٰ أَنْفِقُوا مِنْ

طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْ کَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ وَفِیْمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ (متفق علیہ) الغرض زمین کا خراج، لگان، معاملہ محصول آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہو یا نہ پڑتا ہو ہر حالت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ جس زمین پر آبیانہ وغیرہ کا خرچ کافی پڑتا ہے اس میں نصف عشر (بیسواں[۲۰] حصہ) ہے۔ اور جس پر خرچ وغیرہ نہیں آتا اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے۔ جو لوگ زمین کے لگان خراج وغیرہ کی وجہ سے وجوب زکوٰۃ کے قائل نہیں ان کا قول غلط و باطل ہے۔ لِاَنَّہٗ قَدْ صَحَّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَنَّہٗ قَالَ لِمَنْ قَالَ اِنَّمَا عَلَیَّ الْخَرَاجُ اَلْخَرَاجُ عَلَی الْاَرْضِ وَالْعُشْرُ عَلَی الْحَبِّ اَخْرَجَہُ الْبَیْهَقِیُّ مِنْ طَرِیْقِ یَحْیٰی ابْنِ اٰدَمَ فِی الْخَرَاجِ لَہٗ وَفِیْھَا عَنِ الزُّھْرِیِّ لَمْ یَزَلِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَبَعْدَہٗ یُعَامِلُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ وَیَسْتَکْرُوْنَهَا وَیُؤَدُّوْنَ الزَّکٰوۃَ عَمَّا یَخْرُجُ مِنْھَا وَفِی الْبَابِ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ الْعُشْرُ (متفق علیہ) وَیُسْتَدَلُّ بِعُمُوْمِہٖ انتھٰی۔ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم چونکہ زمین کا خراج، لگان وغیرہ ادا کرتے ہیں لہٰذا ہم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کو امیر المومنین عمر ثانی عمر بن عبد العزیز نے یہ دنداں شکن جواب دیکر ساکت کر دیا کہ خراج زمین پر ہے اور زکوٰۃ (عشر) دانوں یعنی زمین کی پیداوار پر ہے امام بیہقی نے اسکو بطریق یحییٰ بن آدم روایت کیا ہے نیز امام بیہقی کی کتاب الخراج میں امام زہری رحمہ سے مروی ہے کہ عہد نبوی سے برابر یہ دستور چلا آیا ہے کہ مسلمان زمین کی کاشت کرتے زمینیں بٹائی وغیرہ پر دیتے لیتے تھے۔ اور اس کی کل پیداوار کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ حدیث ابن عمر رضہ سے بھی یہی امر مستفاد ہوتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے عشر یا نصف عشر ہے لگان و معاملہ وغیرہ مسلمانوں پر شاہی ایجاد ہے شرعی حکم نہیں۔ اگر لگان زمین کا جو خلاف شرع ہو خواہ وہ ۴ر فی بیگہ ہو۔ یا ۶ر یا اس سے زائد زمیندار پر ہو یا غیر زمیندار پر۔ ادا نہ کیا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ اور زمیندار ہو یا غیر زمیندار اگر زکوٰۃ (عشر) نہ ادا کرے تو شرعاً سخت مجرم یعنی کافر ہے۔ حدیث میں ہے مَنْ لَّمْ یُزَکِّ فَهُوَ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ جو زکوٰۃ نہیں وہ مسلمان نہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق ائمہ اربعہ کا مذہب

علماء کے مابین یہ مسئلہ معارک عظیم سے ہے امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہ کا یہ مذہب ہے کہ خراج و عشر دونوں لازم ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ کے ہاں سوائے خراج کے اور کچھ لازم نہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے وَلَا عُشْرَ فِی الْخَارِجِ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ۔ فتح القدیر میں ہے وَقَالَ الشَّافِعِیُّ وَمَالِکٌ وَاَحْمَدُ یَجْمَعُ بَیْنَهُمَا لِاَنَّهُمَا حَقَّانِ ذَاتًا وَمَحَلًّا وَسَبَبًا وَمَصْرَفًا۔ گو صاحب ہدایہ نے اپنے مدعا کے اثبات میں تین ادلہ قائم کئے ہیں مگر حنفی مذہب کے بڑے ٹھیکیدار امام ابن ہمام مصنف فتح القدیر نے تینوں کو مخدوش و منظور فیہ قرار دیا ہے۔ نیز علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی حنفی نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں صاف لکھدیا ہے وَلَمْ یَثْبُتْ مَنْعُ الْجَمْعِ بَیْنَ الْعُشْرِ وَالْخَرَاجِ بِدَلِیْلٍ شَرْعِیٍّ یعنی عشر اور خراج میں تفریق کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں (کہ وہ دلیل خراجی زمین سے عشر کو مانع ہو) بعض حنفیہ[۱] یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی امام جائز یا عادل سے خراجی زمین کا عشر لینا صراحتہً ثابت و مذکور نہیں[۲]۔ نہ خلفاء اربعہ سے نہ دیگر کسی صحابی وغیرہ سے۔ پس ثابت ہوا کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔ لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ نے اس دعوی اجماع کو بالکل توڑ دیا ہے۔ فرماتے ہیں لَا اِجْمَاعَ مَعَ خِلَافِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَالزُّهْرِیِّ بَلْ لَمْ یَثْبُتْ عَنْ غَیْرِهِمَا التَّصْرِیْحُ بِخِلَافِهِمَا انتھٰی۔ یعنی جب عمر بن عبد العزیز و امام زہری جیسے حضرات سے اس کے خلاف منقول ہے تو پھر اجماع کہاں رہا۔ بلکہ ان دونوں کے سوا کسی سے بھی اس کے خلاف تصریح ثابت نہیں۔ پس مسئلہ میں جو کچھ حضرت عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے وہی حضرت عمر رضہ خلیفہ دوم کا بھی مسلک ہے

---

[۱] جیسے صاحب ہدایہ وغیرہ ۱۲ منہ [۲] کسی چیز کا عدم ذکر اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ فافہم ۱۲ منہ

لِاَنَّهٗ کَانَ مُتَّبِعًا لِلّٰہِ مُقْتَفِیًا لِاٰثَارِہٖ۔ رہا صاحب ہدایہ کا حدیث لَا یَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَّ خَرَاجٌ فِیْ اَرْضِ مُسْلِمٍ سے استدلال کرنا۔ سو اوّل تو منیفہ کے امام ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ وَھُوَ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ۔ دوم علامہ حافظ ابن حجرؒ نے درایہ ص ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ حدیث لَا یَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَّخَرَاجٌ فِیْ اَرْضِ مُسْلِمٍ اِلٰی قَوْلِہٖ وَفِیْہِ یَحْیٰی بْنُ عَنْبَسَۃَ وَھُوَ وَاہٍ وَقَالَ الدَّارُقُطْنِیُّ ھُوَ کَذَّابٌ یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اس میں یحییٰ بن عنبسہ راوی واہی اور کذاب ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ صاحب ہدایہ کا اس سے استدلال پکڑنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حدیث میں لفظ "مسلم" کا صاف بتا رہا ہے کہ مسلمان پر یہ دونوں چیزیں نہیں یعنی امام وقت د بادشاہِ وقت کو چاہیئے کہ ایک مسلم شخص پر زکوٰۃ کے ہمراہ خراج لگان وغیرہ نہ لگائے۔ اگر کوئی بادشاہ اس مسلمان پر جو صاحب نصاب ہے اور پورے طور پر موافق شرع زکوٰۃ ادا کرتا ہے، خراج ولگان وغیرہ لگا دے۔ اور جبراً اس سے وصول کرے تو یہ اس کا اپنا جور و استبداد ہے شرعی حکم نہیں۔ ہاں شرعاً اس مسلمان کو بھی ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ حکامِ وقت کا مقرر کردہ خراج تو ادا کردے مگر اس احکم الحاکمین کا مقرر کردہ عشر ہضم کر جائے۔ اور ادا نہ کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو یوم الحساب میں اُس ذی الجبروت والملکوت کو کیا جواب دے گا بجز تحسر، افسوس ندامت خجالت، حسرت کے کچھ بن نہ پڑے گا۔ اور عذابِ الٰہی میں مرکوس ومنکوس ہو جائے گا۔ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

تمت

ضروری اطلاع

اس فتاوے کے، اکثر عاشقینِ سُنّت منتظر تھے بحمد اللہ یہ چھپ کر چار حصوں میں کامل تیار ہو گیا ہے یہ جلد اوّل ہے۔ باقی تین جلدیں بھی الحمد للہ چھپ چکی ہیں وہ بھی ضرور منگا کر مطالعہ میں رکھئے اور اپنے حلقۂ احباب میں اسکی اشاعت کیجئے آپ اجرِ دارین کے مستحق ہونگے انشاء اللہ۔ ان فتاووں کے دو چار خریدار اور بھی پیدا کیجئے

فقط والسلام

عبد الغفار سلفی عفی لہٗ

عبد الجبار سلفی غفر لہ

۱۵ - ۵ - ۱۳۹۴ھ

فتاویٰ ستاریہ

از

شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا الحافظ الحاج

ابو محمد عبد الستار صاحب دہلوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ سعودیہ

حدیث منزل، کراچی نمبر ۱

فون ۵۳۷۸۹

قیمت رعایتی [illegible] روپے

5/-

قیمت چار روپے

يستفتونك قل الله يفتيكم

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج ابو محمد عبدالستار صاحب دہلوی
امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم کے گرانقدر علمی و تحقیقی فتاوے

الموسوم بہ

فتاوی ستاریہ

جلد دوم

جامع

عبدالغفار سلفی

حسب فرمائش
شیخ محمد عمران صاحب اینڈ برادرس
احمد پراچہ بلڈنگ کراچی ۱

ناشر
مکتبہ سعودیہ حدیث منزل۔ کراچی ۱
فون نمبر ۵۳۷۸۹

ہفتہ ۲۹ محرم سنہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲ جون سنہ ۱۹۶۳ء
قیمت چار روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فتاویٰ ستاریہ

سوال (۲۶۳) مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں - خرید و فروخت لڑائی جھگڑا وغیرہ وغیرہ - (سائل ابو عبیدہ محمد بن عبد اللہ متعلم مدرسہ محمدیہ لشکر گوالیار)

جواب (۲۶۳) مساجد اللہ میں دنیاوی باتیں کرنا، جنگ و جدال کرنا، اصوات عالیہ و رفیعہ سے بولنا شرعاً سخت ممنوع اور احترام مساجد کے بالکل منافی ہے۔ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا اِنَّمَا بُنِيَتْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْاُمُوْرِ الشَّرْعِيَّةِ الْاُخْرَوِيَّةِ -

سوال (۲۶۴) رکوع سے اٹھ کر قومہ میں کس طرح کھڑا ہونا چاہیئے ہاتھ چھوڑ کر یا باندھ کر یا کس طرح؟ جو شرعی فیصلہ ہو مفصل بیان کریں (سائل مولوی عبد الرحمٰن صاحب جالندھری)

جواب (۲۶۴) مسئلہ ہذا میں لوگوں کے تین خیال ہیں۔ بعض لوگ تو اس امر کے قائل ہیں کہ مصلی جب رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرتا ہوا سیدھا کھڑا ہو اور ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں کے برابر سجدہ میں جانے تک اٹھائے رکھے نہ نیچے لٹکائے نہ باندھے اور بعض لوگوں کے نزدیک مختار یہ ہے کہ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو اور مثل حالت قیام کے ہاتھ باندھ لے یعنی داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔ اور اکثر کا تعامل یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو مگر فریق اول اپنے خیال میں دلیل شرعی سے خالی و عاری ہے۔ کتب حدیث میں کہیں بھی اس امر کی تصریح نہیں پائی جاتی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحالت قومہ سجدہ میں جانے تک ہاتھ اٹھائے رکھے ہوں۔ رسالہ "الاتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع" مصنفہ یوسف حسن بن قاضی محمد حسن مطبوعہ ۱۲۸۵ھ میں بصفحہ ۱۱ مرقوم ہے اِمَّا اَنْ لَّا یَزَالَ رَافِعًا یَّدَیْہِ وَھُوَ تَکْلِیْفٌ لَّا یُطَاقُ خُصُوْصًا اِذَا طَالَ ھٰذَا الرُّکْنُ بِقَدْرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ بَلْ اَقَلَّ مِنْھَا وَمَعَ ھٰذَا ھُوَ تَشَبُّہٌ بِرُھْبَانِ اَھْلِ الْھِنْدِ الَّذِیْنَ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَی السَّمَاءِ فَلَا یَزَالُوْنَ کَذٰلِکَ حَتّٰی تَیْبَسَ وَتَتَعَطَّلَ عَنِ الْحَرَکَۃِ وَتَجِفَّ وَھٰذَا اِیْذَاءٌ بِالْجَسَدِ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَجُلٍ اِنَّ اللّٰہَ عَنْ تَعْذِیْبِ ھٰذَا نَفْسَہٗ لَغَنِیٌّ یعنی حالتِ قومہ میں ہاتھوں کو سجدے میں جانے تک اٹھائے رکھنا تکلیف

مالایطاق ہے خصوصًا جب کہ قومہ میں بقدر سورہ بقرہ کے دیر لگائی جائے یا کچھ کم و بیش (کیونکہ اکثر احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قومہ میں قریب قریب قیام و رکوع کے دیر لگاتے تھے) اور اس میں ہندوستان کے اُن جاہل صوفیوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے جو بجانب آسمان اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر کھڑے ہو ہو کر اپنی صوفیت جتلاتے ہیں حتیٰ کہ اُن کے ہاتھ خشک اور حس و حرکت سے محروم ہو کر معطل و بیکار ہو جاتے ہیں اور یہ ایک قسم کی اپنے جسم کو ایذا و تکلیف دینی ہے حالانکہ اللہ عز وجل کا ارشاد عالی ہے کہ خداوند قدوس کسی نفس کو اس کی وسعت سے زائد تکلیف نہیں دیتا حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو تکلیف مالایطاق اُٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اس قسم کی مشقتوں اور بندہ کے اپنے نفس کو تکلیف و تعذیب کرنے سے بیزار و لاپرواہ ہے۔

پس عبارت مندرجہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ فریق اول کا قول غلط و خارج از دلیل ہے۔ رہا فریق ثانی و ثالث سوان ہر دو کی دلیل کتب احادیث میں موجود ہے صحاح ستہ میں غور و تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اکثر فعل بحالت قومہ ارسال الیدین ہاتھوں کا نیچے لٹکانا چھوڑنا ہی ہے۔ چنانچہ والدی ماجدی امام عالی مقام نور اللہ مرقدہ نے بھی اپنی کتاب مستطاب مسمی بہ "ہدایۃ النبی طبع نہم صفحہ ۲۹ میں ارقام فرمایا ہے "فصل جب رکوع شرعی سے فارغ ہو تو سمع اللہ الخ کہتا ہوا سر اُٹھائے رفع الیدین یعنی ہاتھ اُٹھاتے ہوئے مرد ہو یا عورت اکیلا ہو یا امام خواہ مقتدی سیدھا برابر ہو کر اس طور پر کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ مکان میں آجائے ہاتھ نیچے لٹکا کر یا باندھ کر کہ یہ بھی جائز ہے دعائیں پڑھے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور ثابت ہیں لیکن ارجح اور قوی اور مسنون طریقہ نبوی اس جگہ ہاتھوں کا چھوڑنا ہی ہے" انتہی بلفظہ"

نیز صحیح بخاری جزء رابع میں صحابی رسول اللہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ اِسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رکوع سے سر اُٹھا کر سیدھے ہموار کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ آجاتا فتح الباری صفحہ ۲۴۹ میں مرقوم ہے وَالْمُرَادُ بِذٰلِكَ كَمَالُ الْاِعْتِدَالِ وَفِيْ رِوَايَةِ هُشَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ ثُمَّ يَمْكُثُ قَائِمًا حَتّٰى يَقَعَ كُلُّ عَظْمٍ مَوْقِعَهٗ یعنی مراد اس سے کامل درجہ سیدھا کھڑا ہونا ہے اور دوسری روایت میں عبد الحمید سے مروی ہے کہ پھر کھڑے رہتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے موقع میں واقع ہو جاتی پس ظاہر ہے کہ ہاتھوں کا موقع ارسال ہے نہ امساک۔ اگر آج کسی شخص سے کہا جائے کہ تو سیدھا ہموار کھڑا ہو جا تو وہ ہاتھ نیچے لٹکا کر کھڑا ہوگا پھر اس سے کہا جائے کہ ہاتھ

باندھے یا اوپر اٹھائے یا پیچھے کرے تب وہ اسی طرح کرے گا جس طرح اس سے کہا جائیگا ورنہ کسی بیٹھے ہوئے شخص سے مطلق اتنا کہدینے سے کہ تو کھڑا ہو جا کبھی وہ ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر نہیں کھڑا ہوگا کیونکہ ہاتھوں کا ارسال واسبال ایک طبعی وقدرتی امر ہے اور امساک ووضع ارادی وکسبی فعل ہے بَيْنَهُمَا بَوْنٌ بَعِيْدٌ وَفَرْقٌ مُبِيْنٌ - وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ فِي حِكَايَةِ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ لِصَلٰوةِ أَنَسٍ رض وَهُوَ يَحْكِي صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ انْتَصَبَ قَائِمًا حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَفِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ أَنَسٌ رض فِي صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ أَوْهَمَ وَفِي مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ ابْنِ الْيَمَانِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا وَفِي الْمُسْنَدِ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَكَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ فَلَمْ يُصَبِّ رَأْسَهٗ وَلَمْ يُقْنِعْهُ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ رَفَعَ وَاعْتَدَلَ حَتّٰى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ۔ وَقَدْ بَوَّبَ الْبُخَارِيُّ عَلٰى هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فِي الْجُزْءِ الثَّالِثِ مِنْ صَحِيْحِهٖ حَيْثُ قَالَ بَابُ الطُّمَانِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ وَأَوْرَدَ فِيْهِ حَدِيْثَ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَانْصَبَّ هُنَيَّةً الْحَدِيْثَ

ان جملہ روایات کو اگر بنظر امعان دیکھا جائے تو صاف عیاں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بحالت قومہ ہاتھ نیچے لٹکا کر کھڑے ہوتے تھے خصوصاً حضرت انس رض وحضرت ابو حمید رض وابو قلابہ رح کی روایات کے الفاظ اِنْتَصَبَ قَائِمًا اور حَتّٰى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا اور ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَانْصَبَّ تو اس امر پر صاف دال ہیں - علماء لغت وشراح حدیث نے بھی یہی معنی کئے ہیں چنانچہ تحت حدیث ابو قلابہ مندرجہ بالا فتح الباری پ ۳ ص ۴۳۸ میں مرقوم ومسطور ہے - وَالْأَوْجَهُ أَنْ يُّقَالَ هُوَ كِنَايَةٌ عَنْ سُكُوْنِ أَعْضَائِهٖ عُبِّرَ عَنْ عَدَمِ حَرَكَتِهَا بِالْإِنْصَاتِ وَأَمَّا الرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ بِالْمُوَحَّدَةِ الْمُشَدَّدَةِ الْفِعْلُ مِنَ الصَّبِّ كَأَنَّهٗ كَنّٰى عَنْ رُجُوْعِ أَعْضَائِهٖ عَنِ الْإِنْحِنَاءِ إِلَى الْقِيَامِ بِالْإِنْصِبَابِ یعنی روایت ہذا میں دو الفاظ منقول ہیں - کشمیہنی کی روایت میں ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ کے بعد فَانْصَتَ لفظ اور باقی نساخین کی روایت میں فَانْصَبَّ ہے - چونکہ انصات کے معنی سکوت وسکون کے ہیں لہذا لفظ انصت

میں اشارہ ہے آپ کے اعضاء کے سکون اور عدم حرکت کی طرف یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بحالت قومہ نہایت سکون کے ساتھ نیچے لٹکے رہتے تھے کیونکہ ہاتھوں کا اوپر اٹھانا یا باندھنا حرکت کا مقتضی اور سکون کا منافی ہے فافہم ۔ اور جس روایت میں فَانْصَبَّ کا لفظ ہے اُس کے معنی تو صاف یہی ہیں کہ حالت قومہ میں آنجناب کے ہاتھ وغیرہ اعضاء نیچے کی جانب لٹکے رہتے تھے چنانچہ لفظ انصباب صاف بتلا رہا ہے ۔ نیز کتب لغت میں لفظ ہٰذا کے یہی معنی لکھے ہیں منجد ص ۴۲۵ میں مرقوم ہے یُقَالُ صُبَّ عَلَیْہِ الْبَلَاءُ مِنْ صَبَبٍ اَیْ مِنْ فَوْقٍ وَصَبَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ صَاعِقَۃً اَیْ اَرْسَلَھَا عَلَیْہِ یعنی لغت میں صَبَّ کے معنی اوپر سے کسی چیز کو نیچے گرانے کے ہیں جیسے صَبَّ الْمَاءَ یعنی اُس نے پانی ڈالا ۔ پس لغوی معنی کی رُو سے حدیث ہٰذا کا مقصد یہ ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کر کے ہاتھ نیچے لٹکا کر کھڑے ہو جاتے اور دعاء قومہ پڑھ کر پھر سجدہ میں جاتے ۔ نیز مجمع بحار الانوار مصنفہ علامہ شیخ محمد طاہر کی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ (جو لغت حدیث میں بڑی معتبر کتاب ہے) میں بعد ایراد امثلہ کثیرہ مرقوم ہے اَلصَّبُّ وَالصُّبُوْبُ تَصَوُّبُ نَھْرٍ اَوْ طَرِیْقٍ ثُمَّ مِنْ صَبَبٍ بفتحتین ش اَیْ کَاَنَّمَا یَنْزِلُ اِلَی اَسْفَلَ وَجَمْعُہٗ اَصْبَابٌ نہ وَمِنْہُ حَتّٰی اِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ بَطْنِ الْوَادِیْ اَیْ اِنْحَدَرَتْ فِی الْمَسْعٰی وَمِنْہُ ح الصَّلٰوۃُ لَمْ یُصَبَّ رَاْسَہٗ لَمْ یُمِلْہُ اِلَی اَسْفَلَ ۔ اِلٰی قَوْلِہٖ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَانْصَبَّ بِھَمْزَۃِ وَصْلٍ وَتَشْدِیْدِ مُوَحَّدَۃٍ کَاَنَّہٗ کُنِیَ بِہٖ عَنْ رُجُوْعِ اَعْضَاءِہٖ مِنَ الْاِنْحِنَاءِ اِلَی الْقِیَامِ بِالْاِنْصِبَابِ یعنی صَبٌّ کے معنی نہر کا بہنا اور نیچے اترنا ہے ۔ شرح شمنی میں ہے کہ یہ مشتق ہے صَبَبٌ سے زبدہ شرح شفاء میں ہے کہ جس حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں اِذَا مَشٰی کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ یا فِیْ صَبَبٍ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے اُتار میں اُتر رہے ہیں (یعنی آگے کی طرف زور دیکر چلتے) اس سے بھی یہی مراد ہے کہ گویا نیچے کی طرف اترتے ۔ اور صبب کی جمع اصباب ہے ۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ جب آپ کے پاؤں نالہ کے نشیب میں اُترے (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے وقت) یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے تو حالتِ رکوع میں سر کو نیچے نہیں جھکاتے بلکہ کمر کے ہموار برابر رکھتے ۔ پس اصطلاحات حدیثی اور لغوی سے حدیث متنازع فیہ کے معنی خوب متعین ہو گئے اور بالتصریح ثابت ہو گیا کہ حدیث ہٰذا کے یہی معنی ہیں کہ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہاتھ لٹکا کر کھڑے ہو گئے ۔ نیز کتاب انوار اللغۃ[1] ملقب بہ وحید اللغات کے پ ۱۴ ص ۳ میں درج ہے (صَبٌّ) بہانا ڈالنا بہنا نیچے اُترنا ۔ اس کے بعد محاورات عرب سے بہت سی امثلہ پیش کی ہیں جن سے اس معنی کی صاف تائید ثابت ہوتی ہے ۔ نیز علاوہ فتح الباری کے دیگر شراح بخاری نے بھی یہی

[1] بنام لغات الحدیث ۔ یہ کتاب مکتبہ سعودیہ سے بقیمت ۷۲ روپے مل سکتی ہے ۔ یہ کتاب چھ جلدوں میں کامل ہے ۱۲

معنی کئے ہیں ملاحظہ ہو کرمانی اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مصنفہ علامہ قسطلانی جلد ثانی صفحہ ۱۰۶ و عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری لبدر بن ابی محمد محمود بن العینی جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ نیز امام نووی شرح صحیح مسلم کی جلد اول صفحہ ۱۹۱ میں رقم طراز ہیں فیکون قولہ سمع اللہ لمن حمدہ فی حال ارتفاعہ وقولہ ربنا لک الحمد فی حال اعتدالہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی رواہ البخاری۔ یعنی رکوع سے سر اٹھانے والے کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت ارتفاعی دوم حالت اعتدالی۔ حالت ارتفاعی میں رفع یدین کرتا ہوا سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور حالت اعتدالی میں دعاء قومہ ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا ویرضی وغیرہ پڑھے۔ عبارت ہذا میں لفظ اعتدال صاف بتا رہا ہے کہ ہاتھ نیچے لٹکا کر ہموار سیدھا کھڑا ہو کیونکہ ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کے لئے احادیث میں لفظ اعتدال نہیں آتا بلکہ دیگر مناسب الفاظ آتے ہیں فافہم وتدبر۔ نیز مسئلہ ہذا میں شافعیہ کے دو قول ہیں ولا استحضر الآن عبارۃ کتبہم ہاں فقہ حنابلہ میں بھی مسئلہ ہذا کی توضیح وتلویح موجود ہے حیث قالوا فی کتبہم وخیر فی شرح الزاد المستقنع وشرح الاقناع وشرح المنتہی بین الوضع والارسال و فی کشاف القناع عن متن الاقناع (ثم یرفع راسہ مع رفع یدیہ کرفعہ الاول) فی افتتاح الصلوۃ الی حذو منکبیہ لما تقدم من حدیث ابن عمر المتفق علیہ وغیرہ (قائلا امام ومنفرد سمع اللہ لمن حمدہ مرتبا وجوبا) لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یقول ذلک وروی الدارقطنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لبریدۃ یا بریدۃ اذا رفعت راسک من الرکوع فقل سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد الی قولہ (ثم ان شاء ارسل یدیہ) من غیر وضع احدہما علی الاخری (وان شاء وضع یمینہ علی شمالہ نصا) ای نص احمد علی تخییرہ بینہما انتہی (کشاف جلد اول صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ مصر) ونحو ہذا فی البواقی وہذہ الکتب الثلاثۃ للحنابلۃ یعنی شرح زاد مستقنع اور شرح اقناع وشرح منتہی میں وضع ارسال کے مابین اختیار دیا ہے۔ حالت قومہ میں مصلی چاہے ہاتھ چھوڑ دے چاہے باندھ لے اور کشاف القناع مصنفہ علامہ شیخ منصور بن ادریس حنبلی میں مرقوم ہے کہ مصلی رکوع شرعی سے فارغ ہو کر جس طرح اس نے نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے تھے اسی طرح رفع یدین کرتا ہوا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا کھڑا ہوا جیسا کہ صحیحین میں بروایت حضرت عمرؓ موجود ہے پھر اگر چاہے تو دونوں ہاتھ نیچے چھوڑ دے ایک دوسرے پر نہ رکھے اور اگر چاہے تو داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ لے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ہر دو فعل کی تخییر تنصیص کی ہے۔ اسی طرح کتب فقہ حنفیہ میں مرقوم ہے ہدایہ میں ہے فیعتمد فی حالۃ القنوت وصلوۃ

الْجَنَازَةِ وَيُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ وَبَيْنَ تَكْبِيْرَاتِ الْاَعْيَادِ یعنی حالت قومہ میں مصلی ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يُرْسِلُ يَدَيْهِ عِنْدَ الثَّنَاءِ فَاِذَا اَخَذَ فِي الْقِرَاءَةِ اِعْتَمَدَ وَقَالَ اَبُوْحَفْصٍ السُّنَّةُ فِيْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَفِيْ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ وَالْقَوْمَةِ الَّتِيْ بَيْنَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ الْاِرْسَالُ وَفِيْ شَرْحِ الْوِقَايَةِ وَيَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ كَالْقُنُوْتِ وَصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَيُرْسِلُ فِيْ قَوْمَةِ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ یعنی امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد رح کے نزدیک مصلی حالت قومہ میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو۔ پس جس وقت قرات شروع کرے تو باندھے۔ اور کہا ابوحفص نے کہ رکوع وسجدہ کے درمیانی قومہ میں سنت طریقہ ہاتھوں کا چھوڑنا ہے۔ شرح وقایہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ قومۃ الرکوع میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو كَفِي الْبِنَايَةِ شَرْحِ الْهِدَايَةِ لِلْعَيْنِيْ فِي الذَّخِيْرَةِ يُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ وَعَلَيْهِ الْاِعْتِمَادُ یعنی بنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ معتمد علیہ بات یہی ہے کہ قومہ میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو۔ وَفِي الْكَبِيْرِيْ شَرْحِ مُنْيَةِ الْمُصَلِّيْ وَيُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ بَعْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ بِاتِّفَاقِ اَئِمَّتِنَا لٰكِنْ اَقَالَ صَدْرُ الشَّهِيْدِ. وَفِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ شَرْحِ كَنْزِ الدَّقَائِقِ ذَكَرَ شَيْخُ الْاِسْلَامِ فِيْ شَرْحِ كِتَابِ الصَّلٰوةِ اَنَّهُ يُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ بَيْنَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ عَلٰى قَوْلِهِمَا كَمَا هُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ الخ یعنی کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ رکوع سے اٹھ کر قومہ میں ہاتھ چھوڑے یہ ہمارے کل ائمہ کا اتفاق ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے کہ شرح کتاب الصلوٰۃ میں شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ امام محمد وغیرہ ائمہ کا قول یہی ہے کہ رکوع اور سجدہ کے مابین قومہ میں نمازی ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو۔ وَذَكَرَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنَّ عَلٰى قَوْلِهِمَا يَعْتَمِدُ فَاِنَّ فِيْ هٰذَا الْقِيَامِ ذِكْرًا مَسْنُوْنًا وَهُوَ التَّسْمِيْعُ وَالتَّحْمِيْدُ وَعَلٰى هٰذَا مَشٰى صَاحِبُ الْمُلْتَقَطِ اور شیخ الاسلام نے دوسری جگہ ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح وابویوسف کے نزدیک ہاتھوں کا باندھنا ہے۔ ہدایہ میں ہے ثُمَّ الْاِعْتِمَادُ سُنَّةُ الْقِيَامِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ حَتّٰى يُرْسِلَ حَالَةَ الثَّنَاءِ الخ یعنی امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف کے نزدیک حالت قیام میں ہاتھوں کا باندھنا مسنون ہے حتی کہ حالت ثنا ر (قومہ) میں بھی نہ چھوڑے۔ پس معلوم ہوا مسئلہ ہذا میں فقہاء حنفیہ مختلف ہیں کوئی ارسال الیدین کا قائل ہے اور کوئی اعتماد الیدین کا۔

اصل اور صحیح بات یہ ہے کہ ارجح واقویٰ واقرب الی السنۃ من حیث الادلہ ہاتھوں کا ارسال واسبال ہی ہے ہاں اعتماد وانضمام یعنی وضع الیمین علی الشمال بھی جائز ہے جیسا کہ بعض ادلہ سے مترشح ہے وَفِي الْجَامِعِ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ يَطْمَئِنُّ قَائِمًا وَكَفُّهُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى حَتّٰى يَنْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ وَقِيْلَ اِذَا طَالَ الْقِيَامُ يَعْتَمِدُ مُخَافَةَ بِدْضِيْقِهٖ اِنْتَهٰى مُخْتَصَرًا

سوال (۴۶۵) کل کی خبریں بتانے والا کہ کل کیا ہوگا مثلاً ستا بتانے والا اور غیب کی

خبریں دینے والا مسلمان رہا یا کافر ہوگیا۔ جواب قرآن وحدیث سے ہو۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اس کا جواب صحیفہ اہلحدیث میں درج کردیں۔

(سائل عبدالحمید بن محمد سلیمان باول والے حال وارد احمد آباد)

جواب (۲۶۵) آسمانی تمام شرائع کا متفقہ مسئلہ ہے کہ عالم الغیب وہی اکیلا وحدہ لاشریک لہ ہے۔ بجز اس ذات اقدس کے آسمان وزمین میں کوئی ہستی عالم الغیب نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ خداوند قدوس کے سوائے کسی نبی، ولی، بزرگ، غوث، قطب، انس وجن کو عالم الغیب سمجھنا اشراک فی العلم ہے سے باز غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے اور کل کی خبریں بتانے والے ازروئے شریعت محمدیہ کافر، مشرک، خارج از اسلام ہیں تاوقتیکہ بد عقیدگی سے تائب نہ ہوں۔ قرآن مجید کا اٹل قانون ہے وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا یعنی کسی متنفس کو خبر نہیں کہ وہ کل کیا کریگا۔ آہ سچ ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ؛ سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

نیز فرمان ایزدی ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ الآیۃ یعنی علم غیب کے خزانے خدا ہی کے پاس ہیں بجز اس کے کوئی نہیں جانتا۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوگیا کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اور اہل علم کے نزدیک خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ خَاصَّةُ الشَّيْءِ مَا لَا يُوْجَدُ فِي غَيْرِهٖ یعنی خاصہ اس کو کہتے ہیں کہ وہ کسی غیر میں نہ پایا جائے۔ پس معلوم ہوا کہ کوئی نبی، کوئی ولی، کوئی فرشتہ اس صفت سے موصوف نہیں۔ جو شخص کسی نبی یا ولی یا کسی ادنیٰ واعلیٰ ہستی کو علم غیب سے موصوف سمجھے قرآن وحدیث کی تصریحات کی رو سے وہ منکر قرآن اور منکر حدیث وخارج اسلام ہے چنانچہ مولانا اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تقویۃ الایمان صفہ نورعرفان میں تحت آیہ مذکورہ رقم طراز ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب میں چاہوں اس سے غیب کی باتیں معلوم کرلوں اور آئندہ باتوں کو معلوم کرلینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے اور جو کوئی کسی نبی ولی کو یا جن وفرشتہ کو امام وامام زادہ یا پیر وشہید کو، نجومی ورمال کو یا فال دیکھنے والے کو یا برہمن اسٹی کو یا بھوت پری وغیرہ کو ایسا جانے یا اس کے حق میں ایسا عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہوجاتا ہے اور اس آیت سے منکر فقط

(مفتی) ابومحمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار۔ آمین۔

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۰ء جلد ۲۰ نمبر ۸

سوال (۲۶۶) یوں کہنا کہ بحرمت یا بصدقہ یا بطفیل یا بواسطہ یا بحق یا بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم یا اللہ میرا فلاں کام درست کر دے جائز ہے یا نہیں؟ جواب بذریعہ صحیفہ اہلحدیث شائع ہونا چاہیئے۔ (سائل خلیفہ محمد عبدالرحمن خاں خریدار صحیفہ اہلحدیث ۱۱۰۲ ضلع انبالہ)

جواب (۲۶۶) ہرگز جائز نہیں۔ اس قسم کے الفاظ نہ کسی صحابی سے ثابت ہیں نہ کسی تابعی و دیگر ائمہ دین سے منقول و مروی ہیں بلکہ ان الفاظ کی ممانعت موجود ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ پر کسی بندہ کا حق نہیں کہ جس کے دباؤ کی وجہ سے وہ کسی کا کام کر دے۔ وہ تو ذات لاابالی ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے۔ کتاب ہدایۃ النبی المختار الیٰ من یصلی الی یوم القرار کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے کہ دیکھو کتب تفسیر اور کتب حدیث کو بھلا اس وسیلہ مروجہ بحق فلاں طفیل فلاں، صدقہ فلاں کا بھی کہیں اتا پتا لگتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اگر مسئلہ ہٰذا کی مفصل بحث منظور ہو تو کتاب الوسیلہ مصنفہ امام ابن تیمیہؒ و کتاب تقویۃ الایمان و دین الخالص وغیرہ کتب توحید ملاحظہ ہوں۔ الغرض اس قسم کے الفاظ زبان پر لانا اور توسل بالاموات عندالشرع ممنوع و حرام ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خشک سالی کا زور ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا یعنی اے ہمارے معبود حقیقی ہم ایام قحط میں تیرے نبی سے دعا کراتے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ان کو وسیلہ بناتے تھے تو باراں رحمت برساتا اب جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے رخصت ہو گئے تو ہم اپنے نبیؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں یعنی اب ان سے بارش کی دعا منگواتے ہیں۔ یاالٰہی تو باران رحمت برسا اور قحط سالی دور فرما۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قصہ سے تمام اشکال واوہام رفع ہو گئے۔ نیز توسل کے معنیٰ صاف ہو گئے کہ توسل سے مراد دعا ہے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک یا آپ کی قبر کا توسل جیساکہ مبتدعین مشرکین نے سمجھ رکھا ہے۔ کاش وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قصہ پر غور کریں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا اسم یا قبر کا وسیلہ جائز ہوتا تو بہترین امت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام آپ کے نام یا آپ کی قبر کو چھوڑ کر کبھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل کی طرف رجوع نہ کرتے بلکہ آپ کے نام یا آپ کی قبر کا وسیلہ لیتے لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ ایسا کرنا ممنوع و غیر مشروع ہے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول برحق کے حکم احکام کی اتباع ہی کا نام ہے جیساکہ آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ سے خوب واضح ولائح ہے۔

واضح باد کہ جب سائل اللہ تعالیٰ سے بحق فلاں و فلاں یا بوسیلہ فلاں دعا کرتا ہے عام اس کے کہ فلاں سے مراد اس کی ملائکہ ہو یا انبیاء و صلحاء، اولیاء و شہداء ہوں تو اس سے سائل کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ممتاز و برگزیدہ مقرب بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی درگاہ عالیہ میں ان کی

قدر و منزلت وجاہت حرمت عزت بہت کچھ ہے لیکن حسب الارشاد حق تعالیٰ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ خداوند تعالیٰ کی اجازت بغیر کسی کو سفارشی منصب حاصل نہیں اور خدا کی اجازت ان ہی لوگوں کے واسطے ہے جو اس کے اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں تو مجرد انبیاء کی قدر و وجاہت بغیر فرمانبرداری و اطاعت کے کیونکر مفید ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ امر دیگر ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حیات طیبہ میں کسی کے لئے دعاء وسفارش کریں۔ جس صورت میں نہ آپ دعا کر سکتے ہیں نہ سفارش تو مجرد حرمت و وجاہت کا نام لیکر سوال کرنا کیسے مفید ہو سکتا ہے بلکہ سائل نے ایک ایسا سبب پیش کیا ہے جو قبولیت تو درکنار قابل سماعت ہی نہیں ہے۔ تمثیل، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی سے اس طریقہ پر سوال کرے کہ فلاں شخص نے آپ کی چونکہ بڑی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے جس کو آپ نے بہت بڑا منصب عطاء کیا ہے لہٰذا بوسیلے اس کے میری مراد برلاؤ۔ مقام غور ہے جب کہ اطاعت کا صلہ فقط مطیع کو ہی مل سکتا ہے۔ مزدور کی اجرت صرف مزدور ہی کو مل سکتی ہے۔ نوکری کی تنخواہ نوکر کو ہی دی جاسکتی ہے نہ کہ کسی غیر اجنبی شخص کو تو گویا اس قسم کے اسباب پیش کر کے سوال کرنا عین جہالت و ضلالت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا احسان اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے اس کی پوری پوری تابعداری کی ہے مثلاً انبیاء، اولیاء، صلحاء۔ پس اس کا صلہ و انعام بھی ان ہی لوگوں کے لئے ہے نہ کہ مشرکین مبتدعین کے لئے علی سبیل التنزل اگر کسی مخلوق کی وجاہت و منزلت کا وسیلہ لینا جائز ہوتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام یا صحابہ کرام انبیاء سابقین مثل جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا ملائکہ مقربین مثل جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ضرور وسیلہ لیتے اور بوقت دعا یوں کہتے کہ یا الٰہی تو اپنے خلیل یا اپنے کلیم کے صدقہ و وسیلہ سے ہماری یہ دعا قبول فرما حالانکہ ایسا کسی حدیث صحیح چھوڑ ضعیف میں بھی نہیں پایا گیا۔ اس واسطے ائمہ دین اس وسیلہ شرکیہ و بدعیہ سے ہمیشہ منع کرتے چلے آئے ہیں۔ اور تو اور خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول لیجئے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے آپ مع اپنے تلامذہ کے فرماتے ہیں لَا یَجُوْزُ یعنی ایسا توسل بالکل ناجائز ہے فرماتے ہیں خالق کے حضور میں مخلوق کا توسل ہرگز پیش نہ کرنا چاہئے کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ حق تعالیٰ کے حضور میں بِحَقِّ اَنْبِیَآئِكَ الفاظ کے ساتھ دعا کرے۔ ابوالحسین قدوری اپنی کتاب کبیری شرح کرخی باب الکراہت میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب اصحاب سے اس توسل کا ناجائز ہونا ثابت ہے۔ قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ بِحَقِّ انبیائك اور بِحَقِّ رُسُلِكَ اور بِحَقِّ بَیْتِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ یہ سب الفاظ ناجائز مکروہ و نامشروع ہیں۔ قدوری صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت بِحَقِّ خَلْقِكَ کسی مخلوق کا حق پیش کرنا بالکل ناجائز ہے کیونکہ مخلوق کا خالق کے ذمے کوئی حق نہیں

پس جو شخص یہ کہے کہ جس طرح مخلوق کا مخلوق پر حق ہوتا ہے جس کا وہ مطالبہ کر سکتا ہے اسی طرح خالق کے ذمہ مخلوق کا حق ہے یہی مذہب معتزلہ کا ہے۔ اور بہت سے نام کے صوفی جہلاء اس مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان جب کسی بادشاہ یا امیر کی خدمت کرتا ہے تو اس کا حق واجب ہو جاتا ہے یہی مثال خالق و مخلوق کی ہے یہ بالکل غلط ہے خالق و مخلوق کی مناسبت کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ یہ عقیدہ سراسر جہالت و ضلالت ہے کیونکہ بادشاہ یا امیر کی اطاعت ان کے نفع یا رفع ضرر کے لئے ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کی ذات بابرکات اس سے بالکل غنی ہے چنانچہ ارشادات خداوندی مندرجہ ذیل اس امر کے بین دلائل ہیں۔

ارشاد اول۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (پ ۱۵۔ س ۱) یعنی اگر تم نیک عمل کرو گے تو اپنے لئے اور برے کرو گے تو اپنے لئے۔

دوم۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (پ ۲۴۔ س ۱۸) یعنی جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے ہی لئے کرے گا۔ اور جو کوئی برا کریگا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

سوم۔ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ (پ ۲۳۔ س ۳۹) یعنی اگر تم کفر کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔ اگر تم اللہ کا شکر کرو گے تو وہ اس کو پسند فرماتا ہے۔

چہارم۔ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ (پ ۱۹۔ س ۲۷) یعنی جو شخص شکر کرے گا وہ اپنی جان کے لئے شکر کرے گا اور جو کفر کرے گا پس میرا رب بے پرواہ کریم ہے۔

پنجم۔ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (پ ۲۱۔ س ۳۱) یعنی جو کوئی شکر کرتا ہے پس جز این نیست کہ شکر کرتا ہے اپنی جان کے فائدہ کے لئے اور جو کوئی کفر کرتا ہے پس تحقیق اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا۔

ششم۔ اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (پ ۱۳۔ س ۱۴) یعنی اگر تم اور تمام اہل زمین مل کر کفر کرو تو خدا کی ذات پھر بھی بے پرواہ حمید ہے۔

ہفتم۔ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا (پ ۴۔ س ۳) یعنی اے نبی! کفار کی سرکشی سے غمگین نہ ہونا۔ یہ لوگ خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

ہشتم۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (پ ۲۵ س ۱۵) یعنی جو کوئی قرآن حدیث کے مطابق عمل کرے گا تو اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو

ے دیکھو کتاب الوسیلہ مصنفہ امام ابن تیمیہ ۱۲ منہ

خلاف کرے گا تو اسکا اپنا نقصان ہے پھر جزا سزا کے لئے تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ارباب فہم و فراست، اہل ذکاوت و بصیرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات لا اُبالی و صفت غنائی کا ثبوت ان آیات بیّنات میں کافی سے زیادہ ہے مگر صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدیث قدسی میں تشریح فرمائی ہے وہ اور بھی زیادہ فرحت بخش اور سونے پر سہاگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو میری ذات بابرکات، تمہارے ضرر و نفع رسانی سے بہت اعلیٰ و بالا ہے۔ تم سب ہر وقت خطا کار ہو اور میں تمہارے گناہ معاف کرتا رہتا ہوں اور میں بے پرواہ ہوں۔ تم مجھ سے بخشش کے طلب گار رہو گے تو میں بخش دوں گا۔ اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن سب مل کر فاسق، فاجر، شقی، غبی ہو جائیں تو میری الوہیت میں ذرا بھی خلل و زلل نہیں آسکتا۔ اسی طرح تمہارے اول و آخر انس و جن سب مل جل کر متقی پرہیز گار ہو جائیں تو کچھ میری سلطنت میں ترقی نہیں ہو سکتی الحدیث رواہ مسلم بطولہا۔

الغرض خالق و مخلوق میں بڑا بھاری فرق ہے وہ اپنی مخلوق سے ہر وقت غنی و بے پرواہ ہے اور مخلوق ہر سیکنڈ میں اس کی محتاج ہے۔ مخلوق کا خالق پر یہ حق نہیں کہ وہ اس کے حق کے دباؤ کی وجہ سے اس کی حاجت بر لائے۔ جب حقیقت الامر یہ ہے تو یوں کہنا کہ یا اللہ بحق فلاں یا بطفیل، بوسیلہ، بذریعہ فلاں میرا یہ کام کر دے بالکل فضول و لایعنی ہے چنانچہ اکثر لوگ عوام و خواص تحریراً و تقریراً یوں کہدیا کرتے ہیں کہ "یا الٰہی بحق بنی فاطمہ میرا اسلام پر ہو خاتمہ"۔ ہاں اللہ پاک رب العالمین نے اپنے عباد مومنین کا جو حق اپنے ذمے محض اپنے رحم و کرم سے اپنے نفس پر واجب کیا ہے اس سے اکثر لوگ بے اُستادے دھوکہ کھاتے ہیں اور الفاظ مذکورہ فی السوال کا جواز ثابت کرکے عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محض رحمت و حکمت و عدل ہے جو اُس نے خود اپنے ذمہ واجب فرمائی ہے۔ مخلوق کا اس میں کسی قسم کا تعلق و دخل نہیں چنانچہ حدیث قدسی میں فرمایا یٰعِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ حَرَامًا فَلَا تَظَالَمُوْا الحدیث۔ اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کیا ہے، تم پر بھی حرام کرتا ہوں آپس میں ظلم نہ کرنا۔ اسی طرح کلام پاک میں فرمایا کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ حق تعالیٰ نے اپنے ذمے رحمت واجب کرلی ہے۔ نیز فرمایا وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ مومنین کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ان آیات کا مقصد بیان کرنے کے لئے قرآن کے سچے مفسر صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث کافی ہے جس میں آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا یَا مُعَاذُ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقُّہٗ عَلَیْہِمْ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا یَا مُعَاذُ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَقُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

اَعْلَمُ قَالَ حَقُّهُمْ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ یعنی اے معاذ! تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ معاذؓ عرض کرتے ہیں کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بندوں پر اسکا حق یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کی شراکت کے خاص اسی کی عبادت کریں۔ اے معاذ! تو جانتا ہے کہ جب بندے اس طرح عبادت کریں تو پھر بندوں کا خدا کے ذمے کیا حق ہے؟ عرض کیا کہ اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا پر ان کا حق یہ ہے کہ وہ اُن کو عذاب نہ کرے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تفسیر دلپذیر سے یہ نکتہ بالکل حل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے مکرم و برگزیدہ بندوں انبیاء، علماء، صلحاء کا حق اللہ تعالیٰ کے ذمے یہی ہے کہ وہ اُن کو دین و دنیا کے عذاب سے نجات دے اور ثواب عطا فرمائے۔ شق ثانی میں مجرد اس حق کو بعض الناس کا اپنے اعمال کی قبولیت و حاجت برآئی کے لئے وسیلہ و طفیل گردا ننا بالکل غلط و غیر صحیح ہے۔

سوال (۲۶۷) متعہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ ہم نے مخالفین کے اشتہاروں میں دیکھا ہے کہ مولانا عبدالوہاب صاحب محدثؒ متعہ کو جائز قرار دیتے تھے۔ اور میں جب ۱۳۵۵ھ میں دہلی آیا تو ایک اشتہار دیکھا کہ مولانا مرحوم کے مدرسہ میں قرآن شریف پر کھڑے ہو کر گھڑی میں چابی دیتے ہیں۔ ایسا تو کوئی بد دین آریہ کافر بھی نہیں کرے گا۔ کیا یہ سچ ہے اسکا جواب دیجئے تاکہ ہم مخالفوں کو دکھلائیں۔ (سائل حافظ کریم بخش صاحب از آگرہ)

جواب (۲۶۷) سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا آپ نے بہت ہی اچھا کیا کہ آیت قرآنی اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا کے مطابق ہم سے دریافت کر لیا۔ خداوند تعالیٰ ہر مسلم بھائی کو اسی طرح تحقیق کی توفیق دے۔ بیسیوں احباب سادہ لوح طبائع اس قسم کے پر از کذب و دجل اشتہارات و رسالہ جات دیکھ کر بدظنی کا شکار بن کر اپنی آخرت برباد کر لیتے ہیں۔ یاد رکھئے متعہ کرنا کرانا قیامت تک حرام ہے۔ یہ حدیث مرفوع میں آچکا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔ یہ تو سراسر قرآن کی توہین ہے ایسا کرنے والا پکا کافر ہے۔ مخالفین نے اس قسم کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شرمناک الزامات و اتہامات (مثل جواز شرک وغیرہ) دہلی میں زبانی بیان کرنے شروع کئے تو اہل دہلی میں سے جو حضرات ہمارے عمل عقیدہ سے واقف تھے یا ہماری تحریر و تقریر سے واقفیت حاصل کر لی انہوں نے اُن کے ان بہتانات کی گوز شتر سمجھ کر جب کچھ وقعت نہ کی تو ان حضرات نے بذریعہ اشتہارات و رسالہ جات ممالک غیر و بیرون جات دہلی میں بدظنی پھیلا کر جماعت حقہ جماعت غرباء اہلحدیث کو بدنام کرکے اپنے اُلّو سیدھا کرنا چاہا فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔ آپ گواہ رہئے کہ ہمارے نزدیک شرک حرام، شرکیہ دم جھاڑ حرام، متعہ حرام،

خنزیر حرام، گدھا گتا بلا حرام، قرآن و حدیث کی توہین کرنا حرام۔ الغرض خدا نے جتنی چیزیں حرام کردی ہیں سب حرام، خدا کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال کرنا حرام، اور کسی پر بہتان باندھنا بھی حرام ہے۔ امام الموحدین حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب محدث ہند نور اللہ مرقدہٗ کا بھی یہی عقیدہ تھا اور تادم وفات ہمیشہ یہی تعلیم دیتے رہے اور مخالفین کے ان شرمناک اتہامات کے جواب میں یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے کہ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ ○

قَدْ قِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ ذُوْ وَلَدٍ وَاِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ كَهَنَا ❊ مَا نَجَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مَعًا فَكَيْفَ اَنَا

فقط (مفتی) ابو محمد عبدالستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار۔ آمین

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ مطابق نومبر ۱۹۴۰ء جلد ۲۰ نمبر ۱۰

سوال (۲۶۸) مشرک بدعتی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں اگرچہ وہ کلمہ گو ہو۔

سائل مذکور

جواب (۲۶۸) مشرکین مبتدعین کو سلام کرنا یا ان سے اسلامی تعلقات و موالات قائم رکھنا شرعاً سخت معیوب و مذموم ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کہلا بھیجا تو عبداللہ بن عمر صحابیٔ رسول نے اس کا جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ اِنَّهٗ بَلَغَنِیْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّی السَّلَامَ الْحَدِيْث یعنی مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ وہ بدعتی ہے۔ پس اگر یہ اطلاع حقیقت پر مبنی ہے تو میری طرف سے اسکو سلام نہ کہنا (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ)

پس حدیث ہذا سے اظہر من الشمس وابین من الامس ہوگیا کہ مشرکین، مبتدعین، بددین فساق و فجار کے ساتھ نشست و برخاست کرنا ان کے ساتھ سلام و کلام کرنا، ان کے سلام کا جواب دینا معیوب و مذموم ہے۔ ہاں ایسے اشخاص کے جواب میں وَعَلَيْكُمْ کہدینا مشروع و مسنون ہے۔ عالم باللہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب بلاغ المبین مع ترجمہ سراج السالکین[1] کے صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ میں رقم طراز ہیں کہ "علماء باللہ رحمۃ اللہ علیہم فرمودہ اند در فریضہ ہائے اعمالِ دین وگناہانِ کبیرہ وشعارِ اسلام مرتکب خلاف شرع را امر بالمعروف ونہی از منکر بشدت واظہار بیزاری باید نمود و بامداہنان ہم مجالست نباید کرد کہ صحبت بامداہن دلالت بر محبت او می کند و در حدیث است مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ الخ یعنی علماء ربانی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ دین کے فرض اعمال اور جملہ کبائر گناہ اور شعائر اسلام ان تمام اعمال کے خلاف ارتکاب کرنے والے کو بڑی شدت سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا چاہیے اور ایسے بے دینوں سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیے اور دین کے کاموں میں سستی کرنے والے کے ساتھ (سلام و کلام میل جول تو درکنار) نشست و برخاست بھی

[1] یہ کتاب آپ کو مکتبہ سعودیہ سے چار روپے میں مل سکتی ہے۔

نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ ایسے آدمی سے ملنا جلنا اس کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے جو کسی قوم کے ساتھ محبت رکھتا ہے وہ اُن ہی میں سے ہے۔ آگے چلکر فرماتے ہیں "از روئے حدیث صحیح مسلم رحمۃ اللہ علیہ دریافت می شود کہ بغض بمرتکب منکرات درحالتِ ناچاری از دفع ورد آن از ضروریات ایمان است" یعنی صحیح مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم استطاعت کے وقت ایسے بددینوں سے بیزاری ظاہر کرنے کیلئے بغض رکھنا ضروریاتِ ایمان میں سے ہے۔ مسئلہ ہذا کی مزید تفصیل اگر منظور ہو تو کتب توحید مثل الدین الخالص و بیان النجاۃ والفکاک من موالاۃ المرتدین واہل الاشراک وغیرہ ملاحظہ ہو۔

سوال (۲۶۹) بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۶۹) شرعاً گائے بھینس کا ایک ہی حکم ہے بھینس کے لئے علیحدہ کوئی خاص حکم نہیں آیا جیسے ہرن اور بکری کی قربانی جائز ہے اسی طرح گائے اور بھینس کی بھی جائز ہے احادیث میں بھینس کی قربانی کی کہیں ممانعت نہیں آئی۔

سوال (۲۷۰) کسی مولوی یا امام مسجد کو قربانی وصدقات کی کھالیں لینی دینی شریعتِ محمدیہ میں جائز ہیں یا نہیں۔ اگر قربانی کی کھال بیچدے یا اُجرت میں دیدے تو قربانی میں کچھ نقصان پڑتا ہے یا نہیں۔ (سائل عبد الرحمن صاحب بمقام چک خلیل پور۔ ڈجکوٹ۔ لائلپور)

جواب (۲۷۰) شرعاً قربانی وغیرہ صدقات کی کھالوں کے مستحق مساکین غربا بھلا بار ہیں جو بماتحتی امیر نظام شرعی کے مطابق تقسیم کی جائیں۔ حسبِ ضرورت خواہ امیر اصالۃً تقسیم کرے یا کسی دیگر شخص کو اپنی نیابت میں حکم کردے۔ گشتی ملا مولویوں وغیرہ ہر کس و ناکس کو دینا امر مشروع نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیابتاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا تھا چنانچہ صحیحین میں موجود ہے عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰی بُدْنِہٖ وَاَنْ اُقَسِّمَ لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا عَلَی الْمَسَاکِیْنِ وَلَا اُعْطِیَ فِیْ جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَیْئًا۔ کَذَا فِیْ بُلُوْغِ الْمَرَامِ وَقَالَ فِیْ سُبُلِ السَّلَامِ دَلَّ الْحَدِیْثُ عَلٰی اَنَّهٗ یُتَصَدَّقُ بِالْجُلُوْدِ وَالْجِلَالِ اِلٰی قَوْلِہٖ وَحُکْمُ الْاُضْحِیَۃِ حُکْمُ الْهَدْیِ فِیْ اَنَّهٗ لَا یُبَاعُ لَحْمُهَا وَلَا جِلْدُهَا وَاَنَّهٗ لَا یُعْطَی الْجَزَّارُ مِنْهَا شَیْئًا اُجْرَۃً انتہٰی۔ نیز مولانا عبد اللہ صاحب غازی پوری اپنے فتوے زکوۃ میں رقم طراز ہیں کہ وَاِذَا عَرَفْتَ هٰذَا عَلِمْتَ اَنَّ الدَّفْعَ اِلَی الْاِمَامِ وَاجِبٌ لِجَمِیْعِ اَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ لِرَبِّ الْمَالِ بِالصَّرْفِ جَازَ لَهٗ ذٰلِکَ انتہٰی یعنی جب تم نے یہ مسئلہ جان لیا تو یہ بھی جان لیا کہ امام کو کل قسم کے صدقے حوالے کردینے واجب ہیں الخ (تاکہ وہ اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرے) حدیث مندرجہ بالا سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ صاحب اُضحیہ اپنی قربانی کی کھال وجھول نکیل، رسی وغیرہ سب صدقہ کردے، نہ اُس کو فروخت کرے نہ قصاب وغیرہ کو اُجرت میں دے

بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

کسی مولوی یا امام مسجد کو صدقات و قربانی کی کھالیں لینی دینی یا انکا بیچنا یا اجرت میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

کیونکہ جو کھال ہدی کا حکم ہے وہی کھال قربانی کا ہے۔
الغرض کھال قربانی کی قیمت اپنے مصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں بلکہ ایک حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ جو شخص اپنی قربانی کی کھال وغیرہ فروخت کرے گا اس کی قربانی ہی نہیں۔ درایہ تخریج ہدایہ میں ہے حَدِیْثُ مَنْ بَاعَ جِلْدَ اُضْحِیَتِهٖ فَلَا اُضْحِیَةَ لَهٗ اَلْحَاکِمُ وَالْبَیْهَقِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِهٰذَا اَوْرَدَهُ الْحَاکِمُ فِیْ تَفْسِیْرِ سُوْرَةِ الْحَجِّ۔ نیز حاشیہ درایہ میں ہے وَصَحَّحَهٗ اَیْ صَحَّحَهُ الْحَاکِمُ لٰکِنْ فِیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَیَّاشٍ الخ۔ ہاں قربانی کی کھال کو بغیر فروخت کئے اپنے مصرف میں لانا بہر صورت جائز و درست ہے مثلاً ڈول یا مشک یا جائے نماز وغیرہ بنائے چنانچہ منتقی میں ابوسعیدؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اِسْتَمْتِعُوْا بِجُلُوْدِهَا وَلَا تَبِیْعُوْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ قَالَ الشَّوْکَانِیْ قَالَ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ اَنَّهٗ مُرْسَلٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ اِنْتَهٰی فقط (مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار
صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ مطابق جنوری ۱۹۴۱ء جلد ۲ نمبر ۱۲

اذان سُنکر اپنی جگہ پر تنہا نماز پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں

سوال (۲۷۱) اگر کوئی شخص بلا عذر کے اپنے گھر میں یا اپنے کھیت میں اذان سُنکر اکیلا نماز پڑھ لے تو اُس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ بلا عذر اذان سُنکر اگر کوئی اکیلا نماز پڑھے تو اس کی نماز قطعاً بالکل ہرگز نہیں ہوتی۔
سائل عبدالرحمٰن خلیل پور۔ ڈجکوٹ ضلع لائلپور (پنجاب)

جواب (۲۷۱) مولوی صاحب مذکور کا فرمان بالکل درست ہے۔ واقعی بلا عذر شرعی مکان میں، دکان میں، کھیت وغیرہ میں ہرگز نماز نہیں ہوتی۔ سنن دارقطنی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مرفوعاً موجود ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یُجِبْهُ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ۔
یعنی جو غیر معذور شخص اذان سُنکر مسجد میں نہیں آیا (اور اپنے گھر وغیرہ میں نماز پڑھلی) تو اسکی نماز نہیں ہوئی۔ سنن نسائی و ابوداؤد میں عبداللہ بن ام مکتوم سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ضریر البصر (نابینا) ہونے اور راستہ کی دہشت و وحشت کا عذر پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک جماعت کی رخصت طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ هَلْ تَسْمَعُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحَیَّ هَلًا وَلَمْ یُرَخِّصْ کیا تو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ کی آواز سنتا ہے؟ کہا جی ہاں سنتا ہوں۔ فرمایا آ اور آپ نے ترک جماعت کی رخصت نہیں دی۔ ابوداؤد کی ایک اور روایت میں یوں الفاظ مروی ہیں کہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

سَمِعَ الْمُنَادِیْ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ جو شخص بغیر عذر شرعی کے اذان سنکر بھی مسجد میں بغرض ادائیگی نماز داخل نہیں ہوا اس کی نماز عند اللہ مقبول نہیں صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف اور مطر۔ عون المعبود جلد اول ص٢١٦ میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے وَفِیْ هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ حُضُوْرَ الْجَمَاعَةِ وَاجِبٌ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ نَدْبًا لَكَانَ اَوْلٰی مَنْ يَّسَعُهُ التَّخَلُّفُ عَنْهَا اَهْلُ الضَّرَرِ وَالضُّعْفِ وَمَنْ كَانَ فِیْ مِثْلِ حَالِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَكَانَ عَطَاءُ ابْنُ اَبِیْ رَبَاحٍ يَقُوْلُ لَيْسَ لِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ فِی الْحَضَرِ وَالْقَرْيَةِ رُخْصَةٌ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ فِیْ اَنْ يَّدَعَ الصَّلٰوةَ جَمَاعَةً وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ لَا طَاعَةَ لِلْوَالِدِ فِیْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَاتِ يَسْمَعُ اَوْ لَمْ يَسْمَعْ وَكَانَ اَبُوْ ثَوْرٍ يُوْجِبُ حُضُوْرَ الْجَمَاعَةِ وَاحْتَجَّ بِهٖ هُوَ وَغَيْرُهٗ بِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلِّیَ جَمَاعَةً فِیْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ وَلَمْ يَعْذِرْ فِیْ تَرْكِهَا فَعَقَلَ اَنَّهَا فِیْ حَالِ الْاَمْنِ اَوْجَبُ یعنی حدیث ہذا دلیل ہے اس امر پر کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ اگر یہ مندوب و مستحب ہوتا تو عبد اللہ بن ام مکتوم جیسوں معذور و مجبور اشخاص کے لئے جماعت سے پیچھے رہنے کی شرعاً گنجائش ہوتی۔ حضرت عطاء بن ابو رباح (جو بڑے جلیل القدر تابعی و فقیہ ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی شخص کے لئے اذان سنکر نماز باجماعت کے ترک کی رخصت نہیں۔ امام اوزاعی تو یہاں تک فرماتے تھے کہ انسان کو چاہیئے جمعہ جماعت کے ترک کرنے میں اپنے سگے باپ کی بھی نہ مانے اسی واسطے حضرت ابو ثور جماعت میں حاضر ہونے کو واجب کہتے تھے۔ اور دلیل پکڑی ہے ان لوگوں نے اس بات سے کہ اللہ عز و جل نے جب اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان جنگ میں صلوۃ خوف کے باجماعت ادا کرنیکا حکم فرمایا ہے تو حالتِ امن میں بدرجۂ اولیٰ نماز باجماعت واجب ہوئی۔

الغرض احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال سلف سے نماز باجماعت کی تاکید اکید اور تخلف عن الجماعت کی وعید شدید بالتصریح ثابت ہے۔ مسلمانوں کو اسکا اہتمام چاہیئے بعض روایات میں ترک جماعت پر ضَلَلْتُمْ اور لَكَفَرْتُمْ کے الفاظ بھی وارد ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ بَيِّنُ النِّفَاقِ اَلْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ یعنی بغیر عذر شرعی کے ہم متخلف عن الجماعت کو کھلم کھلا منافق سمجھتے تھے اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَاَخْلَافَنَا مِنَ النِّفَاقِ اٰمِيْن۔

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ الحمد للہ پڑھنا جائز ہے یا بدعت۔ بغیر بسم اللہ کے وضو ہوگا یا نہیں

سوال (٢٧٢) شروع وضو کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ کیساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنا جائز ہے یا کہ بدعت

اور بغیر بسم اللہ کے وضو ہوگا یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۷۲) بلا شبہ جائز و ثابت ہے۔ سنن ابوداؤد میں علامہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَهٗ وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے وضو کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں۔ اسی حدیث کے تحت میں عون المعبود جلد اول کے ص۳۷ میں مرقوم ہے بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لِمَا أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ مِنْ طَرِيْقِ عَلِيِّ ابْنِ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَإِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَزَالُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰى تُحْدِثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ یعنی ابتداء وضوء میں بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے چنانچہ طبرانی نے اپنی اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! جب تم وضو کرو تو بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا کرو۔ جب تک تمہارا وضو نہیں ٹوٹے گا فرشتے تمہارے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ نیز نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار کی جلد اول کے ص۱۳۰ میں بعنوان بَابُ التَّسْمِيَةِ لِلْوُضُوْءِ میں مسطور ہے وَلَهٗ طَرِيْقٌ أُخْرٰى عِنْدَ الدَّارَقُطْنِيِّ وَالْبَيْهَقِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ مَا تَوَضَّأَ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمَا صَلّٰى مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلٰى قَوْلِهٖ وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَدِيْث یعنی نہیں وضو کیا اس شخص نے جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اور نہیں نماز پڑھی اس شخص نے جس نے وضو نہیں کیا۔

پس احادیث مذکورہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ وضو کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا شرعاً ثابت ہے۔ ہاں اگر صرف بسم اللہ ہی پر اکتفا کرے تو بھی جائز ہے جیساکہ عون المعبود شرح ابوداؤد کے ص۳۷ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بسم اللہ کہنے کا بھی حکم دیا ہے وعبارتہ کَذَا قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَهٰذَا لِمَا رُوِّيْنَا عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ الْإِنَاءِ الَّذِيْ وَضَعَ يَدَهٗ فِيْهِ وَالْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهٖ تَوَضَّؤُا بِسْمِ اللّٰهِ وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ مُحَمَّدٌ طَاهِرٌ فِيْ تَكْمِلَةِ مَجْمَعِ الْبِحَارِ وَيَكْفِيْ بِسْمِ اللّٰهِ إِلٰى قَوْلِهٖ فَإِنْ تَرَكَ أَوَّلًا قَالَ فِيْ أَثْنَائِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلًا وَآخِرًا انتهى یعنی ایک دفعہ بعض صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ آپ نے پانی کی قلت کی وجہ سے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے پاس تھوڑا بہت پانی ہو تو لاؤ۔ چنانچہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لایا گیا۔ آنجناب نے اس میں اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ آپ کی انگلیوں میں سے پانی چشمہ کی طرح ابلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر وضو کرو۔ صحیح ابن خزیمہ

میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں کذا فی النیل جلد اول ص ۱۳۱ — الغرض ہر متوضی کو وضو کے شروع میں بِسْمِ اللهِ یا بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ضرور کہنا چاہیئے۔ اگر ابتداء وضو میں بھول جائے تو اثنار وضو میں بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ کہہ لے ورنہ وضو نہ ہوگا۔ اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں رقمطراز ہیں وَهُوَ نَصٌّ عَلٰى اَنَّ التَّسْمِيَةَ رُكْنٌ اَوْ شَرْطٌ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى لَا يَكْمُلُ الْوُضُوْءُ لٰكِنْ لَّا اَرْتَضِيْ بِمِثْلِ هٰذَا التَّاوِيْلِ فَاِنَّهٗ مِنَ التَّاوِيْلِ الْبَعِيْدِ الَّذِيْ يَعُوْدُ بِالْمُخَالَفَةِ عَلَى اللَّفْظِ یعنی وضو میں بِسْمِ اللهِ کا پڑھنا رکن بلکہ شرط ہے۔ جو نفی کمال مراد لیتے ہیں یہ ان کی تاویل بعیدہ ہے میرے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ اسی طرح نیل وغیرہ میں مرقوم ہے چنانچہ علامہ امام شوکانی فرماتے ہیں وَالْاَحَادِيْثُ تَدُلُّ عَلٰى وُجُوْبِ التَّسْمِيَةِ فِي الْوُضُوْءِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ النَّفْيَ لِلصِّحَّةِ لِكَوْنِهَا اَقْرَبُ اِلَى الذَّاتِ وَاَكْثَرُ لُزُوْمًا لِلْحَقِيْقَةِ فَيَسْتَلْزِمُ عَدَمُهَا عَدَمَ الذَّاتِ وَمَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ لَا يُجْزِئُ وَلَا يُقْبَلُ وَلَا يُعْتَدُّ بِهٖ وَاِيْقَاعُ الطَّاعَةِ الْوَاجِبَةِ عَلٰى وَجْهٍ يَّتَرَتَّبُ قُبُوْلُهَا وَاِجْزَائُهَا عَلَيْهِ وَاجِبٌ۔

مسلمان متبع شریعت سرکاری ملازمت کرسکتا ہے یا نہیں

سوال (۲۷۳) اگر کوئی مسلمان شریعت کا متبع و پابند ہو حتی الامکان شرعی امور کو تکاسلی و تغافلی سے نہیں چھوڑتا ہو شخص مذکور اگر سرکاری نوکری (چوکیداری) کرے تو شرعاً عنداللہ کوئی قصور ہوگا یا نہیں؟ (سائل محمد زین العابدین بہادوری چرمین سنگھ)

جواب (۲۷۳) شرعاً کوئی قصور نہیں بشرطیکہ دین میں کوئی نقصان واقع نہ ہو۔

اگر بیوی بلا اجازت باپ کے گھر جاکر شوہر کو بدنام کرے اور گھر نہ بسائے تو شوہر کیسا طریقہ اختیار کرے

سوال (۲۷۴) کوئی عورت میاں کی بلا اجازت اپنے باپ کے گھر چلی جاوے اور شوہر کو قسم قسم سے بدنام کرے یعنی وہ نامرد ہے وغیرہ وغیرہ اور کہے کہ میں اسکا گھر نہیں کرونگی۔ باپ بھی اُس کے قول کے مطابق شوہر کے گھر نہیں بھیجتا بلکہ داماد کو کہتا ہے کہ کچھ روپیہ لیکر میری بچی کو طلاق دیدو۔ داماد اس فعل سے ناراض ہے۔ بیوی کو مکان میں لانے کی کوشش بلیغ کی اور روپیہ بھی بہت صرف کیا مگر نہیں لاسکا۔ اس موقع پر شوہر کو کوئی گناہ ہوگا یا نہیں۔ اس کو کونسا راستہ اختیار کرنا مناسب ہے۔ (سائل مذکور)

جواب (۲۷۴) عورت کو بغیر اذن شوہر کے جانا جائز نہیں۔ اگر مرد کا کوئی قصور نہیں تو یہ عورت ناشزہ ہے بلا وجہ شرعی کے طلاق طلب کریگی تو جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گی۔ مرد کے لئے یہی مناسب اور بہتر ہے کہ عورت کی جہالت کی طرف خیال نہ کرتا ہوا اس سے مہر وغیرہ

واپس لیکر طلاق خلع دیدے وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِہٖ۔ فقط۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ و لوالدیہ الغفار

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ مطابق فروری ۱۹۴۱ء جلد ۲۱ نمبر ا

کیا نابالغہ لڑکی جوان ہوکر باپ کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرا کر بلا طلاق بولایت باپ دوسری جگہ نکاح کرا سکتی ہے؟

سوال (۲۷۵) کیا نابالغہ لڑکی جوان ہوکر اپنے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو خاوند کے پاس جانے سے پہلے اپنا نفع نقصان خود سمجھ کر اور اس نکاح کو اپنے دینی دنیاوی فائدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے فسخ کروا کر بلا طلاق دوسری جگہ اپنا نکاح شریعت کے مطابق بولایت اپنے حقیقی باپ کے کروا سکتی ہے یا نہیں؟ (سائل جمال الدین صاحب ڈوگر ساکن جھبیل والی)

جواب (۲۷۵) جب باپ اپنی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے کر دے اور وہ لڑکی اس نکاح سے ناراض ہو تو اس لڑکی کو شرعاً فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ بوقت نکاح لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ۔ باپ نے اس کا نکاح کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے۔ لڑکی کا اس نکاح سے کارہہ (ناراض) ہونا ہی علت ہے فسخ نکاح کے حاصل ہونے کی جیساکہ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل حدیث دال ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ جَارِیَۃً بِکْرًا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ اَنَّ اَبَاھَا زَوَّجَھَا وَھِیَ کَارِھَۃٌ فَخَیَّرَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْرَجَہٗ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک باکرہ لڑکی نے آکر بیان دیا کہ اس کے باپ نے باوجود اس کی ناراضگی کے اس کا نکاح کر دیا ہے پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار دیدیا۔ علامہ صاحب سبل تحت حدیث ہذا رقمطراز ہیں ھٰذَا الْحَدِیْثُ دَلَّ عَلٰی تَحْرِیْمِ اِجْبَارِ الْاَبِ لِابْنَتِہِ الْبِکْرِ عَلَی النِّکَاحِ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ اِلٰی قَوْلِہٖ فَالْعِلَّۃُ کَرَاھَتُھَا فَعَلَیْھَا عَلَّقَ التَّخْیِیْرَ لِاَنَّھَا الْمَذْکُوْرَۃُ فَکَاَنَّہٗ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتِ کَارِھَۃً فَاَنْتِ بِالْخِیَارِ الخ وَقَدْ اَخْرَجَ النَّسَائِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ فَتَاۃً دَخَلَتْ عَلَیْھَا فَقَالَتْ اِنَّ اَبِیْ زَوَّجَنِیْ مِنِ ابْنِ اَخِیْہِ یَرْفَعُ بِیْ خَسِیْسَتَہٗ وَاَنَا کَارِھَۃٌ قَالَتِ اجْلِسِیْ حَتّٰی یَاْتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْہُ فَاَرْسَلَ اِلٰی اَبِیْھَا فَدَعَاہُ فَجَعَلَ الْاَمْرَ اِلَیْھَا فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ اَجَزْتُ مَا صَنَعَ اَبِیْ وَلٰکِنْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْلِمَ النِّسَاءَ اَنْ لَیْسَ لِلْاٰبَاءِ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے اور میں اس سے ناراض ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے تو آپ سے دریافت کیجیو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر آپ کو خبر دی۔ آپ نے اس لڑکی کے والد کو بلوایا اور اس کے

سامنے لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار دیدیا۔ لڑکی نے کہا کہ اب تو جو کچھ میرے باپ نے کر دیا میں اسے منظور کرتی ہوں۔ میں نے صرف اس لئے درخواست کی تھی کہ عورتوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ باپ کو اپنی بیٹی پر جبر کرنے کا حق حاصل نہیں وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ يَنْفِي الْاَمْرَ مِنَ الْاٰبَاءِ نَفْيُ التَّزْوِيْجِ لِلْكَارِهَةِ لِاَنَّ السِّيَاقَ فِيْ ذٰلِكَ فَلَا يُقَالُ هُوَ عَامٌّ لِكُلِّ شَيْءٍ۔ الغرض حدیث ابن عباس وحدیث مذکورہ بالا بلاشبہ قابل عمل ہے دیکھو تلخیص الحبیر ودرایہ وعون ونیل وغیرہ۔ ہاں کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں جو مرقوم ہے کہ وَلَوْ زَوَّجَهُمَا الْاَبُ وَالْجَدُّ فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ بُلُوْغِهِمَا یعنی باپ اور دادا کے نکاح کئے ہوئے میں لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، سو صاحب ہدایہ کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور جو دعویٰ بلا دلیل ہو وہ اہل علم و عرفان واصحاب بصیرت والایقان کے نزدیک معطل وبیکار ہوتا ہے لہٰذا فقہاء حنفیہ کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اس کا ماخذ آیت قرآنی یا حدیث رسول یزدانی نہیں۔

نابالغہ منکوحہ کا خاوند کے مشرک ہونے سے دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں

سوال (۲۷۶) ایک نابالغ لڑکی کا نکاح کیا گیا۔ جب وہ جوانی کو پہنچی تو اس کا خاوند نہیں لے گیا اور اس کے وارث نے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا اور اس کا خاوند مشرک بھی ہے کیا قرآن وحدیث کی رو سے اس کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سائل مولوی سید احمد حسن صاحب جوگیوال ہوشیار پور

جواب (۲۷۶) نکاح کرتے وقت مشرک اور موحد کی پڑتال و دیکھ بھال کیوں نہیں کی جاتی۔ اگر واقعی لڑکی مذکورہ کا سابق خاوند مشرک ہے تو شرعاً اس کے ساتھ نکاح نہیں لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ

بجو حلال ہے یا حرام

سوال (۲۷۷) ایک شخص بنام منشی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجو کے متعلق فرمایا ہے کہ بجو حلال ہے۔ جو شخص بجو کا کھانا حلال نہ جانے وہ منافق بے دین ہے اس کی امامت ہرگز جائز نہیں۔ دوسرا شخص بنام محمد کہتا ہے کہ بجو کا کھانا حلال نہیں، ہاں شکار جائز ہے اور بجو کے حلال نہ جاننے والے کو منافق و بے دین کہنا جائز نہیں بلکہ تشدد ہے۔ دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

(سائل حاجی محمد صاحب بھاولپوری)

جواب (۲۷۷) منشی کا قول صحیح اور موافق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بجو گو طبعاً مکروہ وممنوع ہے مگر شرعاً ممنوع نہیں۔ دنیا میں بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ

بعض طبائع ان سے متنفر ہیں مگر شریعت میں وہ مرخص فیہ ہیں، نہ شریعت ان کے کھانے پر جبر کرے نہ ان سے حرام کہنے کی اجازت دے۔ ایمان والوں کو کلام مجید میں منع کر دیا گیا ہے کہ بجانب خود کسی شے کی حرمت و حلت کا فتویٰ نہ دیں تاوقتیکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حلت و حرمت منصوص نہ ہو۔ اگر وہ مسکوت عنہ ہے تو مما عفی عنہ میں داخل ہے وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ الآیۃ۔ بجو کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں بایں الفاظ باب منعقد کر کے حدیث مندرجہ ذیل نقل کی ہے جو مسئلہ مسئول عنہا میں فیصلہ کن ہے۔ بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَكْلِ الضَّبُعِ۔ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرٍ اَلضَّبُعُ اَصَيْدٌ هِيَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اٰكُلُهَا قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَقَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (ترمذی جلد ۲۔ ابواب الاطعمہ ص۳ مطبع دارالعلوم دہلی) یعنی عبدالرحمٰن بن ابی عمار حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے پوچھا کہ بجو کا شکار جائز ہے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کہ میں کھا سکتا ہوں؟ کہا ہاں کھا سکتے ہو۔ کہا کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے امام احمد و اسحاق وغیرہ علماء سلف کا یہی فتویٰ ہے۔ نیز حاشیہ ابن ماجہ اصح المطابع کے ص۲۳۲ میں مرقوم ہے وَالْحَدِيْثُ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ (اِلٰى قَوْلِهٖ) وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ اَكْلِ الضَّبُعِ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ مَا زَالَ النَّاسُ يَاْكُلُوْنَهَا وَيَبِيْعُوْنَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ وَلِاَنَّ الْعَرَبَ تَسْتَطِيْبُهٗ وَتَمْدَحُهٗ یعنی اس حدیث میں دلیل ہے بجو کے جواز اکل پر۔ یہی مذہب ہے امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا۔ امام شافعی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہمیشہ لوگ اس کو کھاتے رہے اور عام طور پر صفا مروہ کے درمیان اس کی خرید و فروخت کرتے رہے، کسی کو اس مسئلہ کا انکار نہ تھا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ زمانہ سلف کے لوگ بلا نکیر اس کو جائز سمجھتے تھے۔ بعد میں مذہبیوں مقلدوں نے اس کی حلت و اس کے جواز کا اپنے قیاسات کی بنا پر انکار کیا چنانچہ بعض افراد نے تحریم کل ذی ناب من السباع پر قیاس کر کے اس کی حرمت پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال اُن کا بدوں وجہ صحیح نہیں۔

اول یہ کہ بجو کی حلت و جواز کی حدیث خاص ہے اور سباع ذی ناب والی حدیث عام ہے وَالْخَاصُّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِّ خاص چونکہ مقدم ہوتا ہے عام پر، بنابریں اصول ہٰذا استدلال ہٰذا غلط ہے وَيُجَابُ بِاَنَّ حَدِيْثَ الْبَابِ خَاصٌّ فَيُقَدَّمُ عَلٰى حَدِيْثِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ۔

دوم یہ کہ بجو کی .... یعنی کچلیاں نہیں ہوتیں ..... گھوڑے کے نعل کی طرح ایک ہی ہڈی

ہوتی ہے وہی کچلیوں اور دانتوں کا کام دیتی ہے قِيلَ اِنَّ الضَّبُعَ لَيْسَ لَهَا نَابٌ وَسَمِعْتُ مَنْ يَذْكُرُ اَنَّ جَمِيْعَ اَسْنَانِهَا عَظْمٌ وَاحِدٌ كَصَفِيْحَةِ نَعْلِ الْفَرَسِ فَعَلٰى هٰذَا لَا يَدْخُلُ فِيْ عُمُوْمِ النَّهْيِ انتھی کذا فی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۸ ص ۲۴۔

اور اگر یہ بات نہ بھی ہو تب بھی اس کے جواز پر حدیث رسول کافی وافی ہے۔ نیز حدیث مذکور کی تصحیح و توثیق کے متعلق کتاب مذکور کے صفحہ مذکور میں مرقوم و مسطور ہے کہ حدیث عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَمَّارَةَ اَخْرَجَهٗ اَيْضًا الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحَهٗ اَيْضًا الْبُخَارِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَذْكُوْرِ وَهُوَ وَهْمٌ فَاِنَّهٗ وَثَّقَهٗ اَبُوْ زُرْعَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اَحَدٌ ثُمَّ اِنَّهٗ لَمْ يَنْفَرِدْ بِهٖ۔ یعنی اس حدیث کو امام شافعی امام بخاری امام بیہقی اور ابن حبان و ابن خزیمہ، علامہ ابوزرعہ و امام نسائی نے صحیح کہا ہے۔

نماز کا وقت پہچاننا ضروری ہے یا نہیں

سوال (۲۷۸) نماز کے لئے وقت پہچاننا ضروری ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں مسمی عبد البصیر کی ایک مسجد کے امام حنفی المذہب سے مغرب کی اذان دیر میں کہنے پر بحث ہوگئی۔ اس پیش امام صاحب نے کہا کہ وقت کا پہچاننا کوئی ضروری نہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو۔ اب آپ سے گذارش یہ ہے کہ اس کے متعلق شرعی فیصلہ فرماویں۔

(سائلان عبدالشکور نفیس و محمد یعقوب باولی والے از بمبئی)

جواب (۲۷۸) اوقات نماز کا معلوم کرنا شرعاً لازمی ولابدی امر ہے۔ خود جبرئیل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اوقات نماز کی تعلیم دی۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ یعنی نماز ایمان والوں پر وقت بوقت فرض ہے۔

ہر ایک نماز اُس کے وقت معینہ پر ادا کرنی چاہئے۔ کتب حدیث میں جابجا محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اوقات صلوٰۃ سے متعلق ابواب منعقد فرماتے ہیں۔ کتب فقہ میں بھی اپنے مذہب کے مطابق اوقات صلوٰۃ کی تعیین و تقیید موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام مذکور کتب حدیث و کتب فقہ دونوں سے نابلد ہے۔ جس شخص کو نماز کے وقت کا پتہ نہیں اس کی نماز کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ چاہئے کہ پہلے اوقات نماز کی تعلیم موافق شرع حاصل کرے پھر کہیں نماز پڑھانے پر مقرر ہو ورنہ بے وقت نماز پڑھنا منافقین کا کام ہے۔

خطبہ جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنا جائز ہے یا نہیں

سوال (۲۷۹) جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر چار رکعت سنت پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ (سائلان مذکوران)

جواب (۲۷۹) جائز ہے خواہ دو رکعت پڑھے خواہ چار خواہ چھ۔ حدیث میں ہے جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور تیل و عطر وغیرہ لگا کر مسجد میں آیا اور جتنی تقدیر میں نماز لکھی ہوئی تھی پڑھی اور پھر خاموشی کے ساتھ امام کا خطبہ سنتا رہا تو اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک جتنے گناہ ہیں سب معاف ہو جائیں گے (بخاری)

مچھلی کی دُم کی طرح ڈاڑھی رکھنی جائز ہے یا نہیں

سوال (۲۸۰) مچھلی کی دُم کی طرح ڈاڑھی رکھنی جائز ہے یا نہیں؟ (سائلان مذکوران)

جواب (۲۸۰) حدیث بخاری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ یعنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور موچھوں کو پست کراؤ اس کے علاوہ ڈاڑھی کی جتنی قسمیں ہیں عام اس کے کہ وہ کرزن ڈاڑھی ہو یا مچھلی کی دم کی طرح ہو یا اور کوئی فیشن خلاف شرع ہو سب ممنوع و معیوب ہیں فقط۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار۔ آمین

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق جون ۱۹۴۱ء جلد ۲۱ نمبر ۵

نماز جنازہ مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۲۸۱) ہمارے ہاں احمد آباد میں کئی برس سے ایک مفتی سلطان حسن صاحب آگرہ کے رہنے والے آتے ہیں۔ انہوں نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا پڑھانا مکروہ اور حرام بتایا۔ اس پر مفتی صاحب مذکور کو مناظرہ کا چیلنج دیا گیا، مگر مفتی صاحب آگرہ والے میدان مناظرہ میں نہیں آئے اور ایک اشتہار لکھ مارا کہ مسجد میں جنازہ کی ممانعت حدیث ابو داؤد میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں مَنْ صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ یعنی جس شخص نے جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ دوسری حدیث شریف بھی بوجہ مطلق منع ہونے کے کراہتِ تحریمی مراد ہے کیونکہ نماز جنازہ کے لئے علیحدہ اماکن ہیں۔ بہرحال ظاہر روایت یہی ہے کہ مسجد میں مطلقاً نماز جنازہ مکروہ ہے انتہیٰ۔ سو امام صاحب! آپ صحیفہ اہلحدیث میں ضرور مفصل طور سے درج فرماویں کہ آیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ حدیث مندرجہ بالا صحیح ہے یا نہیں؟ تاکہ ہم بھی اس دھوکہ سے بچیں اور دوسروں کو دکھا کر دھوکہ بازی

سے بچائیں۔ سائل عبدالحمید ولد محمد سلیمان خریدار ۹۹۲ از احمد آباد

جواب (۲۸۱) کتاب وسنت کی رو سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست بلکہ مسنون ہے چنانچہ صحیح مسلم ومنتقی الاخبار میں بایں الفاظ حدیث موجود ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أُدْخِلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَنْكَرُوا ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ لَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَّأَخِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِيْ جَوْفِ الْمَسْجِدِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ۔ حدیث ہذا سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بالتصریح ثابت ہے۔ نیز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز مسجد ہی میں پڑھی گئی تھی وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ صُلِّيَ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صُلِّيَ عَلٰى عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ رَوَاهُمَا سَعِيْدٌ وَرَوَى الثَّانِيَ مَالِكٌ كَذَا فِي النَّيْلِ جلد ۳۔ صفحہ ۳۰۶۔

اس سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کے درست وجائز ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع واتفاق تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے وَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَغَيْرُهُ أَنَّ عُمَرَ صَلّٰى عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَّ صُهَيْبًا صَلّٰى عَلٰى عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَوُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فِي الْمَسْجِدِ تُجَاهَ الْمِنْبَرِ وَهٰذَا يَقْتَضِي الْإِجْمَاعَ عَلٰى جَوَازِ ذٰلِكَ۔

نیز نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ صفحہ ۳۰۶ میں تحت حدیث مندرجہ بالا علامہ امام شوکانی رح رقمطراز ہیں وَالْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ إِدْخَالِ الْمَيِّتِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فِيْهِ وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحٰقُ وَالْجُمْهُوْرُ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَرَوَاهُ الْمَدَنِيُّوْنَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ مَالِكٍ وَبِهِ قَالَ ابْنُ حَبِيْبٍ الْمَالِكِيُّ وَكَرِهَهُ ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٌ فِي الْمَشْهُوْرِ عَنْهُ وَالْهَادَوِيَّةُ وَكُلُّ مَنْ قَالَ بِنَجَاسَةِ الْمَيِّتِ وَأَجَابُوْا عَنْ حَدِيْثِ الْبَابِ بِأَنَّهُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى أَنَّ الصَّلٰوةَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ وَهُمَا كَانَا خَارِجَ الْمَسْجِدِ وَالْمُصَلُّوْنَ دَاخِلَهُ وَذٰلِكَ جَائِزٌ بِالْاِتِّفَاقِ۔ وَرُدَّ بِأَنَّ عَائِشَةَ اسْتَدَلَّتْ بِذٰلِكَ لَمَّا أَنْكَرُوْا عَلَيْهَا أَمْرَهَا بِإِدْخَالِ الْجَنَازَةِ الْمَسْجِدَ وَأَجَابُوْا أَيْضًا بِأَنَّ الْأَمْرَ اسْتَقَرَّ عَلٰى تَرْكِ ذٰلِكَ لِأَنَّ الَّذِيْنَ أَنْكَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ كَانُوْا مِنَ الصَّحَابَةِ وَرُدَّ بِأَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا أَنْكَرَتْ ذٰلِكَ الْإِنْكَارَ سَلَّمُوْا لَهَا فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهَا حَفِظَتْ مَا نَسُوْهُ وَأَنَّ الْأَمْرَ اسْتَقَرَّ عَلَى الْجَوَازِ وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ الصَّلٰوةُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ لِمَا تَقَدَّمَ وَأَيْضًا الْعِلَّةُ الَّتِيْ لِأَجْلِهَا كُرِهَ هُوَ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمَيِّتِ فِي الْمَسْجِدِ هِيَ زَعْمُهُمْ أَنَّهُ نَجَسٌ وَهِيَ بَاطِلَةٌ لِمَا تَقَدَّمَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا الخ

یعنی یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ میت کو مسجد میں داخل کرنا اور اس کی جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وعلامہ اسحٰق اور جمہور علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے امام مالک سے ایک روایت میں یہی نقل کیا ہے اور ابن حبیب مالکی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ ہاں ابن ابی ذئب وامام ابوحنیفہ وغیرہ جو نجاست میت کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیضاء کے دونوں بیٹوں پر مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی تھی تو ممکن ہے کہ جنازے مسجد سے باہر رکھے ہوئے ہوں اور نمازی سب مسجد کے اندر کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہوں۔ بس اسی احتمال کی بنا پر فقہائے حنفیہ میں سے بعض نے تو صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کو مکروہ تحریمی کہہ ڈالا اور بعض نے مکروہ تنزیہی۔ چنانچہ امام محمد نے اپنی موطا میں لکھا ہے لَا يُصَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ یعنی جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے۔ دلیل پوچھو تو کچھ نہیں۔ پھر کتاب مذکور کے محشی صاحب لکھتے ہیں اَيْ كُرِهَتِ الصَّلٰوةُ عَلَيْهَا فِيْهِ كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ فِيْ رِوَايَةٍ وَتَنْزِيْهٍ فِيْ رِوَايَةٍ وَهُوَ اَوْلٰى اِنْتَهٰى۔

اسی طرح شرح وقایہ میں لکھ مارا وَكُرِهَتْ فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ اِنْ كَانَ الْمَيِّتُ فِيْهِ یعنی اگر میت مسجد میں ہو تو جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اس کے حاشیہ میں ہے قِيْلَ تَحْرِيْمًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَاِلَيْهِ مَالَ اَكْثَرُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ وَقِيْلَ تَنْزِيْهًا وَرَجَّحَهُ الْمُحَقِّقُ اِبْنُ الْهُمَامِ فِي الْفَتْحِ وَتِلْمِيْذُهٗ اِبْنُ اَمِيْرِ حَاجٍ فِي الْحِلْيَةِ وَغَيْرِهِمَا اِنْتَهٰى۔

عبارات فقہیہ بالا سے صاف واضح ہو گیا کہ اکثر مسائل حنفیہ قرآن حدیث کے سراسر خلاف ہیں منجملہ ان کے یہی مسئلہ زیر بحث صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کا ہے قرآن حدیث کی رو سے جائز بلکہ مسنون ہے اور کتب حنفیہ کی رو سے بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے رہا حنفیہ کا یہ کہنا کہ (حضرت عائشہؓ نے جب یہ کہا کہ سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں داخل کرو تاکہ میں بھی ان کے جنازہ کی نماز پڑھوں تو صحابہ نے اس پر انکار کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے) سو یہ بالکل باطل اور غلط ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام کے انکار کرنے پر انکار کیا اور ان کو یہ حدیث یاد دلائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل اور سہیل کے جنازہ کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنتے ہی فوراً ان کے انکار کو تسلیم کر لیا اور مسجد میں نماز جنازہ کے جواز کو سب نے قبول کر لیا حتیٰ کہ شیخین وصاحبین صدیق اکبر وفاروق اعظم کے جنازہ کی نماز تمام صحابہ نے مسجد ہی میں ادا کی۔

بنار فاسد کی فاسد پر ہوا کرتی ہے۔ اصل میں منکرین مسئلہ ہذا اپنے گمان فاسد کی بنا پر میت کو نجس (ناپاک) قرار دے کر کراہت جنازہ فی المسجد کے قائل ہیں حالانکہ یہ زعم باطل تعامل نبوی وتعامل

صحابہ کے سراسر خلاف ہے۔ مردہ کی نجاست کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ شرعًا مسلم ومومن حیًا ومیتًا طاہر ہے حدیث میں ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجَسُ

حنفیہ کا یہ کہنا کہ (مسجد میں مطلقًا نماز جنازہ مکروہ ہے) بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ اکثر مقلدین کا یہی شیوہ دیکھا سُنا گیا ہے کہ بلا دلیل وبلا ثبوت جسکو چاہا مکروہ کہدیا اور جسکو چاہا حرام کہدیا حالانکہ ہر مسلمان کا بحیثیت مسلمان ہونے کے فرض ہے کہ اپنے اقوال وافعال کو قرآن وحدیث کے ماتحت رکھے اور جس کا قول مدلل ہو اس کو تسلیم کرے۔ قول مخترع وآراء رجال سے احتراز واجتناب کرے۔ مفتی سلطان حسن صاحب آگروی کا صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کو مکروہ وحرام بتانا اپنی جہالت کا اظہار اور مسائل شرعیہ سے ناواقفی کا اثبات ہے۔ مفتی صاحب کو چاہئے کہ ایسے غلط سلط فتوے نہ دیا کریں۔ فرمان نبوی موجود ہے اَجْرَأُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا اَجْرَأُكُمْ عَلَى النَّارِ۔ یعنی بلا سوچ سمجھے غلط فتویٰ دینے والے اور ان پر دلیری کرنے والے جہنم میں جائیں گے العیاذ باللہ۔

اگر مفتی صاحب کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو کسی جاننے والے سے پوچھ لیتے۔ دیکھئے امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب منعقد کر کے نماز جنازہ فی المسجد کے جواز کا فتویٰ دیا ہے باب الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ یعنی باب ہے مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنے کا۔ پھر اس کے ثبوت میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بایں الفاظ درج کی ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللهِ مَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سُهَيْلِ بْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ یعنی خدا کی قسم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابی سہیل قدیم الاسلام پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی مگر مسجد میں۔

دوسری روایت بایں الفاظ ذکر کی ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَّأَخِيْهِ۔ عون المعبود جلد ۳ ص ۱۸۱ میں مرقوم ہے هٰذَانِ الْحَدِيْثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى مَشْرُوْعِيَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ وَبِهٖ قَالَ الْجُمْهُوْرُ یعنی یہ دونوں حدیثیں صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کی مشروعیت پر دلیل ہیں۔ حافظ صاحب نے فتح میں کہا ہے کہ یہی قول ہے جمہور علماء کا۔

عبارات مندرجہ بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مفتی سلطان حسن صاحب آگروی وغیرہ فقہاء حنفیہ کا قول دربارہ کراہت جنازہ فی المسجد نہ صرف قرآن حدیث کے خلاف بلکہ جمہور علماء کے بھی خلاف ہے۔ مفتی صاحب کو چاہیئے کہ اپنے اس غلط فتوے سے رجوع کریں ورنہ حدیث مندرجہ بالا در وعید افتاء بغیر علم موجود ہے۔

نیز مفتی صاحب مذکور کا اپنے دعوے کے اثبات میں حدیث مندرجہ ذیل بحوالہ ابوداؤد پیش کرنا بھی جرأت عظیمہ ہے کہ مَنْ صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ یعنی جس نے

لہ بیت اللہ شریف خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں جو کہ اشرف وافضل المساجد ہیں وہاں بھی جنازہ اندر ہی پڑھا جاتا ہے خارج عن المسجد نہیں۔ لاکھوں حجاج اور زائرین بیت اللہ اور مسجد نبوی کے اندر ہی پڑھتے ہیں۔ جب ان مقامات مقدسہ میں جائز ہے تو دیگر مساجد میں کیوں مکروہ ہوا؟ ۱۲ عس

مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی اُس کی نماز نہیں ہوئی - حالانکہ یہ حدیث صرف ابوداؤد میں کیا ساری صحاح ستہ میں نہیں بالکل جھوٹی اور من گھڑت ہے۔

یہ مقلدین حنفیہ کا ہی حوصلہ ہے کہ ذرا خدا سے نہیں ڈرتے - اپنے مطلب کے لئے جھوٹی حدیثیں بنا کر مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں - واقعی اندھی تقلید کی وجہ سے اندھے ہی ہو گئے - ان کے رگ و ریشے میں حمیت مذہبی کچھ ایسی سرایت کر گئی ہے کہ اپنے مذہب کے بنانے کے لئے خدا و رسول پر بھی کذب بیانی و افترا پردازی سے نہیں چوکتے - مفتی صاحب اگر سچے ہیں تو ایک ابوداؤد کیا ساری صحاح ستہ میں سے حدیث مندرجہ بالا بالفاظہ نکال کر دکھائیں ورنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان موجود ہے کہ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (ابن ماجہ) یعنی جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا اسکا ٹھکانا جہنم ہے -

پس اگر مفتی صاحب مذکور نے یہ قصداً جھوٹ بولا ہے تو یقیناً اسی وعید کے مستحق ہیں اور اگر سہواً یہ الفاظ لکھے ہیں تو جلد از جلد اپنا توبہ نامہ شائع کر دیں ورنہ بڑی مشکل ہوگی - آہ !

اِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ ⁖ وَاِنْ كُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِيْبَةُ اَعْظَمُ

جس ابوداؤد کا حوالہ دیکر لوگوں کو مغالطہ دیا گیا ہے اس میں تو اس کے خلاف موجود ہے - چنانچہ امام داؤد تحت باب مذکورہ بالا حدیث مندرجہ ذیل لائے ہیں - عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ یعنی جس شخص نے مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی اس پر کوئی گناہ نہیں -

اندھیر تو دیکھئے مفتی صاحب نے فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ کی بجائے فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ لگا دیا فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ الاية - پس بدل دیا ظالموں نے اُس قول کو جو کہا گیا تھا واسطے اُن کے - نہ معلوم مفتی صاحب مسند افتار پر بیٹھ کر اس ردوبدل اور حدیثوں کی کتر بیونت کرنے کی کتنی ایک تنخواہ لیتے ہوں گے - آہ سچ ہے

مولوی اب طالب دنیائے جیفہ ہو گئے ⁖ حق کو ناحق کر دیا جب ہاتھ آئے سو پچاس

عون المعبود شرح ابوداؤد میں تحت حدیث بالا مسطور ہے هٰكَذَا وَقَعَ فِیْ نُسْخَتَيْنِ عَتِيْقَتَيْنِ لَفْظَةُ عَلَيْهِ وَوَقَعَ فِیْ نُسْخَةٍ عَتِيْقَةٍ لَفْظَةُ لَهٗ قَالَ الْمُنْذِرِیُّ قَالَ الْخَطِيْبُ كَذَا فِی الْاَصْلِ انْتَهٰى قُلْتُ وَكَذَا وَجَدْتُ هٰذِهِ الْعِبَارَةَ فِیْ ثَلَاثٍ مِنَ النُّسَخِ الْحَاضِرَةِ قَالَ الْعَيْنِیُّ قَوْلُهٗ فَلَا شَیْءَ لَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَلَفْظُهٗ فَلَيْسَ لَهٗ شَیْءٌ وَقَالَ الْخَطِيْبُ الْمَحْفُوْظُ فَلَا شَیْءَ لَهٗ وَرُوِیَ فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ وَرُوِیَ فَلَا اَجْرَ لَهٗ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ رِوَايَةُ فَلَا اَجْرَ لَهٗ خَطَاٌ فَاحِشٌ انْتَهٰى - قَالَ الْخَطَّابِیُّ الْحَدِيْثُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ وَصَالِحٌ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ ضَعَّفُوْهُ وَكَانَ قَدْ نَسِیَ حَدِيْثَهٗ فِیْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ صُلِّیَ عَلَيْهِمَا فِی الْمَسْجِدِ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ عَامَّةَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

شَہِدُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیْھِمَا فَفِی تَرْکِھِمْ اِنْکَارَہٗ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِہٖ ۔ یعنی پرانے دو نسخوں میں اس جگہ لفظ عَلَیْہِ وارد ہے۔ ہاں ایک پرانے نسخہ میں لَہٗ بھی ہے۔ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ ابوداؤد میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ ہے اور ابن ماجہ میں فَلَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ ہے اور ایک روایت میں فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ ہے اور ایک روایت میں فَلَا اَجْرَ لَہٗ ۔ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا ہے کہ فَلَا اَجْرَ لَہٗ والی روایت بالکل فحش و ڈبل غلطی ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی جنازے کی نماز مسجد ہی میں پڑھی گئی جس میں عام صحابہ مہاجرین و انصار موجود و شریک تھے۔ ان کا انکار نہ کرنا اس کے جواز کی بڑی زبردست دلیل ہے۔

اسی طرح زاد المعاد فی ہدی خیر العباد جلد اول ص۱۴۵ میں مرقوم ہے۔ فَقَالَ الْخَطِیْبُ فِیْ رِوَایَتِہٖ لِکِتَابِ السُّنَنِ فِی الْاَصْلِ فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ وَغَیْرُہٗ یَرْوِیْہِ فَلَا شَیْءَ لَہٗ وَقَدْ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ فِیْ سُنَنِہٖ وَلَفْظُہٗ فَلَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ وَلٰکِنْ قَدْ ضَعَّفَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَغَیْرُہٗ ھٰذَا الْحَدِیْثَ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ ھُوَ مِمَّا تَفَرَّدَ بِہٖ صَالِحٌ مَوْلَی التَّوْأَمَۃِ وَقَالَ الْبَیْھَقِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ یُعَدُّ فِیْ اَفْرَادِ صَالِحٍ وَحَدِیْثُ عَائِشَۃَ اَصَحُّ مِنْہُ وَصَالِحٌ مُخْتَلَفٌ فِیْ عَدَالَتِہٖ کَانَ مَالِکٌ یُجَرِّحُہٗ ثُمَّ ذَکَرَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ صُلِّیَ عَلَیْھِمَا فِی الْمَسْجِدِ یعنی اصل میں فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ مسجد میں جنازہ پڑھنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ ہاں بعض روایت میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ اور فَلَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ آیا ہے جس سے حنفیہ کھینچا تانی کر کے اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ سو اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور اسلامی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اس میں صالح راوی متفرد اور مجروح ہے جس کو امام احمد بن حنبل و امام مالک جیسے بزرگوں نے ضعیف کہا ہے۔ نیز امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ نہیں قائم ہوتی ساتھ اس کے حجت۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بالاتفاق صحیح بلکہ اصح ہے لہٰذا یہ حدیث آپ کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ گو راوی مذکور کی بعض اصحاب نے تعدیل بھی کی ہے لیکن اصول کا مسئلہ ہے کہ اَلْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَی التَّعْدِیْلِ یعنی جرح (مبین) مقدم ہوا کرتی ہے تعدیل (مبہم) پر۔ اور

اسلامی جواب اس کا یہ ہے کہ جس روایت میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ ہے اس میں لام بمعنی علی ہے کیونکہ حروف جارہ آپس میں ایک دوسرے کے معنی میں آجایا کرتے ہیں۔ امثلہ اس کی قرآن و حدیث و کتب لغت میں بکثرت موجود ہیں چنانچہ قرآن مجید کے پندرھویں پارہ میں ہے اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَھَا اَیْ فَعَلَیْھَا اس آیت میں لام بمعنی علی کے ہے ورنہ مقصد غلط ٹھیرتا ہے۔ اسی طرح حدیث ہذا میں لہٗ بمعنی عَلَیْہِ کے ہے جیسا کہ دوسرے نسخہ میں عَلَیْہِ کا لفظ موجود ہے اَلْحَدِیْثُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا ۔ ابن ماجہ کی روایت فَلَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ کا مقصد بھی یہی لیا جائیگا کہ فَلَیْسَ عَلَیْہِ شَیْءٌ یعنی مسجد میں جنازہ پڑھنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ بس یہی

معنے صحیح ہے کیونکہ اس معنی سے ابن ماجہ وابوداؤد کی دونوں حدیثوں میں تطبیق وتوفیق ہوجاتی ہے
والجمع بین الحدیثین اولی من اجمال احدھما فافھم وتدبر۔ زاد المعاد جلد اول ص۱۴۶ میں ہے
معنے قولہ فلا شئ لہ ای فلا شئ علیہ لیتحد معنے اللفظین ولا یتناقضان کما قال تعالے
وان اساتم فلھا ای فعلیھا۔ نیز نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ ص۳۰۵ میں موجود ہے
واخرجہ ابن ماجۃ ولفظہ فلیس لہ شئ وفی اسنادہ صالح مولی التوأمۃ وقد تکلم
فیہ غیر واحد من الائمۃ قال النووی واجابوا عنہ یعنی الجمھور باجوبۃ احدھا
انہ ضعیف لا یصح الاحتجاج بہ قال احمد بن حنبل ھذا حدیث ضعیف تفرد بہ
صالح مولی التوأمۃ وھو ضعیف۔ والثانی ان الذی فی النسخ المشھورۃ المحققۃ
المسموعۃ من سنن ابی داؤد من صلے علے جنازۃ فی المسجد فلا شئ علیہ فلا حجۃ
لھم حینئذ والثالث انہ لو ثبت الحدیث وثبت انہ فلا شئ لہ لوجب تاویلہ بان
لہ بمعنی علیہ لیجمع بین الروایتین قال وقد جاء بمعنی علیہ کقولہ تعالی وان اساتم
فلھا الرابع انہ محمول علے نقص الاجر فی حق من صلے فی المسجد ورجع ولم یشیعھا الی
المقبرۃ لما فاتہ من تشییعہ الی المقبرۃ وحضور دفنہ انتھی ما فی النیل۔

نیز زرقانی شرح موطا مطبع مصر جلد ۲ ص۱۷ میں ہے لما توفی سعد امر ازواج النبی صلے
اللہ علیہ وسلم ان یمروا بجنازتہ فی المسجد فیصلین علیہ ففعلوا یعنی جب حضرت
سعد بن ابی وقاص کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے کہا کہ ان کا جنازہ مسجد میں
لاؤ تاکہ ہم بھی نماز جنازہ پڑھیں۔ پس صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا۔ مگر بعض لوگوں نے اس پر کچھ انکار کیا
جب ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا ابھی سے لوگ سنت
طریقہ بھول گئے اور بغیر علم کے ایک جائز فعل کی وجہ سے ہم پر طعنہ زنی کرنے لگے۔ خدا کی قسم جنازہ
کی نماز مسجد میں پڑھنا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ آپ صلعم نے بیضاء کے دونوں
بیٹوں پر مسجد ہی میں نماز پڑھی تھی۔

پس یہ حدیث سن کر تمام صحابہ بالاتفاق خاموش ہوگئے جس سے مسئلہ ہٰذا پر اجماع سکوتی
ثابت ہوا۔ اور نہ صرف سکوت کیا بلکہ بعد ازیں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ
عنہما کی جنازہ کی نماز تمام صحابہ نے مسجد ہی میں پڑھی۔ پس اجماع سکوتی و اجماع عملی دونوں ثابت
ہوگئے فبلغھن ان الناس عابوا ذلک وقالوا ما کانت الجنائز یدخل بھا المسجد فبلغ
ذلک عائشۃ فقالت ما اسرع الناس الی ان یعیبوا ما لا علم لھم بہ عابوا علینا ان
یمر بجنازۃ فی المسجد ما صلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے سھیل ابن
بیضاء الا فی المسجد وفی روایۃ لمسلم الا فی جوف المسجد۔ وقال ابن
عبد البر لم تر عائشۃ ذلک بنکیر وراءت الحجۃ فعل النبی صلے اللہ علیہ وسلم

وَاِنَّ اِنْکَارَہٗ جَھْلٌ بِالسُّنَّۃِ اَلَا تَرٰی قَوْلَھَا مَا اَسْرَعَ النَّاسَ تُرِیْبُ اِلَی الْاِنْکَارِ فَالَا یَعْلَمُوْنَ

نیز موطا امام مالکؒ میں ہے (مَالِکٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ صُلِّیَ عَلٰی عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فِی الْمَسْجِدِ) وَرَوَی ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَغَیْرُہٗ اَنَّ عُمَرَ صَلّٰی عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْمَسْجِدِ وَاَنَّ صُھَیْبًا صَلّٰی عَلٰی عُمَرَ فِی الْمَسْجِدِ وَوُضِعَتِ الْجَنَازَۃُ تُجَاہَ الْمِنْبَرِ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَذٰلِکَ بِمَحْضَرِ الصَّحَابَۃِ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ یَعْنِیْ فَیَکُوْنُ اِجْمَاعًا سُکُوْتِیًّا

نیز بعض الناس کا یہ کہنا بھی غفلت دینی و تساہل علمی سے خالی نہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے نجاشی کی نماز عیدگاہ میں جاکر پڑھی تھی۔ اگر مسجد میں جائز ہوتی تو مسجد ہی میں پڑھتے حالانکہ ایک جگہ پڑھنے سے دوسری جگہ کی ممانعت لازم نہیں آتی۔ اور پھر یہ واقعہ خاص ہے بوجہ کثرت لوگوں کے یا اتفاقاً آپ نے عیدگاہ میں نماز پڑھی بمسلہ اصول ہے وَاقِعَۃُ عَیْنٍ لَا عُمُوْمَ لَھَا اسی واسطے علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں وَاحْتِجَاجُ بَعْضِھِمْ بِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لِلصَّلٰوۃِ عَلَی النَّجَاشِیِّ اِلَی الْمُصَلّٰی غَفْلَۃٌ اِذْ لَیْسَ فِیْ صَلٰوتِہٖ عَلَی الْجَنَازَۃِ اَوْ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ فِیْ مَوْضِعٍ دَلِیْلٌ عَلٰی کَرَاھَتِھَا فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ زرقانی ج ۲ ص ۱۵۱ و ۱۵۲ - نیز شیخ محی الدین کی کتاب بلاغ المبین فی اتباع خاتم النبیین مطبع صدیقی لاہور کے ص ۵۵۳ میں بعد ایراد بحث مفید بابت مسئلہ ہذا کے صاف لکھا ہے کہ پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے

فتح الباری شرح صحیح بخاری پ ۵ میں تحت باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد مسطور ہے وَاسْتُدِلَّ بِہٖ عَلٰی مَشْرُوْعِیَّۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَائِزِ فِی الْمَسْجِدِ وَیُقَوِّیْہِ حَدِیْثُ عَائِشَۃَ مَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی سُھَیْلِ ابْنِ بَیْضَاءَ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ وَبِہٖ قَالَ الْجُمْھُوْرُ

نیز فخر اندلس علامہ ابو محمد امام ابن حزم اپنی کتاب محلی جلد ۵ کے ص ۱۶۲ میں رقم طراز ہیں و اِدْخَالُ الْمَوْتٰی فِی الْمَسَاجِدِ وَالصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمْ فِیْھَا حَسَنٌ کُلُّہٗ وَاَفْضَلُ مَکَانٍ صُلِّیَ فِیْہِ عَلَی الْمَوْتٰی فِیْ دَاخِلِ الْمَسْجِدِ یعنی مساجد میں مُردوں کا داخل کرنا اور مسجدوں میں جنازہ کی نماز پڑھنا اچھا ہے بلکہ تمام جگہوں میں اچھی و افضل جگہ جنازہ کی نماز کے لئے مسجد ہے۔

ایک دفعہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد سے باہر جارہے ہیں اَنَّہٗ رَاَی النَّاسَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ لِیُصَلُّوْا عَلٰی جَنَازَۃٍ فَقَالَ فرمایا کہ مَا یَصْنَعُ ھٰؤُلَاءِ وَمَا صُلِّیَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ یعنی یہ لوگ مسجد میں جنازہ کی نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ باہر کیوں جارہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز تو مسجد ہی میں پڑھی گئی تھی (محلی ابن حزم) امام ابن حزم صلوٰۃ جنازہ کے متعلق متعدد روایات لاکر فرماتے ہیں فَھٰذِہٖ اَسَانِیْدُ فِیْ غَایَۃِ الصِّحَّۃِ وَفِعْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

سَلَّمَ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ لَا یَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ خِلَافُ ھٰذَا اَصْلاً یعنی احادیث صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کی اسانید نہایت درجہ کی صحیح ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی فعل ہے۔ بعد علم ہونے کے کسی کو بھی اس میں اختلاف نہیں — ہاں جن لوگوں نے سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں لانے کا انکار کیا تھا وہ بعض اعرابی (دیہاتی) مسائل سے ناواقف لوگ تھے۔ ان کو بھی جب مسئلہ بتایا گیا فوراً ہی سر تسلیم خم کر دیا چنانچہ علامہ ابن حزم ص۱۶۳ میں ارقام فرماتے ہیں وَ اَمَّا الْمُنْکِرُوْنَ اِدْخَالَ سَعْدٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَیْسَ فِی الْخَبَرِ اِلَّا تَجْہِیْلُہُمْ وَاَنَّہُمْ اَنْکَرُوْا مَا لَا عِلْمَ لَہُمْ بِہٖ فَصَحَّ اَنَّہُمْ عَامَّۃٌ جُہَّالٌ اَوْ اَعْرَابٌ کَذٰلِکَ بِلَا شَکٍّ وَلَا یَصِحُّ لِکَثِیْرِ بْنِ عَبَّاسٍ صُحْبَۃٌ[1]۔

جنازہ فی المسجد کے متعلق مقلدین کے ایک شبہ کا ازالہ

بعض مقلدین حنفیہ مسئلہ ہذا کے متعلق یہ قیاسی شبہ پیش کرتے ہیں کہ میت چونکہ ناپاک ہے اور ناپاک چیز کو مسجد سے دور رکھنا چاہیے وَقَالَ بَعْضُہُمْ اَلْمَیِّتُ جِیْفَۃٌ وَیَنْبَغِیْ تَجْنِیْبُ الْجِیَفِ الْمَسَاجِدَ مَا نَعْلَمُ لَہُمْ شَیْئًا مَوَّہُوْا بِہٖ غَیْرَ ھٰذَا وَھُوَ کُلُّہٗ لَا شَیْءَ (المحلی ۷ ص) بس اس شبہ کے سوا مقلدین کے پاس اور کوئی بناوٹ نہیں۔ اور حدیث رسول اللہ کے مقابلہ میں یہ سب شبہات باطل اور بمنزلہ لاشئے کے ہیں۔

ان نادان مقلدین معترضین کو اتنا نہیں سوجھتا کہ ہر میت کو جیفہ (ناپاک) کہنے سے انبیاء علیہم السلام پر بھی دھبہ آتا ہے جو مفضی الی الکفر ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو عام مومنین کو بھی ناپاک نہیں کہا۔ بھلا جس شخص کا درجہ عند اللہ کعبۃ اللہ سے بڑھ کر ہو اس کو جیفہ اور ناپاک کہنا کتنی بڑی جہالت ہے۔ اسی واسطے امام ابن حزم نے ص۱۶۳ و۱۶۴ میں لکھا ہے وَ اَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ الْمَیِّتُ جِیْفَۃٌ فَقَوْلٌ مَرْغُوْبٌ عَنْہُ بَلْ لَعَلَّہٗ اِنْ تَمَادٰی عَلَیْہِ وَلَمْ یَتَنَاقَضْ خَرَجَ اِلَی الْکُفْرِ لِاَنَّہٗ یَلْزَمُہٗ ذٰلِکَ فِی الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ الْمُؤْمِنُ لَا یَنْجُسُ فَبَطَلَ قَوْلُ ھٰذَا الْجَاہِلِ وَصَحَّ اَنَّ الْمُؤْمِنَ طَاہِرٌ طَیِّبٌ حَیًّا وَّ مَیِّتًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ ہاں کوئی صورت ایسی ہو کہ کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر گیا ہو۔ بعد گزرنے متعدد ایام کے اس کی لاش دستیاب ہونے کی وجہ سے متعفن ہو گئی ہو جس کی بدبو اہل مساجد و ملائکہ وغیرہ کے لئے باعث اذیت ہو یا اس لاش میں سے خون وغیرہ الائش ٹپکتی ہو ایسی لاش کو مسجد میں لانا بخوف تلویث مساجد اور بوجہ منافی ہونے تنظیف و تطییب کے ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہی مقصد ہے صالح کی اس ضعیف

---

[1] "کثیر" بفتح الکاف وھو اخو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جمیعا وھو تابعی ولد فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم تصح لہ عنہ روایۃ ولا صحبۃ کما قال المؤلف ۱۲۔ ابو محمد کفاہ الصمد

روایت کا جس سے مقلدین حنفیہ و مالکیہ نے غلط استدلال کر کے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے بہت سی سنن ثابتہ صحیحہ و اجماع صحابہ کا انکار و تردید کی ہے حالانکہ اُس روایت میں مسمی صالح مولیٰ توأمہ راوی ساقط الاحتجاج ہے۔ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تجریح کی ہے ہمیں تعجب ہے ان مقلدین پر کہ اپنے مذہب کی پچ میں اپنے امام کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں فَیَا اَسَفٰی عَلٰی قَوْمٍ مُّقَلِّدِیْنَ۔

استنادی نکتہ - بعض احباب تو صالح کی روایت کو ضعیف وغیرہ کہکر بالکل ہی ٹال دیتے ہیں مگر ہم نے اپنے ناظرین کے لئے مندرجہ بالا استنادی نکتہ بیان کر کے دونوں روایات کو قائم رکھا ہے جس سے دونوں میں تطبیق و توفیق ہو گئی اور ایک کا اقرار دوسری کا انکار لازم نہیں آیا۔ اَلتَّوْفِیْقُ بَیْنَهُمَا خَیْرٌ مِّنْ اِهْمَالِ اَحَدِهِمَا فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔

مقلدین حنفیہ کی حمیتِ مذہبی اور شریعتِ محمدیہ پر دست اندازی

ناظرین! مقلدینِ احناف میں سے مفتی سلطان حسن صاحب آگروی نے صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کو صرف حمیتِ مذہبی کی وجہ سے مکروہ و حرام قرار دیکر اور امام ابوداؤد محدث سجستانی کا غلط حوالہ پیش کر کے شریعتِ محمدیہ پر جو جرأتِ عظیمہ و دست اندازی کی ہے وہ مضمون ہذا پڑھنے کے بعد آپ صاحبان پر مخفی نہیں۔

آپ حیران ہونگے کہ مفتی صاحب مذکور کو کیا ہوا کہ اپنے غلط اور مصنوعی مذہب کو بنانے کے لئے جھوٹ بولنے اور حدیثوں کے غلط حوالے پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ مگر آپ زیادہ حیران نہ ہوں کیونکہ "ایں ہمہ خانہ آفتاب است" صرف مفتی صاحب کا قصور نہیں بلکہ ان کے بڑے بھی اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں گویا کہ حنفی مذہب کی بنیاد ہی مغالطہ دہی، ابلہ فریبی و غلط بیانی پر رکھی گئی ہے چنانچہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہدایہ مجتبائی جلد اول ص ۱۶۱ میں یوں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے کہ وَلَا یُصَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِیْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَهٗ یعنی جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھے اس کے لئے کچھ اجر و ثواب نہیں۔ حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا صاحب ہدایہ اور اُس کے معتقدین و عاملین سے کوئی بھی پوچھنے والا نہیں کہ کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو خواب میں آکر فرما گئے تھے؟ کتب حدیث میں تو اس حدیث کا بالفاظہٖ کہیں بھی اتا پتا نہیں۔ یہ غلط حدیث بیان کر کے کیوں مخلوق خدا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ کیا ایک دن خدا کے سامنے جا کر نہیں کھڑا ہونا۔

ناظرین! اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس مذہب کی کتابوں کا یہ حال ہو کہ ان میں رطب یابس سب بھرا ہوا ہو حاطب اللیل کہلانے کے مستحق ہوں جن میں جھوٹی

حدیثیں جھوٹے مسئلے بیان کر کے اپنے مذہب کی بنیاد قائم کی گئی ہو بھلا پھر اس مذہب کا کیا اعتبار جس کا دارومدار ان ہی کتابوں پر ہو۔ حدیث مندرجہ بالا میں صرف اپنے مذہب کی خاطر لفظ فَلَا اَجْرَ لَهٗ بڑھا کر اپنی بددیانتی کا کافی ثبوت دیا ہے۔ اور سنئے! اسی طرح سُنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۲۰۹ مطبع مجتبائی بَابُ الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ میں حنفیوں نے اپنا مذہب بنانے کے لئے حدیث مندرجہ ذیل میں کتربیونت کی ہے عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ فَکَانَ یُصَلِّیْ لَهُمْ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَ لَا یَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ الْحَدِیْث۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں لوگوں کو ابی بن کعب پر جمع کر دیا تاکہ وہ ان کو نماز تراویح پڑھائیں۔ پس صحابی رسول مذکور لوگوں کو رمضان میں بیس رات تک نماز پڑھاتے۔ بعدہ آخری دہے میں بغرض کثرت عبادت اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔

نیز مؤطا امام مالکؒ میں سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب صحابی مذکور اور تمیم داری کو رمضان کے مہینے میں گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا یعنی آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر۔

حنفیوں کی حدیث ہذا میں دست اندازی و بددیانتی، ناظرین! مسئلہ تراویح کے متعلق برادران احناف نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی یہی حکم کرتے تھے مگر اُن کے اس دعوے کی دلیل جب من جانب اہلحدیث طلب کی جاتی تو ثُمَّ نُکِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ۝ پر عمل کرتے ہوئے خاموش ہو جاتے خصوصاً جب کہ برخلاف اس دعوے کے اہلحدیثوں کی جانب سے آٹھ رکعت تراویح کے پرزور دلائل پیش کئے جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے ان کے دانت کھٹے کئے جاتے کہ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود ابی بن کعب کو آٹھ رکعت پڑھانے کا حکم کر رہے ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق لوگوں کے لئے آٹھ رکعت تراویح پڑھانے کا انتظام کریں اور خود سنت کا خلاف کرتے ہوئے بیس رکعت پڑھیں ع این خیال است و محال است و جنوں ٭ تو حنفیوں کو بڑی خجالت و شرمندگی اٹھانی پڑتی اور بہت سے لوگ حنفی مذہب کو چھوڑ کر اہلحدیث ہو جاتے اور سنت رسولؐ کے مطابق آٹھ رکعت تراویح پڑھنے لگتے۔ اس پر حنفیوں نے جب دیکھا کہ ہمارا مذہب تو ہاتھ سے گیا اور اہلحدیثوں کی ترقی ہونی شروع ہو گئی تو چار و ناچار حدیثوں میں ردوبدل و کتربیونت کرنی شروع کر دی چنانچہ حدیث مندرجہ بالا میں عِشْرِیْنَ لَیْلَةً کی بجائے عِشْرِیْنَ رَکْعَةً چھاپ دیا۔ ابوداؤد مجتبائی کے حاشیہ پر علامت نسخہ لگا کر رَکْعَةً کا لفظ لکھ کر کہدیا کہ

ہمارے استاد مولانا اسحاق نے اسی طرح پڑھایا ہے۔ اُن کے نسخہ میں اسی طرح ہے۔ اس لفظ کے بدلنے سے احناف کا مقصد صرف لوگوں کو یہ مغالطہ دینا ہے کہ دیکھو حضرت عمر رضہ کے مقرر کردہ امام ابی بن کعب بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور صراحۃً دھوکہ دہی ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے مختلف مطابع کی ابوداؤد کھلی رکھی ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔ ابوداؤد مطبوعہ مطبع قادری ۱۲۷۱ھ۔ ایضاً مطبع اصح المطابع لکھنو ۱۳۱۸ھ۔ ایضاً مطبع محمدی ۱۲۸۳ھ۔ ایضاً ابوداؤد مع شرح عون المعبود مطبع انصاری وغیرہ مگر کسی ایک میں بھی رَكْعَةً کا لفظ نہیں۔ برادرانِ احناف کو چاہئے کہ یا تو حدیثِ ہذا میں لفظ رَكْعَةً ثابت کریں ورنہ اس قسم کی مغالطہ دہی سے باز آئیں۔

نیز مقلدین حنفیہ کی قرآن حدیث میں دست اندازی اور حمیت مذہبی کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ سنن ابن ماجہ مطبع نظامی واقع دہلی کے صفحہ ۶۱ کی وہ روایت جو زیر عنوان بَابُ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوا کے مندرج ہے۔ اس کی سند میں جابر جعفی جو بڑا وضاع وکذاب راوی ہے۔ اُس کے اور اُس کے اُستاد ابوالزبیر کے درمیان حرف واو کا اضافہ کر کے حمیت مذہبی کی وجہ سے استاد و شاگرد کو ہم سبق بنا کر مطلب بدل دیا ہے۔ اصل میں سند کے الفاظ اس طرح ہیں عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ۔ اس حدیث سے اکثر احناف عدم قرأت فاتحہ خلف الامام پر غلط استدلال کر کے عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ اول تو اس حدیث کا یہ مطلب ہی نہیں جو حنفیہ لیتے ہیں بلکہ اس میں لفظ قرأۃ کا عام ہے اور برادرانِ احناف تخصیص بعد التعمیم کے قائل ہیں۔

اصولِ فقہ کا مسئلہ ہے کہ مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا وَقَدْ خُصَّ مِنْهُ الْبَعْضُ یعنی ہر عام کے بعد تخصیص ہوا کرتی ہے۔ پس قرأۃ فاتحہ کی روایاتِ صحیحہ حدیث ہٰذا کی مخصص ہیں اور لفظ قرأۃ کا ماسوٰی فاتحہ پر محمول ہے فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَهُمَا۔ ثانیاً حدیث ہٰذا ضعیف ہونے کے باوجود کئی معانی کی متحمل ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب کے مایہ ناز علامہ محمد بن عبدالہادی حنفی المعروف بالسندی نے حاشیہ ابن ماجہ مصری کے صفحہ ۱۴۵ میں علاوہ دیگر معانی کے ایک یہ معنی بھی ذکر کیا ہے کہ امام کی قرأت امام ہی کے لئے کافی ہے۔ مقتدی کو اپنی قرأت علیحدہ کرنی چاہئے يَحْتَمِلُ أَنَّ الْمُرَادَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَلْيَقْرَأْ بِقِرَاءَتِهِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ قِرَاءَةٌ لَهُ فَلْيَقْرَأْ لِنَفْسِهِ۔ اس قول کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حدیث مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ میں لَهٗ کی ضمیر کا مرجع امام ہے مَنْ نہیں۔ اور واقعی ضمیر کا مرجع اکثر قریب ہوتا ہے نہ کہ بعید۔ حنفی حضرات ضمیر کا مرجع مَنْ کو قرار دیتے ہیں جو کہ بعید ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ حضرات کے سامنے کوئی شخص عربی کا یہ مقولہ پیش کرے کہ مَنْ كَانَ لَهُ أَبٌ فَزَوْجَةُ الْأَبِ لَهُ زَوْجَةٌ یعنی جس شخص کا باپ ہو پس بیوی باپ کی واسطے

اسی کے بیوی ہے۔ جملہ ہذا میں اگر لَهٗ کی ضمیر کا مرجع آپ لفظ اَبْ کو قرار دینگے تو فہو المراد معنی بالکل ٹھیک رہے گا اور اگر مَنْ کو قرار دیں گے تو معنے غلط ہونے کے علاوہ پٹاپٹ آپ کے سر پر جوتے پڑنے شروع ہو جائیں گے۔ یقین نہ ہو تو تجربہ کر لیجئے کیونکہ اس وقت جملہ ہذا کا مقصد یہ ہوگا کہ جس کا باپ ہو بس باپ کی بیوی بیٹے کے لئے کافی ہے بیٹے کو علیحدہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ دونوں کا کام اسی سے نکل جائیگا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْمَقْصَدِ پھر علامہ سندی لکھتے ہیں۔ وَبِالْجُمْلَةِ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ مَعَ ضُعْفِهٖ وَاحْتِمَالِ التَّاوِيْلِ لَا يَقْوٰى قُوَّةَ مُعَارِضِهٖ فَلْيُتَامَّلْ وَفِي الزَّوَائِدِ فِيْ اِسْنَادِهٖ جَابِرُ الْجُعْفِيُّ كَذَّابٌ وَالْحَدِيْثُ مُخَالِفٌ لِمَا رَوَاهُ السِّتَّةُ مِنْ حَدِيْثِ عُبَادَةَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ یعنی یہ حدیث اپنے ضعف اور محتمل المعنی ہونے کی وجہ سے اپنے معارض کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی کیونکہ اس کی اسناد میں جابر جعفی ہے جو بڑا کذاب ہے اور حدیث ہذا (جو معنی اس کا حنفی لیتے ہیں اُس کی رو سے) صحاح ستہ کی عبادہ رضی اللہ عنہ والی صحیح روایت کے مخالف ہے۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری اپنی کتاب فتح الباری جزو ثالث کے صفحہ ۲۱۵ رقم طراز ہیں وَاسْتَدَلَّ مَنْ اَسْقَطَهَا عَنِ الْمَاْمُوْمِ مُطْلَقًا كَالْحَنَفِيَّةِ بِحَدِيْثِ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ لٰكِنَّهٗ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ عِنْدَ الْحُفَّاظِ وَقَدِ اسْتَوْعَبَ طُرُقَهٗ وَعَلَّلَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهٗ یعنی حنفیہ نے جس حدیث سے مقتدی سے قراۃ فاتحہ کے ساقط ہونے پر استدلال کیا ہے وہ حدیث تمام حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام دارقطنی وغیرہ نے بھی اس کو معلول کہا ہے اور اس کے طرق کو بالاستیعاب بیان کیا ہے اور تلخیص الحبیر کے صفحہ ۸۰ میں مرقوم ہے حَدِيْثُ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ مَشْهُوْرٌ مِّنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ وَلَهٗ طُرُقٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَكُلُّهَا مَعْلُوْلَةٌ اِنْتَهٰى یعنی حدیث مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ جابر کے طریق سے مشہور ہے۔ علاوہ اس کے اور بھی طرق ہیں مگر سب معلول ہیں۔ نیز حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۰ جلد اول میں جابرؓ کی اس حدیث کو مسند احمد بن حنبل سے نقل کر کے لکھتے ہیں فِيْ اِسْنَادِهٖ ضُعْفٌ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ مِّنْ كَلَامِهٖ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ طُرُقٍ وَلَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِّنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی جابرؓ کی اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے اور مالک نے بواسطہ وہب بن کیسان جابر سے خود ان کا کلام روایت کیا ہے یعنی حدیث ہذا کو موقوفاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث کئی طرق سے روایت کی گئی ہے اور اس کا کوئی طریق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سند کی رو سے صحیح نہیں ہے۔ نیز ابن الجوزی العلل المتناہیہ میں حدیث ہذا کو دارقطنی کے طریق سے روایت کر کے لکھتے ہیں هٰذَا الْحَدِيْثُ لَا يَصِحُّ

(الیٰ قولہ)، وَلِہٰذَا الْحَدِیْثِ طُرُقٌ لَیْسَ فِیْھَا مَا یَثْبُتُ وَقَدْ ذَکَرَ تُھَا فِیْ کِتَابِ التَّحْقِیْقِ انتہٰی کَذَا فِیْ سُحَیْقِ الْغَمَامِ۔ یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کے متعدد طرق ہیں۔ ان میں سے کوئی طریق بھی صحیح ثابت نہیں۔ اسی طرح امام بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ الْحَافِظُ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَۃَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْفَقِیْہِ یَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا مُوْسٰی الرَّازِیَّ الْحَافِظَ عَنِ الْحَدِیْثِ الْمَرْوِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ فَقَالَ لَمْ یَصِحَّ فِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئٌ الخ یعنی حافظ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن محمد فقیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حافظ ابو موسیٰ رازی سے حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ اس بارہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ ثابت نہیں۔ اور علامہ علقمی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں قَالَ الدَّمِیْرِیُّ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَرُوِیَ مُسْنَدًا مِنْ طُرُقٍ کُلُّھَا ضِعَافٌ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ مُرْسَلٌ پھر لکھتے ہیں وَذَکَرَ شَیْخُنَا فِی الْجَامِعِ الْکَبِیْرِ مَنْ خَرَّجَہٗ مِنَ الْاَئِمَّۃِ وَوَصَفَ الطُّرُقَ الْمَذْکُوْرَۃَ بِالضُّعْفِ انتہٰی۔

نیز علامہ عبدالروف مناوی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں قَالَ الْمُغْلَطَائِیُّ فِیْ شَرْحِ ابْنِ مَاجَۃَ ضَعَّفَہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ وَغَیْرُھُمْ وَقَالَ الذَّھَبِیُّ ھُوَ وَاہٍ بِمَرَّۃٍ وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ طُرُقُہٗ کُلُّھَا مَعْلُوْلَۃٌ وَقَالَ الذَّھَبِیُّ وَلَہٗ طُرُقٌ اُخْرٰی کُلُّھَا وَاھِیَۃٌ۔ نیز امام بخاری اپنے رسالہ جزء القراءۃ کے صفحہ ۵ میں رقمطراز ہیں ھٰذَا الْخَبَرُ لَمْ یَثْبُتْ عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَھْلِ الْحِجَازِ وَاَھْلِ الْعِرَاقِ وَغَیْرِھِمْ لِاِرْسَالِہٖ وَانْقِطَاعِہٖ یعنی یہ حدیث (بسند صحیح) اہل علم کے نزدیک ثابت نہیں کیونکہ اس میں ارسال وانقطاع ہے۔

حدیث ہذا کی سند میں جو راوی جابر جعفی واقع ہے اس کی نسبت خود امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مَا رَاَیْتُ مِمَّنْ لَقِیْتُ اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءٍ وَلَا لَقِیْتُ فِیْمَنْ لَقِیْتُ اَکْذَبَ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِیِّ مَا اَتَیْتُہٗ بِشَیْءٍ مِنْ رَاْیِیْ قَطُّ اِلَّا جَاءَ فِیْہِ بِحَدِیْثٍ کَذَا فِیْ تَخْرِیْجِ الزَّیْلَعِیِّ ۲۴۵ یعنی جن لوگوں سے میں نے ملاقات کی ان میں سے عطاء سے زیادہ بہتر اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب بھی میں نے جابر مذکور سے کوئی بات اپنی رائے سے بیان کی اس نے فوراً اس کے بارہ میں کوئی نہ کوئی حدیث بنا کر مجھے لا دی۔

حاصل المرام یہ کہ اہلحدیث کے نزدیک تو صحاح ستہ کی کل احادیث اپنے اپنے محل موقع پر قابل عمل ولائق تسلیم ہیں لیکن حنفی حضرات اکثر احادیث کو ضعیف کہہ کر ٹالدیا کرتے ہیں اور قابل احتجاج نہیں سمجھتے۔ اب حدیث ہذا کے ضعف کے متعلق کافی شہادات موجود ہیں جن میں سب سے بڑی شہادت برادران احناف کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سمجھنی چاہیے۔ مگر باوجود شہادات مذکورہ کے حدیث ہذا کا غلط معنی اور اس کی سند میں کتربیونت کر کے صرف حمیت مذہبی کی وجہ سے

قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی صحیح احادیث کو جواب دیدیا جاتا ہے فیاللعجب۔

حنفیہ کی کتاب اللہ پر دست اندازی اثباتِ تقلید کیلئے قرآن مجید میں زیادتی

آپ حیران ہوں گے کہ یہ سرخی کیسی؟ مگر حیرانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" جس مذہب کی اساس وبنیاد ہی غلط ہو اس کے اقوال وافعال کا غلط بلکہ اغلط ہونا کچھ بعید از عقل نہیں ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج ؛ تا ثریا میرود دیوار کج

حنفی مذہب کا اساسی وبنیادی پتھر آیت کریمہ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ کے بموجب چونکہ تقلید شخصی پر منجمد ہے لہٰذا چودھویں صدی کے علماء حنفیہ نے عدم تحقیق سے کام لیتے ہوئے اثبات تقلید کے لئے قرآن مجید فرقان حمید میں اپنی طرف سے الفاظ بڑھا کر عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالدیا۔ پس حمیت قرآنی اور ہر خاص وعام کو مغالطہ مذکورہ سے بچانے کی غرض سے مضمون ہذا قلم بند کرنا پڑا۔ چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند اپنی کتاب ایضاح الأدلہ مطبوعہ دیوبند میں تقلید نا سدید کے اثبات میں بہت کچھ زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں "یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں۔ سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء وجملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اُسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے۔" ایضاح الادلہ ص۹۷

حنفی دوستو! بتاؤ آیت مذکورہ بالا معروضہ مولوی محمود حسن کس قرآن میں ہے؟ کس پارہ میں ہے کس رکوع میں کس سورت میں کس صفحہ میں ہے؟ آہ سچ ہے حُبُّكَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ اندھی تقلید کی محبت کے نشہ میں مست ہو کر مفتری علی اللہ ہونا پسند کر لیا جس کتاب کا محافظ خود خداوند تعالیٰ ہے اُس پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے باز نہ آئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا یعنی خدا پر جھوٹ باندھنے والا شخص بڑا ہی ظالم ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی افترا بازی کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔ تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی ان ملا مولویوں میں سے بعض اس قسم کے لوگ بھی ہیں جو کتاب اللہ کے ساتھ اپنی زبانوں کو

پھیرتے ہیں تاکہ تم یہ سمجھو کہ شاید یہ اسی کتاب کی آیت ہے حالانکہ وہ کتاب کی آیت نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے بالکل نہیں اور دیدہ و دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

اسی آیت کے تحت تفسیر موضح القرآن میں لکھا ہے یعنی بن پڑھوں کو دغا دیتے ہیں اپنی عبارت بنا کر قرآن کی طرح پڑھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے، انتہی۔

ناظرین! آپ یہ مضمون پڑھ کر متحیر نہ ہوں۔ متعجب نہ ہوں۔ غصہ نہ ہوں۔ ہماری نسبت کوئی بدگمانی نہ کریں۔ ہمیں تحریر ہذا پر صرف حمیت قرآنی نے برانگیختہ کیا۔ حفاظت دینی نے مجبور کیا۔ ہمیں کسی سے ذاتی عداوت وحسد نہیں۔ آپ اس مختصر مضمون کو پڑھ کر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ چشم بصیرت سے دیکھیں۔ جذبہ ایمانی سے کام لیں۔ پھر اگر ہم غلط کہہ رہے ہوں تو ہمیں متنبہ کردیں ہم ان شاء اللہ اسی رسالہ میں اپنی تحریر سے رجوع کرلیں گے ورنہ آپ ایسے مولویوں سے ایسے مذہب سے رجوع کرلیں تاکہ نجات اُخروی حاصل ہو۔ یاد رہے آج صرف اسی وجہ سے مضمون ہذا ہم آں جناب کے گوش گذار کر رہے ہیں کہ حق کی موافقت ہی بزرگی ہے۔ حق کی مخالفت رذالت وضلالت ہے۔ اظہار حق میں لوگوں کی ہیبت سے رُک جانا میثاق خداوندی لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ کا صراحۃً خلاف کرنا ہے عوام الناس کی ناراضگی سے بزدل دہیبت زدہ ہوجانا شیطان اخرس کا مصداق بننا ہے۔ مسائل کو غیر شرعی مصلحت پر قربان کردینا صریح بے دینی ہے۔ حمیت حق دل میں نہ رکھنا پوری بے غیرتی ہے۔

قرآن مجید میں ایجاد وازدیاد

گو آپ یا ہم قرآن مجید میں دخل دینے والے کو تاج العلماء، عمدۃ الفقہاء، فخر المحدثین کے القاب دیں، محدث ومدرس کہہ کر پکاریں یا اس سے بھی بڑھ چڑھ کر لکھیں مگر یاد رہے کہ کتاب اللہ میں زیادتی کرنیوالا شخص ملعون ومطرود یعنی خدا کی رحمت سے دور ہے۔ ایسا شخص مُحدّث نہیں بلکہ مُحدِث ہے جس نے صرف حمیت مذہبی کی وجہ سے تقلید ناسدید کا اڈا جمانے کے لئے کلام مجید فرقان حمید میں ایک آیت ایجاد کر کے احداث فی الدین کا ارتکاب کیا ہو۔ آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے شخص کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ امام بیہقی نے مدخل میں اور حافظ ابوالحسن رزین بن معاویہ عبدری نے اپنی کتاب رزین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً الفاظ مندرجہ ذیل نقل کئے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ اَلزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ الْحَدِيْث كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ دنیا میں چھ شخص ایسے ہیں کہ جن پر میری بھی لعنت ہے اور اللہ کی بھی لعنت ہے

ان میں سے پہلا وہ شخص ہے جو اللہ کی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں زیادتی کرے ؎

بشنو ایں قصہ پے تہدید را ❊ تا بدانی آفتِ تقلید را

حنفی دوستو! اگر آپ کے جسم میں قلب ہے اور قلب میں ایمان ہے اور ایمان میں حرارت ہے تو آپ ضرور اس امر کا اعتراف کریں گے کہ دنیا میں کوئی شخص کیسے ہی القاب سے ملقب ہو کتنا ہی بڑا کیوں نہ کہلاتا ہو مگر وَالْحَقُّ اَكْبَرُ مِنْهُ حق سب سے بڑا ہے۔ گو کسی کے اقوال کتنی ہی عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں لیکن فرمان خداوندی وارشاد محمدی سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔ آپ کے دلوں میں آپ کے تقلیدی مذہب کی عزت آپ کے مذہبی علماء کی عظمت خواہ کیسی ہی جاگزیں ہو مگر ایمان تو اسی پر مجبور و مامور کر رہا ہے کہ اس سے کئی حصے زیادہ سطوت و حرمت، عزت و وقعت کلام الٰہی کی آپ کے دل میں ہونی چاہیے۔ کسی آیت یا حدیث سے کسی مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کا ہو جانا اور چیز ہے اور اپنے سمجھے ہوئے اور مانے ہوئے مسئلہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے لئے قرآن میں اپنے مصنوعی واختراعی الفاظ دیدہ دلیری سے بڑھا کر عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنا بالاتفاق جرم عظیم ہے۔ اگر آپ کے علماء دیوبند قرآن حدیث کے تحقیقی اور وسیع منور قلعوں سے نکل کر تقلید شخصی کی تاریک ترین جھونپڑیوں میں رہنے کے عادی ہیں تو ہوں مگر اس کی کیا ضرورت کہ وہ اپنے اس غلط اور گمراہ کن عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے خدا کی کتاب قرآن کریم میں کوئی زیادتی کریں؟ بھلا جو آیت مدتوں سے زیر بحث ہے۔ علماء چھوڑ طلباء کی زبان پر مثل قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے چڑھی ہوئی ہے۔ جو آیت مناظروں میں کتابوں میں رسالوں میں آج تک ہزار ہا مرتبہ پیش ہو چکی ہے جس کے ایک ایک لفظ پر طول طویل بحثیں ہو چکی ہیں اس میں انہیں اپنی طرف سے زیادتی اور تحریف لفظی کرتے وقت ذرا بھی خوفِ خدا نہ آیا۔ کلام الٰہی پر یہ دلیرانہ حملہ کرتے وقت قلم نہ ٹوٹ گئی ہاتھ نہ شل ہو گئے۔

افسوس ہمارے حنفی بھائی عربی اردو تحریروں تقریروں حتیٰ کہ حدیث کی کتابوں میں مغالطہ دہی اور تحریف لفظی و معنوی کرتے چلے آئے مگر آج وہ قرآن جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، وہ قرآن جس کے لانے والے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ قرآن جس کے جامع خلفاء رضی اللہ عنہم ہیں جو بطور امانتِ خدا ہمارے ہاتھوں میں ہے جو کروڑہا کی تعداد میں دنیا میں چھپ چکا ہے، جو گھر گھر پایا جاتا ہے، جو ہندوستان چھوڑ زمین کے چپہ چپہ پر موجود ہے جو حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہے جس کی اصلی نفاظت خدائے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اس میں بھی یہودیانہ روش تحریف سے باز نہ آئے يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ کے مصداق بن گئے۔ ہم نہ صرف معتقدین مولوی محمود حسن صاحب بلکہ تمام دنیا کے حنفیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور جو قرآن محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا

تھا اُس کے تیئس پاروں میں اُس کی ایک سو چودہ سورتوں میں اُس کے پانچ سو چالیس رکوع میں اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں میں اپنے مولانا مذکور کی پیش کردہ آیت ثابت کریں جس کی بابت وہ فخر سے لکھتے ہیں کہ "آپ نے آیت فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن میں یہ آیت ہے اُسی قرآن میں آیت مذکورہ بالامعروضہ احقر بھی موجود ہے" یعنی فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ آہ سچ ہے لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝

غضب خدا کا قرآن میں تحریف کرنا ایک آیت اپنی طرف سے گھڑ لینا اور قرآن کا حوالہ دینا کتنے بڑے غضب کی بات ہے کیسی جرأت عظیمہ ہے شقاوت ازلی و قساوت قلبی ہے سچ ہے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ حنفیو! اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اگر سچے ہو تو فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کے آگے وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ قرآن مجید میں دکھاؤ ورنہ کھلے لفظوں میں کہو، صاف کہو، بے شبہ کہو بار بار کہو۔ لکھو۔ تحریر کرو۔ تقریر کرو۔ چھاپو کہ مولانا محمود حسن صاحب نے جھوٹ کہا افترا کیا غلطی کی۔ یہ آیت قرآن کریم میں کہیں نہیں۔ خدا کے کلام میں بالکل نہیں۔ یہ مولانا کی ایجاد ہے یہ اُن کی اپنی ساختہ برداختہ آیت ہے۔ کلام الٰہی اس سے پاک ہے جو باوجود معلوم ہونے کے اب بھی اس کو آیتِ قرآنی کہے وہ محرّف ہے کذاب ہے مفتری ہے لعنتی ہے یہودی ہے کسی مسلمان سے تو یہ توقع ہو نہیں سکتی کہ وہ اس من گھڑت آیت کو قرآنی آیت کہے منزل من السماء سمجھے۔ آہ! جس طرح بریلوی حنفیوں نے اہلحدیثوں کے بالمقابل یہ آیت گھڑ لی تھی کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ جس کے متعلق حافظ محمد صاحب لکھوی مرحوم نے بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اس مصنوعی آیت سے مقصد ان مشرک حنفیوں کا یہ تھا کہ غیر اللہ سے استمداد و استعانت وغیرہ سب روا ہے۔ اولیاء اللہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں ہماری دور و نزدیک کی پکار سب سنتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ یعنی جو لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے، مر گئے۔ وہ اب تمھاری پکار کو نہیں سنتے اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔ اسی طرح دیوبندی حنفیوں نے بھی اثباتِ تقلید کے لئے آیت ہٰذا قرآن مجید میں بڑھا دی۔ پھر اس پر لطف یہ کہ مولوی محمود حسن صاحب کی وہ کتاب مسمی بہ ایضاح الادلہ جس میں یہ آیت لکھی ہوئی ہے بار بار چھپ رہی ہے چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ سے طبع ہوئی۔ پھر ۱۳۳۰ھ میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے اہتمام سے مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی کے فرمان سے دوبارہ خود دیوبند مطبع قاسمی میں چھپی۔ نیز کتب خانہ فخریہ مراد آباد یوپی نے اس کی نشر و اشاعت کی

مگر یہ آیت ہر ایڈیشن میں اسی طرح برقرار رکھی جاتی ہے بلکہ حاشیہ پر اسکا ترجمہ بھی کر دیا جاتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہو نہیں، نسیان نہیں، غلطی نہیں بلکہ عمداً کتاب خدا میں زیادتی کی گئی ہے۔ کتاب ہذا سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوئی اور ہو رہی ہے۔ سینکڑوں حنفی حفاظ وغیر حفاظ اس کو پڑھتے اور خوش ہوتے ہیں مگر کسی کا ایمان اس امر کا مقتضی نہ ہوا کہ اس بیہودہ[1] دیانہ تحریف کا اظہار و اعتراف کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ثمن قلیل حاصل کرنے کے لئے اس پر آج تک پردہ ڈالا جا رہا ہے گویا یہ آیت صرف مولوی محمود حسن صاحب نے نہیں بڑھائی بلکہ بڑوں نے کی چھوٹوں نے نبھائی۔ وہ لکھ کے دنیا سے چلتے ہوئے اور اُن کے شاگرد مولوی فخر الدین احمد صاحب وغیرہ (جو کہا جاتا ہے کہ ۲۲ سال سے مدرسہ جامعہ قاسمیہ میں مدرس ہیں) خوب اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ آہ ؎

لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام انہوں نے ⁘ کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے

ناظرین! اگر یہ لوگ دوسرے ایڈیشن میں بھی اس مصنوعی آیت کا قلع قمع کر دیتے تو ہم یہ سمجھتے کہ انسان سے خطا و نسیان کا ہو جانا ممکن ہے۔ چلو مولوی محمود حسن صاحب سے خطا ہو گئی تھی اب اُن کے تلامذہ نے اس کا ازالہ کر دیا مگر وہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے خوب اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔ حاشیہ پر ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے تو پھر کیا ہم یہ نہ کہیں کہ ان مقلدوں کی اس حیرت ناک چالاکی کو دیکھئے کہ آیت کیسی بنائی ہے۔ الفاظ قرآنیہ کو ایسی ترتیب دی ہے کہ بیک بینی دو کاج ہو جائیں۔ اہلحدیث کی تردید بھی ہو جائے اور تقلید کی تائید بھی ہو جائے۔ اہلحدیث ہمیشہ سے رد تقلید میں اس آیت کو پیش کیا کرتے ہیں کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یعنی جھگڑے کے وقت ہر مختلف فیہ مسئلہ کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹاؤ (جو حکم اس میں پاؤ مان لو۔ جس کا قول فتویٰ اس کے خلاف ہو چھوڑ دو) اگر تمہارا اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو یہی کرو۔ یعنی قرآن حدیث کے فیصلہ کے آگے اگر کسی کے فتوے، قول و عمل کو گردانا تو ایمان سے خارج ہو جاؤ گے لیکن تقلید شخصی مقلد کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اختلافی مسائل کا فیصلہ اپنے معین امام کے قول پر بھی کرے اور اُسی کو اپنے لئے مستند سمجھے ملاحظہ ہو مسلم الثبوت ص۵ و در مختار مصری جزء اول ص۵۳ حَيْثُ قَالَ لَا يُفْتِي إِلَّا بِقَوْلِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ کسی دوسری طرف نگاہ بھی نہ اٹھائے

---

[1] چنانچہ صحیح بخاری پ۲ میں ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے دنیا کمانے کی غرض سے اللہ کی کتاب کو بدل دیا تھا اپنے ہاتھوں سے الفاظ لکھ کر کہہ دیا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللَّهِ وَغَيَّرُوهُ وَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ وَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۱۲ منہ

بلکہ امام صاحب کے قول کو رد کرنا باعث لعنت سمجھے جیسا کہ کتبِ[1] حنفیہ کا مشہور مقولہ ہے کہ

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ ⁂ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

بس یہی وجہ تھی کہ آیت مذکورہ بالا برادرانِ احناف کو زہر معلوم ہوتی تھی کیونکہ یہ آیت صرف ایک امام ابو حنیفہ نہیں بلکہ تمام ائمہؒ کے ان اقوال کا جو خلاف کتاب و سنت ہوں رد کر رہی ہے۔ جب حنفیوں سے آیت ہٰذا کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو جھٹ مولوی محمود حسن دیوبندی نے بیک جنبش قلم قرآن میں ایک نئی اور انوکھی آیت اس حکم کے خلاف پیدا کر دی اور کہدیا کہ جس قرآن میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں ایک اور آیت بھی ہے جس میں صاف موجود ہے کہ ہر مختلف فیہ مسئلہ کو قرآن حدیث اور اپنے اولی الامر کی طرف لوٹاؤ۔

اس مصنوعی آیت کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوا کہ جو مرتبہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کا ہے وہی مرتبہ حنفیوں کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کا ہے حالانکہ شریعت کے نزدیک امام کے اقوال اُس وقت قابل تسلیم ہیں جب کہ خلاف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ نہ ہوں۔ حدیث میں صاف آچکا ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ مولوی صاحب مذکور نے بطور دفع دخل مقدر کے یہ بھی تحریر فرما دیا کہ "عجب نہیں کہ آپ تو (یعنی اہلحدیث) دونوں آیتوں حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کے ناسخ اور دوسرے کے منسوخ ہونے کا فتویٰ لگانے لگیں"۔ ملاحظہ ہو مولوی صاحب مذکور کی یہی کتاب ایضاح الادلہ کا صفحہ ۹۸۔

پس عبارت مندرجہ بالا سے خوب واضح ہو گیا کہ مولوی محمود حسن صاحب اُسے ایک آیت اور اِسے دوسری آیت مستقل قرار دے رہے ہیں۔ باوجود اتنی وضاحت کے پھر بھی کوئی شخص یہ تاویل کرے کہ کاتب کی غلطی سے الفاظ بڑھ گئے ہوں گے تو سمجھو کہ وہ محبت کا اندھا ہے اُس کو چاہئے کہ تقلید کی پٹی آنکھوں سے کھول کر دیکھے جس کے دل میں قرآن کی عظمت ہے حقانیت ہے صداقت ہے، ایمانی ولولہ، اسلامی جذبہ ہے وہ تو صاف کہدے گا کہ بیشک مولوی صاحب مذکور نے قرآن مجید میں تحریف کی زیادتی کی۔ بجا نب خود ایک آیت بنا کر قرآن میں بڑھا دی۔ یہ وہ قصور ہے جو پردہ میں چھپ نہیں سکتا۔ یہ جو کچھ کیا تقلید کی خاطر کیا۔ آہ! سچ ہے ؎

فَاهْرُبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَاِنَّهٗ ضَلَالَةٌ ⁂ اِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

یعنی پس بھاگ تو تقلید سے کیونکہ وہ گمراہی ہے۔ بیشک مقلد ہلاکت کے راستہ میں ہے۔ نیز مولانا روم اپنی مثنوی مطبوعہ نولکشور بارہشتم ۱۲۸۲ھ دفتر دوم میں لکھتے ہیں ؎

[1] ملاحظہ ہو فتاوی شامی جزء اول مصری ص۔۔ ۱۲-منہ

زانکہ تقلید آفت ہر نیکوی است | کہ بود تقلید اگر کوہ قوی است　ص ۱۱۱
یعنی ہر نیک کام کیلئے تقلید بمنزلہ آفت کے ہے　گھاس کے برابر ہے تقلید اگرچہ بظاہر قوی پہاڑ کیوں نہ ہو

خلق را تقلید شاں بر باد داد | کہ دو صد لعنت بر آں تقلید باد　ص ۱۱۳
سچ تو یہ ہے کہ مخلوق کو تقلید نے برباد کردیا　دو سو لعنت ایسی تقلید پر ہوجیو

آں مقلد ہست چوں طفلِ علیل | گرچہ دارد بحث باریک و دلیل　ص ۴۲۲
مقلد کی حالت بیمار بچہ کی سی ہے　اگرچہ حجت اور باریک دلیل رکھتا ہو

بلکہ تقلید است آں ایمانِ او | روئے ایمان را ندیدہ جانِ او　ص ۴۴۹
تقلید جس کا ایمان ہے سچ تو یہ ہے کہ　اس کی جان نے بھی ایمان کا منہ نہیں دیکھا

بس خطر باشد مقلد را عظیم | از رہ و رہزن و شیطان رجیم　ص ۰
مقلد کے لئے بڑے بڑے خطرے ہیں　راہ سے۔ راہ مارنیوالے سے شیطان رجیم سے

تقلید کے متوالو! اس سے بڑھ کر کیا خطرہ ہوگا کہ اس تقلید ناسدید کی بدولت تم سے اُس کلام اللہ پر ہاتھ صاف کیا جس کے رکوع جس کی سورتیں جس کی آیتیں جس کے حروف جس کے کلمات جس کے زیر و زبر پیش و مد حتی کہ نقطے تک گنے ہوئے ہیں۔ خدا ہمارے اسلاف پر رحمتیں نازل فرمائے اُن کی مساعی جمیلہ کو مقبولیت کا نور عطا کرے جنہوں نے بڑی جد و جہد کے ساتھ دین الٰہی کی خدمت و حفاظت کی ورنہ خدا جانے یہ شیدایان تقلید کیا کیا ستم ڈھاتے۔ آیئے ہم آپ کو وہ اصلی آیت بھی سنادیں جس کے مقابلہ میں آپ کے دیوبندی حضرات نے دوسری آیت بنائی ہے۔ پوری آیت ملاحظہ ہو یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۝ مولوی محمود حسن صاحب اپنے مخالف کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ یہ آیت تو تم نے دیکھ لی لیکن جس قرآن کی یہ آیت ہے اُسی قرآن میں یہ آیت بھی تو ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔

ناظرین! ہمیں تو یہ آیت پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ملی۔ ہے کوئی زندہ دل حنفی جو اس دوسری آیت کو قرآن میں نکال کر دکھا دے؟ ہاں شاید حنفیوں کا دنیا سے انوکھا اور نیا کوئی قرآن ہو اور اس میں یہ آیت ہو تو ہمیں خبر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ؎

اِنْ کَانَ لِلضَّلَالِ اُمٌّ فَالتَّقْلِیْدُ اُمُّہٗ　∴　فَلَا جَرَمَ اَنَّ الْجَاھِلَ یَؤُمُّہٗ

دنیا میں گمراہی کی کوئی جڑ ہے تو یہی تقلید شخصی ہے۔ اکثر مقلدین کو حق کے قبول کرنے سے یہی تقلید سدِ راہ و حجاب نگاہ ہو جاتی ہے۔

حدیثِ مرفوع در ممانعتِ تقلید | اسی واسطے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقلید سے

صراحۃً منع فرمادیا چنانچہ حدیث مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَثَلٰثَۃً زَلَّۃَ عَالِمٍ وَجِدَالَ مُنَافِقٍ وَدُنْیَا تَقْطَعُ اَعْنَاقَکُمْ (اِلٰی اَنْ قَالَ) فَلَا تُقَلِّدُوْہُ دِیْنَکُمْ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ (مجمع الزوائد ص۱۸۶ ج۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں کسی کی تقلید نہ کرنا

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو حنفیہ کے نزدیک بھی فقہاء صحابہ میں سے ہیں) فرماتے ہیں لَا یُقَلِّدَنَّ اَحَدُکُمْ دِیْنَہٗ رَجُلًا (مجمع الزوائد ص۱۸۰ ج۱) یعنی دینی احکام میں کوئی بھی کسی کی تقلید نہ کرے۔ کذا فی اعلام الموقعین ص۲۱۱ ج۱ ومجموعۃ التوحید ص۱۰۳ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ الْمُعْتَمِرِ لَا فَرْقَ بَیْنَ بَہِیْمَۃٍ تُنْقَادُ وَاِنْسَانٍ یُّقَلِّدُ یعنی مقلد انسان اور چوپائے حیوان میں کوئی فرق نہیں۔

ناظرین باتمکین! ہم مکرر عرض کرتے ہیں خدا شاہد ہے مضمون ہذا سے ہمارا مقصد مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی یا اُن کے معتقدین ومریدین کی ہتکِ عزت وکسرِ شان نہیں کیونکہ انہوں نے کلام اللہ پر حملہ کرکے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا۔ جو کچھ بگاڑا اپنا ہی بگاڑا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ ہمارا مقصد صرف حمایتِ حق اور اللہ و رسول ﷺ اور اللہ کی سچی کتاب کی خیر خواہی کرنا ہے فَلَمَّا رَاَیْنَا ذٰلِکَ تَمَنَّیْنَا نُصْرَۃَ الْحَقِّ وَدَفْعَ الْبَاطِلِ بِمَا قَدَرْنَا عَلَیْہِ وَبَلَغَتْ اِلَیْہِ طَاقَتُنَا لِئَلَّا یَلْقَی اللّٰہَ بِہٰذِہِ الْاٰیَۃِ اَحَدٌ مُّعْتَقِدٌ اَنَّہَا مِنَ الْحَقِّ وَہِیَ مِنْ اَبْطَلِ الْبَاطِلِ وَاَنْکَرِ الْمُنْکَرِ اور شریعتِ محمدیہ میں اسی کا نام دین ہے حَیْثُ قَالَ الشَّارِعُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ فِیْ بَابِ الشَّفْقَۃِ وَالرَّحْمَۃِ عَلَی الْخَلْقِ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ کس کی خیر خواہی کرنے کا نام دین ہے؟۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اُس کے رسول کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور عام مسلمانوں کی۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ کی کتاب وحدیث کی خیر خواہی کرنا دینداری ہے اور نہ کرنا بے دینی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا بیدینی ہوگی کہ کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ پر حملے ہو رہے ہوں۔ اس میں کمی زیادتی کی جا رہی ہو اور ہم آرام سے کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھے رہیں ذرا بیدار نہ ہوں جنبش نہ کھائیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بنا بریں حدیث ہذا ہم مسلمانوں کا فرض ہے اور ہماری دینداری کی علامت ہے کہ جو شخص کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ پر حملہ کرے تقلیدِ شخصی کی خاطر یا اور کسی غرض سے اس میں زیادتی کرے، تحریف وتاویل کرے اس کے احکام یا الفاظ کو بدل دے اُس کا تحریر سے تقریر سے بلکہ ہر ممکن طریق سے قلع قمع کریں

پرزور تردید کریں کائناً مَنْ کَانَ۔ حدیث میں ہے کہ حق والے علم حدیث کی حفاظت کریں گے اہل رائے متولیں غالین کی تردید کریں گے مبطلین کی تاویل ومغالطہ دہی کو دفع کریں گے یَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ۔ اگر آج تو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وائمۂ مسلمین کی خیرخواہی کی بجائے اُن کی بدخواہی ودشمنی کی جارہی ہے۔ تقلید ومذہب پرست اپنے مذاہب باطلہ کا خوب شیوع وظہور کررہے ہیں اور حق پرست آرام سے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اگر کوئی بعون اللہ وتوکلا علیہ بیدار ہوکر ان تقلیدیوں کی تردید کرتا ہے تو اُلٹے اس کے دشمن ہوکر اس کے گلے کے ہار بن جاتے ہیں۔ آہ ؎

اِنِّیْ بُلِیْتُ بِاَهْلِ الْجَهْلِ فِیْ زَمَنٍ ∴ قَامُوْا بِهٖ وَرِجَالُ الْعِلْمِ قَدْ قَعَدُوْا

مسلم دوستو! جس طرح مولوی محمود حسن صاحب نے کلام الٰہی پر ہاتھ پھیرا ہے۔ اسی طرح حدیث رسول یزدانی پر بھی دست اندازی کی ہے چنانچہ مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر عرصہ دراز سے اہلحدیث واحناف کے مابین مناظرے مباحثے ہوتے رہے۔ مقلدین احناف ہمیشہ لاجواب ہوکر خجالت وندامت اُٹھاتے رہے اور عدم قرأۃ فاتحہ پر جو عمومات سے رکیک استدلال کرتے اُن کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے اہلحدیث یہ بھی مطالبہ کرتے کہ تمہاری پیش کردہ عام حدیث سے عدم قرأۃ فاتحہ پر کس محدث نے استدلال کیا یا باب منعقد کیا ہے؟ اگر سچے ہو تو دکھاؤ۔ حنفی نہ کبھی سچے ہوئے اور نہ دکھا سکے مگر آج اسی مضمون کا ایک باب سنن ابوداؤد جلد اول مطبع مجتبائی دہلی کے ۱۳۱۸ھ میں مولوی محمود حسن حنفی دیوبندی نے بڑھا کر احناف کو سچا کرنا چاہا اور حقیقت کے چہرے پر حجاب ونقاب کے ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کی جسکے متعلق ہمارے محترم مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی بھی اپنے ایک مراسلہ میں رقمطراز ہیں۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے آپ کا مراسلہ لفظ بلفظ درج ذیل کرتے ہیں۔

"مطبع مجتبائی دہلی کی ابوداؤد میں بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقِرَاءَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ کو متن میں کردیا ہے اور حاشیہ میں بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِيْمَا جَهَرَ الْإِمَامُ بَابُ مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْهَرْ۔ عون المعبود کے نسخہ میں ایک باب اس طرح ہے مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِيْ صَلٰوتِهٖ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اول الذکر باب مولانا محمود حسن دیوبندی کا زیادہ کیا ہوا ہے کسی نسخہ میں نہیں۔ اصل میں مَنْ كَرِهَ الْقِرَاءَةَ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ تھا۔ ان حضرات نے قرأۃ کو مذہب بنانے کی خاطر فاتحہ کے ساتھ مقید کردیا حالانکہ حاشیہ کے ہر دو باب اس تقیید کے یکسر منافی ہیں البتہ بلا تقیید قریب قریب ایک ہیں، مآل سب کا ایک ہے۔ اس تقیید نے سم قاتل کا کام دیا بلکہ زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ صبر سے صبر ملادیا مولوی صاحب نے چاہا کہ اس

قرأۃ مطلق کی تقیید ہماری تو کوئی سنے گا نہیں ایک محدث کو بمنزلہ شاہد عدل کے قائم کرنا چاہا مگر بات بنی نہیں۔ اس میں کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس سے اس مطلق کی تخصیص ہوتی بلکہ حواشی باب کی صحت ضرور مافی الباب سے واضح ہے جہری نماز میں علاوہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ پس یہی محدث کی غرض ہے اس سے پہلے محدث نے باب قائم کیا ہے مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلوٰتِهٖ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ آیا اُس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ مافی الباب کے ایراد سے واضح کر دیا کہ ایسے شخص کی نماز ہی نہیں۔ گویا محدث کہتا ہے جو قرأۃ فاتحہ نماز میں ترک کریگا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر وہ باب اس باب کی جگہ ہوتا تو بچند مضر نہ ہوتا اور نہ اس کی چوری بظاہر پکڑی جاتی۔ چونکہ محدث کا باب کبھی حاکم ہوتا ہے کبھی مستفسر۔ یہاں یہ معنے ہوئے کہ امام کے جہر کے وقت جو سورہ فاتحہ کو بُرا جانے آیا اُسکا یہ بُرا جاننا صحیح ہے؟ احادیث سے فیصلہ مل جاتا ہے کہ اُس کا بُرا جاننا صحیح نہیں کیونکہ اخیر حدیث فَلَا تَقْرَءُوْا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ صریح البیان ہے۔ افسوس تو اس امر کا ہے کہ اہلحدیثوں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ بے حس پڑے ہیں۔ خداوند بیداری بخشے وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ " اِنْتَهٰى بِلَفْظِهٖ۔

نیز تعجب ہے علماء حنفیہ پر کہ باوجودیکہ حدیث رفع یدین کی صحت وثبوت میں آج تک کسی عالم باعمل صاحب طبع سلیم نے کلام نہیں کیا۔ جس نے کچھ کلام کیا بھی ہے تو نسخ میں کیا ہے نہ صحت وثبوت میں اور وہ بھی بلا دلیل۔ مع ہذا علماء حنفیہ سے جب نسخ ثابت نہ ہو سکا تو جواب دہی سے مضطر ہو کر ایک قصہ جعلی ومصنوعی بنا لیا کہ امام ابوحنیفہ رح اور امام اوزاعی رح مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور رفع یدین کے متعلق مابین ہر دو امام مناظرہ ہوا تو امام ابوحنیفہ رح نے جواباً کہا کہ لَمْ يَصِحَّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْءٌ یعنی رفع یدین کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی الخ۔ چنانچہ مولوی احمد علی صاحب حنفی سہارنپوری نے اس جعلی قصہ کو صحیح بخاری کے حاشیہ پر چڑھا دیا (ملاحظہ ہو صحیح بخاری مطبوعہ مطبع مجتبائی ومصطفائی وہاشمی وغیرہ ص ۱۰۲) حالانکہ اسی صحیح بخاری میں باحادیث صحیحہ رفع یدین کا ثبوت مَالَا مَرَدَّ لَهٗ موجود ہے۔ نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ جزء رفع یدین اپنے باب میں خطیب فی المحراب ہے۔ پھر باوجود اتنے ثبوت مضبوط کے اس قسم کے واہی تباہی قصے حواشی کتب حدیث پر لکھنا درحقیقت حدیث رسول اللہ پر حملہ کر کے عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔

یاد رکھئے محشی صاحب کا یہ حاشیہ بسہ وجوہ مخدوش ومطرود ہے۔ اول تو یہ قصہ ہی جعلی وبناوٹی ہے وَمَنِ ادَّعٰى صِحَّتَهَا فَعَلَيْهِ الْاِثْبَاتُ التَّامُّ بِالْاِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ الصَّحِيْحِ اِلَى الْاِمَامِ اور ساتھ ہی اس کے اُن ائمہ حدیث سے جن پر تصحیح کے باب میں اعتماد ہے اُن کی

صحیح چیز نقل ہیں لائے۔ دوسرے یہ کہ کیا حنفیہ کے نزدیک عموماً اور مولوی احمد علی سہارنپوری کے نزدیک مخصوصاً امام ابو حنیفہ رح صاحب علم حدیث سے ایسے ہی بے خبر اور ناواقف تھے کہ اُن پر ایسی صحیح اور مشہور حدیث مخفی اور پوشیدہ رہی اور اس کو لم یصح فرمادیا۔ اگر بنظر عمیق وانصاف دیکھا جائے تو مولوی احمد علی صاحب محشی بخاری نے صحیح بخاری جیسی اصح وارجح کتاب پر اس قسم کے حواشی معلق کرکے مذہب حنفیہ کی تائید نہیں بلکہ توہین کی ہے اور اپنے امام اعظم صاحب کو احادیث صحیحہ مشہورہ متداولہ بین الناس سے ناواقف اور بے خبر ثابت کیا ہے۔

سوم یہ کہ برادران احناف حدیث رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں اور اسی کو مذہب امام بتاتے ہیں جیساکہ مولوی احمد علی صاحب نے بھی حاشیہ بخاری پر بھی زور دیا ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث رفع یدین کا منسوخ ہونا متفرع ہے اس امر پر کہ اس کی صحت وثبوت کو تسلیم کرلیا جائے کیونکہ شئی ثانی کو شئی اول کا ناسخ قرار دینا شئی اول کے وجود وثبوت کو مستلزم ہے۔ جب مولوی احمد علی سہارنپوری وغیرہ حنفیہ کے نزدیک رفع یدین عند الرکوع وعند الرفع منہ والی حدیث بقول امام ابو حنیفہ رح لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئی[1] ثابت ہی نہیں تو مورد نسخ کیا ہوگا؟ ایک طرف تو مولوی صاحب موصوف حدیث رفع یدین کی صحت وثبوت کے منکر ہیں اور دوسری طرف اس کو منسوخ قرار دے رہے ہیں فافھم ولا تکن من المعاندین۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ زید ایک طرف توریت وانجیل وغیرہ کتب سماویہ کے وجود وثبوت کا منکر ہے اور دوسری طرف قرآن مجید کو کتب مذکورہ کا ناسخ قرار دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید نے آکر توریت وغیرہ کو منسوخ کردیا اب وہ کتابیں قابل عمل نہیں رہیں۔ پس ظاہر ہے کہ زید کا قول ثانی قول اول کا مکذب اور انکم لفی قول مختلف کا مصداق ومؤید ہے۔

کتب حدیث میں حنفیہ کی تحریف لفظی

چنانچہ سنن ابو داؤد مطبوعہ مطبع نامی کانپور محشی مولوی فخر الحسن صاحب حنفی گنگوہی میں درمسئلہ تراویح عشرین لیلۃ کی بجائے عشرین رکعۃ کردیا ہے جس کا ذکر اشاعت سابقہ میں مختصراً ہوچکا ہے۔ آج مزید تشریح ہدیہ ناظرین ہے۔

دراصل روایت مذکورہ میں عشرین لیلۃ ہی صحیح ہے یعنی صحابی نے بیس رات تک نماز تراویح لوگوں کو باجماعت پڑھائی۔ بعدہ رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے گھر پڑھتے رہے مگر حنفیہ نے اپنا مذہب بنانے کے لئے بجائے لیلۃ کے رکعۃ چھاپ دیا جس کا معنی ہی

[1] جیساکہ لفظ شئی کو جو نکرہ ہے نفی کے تحت میں وارد کرکے اس کی عمومیت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جملہ احادیث صحیحہ ثابتہ کو غیر صحیح وغیر ثابت قرار دیا ۱۲ منہ

الٹا ہو گیا یعنی بیس ۲۰ رکعت نماز پڑھائی حالانکہ ابوداؤد کے باقی تمام نسخوں میں لَیْلَۃً ہی کا لفظ ہے جو نسخہ حنفیوں نے چھاپا ہے اُس میں بمصداق کلام ربانی فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ کے تحریف لفظی و معنوی کی ہے لَیْلَۃً کو رَکْعَۃً کر دیا۔ یہ روایت صرف ابوداؤد میں ہی نہیں بلکہ امام زیلعی کی نصب الرایہ ص۲۸۰ مطبوعہ لکھنؤ ج۱۔ درایہ ابن حجر ص۱۱۶۔ فتح القدیر شرح ہدایہ ص۱۸۹ ج۱۔ شمنی قلمی کراس ص۸۔ بحرالرائق قلمی ورق ص۳۱۱۔ کبیری شرح منیہ ص۳۹۰۔ سنن بیہقی کبریٰ ص۴۹۵ ج۲۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ص۲۹ جلد ۲ وغیرہ میں بھی موجود ہے اور سب میں لَیْلَۃً ہی کا لفظ ہے۔ اگر کوئی ان مطبوعہ کتب میں شک کرے تو فتح القدیر۔ زیلعی۔ بحرالرائق۔ کبیری۔ شمنی وغیرہ تصنیفات متقدمین حنفیہ میں بھی تو رَکْعَۃً کا لفظ نہیں وہی لَیْلَۃً ہی ہے۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ رکعۃ کا لفظ بوجہ حمیت مذہبی کے متاخرین حنفیہ کا بڑھایا ہوا ہے۔ اگر کسی نے نسخہ بھی بنا دیا ہو تو اس کا غلط ہونا کالشمس فی نصف النہار واضح ہے اسے لازم ہے کہ اپنے ہی مذہب کی کتابوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے اور اس یہودیت سے باز آئے۔ احادیث میں اس قسم کی کتر بیونت کرنا، تحریف لفظی و معنوی کر کے احکام الٰہیہ کا بدلنا یہود و نصاریٰ کی روش ہے جس سے اجتناب و احتراز کرنا ہر مسلم کا فرض ہے وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

اسی طرح صحیح مسلم بَابُ صِفَۃِ الْاَذَانِ میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہٗ ھٰذَا الْاَذَانَ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابی مذکور کو اذان ترجیع کی تعلیم دی جو حنفی مذہب کے خلاف ہے حدیث ہذا کے تحت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں وَفِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ حُجَّۃٌ بَیِّنَۃٌ وَّدَلَالَۃٌ وَّاضِحَۃٌ لِمَذْھَبِ مَالِکٍ وَّالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَجُمْھُوْرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ التَّرْجِیْعَ فِی الْاَذَانِ ثَابِتٌ مَّشْرُوْعٌ اِلٰی قَوْلِہٖ وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَالْکُوْفِیُّوْنَ لَا یُشْرَعُ التَّرْجِیْعُ الخ۔ یعنی اس حدیث میں صاف صریح دلیل ہے اس امر پر کہ اذان میں ترجیع و تربیع ثابت اور مشروع ہے۔ یہی مذہب ہے امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبل و جمہور علماء کا۔ ہاں امام ابوحنیفہؒ اور اہل کوفہ کہتے ہیں کہ ترجیع جائز نہیں۔

عبارت ہذا میں حنفیہ کی تحریف لفظی

چونکہ امام نوویؒ کی اس عبارت سے حنفیہ کی تردید ہوتی تھی اس لئے حنفیوں نے صحیح مسلم مطبوعہ مطبع علیمی واقع دہلی میں حمیتِ مذہبی کی وجہ سے عبارت ہذا کو یوں بدل دیا کہ وَفِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ حُجَّۃٌ مَیِّتَۃٌ یعنی امام نوویؒ نے تو فرمایا تھا کہ اس حدیث میں حجت بینہ دلیل ظاہر ہے اور حنفیہ نے بَیِّنَۃٌ کی بجائے مَیِّتَۃٌ کر دیا جسکا معنے یہ ہوا کہ ترجیع کی اذان پر اس حدیث میں مردہ دلیل ہے۔ حنفیہ نے شاید یہ سوچا ہو گا کہ ابو محذورہؓ صحابی رسول

(جو ترجیع والی اذان میں خود صاحب واقعہ ہیں جن کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ موذنی قائم رہی) کی روایت کو ہم نے جب مردہ لکھدیا تو دیگر ادلہ و روایات میں تو ہم بدرجہ اولیٰ تاویل و تحریف کرسکتے ہیں۔ آہ سچ ہے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کیا ان مقلدین کو یہ پتہ نہیں کہ بفضلہ تعالیٰ دین کی حفاظت کرنے والے اہلحدیث زمین پر ابھی زندہ موجود ہیں۔

یاد رکھئے! نسخہ علیمی کے سوا صحیح مسلم کے جتنے نسخے ہمیں ملے ہیں اُن میں سے ایک میں بھی مَيْتَةٌ کا لفظ نہیں۔ یہ اب چودھویں صدی کے مقلدین حنفیہ کی تحریف و تبدیل ہے۔ ہاں ہمارے پاس ۱۲۹۵ھ کا زیر اہتمام حبیب الرحمٰن صاحب سہارنپوری طبع کیا ہوا ایک نسخہ ہے جو مطبع نولکشور میں چھپا ہے اُس میں بَيِّنَةٌ کی بجائے بَلِيغَةٌ کا لفظ ہے جو مترادف المعنی ہے۔ نیز سراج الوہاج شرح مسلم ابن الحجاج کے ص۱۴۲ جلد اول میں اس مقام پر بَيِّنَةٌ ہی کا لفظ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پچھلے حنفیوں کی کتربیونت ہے۔ حدیث کی کتابیں چھاپ چھاپ کر ایک تو یہ اپنی تجارت کو فروغ دیتے ہیں اور دوسری طرف دینِ الٰہی میں ردوبدل کرکے اپنا مذہب بناتے ہیں۔ سچ ہے فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ؀

صاحب مطبع علیمی کو انتباہ

اخیر میں ہم مطبع علیمی دہلی کے مالک سید عبد العلیم صاحب و کارکنان کو مطلع و متنبہ کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے مطبع کی صحیح مسلم کی شرح میں حدیث رسول کو رد کرنے کے لئے جو لفظ مَيْتَةٌ لکھا ہے یہ کہاں سے نقل کیا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ لفظ صحیح مسلم کے کسی نسخہ میں بھی نہیں۔ اگر آپ سے اور آپ کے مصححین سے یہ سہواً خطاً لکھا گیا ہے تو اپنی بھول کو بذریعہ تحریر واپس لو ورنہ ثبوت دو اگر آپ نے اس کا ازالہ نہیں کیا تو سمجھ لو کہ ایک دن مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے سامنے غلامانہ حیثیت میں جاکر کھڑا ہونا ہے وہاں اہلحدیثوں کا ہاتھ ہوگا اور کتب حدیث میں کتربیونت کرنے والے حنفیوں کا گریبان ہوگا اِعْلَمُوْا اَيُّهَا الْاَحْنَافُ اَنَّ هٰذَا اللَّفْظَ خَطَأٌ فَاحِشٌ وَّ غَلَطٌ ظَاهِرٌ وَّ جَسَارَةٌ وَّ جُرْأَةٌ عَظِيْمَةٌ عَلٰى رَدِّ السُّنَنِ وَالْاَحَادِيْثِ بِمُجَرَّدِ الْهَوٰى وَ تَوْهِيْنِ صَحِيْحِهَا لِنُصْرَةِ الْمَذَاهِبِ الْبَاطِلَةِ الْمُخْتَرَعَةِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ صَنِيْعِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ؀

آمدم برسر مطلب

ناظرین! درحقیقت یہ مضمون اُس سوال کا جواب ہے جو نماز جنازہ در مسجد کے متعلق کیا گیا تھا۔ آج کی صحبت میں اسکا تتمہ و تکملہ مع بقیہ ادلہ مرقوم ہے چنانچہ علامہ مجد الدین صاحب قاموس تلمیذ امام ابن القیم رحمہما اللہ کتاب سفر السعادۃ میں رقم طراز ہیں کہ "گاہ بیرون مسجد و گاہ اندرون مسجد و ہر دو جائز است

وحدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرمود مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ لَہٗ غلط است وصواب آنست کہ خطیب بغدادی روایت کردہ وگفتہ کہ دراصل فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ است و بعضے ائمہ می گویند ایں حدیث خود ضعیف است چہ افراد صالح مولی التوءمہ است ونماز برابوبکرؓ وعمرؓ درمسجد گذارند بحضرت جمیع مہاجرین وانصار واز کسے انکار صادر نہ شدہ" یعنی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر مسجد کے اور کبھی اندر مسجد کے (نماز جنازہ) پڑھتے اور دونوں طرح جائز ہے اور ابوہریرہ والی روایت کہ جس نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اُس کے لئے کچھ نہیں غلط ہے یعنی جس معنی سے حنفی لیتے ہیں اور صحیح یہ ہے جو خطیب بغدادی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ دراصل فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ ہے یعنی اس پر کچھ گناہ نہیں۔ اور بعضے ائمہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث خود ضعیف ہے کیونکہ صالح اس میں منفرد ہے (کَمَا مَرَّ بَیَانُہٗ) اور نماز ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے جنازے کی مسجد ہی میں بموجودگی جمیع انصار ومہاجرین پڑھی گئی اور کسی سے انکار صادر نہیں ہوا۔

الزامی جواب افسوس ہے اُن علماءِ احناف پر جو صرف بوجہ حمیت مذہبی کے عدم جواز جنازہ فی المسجد کے متعلق بطور عذر باردہ کے روایت ہذا استدلالاً واستشہاداً بمقابلہ نصوص صریحہ صحیحہ کے پیش کرتے ہیں جو اولاً عند المحدثین ضعیف ہونے کے علاوہ محتمل المعنے ہے جس میں کسی امر کی صراحت نہیں نہ معلوم اُس کے لئے کیا نہیں آیا کچھ گناہ نہیں یا کچھ ثواب نہیں یا کچھ مضائقہ نہیں یا کچھ حرج نہیں۔ پس اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ قضیہ مسلمہ عند الحنفیہ اس پر صادق آتا ہے۔ ثانیاً نسخہ مشہورہ محققہ مسموعہ سنن ابوداؤد میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ کی بجائے فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ ہے جو مانعین کی حجت رکیکہ ودلیل باردہ کا من کل الوجوہ قاطع وقامع ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ نے شرح مسلم کے صـ۳۱۳ میں حدیث مذکور کے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ اَنَّہٗ ضَعِیْفٌ لَا یَصِحُّ الْاِحْتِجَاجُ بِہٖ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ھٰذَا حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ تَفَرَّدَ بِہٖ صَالِحٌ مَوْلَی التَّوْءَمَۃِ وَھُوَ ضَعِیْفٌ اَلثَّانِیْ اَنَّ الَّذِیْ فِی النُّسَخِ الْمَشْھُوْرَۃِ الْمُحَقَّقَۃِ الْمَسْمُوْعَۃِ مِنْ سُنَنِ اَبِیْ دَاؤدَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ وَلَا حُجَّۃَ لَھُمْ حِیْنَئِذٍ فِیْہِ۔ نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۳ صـ۲۹۳ میں مرقوم ہے اَنَّہٗ تَغَیَّرَ بِاٰخِرَۃٍ یعنی صالح کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا۔ نیز پارہ ۵ صـ۲۶۳ میں مسطور ہے کہ وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی سُھَیْلِ ابْنِ بَیْضَاءَ فِی الْمَسْجِدِ فَکَیْفَ یُتْرَکُ ھٰذَا الصَّرِیْحُ لِاَمْرٍ مُّحْتَمِلٍ یعنی جب بالتحقیق یہ بات ثابت ہو چکی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضا پر نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تو کس طرح یہ تصریح چھوڑی جاسکتی ہے ایک امر محتمل کے لئے۔

اسی طرح فقہ حنفیہ کی مستند کتاب کبیری شرح منیۃ المصلی صـ۵۴۴ میں مرقوم ہے

کہ وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مُحْتَمِلٌ لِّلْحِلِّ مِنَ الْکَرَاهَةِ فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَ عَدَمِهَا وَمَعَ الْاِحْتِمَالِ لَا یَصْلُحُ لِاسْتِدْلَالٍ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ کراہت وعدم کراہت میں محتمل ہیں۔ اور احتمال کی وجہ سے حدیث ہذا صلاحیت استدلال واحتجاج کی نہیں رکھتی۔

پس حسب قواعد کلیات واصول مسلمہ کے تمام وجوہ ترجیح اسی پر منطبق ہیں کہ نماز جنازہ در مسجد صرف روا اور درست ہی نہیں بلکہ وہ سنت ہے جو قوت سند کے ساتھ حدیث صحیحین سے ثابت ہے جس کے ساتھ معارضات ومساوات کا نہ ہوسکنا اظہر من الشمس ہے۔ نیز اجماع صحابہ برجنازہ شیخین رضی اللہ عنہما مانعین کی پورے طور پر بیخ کنی کر رہا ہے۔

برادران احناف کے نزدیک بھی اثبات کے مقابل نفی۔ ناطق کے سامنے ساکت۔ صریح کے آگے دلالت۔ استنباط قطعی کے ہوتے ہوئے امر محتمل۔ صحیح کے مقابلہ میں ضعیف حتیٰ کہ اقویٰ کی موجودگی میں قوی بھی قابل ترک ہے چنانچہ درمختار کتاب الہبہ ص۴۰۱ میں مرقوم ہے اِنَّ الصَّرِیْحَ اَقْوٰی مِنَ الدَّلَالَةِ۔ علیٰ ہذا القیاس مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی امداد الفتویٰ میں حسب ذیل مزید تشریحات کرتے ہیں۔ جلد ۲ ص۳۴ و ۹۵ اِنَّ الصَّرِیْحَ یَفُوْقُ الدَّلَالَةَ یعنی صریح مقدم ہے مستنبط پر۔ نیز جلد ۳ ص۵۲۔ نیز جلد ۲ ص۳۸ احتمال ہوا قابل استدلال نہ رہا۔ نیز جلد ۴ ص۹۸ وَالنَّاطِقُ مُقَدَّمٌ عَلَی السَّاکِتِ نیز ص۱۰۵ اقویٰ کو ترجیح ہوگی۔ نیز ص۱۳۶ میں ہے پس بوجہ معارضہ حدیث صحیح کے یہ روایت بالکل غلط سمجھی جائے گی۔ نیز ص۲۱۸ میں ہے کہ صحیحین کا متلقی بالقبول ہونا اجماعی ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس کہاں ہیں وہ علماء احناف جو اپنے ان اصول کے مطابق مسئلہ ہذا کو مانیں

الغرض سنت ہونا نماز جنازہ کا مسجد میں بدلائل واضحہ وباحادیث صریحہ صحیحہ وجمہور محدثین ومحققین رحمہم اللہ سے ازروئے تحقیق انیق وتنقید سدید بخوبی ثابت ہوگیا جسکے مقابلہ میں بفضلہ تعالیٰ کسی کو جائے مقال ودم زدن کی مجال نہیں مگر مقلدین احناف ہیں کہ باوجود دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ کے صرف حمیت مذہبی وتقلید شخصی کی بنا پر صلوٰۃ جنازہ فی المسجد کو مکروہ وناجائز قرار دیتے ہیں۔ آہ اسی واسطے علامہ ابن حجر عسقلانی رح شارح صحیح بخاری اپنی کتاب فتح الباری پارہ ۳۰ ص۲۹۸ میں حدیث ہونے ہوئے مقلدین کی قیل وقال وچون وچرا پر تنبیہاً ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَمْرَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ثَبَتَ لَمْ یَکُنْ لِّاَحَدٍ اَنْ یُّخَالِفَهٗ وَلَا یَتَحَیَّلَ فِیْ مُخَالَفَتِهٖ بَلْ یَجْعَلُهُ الْاَصْلَ الَّذِیْ یَرُدُّ اِلَیْهِ مَا خَالَفَهٗ لَا بِالْعَکْسِ کَمَا یَفْعَلُ بَعْضُ الْمُقَلِّدِیْنَ وَیَغْفُلُ عَنْ قَوْلِهٖ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ یعنی جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ثابت ہوجائے تو کسی کو مجال وطاقت نہیں کہ مخالفت وحیلہ جوئی کرے بلکہ

حدیث کو اصل قرار دیکر اس کے خلاف کو اسی کی طرف لوٹا دے نہ برعکس اس کے حدیث کو چھوڑ کر اس کے خلاف کو اختیار کرے جس طرح بعض مقلدین کرتے ہیں اور ارشاد خداوندی سے یکسر غافل اور بے خبر ہیں کہ ڈرتے رہیں وہ لوگ جو ہمارے رسولؐ کے حکم و طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کوئی بلا یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے

اب ذیل میں ہم ناظرین کی ازدیاد بصیرت کے لئے رسالہ عشرہ کاملہ مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۰۶ھ سے وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو بعنوان "مسئلہ نماز جنازہ در مسجد" اس میں بادلائل مرقوم و منضبط ہے۔ ناظرین و سامعین بغور پڑھیں اور حق کی داد دیں وباللہ التوفیق

نماز جنازہ مسجد الحرام میں بغیر کراہت تخصیص اس مقام کے جائز ہے نہ مکروہ بلکہ اولیٰ یہی ہے کہ مسجد الحرام ہی میں نماز جنازہ کی پڑھے اس لئے کہ کوئی دلیل منافی اس جواز کی نہیں ہے بلکہ خود دلیل اس جواز کو معاضد و مقوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کو اول عبادت خانہ مردم بنایا ہے اور ابراہیم خلیل و اسمٰعیل جلیل علیہما السلام کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے اس بیت شریف کو مطہر کریں پھر اس گھر کو اپنی طرف اضافت کیا اور واسطے طائفین و عاکفین و راکعین و ساجدین کے مقرر فرمایا۔ اور ایک آیت میں وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ آیا ہے اور اس جمع عبادات میں اس بات کا اشعار ہے کہ یہ مسجد واسطے جمیع مراتب شہود کے وضع کی گئی ہے۔ ایک دلیل اس پر یہ بھی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک سے اس ہمارے زمانہ تک سب لوگ صحابہ کرام و تابعین عظام و سائر علماء اعلام سے نماز جنائز کی اس مقام میں پڑھنی ثابت ہے اور یہ بات منقول نہیں ہے کہ وہاں خاص کوئی مسجد واسطے اس کام کے بنائی گئی تھی۔ اور ابن مسعودؓ سے وقفاً و رفعاً ثابت ہے کہ مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ۔ اور روایت طویل ابن عساکر میں آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو اُن کو غسل و کفن و حنوط کر کے کعبہ میں لائے۔ یہاں جبرئیل علیہ السلام نے ان پر نماز جنازہ کی پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور متصل قبلہ کے نزدیک قبور کے جنازہ رکھا پھر مسجد خیف میں دفن کیا کذا فی الدر المنثور للسیوطی۔ یہ حمل الی الکعبہ محتمل ہے کہ داخل کعبہ تھا یا خارج کعبہ لیکن متصل قبلہ کے رکھنا اسی پر دلالت کرتا ہے کہ خارج کعبہ تھا اور قبور سے مراد وہ قبور ہیں جو بعد آدمؑ کے حادث ہوئیں جیسے قبور انبیاء علیہم السلام اواخر حطیم میں درمیان حجر اسود و مقام و زمزم کے۔ اس سے یہ مستفاد ہوا کہ نماز جنازہ کی پاس باب کعبہ کے سامنے قبور کے پڑھی گئی۔ اہل حرم محترم اسی پر ہیں اور جو کہ یہ مسجد معظم و مشہد مکرم قبلہ تمام اہل عالم ہے اس لئے مناسب بھی یہی ہے کہ واسطے جمیع عبادات بنی آدم کے موضوع ہو کیا نماز جماعت اور کیا جمعہ و جنازہ وغیرہا جس طرح کہ آیت کریمہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ بصیغہ جمع اس طرف مشیر ہے کیونکہ مراد مساجد سے اس جگہ مسجد حرام ہے جس کو اللہ نے سائر احکام میں واسطے لوگوں

کے یکساں رکھا ہے اور یہ کچھ منافی اس نکتہ جمع کی نہیں ہے کہ یہ مسجد قبلہ مساجد ہے اور ہر جہت
اس کی ایک مسجد ہے یا ہر جز اسکا ایک مشہد ہے یا یہ اکبر مساجد ہے وضعًا و شرعًا لہذا صیغہ
جمع کا بولا ہے تعظیمًا و شرفًا - رہی مسجد مدینہ سکینہ الیٰ قولہ حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ جب سعد
بن ابی وقاص کا انتقال ہوا تو عائشہ رضؓ نے کہا ان کو مسجد میں لاؤ کہ میں ان پر نماز پڑھوں بعض
لوگوں نے اس پر انکار کیا - عائشہ صدیقہؓ نے کہا واللہ حضرتؐ نے نماز جنازہ کی سہر دو پسر بیضاء
سہیل اور اس کے بھائی پر مسجد میں پڑھی تھی الخ

دوسری دلیل جواز پر بغیر کراہت کے حدیث عائشہؓ ہے نزدیک بیہقی کے کہ دفن
کئے گئے ابوبکر رضؓ شب سہ شنبہ کو اور نماز پڑھی گئی اُن پر مسجد میں - اور موطا میں نافع عن ابن
عمر رضؓ سے آیا ہے کہ نماز پڑھی گئی عمرؓ پر مسجد میں - اور مسند عبد الرزاق میں آیا ہے کہ عروہؒ نے
کچھ لوگوں کو مسجد سے واسطے نماز جنازہ باہر آتے دیکھ کر کہا یہ لوگ کیا کرتے ہیں - واللہ
نہیں پڑھی گئی نماز میرے باپ پر مگر مسجد میں - یہ سب روایات دلیل ہیں جواز پر - اور اس حدیث
ابوہریرہؓ میں کہ مَنْ صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ
وَالطَّحَاوِیُّ اِسْنَادًا کلام ہے اور متن اس کا مضطرب ہے - ایک روایت میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ
آیا ہے اور دوسری روایت میں فَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ - بلکہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ روایت فَلَا اَجْرَ
لَہٗ خطا فاحش ہے اور عنایہ سروجی میں کہا ہے کہ لفظ لَا اَجْرَ لَہٗ کتب حدیث میں نہیں آیا
ہے انتہی - اور ابن العربی نے مشکلات ہدایہ میں کہا ہے کہ روایت صحیحہ میں فَلَا شَیْءَ لَہٗ
ہے اِلٰی قَوْلِہٖ - پس یہ کہنا کہ پڑھنا نماز جنازہ کا مسجد میں مکروہ تحریمی ہے بے وجہ ہے -
اس صورت میں قول خلاصہ کا کہ یہ نماز مکروہ ہے خواہ مردہ و قوم مسجد میں ہو یا مردہ مسجد سے
باہر اور امام و قوم مسجد میں یا امام مع بعض قوم مسجد میں ہو اور باقی قوم مسجد میں یا مردہ مسجد میں
اور امام و قوم خارج مسجد انتہیٰ - اور یہ قول اس کا فتاوی صغریٰ میں کہ ہو المختار لما اوردہ
النسفی مشیر ہے طرف اس کے کہ یہ اختیار بعض کا برخلاف مختار نسفی کے ہے کیونکہ نسفی اور
تابعین اُن کے مطلقًا قائل کراہت کے نہیں ہیں بلکہ اباحۃً اس کو روا رکھتے ہیں جس طرح کہ ابو یوسفؒ
سے مروی ہے اور وہ جو ابن ہمام نے بہ تبعیت بعض اعلام کہا ہے کہ یہ اطلاق کراہت کا اس
بنیاد پر ہے کہ بنا مسجد کی واسطے نماز فرض و توابع نماز کے ہے جیسے نوافل و ذکر و تدریس علم
و نحوہا سو یہ قول مقام تحقیق سے خارج ہے کیونکہ جب نوافل اس میں جائز ہوئے تو فرض کفایہ
بالاولیٰ جائز ہوگا اور جب ذکر و تدریس کہ داخل مفہوم نماز نہیں ہیں جائز ٹھیرے تو جس
پر اطلاق اسم نماز کا فی الجملہ جائز ہے وہ بالاولیٰ جائز ہوگا جیسے کہ ظاہر آیت کریمہ وَصَلِّ
عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وکقولہٖ تعالیٰ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا
پھر حصر کرنا اس چیز میں جو واسطے نماز فرض کے بنائی گئی الخ شرع سے مستفاد نہیں ہے بلکہ

علمار فرع سے ماخوذ ہے الی قولہ جس شخص نے نماز جنازہ کو ذیل میں ان اشیار کے درج کیا ہے اور مکروہ یا حرام کہا ہے اور اس کو امور مباحہ مجوزہ میں داخل نہیں رکھا وہ بہت دور گیا۔ ہمارے بعض فقہار کہتے ہیں کہ کراہیت نہیں ہے جب کہ میت خارج مسجد ہو اس لئے کہ احتمال ہے کہ یہ کراہت بسبب تلویث کے ہو وَھٰذَا اَوْضَحُ حَقٌّ ۱ اور شاید یہی وجہ اس کی ہو کہ حضرت نے غالب ایام میں ادا کرنا نماز جنازہ کا خارج مسجد اختیار کیا تھا اس میں اشارہ ہے طرف اس کے کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ تنزیہی ہے بہ سبب احتمال[1] تلویث کے اور یہ احتمال حد کراہت تحریمی تک نہیں پہنچتا ہے کیونکہ یہ احتمال اصحاب اعذار وغیرہم میں حتیٰ کہ اہل نعال میں بھی واقع ہے حالانکہ کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ دخول ان کا مسجد میں مکروہ یا حرام ہے بوجہ احتمال تلویث کے یا باحتمال کراہت تحریم کے استدلال میں عذر کیا ہو کیونکہ یہ بات اہل کمال سے بعید ہے حالانکہ مجھ کو ایک مدت دراز مسجد الحرام میں گذری ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ جنازہ سے ملوث ہو گئی ہو۔ اظہر یہ ہے کہ نکلنا حضرت کا واسطے نماز جنازہ کے بغرض اشاعت وکثرت جماعت کے تھا گویا یہ نکلنا بمنزلہ اذان کے اوقات نماز میں تھا۔ صحیحین میں ابوہریرہؓ سے آیا ہے کہ حضرت نے خبر موت نجاشی کی اسی دن دی جس دن کہ وہ مرا۔ پھر سب کو لے کر باہر نکلے اور عید گاہ میں صف باندھ کر چار تکبیریں کہیں یہ حدیث تعلیل تلویث کو رد کرتی ہے۔

موضع جنائز قریب مسجد کے تھا جس طرح کہ بخاری میں ہے اور ابن بطال نے ابن حبیب سے حکایت کی ہے کہ مصلی جنائز کا مدینہ میں مسجد نبوی سے بطرف ناحیہ مشرق کے ملصق تھا۔ اس سے مستفاد ہوا کہ نماز پڑھنا بعض جنائز پر مسجد میں بیان جواز کے لئے تھا وھو الاظہر اور بعض نے جو یہ کہا ہے کہ مطر یا اعتکاف کی وجہ سے تھا سو یہ بے محل ہے۔ حدیث عائشہؓ میں آیا ہے مَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی سَھْلِ ابْنِ بَیْضَاءَ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ اور اس پر جس نے انکار کیا ہے اس کا انکار بوجہ عدم اطلاع کے حدیث عائشہؓ پر تھا۔ اور یہ کہنا بعض فقہار ہمارے کا کہ صحابہ نے اس انکار پر اجماع کیا ہے۔ اسکی اصل نہیں ہے۔ اسی طرح یہ قول بعض کا کہ منسوخ ہے بہ سبب اجماع صحابہ کے انکار پر کیونکہ بر تقدیر انکار جمیع صحابہ کے بھی یہ نسخ ثابت نہیں ہوتا باوجود اتفاق صحابہ کے جنازہ شیخین پر مسجد نبوی میں الی قولہ اور جب کہ حضرت وصحابہ کا فعل بعد حضرت کے ثابت ہوا تو یہ دلیل ہے جواز وقوع پر بلا کراہت وَھٰذَا ھُوَ التَّحْقِیْقُ۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے اتقانی وبلخی وغیرہ فقہار حنفیہ کے کلام کا بابت انکار نماز جنازہ فی المسجد کے رد کر کے اور ان کی تعلیلات علیلہ کا جواب دیکر یہ کہا ہے

---

[1] یہ بنائے احتمال فعل نبوی کو مکروہ کہنا ٹھیک نہیں جب تک تلویث یقینی نہ ہو ۱۲۔ منہ

کہ بالجملہ قول بتحریم باطل ہے اور امام اعظم اور اُن کے اصحاب سے کوئی روایت دربارہ تحریم یا کراہت کے اس مسئلہ میں منقول نہیں ہوئی ہے۔ مشائخ فقہ نے اپنی رائے سے بغیر تحقیق سند و تدقیق معتمد کے تعطیلات کئے ہیں و لہذا اُن کے علل و احکام میں اضطراب واقع ہوا ہے لہذا ہم نے رجوع طرف اس کے کیا جو کہ اصل مسئلہ میں احکام سنت سے آیا ہے بقول امام احمد رضی اللہ عنہ خُذُوا عِلْمَكُمْ مِنْ حَيْثُ أَخَذَهُ الْأَئِمَّةُ وَلَا تَقْنَعُوا بِالتَّقْلِيدِ فَإِنَّ ذٰلِكَ عَمًى فِي الْبَصِيرَةِ یعنی تقلید ائمہ پر قناعت نہ کرو کیونکہ یہ اندھاپن ہے۔ جہاں سے ائمہ دین نے علم حاصل کیا ہے وہیں سے تم بھی حاصل کرو (یعنی قرآن و حدیث سے) الیٰ قولہ حالانکہ امام ابوحنیفہ رح سے ثابت ہوا ہے کہ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّا مِنْ أَيْنَ قُلْنَا (یعنی کسی کے لئے حلال نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک کہ اس کی دلیل نہ معلوم کرلے) اور دوسرے رسالہ میں اتنا اور زیادہ کیا ہے وَقَدْ تَبِعَهُ الشَّافِعِيُّ فِي هٰذَا الْمَقَالِ بِقَوْلِهِ إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي وَاضْرِبُوا بِقَوْلِي الْحَائِطَ (یعنی جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا بھی وہی مذہب ہے۔ اس کے برخلاف میرے قول کو دیوار پر دے مارو) سو اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو کہ انہوں نے ہم کو اس بات پر آگاہ کردیا کہ ساری امت پر ائمہ ہو یا عامہ ہی متابعت کتاب و سنت کی واجب ہے فَمَنْ جَاوَزَهُمَا وَقَعَ فِي الْكُفْرِ وَالْبِدْعَةِ انتہیٰ کلامُ القاریؒ۔

میں کہتا ہوں اسی جگہ فیصلہ ملا علی قاری کا یہ ٹھیرا کہ ائمہ کی تقلید کرنا چاہئے اور مشائخ فقہ مذاہب جو بعد ان کے گئے ہیں اور اپنی رائے سے علل و احکام مسائل کے لکھتے ہیں اور بتاتے ہیں وہ اور ہم برابر ہیں اُن کی تقلید ضرور نہیں ہے سو یہ بات درست[1] ہے اور تقلید ائمہ سے مراد اگر ان کی اقتدا ہے کتاب و سنت میں تو بھی ٹھیک ہے کیونکہ اطلاق تقلید کا اقتدا پر مجازاً ہو سکتا ہے اور یہی اس جگہ مراد ہے بدلیل قول امام احمد کہ جہاں سے ائمہ نے علم حاصل کیا ہے یعنی قرآن حدیث سے وہاں سے تم بھی حاصل کرو اور تقلید مصطلح پر قانع نہ ہو کر اس میں بصیرت اندھی ہو جاتی ہے اور اگر مراد تقلید ائمہ سے تقلید کذائی ہے تو وہ ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ قرآن حدیث مشحون ہے ذم تقلید اور امر بالاتباع سے اور اگر امام اعظمؒ یا کوئی اور امام اپنی تقلید سے ہم کو منع نہ کرتے تب بھی ہم کو تقلید کسی امام کی درست نہ ہوتی اس لئے کہ سوا معصوم مرسل کے کوئی فرد بشر واجب الاتباع نہیں ہے اور ہر کسی کا قول مقبول و مردود ہوتا ہے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اصح اقوال یہی قول علی قاری ہے کہ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ حَيْثُ نَبَّهَنَا عَلٰى أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْأُمَّةِ كَافَّةً مِنَ الْأَئِمَّةِ وَالْعَامَّةِ مُتَابَعَةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَمَنْ جَاوَزَهُمَا فَقَدْ وَقَعَ فِي الْكُفْرِ وَالْبِدْعَةِ انتہیٰ۔ اور جس طرح امام اعظمؒ نے یہ ہدایت فرمائی

---

[1] درست کہاں ہے؟ جب کہ تقلید کی تعریف یہی ہے کہ اَلتَّقْلِيدُ قُبُولُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِلَا دَلِيلٍ تو ائمہ کی ہو یا عامہ کی سب نادرست ہے ۱۲ منہ

ہے اور اپنی تقلید سے منع کیا ہے۔ اسی طرح بقیہ ائمہ و سائر علماء سلف نے تقلید سے نہی کی ہے اقوال ائمہ اس شان کے رسالہ قول مفید[1] و رسالہ فلانی و ادب الطلب و دین خالص وغیرہا میں مع الاسناد بحوالہ کتب حنفیہ وغیرہم منقول و مذکور ہیں وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ انتہیٰ ما فی رسالہ عشرہ کاملہ

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار (امین)

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی، رجب، شعبان، شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۲۱ نمبر ۶-۷-۸-۱۰ و ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ جلد ۲۲ نمبر ۱۱-۱۲ و ماہ صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، شعبان، ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ جلد ۲۳ نمبر ۲-۳-۴-۸-۱۱ و ربیع الثانی، جمادی الاخریٰ ۱۳۶۳ھ جلد ۲۴ نمبر ۴-۶۔

---

[1] قَالَ الشَّوْکَانِیُّ قَدْ ذَکَرْتُ نُصُوْصَ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ الْمُصَرِّحَۃِ بِالنَّہْیِ عَنِ التَّقْلِیْدِ فِی الرِّسَالَۃِ الَّتِیْ سَمَّیْتُہَا الْقَوْلَ الْمُفِیْدَ فِیْ حُکْمِ التَّقْلِیْدِ [illegible]

حرفِ ضاد کی آواز کس حرف کی آواز کے مشابہ ہوگی اور اسکا مخرج و صفات کیا ہیں

سوال (نمبر ۲۸۲) سوال بہ تحت آیت کریمہ فَسْئَلُوْٓا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں خالصاً للہ فی اللہ کیا فرماتے ہیں کہ حرفِ ضاد معجمہ کی آواز سننے میں کس حرف کی آواز کے مشابہ ہوگی اور اس کا مخرج و صفات کیا ہیں؟ نیز اس ض کی صفات کا تناسب ظاء معجمہ کی صفات سے زیادہ ہے یا دال مہملہ کی صفات سے۔ نیز ضاد معجمہ کی آواز دال مہملہ یا دال پُر جیسا کہ اکثر لوگ پڑھتے ہیں دو الیں کسی معتبر کتاب سے اس کی کوئی دلیل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

سائل (حاجی) عبد العزیز (صاحب) انجنیر دہلوی

جواب (نمبر ۲۸۲) الجواب بعون الوہاب:۔ درصورت مرقومہ و مسئولہ واضح و لائح باد کہ جملہ کتب صرف و فقہ و تجوید میں بالاتفاق و بلا مخالفت احدے آواز حرف ض و ظ معجمہ میں بشدت مشابہت مسلم ہے اور مابین ہر دو حروف مذکورہ فرق و امتیاز مشکل و عسیر تسلیم کیا گیا ہے جس کو جملہ ماہران فن علم قرأت قبول کرتے ہیں لہٰذا ض معجمہ کو مشابہ ظ معجمہ کے پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں اور اسکو مشابہ دال مہملہ کے پڑھنا اور بمقتضائے تصریح علماء مفسد صلوٰۃ ہے چنانچہ تاریخ ابن خلکان جلد دوم ص۲۹۹ میں ابن اعرابی لغوی کے ترجمہ میں مرقوم ہے وَکَانَ (اَیْ اِبْنُ الْاَعْرَابِیِّ) یَقُوْلُ جَائِزٌ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ اَنْ یُّعَاقِبُوْا بَیْنَ الضَّادِ وَالظَّاءِ فَلَا یُخْطِیْ مَنْ یَّجْعَلُ ہٰذِہٖ فِیْ مَوْضِعِ ہٰذِہٖ یعنی ابن اعرابی لغوی کہتے ہیں کہ کلام عرب میں ضاد کو بجائے ظاء کے اور ظاء کو بجائے ضاد کے پڑھنا جائز ہے۔ پس جو شخص ضاد کی جگہ ظاء پڑھے یا ظا کی جگہ ضاد پڑھے تو وہ خاطی نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن الاعرابی لغوی کا یہ قول نص صریح ہے اس امر پر کہ جو شخص قرآن مجید میں ضاد کی جگہ ظاء پڑھے وہ خاطی نہیں ہے اور جب وہ خاطی نہیں ہے تو اس کی نماز بلا شبہ صحیح و

درست ہوگی۔ نیز کتاب النشر فی قراۃ العشر میں مرقوم ہے وَلَيْسَ فِي الْحُرُوْفِ مَا يَعْسُرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلَهُ فَإِنَّ أَلْسِنَةَ النَّاسِ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ وَقَلَّ مَا يُحْسِنُهُ انتھی۔ یعنی جیسا ضاد کا ادا کرنا اس کے مخرج سے زبان پر دشوار ہے ویسا کسی حرف کا ادا کرنا دشوار وعسیر نہیں۔ لوگوں کی زبانیں اس کے ادا کرنے میں مختلف ہیں اور کم لوگ ہیں جو اس کو اچھی طرح ادا کرسکیں۔ علامہ جزری تمہید فی علوم التجوید میں لکھتے ہیں اِعْلَمْ أَنَّ هٰذَا الْحَرْفَ يَعْنِي الضَّادَ لَيْسَ فِي الْحُرُوْفِ حَرْفٌ يَعْسُرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلَهُ انتھی۔ علامہ ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الرعایہ میں لکھتے ہیں اَلضَّادُ حَرْفٌ يُشْبِهُ لَفْظُهُ فِي السَّمْعِ بِلَفْظِ الظَّاءِ یعنی ضاد ایک ایسا حرف ہے جو سننے میں ظار کے مشابہ ہے۔ نیز علامہ موصلی حنبلی کنز المعانی شرح حرز الامانی میں فرماتے ہیں اِنَّ الضَّادَ وَالظَّاءَ وَالذَّالَ مُتَشَابِهَةٌ فِي السَّمْعِ وَالضَّادُ لَا تَفْتَرِقُ عَنِ الظَّاءِ إِلَّا بِاخْتِلَافِ الْمَخْرَجِ وَزِيَادَةِ الْاِسْتِطَالَةِ فِي الضَّادِ وَلَوْلَاهُمَا لَكَانَتْ إِحْدٰهُمَا عَيْنَ الْأُخْرٰى انتھی۔ یعنی ضاد اور ظار اور ذال سننے میں باہم مشابہ ہیں اور ضاد اور ظار میں استطالت وغیرہ کا فرق ہے یعنی ضاد میں استطالت ہے کہ کھینچکر پڑھا جاتا ہے ظار میں استطالت نہیں۔ اگر ان میں اتنا بھی فرق نہ ہوتا تو دونوں حرف ایک ہو جاتے۔

پس عبارات مندرجہ بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ضاد مشابہ ظار اور ذال کے ہے نہ مشابہ دال مہملہ کے اور مابین ہر دو حروف مذکورہ کے فرق کرنا نہایت دشوار امر ہے۔ اسی واسطے شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے متعلق حکم نہیں فرمایا ہے۔ عہد نبوی خصوصاً عہد صحابہ میں جب کہ عجمی لوگ دین اسلام میں داخل ہوئے اس کے بارے میں نہ کوئی سوال واقع ہوا نہ کوئی اہتمام وہدایت کی گئی۔ پس جب شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے کوئی امر و تاکید منقول نہیں تو معلوم ہوا کہ مابین ہر دو حروف مذکورہ کے تمیز اور فرق کرنے کے ہم من جانب اللہ مکلف ہی نہیں۔ لوگوں کو بجانب خود اس امر کی تاکید کرنا تکلیف ملایطاق ہے جس کی ممانعت میں آیت قرآنیہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا اور مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ اور يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وغیرہ موجود ہیں۔ حدیث اَلدِّيْنُ يُسْرٌ کے بھی یہ امر منافی ہے۔ حنفیہ کی معتبر کتاب فتاویٰ قاضی خاں میں ہے لَوْ قَرَءَ الضَّالِّيْنَ بِالظَّاءِ مَكَانَ الضَّادِ أَوْ بِالذَّالِ لَا تَفْسُدُ صَلٰوتُهُ وَلَوْ قَرَءَ الدَّالِّيْنَ بِالدَّالِ تَفْسُدُ صَلٰوتُهُ یعنی اگر کسی نے ضالین کو ضاد کی جگہ ظ سے یا ذال سے پڑھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر دالین دال سے پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی انتھی مافی قاضی خاں۔ کیونکہ ضالین کے معنے گمراہ ہونے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ یا اللہ ہم کو گمراہوں کا راستہ نہ دکھا۔ اور دالین کا معنے ہے آگاہ کرنے والے۔ مقصد یہ ہوا یا اللہ ہم کو حق کی آگاہی کرنے والوں کا راستہ دکھا نعوذ باللہ من ذلک۔ علاوہ ازیں دالین پڑھنے میں اور بھی خرابیاں ہیں الغرض ضاد

کو ظاء کے مشابہ پڑھنا جائز ہے اور دال کے مشابہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں بلکہ پڑھنے والوں کی نماز میں خلل ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر فتح العزیز میں آیت وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ کی تفسیر میں اور ایک مقام میں ض کا مشتبہ الصوت ہونا ظ کے ساتھ لکھا ہے۔ نہایۃ القول المفید ص۶۱ اور جہد المقل ص۳۰ میں ہے فَإِنْ لَفَظْتَ بِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ بِأَنْ جَعَلْتَ مَخْرَجَهَا مِنْ حَافَةِ اللِّسَانِ مَعَ مَا يَلِيهَا مِنَ الْأَضْرَاسِ بِدُونِ إِكْمَالِ حَصْرِ الصَّوْتِ وَأَعْطَيْتَ لَهَا الْإِطْبَاقَ وَالتَّفْخِيمَ الْوَسَطَيْنِ وَالرَّخَاوَةَ وَالْجَهْرَ وَالْاِسْتِطَالَةَ وَالتَّفَشِّيَ الْقَلِيلَ فَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُؤَيَّدُ بِكَلَامِ الْأَئِمَّةِ فِي كُتُبِهِمْ وَيُشْبِهُ صَوْتُهَا صَوْتَ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ بِالضَّرُورَةِ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ۔ اکثر کتابوں میں اس حرف کا مشتبہ الصوت بالظاء ہونا ملتا ہے چنانچہ البیان الجزیل ص۳ میں ہے ادا کرنا ضاد کا بہت مشکل ہے اور فرق ضاد و ظاء میں بھی بہت مشکل ہے اسی لئے جزری وغیرہ کتب قرأت اور کتب تفسیر میں تفرقہ ضاد کا ظ سے باہتمام بیان کیا ہے مگر ایک بلاء عام زمانے میں ہوگئی ہے کہ ض کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں مشتبہ الصوت دال کا اسے کر دیا ہے حالانکہ دال پُر نہیں وہ پُر ہے۔ سو یہ بات جملہ کتب قرأت و تفسیر و فقہ کے خلاف ہے۔ سب کتابوں میں ض کا مشتبہ الصوت ہونا ظ سے ثابت ہوتا ہے نہ دال سے فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبدالستار غفر لہ الغفار مدرس مدرسہ دارالکتاب والسنۃ دارالامارت دھلی

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق مئی ۱۹۴۳ء جلد ۲۲ نمبر ۵

مزید تفصیل کے لئے حضرت الامام صاحب مدظلہ کا تالیف کردہ رسالہ تحقیق حرف ض ملاحظہ فرمائیں۔

فتویٰ طلاق در حالت اغلاق

سوال (نمبر ۲۸۳) زید اور اس کی زوجہ کو مؤخر الذکر کے چچا نے تحریری غلط بیانی سے دھوکہ دیکر دہلی سے لکھنؤ بلوایا اور زید کو ایک ایسے کمرہ میں بند کرکے جہاں سے اس کے چلانے کی آواز تک باہر کے لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی زدوکوب کیا اور اسے مجبور کر کے اس کی زوجہ کے نام طلاق نامہ لکھوالیا۔ از روئے شریعت اس طلاق کے جواز میں کیا احکام ہیں؟ قرآن مجید، حدیث نبوی اور فقہ کی معتبر کتب کے حوالے درج فرمائے جائیں۔

ماسٹر محمد ابراہیم اختر

جواب (نمبر ۲۸۳) اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْوَهَّابِ۔ صورت مرقومہ مسئولہ میں بشرط

صدق سوال واضح ولائح ہو کہ زید سے بحالت اکراہ واجبار جو طلاق نامہ لکھوایا گیا ہے وہ عنداللہ وعندالرسول باطل وکالعدم ہے شرعاً زید کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین الہی میں اکراہ نہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اعمال کا اعتبار نیت پر موقوف ہے۔ جب زید کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی اس سے زبردستی جبراً وقہراً طلاق لی گئی ہے شرعاً طلاق ہرگز نہیں ہوئی۔ منکوحہ زید بدستور سابق زید کی زوجیت میں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری پ۲۲ میں رقم طراز ہیں قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ یعنی حالت نشہ ومجبوری میں طلاق دینے والے شخص کی طلاق جائز نہیں۔ نیز بخاری پارہ ۲۸ میں ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْمَنْ يُكْرِهُهُ اللُّصُوْصُ فَيُطَلِّقُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ یعنی ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ وعبداللہ بن زبیرؓ اور امام شعبیؒ وحسنؒ جیسے صحابہ وتابعین کا یہی فتویٰ ہے کہ زبردستی کی طلاق کوئی چیز نہیں۔ فتح الباری انصاری پارہ ۲۲ صفحہ ۲۷۷ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْكُفْرَ عَمَّنْ تَلَفَّظَ بِهٖ حَالَ الْاِكْرَاهِ وَاَسْقَطَ عَنْهُ اَحْكَامَ الْكُفْرِ فَكَذٰلِكَ يَسْقُطُ عَنِ الْمُكْرَهِ مَا دُوْنَ الْكُفْرِ لِاَنَّ الْاَعْظَمَ اِذَا سَقَطَ سَقَطَ مَا دُوْنَهٗ بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى۔ نیز علامہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ وَاحْتَجَّ عَطَاءٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَقَالَ الشِّرْكُ اَعْظَمُ مِنَ الطَّلَاقِ اَخْرَجَهٗ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْهُ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ (نیل الاوطار ص۱۶ ج ۷) كَذَا فِي الْفَتْحِ۔ یعنی حضرت عطاء نے آیت مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ الخ سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ جب عنداللہ حالت اکراہ میں شرک جیسے بڑے گناہ پر پکڑ اور مواخذہ نہیں تو طلاق کیسے واقع ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ جب مکرہ سے ایک بڑی چیز ساقط ہوگئی تو چھوٹی چیز تو بدرجہ اولیٰ ساقط ہوگی۔ نیز علامہ حافظ ابن القیمؒ اپنی کتاب زاد المعاد بعنوان "ذکر احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الطلاق" میں رقم طراز ہیں وَعَلٰى هٰذَا كَلَامُ الْمُكْرَهِ كُلُّهٗ لَغْوٌ لَا قَوْلُهٗ وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ تَجَاوَزَ عَنِ الْمُكْرَهِ فَلَمْ يُؤَاخِذْهُ بِمَا اُكْرِهَ عَلَيْهِ۔

اس عبارت میں امام ابن القیمؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس مشہور ومعروف حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو امام ابن ماجہ نے علامہ موصوف سے مرفوعاً بایں الفاظ روایت کیا ہے اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ وَرَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ اَيْضًا وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَحَسَّنَهُ النَّوَوِيُّ وَقَوَّاهُ الشَّوْكَانِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي الْفَتْحِ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ الْحَاكِمُ هُوَ صَحِيْحٌ یعنی اللہ عزوجل نے میری امت سے بھول چوک اور حالت اکراہ

کے کل معاملات سے درگذر کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری پارہ ۱۲ صفحہ ۲۵۷ میں فرماتے ہیں اَنَّهُ لَا یُحْکَمُ عَلَیْهِ بِالْکُفْرِ وَلَا تَبِیْنُ مِنْهُ زَوْجَتُهُ کَذَا فِیْ فَتْحِ الْبَیَانِ۔ یعنی محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ مکرہ شخص پر نہ فتویٰ کفر عائد ہوتا ہے نہ اس کی بیوی اس سے جدا ہوتی ہے۔

نیز امام المحدثین تاج المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے اپنی صحیح میں بایں الفاظ باب منعقد کیا ہے بَابُ الطَّلَاقِ فِی الْإِغْلَاقِ وَالْکُرْهِ وَالسَّکْرَانِ وَالْمَجْنُوْنِ وَاَمْرُهُمَا وَالْغَلَطِ وَالنِّسْیَانِ فِی الطَّلَاقِ وَالشِّرْکِ وَغَیْرِهٖ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی یعنی اغلاق کے وقت اور اکراہ کے وقت کی اور نشہ کی حالت کی اور دیوانگی کی حالت کی اور غلطی کی اور بھول کی طلاق اور ایسے موقع کا شرک وغیرہ بوجہ نیت و ارادہ دلی نہ ہونے کے شرعاً کالعدم ہے۔ اسی طرح امام ابن القیمؒ اعلام میں لکھتے ہیں وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی رَفَعَ الْمُؤَاخَذَةَ عَنِ الْمُتَکَلِّمِ بِالْکَلِمَةِ الْکُفْرِ مُکْرَهًا لِمَا لَمْ یَقْصُدْ مَعْنَاهَا وَلَا نَوَاهُ فَکَذٰلِکَ الْمُتَکَلِّمُ بِالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالْوَقْفِ وَالْیَمِیْنِ وَالنَّذْرِ مُکْرَهًا لَا یَلْزَمُهٗ شَیْءٌ مِّنْ ذٰلِکَ لِعَدَمِ نِیَّتِهٖ وَقَصْدِهٖ وَقَدْ اَتٰی بِاللَّفْظِ الصَّرِیْحِ فَعُلِمَ اَنَّ اللَّفْظَ اِنَّمَا یُوْجِبُ مَعْنَاهُ لِقَصْدِ الْمُتَکَلِّمِ بِهٖ یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس شخص سے اپنی پکڑ ہٹالی ہے جس پر اکراہ کیا گیا ہو۔ اُس نے کلمہ کفر کہا لیکن نہ وہ اس کا مقصود تھا نہ اسکی نیت تھی۔ اسی طرح جو طلاق دے یا آزاد کرے یا وقف کرے یا قسم کھاوے یا نذر مانے اور یہ جملہ امور بوجہ اکراہ کے ہوں نیت و قصد نہ ہو تو گو صاف لفظوں میں ہوں پھر بھی وہ سب لغو اور باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی ثابت اور لازم نہیں۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ہے وَقَدْ اَفْتٰی اَصْحَابُهٗ بِعَدَمِ وُقُوْعِ طَلَاقِ الْمُکْرَهِ وَاِقْرَارِهٖ یعنی اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اکراہ کے وقت کی طلاق کو معتبر نہیں مانا نہ اس وقت کے کسی اقرار کا اعتبار ہے۔

فقہ حنفیہ کی رو سے بھی اکراہ کے وقت کی تحریری طلاق واقع نہیں ہوتی کَمَا قَالَ الشَّامِیُّ نَاقِلًا عَنِ الْبَحْرِ فَلَوْ اُکْرِهَ عَلٰی اَنْ یَّکْتُبَ طَلَاقَ امْرَاَتِهٖ فَکَتَبَ لَا تُطَلَّقُ لِاَنَّ الْکِتَابَةَ اُقِیْمَتْ مَقَامَ الْعِبَارَةِ بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ هٰهُنَا کَذَا فِی الْخَانِیَةِ رد المحتار المعروف بالشامی حاشیہ درمختار کتاب الطلاق جلد دوم۔ نیز روضہ ندیہ شرح دربہیہ کے صفحہ ۲۰۹ بعنوان کتاب الطلاق مرقوم ہے وَطَلَاقُ الْمُکْرَهِ لَا حُکْمَ لَهٗ اِلٰی قَوْلِهٖ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا طَلَاقَ وَلَا عَتَاقَ فِیْ اِغْلَاقٍ مَعْنَاهُ فِیْ اِکْرَاهٍ وَطَلَاقُ الْمُکْرَهِ هٰذَا آگے چل کر ص ۲۱۵ میں مسطور ہے وَاَمَّا عَدَمُ وُقُوْعِ طَلَاقِ الْمُکْرَهِ فَدَلِیْلُهٗ حَدِیْثُ لَا طَلَاقَ فِیْ اِغْلَاقٍ اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهٗ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ

وَضَعَّفَهُ اَبُوْحَاتِمٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ صَالِحٍ وَرُدَّ عَلَيْهِ بِاَنَّهُ قَدْ اَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِیُّ مِنْ طَرِيْقٍ غَيْرِهٖ وَالْاِغْلَاقُ عِنْدَ عُلَمَاءِ اللُّغَةِ الْاِكْرَاهُ كَمَا فِی النِّهَايَةِ وَغَيْرِهَا یعنی مکرہ کی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایسے وقت کی طلاق باطل ہے۔ حالتِ اکراہ کی طلاق کے عدم وقوع پر مسند احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ و بیہقی اور مستدرک حاکم کی وہ حدیث دلیل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "نہیں ہے طلاق بیچ اغلاق کے"۔ اغلاق کے معنٰی غضب کے بھی آتے ہیں مگر علماء لغت نے اکراہ کے کئے ہیں جیسا کہ نہایہ وغیرہ کتب لغت میں مرقوم ہے نیز نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۶ کے صفحہ ۱۶۰ میں قدامہ بن ابراہیم سے مروی ہے کہ اَنَّ رَجُلًا عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ تَدَلّٰى يَشْتَارُ عَسَلًا فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فَجَلَسَتْ عَلَى الْحَبْلِ فَقَالَتْ لِيُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا وَاِلَّا قَطَعَتُ الْحَبْلَ فَذَكَّرَهَا اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ فَاَبَتْ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى عُمَرَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى اَهْلِكَ فَلَيْسَ هٰذَا بِطَلَاقٍ رَوَاهُ سَعِيْدُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُوْ عُبَيْدِ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ یعنی عہد فاروقی میں ایک شخص رسی باندھ کر کسی درخت پر شہد توڑنے کے لئے چڑھا۔ اُس کی عورت موقع پا کر رسی پکڑ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی یا تو مجھے طلاق دے ورنہ میں یہ رسی کاٹ کر تجھ کو گراتی ہوں۔ اس کے خاوند نے اللہ کا واسطہ دیکر کہا کہ ایسا نہ کر وہ نہ مانی اور طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی۔ آخر خاوند نے تین طلاقیں دیدیں۔ بعدہٗ اُس نے حضرت عمرؓ کے پاس جاکر یہ معاملہ پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ یہ طلاق نہیں ہوئی۔

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام دار الہجرۃ کو جب طلاق مکرہ کے بارے میں زد و کوب کیا گیا اور اپنے اس فتوے سے رجوع کرنے کے لئے اونٹ پر بٹھا کر مدینہ میں پھرایا گیا تو امام صاحبؒ کو خداوند تعالٰی نے استقامت بخشی اور اپنے فتوے سے رجوع نہ کیا۔ اخیر تک یہی فرماتے رہے کہ زبردستی کی طلاق شریعت محمدیہ میں بمنزلہ لاشئے کے ہے یعنی اس طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ دی نہ دی برابر ہے چنانچہ علامہ ابن جوزی (جو چھٹی صدی کے مشہور مؤرخ ہیں) اپنی کتاب صفوۃ الصفوہ کے صفحہ ۲۱ میں راقم ہیں کہ وَلَمَّا ضَرَبَهٗ جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمٰنَ فِیْ طَلَاقِ الْمُكْرَهِ وَحَمَلَهٗ عَلٰى بَعِيْرٍ قَالَ لَهٗ نَادِ عَلٰى نَفْسِكَ فَقَالَ اَلَا مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِیْ فَاَنَا مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ اَقُوْلُ طَلَاقُ الْمُكْرَهِ لَيْسَ بِشَیْءٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ جَعْفَرًا فَقَالَ اَدْرِكُوْهُ وَاَنْزِلُوْهُ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت صفر ۱۳۶۳ھ مطابق فروری ۱۹۴۴ء جلد ۲۴ نمبر ۲

فتویٰ بابت فسخ نکاح

سوال (نمبر ۲۸۴) ہندہ کا عقد بمہر معجل عند الطلب جلسۂ عام میں باندھا گیا۔ ہندہ اپنے شوہر سے وقتاً فوقتاً اپنے مہر کا تقاضا کرتی رہی۔ شوہر ہندہ نے مہر کی ادائیگی میں حیلہ بہانہ سے کام لیا اور حق زوجیت کام میں لاتا رہا۔ مجبور ہو کر ہندہ نے ڈگری مہر کی عدالت سے کرالی مگر شوہر ہندہ نے پھر بھی مہر ادا نہ کیا۔ اب ہندہ مجبور ہو کر اپنے شوہر سے خلع چاہتی ہے۔ شوہر ہندہ نہ خلع کے واسطے تیار ہوتا ہے نہ طلاق دیتا ہے نہ بساتا ہے۔ اب ہندہ عرصہ چھ سال سے اپنے باپ کے پاس مقیم ہے۔ شوہر ہندہ نے نان نفقہ سے ہندہ کو محروم رکھا اور نہ مہر ادا کیا۔ ہندہ اپنی جوان العمری میں کیونکر گذارہ کر سکتی ہے جب کہ شوہر نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے نہ خلع پر راضی ہوتا ہے، معلق رکھ کر ضرر پہنچانا اسکا مقصود ہے ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے؟ ہندہ کو اپنے شوہر کی طرف سے اپنے جان و مال کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے۔ بحوالہ حدیث و ائمہ مذاہب جواب عطا فرمایا جائے۔

سائل خادم العلماء ناچیز شیخ محمد صدیق نقشبندی مجلس قصبہ بہاسو ضلع بلند شہر

جواب (نمبر ۲۸۴) جب کہ شوہر مذکور ہندہ کو آباد کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے نہ خلع پر راضی ہوتا ہے محض بیوی کو ستانا اور معلق رکھنا مقصود ہے۔ اس صورت پر نکاح فسخ کر دیا جائے۔ میاں بیوی کا تعلق منقطع ہو گیا۔ بعد از انقضاء عدت دوسرے شخص سے نکاح کر دیا جائے درست ہے۔ اس امر پر آیت ہذا دال ہے وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا عورتوں کو بغرض ضرر دینے کے نکاح میں مت روکو تاکہ ان پر تعدی ہو۔ یہ اسلام کا شیوہ نہیں لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ لَا يَجِدُ مَا يُنْفِقُ عَلَى امْرَأَتِهِ قَالَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا (دار قطنی) بصورت عدم وجدان نفقہ میاں بیوی میں تفریق کرادی جائے شرعاً درست ہے۔ امام شافعیؒ و امام مالکؒ و امام احمدؒ بن حنبل وغیرہم دریں حالت فسخ نکاح کے قائل ہیں۔ حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ کرام کا بھی یہی فتویٰ بلکہ متاخرین علماء حنفیہ بھی اسی کے قائل و فاعل ہو گئے ہیں، شرح وقایہ میں ہے وَأَصْحَابُنَا لَمَّا شَاهَدُوا الضَّرُورَةَ فِي التَّفْرِيقِ لِأَنَّ دَفْعَ الْحَاجَةِ الدَّائِمَةِ لَا يَتَيَسَّرُ بِالِاسْتِدَانَةِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهَا لَا تَجِدُ مَنْ يُقْرِضُهَا وَغِنَى الزَّوْجِ فِي الْمَآلِ أَمْرٌ مُتَوَهَّمٌ اسْتَحْسَنُوا أَنْ يَنْصِبَ الْقَاضِي نَائِبًا شَافِعِيَّ الْمَذْهَبِ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا انتهى۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۴۴ء جلد ۲۴ نمبر ۷

مولانا حمید اللہ صاحب کا محققانہ فتویٰ دربارۂ طلاق ثلاثہ

سوال (۲۸۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جلسہ اور ایک وقت میں تین طلاق دیں اپنی خوشدامن کی سخت زبانی پر غصہ کھاکر ایساکیا۔ آیا ازروئے شرع شریف موافق مذہب اہل سنت والجماعت کے کوئی صورت رجعت یا تجدید نکاح کی زید کے لئے ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کون سے امام کے نزدیک بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

جواب (نمبر ۲۸۵) الجواب:۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ ایک وقت یا ایک جلسہ میں تین طلاقیں دینے کا مسئلہ بہت طویل البحث ہے اور ہمیشہ سے اس میں علماء کی مختلف تحریریں تقریریں ہوتی چلی آئی ہیں اور چاروں مذہب مشہورہ فقہاء یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کے علماء اس طرف گئے ہیں کہ تین طلاقیں اگرچہ ایک وقت میں یا ایک جلسہ میں دیجائیں وہ تین ہی کے حکم میں ہیں لیکن مسلمان کے واسطے جس چیز کا ماننا لازم اور واجب ہے وہ فقہاء علماء کی رائے نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث ہے۔ جس مسئلہ کا بیان قرآن وحدیث میں صراحتاً نہ ملے اس میں فقہاء کی رائے اور فتوے کو اگر لیا جاوے تو مضائقہ نہیں ہے اور جس مسئلہ کا بیان صراحتاً قرآن شریف یا حدیث صحیح میں موجود ہے اس مسئلہ میں فقہاء کی رائے اور فتوے کی طرف مائل ہونا اور حدیث اور آیت کے صریح بیان یا حکم کو بوجہ اختلاف فقہاء کے عمل کے قابل نہ سمجھنا بالکل بے انصافی اور قرآن وحدیث کی عدول حکمی ہے۔ قرآن مجید میں صاف حکم آیا ہے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ یعنی کسی مسلمان مرد کو یا عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی امر میں کوئی فیصلہ کردیں پھر اس میں اپنی مرضی یا منشا کا اختیار ہے یعنی کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اسی کے موافق عمل کرنا لازم ہے اور اس مسئلہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد او کلمۃ واحدۃ کے بارہ میں صحیح مسلم جلد اول ص۴۷۷ مطبوعہ نولکشوری میں یہ حدیث موجود ہے اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّاحِدَةً فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَاَجَازَهٗ عَلَيْهِمْ یعنی ابو صہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ جو کچھ آپ جانتے ہیں وہ بیان کردیجئے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسی تین طلاقیں جو ایک مرتبہ یا ایک جلسہ میں دیجائیں ایک طلاق کے حکم میں نہیں رکھی جاتی تھیں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں بیشک یہ بات اسی طرح تھی مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے ایسی طلاقیں کثرت سے دینی شروع کردیں تب انہوں نے یعنی حضرت عمر رضی نے تین طلاق کا حکم جاری کر دیا۔

بس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صراحۃً خبر دیدی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہی فتویٰ تھا کہ ایسی تین طلاق ایک طلاق کے حکم میں ہیں۔ اور جب یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فتویٰ ثابت ہے کہ ایک دفعہ یا ایک جلسہ کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں تو یہی بات یہی ہے کہ ایسی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں۔ اگر تین ماہ یا تین حیض نہیں گذرے تو شوہر کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے عورت کی مرضی کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اور اگر تین حیض یا تین ماہ گذر چکے ہیں تو وہ عورت بائنہ ہوگئی یعنی اپنے نفس کی مختار ہوگئی جس شخص سے چاہے اپنا نکاح کرا سکتی ہے۔ اگر اسی شوہر سابق سے رضامند ہو تو اُس سے تجدید نکاح اور تجدید مہر ہو سکتی ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث مرفوع اور صحیح اور صریح بیان والی کے مقابلہ میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہے اگر یہ بات علماء امت کی مانی ہوئی نہ ہوتی تب بھی یوں ہی ہونا چاہیئے تھا اور اب تو سب کی مانی ہوئی اور سب کتب اصول میں لکھی ہوئی ہے کہ حدیث صحیح صریح کے مقابلہ میں صحابی کا قول وفعل حجت نہیں ہے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایسی تین طلاقوں کو تین ہی کے حکم میں کر دینا حجت نہیں ہے اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتوے کو حجت یعنی اصل مسئلہ دین کا نہیں بتلایا بلکہ صحیح مسلم کے اُسی صفحے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول موجود ہے اَنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنی اختیار کر لی جس میں اُن کو تاخیر کرنا تھی لہٰذا اگر ہم اس میں اُن کے اوپر کچھ کشش کر دیں تو مناسب ہے۔ یعنی مسئلہ تو یونہی ہے مگر لوگوں نے اس نعمت کی قدر نہ جانی اور بے پرواہی کرنے لگے تو اُن کو کچھ تنبیہ ہونی مناسب ہے۔

بس تنبیہ اور تعزیر کی نظر سے انہوں نے تین طلاق مغلظہ ہو جانے کا حکم کر دیا اور اس تعزیر کی وجہ کو بھی ظاہر کر دیا۔ یوں نہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث نہیں ہے یا اُس حدیث کا مطلب منشا لوگوں نے نہیں سمجھا تھا اور میں اُس کے اصل مطلب و منشاء پر عمل کرتا ہوں یا پیچھے اُس حکم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع یا منسوخ فرما دیا تھا۔ صرف تنبیہ یعنی لوگوں کی جلد بازی اور بے پرواہی کی سزا کی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا فتویٰ دیا اور اُس کی وجہ کو بھی ظاہر کر دیا تاکہ اور کسی طرح کے شبہ یا تاویل کی گنجائش نہ رہے مگر پھر بھی لوگوں نے اس مسئلہ کو اتنا تاویلوں اور شبہوں میں ڈالا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صاف اور صریح علدرآمد غلط ٹھہر گیا اور یہ تعزیری اور ایک مصلحت وقت کا فتویٰ اصل اور صحیح مذہب ٹھہر گیا یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ مولوی لوگ یوں کہنے اور لکھنے لگے کہ لوگ تاویلیں کر کے حرام کو حلال

بتاتے ہیں یعنی ایسی تین طلاقوں سے زوجہ حرام قطعی ہوجاتی ہے بدوں حلالہ کے شوہر سابق کو حلال نہیں ہے حالانکہ ہرگز حرام نہیں ہوتی کیونکہ حرام حلال صرف قرآن وحدیث کے حکم سے ہوتا ہے، مجتہد وفقیہ کے قول سے نہیں ہوتا خواہ کوئی ایک مجتہد یا سارے جمع ہوکر کوئی فتویٰ دیدیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ یعنی مت کہو اُس چیز کو جس کو صرف تمہاری زبانوں نے بنالیا ہے کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے تو کہ تم اللہ تعالیٰ پر افترا بازی کرو یعنی بلاحکم قرآن وحدیث کے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھیرانا اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔

پس تین طلاق والی عورت جس کو ایک وقت میں یا ایک جلسہ میں تین طلاق دیدی گئیں حدیث صحیح مذکورہ بالا کی رو سے پہلے شوہر کو بدوں حلالہ کے حلال ہے صرف نکاح جدید کی ضرورت ہے۔ اگر عدت طلاق رجعی کی گذر گئی ہو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کو مغلظہ کے حکم میں کردینا محض لوگوں کی تنبیہ یعنی سزا کے واسطے تھا جو بے فکری اور بے پروائی کرنے لگے تھے اور اس وجہ کو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کردیا ہے جیسا کہ صحیح روایت کے حوالہ سے میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ اور چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے اور اپنے وقت خلافت میں خلیفہ برحق تھے اس لئے اُن کو تعزیری احکام جاری کرنے کا قرآن وحدیث کی رو سے اختیار تھا لہٰذا اس امر میں اُن پر کوئی اعتراض کرنا درست نہیں ہے۔ اور تعزیری احکام ہمیشہ کے واسطے نہیں ہوا کرتے کسی وقتِ خاص یا مصلحت خاص تک نافذ ہوا کرتے ہیں اور حدیث کے منسوخ کرنے کا منصب نہ اُن کو تھا نہ کسی اور کو ہے نہ اُنھوں نے منسوخ کیا نہ منسوخ بتلایا نہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے حدیث کو منسوخ سمجھا۔ پچھلے فقہاء خصوصاً فقہاء اربعہ نے اپنی رایوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوے کی پیروی کو قرین مصلحت سمجھا جو اُس کے موافق ہوگئے۔ سو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صحابی کا قول وفعل حدیث مرفوع کے مقابلہ میں حجت شرعی نہیں ہے تو دوسرے فقہاء ومجتہدین کا فتویٰ اور قول خواہ اپنی رائے ہو خواہ پہلوں کی تقلید سے ہو کیوں کر حجت شرعی ہوجائے گا۔ حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص۱۵۸ میں شاہ صاحب رح نے امام شافعی رح کا یہ قول لکھا ہے لَا حُجَّةَ فِیْ قَوْلِ اَحَدٍ دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَثُرُوْا وَلَا فِیْ قِیَاسٍ وَلَا شَیْءَ وَمَا ثَمَّ اِلَّا طَاعَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی امام شافعی رح نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کا قول شرعی حجت نہیں ہے اگرچہ اُس قول کے کہنے والے بہت سے ہوں نہ کسی کا قیاس نہ کوئی اور چیز حجت ہے۔ نہیں ہے وہاں یعنی شریعت میں سوائے تابعداری اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول ؐ کی۔

اس مسئلہ میں بہت لمبی لمبی طول طویل کتابیں اس وجہ سے لکھی گئی ہیں کہ علمائے زمانہ کے

قول اور رائیں درج کی ہیں، اور وہ صدہا ہیں لیکن اصل بات اتنی ہے جو اس عاجز نے اس کاغذ میں لکھدی ہے کوئی لاکھ دلیلیں لائے مگر حدیث صحیح صریح ایک بھی ایسی نہیں لاسکتا جس میں یہ بیان ہو کہ ایک جلسہ کی تین طلاقیں تین کے حکم میں ہیں اور جب تک حدیث صحیح صریح نہ ہو تب تک وہ مسئلہ پکا نہیں ہو سکتا جو اس طلاق کو مغلظہ ماننے والے کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔ حررہ العاجز حمید اللہ عفی عنہ ساکن سراوہ ضلع میرٹھ

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان وشوال ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۴ء جلد ۲۴ نمبر ۹ و ۱۰

ناواقفِ شریعت کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امیرِ شریعت کون ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کیا شرط ہے؟

سوال (نمبر ۲۸۶) ایک شخص کسی جگہ میں پیری یعنی سرداری کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو مرید بناتا ہے یعنی بیعت لیتا ہے مگر وہ مسائل شرعیہ سے ناواقف ہے اور علم عربیت سے بے بہرہ اور قرآن وحدیث سے بے خبر ہے۔ شخص مذکور کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور کون شخص امیرِ شریعت ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کیا شرط ہے؟

عبد الحکیم عفا عنہ الکریم دیونائی اسکول ضلع ڈھاکہ

جواب (نمبر ۲۸۶) پیری مریدی کا مروجہ سلسلہ جو عوام الناس میں متعارف ہے وہ سراسر شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔ جب پیر صاحب خود شریعت حقہ سے ناواقف اور شریعت کی پابندی سے کوسوں دور ہیں تو مریدوں کو کب ہدایت کر سکتے ہیں۔ لمبی لمبی لٹیں لٹکالیں بھگوے کپڑے پہن لئے۔ گلے میں تسبیح ڈال لی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر سال بسال مریدوں کے پاس آئے اور فتوحات، ہدایا صدقات تحفہ جات لے اور چلے گئے۔ توحید، اتباع سنت، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ و دیگر احکام شرعیہ کی مریدین کو تعلیم وہدایت نہیں کرتے۔ مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں ان کی بلا سے ان کو تو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔ ایسے لوگ ہرگز امیری وسرداری کے لائق نہیں گو وہ بزعم خود عالم فاضل کیوں نہ ہوں ایسے پیر خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ صحیح مسلم میں نبی علیہ السلام کی پیشین گوئی ہے کہ اتخذ الناس رءوسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا یعنی لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا و مقتدی بنائیں گے اور ان سے مسئلے مسائل دریافت کریں گے وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے اللهم انا نعوذ بك من الضلال ونسألك العلم والهداية ؎

؎ اسی حدیث کے تحت امام نووی شرح صحیح مسلم میں رقمطراز ہیں وفيه التحذير من اتخاذ الجهال رءوسا یعنی حدیث ہذا میں جاہلوں، کتاب وسنت سے ناواقفوں کو امام وسردار بنانے سے تحذیر مقصود ہے ۱۲۔ منہ

(نوٹ) نمبر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۱۲۸ پر اس قول سے رجوع بھی ثابت ہے ملاحظہ ہو۔

ایسے ملامولویوں اور پیروں سے دور رہنے میں خدا ملتا ہے۔ پیری، سرداری، رہنمائی، رہبری پیشوائی، لیڈری کے قابل وہ شخص ہے جو شریعت محمدیہ کتاب وسنت کا خود عالم عامل معتقد ہو اور لوگوں کو تعامل نبوی و تعامل صحابہؓ کے موافق قرآن حدیث پر چلاتا ہو اُس کی صحبت سے لوگوں کو شرک سے دوری اور توحید الوہیت کا سبق ملتا ہو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ پ ۲۱ س ۳۲
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا (مشکوٰۃ ص ۳۱۹) یعنی وہ امیر جس کی اطاعت وسماعت کا حکم ہے وہ قائد کتاب اللہ ہونا چاہئے اور قیادت بکتاب اللہ اس سے اسی وقت متصور ہو سکتی ہے جب کہ وہ خود اس کا عالم و عامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالم اور جاہل برابر نہیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خُلَفَاءُكَ قَالَ الَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ (مجمع الزوائد ص ۱۲۶ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

نیز مولانا اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "اور چاہئے کہ جو کوئی توحید میں اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر واستاد سمجھے" (تقویۃ الایمان ص ۲)

پیر مذکور فی السوال جب قرآن حدیث سے بے خبر مسائل شرعیہ سے ناواقف، تو عوام الناس کو بجائے ہدایت کرنے کے اور گمراہ کردے گا۔ ابوداؤد و جامع ترمذی میں ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت ہے کہ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ یعنی میں اپنی امت پر گمراہ پیشواؤں سے خوف کرتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ ایسے جاہل گمراہ پیروں، فقیروں، صوفیوں، اماموں، پیشواؤں، لیڈروں سے امت کو محفوظ رکھے۔ شیخ سعدی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زجاہل گریزندہ چوں تیر باش	نیامیختہ چوں شکر شیر باش
چوں شمع از پے علم باید گداخت	کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اور سچے امام پیر رہبر کی ماتحتی ماموری وبیعت اطاعت کی توفیق وثیق عنایت کرے، آمین۔
فتاوی عزیزی جلد اول کے ص ۳۲ میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رقم طراز ہیں کہ مسلمانان را بایدکہ یک کس راکہ متدین واین باشد رئیس قرار دہند یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی دیندار وامین شخص کو سردار مقرر کریں نہ کہ کسی بے دین جاہل کو فقط

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)
منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۴ء جلد ۲ نمبر ۹

کسی شاعر کا اپنے کسی کلام میں کسی مرید کی طرف سے پیر کو کعبہ سے نسبت دینا اس کی قبر کو چومنا اور اس کی مٹی تبرکاً بدن پر ملنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (نمبر ۲۸۷) کوئی شاعر اپنے کسی کلام میں کسی مرید کی طرف سے پیر صاحب کو کعبہ سے نسبت دے اور اپنے پیر کی قبر کو چومے چاٹے اُس کی مٹی تبرکاً بدن پر ملے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟ مثال کے واسطے شعر ملاحظہ ہو ؎

مزار مبارک سے لپٹا تھا صوفی ؞ کہ کعبہ ہے ہمیں عنایت علی کا

جواب باصواب عنایت ہو (یکے از مسلمین پٹیالہ)

جواب (نمبر ۲۸۷) قبلہ وکعبہ، بیت الحرم، بیت العتیق یہ سب نام نامی اسمائے گرامی بیت اللہ شریف کے ہیں اور بس۔ اب اگر کوئی کسی پیر وفقیر یا قبر ومزار کو کعبہ وقبلہ کہے تو ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور جھوٹ کا گناہ سب کو معلوم ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ٥ لہٰذا کوئی کسی کو ہرگز کعبہ وقبلہ نہ کہا کرے اور نہ خطوط ومراسلات میں پیر واستاد والد یا عالم کو اس قسم کے خطابات والقابات لکھے۔ یہ محض دنیاوی رسم ہے شرع سے ثابت نہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُہُمُ الْغَاوٗنَ ٥ اَلَمْ تَرَ اَنَّہُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّہِیْمُوْنَ ٥ یعنی خلاف شرع شرکیہ وبدعیہ اشعار کہنے والے خود بھی گمراہ ہوتے اور گمراہ لوگ ہی ان کا اعتبار کرتے ہیں۔

اور موحدین صوفیائے کرام کے یہاں تو کلام میں اسناد مجازی بھی بعض مواقع میں شرک کہلاتا ہے مثلاً ایک مزکوم شخص یوں کہے کہ میں نے شربت بنفشہ پیا اور شربت بنفشہ نے میرا زکام دور کر دیا، یہ کہنا صوفیاء کرام کے نزدیک شرک ہے کیونکہ اس بیمار نے اسکو بذاتہ مؤثر سمجھا خدا کی مشیت اور حکم کو شامل نہ کیا اور کسی قبر کو چومنا، بغرض حصول برکت چھونا ہاتھ لگانا مزار سے لپٹنا چمٹنا شرک اور مکروہ تحریمی ہے کذا فی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد اول

نیز علامہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ مطبع مرتضوی دہلی کے صفحہ میں رقمطراز ہیں کہ اِذَا زَارَ قَبْرًا لَمْ یَضَعْ یَدَہٗ عَلَیْہِ وَلَا یُقَبِّلْہُ فَاِنَّہٗ عَادَۃُ الْیَہُوْدِ یعنی قبروں پر ہاتھ پھیرنا قبروں کو بوسہ دینا چومنا چاٹنا یہودیوں کی عادت ہے۔ یہ مسلمانوں کا کام نہیں۔ جب کسی کی قبر کی زیارت کو جائے تو ہرگز ایسا کام نہ کرے۔

نیز بعض جاہل اور مشرک صوفیوں کا یہ کہنا کہ شعر مذکور فی السوال میں حقیقی کعبہ مراد نہیں بلکہ پیر صاحب کی روح مبارک کو کعبہ تصور کرکے توجہ الی اللہ مقصود ہے) بالکل لغو اور باطل ہے۔ علامہ عارف باللہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی کتاب بلاغ المبین میں بزبان فارسی اس امر کی پوری تردید کی ہے فرماتے ہیں گفتم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راصحابہ درزندگی آں علیہ الصلوٰۃ والسلام قبلہ توجہ الی اللہ نساختہ اند ونہ روح آں جناب رابعد انتقال ایں منصب بیان نمودہ اند قبلہ توجہ الی اللہ برائے پیغمبر وصحابہ وتمامی امت ہماں قبلہ کعبہ است ہیچ بشررافرماں نیست کہ روح نیک راقبلہ توجہ نمودہ یاد الٰہی کند وقبلہ ساختن چیزے رابے حکم الٰہی گویا تجدید واحداث شرع دیگر است وافشار دین ہم باذن اللہ است۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہؓ نے آپ کی زندگی میں قبلہ توجہ الی اللہ نہیں بنایا اور نہ آنجنابؐ کی روح مبارک کے واسطے آپؐ کے انتقال کے بعد یہ منصب ومرتبہ بیان کیا کہ آپ کی روح مبارک یا آپ کی قبر ہمارے لئے قبلہ وکعبہ ہے (اصل بات یہی ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تمام صحابہ کرام بلکہ ساری امت کا قبلہ توجہ وہی خانہ کعبہ ہے (جو مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے نام سے موسوم ومشہور ہے) کسی فرد بشر کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی بزرگ کی روح کو (یا مزار خانقاہ وغیرہ کو) قبلہ توجہ بنا کر یاد الٰہی کرے۔ خدا کے حکم کے بغیر کسی چیز کو قبلہ وکعبہ بنانا گویا دوسری نئی شریعت کی بنیاد ڈالنا ہے (جو شرعاً سخت ممنوع وحرام ہے) نیز اللہ کے دین کی اشاعت اللہ ہی کے حکم سے ہوا کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو بلاغ المبین ص۱۱۵۔

پس عبارت مندرجہ بالا سے صاف ثابت ہوگیا کہ جب صحابہ کرام نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں لفظ قبلہ وکعبہ نہیں استعمال کیا تو اب وہ کونسا پیر، فقیر، اُستاد، عالم فاضل والد زاہد ہے جو نعوذ باللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہو اور اس کے لئے لقب ہذا کا استعمال جائز ہو سکے فَاَفْهَمُوْا يٰاُولِي الْاَلْبَابِ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ اگر شرعاً کسی انسان کے لئے لفظ ہذا کا استعمال باعث ادب واحترام، لائق شرافت وعظمت ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ کرام اشرف المخلوقات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لقب سے ملقب کرتے اور خط وکتابت میں اپنے بڑوں اور بزرگوں کو قبلہ وکعبہ لکھتے اور اُنکی قبور کو کعبہ تصور کرتے وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔ مزید تفصیل کیلئے کتاب الدین الخالص وغیرہ کتب توحید ملاحظہ ہوں

کون سے تجارتی مال پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال (نمبر ۲۸۸) تجارتی مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو کون کون سے مال پر واجب ہے؟ (عبدالوہاب امیر جماعت غرباء اہلحدیث کیتھل)

جواب (نمبر ۲۸۸) شرعاً مالِ تجارت پر زکوٰۃ ہے۔ امام ابوداؤد اپنی سنن میں با یں الفاظ باب منعقد کرکے بَابُ الْعُرُوْضِ اِذَا كَانَتْ لِلتِّجَارَةِ حدیث مندرجہ ذیل لائے ہیں عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَۃَ مِنَ الَّذِیْ نُعِدُّ لِلْبَیْعِ یعنی سمرہ بن جندب صحابی رسول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم کیا کرتے تھے کہ ہم مال تجارت میں سے زکوٰۃ نکالا کریں۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد جلد اول ص ۲۲۵

ابومحمد عبدالستار دہلوی (باقی مضمون ضمیمہ میں ملاحظہ ہو)

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ مطابق نومبر ۱۹۴۴ء جلد ۲۴ نمبر ۱۱

جوئے بازی کی حرمت اور اس کی سزا

سوال (نمبر ۲۸۹) جوئے بازی کی حرمت کی قرآن حدیث سے کیا دلیل ہے اور اس کی کیا سزا و عذاب ہے؟ (سائل خریدار نمبر ۱۳۰۰ از جودھپور مارواڑ)

جواب (نمبر ۲۸۹) قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ۔ سورۂ بقرہ پ۲۔ یعنی اے حق والے! لوگ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تو ان سے کہدے کہ ان دونوں میں گناہ ہے بڑا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شرابی اور جواری بڑے سخت گناہ کا مرتکب ہے اس بارے میں کئی آیتیں اتری ہیں۔ ہر ایک میں شراب خوری و قمار بازی کی مذمت و مذلت ہے۔ آخر سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی جس میں ان ہر دو افعال قبیحہ و ذمیمہ کو شیطانی عمل قرار دیکر ان کی حرمت بیان کی گئی ہے چنانچہ پارہ ۷ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی اے ایمان والو! جز ایں نیست کہ شراب اور جوا اور پیروں بزرگوں کے مزار خانقاہوں کو پوجنا اور تیر فال کے یہ سب ناپاک اور شیطانی عمل ہیں ان سے بچو تاکہ نجات پاؤ۔

اسی آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۹۷ وغیرہ میں حضرت ابوامامہ و ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ اِجْتَنِبُوْا ھٰذِہِ الْکِعَابَ الْمَوْسُوْمَۃَ الَّتِیْ یُزْجَرُ بِھَا زَجْرًا فَاِنَّھَا مِنَ الْمَیْسِرِ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَکَانَ الْمُرَادُ بِھٰذَا ھُوَ النَّرْدُ الَّذِیْ وَرَدَ الْحَدِیْثُ بِہٖ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنْ بُرَیْدَۃَ ابْنِ الْحُصَیْبِ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِیْرِ فَکَاَنَّمَا صَبَغَ یَدَہٗ فِیْ لَحْمِ خِنْزِیْرٍ وَّدَمِہٖ وَفِیْ مُوَطَّا مَالِکٍ وَمُسْنَدِ اَحْمَدَ وَسُنَنَیْ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پانسوں سے بچو جن سے

لوگ کھیلتے ہیں۔ یہ بھی جوا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے پانسوں سے کھیلنے والا گویا اپنے ہاتھوں کو سور کے خون اور گوشت میں آلودہ کرنے والا ہے (یعنی جیسے سور یعنی خنزیر حرام ہے ویسے ہی جوئے بازی بھی ہے) سنن میں ہے کہ جوئے باز خدا اور رسول کا نافرمان ہے ایک مسند احمد کی حدیث مرفوع میں ہے کہ مَثَلُ الَّذِیْ یَلْعَبُ بِالنَّرْدِ ثُمَّ یَقُوْمُ یُصَلِّیْ مِثْلُ الَّذِیْ یَتَوَضَّأُ بِالْقَیْحِ وَدَمِ الْخِنْزِیْرِ بِہٖ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ وَاَمَّا الشِّطْرَنْجُ فَقَدْ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ عُمَرَ اَنَّہٗ شَرٌّ مِّنَ النَّرْدِ وَتَقَدَّمَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ قَالَ ھُوَ مِنَ الْمَیْسِرِ وَنَصَّ عَلٰی تَحْرِیْمِہٖ مَالِکٌ وَّاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَاَحْمَدُ۔ پانسوں، شطرنج، چونسٹھ، تاش وغیرہ کھیلنے والے جوئے باز کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قے اور گندگی سے اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز ادا کرے۔ امام مالک امام ابوحنیفہ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے بھی اس کی حرمت منصوص و منقول ہے۔

قیس بن سعد کی روایت میں مرفوعاً وارد ہے کہ اِنَّ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی حَرَّمَ الْخَمْرَ وَ
یعنی میرے رب تبارک و تعالیٰ نے شراب اور پانسوں اور بربط وغیرہ ہر قسم کے جوئے کو حرام کر دیا ہے — اور حرام کے مرتکبین کے لئے سخت عذاب کی جو وعید قرآن حدیث میں آئی ہے وہ الم نشرح ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ افعالِ قبیحہ و اعمالِ ذمیمہ سے بچائے۔ آمین۔ مزید تفصیل تفسیر ستاری پارہ ۷ میں ملاحظہ ہو۔

فتویٰ بابت قربانی مرغ

سوال (نمبر ۲۹۰) معروض آنکہ زمانہ حال میں چیزوں کی گرانی حد سے بڑھ گئی ہے اس وجہ سے امسال قربانی کا جانور پندرہ بیس روپے سے کم ملنا دشوار ہے۔ بندہ نے سنا تھا کہ پہلے کسی صحیفہ میں یہ مضمون نکل چکا ہے کہ مرغ کی قربانی بھی جائز ہے فرمان نبوی اَلدِّیْنُ یُسْرٌ اور فرمان الٰہی مَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ کے عموم کے ماتحت اگر آپ مرغ کی قربانی جائز سمجھتے ہوں تو بندہ کی تحقیق کرا دیں ادلہ سے مثلاً اگر کسی صحیفہ گذشتہ میں یہ ثبوت ادلہ سے دیا گیا ہو تو وہ صحیفہ ارسال کر دیں۔ اگر نہ ہو تو جس جس کتاب میں اس مسئلہ (ثبوت قربانی مرغ) تحقیق ہو مع نام و صفحہ تحریر فرماویں بندہ کو مسئلہ کی تحقیق ہو جائے گی اور آپ کو اجر عظیم ملیگا۔ مکرر عرض ہے کہ مولانا میں ادلہ کا طالب ہوں صریحی ہوں یا اجتہادی جس کسی صحیفہ یا رسالہ میں ہوں روانہ فرمائیں۔

از (مولوی) محمد (صاحب) ضلع فیروزپور خریدار صحیفہ اہلحدیث نمبر ۱۴۹۳

جواب (۲۹۰) شرعاً مرغ کی قربانی جائز ہے۔ کوئی غریب اگر اس مسئلہ پر عمل کرے تو اس کو مورد الزام نہ بنانا چاہئے کیونکہ حضرت بلال و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ

سے یہ امر ثابت ہے۔ مزید تفصیل و ادلہ مع نام کتاب و صفحہ وغیرہ کے لئے رسالہ صحیفہ اہلحدیث بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ ملاحظہ ہو جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے۔

مفتی ابو محمد

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق نومبر ۱۹۴۴ء جلد ۴ نمبر ۱۲

مسئلہ امامت کے بارے میں فتاوے

کچھ عرصہ ہوا دہلی کی حمیدیہ پارٹی کی ناپاک کوششوں سے ایک رسالہ بنام "فیصلہ حرمین شریفین" شائع ہوا تھا۔ رسالہ مذکور کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ محض غلط بے بنیاد الزامات، بہتانوں، تہمتوں کے ذریعہ حاصل کیا گیا تھا جس میں سادہ لوح، ناواقف بھولے بھالے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈال کر مولانا مولوی عبدالوہاب صاحبؒ محدث ہند اور جماعت غرباء اہلحدیث سے متنفر برگشتہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی تھی۔

شائع کنندہ حضرات کی یہ کوشش تعجب خیز بات نہیں تھی کیونکہ وہ ہندوستان کے حنفی نام نہاد اہلحدیث علماء سے فتاوے لیکر مولانا عبدالوہاب صاحبؒ کو بدنام کرنے اور آواز حق کو دبانے میں ناکامیاب ہو چکے تھے، اُن کے تمام ہتھیاروں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا اس لئے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کا مصداق ہو کر علماء مکہ کے در پر پہنچے۔ ان سے غلط بیانی کر کے فتاوے لیکر بڑے نازاں ہوئے گویا یوں کہنا چاہئے کہ امام الموحدین مولانا عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کو ایذا دینے اور جماعت غرباء اہلحدیث کو مٹانے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا یہ آخری زور تھا مگر شومئ قسمت! کہ یہ بھی بھسم ہو کر رہ گیا۔ اُن کے اس آخری ڈھونگ رچانے پر بھی جماعت غرباء اہلحدیث بفضلہ تعالیٰ نہ مٹ سکی۔ واقعی خدائی فرمان بالکل سچا ہے يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ الآیۃ

یعنی وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں (مگر اُن کو یاد رکھنا چاہیئے) کہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا۔ نیز جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے يَدُ اللهِ ...

نہ معلوم! کہ علماء سے کن چالاکیوں اور فریب کاریوں سے فتاوے لئے گئے کیونکہ حسد اور بغض میں پڑ کر انسان کے لئے حق کو ناحق کرنا، سچ کو باطل کر دکھانا، تہمتیں بہتان لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ خیر ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مگر ہاں اُن کے اس فتوے کے حاصل کرنے کی حقیقت بالکل فاش ہو جاتی ہے جب کہ سفر حج کے اس موقع پر منیٰ اور مکہ میں حضرت امیر فیصل صاحب امام الحرم ابوالسمح صاحب رئیس القضاۃ عبداللہ بن حسن شیخ عمر بن حسن صاحبان و دیگر علماء مکہ، مدینہ، مصر سے ملاقات ہوتے ہوئے ان کے دلی جذبات کا مظاہرہ ہوا۔ بخدا وہ مولانا عبدالوہاب صاحبؒ کو موحد، صالح نیک بڑا عالم کہتے ہیں،

اپنی حد درجہ محبت کا اظہار کرتے ہیں، آپ کو اور جماعت غرباء اہلحدیث کو مسائل کے بارے میں حق پر سمجھتے ہیں اور مخالفین کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ مسائل کے متعلق قلمی فتوے بھی لکھ کر دیئے لہٰذا اُن بھائیوں کی خاطر جن کے قدم پہلے فتوے کو پڑھ کر متزلزل اور ڈگمگا گئے تھے۔

ذیل میں صرف حضرت الفاضل الشیخ العلامہ ابوالسمح امام الحرم المکی کا عربی فتوی مع ترجمہ دربارہ مسئلہ امامت پیش کرتے ہیں۔ ارادہ تو یہ تھا کہ اور فتوے بھی شائع کئے جائیں مگر عدم گنجائش سے مجبوری ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس کو پڑھ کر حمیدیہ پارٹی کی کوششوں کے صادق یا باطل ہونے کا فیصلہ اپنے ضمیر سے خود کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نیک سمجھ دے آمین۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَدَّى الرِّسَالَةَ وَبَلَّغَ الْاَمَانَةَ وَجَاهَدَ فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ حَتّٰى اَتَاهُ الْيَقِيْنُ مِنْ رَّبِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ○ اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اسْتَفْتَانِيْ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ الْهِنْدِيَّةِ فِيْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ قَامَ بِدَعْوَةِ الْحَقِّ فِيْ اَهْلِ بَلَدِهٖ فَاهْتَدٰى بِهٖ خَلْقٌ كَثِيْرٌ ثُمَّ اِنَّهٗ بَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهٗ لَا بُدَّ لَهُمْ مِنِ اتِّخَاذِ اَمِيْرٍ مِّنْهُمْ يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ اُمُوْرِهِمْ بِقَطْعِ النِّزَاعِ وَتَحْكِيْمِ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ بَيْنَهُمْ فَاسْتَجَابُوْا لِذٰلِكَ وَاَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ وَبَايَعُوْهُ عَلٰى ذٰلِكَ فَهَلْ هٰذَا صَوَابٌ اَمْ بَاطِلٌ فَقُلْنَا مُجِيْبًا بَعْدَ حَمْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ اَنَّ هٰذَا الْعَمَلَ صَوَابٌ اِنْ شَاءَ اللهُ فَاِنَّ الْجَمَاعَةَ خَيْرٌ مِّنَ الْفُرْقَةِ وَرَجُلٌ يَّدْعُوْ اِلٰى كِتٰبِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَيَحْكُمُ بِهِمَا عِنْدَ التَّنَازُعِ فِيْ جَمَاعَةِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْهُ عَلٰى ذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ الْاِعْتِرَاضُ عَلَيْهِ اِلَّا فِيْمَا خَالَفَ هٰذَا الْاَصْلَ وَاِذَا صَحَّ اَنَّ الثَّلَاثَةَ يُؤَمِّرُوْنَ عَلَيْهِمْ اَمِيْرًا مِّنْهُمْ فِي السَّفَرِ وَاِذَا كُنَّا نَرَى الْكَثِيْرِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْبَاطِلِ يَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰى طُرُقِ الضَّلَالِ وَالْبِدَعِ وَلَا اَحَدٌ يَعْتَرِضُهُمْ فَالدَّاعِيْ اِلَى الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ وَطَرِيْقِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلٰى بِالْاِمَارَةِ عَلٰى جَمَاعَتِهٖ وَالرِّيَاسَةِ فِيْهِمْ وَمَنْ يُّعَادِيْهِ فِيْ ذٰلِكَ فَهُوَ غَيْرُ مُحِقٍّ وَلَا مُصِيْبٍ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

وَكَتَبَهٗ اَبُو السَّمْحِ عَبْدُ الظَّاهِرِ مُحَمَّدٌ اِمَامُ الْحَرَمِ الْمَكِّيِّ وَمُدِيْرُ دَارِ الْحَدِيْثِ۔

(ترجمہ) میں اُس اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت بخشش کنندہ نہایت مہربان ہے۔

ہر زمانہ میں جمیع تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم اسی کی تعریفیں کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اپنے نفوس کی شرارتوں، اپنے اعمال کی شامتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے بس وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس شخص کو خداوند تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لئے کوئی خیرخواہ رہنما نہیں پاؤ گے۔ اور میں صدق دل سے اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی بھی تہہ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے برگزیدہ بندے اور سچے رسول ہیں۔ آپ نے رسالت کو ادا فرمایا اور امانت کو پہنچایا اور دین الٰہی کے بلند کرتے میں پوری پوری کوشش فرمائی یہاں تک کہ پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس بلاوا آیا۔ آپ، آپ کے اہل بیت، آپ کے صحابہ پر بہت بہت سلام اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔

اس کے بعد واضح ہو کہ ہندوستان کے بعض اہلحدیثوں نے مجھ سے اُس شخص[1] کے بارے میں استفسار کیا جو اہل علم میں سے ہے، جو اپنے شہر میں دعوت حق لیکر کھڑا ہوا جس سے خلق کثیر نے ہدایت پائی۔ پھر ان پر ظاہر ہوا کہ اپنے میں سے ایک شخص کو امیر مقرر کریں جس کی طرف اپنے کاموں کی نزاع دور کرنے اور کتاب وسنت کا فیصلہ حاصل کرنے کے لئے رجوع کریں چنانچہ انہوں نے اس بات کو قبول کیا۔ اس عالم شخص کو اپنے اوپر امیر مقرر کر لیا اور اس کی اس امر کیلئے بیعت کی۔ پس یہ فعل ان کا درست ہے یا غلط؟

خدا کی حمد وثناء اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود وسلام بھیجنے کے بعد ہم جواباً کہتے ہیں کہ بیشک یہ کام انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہے اس لئے کہ فرقہ بندی سے جماعت بہتر ہے اور وہ شخص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور بوقت نزاع قرآن حدیث کے مطابق ان لوگوں کے فیصلے کرتا ہے جنہوں نے اُس کی اس بارے میں بیعت کر رکھی ہے۔ اُس شخص کی مخالفت کرنا جائز نہیں تا وقتیکہ قرآن حدیث کے خلاف نہ ہو۔ اور جب کہ یہ بات صحیح ہے کہ تین آدمی جو سفر میں ہوں وہ ایک شخص کو اپنے پر امیر مقرر کرلیں۔ نیز ہم بہت سے اہل باطل کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو گمراہی وبدعت کے راستوں کی طرف بلاتے ہیں ان کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔ الغرض کتاب وسنت، طریق رسول صلعم کی طرف دعوت دینے والا شخص جماعت کی سرداری ومنصب امامت وامارت کے زیادہ لائق ہے اور جو شخص اس امیر کی مخالفت کرتا ہے وہ سراسر ناحق پر ہے اور (حق والوں کا) اللہ تعالیٰ مددگار ہے اسی پر (اُن کا) بھروسہ ہے۔

[1] یعنی مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم ۱۲۔ صحیفہ

یہ تحریر (حضرت علامہ) ابو السمح عبد الظاہر محمد کی ہے جو بیت اللہ الحرام کے پیش امام اور مدرسہ دار الحدیث کے رئیس ہیں۔
منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۴۳ء جلد ۲۳ نمبر ۷

تیتر بازی کبوتر بازی مرغ بازی بینڈھے وغیرہ چوپائے بازی لگا کر لڑانا جائز ہے یا نہیں

سوال (نمبر ۲۹۲) تیتر بازی، کبوتر بازی، مرغ بازی، بینڈھے وغیرہ چوپائے بازی لگا کر لڑانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ ممانعت وعلت حرمت مدلل ومفصل بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عنایت کرے فقط

سائل خریدار نمبر ۱۳۰۰ از جودھپور مارواڑ

جواب (نمبر ۲۹۲) فی زماننا جن رسوم قبیحہ وافعال ذمیمہ کا شیوع وعروج ہے منجملہ انکے خصائل رذائل مسؤلہ ومرقومہ فی السوال بھی ہیں عوام کالانعام کے علاوہ بعض اطباء وحکماء شرفاء بھی اس میں پابہ زنجیر ہیں۔ اکثر نوجوانوں کو شطرنج بازی، تاش بازی، کبوتر بازی، مرغ بازی، تیتر وبٹیر بازی کنکوے بازی وغیرہ رسوم بد کی عادت ہے جو شرعاً ناجائز وحرام ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں شراب وقمار (جوا بازی) کی حرمت بیان کی ہے وہاں وجہ ممانعت وعلت حرمت اس امر کو قرار دیا ہے کہ شیطان نافرمان تم سے یہ کام کرا کر یوں چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کردے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے غافل کردے اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ؁ پس ظاہر ہے جب کہ شراب وجوئے کے حرام ہونے کی علت یہ ٹھیری تو جس چیز میں یہ علت پائی جائے گی اس کو حرام کہا جائیگا۔ ان سب کھیلوں میں جس قدر قلب کو مشغولی ومدہوشی ہوتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے کہ ایسے لاعبین کو حوائج انسانیہ وامور طبعیہ واقتضایات بشریہ مثلاً کھانے پینے پیشاب پاخانے کی بھی ہوش وفرصت نہیں رہتی۔ نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے اور ان ملاعب خبائث کی بدولت مجادلہ ومخاصمہ ومشاتمہ یعنی گالی گلوچ رنج وتکرار بلکہ ہاتھا پائی کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ آپس میں نفاق وشقاق پیدا ہوجاتا ہے العیاذ باللہ۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۹۷ میں تحت آیت مندرجہ بالا مرقوم ہے وَقَالَ الْقَاسِمُ ابْنُ مُحَمَّدٍ كُلَّمَا اَلْهٰى عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهُوَ مِنَ الْمَيْسِرِ یعنی حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ جو چیز ذکر اللہ اور نماز سے غافل کردے وہ جوا ہے اور جوا بالاتفاق حرام ہے لہٰذا کبوتر بازی وتیتر بازی وغیرہ بھی حرام ہوئی کیونکہ اس میں بھی ہار جیت پائی جاتی ہے۔
مسند احمد وابوداود وابن ماجہ وبیہقی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان شیطان کے پیچھے جا رہا ہے[1]۔ نیز کبوتر بازوں کی عادت دوسروں کے کبوتر پکڑنے کی بھی ہوتی ہے جو سراسر ظلم و غصب ہے جس کی نسبت حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہ گیا ہوگا تو قیامت کے دن ظالم کی نیکیاں مظلوم کو اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دلوائے جائیں گے پھر ظالم دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اگر کوئی کبوتر بازیوں کہے کہ دوسرے بھی تو ہمارا کبوتر پکڑ لیتے ہیں ہم نے اُن کا پکڑ لیا تو کیا ہوا سو واضح رہے کہ یہ چھینا جھپٹی کا مبادلہ و معاوضہ اچھا نہیں۔ اگر کوئی بدمعاش کسی شریف کی چوری کرلے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ شریف بھی اس کے گھر جا کر نقب لگائے اور چوری کا بدلہ چوری ہی کرے۔ اگر کوئی کسی کی عورت سے زنا کرے تو یہ ہرگز درست نہیں کہ وہ بھی اس کی عورت سے زنا کرے بلکہ اس کو شرعی سزا دلوائے۔ اگر کوئی کہے کہ کبوتر بازوں کا گروہ اس مبادلہ پر رضامند ہے کہ جس کے ہاتھ لگے لیجاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ رضامندی تسلیم بھی کرلی جائے تو کبوتر بازوں کا کبوتروں کی ٹولیوں کا لڑانا اور ہار جیت رکھنا جوئے میں داخل ہے۔ جوا رضامندی سے حلال نہیں ہوسکتا۔ اس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

الغرض کسی طرح اس میں جواز کی صورت نہیں۔ ہاں مطلق کبوتر تیتر طوطا بلبل مرغ وغیرہ پالنا منع نہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو فرمایا تھا یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ۔ ان کا لڑانا اُڑانا ہار جیت کرنا قطعاً منع ہے۔ عموماً کبوتر بازی بلبل بازی وغیرہ میں اس قدر مشغولیت ہوتی ہے کہ نہ نماز کی خبر رہتی ہے نہ اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی کی نہ اہل و عیال کی خدمت گذاری کی۔ یہ ایک مستقل وجہ اس کے حرام ہونے کی ہے کیونکہ عبادات و حقوق مذکورہ واجب ہیں اور ترک واجب حرام ہے اور شغل مذکور اس حرام کا سبب ہو جاتا ہے لہٰذا حرام کا سبب بھی حرام ہوا چنانچہ سب مقدمات ظاہر ہیں اور اِنَّ کُلَّ اَمْرٍ یُتَذَرَّعُ بِہٖ اِلٰی مَحْظُوْرٍ فَھُوَ مَحْظُوْرٌ قاعدہ کلیہ ہے کَذَا قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْخَطَّابِیُّ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ پھر ان کبوتر بازوں، کنکوے بازوں کا بیدھڑک کوٹھوں پر چڑھ جانا اور پردہ داروں کی بے پردگی کی کچھ پرواہ نہ کرنا

---

[1] اسی حدیث کے تحت عون المعبود شرح ابی داؤد میں مرقوم ہے کہ اِنَّمَا سَمَّاہُ شَیْطَانًا لِمُبَاعَدَتِہٖ عَنِ الْحَقِّ وَاشْتِغَالِہٖ بِمَا لَا یَعْنِیْہِ وَسَمَّاھَا شَیْطَانَۃً لِاَنَّھَا اَوْرَثَتْہُ الْغَفْلَۃَ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ یعنی اس آدمی کا نام شیطان اس وجہ سے شریعت نے رکھا ہے کہ وہ کبوتر کے پیچھے لگ کر حق سے دور اور بیکار شغل میں مشغول ہو جاتا ہے اور کبوتر کا نام شیطان بایں وجہ رکھا کہ اللہ کے ذکر نماز وغیرہ سے غافل کرنے کا باعث بنا۔ اور شیطان کا تو کام یہی ہے ۱۲ منہ [2] قَالَ النَّوَوِیُّ اِتِّخَاذُ الْحَمَامِ لِلْفَرْخِ وَالْبَیْضِ اَوِ الْاُنْسِ اَوْ حَمْلِ الْکُتُبِ جَائِزٌ بِلَا کَرَاھَۃٍ وَاَمَّا اللَّعْبُ بِھَا لِلتَّطَیُّرِ فَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ مَکْرُوْہٌ فَاِنِ انْضَمَّ اِلَیْہِ قِمَارٌ وَّنَحْوُہٗ رُدَّتِ الشَّھَادَۃُ کَذَا فِی الْمِرْقَاۃِ وَعَوْنٍ جلد ۴ صفحہ ۴۳۰ ۱۲ منہ

اور کبوتروں کو ڈھیلے پتھر مارنا اس سے لوگوں کو پریشان کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جس کا شرعاً قبیح اور موجب بے غیرتی بے حیائی ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے

دفع دخل مقدر چونکہ اکثر کبوترباز حنفی مذہب کے ہوتے ہیں اس لئے یہاں فقہ حنفیہ کا ایک حوالہ پیش کرنا مناسب بلکہ انسب ہے۔ سنئے! درمختار میں ایسی صورت کے متعلق لکھا ہے کہ اگر کبوترباز منع کرنے سے باز نہ آئے تو محتسب[1] کو چاہئے کہ ان کبوتروں کو ذبح کر ڈالے۔ الحاصل جس چیز میں اس قدر مفاسد و معایب ہوں وہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

کنکوے بازی کی بھی عام وبا ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ جس قدر خرابیاں کبوترباز میں ہیں قریب قریب اس میں بھی موجود ہیں۔ کنکوے کے پیچھے دوڑنا اسکو لوٹ کر بھاگنا جسکی ممانعت حدیث میں صراحتاً وارد ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لوٹتا کوئی شخص ایسا لوٹنا جس کی طرف لوگ نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہوں اور پھر بھی وہ مومن رہے۔ ہر شخص[2] کی نیت کا یہ ہونا کہ دوسرے کے کنکوے کو کاٹ دوں اس کا نقصان کر دوں۔ کسی طرح اس کو ضرر پہنچاؤں حالانکہ حدیث میں ہے لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ یعنی اسلام میں ایک دوسرے کا مال لوٹنا ضرر پہنچانا جائز نہیں۔ نماز و ذکر اللہ سے غافل ہونا جسکو اللہ تعالیٰ نے شراب خواری و جوئے بازی کی حرمت کی علت فرمائی ہے۔ اکثر کوٹھوں کی چھتوں پر چڑھ کر گڈی اُڑانا۔ آس پاس والوں کی بے پردگی ہونا۔ بعض اوقات کنکوا چڑھاتے چڑھاتے پیچھے کو ہٹنا اور پیچھے ہٹتے ہٹتے نیچے آپڑنا جان کا تلف ہو جانا (چنانچہ اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں) وغیرہ وغیرہ وجوہات و عیوبات کی بنا پر اس فعل شنیع کا ممنوع و معیوب ہونا ظاہر ہے۔

الغرض کنکوے بازی۔ تیتر بازی۔ بٹیر بازی۔ مرغ بازی۔ بلبل بازی۔ کبوتر بازی۔ جوئے بازی۔ آتشبازی۔ تاش بازی۔ مینڈھے بازی۔ اغلام بازی۔ عشق بازی۔ لونڈے بازی۔ غیر عورتوں کے ساتھ دیدہ بازی۔ ڈھولک بازی۔ شطرنج بازی۔ چونسٹھ بازی۔ خلاف شرع مذاق بازی۔ مکر بازی۔ فن فریب بازی۔ دھوکہ بازی۔ جعل سازی۔ غلیل بازی۔ خاک[3] بازی احکام شرعیہ کے سامنے حجت بازی کرنا کرانا سخت ممنوع و حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ (ابوداؤد۔ ترمذی جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۶) یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جانوروں چوپایوں وغیرہ کے لڑانے سے منع کیا ہے۔ اس حکم میں تیتر۔ بٹیر۔ مرغ۔ مینڈھے وغیرہ سب آ گئے اور واقعی عقل سلیم و فطرت فہیم بھی اس امر کی مقتضی ہے کہ خواہ مخواہ بے زبان جانوروں کو آپس میں لڑوانا،

---

[1] محتسب منہیات شرعیہ سے روکنے والا ۱۲۔ منہ [2] لہو و لعب کھیل کود ۱۲۔ کشوری

خونم خون کرانا پرلے درجے کی بیوقوفی و حماقت اور جہالت ہے۔ در اصل اس کے بانی و موجد قوم لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ مرغ لڑانا مینڈھے لڑانا۔ پاد (گوز) مار کر ہنسنا۔ راہ گیروں کو راہ چلتے چھیڑنا۔ ان پر کنکریاں اور پتھر پھینکنا۔ شارع عام میں اغلام بازی کرنا وغیرہ جملہ بے حیائیاں و بے غیرتیاں ان کی فطرت ثانی بن چکی تھیں چنانچہ پارہ ۲۰ سورۃ عنکبوت میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۝ ترجمہ۔ اور لوط علیہ السلام کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم تو اس بدکاری و بیحیائی پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو؟ اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟ اس کے جواب میں قوم لوط نے بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ بس جا اگر سچا ہے تو ہمارے پاس خدا کا عذاب لے آ۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی کہ اے پروردگار اس مفسد قوم پر تو میری مدد فرما۔

تحت آیت ہذا تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۵۴ تا ۱۵۵ مرقوم ہے أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ الْفَاحِشَةَ بِمَنْ يَمُرُّ بِهِمْ مِنَ الْمُسَافِرِينَ فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ تَرَكَ النَّاسُ الْمُرُورَ بِهِمْ فَقَطَعُوا السَّبِيلَ بِهَذَا السَّبَبِ قَالَ الْفَرَّاءُ كَانُوا يَعْتَرِضُونَ النَّاسَ فِي الطَّرِيقِ بِعَمَلِهِمُ الْخَبِيثِ وَقِيلَ كَانُوا يَقْطَعُونَ الطَّرِيقَ عَلَى الْمَارَّةِ بِقَتْلِهِمْ وَنَهْبِهِمْ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ مَا يَكُونُ سَبَبًا لِقَطْعِ الطَّرِيقِ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيدٍ بِسَبَبٍ خَاصٍّ وَقِيلَ إِنَّ مَعْنَى قَطْعِ الطَّرِيقِ قَطْعُ النَّسْلِ بِالْعُدُولِ عَنِ النِّسَاءِ إِلَى الرِّجَالِ۔ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ النَّادِي وَالنَّدِيُّ وَالْمُنْتَدَى مَجْلِسُ الْقَوْمِ وَمُتَحَدَّثُهُمْ وَلَا يُقَالُ لِلْمَجْلِسِ نَادٍ إِلَّا مَا دَامَ فِيهِ أَهْلُهُ وَاخْتُلِفَ فِي الْمُنكَرِ الَّذِي كَانُوا يَأْتُونَهُ فِيهِ فَقِيلَ كَانُوا يَحْذِفُونَ النَّاسَ بِالْحَصْبَاءِ وَيَسْتَخِفُّونَ بِالْغَرِيبِ وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ قَالَ كَانُوا يَجْلِسُونَ بِالطَّرِيقِ فَيَحْذِفُونَ أَبْنَاءَ السَّبِيلِ وَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ الخ وَأَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوَيْهِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فِي الْآيَةِ هُوَ الْخَذْفُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ

ل نادی و ندی و منتدی وہ جگہ اور چوپال ہے جہاں لوگ بات چیت کرنے کے لئے جمع ہو کر بیٹھتے ہوں کسی مجلس کو نادی نہیں کہتے تاوقتیکہ اس کے لوگ اس میں نہ ہوں ۱۲۔ منہ

وَقِيلَ كَانُوا يَتَضَارَطُونَ فِي مَجَالِسِهِمْ قَالَتْهُ عَائِشَةُ وَقِيلَ كَانُوا يَأْتُونَ الرِّجَالَ فِي مَجَالِسِهِمْ وَبَعْضُهُمْ يَرَى بَعْضًا وَقِيلَ كَانُوا يَلْعَبُونَ بِالْحَمَامِ وَقِيلَ كَانُوا يُنَاقِرُونَ بَيْنَ الدِّيَكَةِ وَيُنَاطِحُونَ بَيْنَ الْكِبَاشِ وَقِيلَ يَبْزُقُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَيَلْعَبُونَ بِالنَّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ وَيَلْبَسُونَ الْمُصَبَّغَاتِ وَكَانَ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ مَضْغُ الْعِلْكِ وَتَطْرِيفُ الْأَصَابِعِ بِالْحِنَّاءِ وَحَلُّ الْإِزَارِ وَالصَّفِيرُ وَلَا مَانِعَ مِنْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ جَمِيعَ هٰذِهِ الْمُنْكَرَاتِ وَلَمَّا أَنْكَرَ لُوطٌ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ أَجَابُوا بِمَا حَكَى اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی لوطیوں کی مشہور بد خصلتی سے لوط علیہ السلام ان کو روکتے اور کہتے تھے کہ تم جیسی خباثت تو تم سے پہلے کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ کفر تکذیب رسول تو خیر اور قومیں بھی کرتی رہیں مگر مردوں سے حاجت روائی کرنا۔ نر کا نر پر چڑھنا تو کسی نے بھی نہیں کیا۔ علاوہ ازیں ان میں یہ بھی بد خصائل تھے کہ راستے روکتے تھے۔ ڈاکے ڈالتے تھے۔ قتل و فساد کرتے تھے۔ راہ گیروں اور مسافروں کو پکڑ کر بد فعلی کرتے تھے۔ مال لوٹتے تھے۔ گھروں اور بازاروں میں علی الاعلان لواطت کرتے تھے ان کی سوسائٹی کا ایک یہ بھی مشغلہ تھا کہ ہوائیں نکال کر (باد مار کر) ہنستے تھے قہقہے مارتے تھے مینڈھے لڑاتے مرغ بازی کرتے بد ترین بُرائیاں کرتے تھے۔ علی الاعلان مزے لے کر گناہ کرنے کے عادی تھے۔ حدیث میں ہے کہ راہ چلتوں پر آوازہ کشی کرتے اور کنکر پتھر پھینکتے تھے۔ سیٹیاں بجاتے تھے کبوتر بازی کرتے تھے۔ مجلسوں میں گوز مارتے تھے۔ ایک دوسرے پر تھوکتے تھے۔ نرد شیر و شطرنج تاش وغیرہ سے کھیلتے تھے۔ عورتوں کی طرح رنگ برنگ کے کپڑے پہننا۔ ہاتھوں میں مہندی لگانا۔ درخت کی چھال چبا کر یا مصطگی چبا کر منہ رچانا ہونٹوں پر سرخی لگانا دانتوں پر مسی ملنا) سب کے سامنے ننگے ہو جانا۔ سیٹیاں بجانا ان کی عام عادت تھی اور یہ جمیع منکرات و جملہ منہیات و سائر ممنوعات اُن کے اندر موجود تھے۔ ترجمان القرآن جلد ۱۰ ص۴۳ و در منثور جلد ۵ ص۱۴۵ و تفسیر ابن کثیر جلد ۷ ص۱۹۱ میں بحوالہ ابن ابی حاتم حضرت مجاہد سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے کہ اَلصَّفِيرُ وَلَعِبُ الْحَمَامِ[1] وَالْجُلَاهِقِ[2] وَالسُّؤَالُ فِي الْمَجْلِسِ وَحَلُّ أَزْرَارِ الْقَبَاءِ یعنی سیٹی بجانا۔ کبوتر اڑانا۔ راہ گیروں کو غلیل مارنا مجلس میں بیہودہ ولایعنی سوال کرنا۔ قبا کی گھنڈیاں کھول کر ننگے ہو جانا قوم لوط کا شیوہ تھا۔

نیز تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت ہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ معنیٰ منقول ہے کہ

---

[1] بالفتح والتخفیف یقال لہ یقع علی الذکر والانثی والہاء فیہ (ای فی الحمامۃ) علی انہ واحد من جنس لا للتانیث کذا فی الصراح بالفارسیۃ کبوتر و فی غیاث اللغات فی ص۱۲۵ و ۱۲۶ حمام بکسر اول بمعنی ہرگ و بفتح بمعنی کبوتران و کبوتر و این لفظ بمعنی جمع و واحد ہر دو آمدہ در صورت جمع بودن جمع حمامہ است از شروح نصاب و منتخب و حمائم نیز جمع آن می آید حمائم بفتح اول و کسر ہمزہ کہ حرف چہارم است جمع حمامہ کہ بمعنی کبوتر و ہر مرغ طوق دار است مثل فاختہ و قمری وغیرہ ۱۲ منہ۔ [2] الجلاہق بضم الجیم وخفۃ اللام وکسر الہاء قوس البندقۃ کذا فی مجمع البحار ۱۲ منہ

كَانُوا يَتَضَارَطُونَ وَيَتَضَاحَكُونَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَالْقَاسِمُ وَمِنْ قَبَائِلِ كَانُوا يُنَاطِحُونَ بَيْنَ الْكِبَاشِ وَيُنَاقِرُونَ بَيْنَ الدُّيُوكِ وَكُلُّ ذٰلِكَ كَانَ يَصْدُرُ عَنْهُمْ وَكَانُوا شَرًّا مِّنْ ذٰلِكَ یعنی وہ لوگ گوز مارتے پر ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تھے اور مینڈھے ودنبے اور مرغ لڑاتے تھے بلکہ اس سے بھی بدترین اور رذیل کام کرتے تھے۔ کفر و عناد سرکشی۔ طغیانی۔ ضد۔ ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ جب لوط علیہ السلام نے ان کی بدافعالیوں و بداعمالیوں کا ان پر انکار کیا تو کہنے لگے کہ بس جا۔ جا نصیحت چھوڑ۔ جن عذابوں سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ لے آ۔ ہم بھی تیری سچائی دیکھیں۔ عاجز آکر لوط علیہ السلام نے بھی دربار الٰہی میں ہاتھ پھیلا دیئے کہ خدایا ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے اور میری مدد کر۔

نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریش بین البہائم کے متعلق بایں الفاظ باب منعقد کرکے حدیث ابن عباس رضؓ مرفوعاً نقل کی ہے بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ یعنی نبی علیہ السلام نے جانوروں چوپایوں کے لڑانے سے منع کیا ہے۔

تحت حدیث ہذا تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی جلد ۳ ص ۳۵ میں مرقوم ہے هُوَ الْإِغْرَاءُ وَتَهْيِيجُ بَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ كَمَا يُفْعَلُ بَيْنَ الْجِمَالِ وَالْكِبَاشِ وَالدُّيُوكِ وَغَيْرِهَا وَوَجْهُ النَّهْيِ أَنَّهُ إِيلَامٌ لِلْحَيَوَانَاتِ وَإِتْعَابٌ لَهَا بِدُونِ فَائِدَةٍ بَلْ مُجَرَّدُ عَبَثٍ یعنی تحریش جانوروں کو ایک دوسرے پر ابھارنے اور لڑنے کے لئے برانگیختہ کرنے کو کہتے ہیں جیسے اونٹوں دنبوں اور مرغوں وغیرہ کو لڑایا جاتا ہے اور یہ بالکل بیکار و بے فائدہ شغل ہے ان کو خونم خون کرنا اور تکلیف دینا ہے۔ اسی طرح کتاب التیسیر شرح جامع صغیر جلد ۲ ص ۴۶۶ میں حدیث مندرجہ بالا نقل کرکے علامہ مناوی رقمطراز ہیں کہ وَأُدْخِلَ فِي ذٰلِكَ التَّزْيِينُ الْعِرَاقِيُّ مُنَاطَحَةُ الثِّيرَانِ وَالْكِبَاشِ وَمُنَاقَرَةُ الدُّيُوكِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ یعنی بچاروں، سانڈوں، بیلوں، مینڈھوں دنبوں مرغوں وغیرہ مثل اونٹوں ہاتھیوں بھینسوں الغرض کل حیوانات کا آپس میں لڑانا اور تماشا دیکھنا۔ رجیت مقرر کرنا شرعاً ناجائز و نادرست ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری ہے مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ یعنی جو چیز تم کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دیں اس کو لیلو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تیتر بازی، مرغ بازی مینڈھے بازی وغیرہ وغیرہ

ا؎ جامع صغیر سیوطی جلد ۲ ص ۱۹۲ میں بحوالہ طبرانی اوسط جابر رضؓ سے صاف الفاظ موجود ہیں کہ نُهِيَ عَنِ الضَّحِكِ مِنَ الضَّرْطَةِ یعنی پاد مار کر ہنسنا منع ہے ۱۲ منہ

بدخصائل وافعال رذائل سے تائب نہ ہوں وہ اس وعید شدید وتہدید اکید وتوہین مزید کے مستحق ہیں
اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنَ التَّحْرِیْشِ بَیْنَ خَلْقِ اللّٰہِ وَمِنَ الْخِزْیِ وَالنَّدَامَۃِ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ فقط

(مفتی) ابومحمد بن ابی محمد غفر لہم الصمد

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۶۴ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۵ء جلد ۲۵ نمبر ۲

مسئلہ استواء علی العرش کی محققانہ بحث

سوال (نمبر ۲۹۳) زید نے بکر سے سوال کیا کہ اللہ پاک کہاں ہے؟ بکر نے جواب دیا کہ اللہ پاک عرش پر ہے۔ قرآن شریف میں فرمان الٰہی موجود ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی زید نے کہا یہ بات بالکل غلط ہے اللہ میاں تو ہر جگہ موجود ہے اس کا کوئی مکان نہیں۔ اسکی دلیل قرآن میں ہے کہ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ الآیۃ۔ بکر نے جواب دیا کہ بھائی یہ معنی آپ نے غلط سمجھا ہے۔ یہ تو خدا کا علم ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ اس پر زید نے کہا کہ تو دہلی سے پڑھ کر کافر ہو کر آیا ہے اور تیرا استاد بھی کافر ہے۔ جو شخص کہے کہ اللہ میاں عرش پر ہے وہ کافر ہے اور اس کا استاد بھی کافر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے اور ناحق کسی کو کافر کہنے والا خود کیا ہوتا ہے قرآن وحدیث کے موافق جلد از جلد جواب عنایت فرما دیں۔

سائل محمد یحیٰی کت ثائی نگر ضلع ندیا

اہل بنگال کا یہ سوال۔ نیز اسی قسم کے کئی سوالات منجانب مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط ساکن پلکھوہ حال وارد لاہور ایڈیٹر اخبار زمزم لاہور برائے جوابات آئے ہوئے ہیں۔ بوجہ عدم فرصت وعلالت طبع کے جوابات نہ لکھ سکا۔ بایں وجہ ناظرین صحیفہ بھی فتاووں کی دید وشنید سے تشنہ لب رہے لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ وَالْعُذْرُ عِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ۔ اب ہر دو صاحبان کے سوالات کے مختصر جوابات قلم بند کر کے ناظرین کی ازدیاد بصیرت وسائلین صاحبان کی مزید تسلی وتشفی کے لئے عالم نبیل مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی کی وہ تحریر دلپذیر درج ذیل ہے جس میں آں جناب نے مولانا عثمان صاحب فارقلیط کو مخاطب کر کے کافی شافی جوابات دیئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ عقیدہ کی درستگی وزیادتی ایمان کی توفیق وثیق عنایت کرے۔ آمین

جواب (نمبر ۲۹۳) زید کا قول مثل بول اور سراسر غلط وباطل ہے۔ ناحق کسی کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ بکر کا کلام عالی مقام بالکل صحیح ودرست ہے کیونکہ قرآن مجید کی ایک نہیں بلکہ بہت سی آیات بینات سے اللہ رب العزت کا عرش پر مستوی ہونا ثابت ہے۔ آیات قرآنی ملاحظہ ہوں۔

آیت نمبر ۱ | إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الآیۃ (سورۂ یونس پ۱۱) یعنی تحقیق پروردگار تمہارا اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے۔

آیت نمبر ۲ | اَللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الآیۃ (سورہ رعد پ۱۳) یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جس نے بغیر ستونوں کے آسمانوں کو بلند کیا پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے۔

آیت نمبر ۳ | تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ (سورۂ طٰہٰ پ۱۶) یعنی اُتارنا ہے اُس شخص کی طرف سے کہ جس نے پیدا کیا زمین اور آسمانوں بلند کو۔ وہ رحمٰن ہے اوپر عرش کے قرار پکڑا اُس نے۔

آیت نمبر ۴ | اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الآیہ (سورۂ سجدہ پ۲۱) یعنی اللہ وہ شخص ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے۔

آیت نمبر ۵ | إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (سورۂ اعراف پ۸) یعنی تحقیق پروردگار تمہارا اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے۔

آیت نمبر ۶ | هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا الآیہ (سورۂ حدید پ۲۷) یعنی معبود وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بیچ چھ دن کے پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے، جانتا ہے جو کچھ داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے اس سے۔

آیت نمبر ۷ | رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ (سورۂ مومن پ۲۴) یعنی بلند درجوں والا ہے صاحب عرش کا ڈالتا ہے روح کو اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تاکہ ڈرائے وہ ملاقات کے دن سے

آیت نمبر ۸ | ءَأَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ (سورۂ ملک پ۲۹) یعنی کیا نڈر ہو گئے ہو تم اُس شخص سے جو آسمان میں ہے یہ کہ دھنسا دے تم کو زمین میں، پس اچانک وہ پھوٹ جائے گی۔

آیت نمبر ۹ | أَمْ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ (سورۂ ملک پ۲۹) یعنی یا نڈر ہو گئے ہو تم اُس شخص سے جو بیچ آسمان کے ہے یہ کہ بھیجے اوپر تمہارے مینہ پتھروں کا پس البتہ جان لو گے کہ کیونکر تھا ڈرانا میرا۔

آیت نمبر ۱۰ | اَلَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

الْعَرْشِ (سورہ فرقان پ ۱۹) ترجمہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

یہ دس آیتیں کلام مجید کی صاف بتا رہی ہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش معلی پر مستوی ہے جو شخص خدا کو بذاتہ ہر جگہ و ہر مکان میں مانتا ہے اس کے عرش پر ہونے کا منکر ہے وہ درحقیقت ان دس آیتوں اور بیسیوں حدیثوں کا منکر ہے العیاذ باللہ۔

الغرض قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے خداوند قدوس کا عرش پر مستوی ہونا نصًا واشارتًا ثابت ہے۔ اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی اس امر کی تنصیص وتائید موجود ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت مجہول ونامعلوم ہے۔ تمام صحابہ وتابعین واتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول واعتقاد تھا کہ اللہ رب العزت عرش پر مستوی ہے اور استوار علی العرش کی کیفیت مجہول ہے۔ مسئلہ ہذا کے متعلق آیات قرانیہ واحادیث نبویہ واقوال سلفیہ کو بسط وتفصیل کے ساتھ دیکھنا اور دکھانا ہو تو امام ذہبی کی کتاب العلو کا مطالعہ کرو اور کراؤ۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَكِتَابُ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ لِلْبَيْهَقِيِّ صفحہ ۲۹۶ یعنی کتاب التقدیر اللہ کے پاس عرش پر ہے۔ وَقَالَ اَدْخُلُ عَلٰى رَبِّيْ وَهُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ (رواہ البخاری)

آیات مندرجہ بالا کی منقول ومعتبر تفسیر

تمام کتب تفاسیر مثل ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور، معالم التنزیل، فتح البیان، جامع البیان، ترجمان القرآن، موضح القرآن، احسن التفاسیر وغیرہ کتب معتبرہ میں آیات مذکورہ بالا کے تحت یہی منقول و منصوص ہے کہ اللہ عز وجل بذاتہ بنفسہ عرش پر مستوی ہے۔ خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے چنانچہ علامہ ابن کثیر تحت آیت ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے رقم طراز ہیں کہ فَلِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ مَقَالَاتٌ كَثِيْرَةٌ جِدًّا لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُ بَسْطِهَا وَاِنَّمَا يُسْلَكُ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ مَذْهَبُ السَّلَفِ الصَّالِحِ مَالِكٍ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَالثَّوْرِيِّ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ ابْنِ رَاهْوَيْهِ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا وَهُوَ اِمْرَارُهَا كَمَا جَاءَتْ مِنْ غَيْرِ تَكْيِيْفٍ وَّلَا تَشْبِيْهٍ وَّلَا تَعْطِيْلٍ اِلٰى اَنْ قَالَ بَلِ الْاَمْرُ كَمَا قَالَ الْاَئِمَّةُ مِنْهُمْ نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ الْخُزَاعِيُّ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ قَالَ مَنْ شَبَّهَ اللّٰهَ بِخَلْقِهٖ كَفَرَ وَمَنْ جَحَدَ مَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ فَقَدْ كَفَرَ وَلَيْسَ فِيْمَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ وَلَا رَسُوْلُهٗ تَشْبِيْهٌ فَمَنْ اَثْبَتَ اللّٰهَ مَا وَرَدَتْ بِهِ الْاٰثَارُ الصَّرِيْحَةُ وَالْاَخْبَارُ الصَّحِيْحَةُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ يَلِيْقُ بِجَلَالِ اللّٰهِ وَنَفٰى عَنِ اللّٰهِ تَعَالَى النَّقَائِصَ فَقَدْ سَلَكَ سَبِيْلَ الْهُدٰى۔ یعنی استوار علی العرش کے بارے میں لوگوں کے مقالات کثیرہ ہیں یہ جگہ اُن کے بسط وتفصیل کی نہیں۔ یہاں مذہب سلف صالحین پر جیسے امام مالک اوزاعی ثوری لیث بن سعد امام شافعی امام احمد بن حنبل اسحاق وغیرہ

ائمہ قدیم وحدیث مسلمین پر چلنا چاہیئے۔ وہ مذہب ان کا یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ کو جس طرح یہ آئی ہے جاری کرے بغیر تکییف تشبیہ تعطیل کے اور جو مشبہین کے اذہان رکیکہ کی طرف متبادر ہوتا ہے اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کیونکہ کوئی شے اس کی مخلوق میں مشابہ خدا نہیں ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ بلکہ بات ماننے کے قابل وہی ہے جو علامہ نعیم بن حماد خزاعی اُستاد امام بخاری وغیرہ نے کہی ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ کافر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو وصف اپنی ذات کیلئے فرمایا ہے (جیسے عرش عظیم پر مستوی ہونا) جس نے اس کا انکار کیا وہ بھی کافر ہوا۔ اور جو اوصاف اللہ تعالیٰ کے خود اللہ ورسول نے بیان کئے ہیں ان میں تشبیہ نہیں ہے۔ سو جو کوئی اللہ کیلئے وہ بات ثابت کرے جو آثار صحیحہ واخبار صریحہ وآیات قرآنیہ میں لائق جلال خداوندی کے آئے ہیں اور نقائص ومعایب کو اللہ سے دور کرے بس وہی سالک سبیل ہُدیٰ ہے۔

پس عبارت ہذا سے صاف واضح ہوگیا کہ سلف نے آیات واحادیث صفات کو ظاہر پر محمول کیا ہے وَالنُّصُوصُ تُحْمَلُ عَلٰى ظَوَاهِرِهَا قاعدہ مسلمہ ہے۔ انہوں نے صفات الٰہی میں کیف وکم کو دخل نہیں دیا مع اعتقاد تنزیہ کے تجسیم وتشبیہ سے۔ سلف مؤولین کی سعادت مندی ونجات اخروی اسی میں ہے کہ وہ سلف مفوضین کی روش اختیار کرکے ہر آفت تاویل وبلائے بدعقیدگی وغیرہ سے سلامت باکرامت رہیں۔ جس امر میں ہم کو حکم خوض بے فوز کا نہیں ہے نہ کوئی دلیل وجوب تاویل پر موجود ہے اُس میں ہم کیوں کرید کریں۔ جب قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اور ائمہ اربعہ مجتہدین اور سارے محدثین باتمکین بدون تاویل وتوجیہ کے باجرائے نصوص وسنن علیٰ ظاہرہا گذرگئے تو اب خلف مخالف سلف کیا خاک اُنسے بہتر کوئی طریقہ اَعلم واَسلم نکال سکتے ہیں جب کہ امت اسلام نے اللہ پاک کو متصف باوصاف واردہ کتاب وسنت مان لیا اور تشبیہ وتمثیل مخلوقات وکائنات سے پاک ومنزہ یقین کرلیا تو اب اعتقاد تجسیم کہاں باقی رہا۔ ہزار بار کوئی ظاہر صیغہائے والفاظ مذکورہ سے جسمیت سمجھا کرے مگر لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ سیف قاطع ہے واسطے نفی تشبیہ کے جس طرح کہ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ حجت ساطع ہے عدم تمثیل پر، وباللہ التوفیق۔

دراصل یہ مسئلہ ایک بڑا معرکۃ الآراء ہے مسائل اعتقادیہ میں جس کے سبب سے قدیماً وحدیثاً بڑے بڑے قلاقل وزلازل دنیا میں واقع ہوئے۔ جہلہ متکلمین نے جو خوگر مذاق فلاسفہ تھے سلف کی تکفیر وتضلیل کی۔ مقلدین مذاہب رجال نے بڑے بڑے ائمہ دین کے حق میں بے ادبی وگستاخی کے ساتھ موشگافی وزبان درازی کا اظہار کیا حالانکہ یہ کچھ ایسی مشکل بات نہ تھی جس پہ یہ ہنگامہ قائم ہوا۔

مسئلہ ہذا میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ کا بھی رنگ ڈھنگ بگڑا ہوا ہے

قرآن وحدیث و اعتقاد سلف کے خلاف اعتزال وجہمیت کی طرف رجحان ومیلان ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں علاوہ دیگر صفات باری تعالےٰ کے آیت ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا معنی بھی خلاف سلف صالحین صحابہ کرام وتابعین عظام کے کیا ہے جو عقیدہ اہل سنت ومذہب اہلحدیث سے بمراحل دور ہے۔ نیز پچھلے دنوں جب مجھے جلسہ خانپور تحصیل مکیریاں ضلع ہوشیارپور میں مدعو کیا گیا تھا تو بعض معتقدین مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے یہ اعتراض کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کو مستوی علی العرش ماننے سے خدا کا مجسم ومحدود ہونا لازم آتا ہے لہٰذا اپنی تقریر میں اس پر بھی روشنی ڈالیں چنانچہ عاجز نے دوران تقریر میں بقدر ضرورت اس کی تشریح کی تھی اور اب بھی تحقیق سپرد قلم کی ہے تاکہ ہمارے بھائیوں کی اصلاح ہو اور عقیدہ خلف کو ترک کر کے عقیدہ سلف اختیار کریں و باللہ التوفیق۔

آیت نمبر ۵ کی تفسیر کمالین حاشیہ جلالین صفحہ ۱۳۲ میں بایں الفاظ منقول ہے عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَالْاِمَامِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ وَالْحَسَنِ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمَالِكٍ اَنَّ الْاِسْتِوَاءَ مَعْلُوْمٌ وَالْكَیْفَ مَجْهُوْلٌ وَالْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ اللّٰهَ فِی السَّمَاءِ دُوْنَ الْاَرْضِ وَعَنْهُ وَقَالَ مَنْ اَنْكَرَ اللّٰهَ فِی السَّمَاءِ فَقَدْ كَفَرَ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی عَرْشِهٖ فِیْ سَمَائِهٖ یَقْرُبُ مِنْ خَلْقِهٖ كَیْفَ شَاءَ وَیَنْزِلُ كَیْفَ شَاءَ وَمِثْلُ ذٰلِكَ قَالَ اَحْمَدُ وَقَالَ اِسْحٰقُ اِنَّهٗ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنَّهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ وَیَعْلَمُ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ قَوْلُ الْمُزَنِیِّ وَالْبُخَارِیِّ وَاَبِیْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَاَبِیْ یَعْلٰی وَالْبَیْهَقِیِّ وَغَیْرِهِمْ مِّنْ اَئِمَّةِ الْحَدِیْثِ الخ یعنی حضرت ام سلمہ اور امام جعفر صادق اور امام حسن وامام ابوحنیفہ وامام مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اس کے متعلق سوال وکرید کرنا بدعت ہے۔ اور امام بیہقیؒ امام ابوحنیفہؒ سے ناقل ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، زمین پر نہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے آسمان پر ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ امام شافعی وغیرہ اہل علم کا اجماع ہے اس مسئلہ پر کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے وہیں سے ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہی قول ہے علامہ مزنی وامام بخاری وامام ابوداؤد وامام ترمذی وامام ابن ماجہ وابویعلےٰ وامام بیہقی وغیرہ ائمہ حدیث کا۔

اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا ثبوت توراۃ سے

توراۃ وہ کتاب ہے جس کے متعلق حدیث میں ہے کہ وَكَتَبَ التَّوْرٰىةَ بِیَدِهٖ یعنی خداوند قدوس نے اپنے ہاتھ سے توراۃ لکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو دی۔ اس میں

بھی اللہ عزوجل نے اپنی ذات اقدس لم یزل ولایزال کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا ہے چنانچہ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب العلو میں کعبؓ احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِی التَّوْرَاۃِ اَنَا اللّٰہُ فَوْقَ عِبَادِیْ وَعَرْشِیْ فَوْقَ جَمِیْعِ خَلْقِیْ وَاَنَا عَلٰی عَرْشِیْ اُدَبِّرُ اُمُوْرَ عِبَادِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ فِی السَّمَاءِ وَلَا فِی الْاَرْضِ یعنی تورات میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں اوپر بندوں اپنوں کے اور عرش میرا تمام مخلوق کے اوپر ہے اور میں اپنے عرش پر ہوں وہیں سے اپنے بندوں کے کل کاموں کی تدبیریں کرتا ہوں۔ آسمان وزمین میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھ پر مخفی وپوشیدہ ہو۔

سبحان اللہ کیا صاف اور صریح فیصلہ ہے۔ کیا اب بھی کسی شخص کو شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ یہ تو فیصلہ وہاب لکل منکر ومرتاب ہے۔ اگر ہمارے کہنے سے خدا کو عرش پر نہیں مانتے تو خدا کے کہنے سے تو مان جاؤ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ○ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ○ خدا سے بڑھ کر کونسا منطقی فلسفی سچا ہو گا جس کا یقین کرو گے خدا کا صاف فرمان وفیصلہ ہے کہ میں عرش پر ہوں۔ کیا کوئی یہ دکھا سکتا ہے کہ خدا نے کہیں بھی فرمایا ہو میں عرش پر نہیں ہوں یا میں لامکاں ہوں۔ بذاتہ بنفسہ ہر جگہ ہوں؟ حاشا وکلا۔ منکرین عرش اگر سچے ہیں تو یہ الفاظ کسی معتبر کتاب میں دکھائیں یا ہم دکھاتے ہیں مان جائیں لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْھِمْ بِسُلْطٰنٍ بَیِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ○

فرقہ حلولیہ وجودیہ وغیرہ کی تردید

توریت کی اس عبارت اور قرآن مجید کی آیت یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وغیرہ آیات میں فرقہ حلولیہ وجودیہ صوفیہ شیطانیہ کی بھی پوری تردید ہے۔ اس سے نفی حلول کی خلق میں نکلی۔ اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے بائن جدا ہے آسمان ہی سے طرف زمین کے ہر امر کی تدبیر کرتا ہے اپنی ذات بالا صفات اعلیٰ سے ہر مکان وہر جگہ نہیں ہے۔

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات کے صفحہ ۲۹۳ میں فرماتے ہیں تَعَالَی اللّٰہُ رَبُّنَا عَنِ الْحُلُوْلِ وَالْمُمَاسَّۃِ عُلُوًّا کَبِیْرًا ○ یعنی ہمارا رب عرش پر مستوی ہے فوق الاشیاء ہے سب سے بائن (جدا) ہے کسی چیز میں حلول نہیں۔ عموماً گروہ مذکورہ روافض وکرامیہ کے عقائد پر مشتمل ہے جو حلول اور تشبیہ کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ جائز ہے خداوند تعالیٰ کسی شخص کی صورت میں ظہور کرے مثل جبرئیل علیہ السلام کے۔ ملاحظہ ہو کتاب الملل والنحل صفحہ ۵۸ جیسا کہ اہل بدعت کا عقیدہ ہے ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر ؞ اتر آیا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

معلوم ہوا کہ آج کل کے بدعتیوں قبر پرستوں پیر پرستوں اور حلولیوں وجودیوں وغیرہ

گمراہ فرقوں کا ایک ہی عقیدہ ہے۔ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رح اپنی کتاب غنیۃ الطالبین مطبع مرتضوی کے صفحہ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں کہ فرقہ سالمیہ کا بھی یہی کفریہ عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جب لوگ کسی قاری سے قرآن سنتے ہیں تو درحقیقت اللہ ہی سے سنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کی زبان پر پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے عرش اور فرش میں کوئی فرق نہیں حالانکہ قرآن مجید میں ان کی تکذیب و تردید موجود ہے کہ رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا یہ کہیں نہیں آیا کہ خدا نے زمین پر یا حاملہ کے پیٹوں یا پہاڑ وغیرہ پر قرار پکڑا فمن قولہم اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقْرَأُ عَلٰی لِسَانِ کُلِّ قَارِئٍ وَاَنَّھُمْ اِذَا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ قَارِئٍ فَاِنَّمَا یَسْمَعُوْنَہٗ مِنَ اللّٰہِ وَھٰذَا الْقَوْلُ یُفْضِیْ اِلَی الْحُلُوْلِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اِلٰی قَوْلِہٖ وَھٰذَا کُفْرٌ وَمِنْ قَوْلِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ الْعَرْشِ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْاَمْکِنَۃِ وَفِی الْقُرْاٰنِ تَکْذِیْبُھُمْ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ○ وَلَا یُقَالُ عَلَی الْاَرْضِ اسْتَوٰی وَلَا عَلٰی بُطُوْنِ الْحُبَالٰی وَالْجِبَالِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاَمْکِنَۃِ نیز فرقہ کلابیہ (جو فرقہ مرجیہ کی ایک شاخ ہے) بھی خدا کے استوٰی علی العرش کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَزَلْ عَلٰی مَا کَانَ عَلَیْہِ مِنْ قَبْلُ وَاَنْ لَّا مَکَانَ یعنی خدا الاٰن کما کان اور لامکان ہے اس کا کوئی مکان نہیں۔ (غنیہ صفحہ ۲۳۹ و مطبوعہ ص۱۷۱ لاہور)

حدیث رسول اللہ صلعم سے خدا کے مکان کا ثبوت

مولوی عثمان صاحب کو امام بیہقی کے ایک قول سے مغالطہ ہو گیا ہے جس سے آپ خدا کا لامکان ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اگر اس قول کو اپنے ظاہری معنے پر لیا جائے تو یہ حدیث رسول اللہ کے صریح خلاف ہے۔ اور چونکہ ہم اہلحدیث نہ تو امام بیہقی کے مقلد ہیں نہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے لہٰذا یہ قول قابل حجت نہیں۔ ہم حدیث نبوی کے خلاف کسی بڑے سے بڑے امام کی تو کیا کسی نبی کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ سنئے یہی امام بیہقی اپنی کتاب شعب الایمان میں بروایت انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً لائے ہیں کہ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِھِمْ بَاھٰی بِھِمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ فَقَالَ یَا مَلٰٓئِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرَہٗ قَالَ مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَآئِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَی الدُّعَآءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّھُمْ الحدیث یعنی جب عید کا دن ہوتا ہے تو خدائے تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے کہ جو مزدور اپنا کام پورا کر دے بتاؤ اسکا کیا بدلہ ہے۔ فرشتے جواباً کہتے ہیں کہ اے ہمارے آقا اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت و مزدوری پوری پوری دی جائے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان میرے غلاموں اور میری لونڈیوں مسلمان مرد

عورتوں نے میرا فرض رمضان کے روزے پورے پورے ادا کئے پھر میدان عیدین اگر مجھ سے مزدوری واجرت طلب کر رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ مجھ کو اپنی عزت کی قسم اپنے جلال کی قسم اپنے کرم کی قسم اپنی بلندی کی قسم اپنے اونچے مکان کی قسم میں ضرور ان مسلمان موحدوں کی دعا قبول کریگے ان کی مغفرت کردوں گا۔ اِرْجِعُوْا قَدْ غُفِرَتْ لَکُمْ جاؤ اے مسلمانو! میں نے تمھیں بخش دیا۔

پس حدیث ہذا سے صاف عیاں ہے کہ خدا کا مکان سب مکانوں سے اونچا اور بلند ہے اور وہ عرش ہے اسی کی خدا نے قسم کھائی ہے۔ اس سے بلندی مرتبہ مراد نہیں وہ تو لفظ وعلوی سے ثابت ہوچکا۔ عُلُوِّیْ کے بعد وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ کہنا صاف دلیل ہے کہ مرتبہ کی بلندی اور چیز ہے اور مکان کا ارتفاع اور چیز ہے۔ دونوں صفتوں کو ایک کردینا کوئی کمال وعقل کی بات نہیں۔ مانا کہ امام بیہقی بڑے آدمی ہیں لیکن مولانا یاد رکھئے وَالْحَقُّ اَکْبَرُ مِنْہُ حق ان سے بہت بڑا ہے مسلمان کو تو حق بات ماننی چاہیے۔

امام بیہقی کے کلام کا صحیح مقصد و توجیہ

مولانا! علم آسمانی قرآن حدیث تفہیم وتفہم کے لئے بموجب فرمان نبوی اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْفِقْهُ بِالتَّفَقُّهِ تعلم ایک ضروری ولابدی شے ہے۔ جو علماء بے استاد بے تعلم کی روشنی سے نابلد اور اس کی چاشنی سے بے ذوق ومحروم ہوتے ہیں۔ وہ اکثر قرآن حدیث کے مسائل میں دھوکا کھا بیٹھتے ہیں۔ احادیث کی تطبیق وتوفیق سے ناآشنا ہوتے ہیں بایں وجہ ارشاد الٰہی اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کے مصداق ہو کر اختلاف کی تاریک ترین گھاٹیوں میں پھنس کر متحیر العقول والایمان ہوجاتے ہیں العیاذ باللہ۔ ٹھیک اسی طرح بعض مقامات ائمہ دین کے کلام وائمہ حدیث کے اقوال میں بھی بربنائے تعلم تطبیق وتوفیق کی ضرورت پڑجاتی ہے۔ آپ نے جو امام بیہقی کا کلام نقل کیا ہے اُس سے خدا کی لامکانیت پر استدلال نہ کیجئے بلکہ اُس کا معنے یہ سمجھئے کہ خدا کسی مکان ومرکب کا محتاج نہیں۔ آپ نے اپنے سوال میں جو عبارت کتاب الاسماء والصفات کی نقل کی ہے وہاں تو عرش کا ذکر تک بھی نہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۳۱۶ میں تو آیت هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ کی تفسیر منقول ہے۔ اسی کے تحت امام موصوف رقمطراز ہیں اَلْمَلٰٓئِكَةُ يَجِيْئُوْنَ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَجِيْءُ فِيْمَا يَشَآءُ۔ آگے چل کر فرماتے ہیں فَصَحَّ بِهٰذَا التَّفْسِيْرِ اَنَّ الْغَمَامَ اِنَّمَا هُوَ مَكَانُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَمَرْكَبُهُمْ یعنی غمام (بادل) فرشتوں کا مکان ومرکب ہے، اللہ کا نہیں۔ آپ نے صفحہ ۳۱۶ تو دیکھ لیا جہاں خدا کے مکان عرش کا ذکر تک نہیں بلکہ خدا کی صفت اتیان ومجیئت کا ذکر ہے اور اسی کتاب کا صفحہ ۲۹۶ تا صفحہ ۲۹۷ نہیں ملاحظہ فرمایا جہاں امام موصوف نے

صاف الفاظ میں فیصلہ دیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی السَّمَاءِ فَوْقَ کُلِّ شَیْءٍ مُسْتَوٍ عَلٰی عَرْشِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر ہے آسمان میں ہے عرش پر مستوی ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں اَنَّہٗ فَوْقَ سَمٰوٰتِہٖ عَلٰی عَرْشِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاِنَّہٗ لَیَأِطُّ بِہٖ اَطِیْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاکِبِ اَخْرَجَہٗ اَبُوْدَاوٗدَ فِیْ کِتَابِ السُّنَنِ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے اور وہ اس طرح آواز کرتا ہے جس طرح پالان راکب کے ساتھ آواز کرتا ہے وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِیْ حَدِیْثِہٖ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَوْقَ عَرْشِہٖ وَعَرْشُہٗ فَوْقَ سَمٰوٰتِہٖ نیز ص۳۲ میں لکھتے ہیں اِنَّ خَبَرَ الصَّادِقِ وَرَدَ بِاَنَّہٗ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی فَھُوَ عَلٰی عَرْشِہٖ کَمَا اَخْبَرَ وَقَصَدَ بِذٰلِکَ تَکْذِیْبَ الْجَھْمِیَّۃِ فِیْمَا زَعَمُوْا اَنَّہٗ بِکُلِّ مَکَانٍ یعنی حدیث میں آچکا ہے کہ خدائے تعالیٰ عرش پر ہے اور اس سے فرقہ جہمیہ کی تکذیب و تردید مقصود ہے جو وہ بکواس کرتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ اسی صفحہ میں آگے فرماتے ہیں کہ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الْمُبَارَکِ یَقُوْلُ نَعْرِفُ رَبَّنَا فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِہٖ وَلَا نَقُوْلُ کَمَا قَالَتِ الْجَھْمِیَّۃُ اَنَّہٗ ھٰھُنَا وَاَشَارَ اِلَی الْاَرْضِ یعنی عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کی پہچان یہ ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے عرش پر مستوی ہے اپنی مخلوق سے جدا ہے اور ہم اس طرح نہیں کہتے جس طرح جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ زمین پر ہے۔

نیز حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب محشر میں لوگ مجھ سے شفاعت کیلئے سوال کریں گے تو میں اپنے رب کے گھر جاکر شفاعت کی اجازت طلب کروں گا عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَأْتُوْنِیْ اَھْلُ الْمَحْشَرِ یَسْأَلُوْنِی الشَّفَاعَۃَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِہٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ نیز امام موصوف نے کتاب مذکور کے ص۲۹۱ میں بایں الفاظ باب منعقد کرکے کئی آیات عرش وکرسی کے اثبات اور متعدد احادیث خدا کے استواء علی العرش کے اثبات میں بیان کی ہیں فرماتے ہیں بَابُ مَا جَاءَ فِی الْعَرْشِ وَالْکُرْسِیِّ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ وَقَالَ تَعَالٰی وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ وَقَالَ جَلَّ وَعَلَا ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ○ وَقَالَ جَلَّتْ عَظَمَتُہٗ وَتَرَی الْمَلٰئِکَۃَ حَافِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ وَقَالَ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ اَلْاٰیَۃَ وَقَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ ○

ان آیات کے بعد ابن ماجہ کی وہ حدیث نقل کرکے صاف فیصلہ کردیا جس کے یہ الفاظ ہیں کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر آٹھ فرشتے ایسی صفت کے ہیں جن کے پیروں سے لے کر گھٹنوں تک اتنا فاصلہ و بعد ہے جتنا کہ ایک آسمان سے لے کر دوسرے آسمان تک

ثُمَّ عَلٰی ظُهُوْرِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ اَسْفَلِهٖ وَاَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰی سَمَاءٍ ثُمَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی جَلَّ ثَنَاءُهٗ فَوْقَ ذٰلِكَ یعنی ان آٹھ فرشتوں پر خدا کا عرش ہے اور عرش عظیم پر خداوند تعالیٰ مستوی ہے۔

منکرین استواء علی العرش کے شبہات اور ان کے جوابات

مولوی عثمان صاحب فارقلیط اپنے سوالات میں لکھتے ہیں کہ بعض محدثین حدیث اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ وَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ سے خدا کو لامکان سمجھتے ہیں (کتاب الاسماء ص۳۱۳) یہی شبہ بنگالی زید صاحب کو بھی آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ سے ہوا ہے کہ خدا ہر جگہ ہے اُس کا کوئی مکان نہیں۔ نیز بعض منکرین مسئلہ ہذا کو آیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور آیت وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ سے بھی یہی شبہ گذرتا ہے کہ خدا ہر جگہ ہے۔ سو واضح باد کہ اولاً تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مذکور میں بَعْضُ اَصْحَابِنَا کہا ہے۔ بعض محدثین نہیں کہا۔ ثانیاً کتاب و سنت و سلف صالحین محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آگے بعض کا قول کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

افسوس آپ نے امام بیہقی کا بَعْضُ اَصْحَابِنَا تو دیکھ لیا اور اسی کتاب کے ص۳۰۶ میں جہاں امام موصوف نے مسئلہ ہذا کی وضاحت کرتے ہوئے اس کو مدلل بیان کیا ہے وہ ملاحظہ نہ کیا۔ سنئے! اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ بَلَغَنَا فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ وَالظَّاهِرُ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْبَاطِنُ اَقْرَبُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ بِالْقُرْبِ بِعِلْمِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَهُوَ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِقْدَارُ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفُ عَامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ مِنَ الْقَطْرِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنَ النَّبَاتِ وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنَ الْقَطْرِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا يَعْنِيْ مَا يَصْعَدُ اِلَی السَّمَاءِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ يَعْنِيْ قُدْرَتُهٗ وَسُلْطَانُهٗ وَعِلْمُهٗ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ كَذَا فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ مُقَاتِلِ ابْنِ حَيَّانَ قَالَ قَوْلُهٗ اِلَّا وَهُوَ مَعَهُمْ يَقُوْلُ عِلْمُهٗ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فَيَعْلَمُ نَجْوٰهُمْ وَيَسْمَعُ كَلَامَهُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِكُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَعِلْمُهٗ مَعَهُمْ اِنْتَهٰی مَا فِي الْاَسْمَاءِ وَفِي الْجَامِعِ لِلتِّرْمِذِيِّ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سَبْعَ اَرَضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرْضَيْنِ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَهَبَطَ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ الْاٰيَةَ قَالَ الْاِمَامُ التِّرْمِذِيُّ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالُوْا اِنَّمَا

هَبَطَ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطٰنِهٖ وَعِلْمُ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ كَذَا فِيْ جَامِعِ الْبَيَانِ۔

خلاصہ مطلب عبارت ہذا کا یہ ہے کہ قرب سے مراد قرب بالعلم ہے بالذات نہیں۔ بذاتہٖ تو وہ عرش پر ہے، اس کا علم ہر جگہ ہے۔ وہیں سے وہ سب کی سرگوشیوں کو جانتا ہے سب کا کلام سنتا ہے پھر سب کو قیامت کے دن ہر چیز کی خبر دیگا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم نے اس آیت وحدیث کا یہی معنے کیا ہے کہ ساتوں زمینوں کے نیچے بھی اللہ کا علم اس کی قدرت وسلطنت موجود ہے۔ وہ خود بذاتہ بنفسہ عرش پر مستوی ہے جیساکہ اس نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان کردیا۔ پس آیت ہذا سے خدائے تعالیٰ کی لامکانیت اور اس کے بذاتہ ہر جگہ موجود ہونے پر استدلال کرنا بالکل غلط بل اغلاط وخلاف کتاب وسنت و تصریحات محدثین وتشریحات سلف صالحین وائمہ دین ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ وَهُوَ مَعَكُمْ قَالَ عِلْمُهٗ كَذَا فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ وَقَالَ شَيْخُ الْاِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِيْ رِسَالَةِ النُّزُوْلِ وَقَدْ ثَبَتَ عَنِ السَّلَفِ اَنَّهُمْ قَالُوْا هُوَ مَعَهُمْ بِعِلْمِهٖ وَقَدْ ذَكَرَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَيْرُهٗ اَنَّ هٰذَا اِجْمَاعٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَلَمْ يُخَالِفْهُمْ فِيْهِ اَحَدٌ يُّعْتَدُّ بِهٖ وَهُوَ مَاثُوْرٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالضَّحَّاكِ وَمُقَاتِلِ ابْنِ حَيَّانَ وَالثَّوْرِيِّ وَاَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ وَّغَيْرِهِمْ وَفِيْ رِسَالَةِ النُّزُوْلِ اَيْضًا فَلَفْظُ الْمَعِيَّةِ لَيْسَتْ فِيْ لُغَةِ الْعَرَبِ وَلَا شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَنْ يُّرَادَ بِهَا اخْتِلَاطُ اِحْدَى الذَّاتَيْنِ بِالْاُخْرٰى كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ وَقَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَوْلِهٖ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ وَقَوْلِهٖ وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا كَثِيْرٌ فَامْتَنَعَ اَنْ يَّكُوْنَ قَوْلُهٗ وَهُوَ مَعَكُمْ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ ذَاتَهٗ مُخْتَلِطَةٌ تَكُوْنُ بِذَوَاتِ الْخَلْقِ وَاَيْضًا فَاِنَّهٗ اِفْتَتَحَ الْاٰيَةَ بِالْعِلْمِ وَخَتَمَهَا بِالْعِلْمِ فَكَانَ السِّيَاقُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ اَرَادَ اَنَّهٗ عَالِمٌ بِهِمْ الخ یعنی ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ہذا کی تفسیر یوں منقول ہے کہ جہاں کہیں بھی تم ہو وہ خدا تم کو جانتا ہے اس کی معیت بالعلم ہے بالذات نہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ کسی نے علامہ سفیان ثوری سے اس کا معنے پوچھا تو جوابًا فرمایا کہ اللہ کا علم تمہارے ساتھ ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ تمام سلف سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ علم سے ہے علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے کہا کہ تمام صحابہ اور تابعین کا اس مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہے اور کوئی شخص جس کا اہل علم میں اعتبار ہے اس میں مخالف نہیں اور یہی بات منقول ہے

ابن عباسؓ وضحاکؒ ومقاتلؒ وثوریؒ اور امام احمدؒ بن حنبل وغیرہ سے۔ کتب لغت وقرآن مجید کی متعدد آیات میں لفظ معیت کا وارد ہے مگر کسی جگہ بھی ایک ذات کا اختلاط دوسری کے ساتھ مراد نہیں اور پھر اس آیت کا سیاق وسباق صاف بتارہا ہے کہ معیت بالعلم مراد ہے معیت بالذات نہیں چنانچہ اللہ رب العزت نے آیت ہذا کو شروع بھی لفظ علم کے ساتھ کیا اور ختم بھی علم کے ساتھ کیا ہے جس سے صاف روشن ہے کہ معیت سے مراد علم وعون ہے۔ آہ سچ ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ∴ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

درمنثور وشرح حدیث النزول، نیز کتاب الاسماء کے صفحہ ۳۰۳ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان میں ہے، زمین میں نہیں ہے تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن مجید میں تو اللہ نے وَهُوَ مَعَكُمْ کا لفظ فرمایا ہے یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح تو اپنے خط میں کسی کو لکھے کہ میں تیرے ساتھ ہوں حالانکہ تو اس سے غائب ہوتا ہے وہ ایک شہر میں ہے تو دوسرے شہر میں عِبَارَتُهٗ هٰذِهٖ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي السَّمَاءِ دُوْنَ الْاَرْضِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَرَاَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مَعَكُمْ قَالَ هُوَ كَمَا تَكْتُبُ اِلَى الرَّجُلِ اَنِّيْ مَعَكَ وَاَنْتَ غَائِبٌ

نیز شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا سب کتابوں میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہیں مذکور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد معیت ذاتی نہیں معیت صفتی ہے فَانْتَهِ وَتَبَرَّ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ الْمُؤَوِّلِيْنَ الْمُحَرِّفِيْنَ۔ نیز کتاب العلو میں یحییٰ بن عمار فرماتے ہیں بَلْ نَقُوْلُ هُوَ بِذَاتِهٖ عَلَى الْعَرْشِ وَعِلْمُهٗ مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ یعنی اللہ پاک بذاتہ عرش پر ہے اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَقَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا یعنی خداوند تعالیٰ محیط کل علم ہے۔ اسی کتاب العلو میں علامہ ابوعمر طلمنکیؒ سے منقول ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَوْقَ السَّمٰوٰتِ بِذَاتِهٖ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَيْفَ شَاءَ وَقَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ فِيْ قَوْلِهِ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ اِنَّ الْاِسْتِوَاءَ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى عَرْشِهٖ عَلَى الْحَقِيْقَةِ لَا عَلَى الْمَجَازِ یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا حقیقی ہے مجازی نہیں۔ کتاب العلو میں امام مالکؒ فرماتے ہیں اَللّٰهُ فِي السَّمَاءِ وَعِلْمُهٗ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ لَّا يَخْلُوْ مِنْ عِلْمِهٖ مَكَانٌ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اسکا علم ہر جگہ ہے کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خلق افعال العباد میں فرماتے ہیں لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَتِ الْجَهْمِيَّةُ اِنَّهٗ فِي الْاَرْضِ هٰهُنَا بَلْ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى یعنی ہم جہمیہ کی طرح خدا کو

ہر جگہ نہیں مانتے وہ تو عرش پر مستوی ہے۔ نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے هُوَ مَعَكُمْ آگے رَقِيبٌ عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ عَلَىٰ أَعْمَالِكُمْ حَيْثُ كُنْتُمْ وَأَيْنَ كُنْتُمْ الخ یعنی هُوَ مَعَكُمْ سے مراد یہ ہے کہ وہ نگہبان ہے تمہارا اور تمہارے اعمال پر شاہد ہے جہاں کہیں بھی تم ہو جنگل میں یا دریا میں، رات کو یا دن کو گھر میں یا چٹیل میدان میں۔ الغرض تمام مقامات پر اسکا علم مساوی ہے۔ اور تفسیر جامع البیان میں ہے تحت آیت مذکورہ کے أَجْمَعَ السَّلَفُ عَلَىٰ أَنَّ اسْتِوَاءَهُ عَلَى الْعَرْشِ صِفَةٌ لَهُ بِلَا كَيْفٍ نُؤْمِنُ بِهِ وَنَكِلُ الْعِلْمَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنْهُ خَلْقَ الْعَرْشِ بَعْدَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ یعنی اجماع کیا ہے سلف صالحین نے اس بات پر کہ قرار پکڑنا اللہ کا عرش پر یہ اس کی صفت ہے بلا کیف (یعنی ہم کو اس کی کیفیت کا علم نہیں ہے) اور سونپتے ہیں ہم علم اس کی حقیقت کا طرف اللہ کے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے بعد عرش کو پیدا کیا۔ اور اسی طرح امام محی السنہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں تحت آیت مذکورہ کے فرماتے ہیں قَالَ الْكَلْبِيُّ وَمُقَاتِلٌ اسْتَقَرَّ وَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ صَعِدَ وَأَوَّلَتِ الْمُعْتَزِلَةُ الْاِسْتِوَاءَ بِالْاِسْتِيلَاءِ فَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ يَقُولُونَ الْاِسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ صِفَةُ اللّٰهِ بِلَا كَيْفٍ يَجِبُ عَلَى الرَّجُلِ الْإِيمَانُ بِهِ وَيَكِلُ الْعِلْمَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی کہا کلبیؒ اور مقاتلؒ نے (یہ دونوں بڑے مفسرین میں سے ہیں) کہ اِسْتَوٰی کے معنے اِسْتَقَرَّ کے ہیں یعنی قرار پکڑا اس نے اوپر عرش کے اور کہا ابو عبیدہ نے اِسْتَوٰی کے معنے صَعِدَ کے ہیں یعنی چڑھ گیا۔ اور تاویل کی معتزلہ نے استواء کی ساتھ استیلاء کے (یعنی غالب آیا اوپر عرش کے اور یہ تاویل ان کی باطل اور کفر ہے۔ اور لغت عرب کی رو سے بھی غلط ہے کیونکہ اہل عرب لفظ اِسْتَوٰی کو اس جگہ استعمال کرتے ہیں کہ جہاں کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہ ہو اور پھر مالک ہو جائے تو کہتے ہیں کہ فُلَانٌ اِسْتَوٰی عَلَيْهِ یعنی فلاں شخص اس شے پر غالب آگیا اور اس کا مالک ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ و مبرا ہے بلکہ وہ ہر ایک شے کا پہلے ہی سے مالک ہے اور صفت مالکیت اس کے لئے پہلے ہی سے موجود ہے) پس لیکن اہل سنت یعنی اہلحدیث کہتے ہیں کہ استواء علی العرش صفت ہے اللہ کی بلا کیف اس پر ایمان لانا آدمی کو واجب ہے اور سونپے علم اس کی حقیقت کا طرف اللہ کے۔ اور کہا تفسیر البیان میں مَذْهَبُ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَنَّهُ اسْتَوٰى سُبْحَانَهُ بِلَا كَيْفٍ بَلْ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَلِيقُ بِهِ مَعَ تَنَزُّهِهِ عَمَّا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ وَالْاِسْتِوَاءُ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ الْعُلُوُّ وَالْاِسْتِقْرَارُ یعنی مذہب سلف صالحین کا یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرار پکڑا ہے اوپر عرش کے بلا کیف بلکہ اوپر اس طریقہ کے کہ لائق ہے اس کو ساتھ دور ہونے اس کے کے اس چیز سے کہ نہیں جائز ہے اوپر اس کے اور استواء کے معنی لغت عرب میں بلند ہونے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔ اور نقل کیا ہے شیخ سلام اللہ بن شیخ عبد الحق دہلوی

سنے حاشیہ جلالین المعروف بالکمالین میں عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَالْإِمَامِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ وَالْحَسَنِ وَأَبِي حَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ أَنَّ الْاِسْتِوَاءَ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفُ مَجْهُوْلٌ وَالْإِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ یعنی روایت ہے ام المومنین ام سلمہ رضؓ اور امام جعفر صادقؒ و حسن بصریؒ و امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ سے کہ استوار کے معنی معلوم ہیں اور کیفیت اس کی مجہول ہے اور ایمان لانا اس کے ساتھ واجب ہے اور سوال کرنا اس سے بدعت ہے۔

اور روایت کی ہے بیہقی نے امام ابوحنیفہؒ سے اِنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ دُوْنَ الْأَرْضِ وَعَنْهُ مَنْ أَنْكَرَ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ فَقَدْ كَفَرَ یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے سوا زمین کے اور انہیں سے روایت ہے جو شخص انکار کرے اللہ تعالیٰ کا بیچ آسمانوں کے پس تحقیق وہ کافر ہے وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ فِي سَمَائِهٖ وَيَقْرُبُ مِنْ خَلْقِهٖ كَيْفَ شَاءَ وَيَنْزِلُ كَيْفَ شَاءَ یعنی فرمایا امام شافعیؒ نے تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے بیچ آسمان اپنے کے نزدیک ہوتا ہے اپنی مخلوق سے جیسے چاہتا ہے اور نزول فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

استواء اللہ علی العرش کا ثبوت احادیث صحیحہ سے

اب یہاں سے وہ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جو خدائے تعالیٰ کی صفت یعنی استوار علی العرش کو صریح طور پر ثابت کر رہی ہیں۔

حدیث اول عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ كُنْتُ بِالْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ وَفِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّتْ بِهٖ سَحَابَةٌ فَقَالَ مَا تُسَمُّوْنَ هٰذِهٖ قَالُوا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوْا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوْا وَالْعَنَانَ قَالَ كَمْ تَرَوْنَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ قَالُوْا لَا نَدْرِيْ قَالَ فَاِنَّ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا اِمَّا وَاحِدًا اَوِ اثْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَّسَبْعِيْنَ سَنَةً وَالسَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْعَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِنَّ وَرُكَبِهِنَّ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى یعنی عباسؓ بن عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں سنگریزہ زمین میں ایک جماعت میں تھا اور اس جماعت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے پس گزرا ساتھ آپ کے ایک بادل۔ پس فرمایا آپ نے کیا نام رکھتے ہو تم اس کا۔ کہا انہوں نے بادل۔ فرمایا آپ نے مزن بھی کہتے ہو؟ کہا انہوں نے ہاں مزن بھی کہتے ہیں۔ فرمایا آپ نے عنان بھی کہتے ہو صحابہ نے عرض کیا عنان بھی کہتے ہیں۔ فرمایا آپ نے کتنا فاصلہ سمجھتے ہو تم درمیان اپنے اور درمیان آسمان کے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ فرمایا آپ نے پس تحقیق درمیان تمہارے اور درمیان اس کے اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا فاصلہ ہے

اور آسمان اوپر اس کے اسی طرح ہے یہاں تک کہ گنا آپ نے ساتوں آسمانوں کو پھر اوپر ساتویں آسمان کے ایک دریا ہے۔ اس دریا کے نیچے سے اوپر تک اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پھر اوپر اس دریا کے آٹھ ہرن ہیں (یعنی فرشتے خوب صورت ہرن ہیں) درمیان کھروں اُن کے کے اور گھٹنوں اُن کے کے اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ درمیان ایک آسمان کے دوسرے آسمان تک پھر ان کی پیٹھوں پر عرش ہے اس کے نیچے سے اوپر تک فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پھر اوپر اس کے اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اس حدیث سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت عرش عظیم پر مستوی ہے۔

حدیث ثانی عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ وَمَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ۔ ابورزین عقیلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے رسول اللہ کے کہاں تھا رب ہمارا آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پہلے فرمایا آپ نے تھا بیچ خول کے (یعنی کوئی چیز نہ تھی) پھر پیدا کیا عرش کو پھر قرار پکڑا اوپر اس کے۔

حدیث ثالث عَنْ اَنَسٍ اَنَّ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ کَانَتْ تَفْخَرُ عَلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ زَوَّجَکُنَّ اَھَالِیْکُنَّ وَزَوَّجَنِی اللّٰہُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ وَفِیْ لَفْظٍ کَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ اَنْکَحَنِیْ فِی السَّمَاءِ وَفِیْ لَفْظٍ اَنَّھَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَوَّجَنِیْکَ الرَّحْمٰنُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِہٖ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ زینب بنت جحش ام المومنینؓ فخر کیا کرتی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر کہتی تھی کہ نکاح کیا تمہارا تمہارے ماں باپوں نے اور نکاح کردیا میرا اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اور بیچ ایک روایت کے ہے کہ کہتی تھی وہ تحقیق اللہ نے نکاح کیا میرا بیچ آسمان کے۔ اور بیچ ایک روایت کے ہے کہ تحقیق وہ کہتی تھی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کیا میرا آپ سے رحمٰن نے اپنے عرش کے اوپر سے۔

حدیث رابع عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اُلْقِیَ اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی النَّارِ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ وَاحِدٌ فِی السَّمَاءِ وَاَنَا وَاحِدٌ فِی الْاَرْضِ اَعْبُدُکَ رَوَاہُ الْاِمَامُ الذَّھَبِیُّ فِیْ کِتَابِ الْعُلُوِّ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! تو اکیلا ہے آسمانوں میں (یعنی عرش پر) اور میں اکیلا ہوں زمین میں تیری پرستش کرتا ہوں۔

حدیث خامس | عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ الذَّهَبِیُّ فِیْ کِتَابِ الْعُلُوِّ وَالْبُخَارِیُّ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا مخلوق کو لکھا بیچ کتاب اپنی کے پس وہی کتاب اللہ کے پاس ہے اوپر عرش کے۔ تحقیق رحمت میری غالب آئی اوپر غصہ میرے کے۔

حدیث سادس | عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ جَارِیَةً لِّیْ کَانَتْ تَرْعٰی غَنَمًا لِّیْ فَجِئْتُ فَفَقَدْتُ شَاةً مِّنَ الْغَنَمِ فَسَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَیْهَا وَکُنْتُ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَیَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِی السَّمَاءِ قَالَ فَمَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ فَاَعْتِقْهَا رَوَاهُ النَّسَائِیُّ یعنی عمر بن حکم رضؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس میں نے کہا اے رسول اللہ کے میری ایک لونڈی ہے بکریاں چراتی ہے۔ پس آیا میں اس کے پاس پس کم پائی میں نے ایک بکری۔ پس سوال کیا میں نے اس سے اس بکری کے بارے میں۔ پس کہا اس نے کھا گیا اس کو بھیڑیا۔ پس غصہ ہو گیا میں اوپر اس کے اور ہوں میں بنی آدم سے پس طمانچہ مارا میں نے اس کے منہ پر اور میرے ذمہ ایک گردن ہے۔ کیا پس آزاد کردوں میں اس کو۔ پس فرمایا واسطے اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہاں ہے اللہ؟ کہا اس نے آسمان میں ہے۔ فرمایا آپ نے میں کون ہوں؟ کہا اس نے آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا آپ نے آزاد کردے اس کو۔

چند حدیثیں بطور مشت نمونہ از خروارے پیش کی گئی ہیں۔ ان کے سوا اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کا عرش ہے اور وہ ذات پاک عرش عظیم پر مستوی ہے اور اس کا علم و قدرت و رؤیت ہر جگہ ہے۔

استواء علی العرش کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

اور یہی اعتقاد ہے صحابہ کرام کا کہ اللہ رب العزت بذاتہ عرش عظیم پر مستوی ہے عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ الْعَرْشُ فَوْقَ الْمَاءِ وَاللّٰهُ فَوْقَ الْعَرْشِ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْاِمَامِ اَحْمَدَ فِی السُّنَّةِ لَهٗ عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ عرش اللہ تعالیٰ کا اوپر پانی کے ہے اور اللہ تعالیٰ اوپر عرش کے ہے۔ تمہارے اعمال میں سے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں (یعنی بذاتہ وہ عرش پر ہے لیکن وہیں سے وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے) اور اسی طرح مروی ہے عبداللہ بن رواحہ

سے ساتھ اسانید صحیحہ کے جیساکہ کتاب العلو میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے کسی موقع پر یہ اشعار پڑھے ؎

شَهِدْتُ بِاَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ | وَاِنَّ النَّارَ مَثْوَى الْكٰفِرِيْنَا
وَاِنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَاۤءِ طَافٍ | وَفَوْقَ الْعَرْشِ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَا

یعنی میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ دوزخ ٹھکانا ہے کافروں کا اور تحقیق عرش پانی پر تیرنے والا ہے اور اوپر عرش کے رب العالمین ہے۔

استوا علی العرش کا ثبوت تابعین رحمہم اللہ سے

اور یہی اعتقاد ہے تابعینؒ اہل سنت کا جیسے کہ کعب احبارؓ سے مروی ہے قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِي التَّوْرٰىةِ اَنَا اللّٰهُ فَوْقَ عِبَادِيْ وَعَرْشِيْ فَوْقَ جَمِيْعِ خَلْقِيْ وَاَنَا عَلٰى عَرْشِيْ اُدَبِّرُ اُمُوْرَ عِبَادِيْ وَلَا يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ فِي السَّمَاۤءِ وَلَا فِي الْاَرْضِ رَوَاهُ الْاِمَامُ الذَّهَبِيُّ فِيْ كِتَابِ الْعُلُوِّ یعنی کعب احبارؒ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل تورات میں فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں اوپر بندوں اپنے کے اور عرش میرا اوپر تمام مخلوق میری کے ہے اور میں اوپر عرش اپنے کے ہوں تدبیر کرتا ہوں اپنے بندوں کے کاموں کی اور مجھ پر کوئی چیز مخفی نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

اور اسی طرح مسروق رضؓ سے مروی ہے عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا حَدَّثَ عَنْ عَاۤئِشَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ حَبِيْبَةُ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ (کتاب العلو و اسنادہ صحیح) یعنی مسروقؒ جب عائشہ رضؓ سے حدیث بیان کرتے تو یوں کہتے حدیث بیان کی مجھ کو صدیقہ نے جو محبوبہ ہے اللہ کے حبیب کی بری کی گئی تہمت سے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے یعنی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اس کی برارت ظاہر کی ـــ اس کے سوا اور بہت سے تابعین کبار ہیں کہ جن کے ذکر کرنے کی یہاں پر گنجایش نہیں ہے۔

استوا علی العرش کا ثبوت ائمہ اربعہ یعنی امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمدؒ و امام ابو حنیفہؒ سے

اور یہی اعتقاد ہے ائمہ اربعہ کا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش عظیم پر مستوی ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے اور علم اسکا ہر جگہ ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نَافِعٍ قَالَ قَالَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ اَللّٰهُ فِي السَّمَاۤءِ وَعِلْمُهٗ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ شَيْءٌ (کتاب العلو) یعنی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے (یعنی عرش پر) اور اس کا علم ہر جگہ ہے اس سے کوئی جگہ خالی نہیں۔

اور اسی کتاب مذکور میں ہے جَاۤءَ رَجُلٌ اِلٰى مَالِكٍ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى قَالَ فَمَا رَاَيْتُ مَالِكًا وَجَدَ مِنْ شَيْءٍ كَمَوْجِدَتِهٖ مِنْ مَقَالَتِهٖ

وعلاه الرحضاء يعني العرق واطرق القوم فسري عن مالك وقال الكيف غير معقول والاستواء غير مجهول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة واني اخاف ان تكون ضالا وامر به فاخرج یعنی ایک آدمی امام مالکؒ کے پاس آیا پس کہا اس نے اے ابو عبد اللہ! رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا ہے لیکن کس طرح پکڑا ہے؟ کہا راوی نے پس نہیں دیکھا میں نے امام مالک رح کو کہ غصہ ہو رہے ہوں کسی چیز سے مانند غصہ ہونے اس کے اس شخص کی گفتگو سے اور چڑھ آیا ان پر پسینہ اور چپکے ہو گئے لوگ۔ پس دور ہو گیا غصہ امام مالکؒ سے اور فرمایا کیفیت استوار کی غیر معقول ہے یعنی ہماری عقل و فہم میں نہیں آسکتی اور استوار اس سے غیر مجہول ہے (یعنی استوار اللہ کی صفت ہے اور اس کے معنے معلوم ہیں) اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور سوال کرنا اس کے بارے میں بدعت ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ تو گمراہ ہو اور حکم کیا امام مالکؒ نے پس نکالا گیا وہ شخص مجلس سے۔

وقال الشافعي ان الله على عرشه في سمائه يقرب من خلقه كيف شاء وينزل كيف شاء (بیہقی) یعنی فرمایا امام شافعی رح نے کہ اللہ تعالیٰ اوپر عرش اپنے کے بیچ آسمان اپنے کے ہے۔ نزدیک ہوتا ہے اپنی مخلوق سے جس طرح چاہتا ہے اور نزول فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

اسی طرح امام احمد رح اپنی کتاب عقیدہ اہل السنہ میں فرماتے ہیں وخلق الله عز وجل سبع سموات بعضها فوق بعض وسبع ارضين بعضها اسفل من بعض وبين الارض العليا والسماء الدنيا مسيرة خمس مائة عام وبين كل سمائين مسيرة خمس مائة عام والماء فوق السماء السابعة وعرش الرحمن تبارك وتعالى فوق الماء والله عز وجل على العرش وهو سبحانه يعلم ما في السموات والارضين وما بينهما وما تحت الثرى وما في قعار الابحار ومنبت كل شعرة وكل شجرة وكل نبتة وكل زرعة ومسقط كل ورقة وعدد ذلك كله وعدد الحصا وعدد الرمل والتراب ومثاقيل الجبال واعمال العباد وآثارهم وكلامهم وانفاسهم ويعلم كل شيء لا يخفى عليه شيء من ذلك وهو على العرش فوق السماء السابعة ودونه حجب من نار ونور وظلمة وماء وما هو اعلم بها - فان احتج مبتدع او مخالف بقول الله تعالى ونحن اقرب اليه من حبل الوريد وقوله تعالى ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم وقوله وهو معكم اينما كنتم ونحو هذا من متشابه القران فقل انما يعني بذلك العلم لان الله تبارك وتعالى على العرش فوق

السَّمَاءِ السَّابِعَةِ الْعُلْيَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِهٖ لَا يَخْلُوْ مِنْ عِلْمِهٖ مَكَانٌ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرْشِ وَلِلْعَرْشِ حَمَلَةٌ يَحْمِلُوْنَ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ لَا يَشُكُّ وَبَصِيْرٌ لَا يَرْتَابُ عَلِيْمٌ لَا يَجْهَلُ جَوَادٌ لَا يَبْخَلُ حَلِيْمٌ لَا يَعْجَلُ حَفِيْظٌ لَا يَنْسٰى يَقْظَانُ لَا يَسْهُوْ قَرِيْبٌ لَا يَغْفُلُ يَتَكَلَّمُ وَيَسْمَعُ وَيَنْظُرُ وَيُبْصِرُ وَيَضْحَكُ وَيَفْرَحُ وَيُحِبُّ وَيَكْرَهُ وَيُبْغِضُ وَيَرْضٰى وَيَغْضَبُ وَيَسْخَطُ وَيَرْحَمُ وَيَعْفُوْ وَيُعْطِيْ وَيَمْنَعُ وَيَنْزِلُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كَيْفَ يَشَاءُ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ وَقُلُوْبُ الْعِبَادِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّبِّ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ وَيُوْعِيْهَا مَا اَرَادَ وَخَلَقَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ وَكَتَبَ التَّوْرٰىةَ بِيَدِهٖ وَغَرَسَ جَنَّةَ عَدْنٍ بِيَدِهٖ وَالسَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ كَفِّهٖ وَيُخْرِجُ قَوْمًا مِّنَ النَّارِ بِيَدِهٖ وَيَنْظُرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلٰى وَجْهِهٖ وَيَرَوْنَهٗ فَيُكْرِمُهُمْ وَيَتَجَلّٰى لَهُمْ فَيُعْطِيْهِمْ وَيُعْرَضُ عَلَيْهِ الْعِبَادُ يَوْمَ الْفَصْلِ وَالدِّيْنِ وَيَتَوَلّٰى حِسَابَهُمْ لَا يُوَلِّيْ ذٰلِكَ غَيْرَهٗ یعنی اللہ رب العزت نے سات آسمان پیدا کئے ایک کے اوپر ایک اور اسی طرح سات زمین ایک کے نیچے ایک۔ سب کے اوپر کی زمین اور آسمان دنیا کے درمیان پانچ سو سال کا راستہ ہے اور اسی طرح ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کا راستہ ہے اور ساتویں آسمان پر پانی ہے اور پانی کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش ہے اور عرش پر اللہ عزوجل خود ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور اس کے درمیان ہے اور تحت الثریٰ میں اور سمندروں کی تہ میں ہے اور وہ جانتا ہے ہر ایک بال کے اُگنے کی جگہ اور ہر ایک درخت اور ہر ایک کھیتی اور ہر ایک گھاس کو اور ہر ایک پتے کے گرنے کا اسے علم ہے اور پتوں کی اور کنکر اور ریت اور مٹی کی گنتی اور پہاڑوں کے مثقال اور بندوں کے اعمال اور ان کے قدموں کے نشان اور ان کی بات چیت اور اُن کے سانس اور تمام چیزوں کو وہ جانتا ہے۔ اُس پر ان میں سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں حالانکہ وہ اپنی ذات سے ساتویں آسمان پر عرش اعظم کے اوپر ہے اور اس کے پاس آگ اور نور اور اندھیرے اور پانی کے پردے ہیں اور اس چیز کے جسے وہی جانتا ہے۔ پس اگر بدعتی مخالف (اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ ہونے یا عرش پر نہ ہونے کی) آیت وَنَحْنُ اَقْرَبُ الخ یعنی ہم بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں اور آیت مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى الخ یعنی جہاں کہیں تین شخص پوشیدہ ہو کر کوئی مشورہ کریں وہاں انکا

ؔ تنبیہ۔ پہلے ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان تہتر برس کا راستہ ہے اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچسو برس کی مسافت ہے۔ پس تطبیق ان دونوں حدیثوں کی یہ ہے کہ یہ فرق باعتبار چال کے ہے مثلاً اگر انسان چلے تو پانچسو برس میں پہنچے اور اگر گھوڑا یا اور کوئی تیز سواری چلے تو تہتر برس میں پہنچ جاوے ۱۲ منہ

جوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور آیت وَهُوَ مَعَكُمْ الخ یعنی جہاں کہیں تم ہو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ اور اس کے مانند قرآن شریف کی اور متشابہ آیتوں سے دلیل پکڑے تو تو اس کو جواب دے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اس واسطے کہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ساتویں آسمان پر عرش عظیم کے اوپر ہے اور اس کا علم[1] اور ادراک ہر جگہ ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے الگ عرش عظیم پر ہے اور اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اس عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے بغیر شک کے۔ دیکھتا ہے بغیر تردد کے جانتا ہے انجان نہیں ہے سخی ہے بخیل نہیں۔ بردبار ہے جلد باز نہیں۔ حفاظت کرتا ہے بھولتا نہیں۔ ہوشیار ہے غافل نہیں۔ پاس ہے (یعنی اپنے علم و رویت سے) دور نہیں۔ بولتا ہے اور سنتا ہے اور دیکھتا ہے ہنستا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ پسند اور ناپسند کرتا ہے ناراض ہوتا ہے اور رضامند ہوتا ہے۔ غضب اور غصہ کرتا ہے۔ رحم اور عفو کرتا ہے۔ دیتا اور روکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر جس طرح وہ چاہتا ہے اترتا ہے۔ اس کے مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے بندوں کے دل اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ ان کو پھیرتا رہتا ہے جس طرح چاہے۔ اور ان کو سنبھالتا ہے جس طرح ارادہ کرے پیدا کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے اور لکھا تورات کو اپنے ہاتھ سے اور جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آسمان اور زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوں گی اور جہنم میں سے ایک قوم کو اپنے ہاتھ سے نکالے گا اور جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کو دیکھیں گے اور اس کا دیدار کریں گے پھر وہ ان کا اکرام کرے گا اور ان کے لئے ظاہر ہوگا اور انعامات عطا فرمائے گا اور قیامت اور جزا کے دن کل بندے اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور وہ خود ان کے حساب کا والی ہوگا۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت بذاتہ عرش عظیم پر مستوی ہے اور علم و رویت اس کی ہر جگہ ہے جیسے کہ امام ذہبی کتاب العلو میں کہتے ہیں وَبَلَغَنَا عَنْ أَبِي مُطِيعِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَلْخِيِّ صَاحِبِ الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ عَمَّنْ يَقُولُ لَا أَعْرِفُ رَبِّي فِي السَّمَاءِ أَوْ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ قَدْ كَفَرَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى وَعَرْشُهُ فَوْقَ سَمٰوَاتِهِ فَقُلْتُ إِنَّهُ يَقُولُ أَقُولُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى وَلٰكِنْ قَالَ لَا يَدْرِي الْعَرْشَ فِي السَّمَاءِ أَوْ فِي الْأَرْضِ قَالَ إِذَا أَنْكَرَ أَنَّهُ فِي

[1] چنانچہ قرآن مجید پ۲۸ سورہ طلاق میں ہے وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ نیز فرمایا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ پ۳ سورہ بقرہ۔ نیز پ۲۶ سورہ حجرات ۱۲۔منہ

السَّمَاءِ فَقَدْ كَفَرَ یعنی ہم کو امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی سے یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رح سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وہ کافر ہے اس لئے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رحمن نے قرار پکڑا اوپر عرش کے اور عرش اس کا آسمانوں کے اوپر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ عرش پر تو میں بھی مانتا ہوں لیکن یہ معلوم نہیں کہ عرش کہاں ہے آسمان میں یا زمین میں تو امام صاحب نے فرمایا کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کا انکار کر دیا تو وہ کافر ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔

استواء علی العرش کا ثبوت محدثین رحمہم اللہ اجمعین سے

اب ہم یہاں سے چند محدثین مشہورین سے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ اللہ رب العزت عرش عظیم پر ہے اور اس کے لئے جہت فوق کی ہے۔ اول امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ختم کر کے اس کے آخر میں ایک خاص کتاب منعقد کی ہے جس کی سرخی یہ ہے کِتَابُ الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ وَغَيْرِهِمُ التَّوْحِيْدُ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں نہیں مانتے بلکہ طرح طرح کی تاویلات باطلہ کرتے ہیں یعنی جہمیہ وغیرہ کو یہ ایک ہی خدا وحدہ لاشریک لہ کو مانتے ہیں لیکن ان کی توحید مردود ہے اور عند اللہ غیر مقبول ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اور صفات کو ثابت کیا ہے وہاں اس بات کو بھی اچھی طرح سے ثابت کیا ہے کہ اللہ رب العزت عرش عظیم پر مستوی ہے بلکہ اس کے متعلق ایک خاص باب منعقد کیا ہے اور آیات و احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ عرش عظیم پر مستوی ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

ثانی ابو زرعہ رازی یہ ایک بڑے محدث ہیں اور امام اہل الحدیث کے کتاب العلو میں ہے کہ ان سے آیات الرحمن علی العرش استوی کی تفسیر پوچھی گئی۔ پس غصہ ہو گئے اور فرمایا تَفْسِيْرُهُ كَمَا تَقْرَءُ هُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ وَعِلْمُهٗ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ مَنْ قَالَ غَيْرَ هٰذَا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ یعنی تفسیر اس کی وہی ہے جو تو پڑھتا ہے وہ اپنے عرش پر ہے اور علم اس کا ہر جگہ ہے۔ جو شخص اس کے سوا اعتقاد رکھے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

اور اسی کتاب میں مذکور ہے قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ سَاَلْتُ اَبِيْ وَاَبَا زُرْعَةَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ مَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ فِيْ اُصُوْلِ الدِّيْنِ وَمَا اَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءَ فِيْ جَمِيْعِ الْاَمْصَارِ وَمَا يَعْتَقِدَانِ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَا اَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِيْ جَمِيْعِ الْاَمْصَارِ حِجَازًا وَعِرَاقًا وَمِصْرًا وَشَامًا وَيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ

وَتَعَالٰی عَلٰی عَرْشِہٖ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِہٖ کَمَا وَصَفَ نَفْسَہٗ بِلَا کَیْفٍ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔
یعنی عبدالرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اور ابوزرعہ رحمہا اللہ سے پوچھا کہ اہل سنت کے مذہب سے بیچ اصول دین کے اور اس چیز سے کہ پایا انہوں نے اوپر اس کے علماء کو تمام شہروں میں اور اس چیز سے کہ اعتقاد رکھتے تھے وہ دونوں۔ پس کہا ان دونوں نے پایا ہم نے علماء کو تمام شہروں میں حجاز میں اور عراق میں اور مصر میں اور شام میں اور یمن میں۔ پس تھا مذہب ان علماء کا کہ تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ اوپر عرش اپنے کے ہے الگ اپنی مخلوق سے جیسے کہ موصوف کیا اس نے اپنے نفس کو (یعنی اپنی کتاب میں) بغیر کیفیت کے اور اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

ثالثؔ عثمان بن سعید دارمی، یہ بھی ایک بہت بڑے محدث اور حافظ ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابوحفص بن القواس سے سنا فَقَالَ قَدِ اتَّفَقَتِ الْکَلِمَۃُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَّ اللّٰہَ فَوْقَ عَرْشِہٖ فَوْقَ سَمٰوَاتِہٖ وَقَالَ اَیْضًا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَوْقَ عَرْشِہٖ یَعْلَمُ وَیَسْمَعُ مِنْ فَوْقِ الْعَرْشِ لَا تَخْفٰی عَلَیْہِ خَافِیَۃٌ مِّنْ خَلْقِہٖ وَلَا یَحْجُبُہُمْ عَنْہُ شَیْءٌ (کتاب العلو) یعنی مسلمانوں کا کلمہ متفق ہے اس بات پر کہ اللہ اپنے عرش پر ہے آسمانوں کے اوپر۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اوپر عرش اپنے کے ہے جانتا اور سنتا ہے عرش کے اوپر سے۔ نہیں پوشیدہ ہے کوئی پوشیدہ چیز اوپر اس کے اس کی مخلوق میں سے اور نہیں پردہ کئے ہوئے ان کو اس سے کوئی چیز (یعنی اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو عرش کے اوپر سے دیکھتا اور جانتا ہے)

رابعؔ۔ عبدالوہاب الوراق یہ کہتے ہیں مَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰہَ ھٰھُنَا فَھُوَ جَہْمِیٌّ خَبِیْثٌ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَوْقَ الْعَرْشِ وَعِلْمُہٗ مُحِیْطٌ بِالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (کتاب العلو) یعنی جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ہے (یعنی زمین میں) پس وہ جہمیہ ہے خبیث ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اوپر عرش کے ہے اور علم اس کا گھیرے ہوئے ہے تمام دنیا اور آخرت کو۔

خامسؔ۔ امام الائمہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ یُقِرَّ بِاَنَّ اللّٰہَ عَلٰی عَرْشِہٖ اسْتَوٰی فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوَاتِہٖ بَائِنٌ مِّنْ خَلْقِہٖ فَھُوَ کَافِرٌ یُسْتَتَابُ فَاِنْ تَابَ وَاِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُہٗ وَاُلْقِیَ عَلٰی مَزْبَلَۃٍ لِئَلَّا یَتَاَذّٰی بِرِیْحِہٖ اَھْلُ الْقِبْلَۃِ وَاَھْلُ الذِّمَّۃِ (کتاب العلو) یعنی جو شخص اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر قرار پکڑا ہے اور وہ اپنی مخلوق سے جدا ہے پس وہ شخص کافر ہے۔ اس سے توبہ کرائی جائے اس عقیدہ فاسدہ سے۔ اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے اور اس کو علیحدہ کوڑھی پر ڈال دیا جائے تاکہ اس کی بو سے مسلمانوں اور کفار ذمیوں کو تکلیف نہ ہو پس اُولٰٓئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِہِمْ۔

الحاصل کتاب وسنت سے یہی ثابت ہے کہ اللہ رب العزت عرش عظیم پر مستوی ہے اور اس کے لئے جہت فوق ثابت ہے جیسے کہ ہم اوپر بیان کر چکے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اجمعین اور محدثین کا یہی اعتقاد ہے کہ اللہ رب العزت اپنے عرش پر ہے جیسے کہ موصوف کیا اس نے اپنی ذات کو اپنی کتاب میں۔ پس جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھے اور اللہ تعالیٰ کو عرش پر نہ مانے اور یہ کہے کہ خدا جہات ستہ سے پاک ہے یا ہر جگہ ہے تو وہ شخص کافر اور اہل سنت سے خارج ہے اور گمراہ فرقوں معتزلہ و جہمیہ وغیرہ میں شامل ہے اور اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

سوال از مولوی عثمان صاحب فارقلیط

(۱) امام بیہقی لکھتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَامَکَانَ لَہٗ وَلَاھُمَا کَبَ (کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۲۱۶) — دوسری جگہ بعض محدثین کا مذہب لکھتے ہیں کہ وہ اس حدیث سے کہ اَنْتَ الظَّاھِرُ وَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَّاَنْتَ الْبَاطِنُ وَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ خدا کو لامکاں سمجھتے ہیں (کتاب الاسماء صـ۳۱۳)۔

(۲) امام ابن حزم کا ارشاد ہے کہ فَھٰذَا یُوْجِبُ ضَرُوْرَۃً اَنَّہٗ تَعَالٰی لَیْسَ فِیْ مَکَانٍ یعنی اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا لامکاں ہے (ملل والنحل جلد ۲ صـ۱۲۵)

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ لَیْسَ بِجَوْھَرٍ وَّلَا عَرَضٍ وَّ لَا جِسْمٍ وَّلَا حَیِّزٍ وَّ جِھَۃٍ یعنی خدا نہ تو جوہر ہے نہ عرض ہے نہ اس کا جسم ہے نہ اُس کا کوئی مکان ہے اور نہ اس کی کوئی جہت ہے (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صـ۱۲۵)

اگر آپ انکار کریں گے تو دوسرے محدثین کے اقوال بھی درج کر دیئے جائیں گے اب سوال یہ ہے کہ خدا کو لامکان کہنے کی وجہ سے یہ بزرگ کافر ہیں یا مسلمان؟ اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو ہم کافر کیوں ہو گئے اور آپ اس عقیدہ کی وجہ سے دوسروں کو کافر کیوں کہتے ہیں؟

الجواب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ وَبَعْدُ۔ مولانا محمد عثمان فارقلیط کو ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ حق آدمیوں کے ذریعہ نہیں پہچانا جاتا بلکہ آدمی حق کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے حق کو آدمیوں کے ذریعہ پہچانا وہ منزل مقصود سے کوسوں دور جا پڑے۔ حق سب سے زیادہ بڑا ہے۔ پیغمبر اسلام نے بالکل سچ فرمایا ہے حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ بت کی پوجا، تقلید پرستی یہ سب اسی کا ثمرہ ہے۔ حق کی زد میں جو بھی جاوے اُسے اچھا کہنا عقل سلیم بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ آپ مولانا خدا کو لامکاں تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اس پر آپ ابن حزم وغیرہ کی پناہ میں سہارا لینا چاہتے ہیں۔ سنئے! الیواقیت و

الجواہر صفحہ ۶۵ جلد اول میں امام شعرانی لکھتے ہیں سَمِعْتُ شَیْخَنَا عَلِیًّا الْخَوَاصَّ رح یَقُوْلُ لَایَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ اِنَّہٗ تَعَالٰی فِیْ کُلِّ مَکَانٍ کَمَا تَقُوْلُہُ الْمُعْتَزِلَۃُ وَالْقَدَرِیَّۃُ مُحْتَجِّیْنَ بِنَحْوِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ لِاِیْھَامِہٖ اَنَّہٗ یَحُلُّ بِذَاتِہٖ فِیْ ذٰلِکَ الْمَکَانِ اس میں شک نہیں کہ ائمہ سلف یعنی صحابہ ومتابعین نے جہت کی اصلاً نفی نہیں کی جہاں تک کہ یہ فرق باطلہ کا وجود ظہور میں آیا اور علوم فلسفہ عربی زبان میں منقول ہوا۔ بس ان کی تقلید متاخرین نے کر دی۔

فاضل عبدالواسع رلی اپنے اعتقاد میں تحریر فرماتے ہیں وَھٰذَا الْمُعْتَزِلِیَّۃُ عَنِ الْجِھَۃِ وَالْمَکَانِ غَیْرُ مَاثُوْرٍ عَنِ السَّلَفِ وَاِنَّمَا اَحْدَثَہٗ شُیُوْخُ الْمُعْتَزِلِیَّۃِ حِیْنَ نَقْلِ الْفَلْسَفَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَاَتْبَعَھُمْ فِیْ ذٰلِکَ بَعْضُ مُتَاخِرِیْ اَھْلِ السُّنَّۃِ مِمَّنْ لَا اِعْتِنَا اَدْیِھِمْ۔ علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں اَلسَّلَفُ کُلُّھُمْ کَانُوْا قَائِلِیْنَ بِجِھَۃِ الْفَوْقِ وَکَانُوْا یُصَرِّحُوْنَ بِہٖ وَالتَّنْزِیْہُ عَنْہُ اَحْدَثَہُ الْمُتَاخِّرُوْنَ لِدَلَائِلَ سخت لھم العقل او مشتبھات النقل نیز فرماتے ہیں صفحہ ۲۱۹ جلد ۷ وَقَدْ کَانَ السَّلَفُ الْاَوَّلُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ لَا یَقُوْلُوْنَ بِنَفْیِ الْجِھَۃِ وَلَا یَنْطِقُوْنَ بِذٰلِکَ بَلْ نَطَقُوْا ھُمْ وَالْکَافَّۃُ بِاِثْبَاتِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی کَمَا نَطَقَ کِتَابُہٗ وَاَخْبَرَتْ رُسُلُہٗ

علامہ ابن القیم اغاثۃ اللہفان ابوالولید الرشید کی کتاب مناہج الادلہ سے نقل کرتے ہیں اَمَّا ھٰذِہِ الصِّفَۃُ فَلَمْ یَزَلْ اَھْلُ الشَّرِیْعَۃِ مِنْ اَوَّلِ الْاَمْرِ یُثْبِتُوْنَھَا لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ حَتّٰی الْمُعْتَزِلَۃُ ثُمَّ تَبِعَھُمْ عَلٰی نَفْیِھَا مُتَاخِّرُوا الْاَشَاعِرَۃِ کَاَبِی الْمَعَالِیْ وَمَنِ اقْتَدٰی بِقَوْلِہٖ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح غنیۃ الطالبین طبع مصر صفحہ ۱۰۶ ج ۱ مقالات جہمیہ تحریر فرماتے ہیں۔ منجملہ اُن کے وَاَنَّ لَامَکَانَ بیان فرمایا۔ فرقہ سالمیہ کے مقالہ میں زیر صفحہ ۱۰۷ ج ۱ فرماتے ہیں وَمِنْ قَوْلِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَّلَا فَرْقَ بَیْنَ الْعَرْشِ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْاَمْکِنَۃِ وَفِی الْقُرْاٰنِ تَکْذِیْبُھُمْ

فاضل شہرستانی الملل والنحل میں بخاریہ کے خیالات کو قلم زد کرتے ہوئے خود حسین بن محمد بخار بانی فرقہ معتزلہ بخاریہ سے نقل کرتے ہیں اِنَّہٗ قَالَ الْبَارِیْ تَعَالٰی بِکُلِّ مَکَانٍ ذَاتًا وَّجُوْدًا اِلَّا عَلٰی مَعْنَی الْعِلْمِ الخ۔ نیز دیگر ائمہ محققین نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے کہ خدا کو لامکان کہنا اور اس کے لئے نفی جہت کی کرنا معتزلہ جہمیہ کی ایجادات ہے۔ حضرت قطب الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رح غنیہ کے صـ۶۳ ج ۱ میں فرماتے ہیں وَلَا یَجُوْزُ وَصْفُہٗ بِاَنَّہٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ بَلْ یُقَالُ اِنَّہٗ فِی السَّمَاءِ عَلَی الْعَرْشِ امام ابوالحسن الاشعری اپنی کتاب ابانہ فی اصول الدیانہ صـ۴۱ طبع حیدرآباد میں فرماتے ہیں زَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَۃُ وَالْحَرُوْرِیَّۃُ وَالْجَھْمِیَّۃُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ فَلَزِمَھُمْ اَنَّہٗ فِیْ بَطْنِ مَرْیَمَ وَفِی الْحُشُوْشِ وَ

وَهٰذَا اِخْلَافُ الَّذِيْنَ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ امام احمدؒ نے کتاب الرد علی الجہمیۃ میں نہایت وضاحت کے ساتھ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ والوں کی تردید کی ہے ملاحظہ ہو برحاشیہ جامع البیان نفس کتاب الرد علی الجہمیۃ۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا فارقلیط صاحب آئندہ جہمیہ معتزلہ حروریہ کے معتقدات سے یکسوئی اختیار کریں گے وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اور کسی بڑی سے بڑی ہستی کے گھمنڈ میں نہ رہیں۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں نے بھی متاخرین کے کلام پر دھوکہ کھایا ہو وہ خود اپنے ذمہ دار ہیں۔ ان لوگوں کے افرضنا قائل ہونے سے حق باطل نہیں ہوسکتا وَاللّٰهُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

دوسرا سوال (۱) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ یعنی ہم انسانوں کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں اس کے کیا معنے ہیں؟ آیا یہ کہ وہ بذات خود انسان کے قریب ہے (کیونکہ نَحْنُ ضمیر ذات ہے) یا یہ کہ دنیا میں صرف اُس کا علم ہے اگر دنیا میں اس کا علم ہے تو یہ لفظِ علم آپ قرآن وحدیث سے دکھا سکتے ہیں؟ کیا خدا نے یا اُس کے رسول نے کہیں یہ فرمایا ہے کہ اس آیت میں ھُمْ سے مراد ہمارا علم ہے۔ اگر لفظ علم نہیں دکھا سکتے تو کیا اللہ کے کلام میں صرف اپنی طرف سے ایک لفظ بڑھا دینا یہودیت یا نصرانیت؟

(۲) اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ میں اللہ کے منہ سے خدا کی ذات مراد ہے یا خدا کا علم؟ اگر علم مراد ہے تو اس کی تفسیر وتشریح اس کے کلام یا رسول اللہ کے قول سے کرکے بتائیے۔

(۳) وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ یعنی وہی خدا آسمانوں میں ہے اور وہی خدا زمین میں ہے اور خدا نے ان دونوں حیثیتوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔ پھر آپ کو یہ کہہ کر کہ زمین میں ہونے سے مراد اس کا علم ہے فرق کرنے کا حق کہاں سے حاصل ہوگیا؟

جواب (۱) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ میں باتفاق مفسرین وائمہ موحدین علم ہے اس لئے کہ اس سے پیوستہ ہی قبل ارشاد ہے وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ نص قرآنی بھی علم ہی کو مقتضی ہے نہ ذات باری کو۔ امام ذہبی کتاب العلو ص۱۳۵ میں امام احمدؒ سے بیان کرتے ہیں بایں اسلوب کہ ابوطالب احمد بن حمید نے امام احمد سے آیت مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ کے متعلق دریافت کیا۔ جواباً کہا کہ جہمیہ آخر آیت کو پکڑتے ہیں اور شروع آیت کو ترک کردیتے

لہ پ۲۷ سورۂ واقعہ میں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ اس میں ضمیر ذات ہے یا صفات؟ مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ ۱۲ منہ

ہیں اس سے پہلے ہی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ بس اُس کا علم اُن کے ساتھ ہے۔ اور سورہ قاف میں کہا وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ O نَعْلَمُہٗ مَعَھُمْ اس کا علم ان کے ہمراہ ہے۔

ابن المدینی امام المحدثین سے صفحہ ۱۳۶ میں ہے اُن سے کسی نے مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ کے متعلق دریافت کیا۔ کہا اس سے پہلے پڑھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ۔ امام ذہبی صفحہ ۱۵۰ میں ابن عبد البر سے نقل فرماتے ہیں اَجْمَعَ عُلَمَاءُ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ الَّذِیْنَ حُمِلَ عَنْھُمُ التَّاوِیْلُ قَالُوْا فِیْ تَاوِیْلِ قَوْلِہٖ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ ھُوَ عَلَی الْعَرْشِ وَعِلْمُہٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا خَالَفَھُمْ فِیْ ذٰلِکَ اَحَدٌ یُّحْتَجُّ بِقَوْلِہٖ

(۲) فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ[1] کے متعلق شاہ صاحب ترجمہ کرتے ہیں بس وہیں ہے منہ اللہ کا آیت وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ الاٰیۃ اس آیت سے اور آیت وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ الاٰیۃ سے ہی استدلال کرتے ہیں کہ خدا ہر جگہ ہے۔ غرض ان کی عرش پر ہونے سے انکار کرنا ہے چنانچہ امام احمد نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں بالوضاحت توضیح وتشریح فرمائی ہے۔ امام ابن بطہ اپنی کتاب ابانہ میں فرماتے ہیں چنانچہ کتاب العلو امام ذہبی وغیرہ میں ہے وَاَمَّا قَوْلُہٗ وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ مَعْنَاہُ اَنَّہٗ ھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَھُوَ اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ وَتَصْدِیْقُہٗ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ۔ امام بخاری رح خلق افعال العباد صفحہ ۲ قتادہ رض یہ بیان فرماتے ہیں قَالَ قَتَادَۃُ فِیْ قَوْلِہٖ وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ قَالَ یُعْبَدُ فِی السَّمَآءِ وَیُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ۔ امام احمد اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں فرماتے ہیں وَلٰکِنْ اِنَّمَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَقُوْلُ ھُوَ اِلٰہُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَاِلٰہُ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَھُوَ عَلَی الْعَرْشِ مولانا آپ کا کہنا خدا جس حیثیت سے زمین میں ہے واقعی معبود و الٰہ ہونے کی حیثیت سے دو طرفوں کے لئے برابر ہے صرف اپنی ذات سے وہ عرش پر ہے۔ اگر کوئی جہمی یہ کہے کہ وہ اپنی ذات سے دونوں جگہوں میں ہے تو لازم آئے گا کہ خدا جب زمین میں ہوگا آسمان میں نہ ہوگا اور جب آسمان میں ہوگا زمین میں نہ ہوگا یا متعدد خدا کا ہونا لازم آئے گا۔ یہ سب جہتیں کفریات ہیں خدا کی پناہ۔ واللہ ولی التوفیق۔

(۳) جو آدمی یہ کہتا ہے کہ خدا عرش پر ہے کیونکہ خدا نے کہا ہے اس کا کہنا بالکل صحیح ہے قرآن میں اسی طرح فرمایا۔ رسول کریم نے نیز تمام صحابہ وتابعین نے بھی یہی کہا ہے اور

[1] جامع البیان میں ہے مَعْنَاہُ بِاَیِّ جِھَۃٍ وَجَّھْتُمْ اِلَیْھَا وُجُوْھَکُمْ فَثَمَّ قِبْلَۃُ اللّٰہِ فَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اَوْ ذَاتُہٗ مُطَّلِعٌ بِکُمْ ۱۲۔

اس پر اجماع ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ وہ زمین میں ہے کیونکہ اس خدا نے یہ بھی فرمایا ہے۔ یہ اس کا کہنا غلط ہے۔ خدا نے یہ نہیں کہا کہ میں زمین میں ہوں اپنی ذات سے کہ یہ بالاتفاق جہمیہ کا کہنا ہے لہٰذا وہ جہمی ہے کما لا یخفی علےٰ ماہر جس آیت کے وہ یہ معنی سمجھتا ہے وہ محض غلط ہے اسے لازم ہے کہ دو خدا تسلیم کرے یا یوں کہے کہ زمین میں جب ہوتا ہے تو آسمان خالی ہوتا ہے۔ آسمان پر ہوتا ہے تو زمین خالی رہتی ہے وہ اپنی ذات سے دونوں میں رہتا ہے۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ خدا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے بالکل صحیح کسی نے کہا فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ مولانا آپ خدا کو کیسا مانتے ہیں لامکاں تو نہیں ہوا یہ تو ذوالمکانین ہوا۔

إِنْ كُنْتَ تَدْرِيْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ ؛ وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ فَالْمُصِيْبَةُ أَعْظَمُ

لامکاں کہہ کر دو مکان کہنا یک نہ شد دو شد کا مضمون ہوا۔

(۴) خدا فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى چھ جگہ اپنا عرش پر ہونا اپنے کلام میں ثابت فرمایا فرش پر ہونا ایک جگہ بھی نہیں فرمایا اس لئے اگر کسی کافر بے دین سے بھی آپ دریافت کریں گے کہ خدا کہاں ہے تو وہ آسمان کی طرف ہی بتاوے گا۔ آدم صفی اللہ سے لے کر تا ایں دم تمام امت اس امر پر متفق ہے کہ خدا اوپر کو ہے۔ دعا میں بھی ہاتھ اسی کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ صرف جہمیہ معتزلہ نے یہ شگوفہ پیدا کیا ہے اس لئے تمام صحابہ و تابعین کا بھی اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ آسمان پر ہے۔ وحی حضرت جبرئیلؑ آسمان سے لیکر آتے تھے زمین پر سے نہیں لاتے تھے خدا سمجھ دے۔

(۵) عقل کے پیچھے لٹھ لیکر نہیں دوڑا کرتے۔ خدا کے بندے محدثین نے تاویل نہیں کی بلکہ صراحتاً فرمان خداوندی وارشاد نبوی سے ثابت ہے کہ خدا عرش پر ہے اسپر تمام علماء امت نے اجماع و اتفاق کیا ہے کسی محدث نے ہر جگہ ہونا قرآن و حدیث سے نہیں لکھا بلکہ یہ جہمیہ فرقہ کی بات بتائی اور ہر زمانہ کے محدث ان کی تردید کرتے چلے آئے ہیں جیساکہ امام احمد وغیرہ سے پہلے معلوم ہوا ہے۔ اور اگر زیادہ معلومات کی خواہش ہو تو کتاب العلو ذہبیؒ اور خلق افعال العباد؇ اور کتاب الرد علی بشر المریسی اور امام عثمان سعید الدارمی اور تصانیف ابن تیمیہؒ حرانی وغیرہ کو زیر نظر کریں تاکہ معلوم ہو جائے۔ مولانا کو امام بیہقی پر ناز ہے مگر مولانا آپ اُن کے طرز کلام ہی کو نہیں سمجھتے۔ لیجئے وہ ص۳۰۵ میں قتادہ رحؒ سے آیت هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ کی تفسیر لکھتے ہیں هُوَ الَّذِيْ يُعْبَدُ فِي السَّمَآءِ وَيُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ پھر فرماتے ہیں قُلْتُ وَفِيْ مَعْنٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَكَيْفَ مَا كَانَ فَلَوْ اَنَّ قَائِلًا قَالَ فُلَانٌ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ يَمْلِكُ يَدُلُّ قَوْلُهٗ يَمْلِكُ عَلَى الْمُلْكِ بِالشَّامِ

وَالْعِرَاقِ لَا اَنَّهٗ بِذَاتِهٖ فِیْهِمَا ص۳۰۳ بعد کلام ابن المبارک لکھتے ہیں خَبَرُ الصَّادِقِ وَذَرْبَاتُهٗ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى فَهُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا اَخْبَرَ فَصَدَّقَ بِذٰلِكَ تَكْذِيْبُ الْجَهْمِيَّةِ فِيْمَا زَعَمُوْا اَنَّهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ وَحِكَايَتُهٗ تَدُلُّ عَلٰى مُرَادِهٖ. وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

آپ معلوم ہوتا ہے کہ کتب محدثین سے بالکل نابلد ہیں۔ اگر آپ واقف ہوتے تو ایسی لغو باتیں تحریر نہ کرتے۔ آپ کتاب العلو کتاب الرد علی الجہمیہ کتب صحاح ستہ کو بغور پڑھیں تا حقیقت آپ پر روشن ہو۔ مولانا اللہ عز وجل کا بذات خود ہر جگہ ہونا کسی اہل سنت کا مسلک نہیں ہے بلکہ معتزلہ جہمیہ کا مسلک ہے۔ خدا نیک سمجھ دے۔ آمین یا ربنا آمین۔

تیسرا سوال (۱) خدا کی صفات میں تاویل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو تاویل کے اصول کیا ہیں۔ اگر اس کے کچھ اصول ہیں تو انہیں خدا اور اس کے رسول نے بیان کیا ہے یا صرف علماء کی گھڑنت ہیں؟

(۲) مثلاً حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امام مجاہدؒ فرماتے ہیں وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ میں بِاَيْدٍ سے مراد قوت ہے یعنی ہاتھ کے معنی قوت ہیں (کتاب الاسماء لامام بیہقی رح ص۹۹)

(۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وَسِعَ كُرْسِيُّهٗ میں کرسی سے مراد خدا کا علم ہے (بخاری کتاب الاسماء ص۹۹)

(۴) حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہ اور محدث خطابی صاحب معالم السنن يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ میں ساق کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پنڈلی کھولنے سے مراد خدا کا جلال ہے (کتاب الاسماء ص)

(۵) امام بخاریؒ خدا کے ضحک یعنی ہنسنے کی تاویل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رحمت ہے۔ (کتاب الاسماء ص۲۱۹)

امام بیہقی رح کہتے ہیں کہ خدا کے سایہ سے مراد خدا کی رحمت ہے (کتاب الاسماء ص۲۶۷)

تیسرا جواب (۱) خدا کی صفات میں تاویل بالاتفاق جائز نہیں بلکہ تمام ائمہ دین کا اتفاق ہے اَمِرُّوْهَا كَمَا وَرَدَتْ۔ شاہ ولی اللہ رح محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ باب الایمان بصفات اللہ میں فرماتے ہیں وَقَدْ اَجْمَعَتِ الْمِلَلُ السَّمَاوِيَّةُ قَاطِبَتُهَا عَلٰى بَيَانِ الصِّفَاتِ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ وَعَلٰى اَنْ تُسْتَعْمَلَ تِلْكَ الْعِبَارَاتُ عَلٰى وَجْهِهَا وَلَا يُبْحَثَ عَنْهَا اَكْثَرَ مِنِ اسْتِعْمَالِهَا وَعَلٰى هٰذَا مَضَتِ الْقُرُوْنُ الْمَشْهُوْدُ لَهَا بِالْخَيْرِ ثُمَّ خَاضَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْبَحْثِ عَنْهَا وَتَحْقِيْقِ مَعَانِيْهَا مِنْ غَيْرِ نَصٍّ وَّلَا بُرْهَانٍ قَاطِعٍ اِلٰى اَنْ قَالَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي حَدِيْثِ يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰى وَهٰذَا الْحَدِيْثُ قَالَ الْاَئِمَّةُ نُؤْمِنُ كَمَا جَاءَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّفَسَّرَ اَوْ يُتَوَهَّمَ هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ

مِنْهُمْ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ تُرْوٰى هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ وَيُؤْمِنُ بِهَا وَلَا يُقَالُ كَيْفَ وَاَيْضًا قَالَ قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مِنْ طَرِيْقٍ صَحِيْحٍ التَّصْرِيْحُ بِوُجُوْبِ تَاْوِيْلِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ اھ۔ لفظ تاویل سلف کے نزدیک دو معنوں میں آتا ہے وَقَالَ الْاِمَامُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِي الْاِكْلِيْلِ ص۱۵ اَمَّا التَّاْوِيْلُ فِيْ لَفْظِ السَّلَفِ فَلَهٗ مَعْنَيَانِ اَحَدُهُمَا تَفْسِيْرُ الْكَلَامِ وَبَيَانُ مَعْنَاهُ سَوَاءٌ وَافَقَ ظَاهِرَهٗ اَوْ خَالَفَهٗ فَيَكُوْنُ التَّاْوِيْلُ وَالتَّفْسِيْرُ عِنْدَ هٰؤُلَاءِ مُتَقَارِبَانِ اَوْ مُتَرَادِفَانِ وَالْمَعْنَى الثَّانِيْ فِيْ لَفْظِ السَّلَفِ وَهُوَ الثَّالِثُ مِنْ مُسَمَّى التَّاْوِيْلِ مُطْلَقًا هُوَ نَفْسُ الْمُرَادِ بِالْكَلَامِ اور لفظ تاویل عرف متاخرین میں مِنَ الْمُتَفَقِّهَةِ وَالْمُتَكَلِّمَةِ وَالْمُحَدِّثَةِ وَالْمُتَصَوِّفَةِ وَنَحْوِهِمْ هُوَ صَرْفُ اللَّفْظِ عَنِ الْمَعْنَى الرَّاجِحِ اِلَى الْمَعْنَى الْمَرْجُوْحِ لِدَلِيْلٍ يَّقْتَرِنُ بِهٖ وَهٰذَا هُوَ التَّاْوِيْلُ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُوْنَ عَلَيْهِ فِيْ اُصُوْلِ الْفِقْهِ وَمَسَائِلِ الْاِخْتِلَافِ

(۲) اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ مجاہد اور ابن عباسؓ ید کے معنے قوت کے نہیں کرتے یہ آپ کا ان پر اتہام ہے۔ آپ کو صفت قوت اور یدین من صفتین ہی میں امتیاز نہیں۔ اس آیت میں اید کا معنے قوت کے کرنا تاویل نہیں بلکہ یہی معنے ابن عباسؓ اور قتادہؒ اور ثوری بلکہ غیر واحد اہل علم نے بیان کئے ہیں۔ مولانا ید کے معنی قوت کے نہیں آپ غلط اتہام ان پر لگاتے ہیں کہ ہاتھ کے معنی قوت کے ہیں۔ سنئے! امام بیہقی ص۹۹ میں بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اِثْبَاتِ صِفَةِ الْقُوَّةِ ایک مقرر کیا ہے اور ایک باب ص۔ اِثْبَاتُ الْيَدَيْنِ صِفَتَيْنِ الخ مقرر کیا ہے ص۲۳۴ میں لکھتے ہیں وَلَا عَلَى الْقُوَّةِ وَالْمُلْكِ وَالنِّعْمَةِ ید کو قوت اور ملک اور نعمت پر محمول کرنا جائز نہیں۔ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَنْ يُّحْمَلَا عَلٰى صِفَتَيْنِ الخ فقہ اکبر مع شرح قاری ص۳۵ میں ہے وَلَهٗ يَدٌ وَّوَجْهٌ وَّنَفْسٌ فَمَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهٗ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَ قَالَ يَدُهٗ قُدْرَتُهٗ اَوْ نِعْمَتُهٗ لِاَنَّ فِيْهِ اِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدَرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَدُهٗ صِفَةٌ بِلَا كَيْفٍ وَغَضَبُهٗ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتِهٖ بِلَا كَيْفٍ مولانا بِاَيْدٍ میں اَيْدٍ جمع يَدٌ نہیں۔ جس ید کے معنی نعمت کے ہیں اس کی جمع ایادی آتی ہے اور اگر قوت وقدرت کے ہیں پھر ابلیس پر آدم کو فضیلت ہی کیا ہوتی۔ کیا ابلیس بلا قدرت الٰہی بنا ہے۔ سوچئے۔

کرسی — مولانا اس جگہ سیاق کی بنا پر کرسی کے معنے علم کئے گئے ہیں ورنہ یہ لوگ نفس کرسی کے منکر نہیں بخلاف فرق باطلہ وآپ کے کہ یکسر کرسی کے قائل ہی نہیں۔ امام بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے اولاً نقل کر کے ابن جبیرؒ کی روایت ثابت کی۔ اور یہی وجہ ہے

کہ ابن جبیرؒ ہی تک صحیح ہے آگے نہیں۔ مگر آگے چل کر ص۲۸۱ میں لکھتے ہیں بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ اس میں لکھتے ہیں ابن عباسؓ سے سعید بن جبیرؒ نے کُرْسِيُّهُ کو عِلْمُهُ روایت کیا ہے وَسَائِرُ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْكُرْسِيُّ الْمَشْهُورُ الْمَذْكُورُ مَعَ الْعَرْشِ۔ اس باب میں کرسی کو بالوجہ الاتم ثابت کیا ہے وہاں صرف سیاق وسباق آیت کی بنا پر کرسی بمعنی علم مفسر کی غرض ہے نہ نفی کرسی مشہور و معروف بلکہ اہل سنت کرسی کے قائل ہیں ابن عباس و ابن جبیر بھی کرسی کے قائل ہیں۔ آپ کا سوال لاحاصل ہے۔

ساق امام بیہقی رحؒ نے بَابُ مَا ذُكِرَ فِي السَّاقِ میں حدیث فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقِهِ ایک روایت میں يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ بیان کر کے خطابی سے نقل کرتے ہیں هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا تَهَيَّبَ الْقَوْلَ فِيهِ شُيُوخُنَا فَأَجْرَوْهُ عَلَى ظَاهِرِ لَفْظِهِ وَلَمْ يَكْشِفُوا عَنْ بَاطِنِ مَعْنَاهُ عَلَى نَحْوِ مَذْهَبِهِمْ فِي التَّوَقُّفِ عَنْ تَفْسِيرِ كُلِّ مَا لَا يُحِيطُ الْعِلْمُ مِنْ هٰذَا الْبَابِ ابن عباس وغیرہ نے جو کشف شدت و کربت کے معنے کئے ہیں آیت يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ میں یہ باعتبار انجام کئے ہیں لوگوں سے شدت اسی وقت رفع ہوگی جب کہ اللہ رب العالمین اپنی ساق کھولیں گے اور لوگ اس علامت کو دیکھتے ہی سجدہ میں واقع ہو جاویں گے۔ اس کے بعد جن کو جہاں جہاں جانا ہوگا رخصت ہو جاوینگے اس سے پہلے بڑی ہی زبردست تکلیف میں تھے مگر مؤولین نے سمجھا کہ یہی اس کے معنے ہیں طرح طرح کے شواہد پیش کرنے شروع کر دیئے کلام اہل عرب سے اور یہ خدا کے جلال کو بھی منافی نہیں بجز معطلہ فرقہ کے کہ وہ اس کے یکسر منکر ہیں خدا ہدایت دے آمین۔

سایہ نفس سایہ کے سلف میں سے کوئی منکر نہیں رحمت کے معنی صرف مأول کی بنا پر ہے۔ سایہ میں کھڑا کرنا وہ بھی رحمت ہی کی بنا پر ہوگا جس طرح رسول کریم نے فرمایا تھا کہ کوئی عمل کی بنا پر جنت میں نہیں جائیگا مگر اس کی رحمت سے۔ لوگوں نے کہا آپ بھی نہیں۔ کہا نہیں إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ۔ بعض روایتوں میں ظِلُّهُ کی جگہ ظِلُّ عَرْشِهِ آیا ہے۔ یہ بھی اس کے منافی نہیں اس لئے کہ عرش پر خداوند ہوگا۔ دونوں کی طرف سایہ کی نسبت صحیح ہے البتہ جہمیہ نفس سایہ کے بھی منکر ہیں۔ مولانا! آپ تو ذات باری کے قائل ہیں آپ کو یہ شبہ کرنا لائق نہیں۔

ضحک اولاً ضحک کے معنی رحمت کے بخاری میں نہیں۔ حافظ ابن حجر رحؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لَمْ أَرَ ذٰلِكَ فِي النُّسَخِ الَّتِي وَقَعَتْ لَنَا مِنَ الْبُخَارِيِّ۔ هُمْ عَلَى سَبِيلِ التَّنَزُّلِ کہتے ہیں ضحک بمعنی رحمت اور رضا جس طرح خطابی لکھتے ہیں صحیح بھی ہو تو اس سے نفس ضحک کی تو نفی نہیں۔ امام عثمان بن سعید دارمیؒ ص۱۷۶ ابشر مریسی کے رد میں لکھتے

ہیں اَمَّا قَوْلُكَ اِنَّ ضِحْكَهٗ رِضَاهُ وَرَحْمَتُهٗ فَقَدْ صَدَقْتَ فِیْ بَعْضٍ لِاَنَّهٗ لَا یَضْحَكُ اَحَدٌ اِلَّا عَنْ رِضًی میں کہتا ہوں رحمت بھی بعد رضا ہی کا ہوتی ہے۔ یہ تمام تفسیریں بایوں کہیں جیسے آپ اور آپ کے ہم خیال کچھ اور ہی تصور کئے ہوئے ہیں۔ نفس ضحک کا انکار ملاحدہ ہی کرتے ہیں جیسے معتزلہ وغیرہ فرق باطلہ۔ اب آپ کا ان اشیاء پر سوال کرنا ہی بے بنیاد ہے، ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ النَّقْشَ پہلے سطح قائم کر لیجئے پھر اس پر نقش و نگار قائم کیجئے۔ ان بزرگوں پر الزام خدارانہ لگائیے۔ اولاً کتاب و سنت کو کسی استاد کامل سے پڑھئے سمجھئے اور پھر کہیں لب کشائی کو موقع دیجئے۔ یہ بتائیے کہ آپ کا مذہب کیا ہے حنفی یا اہلحدیث۔ ماتریدی یا اشعری۔ آپ کی تحریر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہ ماتریدی ہیں نہ اشعری بلکہ تجہم و اعتزال سے کچھ ایسی نسبت رکھتے ہیں۔ آپ مکرر یاد رکھئے کہ صفات باری میں تاویل درست نہیں خلاف تاویل خواہ کوئی کرے وہ محمود نہیں۔ آگے آپ کو اختیار ہے خداوند نیک توفیق دے آمین

وانا الراجی رحمۃ ربہ ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی کان اللہ لہ

مورخہ ۲ ربیوم السبت شہر ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ ۱۷ مارچ ۱۹۴۵ء

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاخری، رجب، شعبان، رمضان، ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ مطابق ماہ مئی، جون، جولائی، اگست، اکتوبر ۱۹۴۵ء جلد ۲۵ نمبر ۶-۷-۸-۹-۱۱

کیا کھانا آگے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور بغیر پڑھوائے اس میں سے کھانے نہ دینا وغیرہ افعال شرعاً ثابت ہیں اور ایسا کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے

سوال نمبر (۲۹۴) اکثر لوگ کھانا آگے رکھ کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ بغیر فاتحہ پڑھوائے اس میں سے کھانے نہیں دیتے۔ کیا شرعاً یہ فعل اور اس قسم کے دیگر افعال ثابت ہیں۔ اگر نہیں تو ان کی ابتدا کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(سائل مولوی) محمد رفیق (صاحب خطیب جامع کلاں جنڈیالہ ضلع امرتسر

جواب (نمبر ۲۹۴) مولود۔ گیارہویں۔ تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں۔ ششماہی۔ برسی۔ عرس۔ قوالیاں کرنا کرانا۔ قبروں پر میلے ٹھیلے مقرر کرنا۔ کھانا آگے رکھ کر مروجہ فاتحہ خوانی کرنا ماہ رجب میں رجبی منانا۔ تبارک کی روٹیاں تقسیم کرنا۔ لکھی ہزاری روزے رکھنا۔ شب برات منانا۔ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو خصوصاً والتزاماً حلوا کھانا اور کھلانا۔ بیوی فاطمہ کی صحنک کرنا۔ امام ضامن کا کونڈا کرنا۔ امام ضامن کے نام کا پیسہ بچوں کے گلے میں ڈالنا قل کے ڈھیلے قبر میں رکھنا۔ قبر پر اذان کہلوانا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور بدعات و محدثات

اور بعض ان میں سے کفریات ہیں اور ان کے قائلین و فاعلین شرعاً اہل بدعت ہیں۔ بدعتی جب تک بدعت سے تائب نہ ہو اس کا کوئی عمل قبول نہیں۔ حدیث میں ہے أَبَى اللّٰهُ أَنْ يَقْبَلَ عَمَلَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتّٰى يَدَعَ بِدْعَتَهٗ (ابن ماجہ ص۶)

بدعت کی تعریف صحیحین میں بروایت عائشہ صدیقہ رضی مرفوعاً مروی ہے مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ یعنی ہمارے اس دین متین میں بجانب خود ثواب سمجھ کر کوئی کام جاری کرنے والا مردود و مطرود ہے۔

تعریف بدعت میں حدیث ہذا عند المحدثین اصل اصول ہے کیونکہ تمامی انواع و اقسام بدعت کو حاوی اور شامل ہے۔ دوسری حدیث میں ہے كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ یعنی ہر بدعت شرعی گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم رسید کرنے والی ہے۔ سنن ابن ماجہ کے ص۶ میں جابر رضی سے مرفوعاً روایت ہے وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ یعنی تمام کاموں میں زیادہ برا کام وہ ہے جو دین میں نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ نیز فرمایا أَلَا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ یعنی علامہ شاطبیؒ اپنی کتاب کے ص۹۹ میں رقم طراز ہیں کہ شرابیوں، کبابیوں، ناچنے گانے والوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے بدعتیوں کے پاس نشست و برخاست کرنا زیادہ برا ہے۔

عینی شرح بخاری میں بدعت کی تعریف بایں الفاظ وارد ہے مَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ أَصْلٌ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ یعنی بدعت وہ ہے جس کی اصل قرآن و حدیث میں نہ ہو۔ نیز کتاب مذکور میں ہے إِظْهَارُ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ یعنی بدعت کہتے ہیں کسی ایسی چیز کو (ثواب جان کر) ظاہر کرنے کو جو نہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں ہو نہ صحابہ کرام کے عہد میں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۳ صفحہ ۲۱۶ میں مرقوم ہے وَالْبِدْعَةُ أَصْلُهَا مَا أُحْدِثَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ وَتُطْلَقُ فِي الشَّرْعِ فِي مُقَابِلِ السُّنَّةِ فَتَكُوْنُ مَذْمُوْمَةً الخ یعنی بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو بلا سبق مثال ظہور پذیر ہو شریعت نے اس کو مقابل سنت گردان کر مذموم قرار دیا ہے اگرچہ وہ چیز صورتاً و شکلاً کیسی ہی بھلی معلوم ہوتی ہو چنانچہ مسند دارمی مطبع نظامی کانپوری ص۳۸ میں۔ اور علامہ ہیثمی کی مجمع الزوائد و مسند احمد و بزار و طبرانی کبیر میں برواۃ ثقات اور کتاب صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان مطبوعہ مصر مصنفہ مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی ہندی کے صفحہ ۳۳۳ و صفحہ ۳۳۴ میں حدیث مرقوم ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ صحابی رسول ابو موسیٰ اشعری رضی کہتے ہیں میں نے آج مسجد میں ایک نیا کام ہوتا ہوا دیکھ کر عبد اللہ بن مسعود

لے ۵ لغوی ۱۲ منہ

رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ چند لوگ مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک ان میں سے کہتا ہے کہ سو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ پڑھو۔ وہ حلقے والے کنکریوں[1] پر گنتی گنتے ہوئے سو تکبیریں پوری کرتے۔ پھر وہ کہتا کہ سو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو وہ سب اسی طرح پڑھتے۔ پھر وہ سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنے کو کہتا وہ سب مل کر پڑھتے۔ یہ خبر سنکر صحابی رسول عبد اللہ بن مسعودؓ فوراً ہی موقع پر پہنچے اور اُن سے فرمایا کہ تمھیں اس پڑھنے کا کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا۔ یہ تو نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے تم نے ایک خاص صورت عبادت کی بجائے خود ایجاد کی ہے اسی کا نام تو بدعت ہے۔ افسوس کہ اسقدر جلدی گمراہی میں پڑ گئے ابھی تو نبی علیہ السلام کے بہت سے صحابہ موجود ہیں ابھی تو آپ کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے ابھی تو آپ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے یعنی نبی علیہ السلام کے انتقال پر ملال کو ایسا زیادہ زمانہ نہیں گذرا جو تم نے گمراہیوں کے دروازے کھولنے شروع کر دیئے۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ حضرت ہمارا ارادہ نیک ہے۔ بہ نیت ثواب اللہ کی تسبیح و تہلیل کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں نیکی کا ارادہ رکھنے والے بہت سے ایسے بھی ہیں جو بوجہ احداث و ابتداع کے نیکی تک نہیں پہنچ سکتے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ایسے لوگ بھی امت میں پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن اُن کے نرخوں سے نیچے نہیں اُتریگا۔ ممکن ہے کہ ان میں کے اکثر تم ہی لوگ ہو۔ پھر آپ ناراضگی کے ساتھ وہاں سے واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ کوفہ کا ہے۔ راوی حدیث عمرو بن سلمہ کا قول ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہم نے ان میں سے اکثر کو دیکھا وہ خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمیں نہروان والے دن نیزے مار رہے تھے۔ حدیث مندرجہ بالا کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ صحابی رسول ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں رَاَیْتُ فِی الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوْسًا یَنْتَظِرُوْنَ الصَّلٰوۃَ فِیْ کُلِّ حَلْقَۃٍ رَجُلٌ وَفِیْ اَیْدِیْهِمْ حَصًا فَیَقُوْلُ کَبِّرُوْا مِائَۃً فَیُکَبِّرُوْنَ مِائَۃً فَیَقُوْلُ هَلِّلُوْا مِائَۃً فَیُهَلِّلُوْنَ مِائَۃً وَیَقُوْلُ سَبِّحُوْا مِائَۃً فَیُسَبِّحُوْنَ مِائَۃً اِلٰی قَوْلِهٖ ثُمَّ مَضٰی وَمَضَیْنَا مَعَهٗ حَتّٰی اَتٰی حَلْقَۃً مِّنْ تِلْکَ الْحِلَقِ فَوَقَفَ عَلَیْهِمْ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِیْ اَرَاکُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًا نَعُدُّ بِهِ التَّکْبِیْرَ وَالتَّهْلِیْلَ وَالتَّسْبِیْحَ قَالَ فَعُدُّوْا سَیِّاٰتِکُمْ فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ لَّا یُضَیَّعَ مِنْ حَسَنَاتِکُمْ شَیْءٌ وَیْحَکُمْ یَا اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ مَا اَسْرَعَ هَلَکَتَکُمْ هٰؤُلَآءِ صَحَابَۃُ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهٖ ثِیَابُهٗ لَمْ تَبْلَ وَاٰنِیَتُهٗ لَمْ تُکْسَرْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّکُمْ لَعَلٰی

[1] فی زماننا مساجد اہل بدعت میں بعد از نماز عصر یا عشاء وغیرہ چیوں یعنی املی کے بیج یا ریٹھے کی گولیوں پر پڑھتے ہیں حکم دونوں کا ایک ہے ۱۲ منہ

مِلَّةٍ هِيَ اَهْدٰى مِنْ مِّلَّةِ مُحَمَّدٍ اَوْ مُفْتَتِحِيْ بَابِ ضَلَالَةٍ قَالُوْا وَاللّٰهِ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اَرَدْنَا اِلَّا الْخَيْرَ قَالَ وَكَمْ مِّنْ مُّرِيْدٍ لِّلْخَيْرِ لَنْ يُّصِيْبَهٗ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ قَوْمًا يَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا اَدْرِيْ لَعَلَّ اَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ رَاَيْنَا عَامَّةَ اُولٰٓئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ

اسی کتاب کے اسی صفحہ میں انہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول[1] ہیں کہ اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ یعنی جو باتیں شریعت سے منقول ہیں ان ہی کی تابعداری کرو وہ کافی وافی ہیں اس قسم کی نئی نئی باتیں نکال کر بدعتی نہ ہو۔

بدعت و اہل بدعت سے نفرت

اسی کتاب کے صفحہ ۳۱ میں ہے عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ حَاضِرٍ الْاَزْدِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اَوْصِنِيْ فَقَالَ نَعَمْ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِسْتِقَامَةِ اتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ یعنی اللہ سے ڈرتا رہ سیدھا سیدھا چل۔ قرآن حدیث کا تابعدار رہ۔ بدعتی نہ بن۔

اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ابن مسعودؓ سے منقول ہے اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ اَقْوَامًا يَّزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَكُمْ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ وَقَدْ نَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ فَعَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّنَطُّعَ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّعَمُّقَ وَعَلَيْكُمْ بِالْعَتِيْقِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِيْ صفحہ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مُحْدَثَةً فَعَلَيْكُمْ بِالْاَمْرِ الْاَوَّلِ۔ یعنی تم ایسے بدعتی ملا مولویوں سے ملو گے جو بظاہر تو تمہارے سامنے کتاب اللہ کا نام لیں گے حالانکہ خود انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے تم ان کے دھوکہ میں نہ آنا علم آسمانی کو لازم پکڑے رہنا۔ دین میں بدعتوں، باریکیوں منطقی فلسفی نکتوں سے بچتے رہنا۔ ہر دینی کام میں پرانی روش صحابہ کرام سلف صالحین کی اختیار کرنا جب کبھی دین میں کوئی نیا کام دیکھو فوراً بچنا۔ نئی روشنی و تاریکی کے لوگوں کو چھوڑ کر امر اول کو مضبوط پکڑنا۔

اسی طرح علامہ شاطبیؒ نے اپنی کتاب الاعتصام جلد اول کے صفحہ ۹۱ میں حدیث مذکورہ بالا ذکر کر کے بدعات کی خوب تذمیم و تخریب کی ہے مَنْ شَآءَ الْبَسْطَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهِ۔ نیز کتاب مذکور کے صفحہ ۹۸ میں ہے کہ بدعتی سے اتنی نفرت و پرہیز کرو کہ جس راستے سے وہ چلے تم وہ راستہ ہی چھوڑ دو کیونکہ بدعتی کا جلیس و ہمنشیں اپنے نفس امارہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ خدا کی رحمت و عصمت اس سے چھین لی جاتی ہے عَنْ يَّحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ اِذَا لَقِيْتَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فِيْ طَرِيْقٍ فَخُذْ فِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ وَعَنْ بَعْضِ السَّلَفِ مَنْ جَالَسَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ نُزِعَتْ مِنْهُ الْعِصْمَةُ وَوُكِّلَ اِلٰى نَفْسِهٖ۔ اسی کتاب کے پورے ایک سو صفحہ میں ہے

---

[1] نقل مطابق اصل ہے ۱۲۔ منہ

وَكَانَ مَالِكٌ كَثِيرًا مَا يَنْشِدُ ٥
وَخَيْرُ أُمُورِ الدِّيْنِ مَا كَانَ سُنَّةً ✤ وَشَرُّ الْأُمُورِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بدعت کے رد میں اکثر یہ شعر زبان زد رہتا تھا کہ دین میں بہتر وہی کام ہے جو طریق سنت کے مطابق ہو اور بدتر وہ کام ہے جو دین میں نو ایجاد ہو۔

افسوس باوجود احادیث مندرجہ بالا و عبارات محولہ و حوالجات مذکورہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ آئے دن بدعات شنیعہ و رسومات قبیحہ میں مستغرق و منہمک ہیں ایک تو وہ ہیں جنہوں نے بدعات کو اپنا شعار و دثار بنا کر عین دین و ایمان سمجھا ہوا ہے دوسرے وہ لوگ ہیں کہ بدعات و محدثات کو تاہم اچھا تو نہیں کہتے لیکن جیسی نفرت چاہیے ویسی نفرت اور برائی بھی اُن کے قلوب میں نہیں بوجہ ماکل و مشرب ہونے کے ایک معمولی سی ناجوازی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ خود بدعت کا ارتکاب نہیں کرتے مگر اور لوگوں کے ہاں قوم برادری وغیرہ میں بدعتوں کے جلسے اور مجالس میں شریک ہو کر خوب ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوتے ہیں۔ اور اگر شریک بھی نہ ہوں تاہم بدعتی کو ایسا بُرا نہیں سمجھتے جیسا کسی بدکار حرامکار۔ زناکار۔ فاسق فاجر کو سمجھتے ہیں۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے بدعت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اگر غور کریں اور اچھی طرح سوچیں قرآن و حدیث کو کما حقہ پڑھیں پڑھائیں کسی پکے سچے موحد متبع سنت کے وعظ۔ درس۔ مجلس۔ صحبت میں بیٹھیں تو خوب واضح ہو جائے کہ فی الحقیقت بدعت تمام عیبوں۔ چوری۔ ڈکیتی۔ رہزنی۔ حرامکاری۔ شرابخوری جوئے بازی۔ دغا بازی۔ فسق و فجور سے بدتر اور سب گناہوں سے بڑھ کر ہے۔

آلا یہی وہ حقیقت ہے جس کو نبی عربی فداہ ابی و امی نے آج سے تیرہ سو سال قبل اِنَّ شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا فرما کر آشکارا کر دیا تھا کیونکہ یہ خاصیت سوائے بدعت کے دیگر کسی گناہ میں نہیں کہ آدمی مسلمان بھی کہلواتا ہو اور معاصی (گناہ کے کاموں کو) ثواب بھی جانتا ہو اور اُس گناہ کی مذمت و تردید میں کوئی آیت یا حدیث پڑھی جائے تو اس پر اظہار خفگی و غصہ کرتا ہو مثلاً کوئی شخص زناکار ہو۔ چور ہو۔ رند مشرب ہو۔ شرابی کبابی ہو۔ قمار باز ہو مگر ان میں ایسا کوئی بھی نہ ہوگا کہ جب ان کے سامنے مذکورہ بالا بداعمال و خصائل رذائل کی تردید میں کوئی آیت یا حدیث پڑھی جائے تو اس کو غصہ یا جوش و خروش آئے بلکہ مشاہدہ گواہ ہے یا تو سُنکر اسے تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنے فعل پر نادم ہو جاتے ہیں یا بے فکری سے سن کر ٹال دیتے ہیں۔

ہاں بدعتیوں کا یہ حال بد مآل ہے کہ وہ عمل بدعت کو ثواب سمجھتے ہیں وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ٥ کے پورے مصداق ہیں۔ اور جو کوئی اس بدعت کو نہ کرے اس کو بُرا و معیوب جانتے ہیں۔ بدعات کی تردید میں کوئی آیت یا حدیث پڑھی جائے

تو اُن بدعتیوں کی وہی کیفیت ہو جاتی ہے جو اللہ عزوجل نے سورۂ حج کے نویں رکوع میں بیان کی ہے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا یعنی جب پڑھی جاتی ہیں ہماری آیتیں کھلم کھلا تو منکروں کے چہرے بدل جاتے ہیں فوراً ماتھے پر بل لے آتے ہیں اور ایسے غصہ میں بھر جاتے ہیں کہ اگر قابو ہو بس چلے تو سُنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں اُن کا منہ نوچ لیں۔

بدعت و اہل بدعت سے ترک موالات

پس عام معصیت میں اور فعل بدعت میں آسمان و زمین کا فرق ہے کیونکہ وہاں تو قرآن و حدیث کے سامنے دبنا اور شرمندہ ہونا ہی اور یہاں قرآن و حدیث کا پورا پورا مقابلہ کرنا اور جلنا و ناراض ہونا ہے۔ بدعتی سنت و عاملین سنت سے ہمیشہ بغض و عناد اور بدعت سے محبت و پیار رکھتا ہے اسی واسطے شریعت نے اہل بدعت سے مقاطعہ و ترک موالات کا حکم دیا ہے ایسوں کی صحبت سے بچنے کی ہدایت کی ہے چہ جائیکہ ان سے بیٹی وغیرہ کا لین دین کیا جائے چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد چہارم صفحہ ۱۴۲ میں تحت آیت فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ۝ مرقوم ہے وَفِی الْاٰیَةِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا ظَهَرَ مِنْهُ مَكْرٌ وَّكَیْدٌ وَخِدَاعٌ وَبِدْعَةٌ یَجِبُ الْاِنْقِطَاعُ عَنْهُ وَتَرْكُ مُصَاحَبَتِهٖ

نیز کتاب الاعتصام للشاطبی جلد اول کے ص۹۷ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے لَا تُجَالِسْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَاِنَّهٗ یُمْرِضُ قَلْبَكَ وَعَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ مَا ازْدَادَ صَاحِبُ بِدْعَةٍ اجْتِهَادًا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا یعنی بدعتی کی مجالست سے پرہیز کرو ورنہ تیرے دل میں بھی بدعت کی بیماری پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ایوب سے مروی ہے کہ بدعتی شخص اپنی بدعات کی اشاعت میں جتنی کوشش کرتا ہے وتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

دفع دخل مقدر

اس پر اگر کسی کو یہ شبہ گذرے اور وہ یوں کہنے لگے کہ ایسا کون کلمہ گو ہوگا جو شریعت کی بات سے جلے گا اور قرآن و حدیث سے خفا و ناراض ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس کی کیفیت و حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب کہ کسی بدعت کا نام لیکر رد کیا جائے۔ اگر مجمل طور پر یعنی بغیر تفصیل کے صرف یوں بیان کیا جائے کہ شرک و بدعت بُری چیز ہے تو بیشک کوئی خفا نہ ہوگا کیونکہ وہ یوں نہیں جانتے کہ ہمارا ذکر ہے اس لئے کہ وہ اپنی ایجاد کردہ بدعت کو بدعت نہیں سمجھتے بلکہ عبادت جانتے ہیں ہاں جب عرس۔ میلہ۔ گیارہویں۔ جھنڈا۔ نشان۔ فاتحہ خوانی۔ تعزیہ داری۔ سوم۔ چہلم۔ برسی۔ بدھی۔ نذر و نیاز۔ منت۔ مولود۔ تقلید شخصی وغیرہ کا نام لیکر تردید کی جائے تو پھر

دیکھو ان افعال کے مرتکبین کیسی نیلی پیلی آنکھیں نکالتے اور کیسی صلوٰتیں سناتے ہیں اور منع کرنے والوں کو وہابی غیر مقلد لامذہب وغیرہ وغیرہ بتلاتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی لوگ اسی وجہ سے دشمن و مخالف ہوئے کہ آپ نے کھول کھول کر حق بیان کیا اور رسومات قبیحہ و بدعات شنیعہ کا نام لے کر تردید کی۔

بدعت بدترین جرم ہے

کیونکہ دیگر جرائم و آثام کے ذریعہ سے ابلیس لعین ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو عوام کالانعام جہلاء اور بیوقوف کہلاتے ہیں اور بسا اوقات وہ گناہ کے ارتکاب سے شرمندہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اس بدعت کے ذریعہ ان لوگوں کی راہ مارتا ہے جو حافظ و حاجی مولوی و نمازی و شب بیدار ہوتے ہیں اور ہزار ہا مرد عورتیں ان کو اپنا مقتدیٰ و پیشوا سمجھتے ہیں سو ایسے ایک شخص کا بگڑ جانا بدعتی ہو جانا ہزاروں کے بگڑنے اور گمراہ ہو جانے سے بدرجہا برا ہے پس اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے کہ بدعت کا عیب اور نقصان اتنا بڑا ہے کہ دوسرے روزمرہ کے گناہ اس کے پاسنگ برابر بھی نہیں ہو سکتے چنانچہ احادیث میں نبی علیہ السلام نے شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا فرما کر اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیا ہے

ان بدعات محدثات کی ابتدا

ناظرین! مندرجہ بالا عبارات و حوالجات جو ایک اصولی بحث پر مشتمل تھے جن میں بدعات و محدثات کی تردید و تحقیر آپ کے سامنے مدلل بیان کی گئی ہے آپ نے ملاحظہ فرمائیے۔ اب ان بدعات کی ابتدا خصوصاً فاتحہ خوانی وغیرہ کی مدلل تردید پیش خدمت ہے پڑھ کر حق کی داد دیں۔ خود بھی کل بدعات سے بچیں اور دیگر احباب و اقربار کو بھی بچانے کی کوشش کریں ایسے مسلمان جو بوجہ عدم علم سنن و احکام سے بے خبر و نابلد ہیں اور بدعات کے ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں اُن کو سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی جھلک دکھانا علماء کا فرض مذہبی و نتیجہ زندگی ہے۔ یہ ہم بخوبی جانتے ہیں اور بظاہر محسوس بھی کرتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جو بصدق دل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے والا ہے اپنے دل کو رسول خدا صلعم کی محبت و مودت سے پُر رکھتا ہے۔ اور جو کام وہ کرتا ہے اس میں اپنا ذاتی نفع نہیں بلکہ شریعت کا حکم سمجھ کر کرتا ہے مگر بوجہ لاعلمی و کم سمجھی کے بعض افعال کو دینی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ حقیقتاً وہ افعال دینی و شرعی نہیں ہوتے بلکہ احداث فی الدین میں لتھڑے ہوئے یعنی دین میں نئے ایجاد کئے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھا دیں۔ میرے خیال میں جس مسلم کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو وہ باوجود معلوم ہونے کے ہرگز ہرگز حبیب خدا شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جرأت نہ کرے گا۔ میں

بلا خوف تردید یہ بھی کہوں گا کہ اگر باوجود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم معلوم ہو جانے کے پھر بھی سرتابی کرے اور مخالفتِ نبی امی فداہ ابی وامی پر تُلا رہے تو اس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہے جس پر یہ آیت کریمہ شاہد عدل ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ یعنی جو لوگ اپنے تمام کاموں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کریں اور آپ کے فرمان کو بکشادہ پیشانی شوق دل سے نہ قبول کرلیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔

آج کل مدعیان اسلام میں بوجہ ہم ملک وہم مذاق ہونے کے بہت سے ہندوانی رسوم باشوم صورت اور نام بدل کر داخل ہوگئی ہیں۔ چونکہ ہندوستان کے بعض پچھلے مسلمان بادشاہوں کے محلات میں ہندو عورتیں مالک بنی ہوئی تھیں وہ اپنے ساتھ ساتھ ہندوانہ رسمیں لے کر آئی تھیں جن کو وہ آزادی سے کچھ ادل بدل کر نکاح بیاہ شادیوں غمی، خوشی میں برتا کرتی تھیں اور خود بادشاہ وارکانِ دولت اُن سے مانوس ہو کر دلچسپی رکھتے تھے اس لئے شدہ شدہ وہ رسوم بدعین اسلام سمجھی جانے لگیں اور ہر چھوٹے بڑے گھر میں وہ بطور ایک اسلامی حکم کے منائی جانے لگیں۔ بس پھر کیا تھا اُن کو بُرا و معیوب سمجھنا تو کجا اُن کے نہ کرنے کو بُرا سمجھا جانے لگا۔ اکثر ملا مولوی بوجہ بادشاہ پسند ہونے کے خاموش ہو بیٹھے۔ بعض علماء سوء خوشامدی ٹٹو دنیا کے لالچی وطماع ساتھ دینے اور انہیں شرعی و دینی بنانے کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ حق گو علماء نے ان رسوم بد کی مخالفت بھی کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ اُن کی آواز دب کر رہ گئی اور طرح طرح کی بدعتوں نے ناواقف از دین مسلمانوں کے دلوں میں اپنا گھر کرلیا۔ منجملہ ان کے یہ سوم و چہلم وفاتحہ وغیرہ کی بدعتیں ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جماعت اہلحدیث تو اس قسم کی بدعات سیات واہیات سے کوسوں دور اور بالکل نفور ہیں۔ احناف میں سے دیوبندی حضرات بھی ان فضولیات شنیعات سے اپنے آپ کو الگ تھلگ بتاتے ہیں۔ ہاں عامیوں بریلویوں کا وہ حصہ جو اپنے کٹ ملاؤں کی مٹھی میں ہیں انہیں ان رکیبیہ مذہب ملانوں نے ایسی غلط و مہلک پگڈنڈی پر لگا رکھا ہے کہ الامان والحفیظ حالانکہ کلام الٰہی میں تمسک بالسنہ وتجنب عن البدعہ کی تاکید اکید موجود ہے۔

آیات کلام ربانی سے بدعات مروجہ کی تردید

پارہ ۲۸ سورۂ حشر میں ارشاد خداوندی ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الاٰیۃ۔ تمہیں جو کچھ رسول دے وہ لے لو اور جس چیز سے منع کردے اس سے رک جاؤ۔ احادیث میں صاف موجود ہے کہ نبی علیہ السلام نے اِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ

فرما کر تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں۔ ششماہی۔ برسی۔ عرس۔ فاتحہ خوانی وغیرہ کل بدعات سے اپنی امت کو منع کر دیا ہے۔ پھر جو شخص بدعات مذکورہ سے نہ باز آئے وہ اس آیت وحدیث کا منکر ہے العیاذ باللہ

نیز فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ○ پ۲۱ سورۂ احزاب۔ یعنی اے دنیا بھر کے لوگو! تمہارے لئے بہترین نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو کام کرو اس نمونہ کے مطابق کرو۔ تمہارے اعمال وافعال کی مقبولیت کا انحصار و دار و مدار عند اللہ اسی پر ہے۔ آیت ہذا میں اتباع سنت واجتناب بدعت کی جس قدر تاکید شدید پائی جاتی ہے وہ اظہر من الشمس وابین من الامس ہے۔

نیز فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ پ۲۶ سورۂ محمد۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ کی اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے رہو اور بدعات ومعصیات میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال کو برباد وملیامیٹ مت کرو۔

پس آیت ہذا سے معلوم ہوا کہ جو عمل سنت نبوی واطاعت رسول سے نکل گیا وہ غارت واکارت ہوا بلکہ وبال جان بنا۔ فرمان خداوندی ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ○ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ○ تفسیر فتح البیان وغیرہ میں تحت آیت وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ کے حضرت ابو العالیہؒ سے منقول ہے کہ صحابۂ رسول یہ سمجھتے تھے کہ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا جیساکہ شرک کے ساتھ کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی پھر ڈر گئے کہ گناہ عمل کو باطل کر دے گا۔

کتاب الصلوٰۃ میں امام ابن القیمؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن وحدیث وآثار صحابہ اس امر پر صریح دلیل ہیں کہ ارتداد کے سوا اور گناہ نیکیوں کو اکارت کر دیتے ہیں جیساکہ نیکیاں برائیوں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ نیز تفسیر وجیز میں ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پس جب عام گناہوں کی یہ حالت ہے تو بدعت تو بدترین گناہ ہے کیونکہ احادیث میں شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا فرمایا گیا ہے اس سے تو بدرجہ اولیٰ اجتناب واحتراز چاہیے وَاللَّهُ وَلِيُّ التَّوْفِيقِ

نیز فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ پ۲۶ سورۂ حجرات۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے آگے مت بڑھو۔ خدا کے نزدیک وہی عمل مقبول ومحبوب ہے جو سنت کے مطابق ہو سنت کا ذرا سا خلاف ہوا بدعت کی ملونی ہوئی اور عمل مردود ہوا۔

تفسیر جامع البیان میں تحت آیت ہذا حضرت ابن عباسؓ سے یوں تفسیر منقول ہے

کہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ کچھ لکھو نہ کرو۔ پس تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں۔ مولود۔ گیارہویں فاتحہ خوانی وغیرہ کرنے والے یقیناً اللہ ورسول کے آگے بڑھنے والے اور آیت ہذا کے مخالف ہیں العیاذ باللہ۔

ایک جاہلانہ شبہ اور اسکا عالمانہ جواب

عموماً دیکھا اور سنا گیا ہے کہ مولود۔ گیارہویں۔ شب برات کا حلوا توشہ و آتشبازی فاتحہ خوانی وغیرہ بدعات کے متعلق اکثر عوام کالانعام سادہ لوح طبائع کو یہ کہہ کر پھانس لیتے ہیں کہ میاں کیا حرج ہے اسی بہانے سے غریبوں مسکینوں کے حلق میں نوالہ پڑجاتا ہے ہماری نیت تو بخیر ہے اگر ہم نے پیر صاحب کی گیارہویں کا نام رکھ کر یا ختم پڑھوا کر کھانا کھلا بھی دیا تو کیا حرج ہو گیا وغیرہ وغیرہ مگر یاد رکھو یہ سب ساتھیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ ان باتوں سے فعل بدعت کا ارتکاب صحیح و درست نہیں ہوسکتا۔ جس کام کے لئے جو طریقہ نبی علیہ السلام نے مقرر کردیا ہے وہ کام اسی طریق پر ادا کرنا چاہیئے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم ہوگا۔

جامع ترمذی میں ہے ایک شخص نے چھینک لیکر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شریعت نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی یہ موقع نبی پر درود وسلام پڑھنے کا نہیں۔ چھینک لے کر صرف الحمد للہ کہنا چاہیئے۔

اسی طرح کوئی شخص اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کو چار مرتبہ کہے تو سب مسلمان اُسے منع کریں گے حالانکہ کلمہ بُرا نہیں لیکن اس وقت تعلیم رسول کلمہ ہذا کو صرف دو ہی دفعہ کہنے کی ہے زیادہ کی نہیں۔

اسی طرح کوئی شخص نماز میں بحالت رکوع وسجود قرآن مجید کی تلاوت شروع کردے اور کہے کہ میری نیت ثواب وخیر کی ہے تو برابر اس کو روکا جائے گا یا کوئی جاہل نعوذ باللہ بیت الخلاء میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھے تو سب مسلمان اُسے ملامت کریں گے خواہ وہ کتنا ہی کہے کہ میری نیت بخیر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عہد نبوی میں تین اشخاص نے آپس میں عہد کیا تھا۔ ایک نے کہا میں ساری رات تہجد پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے سے رہونگا تیسرے نے کہا کہ میں نکاح ہی نہیں کروں گا۔ بظاہر تینوں کی نیت بخیر تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو ایسا نہیں کرتا۔ تہجد پڑھتا بھی ہوں سوتا بھی ہوں۔ نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ نکاح بھی میں نے کر رکھے ہیں اور عبادت بھی کرتا ہوں۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ جو میرے طریقہ میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ میرا نہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت علی رضؓ نے نماز عید سے پہلے ایک شخص کو عید گاہ میں نوافل پڑھتے دیکھ کر منع کیا اور فرمایا کہ اس نماز پر عذاب ہوگا کیونکہ تعلیم نبوی کے مطابق یہ فعل نہیں۔

الغرض جو فعل شرع سے غیر ثابت ہو اُسے کر کے ثواب کی امید و توقع رکھنا بالکل فضول ولا حاصل ہے کیونکہ اسی کا نام بدعت ہے اور مذمت بدعت سے قرآن وحدیث مالا مال ہے۔ علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں رقمطراز ہیں اَنَّ الْبِدْعَۃَ الْمَذْمُوْمَۃَ هُوَ الْمُحْدَثُ فِی الدِّیْنِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ عَھْدِ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَلَا دَلَّ عَلَیْہِ الدَّلِیْلُ الشَّرْعِیُّ انتھی کما فی الصواعق یعنی جو چیز صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانہ میں نہ ہو اُس کے جواز پر کوئی دلیل شرعی وارد نہ ہو بس وہی بدعت ہے اور اُس کو کار ثواب سمجھ کر کرنے والا بدعتی ہے اس سے بچو۔

رسالہ "فاتحہ نامہ" کی ہزلیات اور اُنکا دنداں شکن جواب

ناظرین سے یہ امر مخفی وپوشیدہ نہیں کہ بدعات مروجہ فاتحہ خوانی وغیرہ کی نشر واشاعت میں اہل بدعت ہمیشہ ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ اُن کی اکثر تحریر وتقریر شیوع بدعت سے لبریز ہوتی ہے چنانچہ حال ہی میں ہمارے دفتر رسالہ صحیفہ اہلحدیث میں علاقہ یوپی سے ہمارے رسالہ کے ایک خریدار صاحب جناب بابو عبدالغفور کنڈکٹر گارڈ امیر احمد لکمیا ونڈ ہمارے پاس ایک رسالہ مسمّی بہ "طریقہ فاتحہ" جو سلطان حسین تاجر کتب وپبلشر فاکلینڈ روڈ بمبئی کا طبع شدہ تھا لے کر آئے اور خواہش ظاہر کی کہ رسالہ حامی توحید وماحی شرک وبدعت صحیفہ اہلحدیث میں ضرور اس کی تردید ہونی چاہئے تاکہ عوام کو حق وباطل میں تمیز ہوجائے چنانچہ عاجز نے رسالہ مذکور کا بامعان نظر مطالعہ کیا۔ بجز لغویات وہزلیات کے کچھ نہ پایا۔ مصنف رسالہ مذکور نے فاتحہ مروجہ کی تائید وثبوت میں لے دے کے صرف ایک موضوع روایت رسالہ کے صـ۲ پر بعنوان "فضائل فاتحہ" درج کی ہے اور اپنے ہم خیال بدعتیوں کے آنسو پونچھ کر عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنے کی پوری بیجا کوشش وسعی لاحاصل کی ہے۔ لکھا ہے کہ فاتحہ مروجہ کی فضیلت میں کوئی شک نہیں اس واسطے کہ خود بدولت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے فاتحہ دیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فتاوی روز جزری میں روایت لکھتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے روز ابو ذر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی اور کھجورے کر حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے رکھدیا تو آپ نے ایک بار "الحمد" اور تین بار قل ہو اللہ" اور اللھم صل علی محمد انت بہا اہل وہو لہا اہل" پڑھ کر دست مبارک اٹھایا اور فرمایا خداوندا اسکا ثواب ابراہیم ہمارے لڑکے کو پہنچا۔ اور ابو ذرؓ سے فرمایا اسے

تقسیم کردو الخ۔

اسلامی دوستو! معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف مذکور نے "فضائل فاتحہ" کا عنوان قائم کرکے عوام کو یہ بتلانا چاہا ہے کہ بس ہم حنفی بدعتی فاتحہ کے عادی فاتحہ کے فضائل کے قائل وعامل ہیں اور اہلحدیث کثر اللہ سوادہم وامثالہم جو بدعات میت تیجہ دسواں، چالیسواں، فاتحہ خوانی وغیرہ کے تارک ومنکر ہیں وہ فاتحہ کی فضیلت کے گویا قائل ہی نہیں حالانکہ یہ خیال خام اور وسوسۂ عام بالکل غلط بل اغلط ہے۔

سنئے! بفضلہ تعالیٰ ہم اہلحدیث سورت فاتحہ کی فضیلت کے قائل وعامل ہیں نہ صرف فضیلت کے بلکہ وجوب کے قائل ہیں اور یہاں تک ہیں کہ نمازی جس رکعت میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جاوے ہمارے مذہب میں وہ رکعت ہی نہیں ہوتی (اِلَّا مَا سْتَثْنَاهُ الشَّرْعُ كَحَالَةِ الرُّكُوْعِ) خواہ نمازی اکیلا ہو خواہ امام ہو خواہ مقتدی اور نماز خواہ فرضی ہو یا نفلی، سفری ہو یا حضری۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری وغیرہ۔

ہاں برعکس اس کے حنفی حضرات جہاں تک فضیلتِ فاتحہ کے قائل ہیں وہ بھی سن لیجئے تاکہ آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے کہ اس کی فضیلت کا کون قائل ہے اور کون منکر اولاً تو آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ حنفی حضرات عام طور پر یہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھے گا اس کے ...... منہ میں قیامت کے دن انگارے بھرے جائیں گے (العیاذ باللہ) اب آپ خود سوچ لیں کہ یہ لوگ فاتحہ کی فضیلت کے قائل ہیں یا دشمن۔ ثانیاً جن کے یہ لوگ مقلد کہلاتے ہیں ان کا قول نقل کرتے ہیں کہ اَدْنیٰ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ اٰيَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ملاحظہ ہو ہدایہ ص۹۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی فَصْلٌ فِي الْقِرَاءَةِ یعنی ساری فاتحہ تو درکنار امام ابوحنیفہ صاحب کے نزدیک تو کم سے کم کسی ایک آیت کے پڑھ لینے سے نماز ہو جائے گی۔ اور وہ آیت بھی اگر عربی زبان میں نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں بلکہ باوجود عربی داں ہونے کے صرف فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کردے تو بھی کافی ہے فَاِنِ افْتَتَحَ بِالْفَارِسِيَّةِ اَوْ قَرَءَ فِيْهَا بِالْفَارِسِيَّةِ اَوْ ذَبَحَ اَوْ سَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ اَجْزَاهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

اب بتلائیے! کہ فاتحہ کس کے ہاں ہے اور کس کے ہاں نہیں اور کون اس کی فضیلت کا قائل ہے اور کون نہیں۔ میں تو بلا خوف تردید صاف الفاظ میں کہوں گا کہ صرف رسمی حنفی نہیں۔ بریلوی نہیں۔ دیوبندی نہیں۔ نقشبندی نہیں۔ سہروردی نہیں۔ چشتی نہیں۔ قادری نہیں بلکہ عموماً کل برادرانِ احناف فاتحہ سے محروم ہیں ان کو فاتحہ میسر ہی نہیں جب تک زندہ رہتے ہیں کیا مجال کہ امام کے پیچھے نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھیں۔ اور جب مرتے ہیں تو ان کے جنازہ کی نماز میں نہ امام سورت فاتحہ پڑھتا ہے نہ مقتدی۔ اسی طرح ان کے ہاں

درود پڑھنا بھی فرض نہیں چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے وَهُوَلَيْسَ بِفَرِيْضَةٍ عِنْدَنَا یعنی درود کا پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں۔ ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۹۴ باب صفۃ الصلوٰۃ اب فرمائیے! "مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود" مقولہ کا کون مستحق ہے حنفی یا اہلحدیث؟ آہ سچ ہے ؎

یہ عذرِ امتحاں جذب دل کیسا نکل آیا ؛ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اہلحدیث تو بفضلہ تعالیٰ فاتحہ کی فرضیت و فضیلت کے بھی قائل ہیں اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھنا بھی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں بفحوائے کلام ربانی يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ لیکن فضیلت کے قائل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر اُسے پڑھا جائے اور پھر ہاتھ منہ پر مل کر اب کھانے کو کھانے کے قابل سمجھا جائے اگر فضیلت فاتحہ اس مروجہ رسم کی مستلزم ہے تو پھر دوسری فضیلت والی سورتیں اس سے کیوں خارج کر دی گئیں مثلاً سورت بقرہ و آل عمران کی بہت بڑی فضیلت احادیث میں وارد ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ۔ تو ان دونوں سورتوں سے فاتحہ کیوں نہیں دیتے دلواتے؟ تاکہ پونے چار پارے پڑھنے سے پتہ تو لگ جائے کہ اس طرح فاتحہ خوانی ہوتی ہے پھر انکے ہمراہ سورت یٰسین و سورت رحمٰن و سورت تبارک و سورت کہف و سورت واقعہ وغیرہ بھی ملا لیا کریں تاکہ کھانے کی فضیلت دوبالا ہو جائے۔ ہاں جس سورت کو آپ اپنے نزدیک فضیلت سے خالی تصور کرتے ہوں اُس کے پڑھنے کی بے شک تکلیف نہ کریں۔

فاتحہ خوانی کی ایجاد کا باعث

آئیے ہم آپ کو بتائیں کہ مبتدعین نے اس بدعت کو کیوں ایجاد کیا۔ اس کا سبب و باعث کیا ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اہلحدیثوں کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ ثواب رسانی کے قائل نہیں۔ وہ مردوں کے بعد انکی طرف سے صدقہ و خیرات نہیں کرتے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے عوام کی مغالطہ دہی کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہم اہلحدیث ایصال ثواب کے قائل و عامل ہیں۔ مردوں کی طرف سے اپنی وسعت کے مطابق بغیر قیود و شروط مخترعہ کے۔ بغیر تعیین وقت یوم کے بغیر کسی مخصوص شے کے تقرر کے نیا بتاً دیتے لیتے ہیں۔ مُردوں کی طرف سے اگر زندے کچھ خرچ کریں تو برابر اُس کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے جس کو خدا مستحق جانتا ہے اُسے پہنچا دیتا ہے کھانا کھلائیں یا نقد دیں یا کسی اور کار خیر میں مدد کریں لیکن ہم اہلحدیث یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس ایصال ثواب کا طور طریق وہ ہونا چاہئے جو عہد نبوی و عہد صحابہ میں معمول بہ تھا نہ کہ وہ جسے لوگ بجانب خود ایجاد کر لیں یا اُن کے بڑے بوڑھوں نے ہندوانی رسموں سے متاثر ہو کر گھڑ لیا ہو۔ پس مبتدعین نے یہ سوچا کہ شرعی طریق پر ایصال ثواب کرنے سے ہمارے پلّے کچھ نہ پڑے گا۔ اگر کسی نے دو چار دس بیس مساکین کو بلا تعیین یوم وغیرہ

کچھ پکا کر کھلا دیا تو ہمیں کیا ملا۔ لہٰذا انہوں نے فاتحہ کی تدبیر سوچی کہ عموماً نہ اس طریق کار سے کوئی مسلمان واقف ہوگا نہ اُسے کر سکے گا لامحالہ ہم ملاؤں کو جہلاء لوگ بلائیں گے پھر تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ پس در اصل فاتحہ خوانی کی ایجاد کا باعث یہی معلوم ہوتا ہے اسی لئے تو نام بھی الٹا رکھا ہے خاتمہ کو فاتحہ کہتے ہیں۔ فرض نماز میں فاتحہ خوانی کبھی ان کو نصیب نہ ہو نماز جنازہ میں فاتحہ خوانی کے وقت منہ بند ہو جائیں۔ ہونٹ سلجائیں۔ ہاں ان کے آگے ڈھائی سیر حلوا رکھ کر دیکھو کیسی قرأت کے ساتھ فاتحہ خوانی ہوتی ہے زبان اور ہونٹ سب کھل جاتے ہیں۔ آخر کیوں نہ پڑھیں نماز میں تو محنت کرنی پڑتی ہے دنیا کا کھانا نہیں ملتا اور یہاں تو تر لقمہ سامنے رکھا ہوا ہے۔

آہ یہ بطن پرست ملا عبد الدینار و عبد الدرہم مولوی کل جا کر خدا کو کیا منہ دکھائیں گے جو ان تر نوالوں کے پیچھے آئے دن نت نئی بدعات دین میں جاری کرتے رہتے ہیں۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ ؎

خَيْرُ أُمُوْرِ الدِّيْنِ مَا كَانَ سُنَّةً	وَشَرُّ الْأُمُوْرِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

رسم بدعت کی بھلی ہو یا بُری	پھیر دے سب کی گردن پہ شریعت کی چھُری
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے	بدعتی بدبخت کو جہنم کی مار ہے

اشیاء فاتحہ خوانی ان بدعتی ملا مولویوں کی شکم پروری و بطن پرستی کی بین اور واضح دلیل ایک یہ بھی ہے کہ جس طرح انہوں نے فاتحہ خوانی کا طریقہ بجانب خود ایجاد کیا ہوا ہے۔ اسی طرح اشیاء فاتحہ بھی مقرر کر دی ہیں کہ فلاں فلاں چیز پر فاتحہ دلائی جا سکتی ہے۔ اپنی من بھاتی چیزوں یا مرغن اشیاء پہ فاتحہ خوانی کرانے سے زیادہ ثواب کی گارنٹی مریدوں کو دی جاتی ہے چنانچہ جس رسالہ کی ہم تردید لکھ رہے ہیں۔ اس کا مصنف صفحہ ۴ پہ اپنے مریدوں کو مندرجہ بالا عنوان قائم کرکے ہدایت کرتا ہے کہ فاتحہ خوانی کیلئے حلوہ۔ مٹھائی۔ کھیر اور وہ شے جس میں شکر پڑی ہوئی ہو کیونکہ مومن میٹھے ہیں اور میٹھی چیز کو پسند کرتے ہیں اسی طرح گوشت پر فاتحہ دینا ہے اور میٹھے نئے پھل اور شہد شربت دودھ۔ پلاؤ۔ زردہ غرض کہ جتنی اچھی اور لذیذ چیزیں ہیں سب پر فاتحہ درست ہے لیکن یہ چیزیں سب سے بہتر ہیں۔

ناظرین! دیکھا آپ نے فاتحہ خوانی میں یہ گلچھرے اڑائے جاتے ہیں۔ بھلا جب پلاؤ اور زردہ، دودھ اور پھل کھانے کو ملے تو پھر کون بدعت کو چھوڑے قیامت کو دیکھا جائیگا جو کچھ ہوگا۔ بنا الفاسد علی الفاسد پہ ہوتی ہے۔ جب ہیئت کذائیہ فاتحہ خوانی ہی ثابت نہیں تو اشیاء مذکورہ کا تقرر و تعین کہاں سے ثابت ہوگیا۔ سب ڈھکوسلے بازی اور من سازی

کی باتیں ہیں۔ فاتحہ خوانی کیا ہے تن پروری کی ایک خاصی مشین ہے در اصل اپنے پیٹ بھرنے کی خاطر نیم ملاؤں نے مروجہ فاتحہ خوانی کا طریقہ ایجاد کیا ہے اور بہتان نبی علیہ السلام پر باندھا ہے کہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچے ابراہیم کی وفات حسرت آیات کے بعد کھانے پر فاتحہ خوانی کی ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ○ کتنا بڑا جھوٹ اور صریح بہتان ہے۔

فاتحہ مروجہ کی حدیث پر جرح وتنقید اور اس کی اصلیت

ہم خدا کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ مصنف رسالہ[2] "طریقہ فاتحہ یا مجموعہ فاتحہ یا فاتحہ نامہ" نے جو ابراہیم بن رسول اللہ کی فاتحہ خوانی کے متعلق حدیث لکھ کر عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے وہ موضوع جھوٹی منگھڑت حدیث ہے۔ اللہ کے سچے نبی صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح افتراء وبہتان ہے۔ دنیا میں اگر کوئی زندہ دل حنفی ہے تو حدیث ہذا کو بسند صحیح مطابق اصول محدثین ثابت کرے بخدا ہم بھی مان لیں گے ہمیں کسی سے ضد وتعصب نہیں۔ ہم اہلحدیث تو سچی حدیثوں کے ماننے والے ہیں، موضوعات واباطیل کے روادار نہیں۔ مصنف مذکور نے رسالہ مذکور میں روایت ہذا کی نہ تو سند بیان کی ہے جس پر محدثانہ طریق سے جرح وقدح کی جائے نہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیا ہے جس میں یہ حدیث دیکھی جائے۔ خدا سے نہ ڈرتے ہوئے صرف اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے چند ٹکوں کی خاطر ایمان فروشی کرتے ہوئے ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر بہتان باندھا ہے۔ کاش! یہ فاتحہ خوانی کرنے والے اصول محدثین سے واقف ہوتے تو اتنی جرات نہ کرتے۔

اصول محدثین

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں فَاَمَّا مَا کَانَ مِنْھَا عَنْ قَوْمٍ ھُمْ عِنْدَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ مُتَّھَمُوْنَ اَوْ عِنْدَ الْاَکْثَرِ مِنْھُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِیْجِ حَدِیْثِھِمْ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاَشْبَاھِھِمْ مِمَّنِ اتُّھِمَ بِوَضْعِ الْحَدِیْثِ وَتَوْلِیْدِ الْاَخْبَارِ الخ یعنی جو حدیثیں ایسے لوگوں سے مروی ومنقول ہوں جو کہ کل اہلحدیث یا اکثر اہلحدیث کے نزدیک ساتھ وضع کرنے حدیثوں کے اور پیدا کرنے اخبار کے متہم و مطعون ہو چکے ہوں ہم ان کی تخریج کے بالکل روادار نہیں (ملاحظہ ہو مقدمہ مسلم ص۵) اسی صفحہ میں آگے چل کر فرماتے ہیں فَغَیْرُ جَائِزٍ قُبُوْلُ حَدِیْثِ ھٰذَا الضَّرْبِ مِنَ النَّاسِ یعنی ایسے لوگوں کی حدیث قبول کرنا بالکل جائز نہیں۔ بعدہ صفحہ ۶ میں اپنے شاگرد

۱؎ جیسا کہ ماسٹر محمد سمعیل جودھپوری بدعتی نے بھی اپنے رسالہ بنام "مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود" میں فاتحہ مروجہ کی یہی دلیل لکھ کر افترا پردازی کی ہے ۱۲ منہ

۲؎ مصنف مذکور نے اس ایک ہی رسالہ کے تین نام رکھے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے (بذریعہ تحریر یا تقریر) جھوٹی و منکر روایات کی نشرواشاعت کرکے عوام الناس کو دھوکہ و فریب میں ڈالدیا ہے ان کی وجہ سے ہم نے صحیح روایات کے جمع کا عزم بالجزم کرلیا اور تمھارے سوال کی اجابت ہم پر سہل ہوگئی۔

وَلٰكِنْ مِنْ اَجْلِ مَا اَعْلَمْنَاكَ مِنْ نَشْرِ الْقَوْمِ الْاَخْبَارَ الْمُنْكَرَةَ بِالْاَسَانِيْدِ الضِّعَافِ الْمَجْهُوْلَةِ وَقَذْفِهِمْ بِهَا اِلَى الْعَوَامِّ الَّذِيْنَ لَا يَعْرِفُوْنَ عُيُوْبَهَا خَفَّ عَلٰى قُلُوْبِنَا اِجَابَتُكَ اِلٰى مَا سَاَلْتَ وَاعْلَمْ وَفَّقَكَ اللّٰهُ اَنَّ الْوَاجِبَ عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيْزَ بَيْنَ صَحِيْحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيْمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِيْنَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِيْنَ اَنْ لَّا يَرْوِيَ مِنْهَا اِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهٖ وَالسِّتَارَةَ فِيْ نَاقِلِيْهِ وَاَنْ يَّتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ اَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ الخ یعنی ہر شخص پر واجب ہے کہ صحیح اور سقیم روایات میں تمیز رکھے اور اُن کے ناقلین کی ثقاہت معلوم کرے جو پکی سچی روایات (مثل صحاح ستہ وغیرہ کے) ہوں۔ ان کے سوا کوئی ایسی ویسی روایت نہ قبول کرے اور بدعتیوں کی پیش کردہ روایات واحادیث سے تو ہمیشہ بچتا ہی رہے۔

علامہ محمد بن سیرین تابعی فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ یہ علم قرآن وحدیث کا دین ہے ہر کس و ناکس سے لینا جائز نہیں ذرا دیکھ بھال کے لیا کرو۔ جو اہل سنت یعنی اہلحدیث ہوں اُن کی حدیث لی جائے اور جو بدعتی ہوں اُن کی حدیث قطعًا نہ لی جائے۔ فَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ (مقدمہ صحیح مسلم صلا)

نبی علیہ السلام کی پیشینگوئی

آج سے تیرہ سو برس پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے لوگوں کے متعلق پیشین گوئی فرما گئے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ اُنَاسٌ يُّحَدِّثُوْنَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَاْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری امت کے آخر زمانہ میں ایسے دجال و کذاب پیدا ہوجائیں گے اور تم کو ایسی ایسی حدیثیں سُنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سُنی ہوں نہ تمھارے آباء واجداد نے۔ پس اُن سے بچتے رہنا تم کو گمراہ نہ کردیں فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

نبی علیہ السلام کی اس پیشینگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ وضاعین نے

سینکڑوں حدیثیں ایسی گھڑ ڈالیں جن کو سنکر ایک مسلم شخص استعجاب کی کوئی حد باقی نہیں رہتی

تشبیہ وتمثیل

مثال کے طور پر یہی حدیث نے لیجئے جو اہلحدیثوں نے کبھی دیکھی نہ سنی۔ ہاں مبتدعین مقلدین اپنی تحاریر وتقاریر میں برابر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کی وفات حسرت آیات پر تیجہ کیا اور کھجوریں و جو کی روٹی پر فاتحہ خوانی کی حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور صریح افترا ہے، قبل ازیں کہ اس کی وضعیت و بطالت کے متعلق ہم کچھ خامہ فرسائی کریں یا علماء کی شہادات وتصریحات کے ذریعہ روایت ہذا کا قلع قمع کرکے اپنے ناظرین کے تیقن وتعرف کو دوبالا کریں۔ برادران احناف کی اپنے مذہب و امام کی فضیلت میں چند وضع کردہ احادیث مع ثبوت نمونۃً وتمثیلاً پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام واحباب عظام کو بالوجہ الاتم یہ معلوم ہو جائے کہ مبتدعین احناف اس جرم شرعی کے پرانے خوگر وعادی ہیں صرف فاتحہ خوانی وغیرہ بدعات کے متعلق ہی انہوں نے حدیثیں وضع نہیں کیں بلکہ اپنے امام و مذہب کے فضائل ومناقب میں بھی ان کے ناہنجاروں و نابکاروں کے پاس احادیث موضوعہ کا کافی ذخیرہ و مجموعہ ہے۔ بس کچھ پوچھئے نہیں ع این ہمہ خانہ آفتاب است صرف فرقہ بندی کی منحوس بدعت اور اپنے مصنوعی تقلیدی مذہب کو درجہ ارتقار وبلندی پر پہنچانے کے لئے بیسیوں منگھڑت۔ جھوٹی۔ موضوع روایات دنیا میں مشتہر کر رکھی ہیں جیساکہ بعض احناف نے یہ منگھڑت حدیث مشہور کر رکھی ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا اَبُوْحَنِیْفَۃَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ یعنی امام ابوحنیفہ میری امت کے چراغ ہیں، حالانکہ بالکل غلط ہے چنانچہ امام شوکانی رح اپنی کتاب فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صہ۲۷ میں رقم طراز ہیں یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْحَنِیْفَۃَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ هُوَ مَوْضُوْعٌ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ وَضَّاعَانِ مَامُوْنُ ابْنُ اَحْمَدَ السَّلَمِیْ وَاَحْمَدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْجُوْنبَارِیْ وَالْوَاضِعُ لَہٗ اَحَدُهُمَا یعنی یہ حدیث کہ میری امت میں ایک مرد ہوگا اس کو ابوحنیفہ کہا جائے گا وہ میری امت کا چراغ ہے۔ یہ موضوع ہے اس کی اسناد میں دو راوی وضاع ہیں مامون بن احمد سلمی اور احمد بن عبداللہ خونباری اور ان ہر دو میں سے ایک واضع ہے (دوسرا ناقل)

حدیث ہذا کے متعلق حنفی مذہب کی گھریلو شہادت

بموجب آیت قرآنی وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا کے ہم ناظرین کے سامنے حدیث ہذا کی وضعیت و بطالت کے متعلق حنفی مذہب کے گھر کی شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ مبتدعین احناف پر حجت ہو۔ ممکن ہے کہ اپنے مذہب کے علماء وفقہاء کی تحریرات وتصریحات، تبیینات وتحقیقات کو دیکھ کر جھوٹی و موضوع روایات کی نشر و اشاعت سے باز آئیں

اور اُن کی نقل و تحریر سے تائب ہوں و باللہ التوفیق۔

حنفی دوستو! ؎

کیا ہی خوب ہو کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

سنئے! تحصیل التعرف میں شیخ عبد الحق دہلوی حنفی فرماتے ہیں وَقَدْ یُرْوٰی اَحَادِیْثُ فِیْ فَضْلِہٖ حَکَمَ الْمُحَدِّثُوْنَ بِوَضْعِہَا وَاَشْھَرُھَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ وَسَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ یعنی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مناقب و فضائل میں (حنفیوں نے) جس قدر احادیث و روایات وضع کی ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ابو حنیفہ چراغ ہے میری امت کا اور ہوگا میری امت میں ایک آدمی کہ کہا جائے گا واسطے اس کے ابو حنیفہؒ وہ چراغ ہے میری امت کا قیامت تک۔ یہ سب حدیثیں موضوع و منگھڑت ہیں۔ محدثین نے انکے موضوع ہونے کا صاف حکم دیا ہے۔

نیز ملا علی قاری حنفی نے موضوعات کبیر مصری کے ص۱۰ میں فرمایا ہے (حدیث) اَبُوْحَنِیْفَۃَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ مَوْضُوْعٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِیْنَ یعنی ابو حنیفہ میری امت کا چراغ ہے یہ موضوع حدیث ہے اور اسپر محدثین کا اتفاق ہے۔

ایک شبہ اور اسکا جواب جس وقت برادران احناف اس قسم کے مضامین پڑھکر شرمندہ خاطر ہوتے ہیں اور ان کو پورا تیقن حاصل ہونے کی وجہ سے اُن کی ضمیر یہ شہادت دیتی ہے کہ ہمارے مذہب کے اکثر مسائل کی بنیاد ایسی ہی اہیات و موضوع و منگھڑت باتوں پر ہے تو اُن کے کٹ ملا یہ شبہ ڈال کر مغالطہ دہی سے کام لیتے ہوئے عوام الناس کو پھر اپنے باطل مذہب پر جما دیتے ہیں کہ میاں اس حدیث کے متعدد طرق ہیں۔ اگرچہ بعض طرق کی بنا پر حدیث ہذا موضوع ہے مگر بعض طرق سے صحیح ثابت ہے حالانکہ یہ بالکل غلط و اغلط ہے کسی ایک سند سے بھی یہ حدیث بطریق اصولِ محدثین ثابت نہیں مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ یقیناً ایسے کٹ ملاؤں کو کتب محدثین سے کیا واقفیت ہوگی جن بیچارے علم کے مسکینوں کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔

لیجئے سنئے! ملا علی قاری حنفی زین الحلم شرح عین العلم میں رقمطراز ہیں فَوَرَدَ مِنْ طُرُقٍ لٰکِنَّھَا کُلُّھَا وَاھِیَۃٌ اَبُوْحَنِیْفَۃَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ حَدِیْثٌ مَوْضُوْعٌ کَمَا قَالَ الصَّنْعَانِیُّ وَغَیْرُہٗ یعنی حدیث "ابو حنیفہ چراغ ہے میری امت کا" کئی طرق سے وارد ہوئی ہے لیکن وہ سب کی سب واہی تواہی ہیں اور یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ کہا صنعانی وغیرہ نے۔

اسی طرح شیخ محمد طاہر حنفی نے اپنی کتاب مجمع البحار مطبوعہ نولکشور ج ۳ کے ص۵۱۵ میں تصریح کی ہے کہ کہا صنعانی نے (حدیث) سِرَاجُ اُمَّتِیْ اَبُوْحَنِیْفَۃَ مَوْضُوْعٌ یعنی ابو حنیفہ

میری امت کا چراغ ہے موضوع ہے یعنی جھوٹی بناوٹی اپنے دل سے گھڑی گھڑائی تراشی تراشی بے اعتباری حدیث ہے۔ اسی طرح میرے استاذ الاستاذ شیخ الکل میاں صاحب مرحوم سید مولانا نذیر حسین رضی اللہ عنہ وعنہ اپنی کتاب معیار الحق مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۲۰ رقم طراز ہیں کہ یہ سب روایتیں جو کہ ابو حنیفہ کی تعریف میں لوگوں نے لکھی ہیں واہیات اور مفتریات اور موضوعات ہیں اور واضعین اس کے (یعنی ان روایات کے بنانے والے مصداق ہیں اس حدیث کے) جو کہ بخاری میں روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نقل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ یعنی جو جھوٹ بولے مجھ پر جان کر لیں ٹھکانہ بجھے اپنا دوزخ میں ـــ اور ناقلین ان کے نے اگر باوجود علم بالوضع کے ان کو نقل کیا ہے تو فاسق ہیں بالاجماع کیونکہ روایت کرنا حدیث موضوع کا حرام ہے اتفاقاً۔ اور اگر بسبب جہل کے ان کے موضوع ہونے سے نقل کی ہے تو جاہل اور معذور ہیں اور موضوع ہونا ان واہیات کا ان کے الفاظ اور معنے سے ظاہر ہے اور محدثین نے بھی تنبیہ کی ہے۔ کذا فی ظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین صفحہ ۲۸۹

امام ابو حنیفہ رح کی فضیلت میں دوسری موضوع حدیث اسی قسم کی ایک اور حدیث واہی تواہی حنفیوں نے بنا رکھی ہے جس کو میاں صاحب مرحوم نے اپنی تصنیف معیار الحق کے صفحہ ۳ میں بایں الفاظ نقل کیا ہے سَیَأْتِیْ بَعْدِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہُ النُّعْمَانُ ابْنُ الثَّابِتِ الْکُوْفِیْ وَیُکَنّٰی بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ یُحْیِیْ دِیْنَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ عَلٰی یَدِہٖ یعنی آئے گا میرے پیچھے ایک مرد کہا جائے گا اس کو ابو حنیفہ کوفی تاکہ بھلائی کرے اللہ کے دین کی اور میری سنت کی اپنے ہاتھ پر۔

سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث بھی جھوٹی، بناوٹی و منگھڑت ہے۔ علامہ نور الدین علی نے کتاب مختصر تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ایک ٹکڑا ہے انس رضی کی حدیث کا طریق ابان سے روایت کی ہے اس سے ابو المعلی بن مہاجر مجہول نے اور روایت کی ہے اس سے محمد بن یزید بن عبداللہ سلمی متروک نے اور پایا اس نے طریق جویباری سے اور کافی ہے تجھ کو اس حدیث کے موضوع و منگھڑت ہونے کی بابت اس کا جھوٹا ہونا۔ نیز علامہ شیخ عبد الحق نے شرح سفر السعادۃ مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۵۲۲ میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث بھی اسی قسم کی جھوٹی اور بناوٹی ہے جیسے کہ حدیث سِرَاجُ اُمَّتِیْ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

حنفیوں نے امام صاحب کی فضیلت میں ایک یہ موضوع و	امام ابو حنیفہ رح کی منقبت میں تیسری موضوع حدیث

موضوع حدیث بھی گھڑ رکھی ہے کہ یَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَبَیْنَ کَتِفَیْهِ خَالٌ یُحْیِ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی یَدَیْهِ سُنَّتِیْ یعنی نکلے گا میری امت میں ایک آدمی ابوحنیفہ اُس کے مونڈھوں کے درمیان ایک خال ہوگا اُس کے ہاتھ پر اللہ میری سنت کو زندہ کریگا حالانکہ یہ بھی موضوع ومختلق وغیر مسبوق الیہ حدیث ہے۔ مولانا شیخ عبدالحق صاحب نے تحصیل التعرف میں صاف لکھدیا ہے کہ وَمَا یُرْوٰی اَحَادِیْثُ فِیْ فَضْلِهٖ حَکَمَ الْمُحَدِّثُوْنَ بِوَضْعِهَا یعنی امام ابوحنیفہ کی فضیلت ومنقبت میں جتنی حدیثیں آئی ہیں۔ محدثین کے نزدیک سب موضوع ہیں کوئی بھی صحیح نہیں۔

الغرض جس طرح اہل تشیع واہل رفض نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت و بزرگی میں جھوٹی روایات وموضوع واقعات پیش کر کے دنیا میں ترقی کی ہے۔ اسی طرح یہ بعض برادرانِ احناف بھی امام ابوحنیفہ کی فضیلت میں جھوٹی حدیثیں پیش کر کے دنیا میں اپنے مذہب کی ترقی چاہتے ہیں حالانکہ میں سچ کہتا ہوں یہ ترقی نہیں بلکہ سراسر تنزلی ہے بلندی نہیں پستی ہے۔ نام نہیں بدنامی ہے۔ عزت نہیں ذلت ہے۔ شجاعت نہیں رذالت ہے کمال نہیں زوال ہے اپنے آپ کو مستحق عذابِ عظیم ومورد عتاب الیم بنانا ہے۔ دین ودنیا میں اپنا منہ کالا کرنا ہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ کا مصداق بننا ہے ؎

اِذَا کَانَ الْغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ ٭ سَیَهْدِیْهِمْ طَرِیْقَ الْهَالِکِیْنَا

جس مذہب کی رفعت وبلندی عروج وترقی کا دارومدار رائے قیاس اور وسوسۂ خناس پر ہو جس کا مطمح نظر جھوٹی روایات ومصنوعی واقعات ہوں تحقیق وتدقیق کا ماحی۔ آرا رجال کا حامی تفتیش وتنقید سے عاری۔ بحث وتمحیص سے خالی۔ تقلید احبار تولید اخبار کا وہ عادی ہو۔ بھلا اس میں رہ کر ہدایت نصیب ہو سکتی ہے؟ اُس کے نزدیک تو رسومات میت سوم۔ دہم۔ چہلم بھی سنت۔ مروجہ فاتحہ خوانی بھی سنت۔ جتنی رسومات قبیحہ وبدعات شنیعہ ہیں سب سنت۔ توحید وشرک میں کوئی تمیز نہیں۔ سنت وبدعت میں کوئی تفریق نہیں۔ سچ ہے ؎

بے بصیرت چہ شناسد سخن صائب را ٭ تلخ وشیریں بمذاق دل بیمار یکیست

امام شافعیؒ کی مذمت میں حدیث موضوع

جس طرح غلات روافض نے محبت علیؓ میں افراط سے کام لیا۔ شیخین رضی اللہ عنہما پر تبرا بازی کی۔ اسی طرح غلات حنفیہ نے امام ابوحنیفہ کی محبت میں حد اعتدال کو چھوڑ کر جھوٹی وموضوع روایات گھڑ لیں اور اس کے بالمقابل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص ومذمت میں بھی احادیث موضوعہ کے افشار وتشہیر سے اجتناب واحتراز نہ کیا۔ منجملہ ان کے حدیث مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی شرح سفر السعادت مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۵۲۳ میں راقم ہیں کہ در تنزیہ الشریعہ از انس ہمی آرد یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ

إِدْرِيْسَ أَضَرُّ عَلٰى أُمَّتِيْ مِنْ إِبْلِيْسَ وَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ سِرَاجُ أُمَّتِيْ۔ وگفتہ کہ جوزکانی ایں حدیث را از انس آوردہ و در اسناد وے احمد خوئباری است و راوی وے مامون سلمی و یکے ازیں دو وضع کردہ ایں حدیث را عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ مَا يَسْتَحِقُّهٗ یعنی ہوگا میری امت میں ایک مرد نام اس کا محمد بن ادریس ہوگا (یعنی امام شافعیؒ) وہ میری امت کو شیطان سے بھی زیادہ ضرر دے گا۔ اور میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام ابوحنیفہ ہوگا بس وہ تو میری امت کا چراغ ہوگا۔ اور کہا ہے کہ اس حدیث کو جوزکانی نے انس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹی حدیث ہے۔ اس کی سند میں احمد خوئباری اور مامون سلمی یہ دونوں راوی وضاع و کذاب ہیں۔ بس جو کوئی بھی جھوٹی حدیث بنائے خدا اس کو وہی سزا دے جس کا وہ مستحق ہو۔

نیز علامہ شوکانی الفوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ کے ص۱۷۲ میں فرماتے ہیں وَقَدْ رَوَاهُ الْخَطِيْبُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا وَاقْتَصَرَ عَلٰى مَا ذَكَرَهٗ فِيْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ الْخَطِيْبُ مَوْضُوْعٌ وَضَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَرْوَزِيُّ الْبُوْرَقِيُّ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا أَحْدَثَ بِهٖ فِيْ بِلَادِ خُرَاسَانَ ثُمَّ حَدَّثَ بِهٖ فِي الْعِرَاقِ وَزَادَ فِيْهِ وَسَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ فِتْنَتُهٗ أَضَرُّ عَلٰى أُمَّتِيْ مِنْ فِتْنَةِ إِبْلِيْسَ وَهٰذَا الْإِفْكُ لَا يَحْتَاجُ إِلٰى بَيَانِ بُطْلَانِهٖ یعنی علامہ خطیب بغدادی نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس نے امام ابوحنیفہؒ کے ذکر پر ہی اقتصار کیا ہے۔ کہا خطیب نے یہ موضوع ہے اس کو محمد بن سعید مروزی بورقی نے بنایا ہے۔ پھر جب تک کہ یہ بلاد خراسان میں رہا تو صرف امام ابوحنیفہ کی فضیلت میں ہی حدیثیں بنا بنا کر بیان کرتا رہا۔ بعدہٗ جب عراق میں آیا تو امام شافعیؒ کی مذمت میں یہ الفاظ اور گھڑ لئے کہ عنقریب میری امت میں ایک مرد ہوگا اس کا نام محمد بن ادریس ہے اس کا فتنہ میری امت کے لئے شیطان کے فتنہ سے زیادہ ضرر والا ہوگا۔ علامہ خطیب فرماتے ہیں کہ اس جھوٹ و کذب کا بطلان اظہر من الشمس ہے بیان کی حاجت نہیں۔

نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ میں مرقوم ہے۔ حدیث يَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ أَضَرُّ عَلٰى أُمَّتِيْ مِنْ إِبْلِيْسَ هُوَ مَوْضُوْعٌ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ وَضَّاعَانِ یعنی یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی سند میں دو راوی وضاع و کذاب ہیں ایک مامون، دوسرا احمد۔

نیز ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب موضوعات کبیر مصری کے ص۱۲۳ میں لکھا ہے کہ وَمِنْ ذٰلِكَ مَا وَضَعَهُ الْكَذَّابُوْنَ فِيْ مَنَاقِبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ عَلَى التَّنْصِيْصِ عَلٰى اسْمِهِمَا وَكَذَا مَا وَضَعَهُ الْكَذَّابُوْنَ أَيْضًا فِيْ ذَمِّهِمَا یعنی منجملہ احادیث موضوعہ کے وہ

حدیثیں ہیں جن کو امام ابو حنیفہ و امام شافعی کا نام لے کر ان کے مناقب و تعریف میں جھوٹوں نے بنایا ہے اور اسی طرح وہ حدیثیں ہیں جن کو جھوٹوں نے ہر دو کی مذمت و توہین میں تراشا ہے

نیز علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے سفر السعادت مطبوعہ نولکشور کے ص۲۳۰ میں فرمایا ہے کہ درباب فضائل شافعی و ابی حنیفہ و ذم ایشان چیزے صحیح نشدہ و ہر چہ دراں باب است مجموع مفتری و موضوع است۔ یعنی امام شافعی و امام ابو حنیفہ کے فضائل و ذمائم میں کوئی حدیث بھی صحیح ثابت نہیں اور جو کچھ اس بارے میں آیا ہے وہ سب منگھڑت و موضوع ہے۔

خلاصۃ المرام و حاصل الکلام یہ کہ جب بموجب تصریحات علماء حنفیہ یہ امر واضح و لائح ہوگیا کہ امام ابو حنیفہ کی فضیلت و مذمت میں مرفوعاً کوئی چیز ثابت نہیں تو پھر ان وضاعین کی منگھڑت روایات اہل تحقیق و انصاف کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہیں۔ اور کتاب مناقب النعمان (مصنفہ شیخ ابو عبداللہ ضمیری حسین بن علی جن کو قاضی ابو الولید باجی نے امام الحنفیہ کہا ہے اور امام ابو حنیفہ کے متعلق تصنیفات کا زیادہ تر ماخذ یہی ضخیم کتاب ہے) میں جو تعریف کے پل باندھے ہیں وہ کہاں تک درست و صحیح ہو سکتے ہیں؟ اسی نام کی کتاب امام ظہیر الدین المرغینانی نے بھی تصنیف کی جو اسی کے ہم مثل ہے۔ الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ قاضیخان انہی کے شاگرد تھے۔

نیز علامہ جار اللہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ جو صاحب تفسیر کشاف کی کتاب شقائق النعمان فی مناقب النعمان بھی غیر معتبر و غیر مقبول ہے۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ جلد ۲۶ نمبر ۴، ۵، ۶، ۱۱۔ و ماہ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی جمادی الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۲۷ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵۔

ضروری نوٹ۔ یہ فتاوے چونکہ ماہنامہ صحیفہ اہلحدیث دہلی سے نقل کئے جاتے ہیں۔ آگے سلسلہ کے صحیفے ہمارے پاس موجود نہیں ہیں اس لئے بعض فتووں کا سلسلہ تتمہ منقطع ہوگیا جن صاحب کے پاس دہلی کے صحیفہ اہلحدیث مکمل فائل ہوں وہ مستعار یا قیمتاً ہمکو بھیجدیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ انکی خدمت میں ایک جلد فتاوی ستاریہ کا مل بھیجینگے۔
فقیر عبد الغفار سلفی ولد حضرت مولانا عبد الستار صاحب محدث دہلوی مدظلہ العالی کراچی
محمدی مسجد بنس روڈ۔ آرٹلیری میدان نمبر ۱ (فون ۵۳۷۸۹)

جس مسجد کے اندر قبر ہو اور مسجد پر یا رسول اللہ بھی لکھا ہو اسمیں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال (نمبرہ ۲۹۵) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مسجد کے اندر قبر ہے اور اس مسجد پر یا رسول اللہ بھی لکھا ہوا ہے، شریعت محمدیہ کی رو سے اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟ مع دلیل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں فقط۔

سائل (حاجی) رحمت اللہ ساکن گوکل پور۔ ریاست کپورتھلہ

جواب (نمبرہ ۲۹۵) اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْوَهَّابِ۔ صورت مرقومہ بالا میں واضح ہو کہ حدیث رسول اللہ کی رو سے مقبرہ میں نماز نہیں ہوتی۔ مواضع ممنوعہ میں سے ایک وہ جگہ بھی ہے جہاں قبریں ہوں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مدینہ منورہ میں مسجد بنائی تھی تو وہاں قبریں تھیں۔ آپ نے قبریں ہموار و مسمار کرا کر مسجد بنائی۔ جو حکم بہت سی قبروں کا ہے وہی حکم ایک دو کا بھی ہے۔ مسجد میں قبر بنانا اور ثابت رکھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں مَنِ ادَّعٰی خِلَافَہٗ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ

صحیح بخاری مع فتح الباری پ ۲ ص ۲۶ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بایں الفاظ باب منعقد کر کے کئی احادیث لائے ہیں بَابُ ھَلْ یُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِکِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَیُتَّخَذُ مَکَانُھَا مَسَاجِدَ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ وَمَا یُکْرَہُ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِی الْقُبُوْرِ وَرَاٰی عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَسَ ابْنَ مَالِکٍ یُصَلِّیْ عِنْدَ الْقَبْرِ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ یَاْمُرْہُ بِالْاِعَادَۃِ یعنی قبروں میں مسجدیں بنانا فعل یہود ہے۔ ایک دفعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ لاعلمی سے کسی قبر کے پاس نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر رضؓ نے دیکھتے ہی آواز دی اور منع کیا کہ یہاں قبر ہے یہاں نماز نہ پڑھو۔ حضرت انس رضؓ وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھنے لگے۔

جملہ وَمَا یُکْرَہُ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِی الْقُبُوْرِ کے تحت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ رقمطراز ہیں یَتَنَاوَلُ مَا اِذَا وَقَعَتِ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْقَبْرِ اَوْ بَیْنَ الْقَبْرَیْنِ وَفِیْ ذٰلِکَ حَدِیْثٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ مَرْثَدِ الْغَنَوِیِّ مَرْفُوْعًا لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا اَوْ عَلَیْھَا یعنی قبروں میں نماز پڑھنی منع ہے چاہے قبر مصلی کے آگے ہو چاہے دائیں بائیں ہو۔ صحیح مسلم کی مرفوع حدیث کا بھی یہی مقصد ہے۔ اسی طرح ابوداؤد و نسائی و جامع ترمذی و ابن ماجہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے (خلاف شرع) زائرات قبور پر اور قبروں میں مساجد بنانے والوں اور قبروں پر (جمعرات کے جمعرات یا اور کسی دن) چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ نیز صحیح بخاری

پارہ مذکور ص۲۶۱ میں نبی علیہ السلام نے قبور صالحین پر مساجد و تصاویر بنانے والے کو عند اللہ بدترین خلق فرمایا ہے اِنَّ اُولٰئِکَ اِذَا کَانَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا اَوْ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ وَاُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اسی حدیث کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں فِیْهِ کَرَاھِیَةُ الصَّلٰوۃِ فِی الْمَقَابِرِ سَوَاءٌ کَانَتْ بِجَنْبِ الْقَبْرِ اَوْ عَلَیْهِ اَوْ اِلَیْهِ (فتح ص۲۶۱) یعنی قبور مصلی کے خواہ آگے یا دائیں بائیں ہوں۔ بہرحال ایسی جگہ یا ایسی مسجد میں نماز پڑھنی منع ہے۔ نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانی ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّدْفَنَ فِی الْمَسْجِدِ مَیِّتٌ لَا صَغِیْرٌ وَّلَا کَبِیْرٌ وَّلَا جَنِیْنٌ وَّلَا غَیْرُہٗ فَاِنَّ الْمَسْجِدَ لَا یَجُوْزُ تَشْبِیْھُھَا بِالْمَقَابِرِ فتاویٰ ابن تیمیہ ج۱ ص۱۰۳ یعنی مسجد کی چار دیواری کے اندر کسی میت کو عام اس سے کہ وہ چھوٹے بچہ کی ہو یا بڑے کی دفن کرنا جائز نہیں کیونکہ مسجد میں ایک چھوٹی سی قبر بنانے سے بھی مقابر یعنی قبرستان کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ کسی طرح بھی جائز و درست نہیں۔ حدیث مرفوع میں نبی علیہ السلام نے مواضع ممنوعہ میں مقبرہ کو بھی معدود و محسوب کیا ہے کما لا یخفی چنانچہ بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جامع ترمذی و ابوداؤد میں باین الفاظ موجود ہے۔ اَلْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَۃَ وَالْحَمَّامَ فتح الباری میں ہے رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ لٰکِنِ اخْتُلِفَ فِیْ وَصْلِهٖ وَاِرْسَالِهٖ وَحَکَمَ مَعَ ذٰلِکَ بِصِحَّتِهِ الْحَاکِمُ وَابْنُ حِبَّانَ گو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے اپنی صحیح میں نہیں لائے مگر اس کے صحیح الاحتجاج و قابل سند ہونے کی طرف باین الفاظ باب منعقد کر کے اشارہ کیا ہے اور ایک اور مرفوع حدیث پیش کی ہے جو صراحۃً حدیث مندرجہ بالا کی مؤید ہے۔ بَابُ کَرَاھِیَةِ الصَّلٰوۃِ فِی الْمَقَابِرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا یعنی گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ ان میں نوافل و سنن پڑھتے رہا کرو۔

تحت حدیث ہذا فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۲ ص۲۶۲ میں مرقوم ہے اِسْتَنْبَطَ مِنْ قَوْلِهٖ فِی الْحَدِیْثِ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا اَنَّ الْقُبُوْرَ لَیْسَتْ بِمَحَلٍّ لِلْعِبَادَۃِ فَتَکُوْنُ الصَّلٰوۃُ فِیْھَا مَکْرُوْھَةً یعنی حدیث ہذا سے صاف مستنبط ہے کہ جس جگہ قبریں ہوں وہاں نماز پڑھنی مکروہ و معیوب ہے اور وہ جگہ (یا مسجد) محل عبادت نہیں ہو سکتی۔ وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّھُمْ اسْتَدَلُّوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ عَلٰی اَنَّ الْمَقْبَرَۃَ لَیْسَتْ بِمَوْضِعِ الصَّلٰوۃِ وَکَذَا قَالَ الْبَغَوِیُّ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْخَطَّابِیُّ علامہ ابن المنذر نے اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے کہ بنابریں حدیث ہذا مقبرہ جائے نماز نہیں۔ اسی طرح کہا ہے امام بغوی نے شرح سنہ میں اور خطابی نے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حدیث ہذا کو بایں الفاظ نقل کیا ہے اِجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِکُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اس کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں مَعْنَاهُ صَلُّوْا فِیْهَا وَلَا تَجْعَلُوْهَا کَالْقُبُوْرِ مَهْجُوْرَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ وَالْمُرَادُ بِهٖ صَلٰوۃُ النَّافِلَۃِ اَیْ صَلُّوا النَّوَافِلَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ یعنی گھروں میں نوافل وغیرہ پڑھتے رہا کرو۔ ان کو قبرستان کی طرح ممنوع الصلوٰۃ نہ سمجھو

نیز علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوے میں مسئلہ ہذا کی خوب توضیح وتشریح کی ہے متعدد مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ جلد اول کے صفحہ ۱۰۷ میں مرقوم ہے

مسئلہ فِی الْمَسْجِدِ اِذَا کَانَ فِیْهِ قُبُوْرٌ وَالنَّاسُ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْهِ لِصَلٰوۃِ الْجَمَاعَۃِ فَهَلْ تَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ فِیْهِ اَمْ لَا وَهَلْ یُمَهَّدُ الْقَبْرُ اَمْ لَا

الجواب اِتَّفَقَ الْاَئِمَّۃُ عَلٰی اَنَّهٗ لَا یُبْنٰی مَسْجِدٌ عَلٰی قَبْرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ لَا یَجُوْزُ دَفْنُ مَیِّتٍ فِیْ مَسْجِدٍ الخ اس کے بعد علامہ موصوف جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ میں رقمطراز ہیں اِتَّفَقَ الْاَئِمَّۃُ اَنَّهٗ لَا یُبْنٰی مَسْجِدٌ عَلٰی قَبْرٍ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَاِنَّهٗ لَا یَجُوْزُ دَفْنُ مَیِّتٍ فِیْ مَسْجِدٍ فَاِنْ کَانَ الْمَسْجِدُ قَبْلَ الدَّفْنِ غُیِّرَ اِمَّا بِتَسْوِیَۃِ الْقَبْرِ وَاِمَّا بِنَبْشِهٖ اِنْ کَانَ جَدِیْدًا وَاِنْ کَانَ الْمَسْجِدُ بُنِیَ بَعْدَ الْقَبْرِ فَاِمَّا اَنْ یُّزَالَ الْمَسْجِدُ وَاِمَّا اَنْ تُزَالَ صُوْرَۃُ الْقَبْرِ فَالْمَسْجِدُ الَّذِیْ عَلَی الْقَبْرِ لَا یُصَلّٰی فِیْهِ فَرْضٌ وَّلَا نَفْلٌ فَاِنَّهٗ مَنْهِیٌّ عَنْهُ انتہی بلفظہٖ یعنی اس امر پر جملہ ائمہ ہدیٰ کا اتفاق ہے کہ قبرستان میں مسجد نہ بنائی جائے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو گمراہ لوگ تھے وہ قبروں میں مسجدیں بنالیا کرتے تھے۔ اے میری امت کے لوگو! خبردار تم قبروں میں مساجد نہ بنانا میں تم کو صراحتاً اس سے منع کرتا ہوں اور بیشک کسی میت کو مسجد میں دفن کرنا جائز نہیں۔ اگر مسجد کا وجود قبل دفن ہے تو اس قبر کو زمین کے برابر کردینا چاہیئے تاکہ قبر کا نشان معلوم نہ ہو۔ اور اگر قبر جدید ہے میت تازی دفن کی گئی ہے تو ساری قبر ہی کو اکھیڑ دیا جائے اور میت کو قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اور اگر وہاں قبروں کا وجود پہلے سے ہے اور مسجد بعد میں بنائی گئی ہے دریں صورت یا تو مسجد کو زائل کیا جائے اور یا قبر کی شکل صورت مٹائی جائے۔ الغرض جس مسجد میں قبریں ہوں یا قبروں میں مسجد ہو اس میں نماز نہیں ہوتی فرض ہو یا نفل شرعاً ممنوع ہے۔

علامہ امام نووی شرح صحیح مسلم جلد اول کے صفحہ ۱۹۹ میں رقمطراز ہیں فیہ جواز الصلوٰۃ فی جمیع المواضع الا ما استثناہ الشرع من الصلوٰۃ فی المقابر وغیرہا من المواضع التی فیھا النجاسۃ کالمزبلۃ والمجزرۃ یعنی ہر جگہ نماز پڑھنی جائز ہے مگر جس جگہ کو شریعت نے مستثنیٰ کر دیا وہاں جائز نہیں جیسے قبرستان وغیرہ۔

دنیا میں قبر پرستی کیونکر پھیلی

اس کے اسباب و وجوہ کیا ہیں اور اسکا انسداد کس طرح ہو سکتا ہے؟ آئیے ہم آپ کو بتائیں۔ قبروں کی بیجا تعظیم و تکریم کرنا ہی اسکا پہلا سبب ہے۔ قبرستان عبرت گاہ ہے اور مساجد اللہ عبادتگاہ ہیں۔ بجائے قبرستان کے مسجدوں میں قبریں بنانا اُن کی تعظیم کا موجب اور ذریعہ شرک ہے۔ بس تعظیم قبور ہی کی وجہ سے دنیا میں بجائے خدا پرستی کے قبر پرستی پھیل گئی سب سے پہلے یہ فتنہ نبی اللہ عبد الغفار نوح علیہ السلام کی قوم میں پیدا ہوا۔ اس کے قبل تمام دنیا مذہب اسلام کی پابند اور توحید پرستی پر قائم و دائم تھی۔ ارشاد خداوندی ہے کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ الآیۃ

جب عبد الغفار نوح علیہ السلام نے آکر قوم کو للکارا اور توحید پرستی کی دعوت دی تو اغواء شیطانی اور تلبیس ابلیس کی وجہ سے تمام قوم مخالفت پر برانگیختہ ہو گئی جس کی شکایت کی خبر خداوند قدوس نے اپنے کلام پاک میں بایں الفاظ بیان کی ہے قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّھُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْہُ مَالُہٗ وَوَلَدُہٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا یعنی کہا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب میری قوم نے میری نافرمانی کی اور ایسے لوگوں کی پیروی کی جنکو ان کے مال و اولاد نے سوائے خسارہ کے کچھ بھی فائدہ نہ دیا (یعنی اپنے مالداروں، پیٹ بھروں کا کہنا مانا) اور انہوں نے بڑے مکر و فریب سے کام لیا اور کہا کہ نوح کے کہنے میں آکر ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ہی ود، اور سواع یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑنا۔

صحیح بخاری ج۲ ص۷۳۲ و تفسیر ابن کثیر و فتح المجید شرح کتاب التوحید وغیرہ کتب دینیہ اسلامیہ میں ابن عباس وغیرہ صحابہ کرام و تابعین عظام سے منقول و مروی ہے کہ اسماء رجال صالحین من قوم نوح یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک بخت لوگوں کے نام ہیں۔ جب وہ فوت ہو گئے تو مرور زمانہ کے بعد شیطان لعین نے ان کی قوم کو اکر یہ سبق دیا کہ جہاں یہ بزرگ بیٹھا کرتے تھے وہاں کچھ نشان مقرر کرو اور اُن نشانات کے وہی نام رکھو جو ان بزرگوں کے تھے۔ سو انہوں نے ایسا ہی کیا مگر ان نشانات کو ابھی تک کوئی پوجتا نہ تھا۔ جب وہ لوگ مر گئے اور دوسرے طبقہ کے لوگ پیدا ہوئے جو کہ علم اور دین سے ناواقف تھے تو

شیطان نے بہکا کر ان نشانوں اور قبروں کی پرستش شروع کردی۔ وہ لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کے بیٹھ گئے۔ دعا و عبادت کے لئے ان کو بہترین مقام سمجھنے لگے۔ ان کی تصاویر بنائی گئیں پھر فرط عقیدت میں تصویروں کی جگہ ان کے مجسمے اور بت بنانے شروع کردیئے حتے کہ اس حد سے بڑھی ہوئی عقیدت مندی نے انکو قبر پرستی کے ساتھ ان بتوں اور مجسموں کی پوجا پر آمادہ کردیا۔

یاد رکھو! جس طرح قوم نوح علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا اسی طرح ہمیشہ قبر پرستوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ قبروں پر عمارتیں اور گنبدیں بنانا، ان پر مجاور بن کر بیٹھنا عرس وغیرہ کرنا قبر والوں کی محبت میں داخل ہے اور بزرگوں کی قبروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ارواح بزرگان و قبور اولیاء سے مدد مانگنے لگ جاتے ہیں ان کو حاجت روا اور مشکل کشا خیال کرنے لگتے ہیں۔ مساجد اللہ میں ان کی قبریں بنا کر خوب کھلم کھلا شرک ہوتا ہے ندائے لغیر اللہ کے نعرے لگتے ہیں حالانکہ اس امر کی قرآن مجید فرقان حمید میں بالتصریح ممانعت وحرمت موجود ہے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ○ علاوہ ازیں شیطان لعین نے قلوب اہل تصوف میں یہ بات سراپا خرافات جمادی کہ شیخ کی صورت دل میں بٹھاؤ فنافی الشیخ ہوجاؤ تاکہ عبادت کا مزہ پاؤ۔ الغرض کسی کو ظاہری بت پرست بنایا اور کسیکو باطنی۔ نعوذ باللہ۔

صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام سلمہؓ نے ملک حبش کے ایک گرجے کا مع تصاویر اس کی کے نبی علیہ السلام سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں جب کوئی صالح اور نیک آدمی فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس کی تصویر و فوٹو وہاں رکھتے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں

صحیح مسلم میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات حسرت آیات سے پانچ دن پہلے کہتے سنا کہ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ (ج ۱ ص ۲۰۱) دیکھو! تم سے ماقبل امتوں نے قبور انبیاء وصلحاء کو عبادت گاہ بنالیا تھا، تم قبروں، مزاروں، خانقاہوں کو عبادت گاہ نہ بنانا میں تم کو سختی سے منع کرتا ہوں یعنی نہ تو قبرستان میں مسجدیں بنانا اور نہ مسجدوں میں قبریں بنانا، عبادت خانوں اور سجدہ گاہوں میں قبروں کا کیا کام۔ آہ سچ ہے ؎

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم ✲ نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم

(مولانا حالیؒ)

نیز صحیح مسلم کے اسی صفحہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ الحدیث ۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا (کذا فی المسند للامام الدارمی ص[illegible]) نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ سے صحیح بخاری پ۵ ص[illegible] میں مرفوعاً مروی ہے قَالَ فِيْ مَرَضِهِ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ۔ حدیث ہذا پر امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں الفاظ باب منعقد کیا ہے بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ یعنی قبروں میں مسجدیں بنانا منع ہے۔ نیز صفحہ ۱۷۹ میں نبی علیہ السلام سے یوں الفاظ منقول ہیں اُولٰئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ

احادیث واخبار مندرجہ بالا کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبور اولیاء وصلحاء، شہداء وانبیاء کو سجدہ گاہ، عبادت گاہ، تعظیم گاہ، قبروں میں مسجدیں بنانے مسجدوں میں قبریں بنانے سے سخت تحذیر وتخویف اور وعید شدید فرمائی ہے اس کے فاعلین مرتکبین کو ملعون ومردود قرار دیا ہے۔ ان کو بدترین خلق فرمایا ہے ان ہی احادیث کے تحت امام نووی شارح صحیح مسلم ص۲۰۱ میں فرماتے ہیں قَالَ الْعُلَمَاءُ اِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اتِّخَاذِ قَبْرِهٖ وَقَبْرِ غَيْرِهٖ مَسْجِدًا خَوْفًا مِّنَ الْمُبَالَغَةِ فِيْ تَعْظِيْمِهٖ وَالْاِفْتِتَانِ بِهٖ فَرُبَّمَا اَدّٰى ذٰلِكَ اِلَى الْكُفْرِ كَمَا جَرٰى لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْاُمَمِ الْخَالِيَةِ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اور اپنے غیر کی قبر کو مسجد بنانے سے اس لئے منع کردیا ہے کہ مبادا لوگ ان قبروں کی تعظیم وتکریم کرکے فتنہ میں نہ پڑجائیں۔ بسا اوقات حد سے زائد تعظیم کرنا مؤدی الی الکفر ہوجاتا ہے جیسا کہ امم سابقہ کے بہت سے لوگ اپنے بزرگوں کی قبروں کی تعظیم کرکے کافر ہوگئے۔ العیاذ باللہ

علامہ ابن تیمیہ کا فتویٰ

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوے کی جلد اول ص۱۱۱ میں رقمطراز ہیں يُنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَوَاطِنَ فَاِنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ اَعْطَانِ الْاِبِلِ فَقَالَ لَا تُصَلُّوْا فِيْهَا وَسُئِلَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَبَارِكِ الْغَنَمِ فَقَالَ صَلُّوْا فِيْهَا وَفِي السُّنَنِ اَنَّهٗ قَالَ الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ وَفِيْ

الصحیح عنہ انہ قال لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انہاکم عن ذلک وفی السنن انہ نہی عن الصلوۃ بارض الخسف وفی سنن ابن ماجۃ وغیرہ انہ نہی عن الصلوۃ فی سبع مواطن الا المقبرۃ والمجزرۃ والمزبلۃ وقارعۃ الطریق والحمام وظہر البیت الحرام وہذہ المواضع غیر ظہر بیت اللہ الحرام قد یعللہا بعض الفقہاء بانہا مظنۃ النجاسۃ وبعضہم یجعل النہی تعبدا و الصحیح ان عللہا مختلفۃ بان تکون العلۃ مشابہۃ اہل الشرک کالصلوۃ عند القبور وتارۃ لکونہا ماوی الشیطن کاعطان الابل وتارۃ لغیر ذلک واللہ اعلم یعنی کئی جگہ شرعاً نماز پڑھنی منع ہے۔ صحیح بخاری میں نبی علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے منع کر دیا اور بکریوں کے باڑوں میں نماز کے متعلق پوچھا گیا تو اجازت دیدی۔ سنن میں ہے کہ ساری زمین مسجد ہے مگر مقبرہ اور حمام۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں میں مسجدیں بنالیں۔ خبردار اے میری امت کے لوگو! تم قبرستان میں مسجدیں نہ بنانا میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔ سنن میں ہے کہ ارض خسف میں بھی آپ نے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے یعنی جس ملک و زمین پر خدا کا عذاب آیا ہو اور وہ زمین میں دھنسا دیئے گئے ہوں۔ اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں ہے آپ نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ مقبرہ جس جگہ قبریں ہوں۔ اس میں قبرستان کی حد کے اندر کی مسجد اور مسجد کی حد کے اندر کی قبریں بھی داخل ہیں۔ مجزرہ جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہیں جیسے مذبح یا میلہ وغیرہ کہتے ہیں۔ مزبلہ جہاں محلہ کا کوڑا کرکٹ وغیرہ جمع و ڈھیر کیا جاتا ہے۔ قارعۃ الطریق جو سڑک و راستہ آمد و رفت کے ساتھ متعین و مخصوص ہو۔ حمام مشہور جگہ ہے۔ ظہر البیت بیت اللہ خانہ کعبہ کی چھت۔ مبارک الابل اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ جس کو باڑہ کہتے ہیں۔ ان مواضع سبعہ کی علت ممانعت سوائے بیت اللہ کی چھت کے بعض علماء و فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ ان میں مظنہ نجاست ہے اور بعض نے نہی تعبدی قرار دی ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کی وجوہات و علل مختلف ہیں جیسی جگہ یا جس مسجد میں قبریں ہوں وہاں نماز پڑھنے میں تو اہل شرک کی پوری مشابہت ہے کسی جگہ علت کی ممانعت یہ ہے کہ وہ ماوی الشیطان ہے جیسے اونٹوں کے باڑے۔ اسی کتاب ص ۱۱۲ میں علامہ موصوف رقمطراز ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے وہ گرجے اور عبادت خانے جن میں تصاویر وغیرہ ممنوعات موجود ہوں اور قبرستان کی تعمیر شدہ مسجدیں برابر ہیں قال عمر انا کنا لا ندخل کنائسہم والصور فیہا وہی بمنزلۃ المسجد الذی علی القبر الخ

حقیقت میں بات یہی ہے جو امام نووی نے فرمائی ہے۔ واقعی ان نام نہاد مسلمانوں قبر پرستوں، پیر پرستوں تعزیہ پرستوں کا قبور و اہل قبور کی مبالغہ آمیز تعظیم و تکریم کرنا مؤدی الی الکفر نہیں بلکہ موجب کفر ہے۔ اگر نبی امی فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر وعید شدید و تاکید اکید کے ساتھ ان تمام فتنوں و بدعتوں کا سدباب نہ کرتے اور خدا کی مدد آپ کے شامل حال وقال نہ ہوتی تو آج دنیا میں اسلام کی بھی وہی ابتر حالت ہوتی جو دنیا کے تمام محرف و مبدل مذاہب و نسخ شدہ ادیان و ملل کی نظر آرہی ہے۔ اس کی حقیقی و محفوظ تعلیمات کو بھی طرح طرح کی بدعات و شرکیات سیلاب عظیم بہالے گیا ہوتا اور آج ڈھونڈے سے بھی ان کا صحیح پتہ نہ چلتا اور رہی سہی جھلک بھی معدوم و مفقود ہو جاتی ہمارے اسلاف نے اسلام کے جن اہم اور بلند مقاصد کی بنا پر بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ بدعات و محدثات، شرکیات و کفریات وغیرہ گمراہیوں کا جس قوت اور سرفروشی سے قلع قمع کیا اور کسی شکل کو بھی اس میں گوارہ نہ کیا۔ واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ وہ بکسر صحیح و واقعی تھے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہی مسائل نے بالآخر اسلام کی تعلیم کو نوع بنوع ضلالات سے آج ملوث و آلودہ کر دیا اور افسوس کہ مدعیان اسلام اُن فتنوں سے نہ بچ سکے جو اُن سے پہلی قوموں (یہود و نصاریٰ) میں موجب ضلالت و ہلاکت ہو چکے تھے۔ آہ ے

فَلْيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا

صنعت تصویر کی ابتداء و حرمت تصویر گری اور فوٹو سازی نے بھی دنیا میں ایسا عروج پایا ہے اس کا ایسا بازار گرم ہوا ہے کہ الامان والحفیظ ہر کس و ناکس اس مرض مہلک میں مبتلا نظر آتا ہے الا من شاء اللہ۔ اس کی صنعت اس کی خرید و فروخت عام ہو چکی ہے۔ اشیاء تجارتی کے لیبل، گھروں کی سجاوٹ، محافل و مجالس کی بناوٹ، اکثر اخبارات و رسائل کی زیب و زینت اسی ممنوع و معیوب شے کی بدولت سمجھی جاتی ہے حتیٰ کہ لیڈران قوم و رہبران ملت کہلانے والے بھی اس میں پابہ زنجیر ہو گئے ہیں چنانچہ احرار پولٹیکل کانفرنس و جمعیۃ علماء کے سرکردہ ارکان مولوی عطاء اللہ شاہ[1] بخاری، مولوی حبیب الرحمن، مولوی مظہر علی اظہر، چودھری افضل حق، مولوی احمد سعید وغیرہ[2]

---

[1] اس نام کے فوٹو پر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مسلمانو! انصاف سے بتاؤ کہ جو لوگ شریعت سے اتنے لاپرواہ ہوں کہ اپنے فوٹو اتروا تے ہوں مریدوں کے گھروں میں آویزاں کروائیں وہ امیر شریعت کہلانے کے مستحق یا امیر بدعت آہ سچ ہے چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی جب لیڈران قوم کی یہ ابتر حالت ہو تو عوام کی دینی حالت کا کیا ٹھکانہ ہے ۱۲ منہ

[2] یعنی مسٹر جناح و مولانا ابوالکلام آزاد و مولانا داؤد صاحب غزنوی ۱۲ منہ

صاحبان کے فوٹو و تصاویر کیلنڈر بازاروں میں فروخت ہوکر بیوت و مجالس کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ آہ ع فَلْيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا

ان تصاویر کی نسبت نبی علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے کہ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ أَوْ كَلْبٌ یعنی جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے (بخاری مسلم) — اسی طرح جس مجمع، جس کارخانہ و دکان، جس بالاخانہ و مکان جس محفل و مجلس میں تصویر ہو وہاں سے بھی فرشتے دور رہتے ہیں چنانچہ فتح الباری پ۲۴ صفحہ ۱۰ میں مرقوم ہے اَلْمُرَادُ بِالْبَيْتِ الْمَكَانُ الَّذِيْ يَسْتَقِرُّ فِيْهِ الشَّخْصُ سَوَاءٌ كَانَ بِنَاءً أَوْ خَيْمَةً أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محض اسی کام پر مقرر کیا تھا کہ جہاں کہیں تصویر پائیں مٹادیں اور جس جگہ خلاف شرع اونچی قبر دیکھیں برابر کردیں اَنْ لَا تَدَعْ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ (صحیح مسلم) مصورین کو اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا فرمایا ہے یعنی قیامت میں سب سے زیادہ سخت عذاب ان تصویر گروں اور فوٹو سازوں کو ہوگا (صحیح بخاری) امام بغوی کی کتاب مصابیح السنہ میں ہے كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ یعنی ہر مصور دوزخی ہے۔

فن مصوری سیکھنا اور اس کی کاریگری گویا درپردہ خدائی دعویٰ کرنا ہے۔ حدیث صحیحین میں قبروں میں مسجد بنانے والوں اور تصویر گروں کو شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ فرمایا ہے۔ حدیث ہذا کے تحت فتح الباری میں ہے کہ جاندار چیز کی تصویر بنانا تصویر پرستوں کی ایجاد ہے فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ فِعْلَ صُوَرِ الْحَيَوَانِ فِعْلٌ مُحْدَثٌ أَحْدَثَهُ عُبَّادُ الصُّوَرِ

جہاں تصویر دیکھو مٹادو

اسی پارہ کے صفحہ ۳۲۱ میں ہے قَالَ النَّوَوِيُّ قَالَ الْعُلَمَاءُ تَصْوِيْرُ صُوْرَةِ الْحَيَوَانِ حَرَامٌ شَدِيْدُ التَّحْرِيْمِ وَهُوَ مِنَ الْكَبَائِرِ لِأَنَّهُ مُتَوَعَّدٌ عَلَيْهِ بِهٰذَا الْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ وَسَوَاءٌ صَنَعَهُ بِمَا يُمْتَهَنُ أَوْ بِغَيْرِهِ فَصَنْعَتُهُ حَرَامٌ بِكُلِّ حَالٍ وَسَوَاءٌ كَانَ فِيْ ثَوْبٍ أَوْ بِسَاطٍ أَوْ دِرْهَمٍ أَوْ دِيْنَارٍ أَوْ فَلْسٍ أَوْ إِنَاءٍ أَوْ حَائِطٍ أَوْ غَيْرِهَا فَأَمَّا تَصْوِيْرُ مَا لَيْسَ فِيْهِ حَيَوَانٌ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ إِلٰى أَنْ قَالَ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا إِلَّا كَسَرَهُ وَلَا صُوْرَةً إِلَّا لَطَخَهَا أَيْ طَمَسَهَا الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ مَنْ عَادَ إِلٰى صَنْعَةِ شَيْءٍ مِنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ یعنی فرمایا امام نووی نے کہ تمام علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ جاندار چیز کی تصویر کا بنانا، رکھنا یا استعمال کرنا کرانا سخت حرام ہے اور داخل فی الکبائر ہے کیونکہ اس پر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے وعید شدید آئی ہے چاہے بنانے والے کی نیت کچھ بھی ہو اس کا بنانا بہرحال حرام ہے خواہ وہ تصویر کسی کپڑے پر ہو یا بچھونے پر

یا درہم و دینار، روپے پیسے پر یا برتن و دیوار، کاغذ و کتاب، پتھر و لکڑی وغیرہ پر یا کسی چیز کا مارکہ و بوتلوں کے لیبل پر یا اخبار و رسائل پر۔

الغرض جس میں بھی تصویر ہو قطعاً حرام و ناجائز ہے۔ حسب طاقت اسکا مٹانا، نیست و نابود کرنا، توڑ پھوڑ کر خراب و خستہ کرنا اس کی شکل صورت مٹانا واجب ہے، ہاں بقول ابن عباسؓ تصاویر اشیاء غیر ذی روح وغیر ذوی العقول مثل اشجار و احجار، حطب و خشب، بیل بوٹے وغیرہ مباح و ماذون ہیں بشرطیکہ ان کی تعظیم و تکریم یو جا پاٹ نہ کیجاتی ہو۔

مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو حکماً فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے مدینہ جائے پس نہ چھوڑے کوئی بت مگر توڑ دے اس کو اور نہ چھوڑے کوئی تصویر مگر مٹا دے اس کو۔ اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہے کہ جو شخص اس ممانعت کے بعد پھر قصداً عمداً جان بوجھ کر ایسی حرکت کرے یعنی بت و تصاویر بنائے، رکھے رکھائے، شریعت کے اس حکم امتناعی کی کچھ پرواہ نہ کرے تو وہ پکا کافر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا منکر ہے۔ العیاذ باللہ۔

مسئلہ ہذا کے متعلق امیر المومنین امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بایں الفاظ باب منعقد کیا ہے بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ یعنی باب ہے تصویروں کے توڑنے پھوڑنے کا تحت باب ہذا حدیث مندرجہ ذیل لائے ہیں۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَتْرُکُ فِیْ بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ تَصَالِیْبُ[1] اِلَّا نَقَضَہٗ۔ یعنی نبی علیہ السلام گھر کی جس چیز میں بھی تصویر دیکھتے فوراً اس تصویر کو توڑ دیتے۔ مٹانے کی کیفیت امام زہری وغیرہ سے منقول ہے کہ تصویر کی ہیئت شکل صورت متغیر کر دی جائے سر وغیرہ کاٹ دیا جائے اِنْ قُطِعَ رَاْسُہَا اَوْ فُرِّقَتْ ہَیْئَتُہَا جَازَ۔ فتح الباری پارہ مذکورہ کے ص۱۵ میں امام رافعی نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ جب تصویر کا سر کاٹ دیا جائے مٹا دیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ممانعت مرتفع ہو جاتی ہے۔ وَنَقَلَ الرَّافِعِیُّ عَنِ الْجُمْہُوْرِ اَنَّ الصُّوْرَۃَ اِذَا قُطِعَ رَاْسُہَا ارْتَفَعَ الْمَانِعُ نیز ص۱۵ میں ہے لٰکِنَّہَا غُیِّرَتْ عَنْ ہَیْئَتِہَا اِمَّا بِقَطْعِہَا مِنْ نِصْفِہَا اَوْ بِقَطْعِ رَاْسِہَا فَلَا امْتِنَاعَ

نیز اسی صفحہ میں امام نوویؒ سے تحت حدیث اِلَّا رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ کے منقول ہے بِاَنَّ الْمُرَادَ بِاسْتِثْنَاءِ الرَّقْمِ فِی الثَّوْبِ مَا کَانَتِ الصُّوْرَۃُ فِیْہِ مِنْ غَیْرِ ذَوَاتِ الْاَرْوَاحِ کَصُوْرَۃِ الشَّجَرَۃِ وَنَحْوِہَا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ مجسم تصاویر تو بالاتفاق حرام ہیں۔ ہاں کپڑے وغیرہ پر جو تصاویر ہوں انکے متعلق علماء کے چار قول ہیں۔ ان میں اصح الاقوال قول ثالث ہے۔

---

[1] وفی روایۃ الکشمیہنی تصاویر بدل تصالیب ۱۲۔ منہ

حَاصِلُ مَا فِی اتِّخَاذِ الصُّوَرِ اِنَّهَا اِنْ کَانَتْ ذَاتَ اَجْسَامٍ حُرِّمَ بِالْاِجْمَاعِ اِلٰی قَوْلِهِ الثَّالِثُ اِنْ کَانَتِ الصُّوْرَةُ بَاقِیَةَ الْهَیْئَةِ قَائِمَةَ الشَّکْلِ حُرِّمَ وَاِنْ قُطِعَتِ الرَّاْسُ اَوْ تَفَرَّقَتِ الْاَجْزَاءُ جَازَ قَالَ وَهٰذَا هُوَ الْاَصَحُّ - یہی بات ابوہریرہ رضؓ کی اُس حدیث سے بھی بالوضاحت ثابت ہے جس کو سنن نے مختصراً اور ابن حبان نے مطولاً بیان کیا ہے جس کی تصحیح پر امام ترمذی کے دستخط ثبت ہیں جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اَتَیْتُکَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَکُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ عَلَی الْبَابِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِیْ عَلٰی بَابِ الْبَیْتِ یُقْطَعُ فَیَصِیْرُ کَهَیْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْیُقْطَعْ فَلْیُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَانِ مَنْبُوْذَتَانِ تُوْطَاٰنِ وَمُرْ بِالْکَلْبِ فَلْیُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَةِ النَّسَائِیِّ اِمَّا اَنْ یُقْطَعَ رُؤُوْسُهَا اَوْ تُجْعَلَ بُسُطًا تُوْطَاُ یعنی نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ میں شب گذشتہ آنجنابؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مگر اندر نہ آسکا اس وجہ سے کہ آپ کے دروازہ پہ ایک پردہ لٹکا ہوا تھا اس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں اور گھر کے اندر بھی (طاق وغیرہ) پر جو پردہ تھا اس میں بھی تصویریں تھیں اور کتے کا پلہ بھی اندر گھسا ہوا تھا۔ پس آپ ایسا کیجئے کہ دروازہ والی تصاویر کے تو سر کٹوا دیجئے تاکہ وہ درخت کے مانند ہو جائیں اور اندر والے پردہ کو پھڑوا کر تکئے بنوا لیجئے تاکہ وہ زمین پر پڑے ہوئے پامال ہوتے رہیں اور کتے کو بھی باہر نکلوا دیجئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ہدایت جبرئیلؑ ایسا ہی کیا۔ نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ یا تو اُن تصویروں کے سر کاٹ دیئے جائیں یا اُس کپڑے کو پیروں میں بچھا دیا جائے جس سے وہ تصاویر ہر وقت پامال ہوتی رہیں۔

تصویر بنانے والا اور استعمال کرنیوالا دونوں مجرم ہیں

بعض اشخاص کا یہ خیال ہے کہ تصویر گری اور فوٹو سازی تو واقعی جرم شرعی ہے اور اس کا مرتکب وصانع مستحق وعید ومورد عتاب ہے مگر رکھنے والا استعمال کرنے والا خریدنے والا مجرم نہیں۔ سو واضح باد کہ یہ خیال خام محض غلط اور تلبیس ابلیس ہے۔ صحیح بخاری پ ۲۴ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک تصویر دار گدہ یا چھوٹا سا تکیہ خریدا تھا۔ نبی علیہ السلام دروازہ میں آکر کھڑے ہو گئے اور گھر کے اندر تشریف نہ لائے۔ عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا میں اپنے گناہ سے خدا کے حضور میں توبہ کرتی ہوں (آپ تشریف تو لائیں) فرمایا یہ گدہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا آپ کے بیٹھنے کے لیے خریدا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تصویر والے قیامت کے

دن عذاب کیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے ذرا اُس کو زندہ کر کے تو دکھاؤ اور فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَقُلْتُ أَتُوبُ إِلَى اللهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ قَالَ مَا هٰذِهِ النُّمْرُقَةُ قُلْتُ لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَإِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّوَرُ

حدیث ہٰذا کے تحت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں رقمطراز ہیں وَإِنَّمَا قَدَّمَ الْجُمْلَةَ الْأُولٰى عَلَيْهَا اهْتِمَامًا بِالزَّجْرِ عَنِ اتِّخَاذِ الصُّوَرِ لِأَنَّ الْوَعِيدَ إِذَا حَصَلَ لِصَانِعِهَا فَهُوَ حَاصِلٌ لِمُسْتَعْمِلِهَا لِأَنَّهَا لَا تُصْنَعُ إِلَّا لِتُسْتَعْمَلَ فَالصَّانِعُ مُتَسَبِّبٌ وَالْمُسْتَعْمِلُ مُبَاشِرٌ فَيَكُونُ أَوْلٰى بِالْوَعِيدِ وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّهُ لَا فَرْقَ فِي تَحْرِيمِ التَّصْوِيرِ بَيْنَ أَنْ تَكُونَ الصُّورَةُ لَهَا ظِلٌّ أَوْ لَا وَلَا بَيْنَ أَنْ تَكُونَ مَدْهُونَةً أَوْ مَنْقُوشَةً أَوْ مَنْقُورَةً أَوْ مَنْسُوجَةً خِلَافًا لِمَنِ اسْتَثْنَى النَّسْجَ وَادَّعٰى أَنَّهُ لَيْسَ بِتَصْوِيرٍ یعنی جو وعید شدید تصویر بنانے والے کے واسطے ہے وہی استعمال کرنے والے کے واسطے بھی ہے کیونکہ استعمال ہی کے لئے بنائی جاتی ہے لہٰذا شرعاً دونوں مجرم و مستحق وعید ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تصویر خواہ کسی برتن وغیرہ پر منقوش ہو یا پتھر پہ کھدی ہوئی ہو یا کپڑے کی بناوٹ میں ہو بہر صورت حرام ہے۔ ایسا کپڑا، ایسا برتن ہرگز نہ خریدنا چاہیئے۔ اگر بھول چوک سے خرید لیا ہے تو استعمال نہ کرنا چاہیئے تاوقتیکہ اُس کی تصاویر کو متغیر و متبدل نہ کر دے۔

صنعتِ مصوّری کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی تحقیق

تصویر پرستی کی ابتدا اور اس کی کاریگری کے متعلق مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب البلاغ المبین صـ میں بزبان فارسی یوں گویا ہیں:-

"ہرگاہے کہ آدم علیہ السلام فوت شد فرزند نامدارش شیث علیہ السلام بوصیت پدر قائم مقام او گشت و بوحی الٰہی پیغمبر شد۔ ہرگاہے کہ وے نیز فوت گردید بقول بعض آن ہنگام بنیاد تصویر پرستی افتاد۔ و بعضے برآنند کہ بعد از شیث علیہ السلام در اولادش منصب ہدایت باقی بود تا آنکہ ادریس علیہ السلام از احفاد کرامش پیغمبر شد و انواع علوم الٰہی بروئے فرود آمد و نشۂ علم نجوم ہم از وست۔ ہرگاہے او تعالیٰ ادریس علیہ السلام را از راہ آسمان در بہشت بریں داخل فرمود۔ قوم او را اشتیاق زیارتش در دل پیدا گردید حتی کہ بعض بصدمہ فراقش بعضے مردم حیران گردید۔ دریں اثنا ابلیس اولا

حضرت ادریس علیہ السلام یا نزد بعضے یاراں و معتقدان آنجناب شیطان لعین کہ برائے بنی آدم عدو مبین است بصورت انساں حاضر شد و گفت۔ من جمال جہاں آرائے حضرت ادریس علیہ السلام را بخوبی دیدہ ام و در صنعت مصوری بپایہ کمال رسیدہ ام اگر ایمار شود تصویر حضرت ادریس علیہ السلام ساختہ وہم تا آں تصویر را در حجرۂ خلوت آنحضرت نگاہ دارند و یک تختۂ آئینہ برابر عرض و طول آں در حجرہ بچسپانند و مردم را اعلان کنند کہ دریں جا برائے زیارت حضرت آمدہ باشند۔ پس دراں جاں ہر دم مے آمدند و نذر و نیاز می آوردند۔"

یعنی جس وقت آدم علیہ السلام نے دنیا سے رحلت کی، اُن کے محترم فرزند شیث علیہ السلام حسب وصیت باپ کے قائم مقام اور باپ کی دینی گدی و تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور وحی الٰہی سے پیغمبری ملی جب کہ وہ بھی فوت ہو گئے تو بموجب قول بعض مؤرخین کے اسی وقت سے تصویر پرستی شروع ہو گئی اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ بعد شیث علیہ السلام کے اُن کی اولاد میں منصب ہدایت باقی تھا حتیٰ کہ اُن کے پوتوں میں سے ادریس علیہ السلام پیغمبر ہوئے۔ انواع و اقسام علوم الٰہی ان پر نازل ہوئے (موافق شرع) علم نجوم کا ظہور بھی اُن سے ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو براہ آسمان بہشت میں داخل فرمایا تو ان کی قوم کے دل میں شوق زیارت پیدا ہوا حتیٰ کہ بعض افراد اُن کے فراق میں بے قرار ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا شیطان لعین کو موقع مل گیا۔ بصورتِ انسان حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد یا حضرت ممدوح کے معتقدین کے روبرو حاضر ہوا اور کہا کہ میں صورت مبارک ادریس علیہ السلام کی بخوبی دیکھ چکا ہوں اور فن مصوری یعنی فوٹو گرافی و تصویر سازی میں کامل مہارت رکھتا ہوں۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں حضرت ادریس علیہ السلام کی تصویر بنا دوں اس کو حجرۂ خلوت میں حضرت کے نگاہ رکھیں اور ایک تختہ شیشہ کا اس کے طول و عرض کے برابر چسپاں کر دیں اور لوگوں میں اعلان کر دیں کہ یہاں حضرت کی زیارت کے واسطے آیا کریں۔

رسمی زیارت و نذر نیاز کا آغاز

" و جمال تصویر موجود مشاہدہ نمودہ۔ وجد و شوقہائے نمودند آنانکہ ہدایت و استقامت را نصیبہ ور بودند ازیں حرکات ناشائستہ ممانعت می کردند و بر جادہ سجادہ امر و نہی مستقیم ماندند لیکن چوں خالق خیر و شر راہر دو کارخانہ جاری داشتن است مزاحمت نیکوکاراں در دلہائے بدکاراں اثر نہ کرد"

پس یہ شیطانی اعلان ہوتے ہی لوگ جوق در جوق اُس جگہ زیارت کیلئے آتے اور نذریں نیازیں مانتے تھے اور جمالِ صورت دیکھ کر وجد میں آتے۔ حال کھیلتے اظہار شوق و ذوق کرتے۔ ہاں جن کو ہدایت و استقامت میں حصہ وافر اور قلب ذاکر نصیب تھا

وہ ان حرکاتِ ناشائستہ سے برابر منع کرتے تھے۔ اور حقیقت میں وہی پورے احکامِ الٰہی اوامر و نواہی کے پابند تھے مگر چونکہ اُس خالقِ خیر و شر کو دونوں کارخانے جاری رکھنے تھے اس لئے نیک لوگوں کا منع کرنا بد لوگوں کے دل میں مؤثر نہ ہوا۔

قبر پرستی و چلہ کشی کی ابتدا

"پس دراں قوم شدہ شدہ بُت پرستی و گور پرستی آشکارا گردید چنانچہ اشکال و تمثال صالحین را بعد از گذشتن ایشاں پرستش می کردند و نامہائے آں بزرگاں برآں بتاں می نہادند و تعظیم و تکریم بتان را از حرمات بزرگاں می شمردند چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیر ایشاں از سلف آوردہ اند۔ آیہ کریمہ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ○ گفتہ اند کہ ایں ہمہ صالح بودند در قومیکہ نوح علیہ السلام بر ایشاں مبعوث شد۔ ہر گاہے کہ آں فوت شدند محباں ایشاں بر قبور ایشاں می رفتند و عکوف می نشستند و حاجات می خواستند رفتہ رفتہ اشکال و تمثال اینہارا پرستش شائع شد۔ چنانچہ حق تعالیٰ در سورۂ نوح از حال آں بُت پرستاں اخبار مے فرماید"

بعد ازاں رفتہ رفتہ اُس قوم میں بُت پرستی و گور پرستی ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ بعد فوت ہو جانے بزرگانِ دین کے ان کی تصاویر کی پرستش و عظمت کرنے لگے اور نوبت بایں جا رسید کہ ان بزرگوں کے نام پر بتوں اور تصویروں کا نام رکھتے اور بتوں و تصویروں کی تعظیم و تکریم کو بعینہٖ تعظیم بزرگاں خیال کرتے تھے چنانچہ ابن عباسؓ و دیگر سلف سے تحت آیت وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا الآیۃ کے منقول ہے کہ یہ قوم نوحؑ میں بزرگ و نیک بخت لوگ تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو یار لوگ ان کی قبروں پر جاتے اور چلہ کشی کرتے حاجات طلب کرتے مجاور بن کر وہاں بیٹھتے۔ مرورِ زمانہ کے بعد اُن کے فوٹو و تصاویر کی پرستش ظہور پذیر ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورت نوح میں ان بت پرستوں کی خبر بیان فرمائی ہے[1]

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب، شعبان، شوال، ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ جلد ۲۶ نمبر ۷-۸-۱۰-۱۲۔

ضروری نوٹ یہ فتاوے چونکہ ماہ نامہ صحیفہ اہلحدیث دہلی سے نقل کئے جا رہے ہیں۔ آگے سلسلہ کے صحیفے ہمارے پاس موجود نہیں ہیں اسلئے بعض فتاووں کا سلسلہ تتمہ منقطع ہوگیا۔ جن صاحب کے پاس دہلی کے صحیفہ اہلحدیث کی مکمل فائل ہو وہ مستعار یا قیمتاً ہم کو بھیجدیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ ان کی خدمت میں ایک عدد فتاویٰ ستاریہ کامل بھیجدیں گے انشاء اللہ۔ فقیر عبدالغفار سلفی ۱۴ ۳/ ۶۳

[1] حرمتِ تصاویر کے متعلق صاحب الفضیلۃ علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز شیخ الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کا رسالہ نہایت مدلل و مفصل و خطیب فی الحال اگر آپ من شاء فلیرجع الیہ ۱۲ منہ

کیا غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے

سوال (نمبر ۲۹۶) کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ تعظیمی سجدہ پیر و مرشد کو جائز ہے کہ نہیں ۔ قائلین بالجواز کے یہ دلائل ہیں (۱) آدم ؑ کو فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ (۲) یوسف علیہ السلام کو والدین اور اس کے بھائیوں کا سجدہ کرنا (۳) موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کا سجدہ کرنا (۴) کتاب الرؤیا مشکوٰۃ شریف فصل ثانی میں حدیث ابن خزیمہ بن ثابت اپنے چچا ابوخزیمہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے خواب آیا کہ آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا صبح آپ کو خواب عرض کیا حکم ہوا کہ صَدِّقْ رُؤْیَاکَ اپنا خواب سچا کرے۔ آپ لیٹ گئے پیشانی پر سجدہ کیا گیا۔ آپ مفصل جواب بدلائل صحیحہ باحوالۂ کتب جلدی عنایت فرمائیے ۔ ثواب عند اللہ حاصل فرمائیے۔

سائل (مولانا) محمد یوسف (صاحب) مقام سلینہ ضلع فیروزپور پنجاب

جواب (نمبر ۲۹۶) صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ سجدہ تعبدی ہو یا تعظیمی بجز باری تعالیٰ کے کسی نبی ولی پیر مرشد وغیرہ کے لیے جائز نہیں بلکہ شریعت محمدیہ میں قطعاً حرام و ناجائز و نادرست ہے۔ قائلین بالجواز کا استدلال دلائل مذکورہ سے کبیت العنکبوت ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ نیز فرمایا لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ آیات مذکورہ بالا میں لام تملیک و تخصیص ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ سجدہ خاصۂ خداوندی ہے۔ اور خاصۂ حقیقیہ ..... اسکو کہتے ہیں جس کا وجدان دوسری چیز میں مفقود و معدوم ہو خَاصَّةُ الشَّیْءِ مَا یُوْجَدُ فِیْهِ وَلَا یُوْجَدُ فِیْ غَیْرِهٖ ملاحظہ ہو حاشیہ کافیہ۔ نیز شرح جامی ص۱۵ میں خاصہ کی تعریف بایں الفاظ مسطور ہے خَاصَّةُ الشَّیْءِ مَا یَخْتَصُّ بِهٖ وَلَا یُوْجَدُ فِیْ غَیْرِهٖ۔ علم معانی میں بھی یہ چیز مشہور و معروف ہے۔ بلغاء عرب و ارباب ادب کے نزدیک بھی یہ امر مسلم ہے کہ کسی چیز میں خاصہ کا ہونا اس کے وجود کی نفی فی الغیر کو مستلزم ہے۔ اور کلام عرب میں لام تملیک و لام تخصیص بھی اسی کا مقتضی ہے چنانچہ حاشیہ شرح جامی میں مرقوم ہے قوله خَاصَّةُ الشَّیْءِ اه فَسَّرَ الْاِخْتِصَاصَ بِنَفْیِ الْوُجُوْدِ فِیْ

ف۱ یعنی سجدہ کرنے کے لائق وہی ہے جس کو پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ اور جو خود پیدا ہونے میں دوسرے کا محتاج ہو اُس کو سجدہ نہیں چاہیے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی قبروں، مزار خانقاہوں اور تعزیوں کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ بعضے ناواقف و نادان کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جو حضرت آدم ؑ کو اور یعقوب ؑ نے یوسف ؑ کو سجدہ کیا تھا اسی طرح ہم بھی بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں سو یہ غلط ہے! اس لیے کہ پہلے دینوں میں سجدہ کرنا درست تھا ہمارے دین میں منع ہو گیا جیسے حضرت آدم کے وقت سگی بہن سے نکاح درست تھا اور اب حرام ہے ۱۲۔ امام الہند

تغییر علی ان النفی راجع الی القید کما ھو الاعرف عند ارباب الادب والاعرف
فی استعمال بلغاء العرب فیکون مآلہ انہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ الخ
جب سجدہ کا خاصہ خداوندی ہونا قرآن مجید سے بالوضاحت وبالبداہت
ثابت ہے اور قرآن مجید کا کتب سماویہ متقدمہ کے لئے ناسخ ہونا مسلم فریقین ہے۔ تو
واقعات سابقہ وملل منسوخہ سے استدلال کرکے قرآن مجید کے ایک محکم واٹل فیصلہ کو
توڑنا اور امر منسوخ سے اُس کے ناسخ کا مقابلہ کرنا یقینی طور پر اپنی تجہیل وتذلیل کرانا ہے
(۱) آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا اور اولاد آدم میں بہن بھائی کا نکاح ہوجانا
خدائی حکم تھا جس کو بذریعہ شریعت محمدیہ خدا نے منسوخ کردیا قال تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ الآیۃ یعنی اے مسلمانو! تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں
حرام ہیں پ ۴ سورۂ نساء۔

سجدہ تعظیمی کے قائلین بالجواز کیا واقعۂ آدم علیہ السلام سے بھائی بہن کا آپس میں
نکاح کرنا بھی جائز قرار دیں گے؟ وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔ فرشتوں کو خداوند تعالیٰ نے
حکم فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ تکریمی وتشریفی بجالاؤ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ الآیۃ نیز فرمایا فَقَعُوْا لَهٗ
سٰجِدِيْنَ ○ نیز فرمایا مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ۔ حدیث میں ہے وَاَسْجَدَ لَكَ
مَلٰٓئِكَتَهٗ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ وَالْاَحَادِيْثِ۔ بس یہ امر الٰہی کی تعمیل تھی جس کو
خاص وقتی حکم کی وقتی تعمیل کہنا چاہئے اس کے بعد خداوند قدوس نے فرشتوں
کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ سب کے سب ایک ذات واحد ہی کے لئے سجدہ بجالاتے
ہیں کسی دوسری ہستی کے لئے جائز نہیں سمجھتے چنانچہ سورۂ اعراف پ ۹ میں
ارشاد باری ہے اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ
وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ○ آیت ہذا کے آخری جملہ میں جار مجرور کو فعل پر مقدم کیا ہے حالانکہ
حق اُس کا تاخیر کا تھا جس میں قرآنی فصاحت وبلاغت کے علاوہ صرف ذات واحد ہی
کے لئے سجدہ کی خصوصیت کا پورا ثبوت ہے۔ عربیت کا قاعدہ مسلمہ ہے تقدیم
ما حقہ التاخیر یفید الحصر والقصر۔ ملائکہ نے اطاعت خداوندی کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے
امتثالاً لامر اللہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ خدا کا حکم ماننا شرک نہیں بلکہ عین عبادت ہے
اسی طرح اب ہم کو حکم ہے کہ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ یعنی صرف ذات واحد ہی کے لئے سجدہ بجالاؤ
عام اس کے کہ وہ حقیقی ہو یا مجازی، تعبدی ہو یا تعظیمی۔ تشریفی ہو یا تکریمی۔ بس ہمیں بھی
چاہئے کہ خدائی احکام کو بجالاتے ہوئے اسی ذات واحد کے لئے سربسجود رہیں۔
تعظیمی وتکریمی کا حیلہ بہانہ کرکے غیر اللہ کے سامنے سرنگوں ہونا پیشانی رکھنا یقیناً شرک و

حرام ہے کیونکہ سجدہ تعبدی تو آدم علیہ السلام سے لیکر تا ایں دم ہر شریعت و ملت میں حرام رہا بدلیل قولہ تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ نیز فرمایا کہ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ۝ نیز فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ تحت آیت اول تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں مرقوم ہے فَكُلُّ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَالْفِطْرَةُ شَاهِدَةٌ بِذٰلِكَ الخ یعنی ہر نبی مبعوث من جانب اللہ ایک خدا کی عبادت کرانے کے لئے آیا انسانی فطرت بھی اسی کی مقتضی و شاہد ہے۔ و بدلیل قولہ تعالیٰ اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ (متفق علیہ)

صرف سجدہ تکریمی جو بطور تحیت و سلام کے تھا ملل سابقہ و امم سابقہ میں جائز تھا جسکو قرآن نے آکر بالکل منسوخ کر دیا۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے یعنی اَنَّ الشَّرَائِعَ وَاِنْ كَانَتْ مُتَعَدِّدَةً مُّخْتَلِفَةً لٰكِنَّ اَصْلَ دِیْنِهِمْ وَهُوَ التَّوْحِیْدُ وَالطَّاعَةُ وَاحِدٌ یعنی انبیاء سابقین کی شریعتیں گو مختلف و متعدد تھیں مگر عبادت الٰہی توحید و طاعت میں سب متفق تھے۔ حدیث ہذا سے صاف واضح ہے کہ غیر اللہ کے لئے عبادۃً سجدہ کرنا کسی شریعت میں جائز نہ تھا۔ تکریماً و ادباً سجدہ سلامی بعض بعض شریعتوں میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ نے آکر اسے بھی منسوخ کر دیا جس سے شائبہ شرک کے جواز کی بھی گنجائش نہ رہی اور پورے طریق سے قائلین بالجواز کی بیخ کنی ہو گئی فللہ الحمد۔

دفع دخل مقدر

رہا یہ اعتراض کہ خدا نے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو کیوں سجدہ کروایا فرشتوں نے خدا کا حق آدمؑ کو کیوں دیا یہ بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ ہے یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۝ اس کی صفت ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ ۝ اس کی شان ہے یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ۝ اس کی پہچان ہے اُس سے کوئی بازپرس کرنے والا نہیں کہ خدایا تو نے یہ کیوں کیا؟ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُس کے آگے کسی کو دم زدن کی مجال نہیں۔ عرب کے شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

وَلَهٗ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ خِلْقَةٌ ∴ وَكَذٰلِكَ اللّٰهُ مَا شَاءَ فَعَلْ

اگر کوئی کسی کا حق کسیکو بلا اجازت دے بیشک صریح ظلم و بے انصافی ہے مگر حق دار کا اپنی رضامندی سے کسی کو کچھ دینا بھی کیا بے انصافی و ظلم سے تعبیر کیا جائے گا؟ وَلَا یَقُوْلُ بِذٰلِكَ اَحَدٌ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ مالک اپنی ملکیت میں سے جس نوکر کو جو چاہے دے سکتا ہے مگر ایک نوکر دوسرے نوکر اپنے آقا و مالک کی مملوکہ اشیاء میں سے کچھ نہیں دے سکتا چنانچہ آیت مذکورہ بالا کے تحت تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۸۳

میں مرقوم ہے وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْمَامُوْرَ بِهٖ هُوَ السُّجُوْدُ الْحَقِيْقِيُّ اَيْ وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَى الْاَرْضِ لَا مُجَرَّدُ الْاِنْحِنَاءِ كَمَا قَالَ السُّيُوْطِيُّ وَهٰذَا السُّجُوْدُ هُوَ سُجُوْدُ تَحِيَّةٍ وَّتَكْرِيْمٍ لَا سُجُوْدُ عِبَادَةٍ وَلِلّٰهِ اَنْ يُّكْرِمَ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ مَّخْلُوْقَاتِهٖ كَيْفَ يَشَاءُ بِمَا يَشَاءُ یعنی آیت فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ میں دلیل ہے اس امر پر کہ مامور بہ سجدہ حقیقی یعنی زمین پر ماتھا ٹیکنا تھا۔ اس میں بعض الناس کی تاویلات رکیکہ و اقاویل باطلہ کہ آدم علیہ السلام قبلہ رو تھے حقیقت میں سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا یا مراد اس سے مطلق انکسار (جھکنا) حقیقی سجدہ نہیں بالکل غلط اور مخالف قرآن مجید و تصریحات مفسرین و محدثین ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ سجدہ حقیقی و تکریمی تھا تعبدی نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہے جس طرح چاہے جس چیز کے ساتھ چاہے اکرام کرے کرائے کیونکہ وہ رب العباد اور مالک الاعناق ہے۔ ملل سابقہ میں سجدہ دو معنے کے لئے مستعمل تھا (۱) تعبدی (۲) تکریمی و توقیری۔

شریعت محمدیہ میں صرف مقصد اول یعنی عبادت الٰہی کے لئے اس کا استعمال مخصوص کر دیا گیا۔ مقصد دوم کے لئے اس کا استعمال قطعاً ممنوع و داخل شرک قرار دیا گیا چنانچہ مسند احمد میں بروایت عائشہ صدیقہ رض منقول ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا الْحَدِيْثَ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ فِيْ بَابِ عِشْرَةِ النِّسَاءِ یعنی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی علیہ السلام انصار و مہاجرین کی جماعت میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا۔ اس پر صحابہ کرام بولے یا رسول اللہ جب کہ بہائم و اشجار آپ کا احترام و اکرام بذریعہ سجدہ بجا لاتے ہیں تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ ادباً و احترا

لہ میرے محترم مولانا محمد حیات صاحب قصوری وغیرہ (جو پنجاب کے مشہور و بزرگ عالم ہیں) بھی عبارت ہذا پر غور کریں کیونکہ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ حقیقی نہ تھا حقیقت میں اللہ کے لئے سجدہ تھا آدم علیہ السلام بجانب قبلہ تھے وغیر ذالک۔ جیسا کہ جلسہ بیپ سنگھ والا پر مسئلہ ہذا میں عاجز کی مولانا موصوف سے زبانی گفتگو ہوئی تھی حالانکہ یہ خیال الفاظ قرآنی کے علاوہ تصریحات محدثین متقدمین کے خلاف ہے سلف صالحین نے ہرگز یہ تاویل نہیں کی۔ محترم مولانا کو چاہیے کہ مسئلہ ہذا میں متقدمین کا صحیح مسلک اختیار کریں۔ متاخرین کے قول اقوال کی جانب مائل نہ ہوں كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ اور وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ قَالَ وَانْظُرُوْا اِلٰى مَا قَالَ کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے سلف کی اتباع کریں بمصداق حدیث نبوی اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ یہ چند کلمات معروض خدمت ہیں گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ من ہما خاکم کہ ہستم۔

آپ کو سجدہ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہماری شریعت میں سجدہ کرنا عبادت ہے لہٰذا اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور چونکہ میں بلحاظ بشریت تمہارا بھائی ہوں لہٰذا اپنے بھائی کا اکرام کرو یعنی اپنے دل میں میری محبت وعزت رکھو ظاہرًا وباطنًا میرے مطیع وفرمانبردار ہوکر رہو۔ اگر شریعت محمدیہ میں کسی کے لئے تعظیمی وتکریمی سجدہ جائز ہوتا تو اپنی امت کی عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو ادبًا واحترامًا سجدہ کیا کریں۔

حدیث ہذا کے تحت مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر کی جلد ۳ صفحہ ۴۸۰ میں ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ اَیْ بِتَخْصِیْصِ السَّجْدَۃِ فَاِنَّہٗ غَایَۃُ الْعُبُوْدِیَّۃِ وَنِہَایَۃُ الْعِبَادَۃِ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ اَیْ عَظِّمُوْہُ تَعْظِیْمًا یَلِیْقُ لَہٗ بِالْمَحَبَّۃِ الْقَلْبِیَّۃِ وَالْاِکْرَامِ الْمُشْتَمِلِ عَلَی الطَّاعَۃِ الظَّاہِرِیَّۃِ وَالْبَاطِنِیَّۃِ

اسی طرح سنن ابو داؤد میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُہُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّہُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُہُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّہُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِہِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَہُمْ عَلَیْہِنَّ مِنْ حَقٍّ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ یعنی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ملک حیرہ میں جاکر دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے چودھریوں ونمبرداروں کا ادب واحترام بذریعہ سجدہ بجالاتے ہیں۔ پس میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو ادب واحترام کے طور پر سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اگر میری قبر پر تیرا گذر ہو تو کیا تو سجدہ کریگا؟ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب میری زندگی میں بھی میرا ادب واحترام بجالانے کے لئے سجدہ مت کرو اگر ہماری شریعت میں اس قسم کا سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ اللہ نے ان کے ذمہ خاوندوں کا بڑا حق رکھا ہے۔

حدیث ہذا کے تحت مشکوٰۃ کی شرح مرقات ولمعات میں تحریر ہے کہ قَوْلُہٗ لَا تَفْعَلُوْا اَیْ فِی الْحَیٰوۃِ کَذٰلِکَ لَا تَسْجُدُوْا قَالَ الطِّیْبِیُّ اَیِ اسْجُدُوْا لِلْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَلِمَنْ مُلْکُہٗ لَا یَزُوْلُ یعنی میرے مرنے کے بعد جیسے میری قبر پر سجدہ جائز نہیں ایسے ہی میری زندگی میں بھی مجھ کو سجدہ مت کرو۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ حدیث ہذا کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ صرف اسی حی القیوم کے لئے سزاوار ہے جس کو کبھی موت نہیں اور جس کے

ملک کو کبھی زوال نہیں۔

خلاصۃ المرام یہ کہ جب نبی علیہ السلام نے اپنی ذات مبارک کے لئے اپنی امت کو سجدہ تعظیمی وتکریمی سے منع کردیا تو پھر وہ کونسا پیر، فقیر، ولی، بزرگ، امام، مرشد، مزار، خانقاہ قبر چلہ تھان نشان تعزیہ وغیرہ وغیرہ ہے جس کے لئے یہ سجدہ جائز ہوسکے۔ کیا قائلین بالجواز آجکل کے پیروں فقیروں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر سمجھتے ہیں واذلیس فلیس۔

قائلین بالجواز کی دوسری دلیل اور اسکا جواب

یہاں تو قائلین بالجواز کی پہلی دلیل کا مدلل جواب تھا۔ دوسری دلیل ان کی جانب سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو اُن کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا تھا لہٰذا اب بھی جائز ہوا۔ سو واضح باد کہ واقعہ ہذا سے بھی مستدلین کا استدلال تارعنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کا اجمالی جواب تو دلیل اول کے جواب میں ہی بیان کیا جاتا ہے۔ سنئے! جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صغرسنی یعنی دس بارہ برس کی عمر میں جمعہ کی رات شب قدر میں خواب دیکھا کہ آسمان سے سورج اور چاند اور گیارہ ستارے آئے اور میرے آگے سجدہ میں گر پڑے اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ○ تو اس واقعہ کے تقریبًا اسّی برس بعد خواب مذکور کی تعبیر ظہور پذیر ہوئی۔ یوسف علیہ السلام مصائب و آلام کے مراحل اور مفارقتِ ابوین کے سلاسل طے کرنے کے بعد تخت سلطنت پر متمکن وجاگزیں ہوئے تو ان کے والدین وگیارہ بھائیوں نے آکر سجدہ کیا چنانچہ ارشاد باری ہے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا اور یہ سجدہ بھی حقیقی تھا۔ بعض الناس کی تاویل کہ مراد اس سے مطلق ایماء وانحناء وتواضع یا یوسف علیہ السلام کے امر وسلطنت میں داخل ہونا، بالکل غلط وصراحتِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۰۰ میں تحت آیت اول مرقوم ہے وَالْمُرَادُ حَقِیْقَةُ السُّجُوْدِ لِاَنَّهٗ کَانَ التَّحِیَّةُ فِیْمَا بَیْنَهُمُ السُّجُوْدُ نیز جلد مذکور کے صفحہ ۱۱۱ میں تحت آیت ثانی مسطور ہے وَکَانَ ذٰلِكَ جَائِزًا فِیْ شَرِیْعَتِهِمْ مُنَزَّلًا مَنْزِلَ التَّحِیَّةِ وَقِیْلَ لَمْ یَکُنْ ذٰلِكَ سُجُوْدًا بَلْ هُوَ مُجَرَّدُ اِیْمَاءٍ وَانْحِنَاءٍ وَکَانَتْ تِلْكَ تَحِیَّتُهُمْ وَهُوَ یُخَالِفُ مَعْنٰی خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا فَاِنَّ الْخُرُوْرَ فِی اللُّغَةِ الْمُقَیَّدَ بِالسُّجُوْدِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِوَضْعِ الْوَجْهِ عَلَی الْاَرْضِ وَقِیْلَ الضَّمِیْرُ فِیْ لَهٗ رَاجِعٌ اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَیْ وَخَرُّوْا لِلّٰهِ سُجَّدًا وَ هُوَ بَعِیْدٌ جِدًّا وَقِیْلَ اِنَّ الضَّمِیْرَ لِیُوْسُفَ وَاللَّامُ لِلتَّعْلِیْلِ اَیْ وَخَرُّوْا لِاَجْلِهٖ وَفِیْهِ

أَيْضًا بَعْدُ قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ فِي الْآيَةِ كَانَتِ السَّجْدَةُ تَحِيَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَأَعْطَاكُمُ اللّٰهُ السَّلَامَ مَكَانَهَا وَعَنْ قَتَادَةَ نَحْوُهُ وَعَنِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ ذٰلِكَ سُجُوْدُ تَشْرِفَةٍ كَمَا سَجَدَتِ الْمَلٰئِكَةُ تَشْرِفَةً لِآدَمَ وَلَيْسَ سُجُوْدَ عِبَادَةٍ وَكَانَ ذٰلِكَ بِأَمْرِ اللّٰهِ لِتَحْقِيْقِ رُؤْيَاهُ" یعنی یہ سجدہ ان کی شریعت میں بطور سلام و احترام کے جائز تھا جو کسی کی شرافت و عزت کے اظہار و ادائیگی کے لئے کیا جاتا تھا جیسے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو کیا تھا۔ اب تم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے قائم مقام لفظ سلام کا عطا فرمایا ہے یعنی اب سجدہ کرنا جائز نہیں، صرف السلام علیکم کہدینا کافی ہے۔

نیز شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ صاحب اپنی تفسیر موضح القرآن میں رقمطراز ہیں کہ اگلے زمانہ میں سجدہ کرنا تعظیم تھی آپس کی۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو کیا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے موقوف کیا وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ الآیۃ۔ اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہوا ہے (موضح القرآن و جامع البیان ص۲۱۰ مطبع فاروقی۔

بجز ذات باری تعالیٰ ہر مخلوق کو سجدہ کرنا حرام ہے

اسی طرح علامہ ابن کثیر جلد ۵ ص۲۲۲ تحت آیت مذکورہ رقم طراز ہیں "وَقَدْ كَانَ هٰذَا سَائِغًا فِي شَرَائِعِهِمْ إِذَا سَلَّمُوْا عَلَى الْكَبِيْرِ يَسْجُدُوْنَ لَهُ وَلَمْ يَزَلْ هٰذَا جَائِزًا مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلٰى شَرِيْعَةِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحُرِّمَ هٰذَا فِي هٰذِهِ الْمِلَّةِ وَجُعِلَ السُّجُوْدُ مُخْتَصًّا بِجَنَابِ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى هٰذَا مَضْمُوْنُ قَوْلِ قَتَادَةَ وَغَيْرِهِ وَفِي الْحَدِيْثِ أَنَّ مُعَاذًا قَدِمَ الشَّامَ فَوَجَدَهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ فَلَمَّا رَجَعَ سَجَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُعَاذُ فَقَالَ إِنِّيْ رَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يُّسْجَدَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِعِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا وَفِيْ حَدِيْثٍ آخَرَ أَنَّ سَلْمَانَ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ سَلْمَانُ حَدِيْثَ الْعَهْدِ بِالْإِسْلَامِ فَسَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَسْجُدْ لِيْ يَا سَلْمَانُ وَاسْجُدْ لِلْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْغَرَضُ أَنَّ هٰذَا كَانَ جَائِزًا فِيْ شَرِيْعَتِهِمْ وَلِهٰذَا خَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا" یعنی ان کی شریعت میں یہ عام رواج تھا کہ جب کسی بڑے شخص کو سلام کرتے تو اس کو سجدہ بھی کرتے تھے اور آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک برابر یہ طریقہ جائز و مروج رہا۔ اب شریعت محمدیہ میں اسے حرام کر دیا گیا اور ہر قسم کا سجدہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات اقدس کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی نے ملک شام سے واپس

آگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا اے معاذ! یہ کیا حرکت؟ جواباً عرض کیا میں نے ملک شام کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں کو ادباً سجدہ کرتے ہیں آپ چونکہ ہم مسلمانوں کے بڑے ہیں اور زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر ہماری شریعت میں یہ سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جب نئے نئے مسلمان ہوئے تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے نبی علیہ السلام کے آگے سجدہ کر بیٹھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً ہی منع کیا اور فرمایا کہ اے سلمان مجھ کو سجدہ نہ کر، سجدہ تو اس حی القیوم کو لائق اور زیبا ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔

الغرض یہ سجدہ ان کی شریعت میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ امت محمدیہ کہلا کر سجدہ تعظیمی وتکریمی کو غیر اللہ کے لئے جائز سمجھنا درحقیقت شریعت محمدیہ کا انکار ہے۔ قائلین بالجواز کو چاہیئے کہ امت محمدیہ نہ کہلائیں بلکہ امت یوسفی یا موسوی یا عیسوی اپنا نام رکھیں۔

نیز سلیمان علیہ السلام نے جب ہُدہُد جانور کو دعوت اسلامی کا خط دیکر ملکہ بلقیس کی طرف بھیجا تو اس نے ملکہ مذکورہ اور اس کی قوم کی بوقت مراجعت بایں الفاظ مذمت بیان کی کہ وہ لوگ بڑے نالائق ہیں، خالق ارض وسماء کو چھوڑ کر سورج کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کے گندے اعمال کو مزین کر کے خدا کے آگے سجدہ کرنے سے ان کو روک دیا ہے۔ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝

تفسیر ابن کثیر وجامع البیان وفتح الرحمان وغیرہ میں تحت آیت ہذا مرقوم ہے کہ آیت ہذا میں سبیل سے مراد طریق حق ہے اور وہ خالص کرنا ہے سجدہ کا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔ جامع البیان میں ہے زَيَّنَ لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ لِئَلَّا يَسْجُدُوْا یعنی شیطان نے ان کے اعمال کی تزیین کی اور ان کو راہ سے روکا اس لئے کہ اللہ کو سجدہ نہ کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ معنی کئے ہیں کہ بس وہ راہ نہیں پاتے سجدہ کرنیکو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے چاہیئے۔ اس کے سوا خواہ کوئی ہو سورج ہو یا چاند، نبی ہو یا ولی، درخت ہو یا ستارہ، قبر ہو یا مکان اس کیلئے سجدہ وغیرہ تعظیم وتکریم نہ چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا شیطان کی تزیین و ابلیس کی تلبیس ہے اور سجدہ کرنے والے شیطان کے مرید ومحکوم ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم

ہوا کہ آج کل کے مشرک، بدعتیوں، قبر پرستوں، پیر پرستوں، تعزیہ پرستوں، غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنے والوں سے جانور بدرجہا بہتر رہا۔ اس کو اتنی سمجھ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سجدہ کا مستحق نہیں اور ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں۔ سچ ہے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ یا اگر سمجھ ہے مگر ضد و تعصب کی بنا پر قبول حق سے متنفر اور اتباع ہویٰ کے عادی ہیں آہ سچ ہے وَالْمُتَعَصِّبُ وَاِنْ كَانَ بَصَرُهُ صَحِيْحًا فَبَصِيْرَتُهُ عُمْيَاءُ وَاُذُنُهُ عَنْ سِمَاعِ الْحَقِّ صَمَّاءُ ۝

يَأْبَى الْفَتَى اِلَّا اتِّبَاعَ الْهَوٰى ؞ وَمَنْهَجُ الْحَقِّ لَهُ وَاضِحٌ [۱]

ضروری نوٹ } یہ فتاوے چونکہ ماہنامہ صحیفہ اہلحدیث دہلی سے نقل کئے جا رہے ہیں۔ آگے سلسلہ کے صحیفے ہمارے پاس موجود نہیں ہیں اس لئے بعض فتاووں کا سلسلہ تتمہ منقطع ہو گیا۔ جن صاحب کے پاس دہلی کے صحیفہ اہلحدیث کی مکمل فائل ہو وہ مستعار یا قیمتاً ہم کو بھیجدیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ انکی خدمت میں ایک عدد فتاوی ستاریہ کامل بھیجدیں گے۔

فقیر عبد الغفار سلفی ولد حضرت مولانا عبد الستار صاحب محدث دہلوی مدظلہ حال کراچی محمدی مسجد بخش روڈ۔ آرٹیلری میدان ۱ (فون ۵۳۷۸۹)

۱۲ / مارچ ۱۹۶۳ء

سنگ مرمر کی قبر کا نقشہ بنا کر قیمت لینا اور اپنا نام وغیرہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (نمبر ۲۹۷) میں آگرہ میں سنگ تراشی کرتا ہوں۔ سنگ مرمر کی قبر کا نقشہ بنا کر قیمت لیتا ہوں اور اپنا نام وغیرہ لکھدیتا ہوں مگر یہاں ایک مولوی صاحب حکم دیتے ہیں کہ پکی قبر بنانا اسکا پیشہ کرنا میت وغیرہ کا نام و تاریخ وغیرہ کھودنا حرام ہے اور ہمارے حنفی بھائی کہتے ہیں جائز ہے۔ صحیح بات کیا ہے؟ آپ کا خادم بابو خاں ٹھیکیدار آگرہ صدر چھاؤنی

جواب (نمبر ۲۹۷) شرعاً پختہ قبر بنانا یا اس پر کچھ تاریخ وغیرہ لکھنا ممنوع ہے حدیث میں ہے نَهٰى اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ اَوْ كَمَا قَالَ لہذا زید کا سنگ مرمر کی قبر بنانا یا اس کا ٹھیکہ لینا اور اس پر لکھنا قطعاً ناجائز ہے فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار مدرس مدرسہ دار الکتاب والسنہ دار الامارت دہلی

پختہ قبر بنانے اور اس پر نام وغیرہ لکھنے کا ٹھیکہ لینا شریعت کی رو سے منع ہے۔

[۱] مسئلہ ہذا کی مزید تفصیل درکار ہو تو تفسیر ستاری پارہ اول ملاحظہ ہو ۱۲۔ ابو الاعمار غفرلہ

ناجائز ہے کیونکہ اس میں ناجائز کام کی امداد و اعانت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی امداد و اعانت کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ پ ۶ سورۃ مائدہ۔ یعنی گناہ اور زیادتی کے کام پر مدد مت کرو۔ سائل کو چاہیئے کہ اس ناجائز پیشہ کو چھوڑ دے اور کوئی جائز پیشہ اختیار کرے فقط

حررہ ابو الخلیل عبد الجلیل خاں مدرس مدرسہ حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب مرحوم۔ صدر دہلی۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۵ہجری مطابق ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۴۶ء جلد ۲۶ نمبر ۱۱ و ۱۲

قیام رمضان کے متعلق ایک فتویٰ اور اسکا جواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

ایک فتویٰ متعلق قیام رمضان جو کسی حنفی کا لکھا ہوا ہے بعض احباب نے جواب کے لئے بھیجا ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس فتوے کے لکھنے والا کوئی اہل علم نہیں یونہی سنی سنائی باتیں یا متفرق رسائل سے عبارتیں نقل کر کے لکھدی ہیں ورنہ نفس مسئلہ میں اور نقل عبارات میں ایسی فاش غلطیاں نہ کرتا چنانچہ معلوم ہو جائیگا۔ بدیں وجہ یہ فتویٰ قابل جواب تو نہ تھا مگر احباب کے اصرار پر مختصراً جواب لکھنا پڑا۔ فتویٰ مذکور میں چند سوال ہیں۔ سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ:۔

سوال (نمبر ۲۹۸) تہجد اور صلوٰۃ تراویح دو نمازیں ہیں یا ایک؟

جواب (نمبر ۲۹۸) اس کے جواب میں مفتی نے بہت کوشش کی ہے کہ یہ دو الگ الگ نمازیں ثابت ہو جائیں مگر افسوس کہ مفتی صاحب اپنی معلومات کے محدود ہونے کی وجہ سے جمیع علماء اسلام کے ساتھ اپنے بزرگوں کی بھی مخالفت کر بیٹھے ہیں چنانچہ حنفیہ کے سرتاج عالم مولانا ابو الحسنات عبد الحی صاحب حنفی لکھنوی اپنے مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۲ چھاپہ یوسفی فرنگی لکھنؤ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں وھو ھذا۔ سوال دوم: نماز تراویح و تہجد یک نماز است یا علیحدہ و چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و بارک وسلم مع وتر تراویح باول شب خواندے بعد ازاں برائے تہجد برخاستن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا فعلاً ثابت است یا نہ؟ ۔ ھو الصواب از آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ادا کردن قیام رمضان کہ معروف بتراویح است بدو طریق مروی است (الی ان قال) واما این امر کہ این نماز نماز تہجد بود یا غیر آں پس مقدار ش مخبر از آن است کہ این نماز مغایر تہجد نبودہ - چہ ہشت رکعت وسہ رکعت وتر مقدار تہجد نبوی بودہ چنانچہ از قول عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) معلوم می شود - مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً يُصَلِّي الحديث اَخْرَجَهُ مَالِكٌ وَالْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَغَيْرُهُمْ رض"

اور حنفیہ کے استاذ الکل مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی العرف الشذی ص ۳۲۹ میں لکھتے ہیں لَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى التَّرَاوِيْحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰحِدَةً فِي رَمَضَانَ بَلْ طَوَّلَ التَّرَاوِيْحَ انتھی یعنی کسی روایت سے ثابت نہیں کہ حضرت علیہ السلام تہجد اور تراویح کو علیحدہ علیحدہ پڑھتے تھے بلکہ صرف تراویح کو لمبا کرتے تھے -

اسی طرح بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جس کو سید المحدثین جناب امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور مفتی نے بھی جس کو بتمامہ نقل کیا ہے وہ بھی صریح ہے اس امر میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قیام رمضان اور قیام اللیل یعنی تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے کیونکہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سائل نے یہ پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان کتنی رکعت کا تھا ؟ تو حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً پس اگر تہجد اور قیام رمضان حقیقۃً اور حکماً دو الگ الگ نمازیں تصور کی جائیں تو حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا جواب سوال کے مطابق نہیں ہوگا - پس اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے سائل کا سوال سمجھا ہی نہیں یا سمجھ کر عمداً جواب نہیں دیا - اور یہ دونوں صورتیں ہی غلط ہیں کیونکہ پہلی صورت میں حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے حق میں سوء ادبی ہے اور دوسری صورت میں کتمان مسئلہ شرعیہ لازم آتا ہے جو بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے شان کے خلاف ہے - چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن کبریٰ میں اور امام محمد شاگرد رشید حضرت امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ اپنی موطا میں اس حدیث کو قیام رمضان یعنی تراویح کے باب میں لائے ہیں - اسی طرح باقی محدثین بھی خصوصاً علماء حنفیہ میں سے علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں اسی حدیث کو باب التراویح میں معرض استدلال میں لائے ہیں اور تراویح کی بیس رکعت والی روایت کو اس کے مخالف قرار دیکر رد کیا ہے ملاحظہ ہو فتح القدیر شرح ہدایہ

چھاپہ مصر ص۳۳۳ ج۱، اور اسی طرح علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں بھی یہی صنیع اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ چھاپہ حیدرآباد دکن ص۱۵۳ ج۲۔ اور دوسرے بہت سے علماء کا بھی یہی طریق ہے جن کے ذکر سے تطویل لازم آئے گی۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ ائمہ محدثین وفقہاء حنفیہ اس حدیث کو قیام رمضان پر ہی محمول کرتے ہیں۔ اور اس کا خلاف کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور تراویح کے بارے میں نہیں کسی ایک محدث اور کسی ایک فقیہ سے بھی منقول نہیں۔ مَنِ ادَّعٰی فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ۔

اور اسی طرح علامہ عینی حنفی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حدیث تراویح کے مسئلہ پر مشتمل ہے اور حضرت علیہ السلام کا عمل رمضان اور غیر رمضان میں ہمیشہ ایک جیسا ہی تھا یعنی گیارہ رکعت چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص۲۳ ج۳ فِيْهِ اَنَّ عَمَلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ دِيْمَةً فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ وَاَنَّهٗ كَانَ اِذَا عَمِلَ عَمَلًا اَثْبَتَهٗ وَدَاوَمَ عَلَيْهِ وَفِيْهِ تَعْمِيْمُ الْجَوَابِ عِنْدَ السُّؤَالِ عَنْ شَيْءٍ لِاَنَّ اَبَا سَلَمَةَ اِنَّمَا سَاَلَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ خَاصَّةً فَاَجَابَتْ عَائِشَةُ بِاَعَمَّ مِنْ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى بِقَدْرِ الْحَاجَةِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہمیشہ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ہی ہوا کرتی تھی اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تہجد اور تراویح کو علیحدہ علیحدہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح نسائی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وغیرہم کی وہ روایت جس کو خود مفتی نے نقل کیا ہے جس میں یہ لفظ ہیں کہ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ دلیل ہے اس امر پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام رمضان اور تہجد دو الگ الگ نمازیں نہ پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں نماز تراویح بجماعت ادا کرنے کے بعد جب ترک الجماعت کا امر فرمایا تھا اور معذرت فرماتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ الفاظ مبارک بھی عدم تعدد صلوٰۃ التراویح والتہجد ذاتاً پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ اَلْحَدِيْثَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ اور دوسری جگہ اسی لفظ کو اس طرح نقل کیا گیا ہے اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ الْوِتْرِ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ جس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ اللیل یا وتر کہا ہے وہی نماز ہے جسکو تراویح کہا جاتا ہے۔ اسی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ اللیل بھی کہا اور اس کو وتر کے نام سے بھی نامزد فرمایا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ ان نمازوں

میں ذاتاً کوئی فرق نہیں۔

اسی طرح جس وقت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ثانیاً اجرائے جماعت صلوٰۃ التراویح فرمایا تھا تو اُس وقت بھی یہ دو نمازیں الگ الگ نہ پڑھی جاتی تھیں چنانچہ اس کے متعلق امیر المومنین فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں جو اثبات مدعی پر شاہد ہیں وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا خَیْرٌ مِّنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ فِیْهَا اور اسی روایت کے اخیر میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں یُرِیْدُ اٰخِرَ اللَّیْلِ وَالنَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَ اللَّیْلِ رَوَاہُ مَالِكٌ فِی الْمُوَطَّا وَالْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِیْحِهٖ

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان دو نمازوں کا الگ الگ ادا کیا جانا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ محولہ بالا احادیث و آثار وصنیع محدثین وفقہاء رحمہم اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نماز متحد ذاتاً وعدداً ومختلف وصفاً ہے چنانچہ اس کے متعلق حنفیہ کے مایۂ ناز مولانا انور شاہ صاحب کشمیری ثم الدیوبندی فرماتے ہیں ملاحظہ ہو العرف الشذی صـ ۳۲۹ بَیْنَ التَّرَاوِیْحِ وَالتَّهَجُّدِ فِیْ عَهْدِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ یَکُنْ فَرْقٌ فِی الرَّکَعَاتِ بَلْ فِی الْوَقْتِ وَالصِّفَةِ اَیِ التَّرَاوِیْحُ تَکُوْنُ بِالْجَمَاعَةِ فِی الْمَسْجِدِ بِخِلَافِ التَّهَجُّدِ فِیْ اٰخِرِ اللَّیْلِ اِنْتَهٰی۔

باقی رہے مفتی صاحب کے استنباطات تو اس کے متعلق عرض ہے کہ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَّقِیَامَهٗ تَطَوُّعًا اور کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهٗ کا مطلب ایک ہے۔ فرق صرف تعبیر کا ہے لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ وَلِنِعْمَ مَا قَالَ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ⁂ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور یہ دونوں الفاظ اگر کچھ بتاتے ہیں تو صرف یہ کہ قیام رمضان سنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ مختلف چیز یہ ہے کہ تہجد اور تراویح ذاتاً وعدداً الگ الگ چیزیں ہیں یا ایک؟ اور اس پر یہ حدیث نفیاً یا اثباتاً کوئی اشارہ بھی نہیں کرتی۔ اگر مفتی صاحب اس پر مصر ہوں تو ان کا فرض ہے کہ بتائیں کہ یہ حدیث اس بات پر عبارت النص ہے یا دلالۃً یا صراحۃً یا اقتضاءً؟ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اور وجہ خصوصیت ذکر صرف اہمیت شان ہے دیگر ہیچ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ـــ

دوسرا سوال یہ تھا کہ:-

سوال نمبر ۲۹۹ صلوٰۃ التراویح بیس رکعات پڑھتے ہیں یہ مسنون ہے یا بدعت؟

جواب (نمبر ۲۹۹) اس کے جواب میں مفتی صاحب نے کوئی حدیث صحیح صریح بیس رکعات کے سنت ہونے پر معرض استدلال میں پیش نہیں کی۔ جو کچھ پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ نفلی عبادت میں کوئی حدبندی ضروری نہیں ہوا کرتی۔ البتہ علماء حنفیہ کے نزدیک جو اعداد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت ہوا ہے اس میں جماعت کو سنت کہیں گے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت کو روایت کرتے ہیں اور جمہور تابعین وفقہاء کرام کا اس پر عمل در آمد ہے۔ یہ ہے خلاصہ مفتی صاحب کے کلام کا۔

اس کے بعد آپ نے علامہ عینی حنفی کی کچھ عبارت غلط سلط طور پر لکھ دی ہے سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ مفتی صاحب کا پہلا کلام (یعنی جو اعداد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت ہوا اس میں جماعت کو سنت کہیں گے) سے ہم پورے طور پر متفق ہیں۔ اور یہ امر مفتی صاحب کو بھی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت صلوٰۃ التراویح بجماعت ثابت ہے جیساکہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو نقل کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے۔ باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ یہ حدیث مستلزم نفی زیادت کو نہیں، تو کسی نے کب کہا؟ کہ یہ حدیث زائد رکعات کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ ہاں زائد رکعات کی سنیت کی نفی پر ضرور دال ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی رو سے آٹھ رکعتیں ثابت ہیں۔ اور اس سے زیادتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بجماعت کسی صحیح یا ضعیف حدیث کے ساتھ ثابت نہیں۔ اگر آپ اس کے مدعی ہیں تو کوئی حدیث پیش کریں۔ باقی رہے آپ کے مظنونات وخیالات واہیہ کہ ممکن بلکہ مظنون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول آخر اس نماز کے منفرداً زیادہ پڑھی ہوں وغیرہ وغیرہ تو یہ بچند وجوہ غلط ہیں

اولاً یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بغیر ثبوت کوئی بات نسبت کرنی اپنے آپ کو جہنمی بنانا ہے۔ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ پس ایسی خیالی باتوں سے استدلال کرنا اور واقعات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کسی عالم بلکہ کسی مسلمان کا کام نہیں۔ ان قیاسات فاسدہ سے کام نہیں چل سکتا کوئی صحیح صریح حدیث پیش کی جائے اور بس۔

ثانیاً مفتی صاحب منفرداً جماعت سے پہلے یا بعد کچھ رکعات کے امکان کو بیان کر رہے ہیں حالانکہ مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فعلاً یا قولاً جو رکعات بجماعت ثابت ہوں گی اس میں جماعت کو سنت کہیں گے ورنہ نہیں۔ اور اختلاف بھی

اسی چیز میں ہے کہ آیا صلوۃ التراویح بجماعت آٹھ ہیں یا بیس بلکہ روایات متعلقہ واقعہ ہذا پر
اگر پوری طرح غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس تمام رات میں صرف یہی رکعات پڑھی گئی
تھیں۔ اس طرح پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین راتیں نماز تراویح بجماعت پڑھا کر
بعد کو جماعت بند فرما دی تھی اور تیسری رات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تراویح
کی نماز قائم کی۔ اور روایت ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و النسائی وغیرہ میں ہے کہ تیسری
رات قریب صبح تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی حتی کہ سحری کے فوت
ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی یہی بات ہے کہ
ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ اور اس
رات کے بعد پھر کبھی جماعت نہ کی تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ وہی تیسری رات ہے
جس کا ذکر ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ میں آچکا ہے۔ پس جب قریب صبح تک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں آٹھ رکعت اور وتر پڑھاتے رہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے منفرد ازائد رکعتیں کون سے وقت میں پڑھی ہوں گی؟ دیگر اپنے گھر کے گواہ کی شہادت
بھی سن لی جو فرماتے ہیں کہ ان تین راتوں میں آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم بجماعت صحابہ آٹھ
رکعات و وتر پڑھاتے رہے۔ اس شاہد سے میری مراد مولانا ابوالحسنات عبدالحی حنفی
لکھنوی ہیں اپنے مجموعۃ الفتاوی میں فرماتے ہیں دوم مقدار ہشت رکعت و سہ رکعت
وتر با جماعت و ایں طریق از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز سہ شب در شب دیگر منقول
نگشتہ الخ (یہاں تک) و اما طریق دوم پس روایات آں دال اند بریں کہ آں قیام از اول
شب بعد از عشاء بود تا ثلث شب باول مرتبہ و نصف شب بمرتبہ دوم و تا وقت سحر
بشب سوم انتہی مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص۱۸۲ چھاپہ یوسفی لکھنؤ۔

باقی رہا آپ کا سوال متعلق بیان تطویل قیام تو آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے آپ
کے مسلم علامہ عینی حنفی کو مسلم ہے چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص۲۲۵ ج۳ میں
رقمطراز ہیں اَلْاَسْئِلَةُ وَالْاَجْوِبَةُ مِنْهَا اَنَّهٗ ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ اَنَّهٗ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ یَجْتَهِدُ فِیْهِ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ
غَیْرِهٖ وَفِی الصَّحِیْحِ اَیْضًا مِنْ حَدِیْثِهَا کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْیَی اللَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ
وَشَدَّ الْمِئْزَرَ وَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ کَانَ یَزِیْدُ فِیْ عَشْرِ الْاَخِیْرِ عَلٰی عَادَتِهٖ فَکَیْفَ
یُجْمَعُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ حَدِیْثِ الْبَابِ فَالْجَوَابُ اَنَّ الزِّیَادَةَ فِی الْعَشْرِ الْاَخِیْرِ یُحْمَلُ
عَلَی التَّطْوِیْلِ دُوْنَ الزِّیَادَةِ فِی الْعَدَدِ انتہی بلفظہ۔ ترجمہ سوالات و جوابات

پہلا سوال مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو گیارہ
رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں حالانکہ حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں جس قدر عبادت میں کوشش فرماتے رہے اور کسی مہینے میں اتنی کوشش نہیں فرماتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے جب عشرہ اخیرہ آتا تو آپ شب کو بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے اور اپنی کمر عبادت کے لئے چست باندھتے اور عبادت میں بھی بہت کوشش فرماتے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آخر عشرۂ رمضان میں اپنی مستمر عادتِ کریمہ سے زیادہ عبادت کرتے تھے۔ اس صورت میں مذکورہ بالا حدیث اور اُن دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہے اس میں وجہ تطبیق کیا ہے؟

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمَ الدَّارِيَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً یعنی سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح مع وتر پڑھایا کریں۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن سعید بن منصور میں بھی یہی روایت موجود ہے۔

اور جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مع وتر گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا تو ظاہر یہی ہے کہ خود بھی گیارہ رکعت ہی پڑھتے رہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی معمول رہا۔

فعل نبوی کے متعلق حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ ہی رکعت تراویح مع وتر پڑھتے تھے۔ اور جن راتوں میں آپ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھی ان راتوں میں بھی گیارہ رکعت ہی پڑھانا ثابت ہے (کہ سابق میں ثابت کیا جا چکا ہے) اور یہ بات بھی اظہر من الشمس اور ہر مسلم کو مسلم ہے کہ صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سنت نبوی پر ایسے حریص اور فریفتہ و جانثار تھے جیسا کہ پروانہ شمع پر بلکہ اس سے بھی برتر۔ عقل سلیم یہی باور کرتی ہے کہ یہ لوگ طریق سنت کے خلاف دوسرا راستہ کیونکر پسند کر سکتے تھے۔ لہٰذا احناف کے مفتی صاحب پر لازم و فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد جو قرب وفات اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (ترمذی ابوداؤد) کی عزت و قدر کرتے ہوئے اس مبارک مہینے میں خود بھی گیارہ رکعت تراویح متروکہ سنت پر عمل فرما کر سو شہید کا ثواب حاصل کریں اور باقی خلق خدا کو بھی اس پیاری متروک سنت کی ترغیب دیکر حق تبلیغ سے سبکدوش ہوں۔

دیگر مفتی صاحب نے بے فائدہ تکلیف کر کے دوسرے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں

شاید انہیں معلوم نہیں کہ ہم محمدیوں کے نزدیک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلہ میں امتیوں کے اقوال کھوٹے ہوا کرتے ہیں قابل عمل نہیں ہوتے کیونکہ ہمارا تو اصل ہے ؎

ما اہلحدیثیم دغا را نہ شناسیم ⁂ باقوال رسول قول فقہا را نہ شناسیم

دیگر

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار ⁂ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

دیگر مفتی صاحب نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی مدح و رفعت شان میں ہمارے سُنانے کو چند حدیثیں اپنے فتوے میں لکھدی ہیں مفتی صاحب! ہمیں کیا سناتے ہیں۔ صحیح حدیثوں پر عمل کرنا ہمارا مذہب ہے اسی لئے تو اہلحدیث کہلاتے ہیں جو آپ لوگوں کو ایسا مبارک نام نصیب بھی نہیں ہوا بلکہ اہل علم نے آپ لوگوں کو اس مبارک لقب کے مقابلہ میں آپ کا لقب اہل الرائے تجویز کیا ہے۔ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ و الانصاف للشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی وغیرہ

خدا کے فضل و کرم سے جمیع صحابہ و اہل بیت نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رفعت شان ہمیں ہر وقت ملحوظ رہا کرتی ہے مگر کیا کریں کہ خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت صحیح متصل سند سے خلفاء راشدین تو بجائے ماند بلکہ کسی صحابی سے بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی مَنِ ادَّعٰی خِلَافَهٗ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ۔

ہاں اگر مفتی صاحب کو امیر المومنین فاروق اعظم و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قدر و وقعت ملحوظ ہے تو ہر دو صاحبان کا ایک فتویٰ دربارہ قرأت فاتحہ خلف الامام پیش کرتا ہوں آیا مفتی صاحب اسے عزت سے قبول کرتے ہیں یا منہ میں گند و آگ کے انگارے دیئے جانے کا فتویٰ دیکر ٹھکراتے ہیں دیدہ باید۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ عُمَرَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قُلْتُ وَاِنْ كُنْتَ قَالَ وَاِنْ كُنْتُ اَنَا قُلْتُ وَاِنْ جَهَرْتَ قَالَ وَاِنْ جَهَرْتُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ صـ ۱۲۰ جـ ۱ وَقَالَ رُوَاتُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَرَوَاهُ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ وَقَالَ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَرَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ صـ ۱۲۹ جـ ۱ اَيْضًا وَالْبُخَارِيُّ فِي الْجُزْءِ صـ ۶ بیہقی کتاب القرأت چھاپہ دہلی۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ سُوَيْدٍ وَيَزِيْدَ التَّيْمِيِّ قَالَا اَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنْ نَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ بیہقی مذکور صـ ۵۰ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عُبَايَةَ ابْنِ السَّبِرْدَادِ قَالَ قَالَ عُمَرُ لَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرَاَيْتَ اِنْ كُنْتُ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ اِقْرَأْ فِيْ نَفْسِكَ بیہقی مذکور صـ ۶۱۔ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ یزید بن شریک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کا مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا سورہ فاتحہ پڑھ۔ یزید بن شریک نے کہا اگرچہ آپ (امام) ہوں۔ انہوں نے پھر پوچھا اگرچہ آپ زور سے پڑھیں۔ آپ نے

فرمایا اگرچہ میں زور سے پڑھوں۔ روایت کیا اس کو دار قطنی نے اور کہا دار قطنی نے کہ اس اثر کے کل راوی ثقہ (پختہ) ہیں۔ اور اس کو دار قطنی نے دوسری سند سے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ سند صحیح ہے اور اس کو طحاوی نے بھی روایت کیا ہے اور امام بخاری نے بھی اپنی جزء القرأت میں اور ایک روایت بیہقی میں حارث بن سوید اور یزید تیمی سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم کیا۔ نیز عبایہ بن بردا سے روایت ہے کہا کہ حضرت نے فرمایا کہ بغیر فاتحہ کے کوئی نماز جائز نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر امام کے پیچھے ہوں؟ آپ نے فرمایا (آہستہ آہستہ) دل میں پڑھ۔

عَنْ اَبِیْ مَرْیَمَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ (جزء القرأۃ للبخاری مصری صفحہ) یعنی ابو مریم کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود کو سنا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ کتاب القرأت للبیہقی صفحہ ۶۲ میں ہے عَنِ الْهُذَیْلِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَرَأَ فِی الْعَصْرِ خَلْفَ الْاِمَامِ فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ سُوْرَةٍ یعنی ہذیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز عصر میں امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ اور ایک سورت پڑھی۔

و نیز اسی کتاب القرأت صفحہ میں ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَا تُسَابِقُوا الْاِمَامَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا فَاِنْ اَحَدٌ كُمْ تَكُوْنُ مَعَهُ السُّوْرَةُ فَیَقْرَأُهَا فَاِذَا فَرَغَ رَكَعَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّرْكَعَ الْاِمَامُ فَلَا تُسَابِقُوا الْاِمَامَ فَاِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ یعنی عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ اپنے قاریوں سے یعنی اپنے اماموں سے سبقت نہ کرو۔ امام تو اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ اسی کی اقتدار کی جاوے۔ پس امام جب رکوع کرے تو تم لوگ بھی رکوع کرو اور وہ جب سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو۔ پس اگر تم لوگوں میں سے کسی کے پاس سورت ہو تو اس کو پڑھے۔ اور پڑھ کر امام کے رکوع کرنے کے پہلے ہی رکوع میں جائے (تو ایسا نہ کرنا چاہیے) پس نہ سبقت کرو اپنے قاریوں سے کیوں کہ امام تو اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے۔

امام بیہقی اس [illegible] روایت کرکے لکھتے ہیں قَالَ اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ خُزَیْمَةَ اَفَلَسْتَ تَرَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ یَنْهَى الْمَاْمُوْمَ اَنْ یَّرْكَعَ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ السُّوْرَةِ قَبْلَ رُكُوْعِ الْاِمَامِ وَنَهَاهُ عَنْ مُسَابَقَةِ الْاِمَامِ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ یَنْهَهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ اِمَامِهٖ اِنْتَهٰى۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ ابن مسعود نے اس اثر میں مقتدی کو قرأت خلف امام سے منع نہیں کیا ہے بلکہ سورت پڑھ کر امام سے پہلے رکوع کرنے اور قرأت

میں امام سے سبقت کرنے سے منع کیا ہے۔
مفتی صاحب تو اپنے امام کی تقلید کی وجہ سے کئی بار قرأت فاتحہ کی حرمت کا فتویٰ دے چکے ہیں بلکہ امام صاحب سے بھی ترقی کر کے درافشانی فرمائی ہے اور عموماً اپنی مجلسوں و خطبوں میں کہا کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے والے کے منہ میں آگ دہکائے گی۔

کیا مفتی کا یہ فتویٰ عمر بن الخطاب و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جن کی مدحت و رفعت کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہمارے سنانے کو اپنے فتوے میں لکھ چکے ہیں کے حق میں خصوصاً و باقی اجلہ صحابہ جیسے حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت معاذ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت جابر حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن مغفل، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو قتادہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عثمان بن ابی العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم و اجلہ تابعین جیسے امام عطاء استاد ابو حنیفہ، حضرت امام حسن بصری، حضرت امام سعید بن جبیر، حضرت امام میمون بن مہران، حضرت امام حماد، حضرت امام سعید بن المسیب، حضرت امام عروہ، حضرت امام شعبی، حضرت امام عبید اللہ بن عبد اللہ، امام مجاہد، حضرت امام نافع بن جبیر وغیرہم جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ اور ان کے علاوہ محدثین عظام و مجتہدین کرام جیسے حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، ابو ثور، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ امام مسلم، امام نسائی، ابن خزیمہ جمیع اصحاب الحدیث جو کروڑوں کے شمار میں ہیں۔
اور ان کے علاوہ اولیاء عظام و صوفیہ کرام جیسے حضرت امام الاولیاء امام عبد اللہ بن مبارک شاگرد رشید امام ابو حنیفہ رح، حضرت شیخ المشائخ عبد القادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، شیخ نظام الدین اولیاء، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی، خواجہ شہاب الدین سہروردی، مرزا مظہر جانجانان وغیرہم جو یہ بھی کروڑوں پدموں کی گنتی میں ہیں، ان جمیع صاحبان کے حق میں عموماً آپ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ یہ سب حضرات فاتحہ خلف الامام کے پڑھنے والے ہیں۔ ان کے منہ میں نعوذ باللہ آگ دہکائے گی؟ اگر نہیں دی جائے گی تو وجہ خصوص کیا؟ حضرت
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ

رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَاَضَلُّوا متفق علیہ ۔ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ رواہ الترمذی ــــ کے آپ جیسے مفتیوں و مفسروں کے حق میں حرف بحرف صادق آتے ہیں۔

جن بزرگوں کے اسماء مبارک ہیں سے قرأت فاتحہ خلف الامام کے عاملین ہیں شمار کئے ہیں میرے لکھے پر اعتماد نہ ہو تو کتب ذیل کا مطالعہ کریں یا کسی جید عالم سے سن لیں تو تسلی ہو جائے گی۔ ترمذی شریف، جزء القرأۃ بخاری، کتاب القرأۃ بیہقی، عمدۃ القاری، فتح الباری، نیل الاوطار، معالم التنزیل، تفسیر احمدی، غنیۃ الطالبین، سیر الاولیاء، عوارف المعارف، تحقیق الکلام، امام الکلام، برہان العجائب وغیرہ

هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۞ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۞

محب السنۃ ابو محمد عبد الحق الہاشمی الملتانی

مدرس مدرسہ سبیل السلام محمدیہ براتیوالی

منقول از صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۶ء جلد ۲۶ نمبر ۹ و ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۶ء جلد ۲ نمبر ۹

کیا آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کا ثبوت قرآن سے ہے؟

سوال (نمبر ۳۰۰) کیا آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کا ثبوت قرآن سے ہے رسالہ "صحیفہ اہلحدیث" کراچی بابت ماہ صفر ۶۹ھ کے صفحہ ۸ پر بعنوان دینی احکام مذکور ہے کہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور ہم کو ان کے نبی ہونے کا مفصل و مدلل ذکر آج تک معلوم نہیں صرف سنتے ہی چلے آتے ہیں فقط۔

سائل (مولوی) محمد رفیق (صاحب) کرنالوی حال پسرور ضلع سیالکوٹ

جواب (نمبر ۳۰۰) بیشک آدم علیہ السلام اول خلیفۃ اللہ فی الارض و اول الرسل والانبیاء ہیں کما قال تعالیٰ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً الآیۃ آیت ہذا میں خلیفہ سے مراد بالاتفاق حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو تنفیذ احکام الٰہیہ کے لئے زمین میں بھیجے گئے تھے ــــ مسند امام احمدؒ میں بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام۔ میں نے استفہاماً عرض کی کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ فرمایا ہاں نبی مکلَّم تھے۔ اُن کے پاس آسمان سے وحی آتی تھی۔ میں نے کہا کہ کل تعداد انبیاء کی کتنی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ کچھ اوپر تین سو ان میں سے صاحب کتاب تھے۔ الفاظ حدیث

؎ یہ ذکر ان کا ہے جن کا بیان آچکا ورنہ صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے چنانچہ فرمایا پ ۲۴ ع ۱۲ میں (دیا قیمت ۱۶۸ پ)

نوٹ مفصل و مدلل بحث بابت قرأت فاتحہ خلف الامام مطلوب ہو تو تفسیر سورہ فاتحہ ملاحظہ فرمائیے قیمت چھ روپے

مندرجہ ذیل ہیں:-

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ اَیُّ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ اَوَّلَ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ وَنَبِیٌّ کَانَ قَالَ وَنَبِیٌّ مُکَلَّمٌ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ کَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّبِضْعَۃَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ کَمْ وَفَاءُ عِدَّۃِ الْاَنْبِیَاءِ قَالَ مِائَۃُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِکَ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّخَمْسَۃَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ فِیْ بَابِ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِکْرِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ- حدیث ہٰذا تفسیر ابن کثیر و فتح البیان و تفسیر خازن و جامع البیان وغیرہ میں بھی تحت آیت مِنْہُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْہُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ مرقوم ہے ابوحاتم و ابن حبان نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔

نیز برحاشیہ حدیث شفاعت علامہ قاضی عیاض رقم طراز ہیں وَاَمَّا اٰدَمُ وَشِیْثُ فَہُمَا وَاِنْ کَانَا رَسُوْلَیْنِ اِلَّا اِنَّ اٰدَمَ اُرْسِلَ اِلٰی بَنِیْہِ وَلَمْ یَکُوْنُوْا کُفَّارًا بَلْ اُمِرَ بِتَعْلِیْمِہِمُ الْاِیْمَانَ وَطَاعَۃَ اللہِ وَشِیْثًا کَانَ خَلَفَہُمْ فِیْہِمْ بِخِلَافِ نُوْحٍ فَاِنَّہٗ مُرْسَلٌ اِلٰی کُفَّارِ اَہْلِ الْاَرْضِ الخ یعنی آدمؑ اور شیثؑ دونوں نبی تھے۔ آدم علیہ السلام تو اپنی اولاد کی طرف ان کو تعلیم ایمانی اور اطاعت خداوندی کا سبق دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس وقت کوئی کافر نہ تھا بخلاف نوح علیہ السلام کے کہ وہ کفارِ اہل ارض کی جانب مرسل ہوئے بایں وجہ نوح علیہ السلام کو اول الرسل کہا جاتا ہے اور طوفانِ نوح میں غرقِ خلق کے بعد چونکہ ان ہی سے نسلِ انسانی کا سلسلہ جاری ہوا بایں وجہ ان کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔

محفلِ میلاد کا شرع شریف میں کچھ ثبوت ہے یا نہیں

سوال (نمبر ۱۰۳) آج کل عام طور پر رواج ہے کہ جہاں ربیع الاول کا مہینہ آیا اور گھر گھر محفل میلاد کا انعقاد ہوا، اس کا شرع شریف میں کچھ ثبوت ہے یا نہیں؟-

سائل اے۔ بی سلطان (صاحب) نیو کلاتھ مارکیٹ کمرہ ۱۲۱ کراچی

جواب (نمبر ۱۰۳) اللہ عزوجل نے اپنے سچّے اور پسندیدہ دین کو اپنے سچے اور پسندیدہ بندے سید الرسل محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کامل کر دیا

(بقیہ حاشیہ ۱۶۷) وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰہُمْ عَلَیْکَ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْہُمْ عَلَیْکَ نیز فرمایا پ۲۴ سٓ میں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْہُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْہُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول و پیغمبر بھیجے ہیں ان میں سے بعض کو تم پر بیان کر دیا ہے اور بعض کو نہیں کیا ۱۲ منہ عفی عنہ

چنانچہ ارشاد باری ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیۃ یعنی میں نے آج تمہارا دین مکمل کر دیا۔
پس اُس پورے اور مکمل دین میں (جو شرعِ محمدی کے نام سے موسوم ہے) کہیں بھی کسی صحیح یا ضعیف روایت سے میلاد مروجہ و مسئولہ کا ثبوت نہیں۔ اگر آج ہم اس محفل کو دینی کام سمجھیں، کارِ ثواب سمجھ کر انجام دیں، حالانکہ دین محمدی میں اس کا کوئی ثبوت نہیں تو لازم آئے گا کہ اتنا نقصان دین میں رہ گیا تھا حالانکہ خداوند قدوس نے اپنے کلام پاک میں اسے کامل فرمایا ہے۔ اب یا تو خدا سچا اور مولود یئے جھوٹے اور خدا کا دین کامل۔ یا نعوذ باللہ خدا جھوٹا اور مولود یئے سچے اور خدا کا دین ناقص۔
ظاہر ہے کہ دوسری بات کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا۔ پس پہلی ہی بات سچی ہے اور مجلس میلاد بدعت و ناجائز ہے۔ خود صاحب میلاد یعنی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بعد سرفرازی نبوت دنیا میں تیئیس ۲۳ سال زندہ موجود رہے۔ ہر سال ربیع الاول آتا رہا اور ہر ربیع الاول میں بارہویں تاریخ بھی آتی رہی لیکن نہ تو آپ نے اس قسم کی کوئی محفل منعقد کی نہ کرنے کا حکم دیا اور انتقال سے پہلے فرما گئے کہ میرے بعد میرے اس لائے ہوئے دین متین میں جو کام نیا نکلے میں اس سے بیزار ہوں، اس کام کو اسکے نکالنے والے کو مردود کہتا ہوں۔

محفلِ میلاد کا اجراء کب اور کیسے ہوا، اسکا موجد کون ہے؟

سوال (نمبر ۳۰۲) جب نبی علیہ السلام نے اپنی تیئیس ۲۳ سالہ پیغمبری زندگی میں نہ اس محفل کا انعقاد کیا نہ اس کے کرنے کا حکم دیا تو اس کا اجراء عوام و خواص میں کیسے ہوا۔ اس کی صحیح تاریخ اور اس کے موجد سے آگاہ کریں۔ (سائل مذکور)

جواب (نمبر ۳۰۲) چھ سو سال تک اسلامی دنیا اس محفل کے نام مروجہ سے بھی نا آشنا تھی۔ سب سے پہلے اس کا موجد اسے رواج دینے والا بادشاہوں میں سے ابو سعید کوکبوری بن ابو الحسن بکتگین ترکمانی ہے جس کا لقب ملک المعظم مظفر الدین تھا جسے ۵۸۶ھ میں سلطان صلاح الدین نے شہر اربل کا جو موصل کے قریب ہے گورنر مقرر کیا تھا جس کا انتقال ۶۳۰ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلکان و قاموس البحر وغیرہ۔ اور ملاؤں میں سے اس بدعت کا موجد شیخ عمرو بن محمد ہے جو ایک مجہول و غیر معروف شخص ہے نہ محدثین میں اس کا شمار ہے نہ فقہاء میں اس کا حساب ہے نہ ائمہ مجتہدین و علماء راسخین میں اس کا شمار ہے۔ پس چونکہ یہ آپ کے بعد کی چیز ہے اور اسے دینی کام سمجھا جاتا ہے اس لئے اس کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا۔

[1] محفل میلاد مروجہ اور قیام تعظیمی کے متعلق مفصل بحث مطلوب ہو تو عاجز کا رسالہ حکم رب الانام فی ابطال عمل المولد والقیام [illegible]

کیا کسی صحابی، تابعی یا کسی امام سے بھی مجلس مولود کا انعقاد ثابت نہیں؟

سوال (نمبر ۳۰۳) کیا نبی علیہ السلام کے بعد صحابہ میں سے کسی صحابی یا تابعین میں سے کسی تابعی یا چاروں اماموں میں سے کسی امام سے بھی اس مجلس مولود کا انعقاد ثابت نہیں؟
سائل فوق الذکر

جواب (نمبر ۳۰۳) ہاں اصحاب کبار و آل اطہار و تابعین عظام و ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کسی ایک سے بھی اس کے انعقاد کا ثبوت نہیں۔ جب یہ ساتویں صدی کی بدعت ہے قبل ازیں اس کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا (جیسا کہ اوپر ہم بیان کر آئے ہیں)، تو صحابہ و تابعین وغیرہ سے اس کا ثبوت کیسے مل سکتا ہے حافظ ابوبکر صاحب بغدادی حنفی شہیر با بن نقطہ اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں۔ اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلُوْدِ لَمْ یُنْقَلْ عَنِ السَّلَفِ وَلَا خَیْرَ فِیْ مَا لَمْ یَعْمَلِ السَّلَفُ یعنی مجلس میلاد سلف صالحین سے بالکل منقول نہیں اور اس کام میں ہرگز خیر و برکت نہیں ہو سکتی جسے سلف نے نہ کیا ہو۔ نیز حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں رقمطراز ہیں "روزِ تولد و وفاتِ ہیچ نبی عید نہ گردانیدند" یعنی کسی پیغمبر کی وفات یا تولد کے دن کو جشن عید وغیرہ کی طرح منانا جائز نہیں۔ علامہ حسن بن علی طریقۃ السنہ میں فرماتے ہیں لَا اَصْلَ لَہٗ فِی الشَّرْعِ بَلْ ھُوَ بِدْعَۃٌ مَذْمُوْمَۃٌ یعنی شرع میں اس محفل میلاد کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ بدترین بدعت ہے۔ نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بِدْعَۃٌ لَمْ یُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ یعنی یہ بدعت ہے سلف صالحین سے بالکل منقول نہیں۔ اسی طرح مولانا عبدالرحمٰن مغربی حنفی لکھتے ہیں اِنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ بِدْعَۃٌ یعنی مجلس مولود مروجہ بدعت ہے۔ مولانا علاؤ الدین کتاب شرح البعث میں لکھتے ہیں مَا یُحْتَفَلُ لِمَوْلِدِہٖ بِدْعَۃٌ یُذَمُّ فَاعِلُھَا یعنی اس محفل کا انعقاد بدعت ہے اس کے فاعل مذموم لوگ ہیں۔

الغرض ازمنہ خیر القرون میں اس کا وجود نہیں۔ صحابہ کرام و تابعین عظام اس سے کوسوں دور رہے۔ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا زمانہ گزر جاتا ہے لیکن اس بدعت کا موجد کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر آج امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خلاف کرنا امام صاحب سے دشمنی مول لینا نہیں تو اور کیا ہے؟

مولوی حنفی بھائیو! سنو! امام صاحب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ ستر سال اس دنیا میں بقید حیات رہے۔ ہر سال ربیع الاول کا مہینہ آیا۔ ہر ربیع الاول میں بارھویں تاریخ آئی۔ پھر کیا وجہ کہ امام صاحب نے نہ تو کبھی اس محفل میلاد مروجہ کا

انعقاد کیا۔ نہ اس میں قیام کیا نہ اس کا نام لیا نہ مسلمانوں کی دکانیں بند کرائیں۔ نہ کوئی جشن کیا۔ اگر کیا ہے تو دکھاؤ کہاں لکھا ہے ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۞ سچ ہے مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ۔ اور اگر نہیں کیا تو پھر تم کیوں کرتے ہو؟ اور امام صاحبؒ کا خلاف کر کے مقلد پھر کیسے کہلاتے ہو۔ اگر تم فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب سے بسند صحیح امام صاحب سے ان کاموں کا کرنا ثابت کر دو تو ہم بھی داد دیں ورنہ تم بھی ان بدعات کو ترک کر دو۔

دراصل بات یہ ہے اہل ہند نے عیسائیوں کو دیکھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن مناتے ہیں۔ ہندوؤں کو دیکھا کہ وہ بھی کنھیا کا جنم دن مناتے ہیں تو انہوں نے بھی اپنے ہاں ایک دن نکال لیا حالانکہ حدیث میں ہے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ جو کفار کے ساتھ دوستی کرے ان کی ریت رسم میں ان کی سی چال ڈھال اختیار کرے وہ انہی میں داخل ہے

آپ نبی علیہ السلام کے مناقب وفضائل، محاسن وخصائل صحیح طریق پر شب وروز بیان کیجئے آپ کے اطوار وعادات لوگوں کو سکھائیے بہت اچھی چیز ہے لیکن ان خاص مجالس کا انعقاد بہیئتِ کذائیہ اور قیود وشروطِ مخترعہ کے ساتھ ان کی اہمیت کا ہرگز شرع میں ثبوت نہیں۔ ان کو ترک کر کے اپنے اوپر سے بدعت کا بدنما داغ مٹائیے کیونکہ طریقِ سنت عمل کے قابل اور طریقِ بدعت ترک کے لائق ہے، فَعَلَیْنَا الْاِتِّبَاعُ لَا الْاِبْتِدَاعُ ۞

مسلکِ سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

نیز

سُنّی خوش نصیب کو باغ وبہار ہے
بدعتی بدبخت کو جہنم کی مار ہے

آپ کے علاوہ کسی حنفی عالم نے بھی مجلس مذکور کو بدعت کہا ہے

سوال (نمبر ۳۰۰) آپ ہی اس کو بدعت کہتے ہیں یا علماء احناف میں سے بھی کسی نے مجلس مذکور کو بدعت کہا ہے؟ اگر کہا ہے تو بتاؤ۔ (سائل مذکور)

جواب (نمبر ۳۰۰) صرف ہم ہی نہیں بلکہ اکثر علماء سلف وخلف سے اس کا بدعت ہونا ثابت ہے چنانچہ تحریر بالا میں علماء متقدمین کے کئی اقوال ہم نے نقل کئے ہیں۔

علماء متاخرین میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حنفی فتوی مولود و عرس میں لکھتے ہیں:۔
"ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے۔ اور خطاب فخر عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر و ناظر جان کر کرے تو کفر ہے اور ایسی مجلس میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے"
اس فتوے پر مولانا محمد محمود صاحب دیوبندی حنفی، مولوی محمد ناظر حسن صاحب دیوبندی حنفی، مولوی عبد الخالق صاحب حنفی دیوبندی وغیرہ کے بھی دستخط ہیں۔ علاوہ ازیں۔۔۔۔ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند حال وارد کراچی و مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب وغیرہ وغیرہ حضرات سینکڑوں علماء احناف کا فتویٰ اس کی حرمت و بدعت پر موجود ہے۔
خدا ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اتباعِ سنت کو مضبوط پکڑیں اور راہِ بدعت سے بچیں۔ آمین۔
خَیْرُ الْاُمُوْرِ الدِّیْنِ مَا کَانَتْ سُنَّةً ۔:۔ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

جب مجلسِ مولود کے انعقاد کا شرع میں کوئی ثبوت نہیں تو علماء عوام کو منع کیوں نہیں کرتے

سوال (نمبر ۳۰۵) جب امور مذکورہ بالا ممنوع و معیوب ہیں اور مجلس مولود کے انعقاد کا شرع میں کوئی ثبوت نہیں تو پھر علماء کرام عوام الناس کو منع کیوں نہیں کرتے۔ عوام کالانعام تو ان مجالس بدعیہ کو خوب دھوم دھام سے رچاتے ہیں اور بارہویں ربیع الاول کو جشن مناتے دکانیں کاروبار وغیرہ سب بند کر دیتے ہیں۔ عام طور پر تعطیل منائی جاتی ہے
(سائل مذکور)

جواب (نمبر ۳۰۵) علماء تو ہمیشہ ان جملہ بدعات سے منع کرتے چلے آئے اور کر رہے ہیں مگر عوام کالانعام اور خواص بے حواس عبد الدینار والدرہم ان میں مبتلا رہ کر اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔ مذاہب اربعہ کے علماء متقدمین سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی حنفی اپنے رسالہ "طریقہ مولد" میں اس مجلسِ مروجہ کا خاکہ کھینچکر فرماتے ہیں: "شرعاً بالکل ناجائز اور گناہ ہے"
محفل میلاد مروجہ ساتویں صدی کی بدعت ہے۔ اور اس دن تعطیل منانا کاروبار بند کرنا چودھویں صدی کی بدعت ہے۔ اسی طرح محرم کی تعزیہ داری نویں صدی کی بدعت ہے۔ بدعت دین میں سم قاتل ہے۔ اس دن دوکانیں بند کرنے والے دنیاوی نقصان کے ساتھ ہی ساتھ اپنی آخرت کا بھی نقصان کر کے خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ کے مصداق ٹھیرتے ہیں وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○
بارہ ربیع الاول کو دوکانیں بند کرنے اور تعطیلات منانے کے متعلق ہم علماء

صاحبان کا فتویٰ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہدایت دے تاکہ وہ بدعات سے مجتنب ہو کر سنت کے شائق و متبع ہو جائیں فقط

حررہ العاجز خادم الاسلام والمسلمین ابومحمد بن ابی محمد بن محمد کفاہم الصمد۔

۱۲ ربیع الاول کو دکانیں بند کرنے کی بدعت پر علماء کا متفقہ فتویٰ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ محرم میں دسویں تاریخ کا اور ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کا ثبوتِ عظمت حدیث و قرآن و صحابہ و تابعین و تبع تابعین ائمہ اربعہ، محدثین سے ہے یا نہیں؟

(۲) ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور محرم کی دسویں تاریخ کو تمام دن کاروبار بند کرنا اور اس دن کی عظمت سمجھنا، اور اس دن محفلِ میلاد کرنا کیا وقعت رکھتا ہے اور اس دن کی عظمت اور محفلِ میلاد کرنے کا ثبوت قرآن و حدیث، صحابہؓ، تابعینؒ ائمہ اربعہؒ، محدثینؒ سے ہے یا نہیں؟

(۳) ماہ ربیع الاول میں شریعتِ مطہرہ سے محفلِ میلاد کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں فقط۔

الجواب۔ دنیا کا کاروبار بند کر دینا مسلمانوں کے لئے بغرضِ اظہارِ غم عاشورہ کے روز بھی شرعاً ادلہ شرعیہ اربعہؔ میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں اس بندش پر بارہویں ربیع الاول کی بندش کو قیاس کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ خلفاء راشدین و ائمہ مجتہدین و سلف صالحین کے زمانہ میں اس بارہویں تاریخ میں دنیا کے کاروبار بازار کو بند رکھنا ثابت نہیں اور اسی طرح پر محفلِ میلاد کا منعقد کرنا بھی اس مروج طور پر ثابت نہیں۔ اور شرعاً کسی میت پر تین روز سے زائد صدمہ کا اظہار کرنا جائز نہیں ماسوا بیوہ عورت کے کہ اس کے لئے صرف چار مہینے دس دن مقرر ہیں کہ ان ایام میں زینت و آرائش نہ کرے لیکن دنیاوی ضروری کام کے ترک کر دینے کا حکم شرعی اس کے لئے بھی نہیں ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی بارہویں تاریخ کے روز اگر اس زمانہ میں دنیاوی روزگار اور بازار کو بند کر دیا جاتا جاری کر دیا جائیگا تو چند سال کے بعد عوام الناس اس حکم کو شرعی اور ضروری ٹھہرانے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے اور ایسا کام جو کہ ذریعہ معصیت کا ہوتا ہے تو یہ بھی جائز

لہ ادلہ شرعیہ تو دو ہی ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث ۱۲۔ مینجر

وگناہ ہوجاتا ہے۔

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین (حنفی) عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

الجوابٌ صحیح ۔ مولوی محمد موسیٰ خاں (حنفی) مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی۔

الجوابٌ صحیح۔ محمد ابراھیم (حنفی) عفی عنہ مدرسہ حسینیہ دہلی۔

الجوابٌ صحیح۔ محمد اسحاق (حنفی) عفی عنہ محلہ گڑھیا دہلی۔

الجوابٌ صحیح۔ ابویحییٰ عبداللطیف۔ صدر بازار۔ دہلی۔

بغرض اظہار غم کاروبار بند کرنا یہ ایک دنیاوی رسم ہے۔ شرعاً اس کا ثبوت نہیں ہے اور اظہارِ عظمت کے واسطے بھی کاروبار بند کرنے کا شرع شریف سے ثبوت نہیں۔ محمد شفیع (حنفی) عفی عنہ مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی۔

جوابٌ صحیح ہے۔ بیشک اس روز کاروبار بند کرنا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ اس کو شرعی حیثیت دیکر تعطیل جاری کرنا ایک ایجاد و احداث فی الدین ہوگا۔

محمد کفایت اللہ (حنفی) کان اللہ لہ دہلی۔

اصل جواب اور بعد کی تصدیقات ازروئے ادلہ شرعیہ صحیح ہے

بندہ محمد میاں (حنفی) مدرسہ حسین بخش دہلی۔

الجوابٌ صحیح (مولوی) ابوالفضل (صاحب) حال وارد کراچی۔

الجوابٌ صحیح (مولوی) احمد اللہ صدر مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔

الجوابٌ صحیح (مولوی) عبدالسلام مدرس مدرسہ حاجی علی جان دہلی۔

الجوابٌ صحیح (مولوی) محمد یونس مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب پھاٹک حبش خاں دہلی حال وارد کراچی۔

علمائے کرام نے محرم کی دسویں اور ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخوں کو بھی کاروبار بند کرنا بروئے شرع منع کیا ہے خصوصاً جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ارشاد ہے کہ بیشک اس روز کاروبار بند کرنا ایک ایجاد و احداث فی الدین ہوگا۔ لہٰذا عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے اعلان شائع کیا جاتا ہے کہ ہڑتال میں شرکت نہ کرکے دینی و دنیوی نقصانات سے محفوظ رہیں۔

حاجی عبدالغنی (حنفی) متولی عیدگاہ شاہی دہلی۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ مطابق جنوری سنہ ۱۹۴۹ء ۲۹۷/۳

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بابت حاجت روا و مشکل کشا ہونے کا عقیدہ رکھنا جائز ہے یا نہیں

سوال (نمبر ۳۰۶) ہمارے علاقہ میں اکثر عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت جیلانی

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہماری دنیاوی تکالیف و مصائب میں مدد و دستگیری کرتے ہیں اور وہی ہمارے حاجت روا و مشکل کشا ہیں بعض اس شعر کا ورد کرتے ہیں ؎

دستم بگیر سید و سلطانِ اولیاء ٭ خاکِ درِ تو سرمۂ چشمانِ اولیاء

اسی واسطے آپ کا لقب پیر دستگیر ہے۔ بعض علماء بھی اس عقیدہ کی تائید میں پیر صاحب کا یہ قول بیان کرتے ہیں اَنَا لِکُلِّ مَنْ عَثَرَ مَرْکُوْبُہٗ مِنْ اَصْحَابِیْ وَمُرِیْدِیْ وَمُحِبِّیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اٰخِذٌ بِیَدِہٖ ۝ (طبقات الکبریٰ شعرانی ص۱۰) یعنی میں واسطے ہر اس شخص کے کہ گرا دیوے اس کو سواری اس کی میرے مریدوں اور دوستوں میں سے قیامت تک کے لئے ہاتھ پکڑنے والا ہوں۔

اب آپ برائے مہربانی ہماری رہنمائی کیجئے اور اس کا صحیح مفہوم بتائیے۔

سائل (حاجی) میر حسن (صاحب) کنسٹبل میر پور ضلع سکھر سندھ

جواب (نمبر ۳۰۶) عقیدہ مذکورہ بالا شریعتِ محمدیہ کے سراسر خلاف اور شرک ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ نماز پنجگانہ میں اس عقیدہ کا اقرار کریں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ یعنی اے ہمارے مولا! ہم تو خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے اعانت، مدد، دستگیری چاہتے ہیں۔ تیرے سوا ہمارا کوئی معاون و مددگار نہیں۔

حدیث شریف میں ہے اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ یعنی اے میرے امتی! جب تو مدد چاہے پس اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کا خواستگار ہو۔ تمام دینی و دنیاوی تکالیف و مصائب میں خدا کے سوا کوئی مدد و دستگیری کرنے والا نہیں۔ قرآن مجید فرقانِ حمید میں خداوند قدوس نے اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ الآیۃ یعنی اگر تم کو اللہ کوئی ضرر، تکلیف مصیبت پہنچائے تو بجز ذاتِ واحد کے کوئی نبی، ولی، بزرگ، غوث، قطب وغیرہ وغیرہ اس کا کاشف (دور کرنے والا) نہیں۔ پس اس قرآنی عقیدہ کے خلاف پیر صاحب کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں تمہارا حاجت روا ہوں۔ حاشا وکلا۔

در اصل اہل بدعت ہمیشہ حمایتِ شرک و بدعت میں مغالطہ دہی سے کام لیتے ہیں اولیاء اللہ کی عبارات و مقولہ جات میں کتربیونت کرکے عوام پر یہ ظاہر کرتے کہ ہمارے اس شرکیہ عقیدہ کی تائید فلاں فلاں بزرگ بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ جتنے اولیاء اللہ و بزرگانِ دین گزرے ہیں سب شرک و بدعت کا استیصال و بیخ کنی کرتے چلے آئے ہیں۔ پیر صاحب کی اس عبارتِ مذکورہ بالا میں اور اس کے مقصد بیان کرنے میں بھی افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ طبقاتِ کبریٰ شعرانی کی اصل عبارت

یوں ہے۔ عثر الحسین الحلاج فلم یکن فی زمنہ من یاخذ بیدہ ٭ وانا لکل من عثر مرکوبہ من اصحابی ومریدی ومحبی الی یوم القیمۃ اخذ بیدہ ٭
یعنی حسین حلاج منصور نے (دین اور ولایت کے راستہ میں ٹھوکر کھائی ھو الحق ھو الحق کہتا کہتا انا الحق انا الحق کہہ کر بے دین ہو کر مرتبہ ولایت سے گر پڑا) اور اس کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس کی اصلاح کرتا اور اُس دین و مذہب کی سواری سے گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑ کر بے دینی سے بچا کر پھر منصب ولایت پر لا کھڑا کرتا یعنی اس کی غلطی سے آگاہ کرکے اس کی دستگیری کرتا۔ اور اب میں ہوں ہر اس شخص کا ہاتھ پکڑنے والا کہ گرادیوے اس کو سواری اس کی یعنی دین کے راستہ میں جو پھسل جائے اُس کے لئے میری تعلیم دستگیری کرنے والی ہے۔ مذہب و عقیدہ، ولایت و معرفت الٰہی بندے کا درجہ و مرتبہ کی تفصیل و شرح عبد اور معبود کا صحیح فرق میں نے اپنی مکتوبات میں خوب وضاحت کیساتھ بیان کر دیا ہے جو کوئی میرے اصحاب مریدوں، دوستوں میں سے اس پر عمل کرے گا وہ ولایت کے راستہ میں ٹھوکر نہ کھائیگا۔
چنانچہ پیر صاحب شیخ عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" "فتوح الغیب" وغیرہ میں شرک و بدعت کی تردید و توحید و سنت وصفات باری تعالیٰ کی تائید و توضیح کرکے عوام کی رہنمائی کردی ہے۔ بس یہ ہے پیر صاحب کے مقولہ مسئولہ کا صحیح مفہوم اور مطلب۔

انتباہ۔ بعض جاہل صوفی اور ناداں ملا مولوی آپ کے اس فرمان کو دنیاوی مشکلات و مہمات۔ دکھ۔ درد مصیبتوں میں مشکل کشائی و حاجت روائی کی دستگیری سمجھتے ہیں۔ اور شعر مندرجہ فی السوال پڑھ کر خدا کا حق بندوں کو دیکر مشرک بنتے ہیں۔ یہ بالکل غلط، خلاف قرآن مجید و حدیث شریف و خلاف منشا پیر صاحب اور شیطانی دھوکہ و فریب ہے کیونکہ اول جملہ میں خود پیر صاحب نے منصور حلاج کی بے دینی اور غلطی کا ذکر کرکے واضح کر دیا کہ اُس کو دین اور ولایت میں ٹھوکر لگی انا الحق (میں ہی خدا ہوں) کہہ کر بے دین ہو گیا جس کی وجہ سے واجب القتل ہوا، سولی پر چڑھایا گیا۔ اس وقت کوئی شخص ایسا کامل عارف نہ ملا جو اس کی صحیح رہنمائی اور دست گیری کرکے اس کو اس بے دینی و گمراہی سے بچانے کا ذریعہ بنتا۔ آپ کے فرمان کی مزید وضاحت و تفصیل کے لئے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان پڑھے۔ آپ اپنی کتاب بلاغ المبین مطبوعہ جید برقی پریس دہلی کے ص۲۱ میں رقم طراز ہیں۔ "درذکر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب اخبار الاخیار می نویسند۔ نقل است کہ آنحضرت فرمودہ در باختن منصور حلاج کسے نبود کہ اورا دستگیری می کرد واز لغزش کہ اوراشدہ باز میداشت اگر در زمان او من بودم اورا دستگیری می کردم تا کار اورا ایں جا نہ کشید" یعنی سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ وسوانح حیات میں صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ شیخ جیلانی فرماتے ہیں کہ منصور کے زمانہ میں کوئی عالم باللہ نہ تھا جو اس کی دستگیری رہنمائی کرتا اور جو ٹھوکر وغلطی اس کو اَنَا الحق کہنے میں ہوئی اس سے خبردار کر کے اس کو بچالیتا۔ اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو ضرور اس کی دستگیری ورہنمائی کرتا اور اس کا معاملہ اس حد تک نہ پہنچتا۔

پس عبارت مندرجہ بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ پیر صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ کے مقولہ مسئولہ (وَاَنَا لِکُلِّ مَنْ عَثَرَ مَرْکُوْبُہٗ مِنْ اَصْحَابِیْ الخ) کا صحیح مطلب ومقصد یہ ہے کہ معاملاتِ دینیہ میں اپنے مریدوں و دوستوں کے لئے میں اعتقاد و عمل کی دستگیری کرنے والا ہوں کیونکہ دینی معاملہ کی رہنمائی کے لئے میں نے مستقل کتابیں لکھ کر عوام کو غلطی سے بچانے کے لئے رہنمائی اور دستگیری کا پورا انتظام کر دیا ہے۔ میں نے جو قرآن حدیث سے نصائح وہدایات لکھی ہیں ان پر چلنے والے کو منصور کی طرح غلطی نہ لگے گی انشاء اللہ تعالیٰ

علاوہ ازیں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصریحات بھی اسی معنی ومفہوم کی مؤید ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ پیر صاحب اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کے باب معرفۃ الصانع میں رقم طراز ہیں اَلْخَلِیْقَۃُ مُفْتَقِرَۃٌ اِلَیْہِ لَمْ یَخْلُقْھُمْ لِاِجْتِلَابِ نَفْعٍ وَّلَا دَفْعِ ضَرٍّ (غنیہ ص۱۲۳) یعنی ساری کی ساری مخلوق نبی ولی، غوث، قطب، ابدال، اقطاب، اولیاء، فرشتے، جن، بھوت، پری وغیرہ وغیرہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں۔ خدا عزوجل نے مخلوقات میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں کے نفع پہنچانے یا دکھ۔ درد۔ تکلیف، مصیبت دور کرنے کرانے کا مختار نہیں بنایا۔ جلب منفعت ودفع مضرت کی ملکیت وطاقت نہیں بخشی۔ وَلَنِعْمَ مَاقِیْلَ

لَوِ الثَّقَلَانِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ اَجْمَعُوْا ✿ یُرِیْدُوْنَ اِیْلَامًا لِاَصْغَرِ نَمْلَۃٍ
یَکُوْنُ لَھَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ نَاصِرًا ✿ لَمَا ظَفِرُوْا مِنْھَا بِاَدْنٰی مَضَرَّۃٍ

یعنی اگر تمام انسان اور جن مل کر کسی چھوٹی سی چیونٹی کو بھی نقصان پہنچانا چاہیں تو ادنیٰ سا ضرر بھی پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب کہ رب السموات اس کا معاون ومددگار ہے۔

یہی مضمون حدیث ابن عباسؓ میں مرفوعًا مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا جب تو مدد چاہے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہ اور جان لے

اس بات کو کہ اگر ساری امت مجتمع ہو اس پر کہ وہ تجھ کو کچھ نفع پہنچائے تو وہ تجھ کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اتنا ہی جتنا کہ خدا نے تیری تقدیر میں لکھدیا ہے اور اگر جمع ہو کر ضرر پہنچائے تو کچھ بھی ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر اسی قدر کہ لکھدیا ہے اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں۔ اقلام مرفوع ہو گئیں صحف خشک پڑ گئے ۔ رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیۡثٌ حَسَنٌ صَحِیۡحٌ ۔

پیر صاحب کی ہر مومن کو نصیحت

حدیث مندرجہ بالا کے متعلق سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب حاشیہ غنیۃ الطالبین کے صـ۵۸۱ میں فرماتے ہیں فَیَنۡبَغِیۡ لِکُلِّ مُؤۡمِنٍ اَنۡ یَّجۡعَلَ ھٰذَا الۡحَدِیۡثَ مِرۡاٰۃَ لِقَلۡبِہٖ وَشِعَارَہٗ وَدِثَارَہٗ وَحَدِیۡثَہٗ فَیَعۡمَلُ بِہٖ بِجَمِیۡعِ حَرَکَاتِہٖ وَسَکَنَاتِہٖ حَتّٰی یَسۡلَمَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَیَجِدَ الۡعِزَّۃَ فِیۡھِمَا یعنی ہر مومن شخص کو لائق ہے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ اور اپنے بدن کا جامہ و لباس اور تکیہ سخن اور اپنی زبان کا ورد بنائے رکھے تاکہ دنیا و آخرت میں سلامتی کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے دونوں جہان میں عزت و آبرو پائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب "بلاغ المبین" فارسی کے صـ۹ میں رقم طراز ہیں "کہ ازیں حدیث و از قول امام طریقت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاف دریافت شد کہ روش پیر پرستاں و گور پرستاں نہ از شریعت است نہ از طریقت۔" یعنی اس حدیث سے اور سید محی الدین جیلانی رح کے قول سے صاف معلوم ہوا کہ ان پیر پرستوں اور قبر پرستوں کا طریقہ نہ شریعت کے موافق ہے نہ طریقت کے مطابق۔

منصور کی گمراہی اور قتل کی صحیح تفصیل

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "بلاغ المبین" فارسی کے صـ میں فرماتے ہیں "آوردہ اند کہ حسین بن منصور حلاج بسیار متعبد بود ہزار رکعت نوافل در شب می گذارد و چوں از زبان وے انا الحق بر آمد سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مشائخ وقت فتوی بقتلش نوشتند و بردار کشیدند در اخبار الاخیار می نویسد کہ از شیخ نظام الدین اولیاء سوال کردند کہ حکم شیخ ابن منصور حلاج چیست۔ فرمود مردود است جنید اور ارد کردہ بود جنید مقتدائے وقت بود ردّ او ردہمہ باشد۔" یعنی منقول ہے کہ حسین بن منصور حلاج بہت بڑا عابد شخص تھا ایک رات میں ہزار نفل پڑھا کرتا تھا جب اس کی زبان سے انا الحق کا کلمہ نکلا تو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مشائخ وقت نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اخبار الاخیار میں

مرقوم ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء سے سوال کیا کہ شیخ ابن منصور حلاج کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ مردود ہے۔ شیخ جنید نے اس کے حق میں یہی فتوی دیا اور شیخ جنید اپنے وقت کے مقتدا اور پیشوا تھے ان کا رد کرنا تمام رد کے مترادف ہے۔

منصور کی گمراہی اور قتل کی صحیح وجہ

علماء نے اس کے قتل کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ ایک اس کا انا الحق (میں ہی خدا ہوں) کہنا دوسرے حج بیت اللہ سے انکار کرنا اور کہنا کہ انسان اگر اپنے گھر کو بیت اللہ سمجھ کر اس کے گرد طواف کرلے تو اس کو حج کا ثواب مل جائیگا۔

چنانچہ طبقات الکبریٰ شعرانی میں یہی وجہ قتل کی لکھی ہے۔ جاہل صوفی اور نادان ملا مولوی منصور کو کامل ولی سمجھتے ہیں اور اس کے قتل کو علماء کی سختی اور درجہ ولایت و معرفت سے بے خبری کہہ کر علماء کی توہین کرتے ہیں جو سراسر انکی جہالت و بیجا حمیت ہے حالانکہ قتل منصور کا فتویٰ اہل تصوف کے شیخ حضرت جنید بغدادی رح نے دیا ہے اور جملہ اولیاء اللہ نے منصور کی گمراہی کی تصدیق اور حضرت جنید رح کے فتوے کی تائید کی ہے کما مر

دراصل منصور کو شیطان مردود نے ورغلا کر وجودی مذہب کا قائل کردیا تھا اس دھوکہ اور فریب میں آکر اس نے اپنے وجود کے اندر خدا کو محلول جانکر انا الحق کا نعرہ لگایا اور ہمہ اوست کا قائل ہوگیا یعنی ہر جگہ خدا کی ذات کو موجود مان کر ہر مکان کو مثل بیت اللہ قرار دینے لگا بایں وجہ حضرت جنید رح و دیگر مشائخ وقت نے اس کے مرتد ہونے وقتل کا فتویٰ صادر فرمایا۔

پیر صاحب کی آخری وصیت

پیر صاحب رح کی خاص الخاص آخری وصیت جو آپ نے اپنی اولاد کی درخواست پر فرمائی غور سے پڑھیے

آپ کے لاڈلے بیٹے سید عبد الوہاب صاحب نے عرض کی کہ اَوْصِنِیْ بِمَا اَعْمَلُ بِہٖ بَعْدَکَ اباجان مجھے کچھ وصیت کردیجئے جس پر میں آپ کے بعد عمل کرتا رہوںگا۔ فَقَالَ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ وَکِّلِ الْحَوَائِجَ اِلَی اللّٰہِ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا عَلَیْہِ وَاطْلُبْہَا جَمِیْعًا مِنْہُ وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَیْرَ اللّٰہِ اَلتَّوْحِیْدُ اَلتَّوْحِیْدُ اِجْمَاعُ الْکُلِّ الخ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کرنا اللہ کے سوا کسی سے کوئی امید نہ رکھنا۔ اپنے تمام کام اُس کو سونپنا۔ اپنی سب حاجتیں اسی سے طلب کرنا۔ اُس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ رکھنا۔ جو مانگنا ہو اُسی اکیلے سے مانگنا۔ خدا کے سوا کسی دوسرے پر ایک ذرہ بھی اعتماد نہ کرنا۔ توحید کو لازم پکڑنا۔ توحید کو مضبوط تھامنا۔ جملہ اولیاء اللہ کا یہی مذہب ہے

اور اسی پر سب کا اتفاق ہے ۔ (ملاحظہ ہو فتوح الغیب حاشیہ غنیہ ص۹۱۲)

پس جب خود پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اولاد و احباب کو مندرجہ بالا وصیت و نصیحت کر رہے ہیں تو پھر اس کے برخلاف وہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں تمہارا مشکلکشا و دست گیر ہوں بلکہ آپ تو یہاں تک ارشاد فرماتے ہیں کہ فَاِذَا ارْكَنْتَ اِلٰی غَیْرِهٖ فَقَدْ اَشْرَكْتَ یعنی جب تو طلب حاجات کے لئے غیر اللہ کی طرف جھکا تو مشرک ہو گیا (ملاحظہ ہو فتوح الغیب ص۷۳)

پس پیر صاحبؒ کی ان تصریحات سے صاف عیاں ہے کہ جو لوگ شعر مندرجہ فی السوال یا دیگر اشعار شرکیہ مثلاً ؎

امداد کن، امداد کن ٭ در دین و دنیا شاد کن
از رنج و غم آزاد کن ٭ یا شیخ عبد القادرا

وغیرہ وغیرہ پڑھتے پڑھاتے ہیں یا آپ کو دست گیر یا قاضی الحاجات، دافع البلیات کاشف الکربات۔ غوث الثقلین وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں یا ان کے نام کی اس مہینہ میں گیارہویں کرتے ہیں وہ یقیناً شرک یا اللہ کے مرتکب ہیں۔ اسی واسطے شاہ ولی اللہ علیہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ میں مظنات شرک کا شمار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں اِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَعِيْنُوْنَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فِىْ حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيْضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيْرِ وَيَنْذِرُوْنَ لَهُمْ وَيَتَوَقَّعُوْنَ اَنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُوْرِ وَ يَتْلُوْنَ اَسْمَاءَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا یعنی مشرکین کے افعال شرکیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیماری کی شفا اور فقیری میں غنا، اللہ کے سوا اوروں سے چاہنا اور اپنی مرادیں پوری ہونے کے لئے پیروں فقیروں کی نذریں نیازیں کرنا، منتیں ماننا اور برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے نام کا ورد و وظیفہ کرنا (جیسے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔)

نیز پیر صاحبؒ اپنی کتاب کے ص۲۵۱ میں لکھتے ہیں وَالْاِسْتِغْنَاءُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالثِّقَةُ بِهٖ وَالتَّوَكُّلُ عَلَيْهِ وَالرُّجُوْعُ اِلَيْهِ فِىْ جَمِيْعِ اُمُوْرِهٖ وَاَحْوَالِهٖ یعنی مسلمانوں کو خدا کی طرف جھک کر سب سے بے پرواہ ہو جانا چاہئے اُس پر بھروسہ اور توکل کرنا چاہئے اور اپنے تمام کاموں میں اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے پھر ص۲۵۷ میں تلقین کرتے ہیں کہ وَبِهٖ يَنْكَشِفُ الْكُرُوْبُ یعنی صرف اللہ کی مدد سے مشکلکشائی و حاجت روائی ہوتی ہے اسی کے ذکر سے تمام تکلیفیں دور ہوتی ہیں۔ ہر آفت مصیبت میں اس کے سوا کوئی دست گیری کرنے والا نہیں۔ نیز ص۳۸۸ میں فرماتے ہیں لَا مُعِيْنَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا دَلِيْلَ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی مددگار، مشکل کشا بجز ذات اقدس کے کوئی نہیں اور دلیل بجز قول مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں۔

پھر ص ۶۳ میں لکھتے ہیں لَا یَاْتِیْ بِالْخَیْرِ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی سوائے خدا وحدہ لاشریک لہ کے نہ کوئی بھلائی وفائدہ پہنچا سکتا ہے نہ بغیر اس کے کوئی برائی دور کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو مت پکار جو نہ نفع دے تجھ کو اور نہ ضرر دے تجھ کو۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو اس وقت ظالموں میں شمار ہے۔

آیت ہذا سے معلوم ہوا کہ نفع ونقصان صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اسکے سوا کوئی دوسرا شخص جن ہو یا فرشتہ نبی ہو یا ولی پیر ہو یا فقیر۔ امام ہو یا شہید کسی قسم کا نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پس ایسی ہستی کو پکارنا، امداد کی خواہش کرنا جو نہ کچھ نفع پہنچا سکے نہ نقصان کسی عقلمند کا کام نہیں۔

نیز پیر صاحب اپنی کتاب کے ص ۱۰۶ میں لکھتے ہیں لَا تَطْلُبْ لِنَفْسِکَ نَاصِرًا غَیْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا لِرِزْقِکَ خَازِنًا غَیْرَہٗ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا مددگار ودستگیر مت سمجھ اور نہ کسی کو اپنے رزق روزی کا خازن جان۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اَنْ تُقْبِلَ بِالْکُلِّیَّۃِ عَلٰی رَبِّکَ وَتُعْرِضَ عَمَّنْ دُوْنَہٗ یعنی تجھے تو چاہیئے کہ بالکل ہی اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ومتوجہ ہو جا اور اسکے سوا سب سے منہ پھیر لے۔

پس عبارات وحوالہ جات مندرجہ بالا سے روز روشن کی طرح واضح ولائح ہو گیا کہ بجز ذات باری تعالیٰ عز اسمہ وجل ذکرہ کے کسی کو ان داتا سمجھنا یا پیر دستگیر یا علی مولیٰ مشکل کشا و یا امام مدد، یا غوث یا قطب وغیرہ کے نعرے لگانا شرک فی الالوہیت کا مرتکب ہونا اور پیر صاحبؒ کی مخالفت کر کے آپ کی مریدی کو ڈھانا ہے فی الحقیقت آپ کی مریدی کا استحقاق انہیں لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے جو آپ کے فرامین وہدایات کے عامل ومعتقد ہوں، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ فقط۔

حررہ العاجز ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ آمین

منقول از رسالہ صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ ربیع الثانی وجمادی الاول ۱۳۶۸ ہجری مطابق ماہ فروری ومارچ ۱۹۴۹ء جلد ۲۹۔ نمبر ۴ و ۵

فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جانے پر سنتیں ادا کر سکتا ہے یا نہیں

سوال (نمبر ۳۰۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ جب مسجد میں کسی وقت کی نماز عموماً اور فجر کی نماز خصوصاً جماعت کھڑی ہو جائے تو اسوقت دو رکعت سنت فجر پڑھ لے یا شامل ہو جائے بیّنوا توجروا
سائل ایم۔ ای اسحاق (صاحب) بمبئی بازار کراچی۔

جواب (نمبر ۳۰۷) جب جماعت کھڑی ہو جائے یعنی مؤذن اقامت کہے تو اس وقت سنت و نفل کچھ نہ پڑھے جماعت میں شامل ہو جائے لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ یعنی جب قائم کی جائے نماز، مؤذن تکبیر کہنے لگے تو اس وقت بجز فرض کے دوسری نماز پڑھنی درست نہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم و امام ترمذی و امام ابوداؤد و امام ابن ماجہ و امام احمد بن حنبل و امام ابن حبان وغیرہم نے۔ اور امام الائمہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں حدیث ہذا کو ذکر کیا ہے اور علامہ ابن عدیؒ نے اسی حدیث میں باسناد حسن اتنا اور ذکر کیا ہے کہ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ یعنی جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بعد اقامت صلوۃ مسجد میں نفل سنت پڑھنے سے منع کیا تو ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا فرض نماز کی تکبیر ہونے کے بعد فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے؟ آپ نے فرمایا ہاں فجر کی سنتیں بھی پڑھنی جائز نہیں کذا فی القسطلانی۔

نیز مؤطا امام مالک میں ہے کہ عہد نبوی میں چند اشخاص مؤذن کی اقامت کے بعد دو رکعت سنت فجر کی مسجد نبوی میں پڑھنے لگے۔ نبی علیہ السلام نے جب انکو دیکھا تو فرمایا کہ کیا غضب کرتے ہو کیا دو نمازیں سنت اور فرض اکٹھی ایک وقت خاص میں پڑھتے ہو؟ کیا دو نمازیں اکٹھی ایک وقت خاص میں پڑھتے ہو۔ یہ آپ نے بطور انکار و توبیخ و سرزنش کے فرمایا یعنی تکبیر کے بعد فرضوں کی ادائیگی کا وقت ہے کیسے ہو سکتا ہے ادھر تو فرض ہو رہے ہوں جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور اُدھر تم سنتیں پڑھتے رہو۔ ملاحظہ ہو محلی شرح مؤطا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بروایت عبداللہ بن بحینہ نقل کرتے ہیں اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا یعنی نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وقت قائم ہو جانے جماعت کے فجر کی سنتیں پڑھ رہا ہے تو آپ نے انکاراً و توبیخاً فرمایا کہ کیا تو صبح کے چار فرض پڑھتا ہے۔

مقصد یہ کہ جب فرض نماز کی تکبیر ہو گئی تو سنتوں کا وقت نہیں رہا۔ اب تو فرضوں کا وقت ہے۔ اب جو کوئی نماز پڑھے گا وہ فرضوں میں شمار ہو گی۔ صحیح مسلم میں ابن بحینہؓ

کی روایت کے الفاظ یوں مروی ہیں قَالَ اُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ فَرَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ وَالْمُؤَذِّنُ یُقِیْمُ فَقَالَ اَتُصَلِّی الصُّبْحَ اَرْبَعًا یعنی عبداللہ بن بحینہ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے کہ اِدھر تو مؤذن تکبیر کہہ رہا تھا اور ادھر ایک شخص سنتوں کی نیت باندھے کھڑا تھا۔ جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ شخص تکبیر ہونے کے بعد بھی سنت پڑھ رہا ہے تو آپ نے علی سبیل الانکار والزجر فرمایا کہ کیا تو صبح کے چار فرض پڑھے گا۔

مقصد آپ کا کلام ہذا سے یہ تھا کہ تکبیر ہونے کے بعد سنتیں نہیں پڑھنی چاہئیں اور اگر کوئی پڑھ رہا ہو تو اس کو نیت توڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ نیز صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں عبداللہ بن سرجس صحابی سے یوں مروی ہے قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا فُلَانُ بِاَیِّ الصَّلٰوتَیْنِ اعْتَدَدْتَّ اَبِصَلٰوتِکَ مَعَنَا اَمْ بِصَلٰوتِکَ وَحْدَکَ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص مسجد میں آیا اور آپ صلعم نماز صبح کی امامت کرا رہے تھے۔ اُس نے آکر مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت سنت پڑھیں اور جماعت میں داخل ہو گیا۔ جب نبی علیہ السلام نے سلام پھیرا تو شخص مذکور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فلاں تو نے اپنی ان دونوں نمازوں میں سے کونسی نماز کو فرض شمار کیا ہے آیا جو تو نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے اس کو فرض شمار کیا ہے یا جو تو نے تنہا پڑھی ہے اسکو فرض ٹھیرایا ہے۔

پس حدیث ہذا سے بھی بالوضاحت ثابت ہوا کہ پڑھنا سنت کا وقت قائم ہونے جماعت کے سخت مکروہ وممنوع ومعیوب ہے اور جو شخص اقامت کے بعد سنتیں پڑھے گا اس کی وہ نماز بوجہ نافرمانی کرنے نبی علیہ السلام کے باطل ہوگی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ ۝ یعنی اے ایمان والو! اللہ ورسول کی نافرمانی کر کے اپنے عملوں کو ضائع برباد مت کرو۔

شاہ عبدالقادر صاحب اپنی تفسیر موضح القرآن میں تحت آیت ہذا رقم طراز ہیں کچھ محنت کرنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب قبول ہو کہ موافق حکم ہو۔ یہ اپنے چاؤ پر کوئی کام نہ کرے ۱۲۔ موضح

اسی طرح صحیح مسلم اور ابن ماجہ شریف میں بروایت ابن بحینہؓ ایک واقعہ بایں الفاظ منقول ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ یُّصَلِّیْ وَقَدْ

اُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَكَلَّمَهُ بِشَيْءٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا اَحَطْنَا بِهٖ نَقُوْلُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ لِيْ يُوْشِكُ اَنْ يُّصَلِّيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ اَرْبَعًا یعنی ایک شخص فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا اور فجر کی نماز کی تکبیر ہوگئی تھی تو نبی علیہ السلام نے شخص مذکور کے پاس سے گزرتے ہوئے کچھ ایسے الفاظ فرمائے جن کو ہم باقی نمازی سمجھ نہ سکے کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب اس شخص کے اردگرد جمع ہوکر پوچھنے لگے کہ نبی علیہ السلام جب تیرے پاس سے گزرے تھے تو آپؐ نے کیا فرمایا تھا؟ اس شخص نے کہا کہ آپ نے فرمایا قریب ہے ایک تمہارا کہ صبح کے چار فرض پڑھے۔

یعنی جو نماز مسجد میں تکبیر ہونے کے بعد پڑھی جائے وہ بمنزلہ فرض کے ہے اور تو اسے سنت سمجھ کر پڑھ رہا ہے۔ یہ ہرگز جائز نہیں اس طرح تو فرض اور سنت میں کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہے گا۔

چنانچہ آج کل اکثر مساجد میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ مؤذن کی اقامت کے بعد بھی سنت نفل پڑھتے رہتے ہیں خصوصًا فجر کی نماز کے وقت تو بکثرت پڑھتے ہیں۔ امام قرأت کررہا ہے، جماعت ترک ہو رہی ہے مگر کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ قرآن وحدیث دونوں کا خلاف کرکے اپنے مذہب وخلاف شرع رواج ورسم کی پابندی کرتے ہیں العیاذ باللہ۔ خداوند تعالیٰ اپنی اور اپنے نبیؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق دے اور حق کی مخالفت سے سب مسلمانوں کو بچائے آمین۔

ذیل میں مسئلہ ہذا کے متعلق ہم اپنے ناظرین کی ضیافت طبع وازدیاد بصیرت کے لئے وہ فتویٰ درج کرتے ہیں جو کتاب مجموعہ فتاویٰ جلد اول مطبوعہ ۱۳۱۰ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر نایاب ومفقود ہوچکا تھا جس پر اکابرین ملت وعلمائے عظام کی مواہیر ودستخط ثبت ہیں۔ امید ہے کہ فتویٰ مذکور ہر مخالف وموافق کیلئے باعث تسکین وتسلی ثابت ہوگا۔

فتویٰ سُنّت فجر کا وقت کھڑے ہونے جماعت کے

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب جماعت نماز فجر کی کھڑی ہو جائے اس وقت دو رکعت سنت فجر کی پڑھے یا شامل جماعت ہو جائے۔ اگر شامل جماعت ہوگیا تو بعد نماز فجر کے طلوع آفتاب سے قبل نماز سنت کو پڑھے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب ۔ اس وقت سنت نہ پڑھے جماعت میں شامل ہو جائے بموجب فرمودہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ
ترجمہ:- جس وقت جماعت نماز کی کھڑی ہو جاوے تو اس وقت سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں ہے۔

دوسری حدیث - ثُمَّ زَادَ مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ فِیْ قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ اَخْرَجَہُ ابْنُ عَدِیٍّ۔

اور بخاری میں عبداللہ بن بحینہؓ سے روایت ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ اَبْصَرَ رَجُلًا یُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ وَالْمُؤَذِّنُ یُقِیْمُ فَحَصَبَہٗ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ اَبْصَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ وَھُوَ یَسْمَعُ الْاِقَامَۃَ ضَرَبَہٗ عَنْ طَرِیْقِ عُتْبَۃَ قَدْ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ قَضَاھُمَا حِیْنَ سَلَّمَ الْاِمَامُ
اور قیس سے روایت ہے خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَصَلَّیْتُ مَعَہُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِیْ یُصَلِّیْ فَقَالَ مَھْلًا یَا قَیْسُ اَصَلٰوتَانِ مَعًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَمْ اَکُنْ رَکَعْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا اِذًا۔ قیس سے روایت ہے کہ قیس نے کہا کہ حضرت باہر تشریف فرما ہوئے اور نماز فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی بعد سلام پھیرنے کے حضرت نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ٹھیر جائے قیس! کیا تو نماز اکٹھی پڑھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے دو رکعت سنت فجر کی نہیں پڑھی تھی تو حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ان روایات مذکورہ بالا سے وقت کھڑے ہو جانے جماعت فرض کے شامل ہو جانا جماعت میں ضروری ہے اور پڑھنا سنت کا بعد جماعت کے قبل طلوع آفتاب کے یہ بھی ثابت ہو گیا اگر کوئی بعد طلوع آفتاب کے سنتیں پڑھے گا تو بھی درست واللہ اعلم بالصواب - کتبہ محمد عبید اللہ و عبدالحق

محمد عبید اللہ ۱۲۹۱ | فقیر عبد الحق ۱۲۹۱

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ نص است
و بمقابلہ نص تعلیلات قیاسیہ باطل است
میر احمد پشاوری

واقعی ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ مانع جواز پڑھنے سنت کے ہے مگر بعد فرضوں کے بلاشبہ درست ہے۔
حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّهُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ وَزِيَادَةُ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ لَا أَصْلَ لَهُ قَالَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَنَقَلَ عَنْهُ فِي الْمُحَلّٰى شَرْحِ الْمُوَطَّاءِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

عبد الرؤف ۱۳۰۳

حررہ ابو محمد عبد الرؤف البہاری

الجواب صحیح والرای نجیح ۔ نمقہ محمد لیس الرحیم آبادی عفی عنہ

مجیب صاحب نے بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے۔ حقیقت میں اقامت ادائے سنت فجر ناجائز و نادرست از روئے حدیث صحیح السند کے ہے اور کتب فقہ میں بھی اس طرح سنت پڑھنے کو کہ جس طرح آج کل فی زمانا جہال پڑھتے ہیں یعنی قریب صف کے اور مسجد میں ممنوع لکھا ہے اور فتح القدیر ص۲۰۹ مطبوع میں لکھا ہے کہ اس طرح سے جس طرح آج کل مروج ہو رہا ہے سنت فجر پڑھتے ہیں بہت سخت مکروہ ہے اور وہ بڑے ہی اجہل ہیں۔ اور ہدایہ مع الکفایہ ص۸۶ میں لکھا ہے کہ سنت فجر وقت اقامت مسجد میں ممنوع و نادرست ہیں۔ اگر پڑھے تو خارج از مسجد پڑھے ۔ اور مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی حنفی نے عمدۃ الرعایۃ ص۲۳ و تعلیق الممجد ص۸۶ میں بعد از تحقیق خوب واضح کر کے لکھا ہے کہ از روئے احادیث صحیحہ مرفوعہ سنت فجر وقت تکبیر نہ پڑھنی چاہئے فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

۱۳۰۰ ابو محمد عبد الوہاب رسول اللہ و ا خادم شریعت

حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفنجابی نزیل الدہلی

الجواب ۔ اکثر جاہل لوگ جو وقت اقامت صبح سنتیں پڑھتے ہیں یہ درست نہیں۔ پس جماعت میں شامل ہونا چاہئے۔

محمد امیر الدین ۱۳۰۱

محمد امیر الدین حنفی واعظ جامع مسجد دہلی۔

الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲ ۹ خادم شریعت رسول

۱۲ ۹۹ سید محمد عبد السلام غفرلہ

الجواب صحیح

محمد طاہر سلہٹی ۱۳۰۲ھ

الجواب صحیح

عبد اللطیف ۱۲۹۵

اقامت کے بعد سنت نفل پڑھنے کی ممانعت کے مزید دلائل

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ حَدِيثٌ مَرْفُوعٌ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَالْأَرْبَعَةُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ بِلَفْظِ

إِذَا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ وَأَحْمَدُ بِلَفْظِ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الَّتِي أُقِيمَتْ وَهُوَ أَخَصُّ وَزَادَ ابْنُ عَدِيٍّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (توربشتی) وَهٰكَذَا فِي الْقَسْطَلَانِي مَالِكٌ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ قَوْمٌ الْإِقَامَةَ فَقَامُوا يُصَلُّونَ أَيِ التَّطَوُّعَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلٰوتَانِ أَيِ السُّنَّةُ وَالْفَرْضُ مَعًا أَيْ مَوْصُولًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ أَصَلٰوتَانِ مَعًا وَذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الصُّبْحِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ یعنی فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کوئی نماز سنت وغیرہ پڑھنی جائز نہیں۔ سخت ممنوع و معیوب ہے۔ یہ حدیث مرفوع صحیح مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یوں بیان کیا ہے کہ جب مؤذن تکبیر کہنی شروع کر دے تو بس اب سوا فرض نماز کے کوئی نماز جائز نہیں۔ مسند احمد میں ہے مگر وہی نماز جس کی تکبیر کہی گئی ہے علامہ ابن عدی ساتھ سند حسن کے لائے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا تکبیر ہونے کے بعد فجر کی سنتیں بھی پڑھنی جائز نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں فجر کی سنتیں بھی جائز نہیں۔ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ چند لوگ اقامت سن کر کھڑے ہو گئے اور سنتیں پڑھنے لگے تو نبی علیہ السلام نے زجراً و توبیخاً فرمایا کیا غضب کرتے ہو کیا دو نمازیں اکٹھی پڑھو گے۔ سنت اور فرض کو ملاتے ہو؟ اور یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ جمادی الثانی و شعبان ۱۳۶۸ھ مطابق اپریل و جون ۱۹۴۹ء جلد ۲۹۔ نمبر ۶ و ۸

مسئلہ ہذا کے متعلق مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

بخاری شریف میں ہے بَابٌ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث ہے جس کو امام مسلم و اصحاب سنن و ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی اس لئے باسند نہیں، لائے چونکہ مسئلہ صحیح تھا اس لئے ترجمہ باب میں اس کو ذکر کیا کہ جب تکبیر کہی جائے تو سوا فرض کے اور کوئی نماز سنت نفل پڑھنی جائز نہیں۔ (إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ جب نماز کی تکبیر) کہی جائے سے مراد یہ ہے کہ تکبیر شروع ہو جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں ہے إِذَا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ جب مؤذن تکبیر شروع کرے تب ہی سے سنت نفل پڑھنے موقوف و ممنوع ہیں۔ اگر کوئی پہلے سے پڑھ رہا ہے تو تکبیر شروع ہوتے ہی نیت توڑ دے اور فرضوں میں شامل ہو جائے، اگر نہ توڑے گا تو نماز باطل ہو گی۔ امام بخاری کی تاریخ

میں اور بزار کی مسند میں یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے تکبیر شروع ہونے کے بعد فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے سے بھی منع کر دیا۔ مسند احمد میں بھی یہ وارد ہے۔ نیز اس حدیث میں مسلم بن خالد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب آپ نے تکبیر ہونے کے بعد سنت نفل کی ممانعت کی تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھیں آپ نے فرمایا ہاں فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھو۔ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

احنفیہ نے اس صریح حدیث کے برخلاف فجر کی سنتوں کا تکبیر کے بعد پڑھنا جائز رکھا ہے جو صراحۃً حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے اللہ پناہ دے۔ حنفیہ نے بیہقی کی إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ والی روایت سے جواز پر استدلال کر کے مغالطہ و دھوکہ دیا ہے اور دیتے ہیں جیسا کہ مولوی احمد علی سہارنپوری نے صحیح بخاری مطبوعہ مجتبائی دہلی کے حاشیہ پر بحوالہ بیہقی یہی روایت لکھ کر اپنا مذہب ثابت کیا ہے حالانکہ امام بیہقیؒ نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ فَلَا أَصْلَ لَهُ یہ روایت بالکل بے اصل و بے ثبوت ہے۔ امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ اس زیادت کی کوئی اصل نہیں۔ حجاج بن نصیر متروک اور عباد بن کثیر مردود نے اسے زیادہ کیا ہے۔ علامہ مناوی نے بھی شرح جامع صغیر میں فرمایا ہے لَا أَصْلَ لَهُ یعنی اس روایت کا کوئی ثبوت نہیں بالکل باطل ہے۔ امام شوکانیؒ نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

والدی ماجدی محی السنہ قامع الشرک والبدعہ امام الموحدین ابو محمد ملتانی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مولوی احمد علی نے حاشیہ بخاری پر یہ روایت لکھی تو ہمارے استاد شیخ الشیوخ مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ نے مولوی احمد علی کو آگاہ کیا کہ تم نے یہ بے اصل روایت کیوں لکھی تو مولوی احمد علی نے سوا سکوت کے کوئی جواب نہ دیا۔

حنفی بھائیو! اگر یہ روایت صحیح و ثابت ہوتی تو بخاری کے محشی صاحب کچھ تو جواب دیتے۔ نیز امام طحاوی جن کو حنفیہ کی تائید میں بڑا غلو ہے ضرور اس کا ذکر کرتے۔ لطف یہ کہ شرح معانی الآثار طحاوی کے حاشیہ میں کوئی صاحب وصی احمد لکھتے ہیں کہ بیہقی کی اس روایت میں کوئی شخص ضعف بیان کرے تو ہم اس سے گفتگو کرنے کو موجود ہیں۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں اس کا ضعف اور کون بیان کریگا جب کہ خود صاحب کتاب امام بیہقی نے اس کو بے اصل قرار دیدیا جس سے اس کی بطالت اظہر من الشمس ہو گئی لیکن بات یہ ہے کہ جب انسان کی آنکھوں پر تعصب و تقلید جامد کا پردہ پڑ جاتا ہے تو انصاف اس سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے العیاذ باللہ۔ امام بیہقیؒ نے صرف اسکے بے اصل کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے معارض یہ روایت لائے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے

فرمایا جب نماز کی تکبیر ہو تو کوئی نماز نہیں مگر فرض - لوگوں نے کہا یارسول اللہ! فجر
کی سنتیں بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا فجر کی سنتیں بھی نہیں - علامہ عینی نے حمیت مذہبی
کی وجہ سے اس حدیث کی تخصیص کی ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ صبح کی
سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں (ابوداؤد) تو بیہقی کی یہ روایت
اس تخصیص کو باطل کرتی ہے کیونکہ مسلم بن خالد کی روایت میں صاف یہ ہے کہ اقامت
کے بعد فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھو - ہاں البتہ اس سے فجر کی سنتوں کی تاکید ضرور ثابت
ہوئی نہ اقامت کے وقت ان کے پڑھنے کا جواز کیونکہ فرضوں کے بعد ان کا ادا کرنا
جائز ہے - ابن خزیمہ ابن حبان - بزار اور حاکم وابوداؤد طیالسی اور بیہقی وغیرہ میں ہے
کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں میں سنتیں پڑھ رہا تھا اور مؤذن نے تکبیر شروع کردی تو نبی صلعم
نے مجھ کو میرا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور فرمایا کیا تو صبح کی چار رکعتیں پڑھے گا؟ یعنی تکبیر شروع
ہونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ فرضوں میں شمار ہوگی سنت نفل نہیں ہونگے
قسطلانی میں ہے کہ جب فجر کی تکبیر ہو تو سنت پڑھنے کو امام شافعی و امام احمد نے
مکروہ و ناجائز کہا - علامہ ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں کہا ہے جب فرض کی تکبیر ہونے لگے
تو کوئی نفل درست نہیں خواہ فجر کی سنتیں ہوں - یہی قول ہے حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ
وابوہریرہؓ وغیرہ کا اور تابعین میں سے عروہؓ بن زبیر و ابن سیرینؒ و ابراہیم نخعیؒ و عطاءؒ
وطاؤسؒ وغیرہ کا اور اماموں میں سے سفیان ثوریؒ و ابن مبارکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و
اسحاقؒ و ابوثورؒ و ابن جریرؒ وغیرہ کا -

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح منقول ہے کہ وہ کنکریاں مارتے تھے اس
شخص کو جو اقامت کے بعد مسجد میں نفل پڑھتا - ہاں اگر مسجد سے باہر کسی گھر وغیرہ میں
پڑھے تو جائز ہے جیسا کہ ابن عمرؓ نے ام المومنین حفصہؓ کے گھر میں اقامت سُن کر
فجر کی سنتیں پڑھیں پھر مسجد میں جاکر امام کے ساتھ نماز پڑھی - ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے
کہا بہر صورت یہ حدیث حجت ہے اور جس نے حدیث پر عمل کیا اس نے نجات پائی
مسجد میں نماز کی تکبیر ہوتے وقت ہرگز سنت نہیں پڑھ سکتا خواہ مسجد کے کسی گوشہ
میں ہو یا صحن میں نیز رکعت جانے کا خوف ہو یا نہ ہو البتہ تکبیر ہونے سے پہلے یا
فرضوں کے بعد پڑھ سکتا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے - طبرانی اوسط میں زید بن ثابت
سے ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا وہ فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا اور بلال تکبیر کہہ رہے
تھے - آپ نے فرمایا کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھتا ہے؟ طبرانی کبیر میں ہے آپ نے اس کا
مونڈھا پکڑ کر دبایا اور فرمایا کہ یہ نماز اس سے پہلے پڑھنی تھی - اس کی سند جید ہے راوی
ثقہ ہیں - مجمع الزوائد میں ہے کہ آپ نے اسکو پکڑ کر کھینچا تاکہ وہ نیت توڑ دے اور فرمایا کیا صبح

کی چار رکعتیں پڑھے گا؟ امام طحاوی کا یہ کہنا کہ فجر کی سنتیں مسجد کے کونے میں صفوں سے علیحدہ پڑھ سکتا ہے بالکل غلط فاسد اور بے دلیل ہے بوجہ مخالف ہونے حدیث ابوہریرہؓ کے جو مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ۔ دارمی۔ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ علامہ مؤلف روح نے اسی پر باب باندھ کر مسئلہ ثابت کیا ہے۔ حق بات یہی ہے کہ جب فرض نماز کی تکبیر شروع ہو جائے تو کوئی سنت نفل پڑھنا جائز نہیں گو فجر کی سنت ہی کیوں نہ ہو۔ فتح الباری میں ہے فِیْہِ مَنْعُ التَّنَفُّلِ بَعْدَ الشُّرُوْعِ فِیْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ سَوَاءٌ کَانَتْ رَاتِبَۃً اَوْلَا مسلم بن خالد کی روایت میں ہے قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ علامہ خطابی و منذری نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ جب وہ کسی کو اقامت کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تو اس کو مارتے۔

حنفیہ نے بعض آثار صحابہؓ و تابعین سے جواز پر دلیل لی ہے حالانکہ وہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے مقابل حجت نہیں ہو سکتے ممکن ہے ان کو یہ حدیثیں نہ پہنچی ہوں۔ اس مسئلہ کو کتاب اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر میں خوب لکھا ہے۔

منقول از نصرۃ الباری ترجمہ صحیح البخاریؒ مصنفہ مولانا الحافظ الحاج ابومحمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی مدظلہ العالی

کیا ماہ صفر کو منحوس اور بے برکت سمجھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے

سوال (نمبر ۳۰۸) نائب رسول کہلانے والے بھی ماہ صفر کے مہینہ کو منحوس و بے برکت کہنے لگے ہیں۔ نیز کہتے ہیں جو کام اس مہینہ میں کیا جاتا ہے وہ بگڑ جاتا ہے کیا ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

سائل (مولوی) ابوعبدالوکیل (صاحب) از احمد آباد

جواب (نمبر ۳۰۸) افسوس جن کاموں کی خدا نے اجازت نہیں دی وہ کام لوگوں نے اپنے اوپر خود بخود واجب کر لئے ہیں۔ اکثر لوگ ماہ ہذا (صفر) کو منحوس و بے برکت سمجھتے ہیں۔ اس میں شادی وغیرہ تقاریب سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس مہینے میں کارخانے اور دوکانیں بند ہوتی ہیں۔ کاروبار معاملات بایں خیال یہ ملتوی کر دیئے جاتے ہیں کہ اگر ہم نے اس میں کوئی کام خوشی کا کیا تو اس کی نحوست وشومت کی وجہ سے وہ کام بگڑ جائیگا بایں وجہ اس مہینے کو در اصطلاح عوام خالی کا مہینہ کہتے ہیں یعنی خالی از خیر و برکت۔ اس مہینہ کے ابتدائی تیرہ دن کو تو خصوصاً ایسا ہی تصور کرتے ہیں۔ ان کا نام تیرہ تیزی رکھا ہوا ہے کہ ان کی تیزی سے

ہمارے کام بگڑ جاتے ہیں حالانکہ یہ سب کام وعقائد زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں جو قطعاً حرام ہیں۔ ان جمیع اعتقادات اور رسومات کی صاف اور صریح تردید اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری میں علامۂ دوراں، فقیہ زماں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے سنئے اور عمل کیجئے! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰی وَلَاھَامَۃَ وَلَاصَفَرَ (بخاری شریف)

حدیث ہذا کے تحت حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب نورِ عرفاں تقویۃ الایمان میں فرماتے ہیں "کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہ کسی کا کسیکو مرض لگے اور نہ کسی مردے کی کھوپری میں سے الو نکلے اور صفر بھی کچھ نہیں۔ ف عرب کے جاہلوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جس کو ایسا مرض پیدا ہو جائے کہ کھاتا چلا جائے اور پیٹ نہ بھرے جس کو حکیم جوع الکلب کہتے ہیں۔ اس کے پیٹ میں کوئی بھوت بلا گھس جاتی ہے کہ وہی کھاتی چلی جاتی ہے اس کو صفر کہتے ہیں۔ سو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب بات غلط ہے کچھ بھوت بلا نہیں" الخ

آگے لکھتے ہیں کہ "اسی طرح کسی مہینہ کو یا تاریخ کو یا دن کو نامبارک سمجھنا یہ سب شرک کی رسمیں ہیں۔" الخ

نام نہاد نائب رسول مذکور فی السوال صاحب کو چاہیئے کہ ایسے گندے عقیدہ سے توبہ کریں ورنہ پیش امام کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ بناءبریں حدیث ہذا پیش امام موحد، متبع سنت ہونا چاہیئے

کیا نماز جنازہ میں رفع الیدین کرنا، دفن کرنے کے بعد چالیس قدم ہٹ کر دوبارہ دعا کرنا جائز ہے اور صف بندی کس طرح ہونی چاہیئے

سوال (نمبر ۳۰۹) نماز جنازہ میں رفع الیدین جائز ہے؟ اور میت کو دفنانے کے بعد چالیس قدم پیچھے ہٹ کر دوبارہ دعا مانگنا کیسا ہے؟ نیز صف بندی کے متعلق بھی ذرا تحریر فرمائیں کہ صف بندی کس طرح ہونی چاہیئے، ہمارے ہاں لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے۔　　سائل نور محمد ریاست بھاولپور

جواب (نمبر ۳۰۹) تکبیرات جنازہ میں رفع الیدین ثابت ہے ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح بخاری وجزء القراۃ للامام البخاری۔

چالیس قدم پیچھے ہٹ کر دوبارہ دعا مانگنا بدعت ہے۔ عوام کی اختراع ہے، شریعت میں کہیں ثبوت نہیں۔

صف بندی کے متعلق احادیث میں بہت تاکید آئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ یعنی صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ صفوں کا سیدھا رکھنا اکمال نماز سے ہے۔۔ اگر صفیں سیدھی نہ گیں تو ڈرہے کہ نماز بھی پوری ہوئی ہے یا نہیں؟

دوسری حدیث میں ہے كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي الصَّفَّ حَتَّى يَجْعَلَهُ مِثْلَ الرُّمْحِ أَوِ الْقِدْحِ قَالَ فَرَأَى صَدْرَ رَجُلٍ نَاتِئًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ یعنی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیدھا کرتے صفوں کو یہاں تک کہ کر دیتے آپ تیر کمان کی طرح سیدھا۔ کہا راوی نے پس دیکھا آپ نے سینہ ایک آدمی کا آگے نکلا ہوا تو فرمایا آپ نے اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ خداوند تعالیٰ تمھارے چہروں کو بدل دے گا (ابن ماجہ وغیرہ)

اللہ اکبر۔ کتنی سخت وعید ہے صفیں سیدھی نہ کرنے کی اور ٹخنہ سے ٹخنہ (پیر) ملا کر کھڑے نہ ہونے کی فقط۔

نائب مفتی احقر ابو محمد عبد الغفار غفرلہٗ دہلوی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ صفر ۱۳۶۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۵۰ء جلد ۳۰ نمبر ۲

کیا عورت کو چٹلہ پہننا جائز ہے

سوال (نمبر ۱۱۳) کیا عورت کو چٹلہ پہننا جائز ہے؟

امۃ القیوم بیگم بنس روڈ کراچی

جواب (نمبر ۱۱۳) چٹلہ از روئے شرع عورتوں کے لئے ٹھیک نہیں کیونکہ اس میں تکبر و فخر پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حدیث شریف میں ہے لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ (ابوداؤد) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملانے والی اور ملوانے والی پر گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے زَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَصِلَ الْمَرْأَةُ بِشَعْرِهَا شَيْئًا (صحیح مسلم) یعنی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عورتوں کو اپنے بالوں کے ساتھ کوئی دوسری چیز بال یا چٹلہ وغیرہ ملا کر اپنی چوٹی کو لمبا کرنے سے منع کیا ہے۔ ہاں عورتوں کو اپنی چوٹیاں مباف (دھجی) یا دھاگہ کے ساتھ باندھنی جائز ہیں تاکہ بال منتشر و پراگندہ نہ ہوں فقط ابو محمد کفاہ الصمد

نوٹ:۔ اخبار اہلحدیث دہلی مورخہ ۱۴ صفر ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۶۴ء جلد ۱۴ نمبر ۱ میں مولانا عبد السلام صاحب بستوی نے بھی چٹلہ کو ممنوع لکھا ہے ۱۲ منہ۔

فہرست مضامین فتاویٰ ستاریہ جلد دوم

تمت

شیخ الحدیث حضرت مولانا و امامنا مفتی و امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم کی دیگر تصانیف

تفسیر سورت فاتحہ کامل مجلد	-/۴	نصرۃ الباری شرح صحیح بخاری مترجم بین السطور و محشی مجلد		قرآن مجید مترجم مع تفسیر ستاری و مفید حواشی	۱۲/۰
تفسیر ستاری پارہ اول مجلد	۵/۰	پارہ اول	۳/۰	تکمیل البرہان فی قراۃ ام القرآن	۱/۰
〃 پارہ دوم 〃	۵/۰	〃 دوم	۳/۰		
〃 پارہ سوم 〃	۵/۰	〃 سوم	۳/۰		
〃 پارہ چہارم 〃	۳/۵۰	〃 چہارم	۳/۰		
〃 پارہ پنجم 〃	۵/۰	〃 پنجم	۳/۰		
باقی پارے زیر طبع		ششم	۳/۰		
رسالہ بے نماز	۱/۰	باقی زیر طبع			

مطبوعات مکتبہ شعیب

جہستان مرزا ۲ر
فیصلہ مرزا ۴ر
شاہ انگلستان اور مرزا قادیان ۴ر
محمد قادیانی ۴ر
تعلیمات مرزا ۱۲ر
شہادات مرزا ۶ر
بہاء اللہ اور مرزا ۱۲ر
نکاح مرزا ۸ر
فسخ نکاح مرزائیاں ۴ر
نکات مرزا ۸ر
فاتح قادیان ۱۴ر
علم کلام مرزا ۱/۰/۰
مولانا مودودی سے
خطاب ۸ر
اجتہاد و تقلید ۱/۲/۰
شمع توحید ۱۰ر
آمین رفع یدین ۴ر
مباحثہ تقلید شخصی ۱۰ر
تحریک وہابیت پر
ایک نظر ۴ر
اسلام اور اہلحدیث ۲ر
حیات ثنائی ۲ر
فتوحات اہلحدیث ۱۲ر
اہلحدیث کا مذہب ۱/۲/۰
دلیل الفرقان بجواب
اہل القرآن ۱۰ر
اسلام اور برٹش لا ۸ر

عقائد مرزا ۲ر
مراق مرزا ۲ر
درایت محمدی ۱/۰/۰
اشعار محمدی ۳ر
اذان محمدی ۳ر
حیات محمدی ۶ر
عصائے محمدی ۱۲ر
صمصام محمدی ۵ر
مشکوٰۃ محمدی ۱/۸/۰
ضرب محمدی ۳ر
نکاح محمدی ۱۲ر
صلوٰۃ محمدی ۶ر
غنیہ محمدی ۶ر
جماعت محمدی ۶ر
نور محمدی ۱/۸/۰
فضائل محمدی ۱/۸/۰
ایمان محمدی ۱/۰/۰
امام محمدی ۱/۸/۰
سیرت محمدی ۱/۸/۰
ارشاد محمدی اول ۳ر
〃 سوم ۴ر
رکوع محمدی ۵ر
انعام محمدی ۳ر
ظل محمدی ۲ر
نزل محمدی فتویٰ حاضر ناظر ۲ر
عید میلاد النبی ۳ر
فتاویٰ گیارہویں ۶ر

صحیح مسلم شریف مترجم
عربی اردو مع شرح نووی
چھ جلدوں میں کامل ۴۸/۰
فی جلد ۸/۰
(الگ الگ جلدیں بھی
مل سکتی ہیں)
سنن ابن ماجہ شریف
کامل اردو مجلد ۱۲/۰
غنیۃ الطالبین مع
فتوح الغیب کامل مترجم
عربی اردو۔ دو جلدوں
میں کامل ۲۴/۰
حنفی کتب سے آٹھ
تراویح کا ثبوت ۲ر
حرمت سود ۶ر
حرمت نکاح شغار ۶ر
حقیقۃ الفقہ والتقلید
کامل مع اضافاتِ جدیدہ
رف کاغذ والی ۳/۰/۰
گلیز سفید چکنے کاغذ والی ۵/۰/۰
دستور المتقی مع صلوٰۃ النبی
کامل ۰/۰/۱۴
خرابی سینما منظوم ۳ر
ڈاڑھی کا فلسفہ ۲ر
بیس آدمی جن کی نماز
قبول نہیں ہوتی ۲ر
وہابی کی پہچان ۲ر

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
گلشن غفاری منظوم مع صلوٰۃ وسلام	۱۲ر	الحیات بعد الممات کامل		مردوں کی عید	۲ر
جلیل المناسک یعنی حج نبوی	۱/۰/۰	سوانح عمری میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رح	۶/-/۰	صلوٰۃ غوثیہ	۲ر
حکم حقانی در مسئلہ فاتحہ خوانی	۲ر	بلاغ المبین کامل اردو از شاہ ولی اللہ صاحب رح	۴/-/۰	میں وہابی ہوں	۲ر
ضرب القاسم یعنی ننگے سر نماز پڑھنے کا ثبوت	۵ر	جماعت غرباء اہلحدیث کی دعوت اور مسئلہ بیعت	۴ر	جنت کا پاسپورٹ	۲ر
فتاویٰ ستاریہ		اہلحدیث نماز مدلل	۶ر	حیاتِ شاہ ولی اللہ رح	۶ر
درس توحید	۸ر	تلاشِ حق	۲ر	آمین بالجہر مع تصدیقات علمائے کرام	۱/-/۰
		مناظرہ محقق ومقلد	۶ر	تنبیہ الغافلین	۳ر
				فاتحہ خلف الامام	۳ر

صحیح مسلم شریف مترجم عربی اردو مع شرح نووی

حدیث کی مشہور ومعروف کتاب بحمد اللہ چھپ کر آگئی ہے۔ صحیح بخاری جیسی مستند اور معتبر کتاب ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام ابو الحسین مسلم قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تالیف ہے۔ اس بابرکت کتاب کی تعریف کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ حضرت امام مسلم محدثین کرام میں جو بلند پایہ رکھتے ہیں وہ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں بعض اعتبارات سے تحقیقات میں استاذ المحدثین حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھا ہوا ہے۔ بہرکیف حضرت امام مسلم رح کا مرتبہ محدثین میں اس قدر بلند ہے کہ اس درجہ پر کوئی دوسرا محدث نہیں پہنچ سکا اور آپ کی کتاب صحیح مسلم شریف اس قدر بلند پایہ کتاب ہے کہ کوئی کتاب اس کے مقابلہ میں نہیں رکھی جا سکتی۔ آپ کا سن ولادت ۲۰۶ھ اور سن وفات ۲۶۱ھ ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ آپ کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ آپ کو خداوند تعالیٰ نے غیر معمولی ذکاوت، ذہانت اور قوت حافظہ عطا کی تھی۔ آپ نے مسلم شریف میں بارہ ہزار احادیث نبوی کو بڑی جانفشانی سے جمع فرمایا۔ بہترین کتابت وطباعت، سفید کاغذ پر یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ چھ جلدوں میں کامل مجلد قیمت اڑتالیس روپے۔ فی جلد آٹھ روپے۔ الگ الگ جلدیں بھی مل سکتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ سعودیہ، حدیث منزل کراچی فون ۵۳۷۸۹

اسلامی مطبوعات

قرآن مجید مترجم باتفسیر اہلحدیث — سولہ روپے، رعایتی ۱۲ روپے
پارہ الم مترجم محشی عکسی ولایتی
آرٹ پیپر پر از جناب حضرت الامام
صاحب ہدیہ — تین روپے
پارہ عم مترجم محشی عکسی
ولایتی آرٹ پیپر پر از جناب
حضرت الامام صاحب ہدیہ تین روپے
سولہ سورۃ مترجم عکسی دو روپے
صحیح مسلم مترجم عربی اردو
چھ جلدوں میں کامل ۴۸ روپے
فی جلد آٹھ روپے
سنن ابن ماجہ شریف کامل
مترجم اردو بارہ روپے
الحیات بعد الممات کامل اردو
سوانح عمری مولانا سید نذیر حسین
صاحب دہلوی آٹھ روپے
دستور المتقی مع صلوٰۃ النبی کامل اردو
نماز وغیرہ کے تقریباً ایک ہزار
مسائل کی کتاب چار روپے
بلاغ المبین کامل اردو از حضرت
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ۵ روپے
غنیۃ الطالبین مع فتوح الغیب
کامل مترجم عربی اردو ۱۲ روپے

حقیقۃ الفقہ کامل مع اضافات
جدیدہ پانچ روپے
الحزب المقبول مترجم عربی اردو
قیمت ڈیڑھ روپیہ
فتاوی ستاریہ از علامہ مولانا
الحافظ الحاج ابو محمد عبدالستار
صاحب چار روپے
گلشن غفاری منظوم ۲ روپے
حرمت نکاح شغار مع فتاوی
عرب و عجم چھ آنے
حیات محمدی چھ آنے
حقیقت آٹھ تراویح کا
ثبوت دو آنے
حیات ثنائی دو آنے
حکم حقانی در مسئلہ فاتحہ خوانی
مع فتاوی علماء کرام دو آنے
حرمت سود چھ آنے
حیات شاہ ولی اللہ چھ آنے
خرابی سینما منظوم دو آنے
داڑھی کا فلسفہ چار آنے
درایت محمدی، اغلاط
ہدایہ شریف ایک روپیہ
صلوٰۃ غوثیہ دو آنے
فاتحہ خلف الامام چار آنے

عصام محمدی، شرک و بدعت کی
تردید میں لاجواب کتاب پانچ آنے
ضرب الفاس، ٹوپی، عمامہ،
کپڑے کی موجودگی میں ننگے سر
نماز پڑھنے کا ثبوت پانچ آنے
ضرب محمدی، رد تقلید ۳ آنے
قول محمدی، بیعت کرنے کی
۳۰ احادیث دو آنے
فتاوی گیارہویں چھ آنے
درس توحید آٹھ آنے
جلیل المناسک، حج نبوی ایک روپیہ
جماعت غرباء اہلحدیث کی دعوت
اور مسئلہ بیعت چار آنے
مناظرہ محقق و مقلد دو آنے
مردوں کی عید دو آنے
میلاد محمدی آٹھ آنے
مشکوٰۃ محمدی، جماعت اہلحدیث
پر وارد شدہ تمام اعتراضات
کے جوابات ڈیڑھ روپیہ
ہدایۃ النبی، نماز مترجم و دیگر
مسائل دو روپے
نماز مترجم سلفی چھ آنے
زیور کی زکوٰۃ پانچ آنے
فتاوی حاضر ناظر دو آنے

ملنے کا پتہ: مکتبہ سعودیہ حدیث منزل، کراچی ۱

(مطبوعہ عنبر پریس کراچی)

فتاویٰ ستاریہ

از

حضرت مولانا حافظ عبدالستار صاحب

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

المکتب الاسلامی

جماعت غرباء اہلحدیث محمدی مسجد بنس روڈ کراچی ۱

فون ۵۳۷۸۹

حصہ اوّل و دوم ... سوم و چہارم گلیز کاغذی جلد ... روپے

7/50 ... پیسے

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج مفتی
ابو محمد عبد الستار صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم کے گراں قدر
علمی تحقیقی فتاوے

الموسوم بہ

فتاویٰ ستاریہ

جلد ۳ سوم

جامع

حضرت مولانا حافظ عبد الغفار صاحب سلفی امام جماعت غرباء اہلحدیث

طابع و ناشر

مولانا حافظ عبد القہار صاحب مدرس مدرسہ دار السلام محمدی مسجد لنس روڈ کراچی

ملنے کے پتے

(۱) المکتب الاسلامی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی نمبر ۲

(۲) مکتبہ ایوبیہ آرٹیلری میدان برنس روڈ کراچی نمبر ۱

فون ۵۳۷۸۹

قیمت چار روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فتاوی ستاریہ

کیا آڑا پائجامہ پہننا جائز ہے؟

سوال (۳۱۲) میری والدہ آڑا پائجامہ پہنتی ہیں۔ منع کرو تو کہتی ہیں کہ بیٹی اس میں سردی نہیں لگتی۔ کیا آڑا پائجامہ پہننا جائز ہے؟ (شمیم اختر کراچی)

جواب (۳۱۲) اگر اپنے گھر میں خاوند کے سامنے پہنیں تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آڑا پائجامہ بدن کے ساتھ کسا ہوا ہوتا ہے جس میں پنڈلی اور رانوں کی گولائی و موٹائی دیکھنے والوں کو سب معلوم ہوتی ہے میرے خیال میں تو یہ ایک قسم کی برہنگی اور ننگا پن ہے۔

تشہد میں کونسا بازو کونسی ران پر رکھے اور کیوں کر رکھے؟

سوال (۳۱۳) کیا تشہد میں دایاں بازو دائیں ران پر اور بایاں بازو بائیں ران پر رکھ کر سیدھا کرکے اور کھینچ کر تشہد پڑھنا چاہیئے یا اس کے خلاف؟

محمد یوسف ضلع لائلپور

جواب (۳۱۳) تشہد میں دایاں ہاتھ داہنے گھٹنے، زانو پہ اور بایاں بائیں پر کہنی اُٹھا کر رکھے جیسا کہ صحیح مسلم وسنن ابوداؤد میں بروایت وائل بن حجر صحابی رسول مروی ہے۔ اگر اردو میں دیکھنا ہو تو کتاب "ہدایت النبی" ملاحظہ ہو۔

سوال (۳۱۴) **کیا بھینس کی قربانی جائز ہے؟** (سائل مذکور)

جواب (۳۱۴) جائز ہے چونکہ بھینس اور گائے کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال (۳۱۵) **کیا ایک گائے سات بچوں کی طرف سے عقیقہ میں ہو سکتی ہے؟**

سائل مذکور

جواب (۳۱۵) ایک گائے شرعاً سات بکریوں کے قائم مقام ہوتی ہے لہٰذا ایک گائے

تین لڑکوں اور ایک لڑکی یا صرف سات لڑکیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

کیا سیدوں کو صدقہ میں کتابیں وغیرہ لینا بھی ناجائز ہے

سوال (۳۱۶) سیدوں کو صدقہ کا مال لینا تو ناجائز ہے کیا کتابیں اور سامان بھی ناجائز ہے؟ سائل مذکور

جواب (۳۱۶) صدقہ عام ہے نقدی کی صورت میں ہو یا جنس کی صورت میں دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ نبی علیہ السلام نے امام حسنؓ کو صدقہ کی کھجور کھانے سے منع کیا تھا۔

ننگے غسل کرتے وقت وضو کرنا درست ہے

سوال (۳۱۷) غسل خانہ میں غسل کرتے وقت ننگے ہو کر وضو کرنا درست ہے اور یہ وضو بحال رہ کر نماز ہو جائے گی؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۱۷) وضو بحال رہے گا تاوقتیکہ حدث نہ ہو فقط

نائب مفتی ابو محمد عبد الغفار غفرلہ دہلوی حال وارد کراچی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ جلد ۳۰ نمبر ۴

کیا صرف گائے ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائیگا؟

سوال (۳۱۸) زید نے اپنے لڑکے کے عقیقہ پر گائے ذبح کی ہے اور وہ گوشت عوام میں تقسیم کر دیا ہے۔ بتائیں صرف گائے ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائیگا

(مولوی) محمد شریف امام مسجد بخشو پنجاب

جواب (۳۱۸) بنیت عقیقہ گائے ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائے گا۔

حمل والی عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں

سوال (۳۱۹) ایک شخص نے حمل والی عورت سے نکاح کر لیا بتایئے حمل والی عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (مستری خوشی محمد دوکاندار ضلع سیالکوٹ)

جواب (۳۱۹) حمل والی عورت سے نکاح جائز نہیں۔ حمل والی عورت کی عدت وضع حمل ہے قرآن مجید میں ارشاد باری ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (پارہ ۲۸ سورہ طلاق)

آمین بالاخفاء صحیح ہے یا آمین بالجہر

سوال (۳۲۰) آمین بالاخفاء و آمین بالجہر کی بابت چند روز سے مابین اہلحدیث و احناف کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ حنفی مولوی کو ہم نے آمین بالجہر کی حدیث پیش کی جس کے جواب میں حنفی مولوی نے کہا کہ احمد۔ ابو یعلیٰ طبرانی۔ دار قطنی۔ حاکم نے علقمہ سے انہوں نے وائل سے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے وَلَا الضَّالِّيْن کہا تو چپ کے سے آمین کہی کہ ایک سے دوسرا نہ سنے اور کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ سو امام صاحب مَتَّعَنَا اللّٰهُ بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ کیا واقعی یہ حدیث مرفوع ہے؟ اپنے رسالہ ہدایت مقالہ صحیفہ اہلحدیث میں مسئلہ آمین بالجہر پر روشنی ڈالتے ہوئے صحیح حدیث سے اس کا مفصل جواب درج فرماویں تاکہ آپس کا نزاع دور ہو۔　　(مولوی) ابو عبد الوکیل عبد الحمید احمد آباد

جواب (۳۲۰) آمین بالجہر متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ ایسے فروعی مسائل پر آپس میں نفاق و شقاق پیدا کرنا اور ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونا عقلاً و نقلاً مذموم و معیوب حرکت ہے خصوصاً موجودہ زمانہ میں جب کہ ہر چہار طرف سے اسلام پر اغیار کے حملے ہو رہے ہوں تو مسلمانوں کو اپنی مشترکہ قوت و جمعیت سے اس کی مدافعت و حفاظت از بس ضروری ہے۔ ہر دو فریق متحد و متفق ہو کر اتباع سنت کو مضبوط پکڑیں اور مندرجہ ذیل احادیث پر عمل کر کے باہمی نزاع کو دور کریں۔

حدیث اول۔ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ صَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَهَرَ بِاٰمِيْنَ (رواہ ابوداود) یعنی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے پکار کر آمین کہی ــــ یہ حدیث ابوداؤد مطبوعہ دہلی ۱۲۷۲ھ کے صفحہ ۱۳۴ میں ہے۔

فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہدایہ میں جہر کی تعریف یہ ہے کہ اس کا غیر سنے۔ اور یہی تعریف فقیہ ابو جعفر الہندوانی نے بھی کی ہے بلکہ در مختار جلد اول صفحہ ۲۴۹ میں ہے کہ دو آدمیوں نے سنا تو جہر نہ ہو گا۔ جہر اس کو کہتے ہیں کہ سب سنیں۔

حدیث دوم۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَلَا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ (رواہ ابوداود) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ۝ پڑھتے تو اتنی بلند آواز سے آمین کہتے کہ پہلی صف کے مقتدی سن لیتے ــــ یہ حدیث بھی ابوداود

مطبوعہ دہلی ۱۲۷۲ھ کے صفحہ ۱۳۴ میں ہے۔

اور جو حدیث حنفی مولوی نے پیش کی ہے اس کے متعلق امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو جامع ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی۔ مزید تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ بابت آمین مصنفہ حضرت الامام صاحب مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِطُوْلِ حَیَاتِہٖ ملاحظہ فرمائیں جو ابھی مزید تفصیل وجوابات مخالفین آمین کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔

نماز قصر کتنے میل پر جائز و درست ہے

سوال (۳۲۱) دوگانہ (نماز قصر) کتنے میل پر جائز و درست ہے؟

جواب (۳۲۱) حدیث شریف میں ہے عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثَۃِ اَمْیَالٍ اَوْ ثَلَاثَۃَ فَرَاسِخَ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ (مسلم شریف۔ بلوغ المرام) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام تین میل یا تین فرسخ (۹ میل) پر نماز قصر کرتے تھے فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الغفار دہلوی غفرلہ نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ کراچی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ رجب ۱۳۶۹ھ مطابق مئی ۱۹۵۰ء جلد ۳۰ نمبر ۲

فتوی بابت چند موجودہ مروجہ امور

سوال (۳۲۲) (۱) ڈاڑھی منڈوانا (۲) بائسکوپ دیکھنا (۳) انگریزی بال رکھنا (۴) قوم سے جرمانہ وصول کرنا (۵) شادی کے موقعہ پر برادران قوم باہر سے آتے ہیں اور ان کو بر موقعہ نکاح ہر گاؤں میں سے سردار یا آدمی ہو شربت ایک آدمی پلاتا جاتا ہے چاہے کتنے گاؤں کے ہوں (۶) نوشہ کا گھوڑے سوار کرنے اور پھولوں کا سہرا باندھنا بدھی وغیرہ لگانا (۷) شادی کے پہلے موقعہ پر اگر بیٹی والا کھانا کھلاوے (۸) شادی کے وقت دولہا کو گھوڑے پر چڑھانا چاہیئے یا نہیں؟

جواب (۳۲۲) الجواب بعون الوہاب (۱) ڈاڑھی منڈوانا مجوسیوں کی عادت ہے۔ احادیث میں سخت ممانعت ہے (۲) بائسکوپ دیکھنا بچند وجوہ شرعاً معیوب وممنوع ہے (۳) انگریزی بال رکھنا از روئے حدیث منع ہے (۴) امیر اپنے ماموریر جرمانہ شرعی لگا سکتا ہے (۵) شربت کی ایک رسم ہے کوئی شرعی بات نہیں۔ (۶) بالکل ناجائز اور کفار کے ساتھ مشابہت ہے۔ (۷) شادی کے موقع پر ولیمہ مسنونہ نہ کرنا اور لڑکی والے پر کھانے کا بوجھ ڈال کر مجبور کرنا ٹھیک نہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی

کرنے میں کوئی ایسا حرج نہیں۔ (۸) اس کا جواب نمبر ۶ میں آچکا ہے۔ شرعاً معیوب و ممنوع ہے فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار مدرس مدرسہ دارالکتاب و السنہ دارالامارت دہلی مورخہ ۱۶ محرم ۶۵ سنہ ہجری

منقول از قلمی فتوےٰ

کیا معلم وافسر کے لئے قیام تعظیمی جائز ہے؟

سوال (۳۲۳) جس وقت نبی علیہ السلام کی کسی مجلس میں تشریف آوری ہوتی تھی تو حاضرین مجلس آپ کا کس طرح خیر مقدم کیا کرتے تھے آپ کی آمد کے وقت وہ لوگ کھڑے ہوتے تھے یا نہیں؟ آج کل اسکولوں کالجوں وغیرہ میں معلم یا افسر کے آنے پر سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مجبوراً کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اگر نہ کھڑے ہوں تو ماسٹر صاحب ناراض ہوتے ہیں۔

محمد الیاس متعلم ہائی اسکول بنس روڈ کراچی

جواب (۳۲۳) ہرگز جائز نہیں۔ اس میں کوئی مجبوری نہیں۔ جب افسروں کے افسر اور خیر المعلمین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات ستودہ صفات کے لئے قیام تعظیمی منع فرما دیا تو آج کل کے افسران، علماء، حکماء، اطباء۔ ماسٹر۔ معلم وغیرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کس باغ کی مولی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم امتناعی کتب حدیث میں بایں الفاظ موجود ہے لَا تَقُوْمُوْا لِيْ كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا یعنی تم میرے لئے قیام تعظیمی نہ کیا کرو جیسے عجمی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لئے قیام تعظیمی کرتے ہیں۔

ہاں اگر کسی آنے والے کا استقبال کیا جائے تو دو چار قدم آگے بڑھ کر جاوے تو جائز ہے مگر آج کل کالجوں درسگاہوں، دفتروں، مسجدوں، مجلسوں، مطبوں وغیرہ میں جو موجودہ حالت ہے یہ شرعاً بالکل ممنوع ہے اور خدا اور رسول کی ناراضگی سب کی ناراضگی پر مقدم ہے فقط۔

خادم شریعت رسول الابرار ابو محمد عبد الغفار نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ کراچی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ شعبان ۱۳۶۹ھ مطابق جون ۱۹۵۰ء جلد ۳۰ نمبر ۸

کیا نماز جنازہ جوتیاں پہن کر بھی پڑھ سکتے ہیں اس کا صحیح نقشہ تحریر فرمائیں

سوال (۳۲۴) نماز جنازہ کا صحیح نقشہ تحریر فرمائیں۔ کیا نماز جنازہ جوتیاں

پہن کر بھی پڑھ سکتے ہیں؟ (مستری سکندر خاں ضلع رنگپور)

جواب (۳۲۴) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ امام فوت شدہ مرد کے کندھوں کے برابر اور عورت کے وسط میں قبلہ رو باوضو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کے ہمراہ رفع الیدین کرتا ہوا سینے پر ہاتھ باندھ کر سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھر کوئی اور سورت باواز بلند پڑھے اور مقتدی آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو جائیں پھر امام تین یا چار تکبیروں میں درود شریف وادعیہ مسنونہ جہری آواز سے اور مقتدی آہستہ پڑھ کر کھڑے کھڑے امام کے ساتھ دائیں بائیں سلام پھیر دیں۔ صاف جوتی سے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

درود شریف کے صحیح الفاظ کیا ہیں اور کس سے روایت ہیں؟

سوال (۳۲۵) درود شریف کی بہت فضیلت آئی ہے مگر حدیث کا علم نہیں کس سے مروی ہے۔ نیز درود شریف کے صحیح الفاظ کیا ہیں۔ تشہد میں جو درود شریف پڑھتے ہیں یہ وہی درود شریف ہے جس کی اتنی فضیلت آئی ہے یا اس کے الفاظ مختلف ہیں (سائل مذکور)

جواب (۳۲۵) صحیحین میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان الفاظ سے درود پڑھا جائے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اور درود جو آجکل مخترعین نے اپنی طرف سے بنائے ہیں مثل درود تاج، درود لکھی وغیرہ یہ سب خلاف شرع اور حدیث کی رو سے بدعت ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

مسلمان اور ابوجہل کے تلبیہ میں کیا فرق ہے؟

سوال (۳۲۶) آپ کے جلسوں وعظوں میں سنا گیا ہے کہ ابوجہل وغیرہ کفار مکہ قربانیاں بھی کرتے تھے مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھی تلبیہ کہتے ہیں اور ابوجہل بھی کہتا تھا دونوں میں کیا فرق ہے؟ (عبدالعزیز ڈیرہ غازیخاں)

جواب (۳۲۶) مسلمان کے تلبیہ اور کفار کے تلبیہ میں بیّن فرق ہے۔ مسلمان اپنے تلبیہ میں توحید الوہیت کا اقرار اور شرک کا انکار کرتا ہے اور وہ لوگ اِلَّا شَرِیْکًا تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ کہہ کر توحید کا انکار اور شرک کا اقرار کرتے تھے جس سے نبی علیہ السلام

روکتے تھے مگر وہ نہ رُکتے جب وقت وہ کہتے لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بس! اسی پر اکتفا کرو! کہ خدا کا کوئی شریک نہیں مگر وہ اس کے آگے یوں اضافہ کرتے رہتے کہ یہ پیر فقیر بھی خدا کے کاموں میں شریک و دخیل ہیں اور خدا ہی نے ان کو تمام اختیارات دیدیئے ہیں۔

کنوارے اور شادی شدہ زانی زانیہ اور اغلام باز کے لئے کیا سزا ہے؟

سوال (۳۲۷) ایک شخص نے ایک لڑکی سے دس یا بیس مرتبہ زنا کیا ہے اور ایک شخص دس یا بیس لڑکیوں سے زنا کرتا ہے دونوں کے لئے کیا سزا ہے؟ کنوارے اور شادی شدہ کا کیا حکم ہے مُنڈے بازی کا کیا حکم ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۲۷) شادی شدہ کی سزا شریعت میں رجم ہے اور کنوارے کے لئے سَو دُرّے ہیں۔ منڈے (اغلام) بازی کرنا عمل قوم لوط ہے جو بد ترین گناہ ہے۔ فاعل و مفعول دونوں کی سزا قتل و ہدم ہے۔

شادی وغیرہ میں باجے بجانا دولھا کے سہرا باندھنا اور گھوڑے پر بٹھا کر شہر میں پھرانا جائز ہے؟

سوال (۳۲۸) شادی وغیرہ کے ہمراہ باجے بجانا، دولھا کے سر پر سہرا باندھنا، گھوڑے پر دولھا کو چڑھا کر شہر میں پھرانا جائز ہے؟ (مولانا) محمد رفیق (صاحب) ضلع سیالکوٹ

جواب (۳۲۸) احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باجا اور اس قسم کے آلاتِ لہو زمانۂ نبوت میں اور اس سے بیشتر بھی موجود تھے۔ آزاد منش لوگ انکو استعمال کرتے تھے اسی لئے قرآن حکیم میں عموماً اور احادیث نبویہ میں خصوصیت کے ساتھ ان سے روکا گیا ہے چنانچہ سورۂ لقمان میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الآیۃ یعنی جو لوگ لہو ولعب، بیہودہ اور غفلت انگیز چیزوں کو خرید کر لوگوں کو اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ کے راہ مستقیم سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کیلئے ہمارے پاس ذلیل کرنے والا عذاب موجود ہے۔

ابن کثیر موطا ص۱۴۱ نیل الاوطار ص۸۶ میں ہے عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ يَشْهَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ بَلٰى يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ قِيْلَ فَمَا بَالُهُمْ قَالَ اتَّخَذُوا الْمَعَازِفَ وَالدُّفُوْفَ وَالْقَيْنَاتِ فَبَاتُوْا عَلٰى شُرْبِهِمْ وَلَهْوِهِمْ فَاَصْبَحُوْا وَقَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں سے

ایک قوم آخر زمانہ میں سوؤروں اور بندروں کی شکل میں بدل جاویگی۔ صحابہ نے دریافت کیا کیا وہ کلمۂ توحید نہیں پڑھیں گے فرمایا کیوں نہیں۔ روزے بھی رکھیں گے اور حج بھی کریں گے۔ پوچھا گیا کہ پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا اس لئے کہ وہ باجے ڈھول بجائیں گے اور رنڈیوں کا گانا سنیں گے۔ اسی لہو ولعب میں رات کو سوئیں گے اور صبح کو اٹھیں گے تو ان کی شکلیں (مسخ) بدلی ہونگی۔ توشہ کا سہرا و گھوڑے پر جانا اور دولھا دلہن پر سے پیسے نچھاور کرنا ہندوانی رسم ہے۔

غیر اللہ کا نعرہ لگانا کیسا ہے؟

سوال (۳۲۹) یا رسول اللہ، یا شیخ عبد القادر، یا علی مولیٰ کے نعرے لگانا جائز ہیں یا نہیں؟

سائل شاد الحمید حسین۔ جوڑیا بازار کراچی

جواب (۳۲۹) یا رسول اللہ و یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ و یا علی مولے مشکل کشا وغیرہ نعرے لگانا شرک ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا اُدْعُوا رَبَّكُمْ الآیۃ اپنے رب کو پکارو فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکارو۔ یا[۱] حرف ندا کا ہے جو مخاطب کے لئے بولا جاتا ہے یعنی جو سامنے حاضر ہو۔ حضرت رسول اکرم و شیخ عبد القادر جیلانی و حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت دنیا میں حاضر و موجود نہیں ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ غرض غیر اللہ کو مثل اللہ کے پکارنا شرک ہے اس سے انسان مشرک ہو جاتا ہے فقط

خادم شریعت رسول الابرار ابو محمد عبد الغفار نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ رمضان ۱۳۶۹ھ جلد ۳۰۔ نمبر ۱

بیت المال سے عام راستہ پر کنواں بنوانا کیسا ہے؟

سوال (۳۳۰) بیت المال میں سے عام راستہ پر کنواں بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

(محمد بلوچ کلوئی سندھ)

جواب (۳۳۰) بیت المال کو مصارف ثمانیہ ہی میں خرچ کرنا چاہئے۔ کنواں بطور صدقہ جاریہ کے اپنے ذاتی مال سے کھدوا سکتا ہے۔

---

[۱] یا حرف ندا کی بہترین مثالیں کتاب ہدایت النبی میں دیکھیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (منیجر مکتبہ سعودیہ کراچی)

اپنی قومیت بدلنا کیسا ہے؟

سوال (٣٣١) جو شخص اپنی قومیت کو بدلے مثلاً تیلی ہے اور کہے کہ میں سید ہوں اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ (محمد اسحاق عرف ڈڈو عارف والہ)

جواب (٣٣١) قومیت بدلنا شرعاً ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ (متفق علیہ) یعنی جو شخص اپنے اصل باپ کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے الغرض اپنا حسب و نسب بدلنا اور عوام کو دھوکہ دینا درست نہیں۔

سنتوں کی نیت باندھنے کے بعد فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال (٣٣٢) ایک شخص نے سنتوں کی نیت باندھ رکھی تھی اور تکبیر ہو گئی۔ زید نے کہا نیت توڑ۔ فرض نماز کے ہوتے ہوئے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ بکر نے کہا کہ نیت توڑ کر پھر پڑھنا واجب ہے نیت نہیں توڑنی چاہئے۔ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ (سائل مذکور)

جواب (٣٣٢) زید کا قول صحیح ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ (نسائی ص ١٢٥) یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی۔

کیا بعد نماز صبح سورج نکلنے سے پہلے سونا منع ہے اور اس سے رزق کم ہوتا ہے؟

سوال (٣٣٣) بعد نماز صبح سورج نکلنے سے پہلے سونا منع ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ زمین کوستی ہے اور رزق کم ہوتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟
محمد عمر پاکستان ممتاز ہوٹل کراچی

جواب (٣٣٣) ہاں سورج نکلنے سے پہلے سونا اس مبارک وقت کو غفلت میں گذارنا ٹھیک نہیں۔ اذکار امام نووی میں ہے قَالَ عَلْقَمَۃُ بْنُ قَیْسٍ بَلَغَنَا اَنَّ الْاَرْضَ تَعُجُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ نَوْمَۃِ الْعَالِمِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ (شرح السنۃ) اس وقت سونے سے کوستی ہے بے شک رزق کم ہوتا ہے۔ یہ وقت سونے کا نہیں ہے بلکہ عبادت اور برکت کا وقت ہے فقط

حررہ ابو محمد عبد الغفار دہلوی نائب مفتی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ١٥ ذیقعدہ ١٣٦٩ھ جلد ٣٠ نمبر ١٤

سونے چاندی کی زکوٰۃ کیلئے کتنا وزن واجب ہے

سوال (۳۳۴) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۵۲ تولہ چاندی پر سوا روپیہ عہ زکوٰۃ واجب ہے اور سونے کی ساڑھے سات (۷½) تولے سونے پر زکوٰۃ واجب ہے۔
بشیر احمد میاں عبداللہ چوڑی والے حافظ آباد

جواب (۳۳۴) ساڑھے سات تولہ اور باون تولہ احادیث نبویہ میں نہیں ہے علماء کا اپنا قول یا اندازہ ہے۔ حدیث شریف میں دو سو درہم کا لفظ ہے حساب سے جس کے پچاس روپے ہوتے ہیں۔ اس حساب سے پچاس روپے پر ایک روپیہ چار آنے زکوٰۃ کے فرض ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ آگے ہے فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ (ترمذی - ابوداؤد) سونے کے متعلق حدیث شریف میں عِشْرُونَ دِينَارًا کا لفظ آیا ہے کہ بیس دینار (جس کے ساٹھ روپے ہوتے ہیں) میں زکوٰۃ فرض ہے یعنی جب ساٹھ روپے کی قیمت کا سونا ہو تو اس وقت زکوٰۃ فرض ہو جائیگی حدیث شریف میں ہے وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَٰلِكَ (ابوداؤد)

مرد کو چاندی کے بٹن پہننا جائز ہے یا نہیں

سوال (۳۳۵) ایک شخص چاندی کے بٹن پہنتا ہے۔ بکر کہتا ہے مرد کو چاندی کے بٹن ناجائز ہیں۔ زید کہتا ہے کوئی حرج نہیں (ڈوڈو جیوری عارف والہ)

جواب (۳۳۵) زید کا قول صحیح ہے مرد چاندی کے بٹن پہن سکتا ہے مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۹ میں ہے عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوا بِهَا۔

ناف کھلنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں

سوال (۳۳۶) ناف کھل جانے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ناف کھلنے سے نماز نہیں ہوتی۔　　(عبدالکریم عارف والہ)

جواب (۳۳۶) حدیث میں ہے لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ شَيْءٌ مونڈھے کھل جانے سے نماز نہیں ہوتی۔ ناف کا ذکر نہیں ہے۔ مدعی کو دلیل پیش کرنی چاہئے۔ ہاں اگر ناف سے نیچے تہبند ہو جائے تو اسے اونچا کرلے۔

پتنگ اڑانا اور اسکا لوٹنا جائز ہے یا نہیں

سوال (۳۳۷) پتنگ جسکو اردو میں کنکوا اور پنجابی میں گڈی کہتے ہیں جو کاغذ سے بنتی ہے اور لڑکے اڑاتے ہیں لوٹتے کھسوٹتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

مستری عبد الجبار دہلوی

جواب (۳۳۷) گڈی اڑانا اس کی خرید و فروخت کرنا۔ اس کے ساتھ لہو و لعب کرنا شرعاً معیوب ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ (سورۃ لقمان۔ پارہ ۲۱) یعنی "جو لوگ کھیل تماشے کی چیزیں خریدتے ہیں اور ان میں مشغول ہو کر ذکر اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہے"۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں كُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللهِ وَذِكْرِهٖ (روح المعانی) یعنی لہو الحدیث ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے غافل کر دے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بایں الفاظ باب منعقد کیا ہے بَابُ كُلُّ لَهْوٍ بَاطِلٌ اِذَا شَغَلَهٗ عَنْ طَاعَةِ اللهِ الخ حدیث شریف میں ہے "جو کبوتر کے پیچھے دوڑے وہ شیطان ہے"۔

جس قدر خرابیاں کبوتر بازی میں ہیں قریب قریب اس پتنگ بازی میں بھی موجود ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں لوٹتا کوئی ایسا لوٹنا جسکی طرف لوگ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں اور پھر بھی مومن رہے۔

حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ یہ خصلت ایمان کے خلاف ہے۔ بہر حال گڈی اڑانا اس کا لوٹنا، اس کا بیچنا شرعاً ناجائز و نادرست ہے۔ بعض مرتبہ کنکوے باز کو ذکر اللہ کا ہوش تو درکنار اپنے کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ اس کے اڑانے میں ایسا مدہوش ہوتا ہے وہ کاٹا ہے وہ کاٹا کرتا ہوا بسا اوقات چھت پر سے نیچے آکر گرتا ہے اور جان بحق ہو جاتا ہے یا اپنی ہڈی پسلی توڑ لیتا ہے۔ سچ ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ۔ ایک حدیث میں ہے کہ بجز تین کھیلوں کے باقی سب کھیل لغو اور باطل ہیں اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ وَالْاَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ مِنْ حَدِيْثِ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رَفَعَهٗ كُلُّ مَا يَلْهُوْ بِهِ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْيَهٗ بِقَوْسِهٖ وَتَادِيْبَهٗ فَرَسَهٗ وَمُلَاعَبَتَهٗ اَهْلَهٗ الحدیث (فتح الباری ص۱۵ پ۲۶)

نیز مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے رسالہ اصلاح الرسوم میں اس کی خوب تردید کی ہے۔

سوال (۳۳۸)　**چنگی لینا جائز ہے یا نہیں؟**　سائل ڈڈوجیوری

جواب (۳۳۸) زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص باہر سے مال لاتا یا منڈیوں میں فروخت کرتا تھا تو اس سے اعوان دولت چنگی، ٹیکس وصول کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اس نے رفاہ عام کے خلاف سمجھتے ہوئے اسکو نہایت سختی کے ساتھ منع کیا۔ آنحضور علیہ السلام نے اس فعل کے مرتکب کے حق میں ارشاد فرمایا ہے لَا یَدْخُلُ صَاحِبُ مَکْسٍ الْجَنَّۃَ یعنی چنگی لینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو ترغیب مصری جلد اول صفحہ ۲۲۲
نیز ترغیب میں اس مسئلہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے فقط
حررہ ابو محمد عبدالغفار دہلوی نائب مفتی
منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء جلد ۳۰ نمبر ۱۵

نکاح میں بہنوئی سے پردہ نہ کرانے کی شرط کرنا کیسا ہے

سوال (۳۳۹) ایک عورت بیوہ ہے۔ اس کے پاس دو لڑکیاں ہیں ایک چھ برس کی ہے دوسری جوان ہے۔ جوان لڑکی کا نکاح ایک آدمی سے کرکے اپنے ہی پاس رکھ لیا ہے۔ اب دوسری لڑکی بھی جوان ہے۔ اس کا نکاح اس شرط پر کرتی ہے کہ ہماری اس لڑکی کا پردہ پہلے داماد سے نہیں کرانا ہوگا۔ رشتہ لینے والے کہتے ہیں کہ ہم پردہ کرائیں گے
(احمد الدین چشتی ضلع منٹگمری)

جواب (۳۳۹) شرعی پردہ کرنا ضروری ہے۔ اُس کے سامنے زیب و زینت کا اظہار نہ کرے۔ ننگے سر نہ ہو۔ نکاح میں ایسی شرط درست نہیں۔

کیا بعض باتیں صرف پیر ہی بتا سکتا ہے؟

سوال (۳۴۰) ایک شخص کہتا ہے کہ بعض باتیں بغیر پیر کے کوئی نہیں بتا سکتا صرف پیر ہی بتا سکتا ہے مثلاً قرآن مجید میں حروف مقطعات ہیں جیسے الٓمٓ حٰمٓ۔ کھیٰعص وغیرہ یہ الفاظ حضور صلعم نے بھی صرف خاص خاص آدمیوں پیروں اور ولیوں کو بتائے ہیں۔ اب ان کے سوا اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ ان کی خدمت کرو مٹھیاں بھرو! خوشامد کرو تو حاصل ہو سکتی ہیں ورنہ نہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟
خاکسار سید احمد ضلع منٹگمری

جواب (۳۴۰) یہ سب حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معنی سوا خداوند تعالےٰ

کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ کہنا کہ نبی صلعم نے چند مخصوص حضرات کو بتایا ہے یہ سراسر غلط اور مبنی بر کذب ہے۔ یہ بات پیر پرستوں کی منگھڑت ہے۔ ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ روافض بھی ایسی ہی بے پر کی اڑاتے ہیں کہ نبی صلعم نے حضرت علی رضہ کو خاص علم دیا تھا جو دیگر صحابہ رضہ کے پاس نہ تھا اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝

بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے مقتدی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں

سوال (۳۴۱) زید کہتا ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی نماز خواہ سری ہو یا جہری۔ بکر کہتا ہے نماز ہو جاتی ہے بلکہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنی بہتر ہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

حسین دولھا خان معرفت عزیز تھریڈ بال فیکٹری۔ کراچی

جواب (۳۴۱) بکر کا قول غلط ہے۔ زید کا قول صحیح اور موافق حدیث ہے۔ بخاری و مسلم اور قریب قریب حدیث کی کل کتابوں میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے کہ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی بغیر الحمد شریف پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی صحت میں چاروں مذہب والوں کو کوئی کلام نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر وضاحت اور صراحت والی وہ حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر مقتدیوں سے دریافت فرمایا کیا تم اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھا کرتے ہو۔ مقتدیوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِهَا (مشکوٰۃ نظامی ص۶۳) یعنی سوائے الحمد شریف کے اور کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ بغیر الحمد شریف نماز نہیں ہوتی۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ نبی صلعم مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ہدایہ جو حنفی مذہب کی چوٹی کی کتاب ہے اس کی جلد اول ص۱۰۱ مطبوعہ مجتبائی فصل فی القرأۃ میں ہے کہ "احتیاطاً الحمد شریف کا امام کے پیچھے پڑھ لینا ہی بہتر ہے"۔

اسی طرح کے بلکہ اس سے بھی واضح اور صریح دلائل خود حنفی مذہب سے حنفی اماموں سے حنفی کتابوں سے موجود ہیں جو بخوف طوالت درج نہ ہو سکے مزید تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ فصل الخطاب فی قرأۃ فاتحۃ الکتاب و تفسیر سورۂ فاتحہ ملاحظہ فرمایئے۔

نماز میں آمین رفع یدین کرنا اب بھی قابل عمل ہیں یا نہیں

سوال (۳۴۲) زید کہتا ہے کہ نماز میں آمین و رفع یدین کرنا حضور کی سنت ہے۔ جو شخص نماز میں آمین رفع یدین نہ کرے اس کی نماز سنت کے خلاف ہے۔ بکر کہتا ہے کہ آمین و رفع یدین کرنے کا حکم آں حضرت نے ابتدا میں دیا تھا لیکن اب عمل کی ضرورت نہیں۔ (سائل مذکور)

جواب (۳۴۲) زید کا کہنا صحیح ہے واقعی آمین رفع یدین کرنا صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي کے نقشہ کے مطابق ہے۔ عمل نہ کرنے والے اس سنت کے ثواب سے محروم ہیں۔ آمین بالجہر اور رفع یدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرامؓ اولیاء عظامؒ وجملہ تابعینؒ عمل کرتے آئے ہیں۔ عاملین سنت ہذا کو ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھنے والے اور اس سنت سے چڑھنے والے بفرمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے یہودی ہیں (ابن ماجہ)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب موجودہ احناف کے اسلاف علماء وائمہ حنفیہ ان سنن کو مانتے چلے آئے ہیں تو آج کل کے موجودہ برادران احناف ان سنن کی تعمیل میں کیوں دریغ کرتے ہیں۔ سنیے! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد رحمن کی بابت امام صاحب خود فرماتے ہیں "میں نے ان جیسا ثقہ اور کوئی آدمی نہیں دیکھا"، حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے دو سو صحابہ کرامؓ کو پایا کہ وہ اس مسجد حرام بیت اللہ شریف میں جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہتا تو بلند آواز سے آمین کہتے"۔ (بیہقی۔ ابن حبان)

بقول بکر اگر آمین و رفع یدین کا حکم ابتداء اسلام میں ہوتا اور بعد میں منسوخ ہوگیا ہوتا تو یہ جملہ صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ و اولیاء اللہ کیوں عمل کرتے اور جواز کا فتویٰ دیتے؟۔ حنفی مذہب کے مایہ ناز قابل فخر عالم مولوی عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی تعلیق الممجد شرح موطا امام محمد ص ۶۲ باب آمین مطبوعہ یوسفی میں رقم طراز ہیں کہ انصاف یہی ہے کہ اونچی آواز سے آمین کہنے کا ثبوت بہت پختہ ہے بلکہ ایک فتوے میں لکھتے ہیں "باوصف علم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہے اس سے ناراض ہونا مسلمان کا کام نہیں"۔

لیجیے مولانا کے اس فرمان کے مطابق اب جو حنفی بھائی اونچی آمین سے چڑھے وہ مسلمان ہی نہیں۔ واقعی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

غضب تو یہ کہ بخوف وخطر جو سود ہے کھاتا ؛ نشہ خواری و بدکاری میں جو عیش ہے اڑاتا

اُسے کوئی نہیں گمراہ ولا مذہب ہے بتاتا ؞ کرے رفع الیدین آمین تو مذہب سے ہے وہ جاتا

چہ خوب۔ امام ابوحنیفہ رح کے شاگرد رشید امام محمد کی کتاب موطا امام محمد میں حدیث ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَھُمَا کَذٰلِکَ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی نماز شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔

مشکوٰۃ نظامی ص۷۵ و صحیح بخاری مصری ص۹۵ میں ہے فَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ رَفَعَ یَدَیْہِ یعنی جب آپؐ دو رکعتوں کے بعد تیسری کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو بھی رفع الیدین کرتے تھے بلکہ ایک حدیث میں فَمَا زَالَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ تعالٰی (تلخیص الحبیر ص۸۱) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک اسی طرح رفع الیدین سے نماز پڑھتے رہے فقط[1]

حررہ العاجز ابومحمد عبدالغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء جلد ۳۰ نمبر ۱۶

آٹھ رکعت کو مسنون سمجھتے ہوئے بیس رکعات تراویح پڑھنا پڑھانا درست ہے یا نہیں۔ اس کو بدعت عمری کہنا کیسا ہے اور اثر حضرت عمر بن الخطاب صحیح قابل استدلال ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۳) اگر کوئی حافظ اہلحدیث بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھا دے، اور بیس رکعت میں آٹھ رکعت کو سنت نبوی سمجھے اور بقیہ رکعات کو نوافل خیال کرے تو درست ہے یا نہیں۔ کیا بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھنا پڑھانا بدعت فاروقی ہے؟ حالانکہ ایک روایت مرفوع ضعیف بروایت ابن عباس رضؓ سنن بیہقی و طبرانی و ابن ابی شیبہ میں آئی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً سِوَی الْوِتْرِ (نصب الرایہ ص۱۵۳ ج۲) و نیز بیس رکعت تراویح پر تعامل صحابہ و تابعین بھی ہے عَنِ السَّائِبِ ابْنِ یَزِیْدَ قَالَ کُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرِ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ قَالَ النَّوَوِیُّ فِی الْخُلَاصَۃِ (و فی شرح المہذب ایضًا) اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ (نصب الرایہ ص۱۵۴ جلد دوم) وَقَالَ الْعَلَّامَۃُ الْفَاضِلُ اللَّکْھَنَوِیُّ عَبْدُ الْحَیِّ الْحَنَفِیُّ فِیْ عُمْدَۃِ الرِّعَایَۃِ

[1] مزید تفصیل ہمارے رسالہ آمین بالجہر میں ملاحظہ فرمائیے۔

حاشیۃ شرح الوقایۃ • نعم ثبت اہتمام الصحابۃ علی عشرین فی عہد عمر وعثمان وعلی فمن بعدہم۔ اخرجہ مالک وابن سعد والبیہقی وغیرہم "وما واظبت علیہ الخلفاء فعلاً او تشریعاً ایضاً سنۃ لحدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ اخرجہ ابو داود وابن ماجۃ والترمذی ایضاً)

اور مقلدین ائمہ اربعہ کا تعامل بھی آج کل اسی پر ہے حرمین وغیرہ میں۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیس رکعات تراویح پڑھنا یا پڑھانا آٹھ رکعت کو مسنون سمجھتے ہوئے درست ہے یا نہیں اور اس کو بدعت عمری کہنا کیسا ہے؟ اور اثر حضرت عمر بن الخطاب صحیح قابل استدلال ہے یا نہیں؟ مدلل اس پر خامہ فرسائی کریں۔ یہ مسئلہ اختلافیہ ہے انصاف کو ملحوظ فرماویں۔

سائل:۔ مولانا عبد الحق صاحب محب السنہ بہاولپوری

الجواب وھو اللہ الملھم بالصدق والصواب

از قلم حقیقت رقم حضرت الفاضل مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی سلمہ ربہ

جواب (۳۴۳) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح آٹھ رکعت سے زائد بالاتفاق موافق و مخالف ثابت نہیں بلکہ بیس کی روایت صحیح کے معارض ہے۔ فاضل لکھنوی تعلیق الممجد ص۱۱ میں رقمطراز ہیں قال جماعۃ من العلماء منہم الزیلعی وابن الہمام والسیوطی والزرقانی ان ہذا الحدیث مع ضعفہ معارض لحدیث عائشۃ الصحیح فی عدم الزیادۃ علی احدی عشرۃ رکعۃ فیقبل الصحیح ویطرح غیرہ ثم قال لا شک فی صحۃ حدیث عائشۃ وضعف حدیث ابن عباس وقال فتحصل من ہذا کلہ ان قیام رمضان لسنتہ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر فعلہ علیہ السلام ثم ترکہ لعذر بہ صرح ابن الہمام فی شرحہ ص۲۵ ج۱ وقال صاحب بحر الرائق ایضاً لا شک فی تحقق الامر من ذلک بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ عبد الحق شارح مشکوٰۃ اپنی کتاب "فتح سر المنان فی تائید مذہب النعمان" قلمی ص۳۲۷ میں تحریر فرماتے ہیں ولم یثبت روایۃ عشرین کما ہو المتعارف الآن الا فی روایۃ ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر الحدیث ثم قال وقالوا اسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ

وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَكَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمَ بِحَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ بِاَمْرِهٖ ھ نصب الرایہ زیلعی طبع ھند ص۲۹۳ ج ا فتح القدیر ص۲۰۵ ج ا میں بعد ذکر روایت ابن عباس مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ مَعَ مُخَالَفَتِهِ الصَّحِيْحَ اوجز المسالک میں زکریا کاندھلوی ابناء عصر سے تحریر کرتے ہیں لَا شَكَّ اَنَّ تَحْدِيْدَ التَّرَاوِيْحِ فِيْ عِشْرِيْنَ لَمْ يَثْبُتْ مَرْفُوْعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيْقٍ صَحِيْحٍ عَلٰى طَرِيْقِ اُصُوْلِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَمَا وَرَدَ فِيْهِ مِنْ رِّوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُتَكَلَّمٌ فِيْهَا عَلٰى اُصُوْلِهِمْ

انور شاہ کشمیری فیض الباری ص۴۲۱ ج۲ باب قیام النبی میں لکھتے ہیں ثُمَّ اِنَّ التَّرَاوِيْحَ لَمْ يَثْبُتْ مَرْفُوْعًا اَزْيَدَ مِنْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً اِلَّا بِطَرِيْقٍ ضَعِيْفٍ وَقَالَ الثَّابِتُ مِنْهُ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً لطائف قاسمیہ مکتوب سوم ص۱۸ میں نانوتوی لکھتے ہیں "و یازدہ از فعل سرور صلی اللہ علیہ وسلم کہ آکد از بیست است"

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فاضل ملہم من اللہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں صَلٰوتُهَا بِالْجَمَاعَةِ لَسُنَّةُ كِفَايَةٍ لِمَا ثَبَتَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْجَمَاعَةِ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ۔ انور شاہ کشمیری عرف الشذی ص۳۲۹ میں لکھتے ہیں وَلَا مَنَاصَ مِنْ تَسْلِيْمِ اَنَّ تَرَاوِيْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ ص۳۳ میں لکھتے ہیں وَاَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَحَّ عَنْهُ ثَمَانُ رَكْعَاتٍ وَاَمَّا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ وَعَلٰى ضُعْفِهٖ اتِّفَاقٌ

امام محمد تلمیذ الامام ابوحنیفہؒ نے اپنی مؤطا میں باب قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ قائم کر کے حدیث عائشہ ہی کو پیش کیا جس میں مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً جو اس امر پر صریح اور واضح طور پر دال ہے کہ قیام رمضان حنفیہ کے نزدیک بھی وہی گیارہ مع الوتر ہیں۔ زائد نہیں۔ اور اسی کو ابن الہمام اور ابن نجیم صاحب بحر و دیگر محققین احناف نے تقرر فرمایا بلکہ فاضل طحطاوی شرح درمختار ص۲۹۶ جلد اول طبع مصر میں اور ابوالسعود شارح کنز ص۲۶۶ طبع مصر میں فاضل سے نقل کرتے ہیں اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّهَا عِشْرِيْنَ بَلْ ثَمَانِيًا وَلَمْ يُوَاظِبْ عَلٰى ذٰلِكَ۔

البتہ ایک بات لکھی تھی وہ یہ تھی کہ بیس متعاہدہ ہیں سنت نبوی تو صرف آٹھ ہی ہیں اور بارہ مستحب فعل خلفاء کی بناء پر۔ مگر میں کہتا ہوں اس میں فاضل ابن الہمام سے تساہل ہوا ہے خدا درگذر کرے وہ یہ ہے کہ قول خلفاء سے آج تک کسی نے ثابت نہیں کیا اور نہ کرنے کی کسی میں جرأت ہے صحیح سند سے۔

ایک روایت سنن کبریٰ میں حضرت علیؓ کی ہے مگر ثابت نہیں۔ اور حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں وہ دو طریق پر ہے۔ ایک ان کے زمانہ کی اطلاع اور ثانی امر فاروقؓ۔ ان کے زمانہ کی اطلاع ایک تو بطریق منقطع ہے چنانچہ موطا میں بروایت یزید بن رومان وارد ہے اور یہی سنن کبریٰ وغیرہ میں ہے۔ فاضل سیوطی المصابیح میں لکھتے ہیں نکرہ فِی الْمُوَطَّا وَمُصَنَّفِ سَعِيْدِ بْنِ مَنْصُوْرٍ بِسَنَدٍ فِي غَايَةِ الصِّحَّةِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً۔ ص جلد ۲ میں فاضل سیوطی لکھتے ہیں قَالَ الْجَوْرِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ مَالِكٍ أَنَّهٗ قَالَ الَّذِيْ جَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَحَبُّ إِلَيَّ وَهُوَ إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً وَهِيَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ قَالَ نَعَمْ وَثَلٰثَ عَشَرَةَ قَرِيْبٌ قَالَ وَلَا أَدْرِيْ مِنْ أَيْنَ أُحْدِثَ هٰذَا الرُّكُوْعُ الْكَثِيْرُ

میں کہتا ہوں گیارہ رکعت بحکم عمر یہ طحاوی شرح معانی الآثار میں بھی ہے۔ اس میں صاف اور واضح ہے کہ أَمَرَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمَ الدَّارِيَّ أَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ بِإِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً۔ قیام اللیل مروزی میں بھی ہے۔ امر بالاتفاق اقویٰ ہوا کرتا ہے اور لوگوں کا فعل اس سے نفس خلیفہ کو کیا واسطہ لوگوں کا کرنا یہ قابل حجت بالاتفاق نہیں۔ ان کا تعامل ان کا حکم البتہ قابل سماعت اور عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ ان کے فعل سے تعلق رکھتا ہے یا تعامل عہد خلفاء سے سوچنے کی بات ہے۔ یہ اہل تحقیق حنفیہ کا بھی کلام نہیں البتہ ضعفاء الناس کا ضرور خیال ہے۔ ورنہ آیئے ہم بتاتے ہیں کہ خلفاء کا امر اور فعل بھی ان کے یہاں اس قابل نہیں کہ ان کے مقابل امام کی بات ترک کی جائے دیکھو زکوٰۃ الجنین اور اخراج النساء الی المصلےٰ وحکم بالشاہد والیمین و وتر برکعۃ واحد وقطع الیدفی خمسۃ دراہم۔ مسئلہ غلس۔ سجود تلاوت قرآن۔ قطع النباش۔ وجوب وتر۔ تکبیرات رکوع۔ نکاح بلاولی۔ طلاق المکرہ۔ مسح العمامہ۔ زکوٰۃ مال الیتیم۔ ایمان کی کمی بیشی۔ مسح جوربین۔ جلاوطن زانی وغیرہ وغیرہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں ان مقامات میں تو ان کے اقوال و اعمال تک موجود ہیں۔ یہاں عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ حدیث غالباً منسوخ ہو گئی ہو گی اور جہاں نہ فعل خلیفہ اور نہ ہی امر وہاں عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وارد۔ فیاللہ العجب وضیعۃ العلم والادب۔

مجھے ان دوستوں پر تعجب نہیں۔ بڑا تعجب تو مجھے یہ۔ ہر علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل قرار دیکر باعث اجر بھی تسلیم کرتے ہیں اِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔

اگر کوئی مقلد لکھتا تو باعث تشتت بال نہ ہوتا، بلکہ ایک محدث و استاذ رحمانیہ کی قلم سے یہ بات چلے تو کیا باعثِ صد افسوس نہ ہوگا۔ موصوف نے تہجد و تراویح کو جداگانہ قرار دیکر زیادت علی الثمانیہ پر بھی استدلال کرتے ہیں، حالانکہ ایک مقلد جامد لکھتا ہے وَلَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى التَّرَاوِيحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلَى حِدَةٍ فِي رَمَضَانَ۔ العرف الشذی ص۳۲۹ فیض الباری ص۴۲۰ میں لکھتا ہے قَالَ عَامَّةُ الْعُلَمَاءِ إِنَّ التَّرَاوِيحَ وَصَلوٰةَ اللَّيْلِ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَانِ وَالْمُخْتَارُ عِنْدِي أَنَّهُمَا وَاحِدٌ وَإِنِ اخْتَلَفَ صِفَتُهُمَا اگر نہ سمجھ میں آئی تو ہمارے ہی ہم مشرب علماء کے۔ خدا سمجھ دے تحقیق سے کام لینا چاہیئے اندھا دھن قلم چلانے سے کام نہیں چل سکتا۔ صحیح بخاری کو بھی دیکھ کر اہل تحقیق حق کو فوراً پہنچ سکتا ہے۔ رہا بیس کو سنت عمری، بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسموع ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بیس رکعت نہ ہی فعل عمر سے وارد اور نہ ہی امر فاروق سے ثابت۔ پھر زبردستی حضرت عمر کے سمے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ فاضل سیوطی حاوی ص۷۵ جلد۲ میں لکھتے ہیں۔ وَلَوْ فَعَلَ الْعِشْرِيْنَ وَلَوْ مَرَّةً لَمْ يَتْرُكْهَا أَبَدًا وَلَوْ وَقَعَ ذٰلِكَ لَمْ يَخْفَ عَلَى عَائِشَةَ حَيْثُ قَالَتْ مَا تَقَدَّمَ فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْعِشْرِيْنَ لَمْ تَثْبُتْ مِنْ فِعْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْكَلَامُ فِيْهِ أَكْثَرُ مِمَّا تَرٰى وَهٰذَا الْقَدْرُ كَافٍ لِمَنْ أَرَادَ التَّذَكُّرَ وَالْهُدٰى۔ وَهُوَ وَلِيُّ الْهِدَايَةِ وَأَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى[ل]

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ماہ شعبان ۱۳۶۹ھ مطابق جون ۱۹۵۰ء جلد۳۰ نمبر ۸

مسجد کی وقف زمین میں نیچے کے درجے میں دکانیں برائے کرایہ یا پاخانہ و غسل خانہ بنانا اور اوپر انکے مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۴) مسجد کی وقف زمین میں نیچے کے درجے میں دکانیں برائے کرایہ یا پاخانہ و غسل خانہ بنانا اور اوپر ان کے مسجد بنانا درست ہے یا نہیں اور اس پر کسی صحابی و تابعی کا عمل ثابت ہے یا نہیں؟ بعض علماء منع کرتے ہیں کہ جو زمین مسجد کیلئے خرید گئی ہے اس میں دکانیں و پاخانہ و غسل خانہ نہ بنانا چاہیئے بلکہ غسل خانہ خارجِ مسجد ہونا چاہیئے مسجد حرم مکہ معظمہ و مسجد نبوی مدینہ منورہ میں بھی خارج مسجد ہیں۔ ان مولوی صاحبان کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور زمانہ خیر القرون میں غسل خانہ و پاخانہ مساجد کے باہر تھے یا اندر یا بالکل نہیں تھے؟ (سائل محب اللہ)

ل مزید تفصیل نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ نمبر ۸ میں ملاحظہ ہو۔ منیجر صحیفہ اہلحدیث کراچی۔

جواب (۳۴۴) ازجناب مولانا المحترم عبدالجلیل صاحب سامرودی
مسجد کے نیچے دکانیں کرایہ کی غرض سے مصالح مسجد کے لئے بنانا شرعاً درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ غرض کہ اندرونِ مسجد یا تحت مسجد یا بالائے مسجد میں کوئی مکان بنانا مصالح مسجد کے لئے درست وجائز ہے۔ وہ مکان مسجد کو مسجد کے حکم سے خارج نہ کرے گا۔ فتح القدیر وغیرہ میں بھی مرقوم ہے بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لمصالح المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد بل ھو من تتمیم مصالح المسجد کسرداب مسجد بیت المقدس ھذا ھو ظاہر المذہب۔

شیخ العرب والعجم سیدی ومولائی طالب الحسنین تحریر فرماتے ہیں وبہ قال شیخنا العالم الامام الربانی محمد عبدالوہاب الملتانی محدث اہل الہند علی رغم انف الحاسدین والمعاندین طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ (آمین ثم آمین)

مانصہ "اور جو وقف کیا دکان زیرو بالا کو مصالح مسجد اور خرچ مرمت مسجد کے تو وہ مسجد حکم مسجد شرعی میں ہوگی" الخ

رہا مسئلہ پائخانہ ووضو وغیرہ کے لئے مطاہر سو حدیث شریف میں علی ابواب المساجد بنانے کا حکم وارد ہے چنانچہ مجمع الزوائد میں ایک حدیث صریح اس امر پر دال موجود ہے یا مسجد کے حد فاصل اس کے لئے ضروری ہے تا مسجد اور خارج مسجد میں امتیاز ہو والا نفس مسجد موقوفہ میں ان اشیاء کا بنانا درست نہیں ھذا ما وضح لی وھو الحق الواضح ان شاء ربی واللہ الموفق۔

قسامت فی الجاہلیہ میں پچاس آدمیوں کی قسم کیوں رکھی گئی؟ کیا شہادت وقسم میں فرق ہے؟ قسامت میں دیت ہے یا قصاص؟

سوال (۳۴۵) مسئلہ قسامت فی الجاہلیۃ کو اسلام نے برقرار رکھا ہے۔ اس میں پچاس آدمیوں کی قسم کیوں رکھی گئی قسم تو یقینی وعینی شہادت پہ اسلام میں رکھی گئی ہے حالانکہ اس کی بنا ظن غالب پر ہے جہاں مظنہ عداوت ودشمنی ہو چنانچہ واقعہ خیبر جو زمانہ نبوی میں ہوا اور ایک انصاری کو یہود نے شہید کردیا وہاں صرف دو صحابی تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولیاء قتیل کے پچاس اشخاص سے قسم کا مطالبہ کیا حالانکہ وہ عین واقعہ پر موجود نہ تھے کیا شہادت وقسم میں فرق ہے یا دونوں ایک

ہیں؟ قسامت میں دیت ہے یا قصاص؟ یہ ایک علمی سوال ہے براہ کرم اس پر ذرا غور فرما کر جواب دیں۔

(سائل مذکور)

جواب (۳۴۵) از جناب مولٰنا المحترم عبد الجلیل صاحب سامرودی

قسامت و شہادت میں فرق ہے۔ موطا میں ہے إِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَ الْقَسَامَةِ فِي الدَّمِ وَالْأَيْمَانِ فِي الْحُقُوقِ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا دَايَنَ الرَّجُلَ اسْتَثْبَتَ عَلَيْهِ فِي حَقِّهِ وَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَرَادَ قَتْلَ الرَّجُلِ لَمْ يَقْتُلْهُ فِي جَمَاعَةٍ مِنَ النَّاسِ وَإِنَّمَا يَلْتَمِسُ الْخَلْوَةَ الخ ـــــ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے اسے نہایت عمدہ اسلوب سے سمجھایا ہے۔ آپ حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ أَنَّهُ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَحْكُمُونَ بِالْقَسَامَةِ وَكَانَ أَوَّلُ مَنْ قَضَى لَهَا أَبُو طَالِبٍ كَمَا بَيَّنَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَ فِيهَا مَصْلَحَةٌ عَظِيمَةٌ فَإِنَّ الْقَتْلَ رُبَّمَا يَكُونُ فِي الْمَوَاضِعِ الْخَفِيَّةِ وَاللَّيَالِي الْمُظْلِمَةِ حَيْثُ لَا تَكُونُ الْبَيِّنَةُ فَلَوْ جُعِلَ مِثْلُ هٰذَا الْقَتْلِ هَدَرًا لَاجْتَرَأَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَلَعَمَّ الْفَسَادُ وَلَوْ أُخِذَ بِدَعْوَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ بِلَا حُجَّةٍ لَادَّعَى نَاسٌ عَلَى كُلِّ مَنْ يُعَادُونَهُ فَوَجَبَ أَنْ يُؤْخَذَ بِأَيْمَانِ جَمَاعَةٍ عَظِيمَةٍ تَتَقَرَّرُ بِهَا قَرِيبَةٌ وَهُمْ خَمْسُونَ رَجُلًا فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صلعم وَأَثْبَتَهَا۔

ہاں علت و مدار قسامت میں لوگوں نے ضرور اختلاف کر دیا ہے۔ قسامت کی مشروعیت پر جمہور صحابہ و تابعین و علماء حجاز و کوفہ و شام کا اتفاق ہے الا بعض تابعین عظام کما فی الفتح۔ امام بخاری رح کی طرف بھی یہ قاضی عیاض نے منسوب کیا ہے کما فی شرح الامام النووی مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ نے اس کا ازالہ کر دیا ہے أَمَّا قِيلَ أَنَّ مَذْهَبَ الْبُخَارِيِّ تَضْعِيفُ الْقَسَامَةِ لِأَنَّهُ صَدَّرَ الْبَابَ بِالْأَحَادِيثِ الدَّالَّةِ عَلَى أَنَّ الْيَمِينَ فِي جَانِبِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَأَوْرَدَ طَرِيقَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَهُوَ جَلِيٌّ عَلَى الْقَوَدِ وَعَدَمِ وُجُوبِ الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةَ قُلْتُ وَالَّذِي يَظْهَرُ لِي أَنَّ الْبُخَارِيَّ لَا يُضَعِّفُ الْقَسَامَةَ مِنْ حَيْثُ هِيَ بَلْ يُوَافِقُ الشَّافِعِيَّ فِي أَنَّهُ لَا قَوَدَ فِيهَا وَيُخَالِفُهُ فِي أَنَّ الَّذِي يَحْلِفُ فِيهَا هُوَ الْمُدَّعِي بَلْ يَرَى أَنَّ الرِّوَايَاتِ اخْتَلَفَتْ فِي ذٰلِكَ فِي قِصَّةِ الْأَنْصَارِ وَيَهُودِ خَيْبَرَ فَيَرُدُّ الْمُخْتَلَفَ إِلَى الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ مِنْ أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فَمِنْ ثَمَّ أَوْرَدَ رِوَايَةَ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ فِي بَابِ الْقَسَامَةِ وَطَرِيقَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ فِي بَابٍ آخَرَ وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ تَضْعِيفُ أَصْلِ الْقَسَامَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَمَا فِي الْفَتْحِ۔

علامہ ابن قیم رح نے اعلام میں نہایت نفیس تحقیق کو حوالہ قلم کیا ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے تمام شبہات کو زائل کر دیتی ہے لکھتے ہیں۔

المثال الثاني والعشرون رد حديث القسامة الصحيح الصريح المحكم بالمتشابه من قوله لو يعطى الناس بدعواهم لادعى رجال دماء رجال وأموالهم ولكن اليمين على المدعى عليه والذي شرع الحكم بالقسامة هو الذي شرع أن لا يعطى أحد بدعواه المجردة وكلا الأمرين حق من عند الله لا اختلاف فيه ولم يعط في القسامة بمجرد الدعوى وكيف يليق بمن بهرت حكمة شرعه العقول أن لا يعطي المدعي بمجرد دعواه عودا من أراك ثم يعطيه بدعوى مجردة دم أخيه المسلم وإنما أعطاه ذلك بالدليل الظاهر الذي يغلب على الظن صدقه فوق تغليب الشاهدين وهو اللوث والعداوة والقرينة الظاهرة من وجود العدو مقتولا في بيت عدوه فقوى الشارع الحكم بهذا السبب باستحلاف خمسين من أولياء القتيل الذين يبعد ويستحيل اتفاقهم كلهم على رمي بريء ليس منه بسبيل ولا يكون فيهم رجل رشيد يراقب الله الى آخر ما قال رحمه الله رحمة واسعة والله أعلم وعلمه أتم وأحكم۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم و ۱۵ ؍ شوال ۱۳۶۹ھ جلد ۳۰ نمبر ۱۱

عقائد اہلحدیث واحناف دیوبند میں فرق ہے یا نہیں؟ مقلدین فرقہ ناجیہ ہیں یا نہیں؟

سوال (۳۴۶) عقائد اہل حدیث واحناف دیوبند میں فرق ہے یا نہیں؟ اور مقلدین ائمہ اربعہ باوجود وجوب تقلید شخصی اور عصبیت مذہبی کے فرقہ ناجیہ ہیں یا نہیں؟ حالانکہ تقلید شخصی ....

السائل:- ابو محمد عبد الحق المحمدی مستوئی بہاولپور اسٹیٹ

جواب (۳۴۶) از جناب حضرت الفاضل المحترم مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی

عقائد اہلحدیث و دیوبند احناف میں زمین وآسمان کا فرق ہے بلکہ اہلحدیث اہلحدیث کے عقائد میں فرق ہے۔ گو اس پر تعجب ضرور ہوگا مگر حقائق کے معلوم ہونے کے بعد یہ تعجب تعجب نہیں رہ سکتا۔ میں اس کی قدرے تفصیل کرتا ہوں غور سے سنیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ صفحہ ہستی پر مشہور لوگوں میں ناجی اور غیر ناجی دو فرقے قرار دیئے جاتے ہیں ناجی ہونے کا یا یوں سمجھئے ناجی دو جماعتیں محصور اور محدود قرار پائے ایک ماتریدی، دوسرا اشعری۔

ماتریدی کے عقائد کو علی العموم احناف نے حرز جان قرار دیا ہے اور دیگر ارباب مذاہب شافعی، مالکی، حنبلی نے اشاعرہ ابوالحسن اشعری کا اعتقاد حرز جان بنا لیا ہے اب اشعری دو طریق پر منقسم ہو گئے ایک اشعری قدیم اور ایک اشعری جدید۔

قدیم اشعری مؤلین اور مؤولین کے سردار ہیں۔ ان میں ابن رک، باقلانی، ندوی خطابی وغیرہ۔ اور تمامی ارباب مذاہب سوا احناف ماتریدی اور ایک اشعری جدید۔ یہ وہ جماعت ہے کہ ابوالحسن اشعری کے مؤخر عقیدہ کے دلدادہ ہوئے اور یہ انکا اخیر عقیدہ ابانہ مجسم موجود ہے۔ اجرار الصفات علی الظواہر صفات باری کو بلا تاویل تسلیم کرنا۔ امام ابوالحسن اشعری نے اپنے عقیدہ سے رجوع کیا۔ امام ابن عساکر نے ایک اس امر میں کتاب بھی تالیف کی۔ اس عقیدہ کے حامل اس لوا اور علم کی برادری امام ابن تیمیہ حرانی اور ان کے تلمیذ ابن القیم اور متاخرین سے محمد بن عبدالوہاب اور اہل نجد ہوئے۔ اور یہی عقیدہ امام بخاری و مسلم و ارباب سنن کا تھا۔ ان لوگوں نے صرف اس کی تجدید کی کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کی۔ ارباب مذاہب میں بھی دو قسم کے لوگ چلے آئے ایک خالص شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی، اور ایک مکسچر، وہ اس طرح کہ اصولاً حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فروعاً معتزلی۔ اور ایک اصولاً فروعاً حنفی شافعی مالکی حنبلی بہت سے حنفی ہیں شافعی ہیں فروعاً مگر اصولاً معتزلہ ہیں۔ کما لا یخفی علی من طالع کتب الطبقات۔

علی ہذا اہلحدیث بھی دو ہی قسم کے ہیں۔ ایک خالص اہلحدیث اصولاً و فروعاً۔ اور ایک فروعاً اہلحدیث اصولاً غیر اہلحدیث یعنی ماتریدی یا اشعری۔ اور یہ دونوں مذہب ہی عوام و خواص میں اہل سنت و ناجی لقب پانے کے مستحق قرار دیئے گئے اور اسی کو نظامی نے اپنے میں منظم کر لیا ہے۔ یہی درس نظامی حنفی و اہلحدیث کے عماد فضیلت کے ذمہ دار ہیں۔

مدارس اہلحدیث میں خالص اہلحدیث کے عقائد کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب درس میں رکھی ہی نہیں گئی تھی اور نہ ہی اب ہے۔ وہی درس نظامی اور عقائد نسفی وغیرہ اور ظاہر ہے جیسا تخم ریزی کیا جائے گا اسی قسم کا پھل حاصل ہوگا۔ کیکر بو کر آم کس نے حاصل کیا۔

بہر صورت جب بڑے علماء ہی اصل عقائد اہلحدیث سے بے بہرہ ہیں برا نہ مانیں تو پھر عوام میں وہ صحیح عقائد کہاں سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ بڑے علماء کا کیا قصور ان کو تو تعلیم ہی اسی کی ملی تھی وہ اپنی تعلیم کے پابند ہوتے ہیں۔ مولود فطرت اسلامی پر ضرور پیدا ہوتا ہے مگر ماں باپ یہود و نصاریٰ، مجوس وغیرہ بنا دیا کرتے ہیں

یہ ان کے روحانی آباء و اجداد کا قصور ہے۔ نہ بڑے اہلحدیثوں نے اس کا احساس کیا نہ علماء نے انہیں متنبہ کیا۔ علماء تو اس لئے کہ وہ اپنی آبائی تعلیم کے پابند ہیں۔ اس طرف بخاری و مسلم، ارباب سنن چلاتے پھرتے تھے مگر ان کی گردنیں ہمارے علماء نے دبا رکھی تھیں اس لئے کہ انہیں تعلیم ہی جداگانہ مل چکی تھی وہ کب کسی کی سنتے تھے۔ خدا بخشے مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کو کہ انہوں نے اس صحیح عقیدہ کی ہند میں بنیاد ڈالی، تبلیغ کی مگر کسی نے اس طرف ان کو نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا خدا بخشے ہمارے استاذ حضرت مولانا رئیس الموحدین ابو محمد عبدالوہاب ملتانی کو انہوں نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی سے اس عقیدہ کی تعلیم حاصل کر کے دہلی میں علم گاڑ دیا۔ آواز بلند کی۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں توحید کے گرویدہ ہوئے توحید کے نور سے منور ہوئے۔ توحید دلوں میں گاڑ دی۔ آج انکی جماعت غرباء اہلحدیث علم توحید کو لے کر شرق و غرب میں زندہ ان کی کرامت موجود و گواہ ہے ان کی دلیل سورج کی طرح ہے۔ اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ مجسمہ توحید جس نے اپنی زندگی کو خدا کے لئے وقف کیا تھا علم توحید بلند کیا تھا۔ اشاعرہ اور ماتریدیوں کے قلعوں کو پاش پاش کیا۔ کسی اہلحدیث عالم نے ان کی مساعدت نہیں کی۔ وہی اشعری قدیم و طریقہ ماتریدی کے علم بلند کئے اور اسی کے درس تدریس سے تائید کی اور اپنی ذاتوں کو علماء نامدار سے مشہور کیا۔ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ علم بردار اشعری جدید اور طریقہ محدثین کے تجدید کی بنا پر عوام میں جاہل نے نقب سے مشہور کرنے کی سعی بلیغ کی وَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔

ہمارے علماء اشعری قدیم کے دلدادہ محدثین رحمہم اللہ کے عقائد سے دور شیخ محمد بن عبدالوہابؒ میں توحید کا نقص نکالنے لگے۔

لطیفہ:۔ ایک لوٹے اور چھلنی کا ملاپ ہوا۔ ان کا ارادہ سفر کا ہوا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ہم اور آپ ہم رکاب رہیں گے۔ چھلنی کہنے لگی میاں لوٹے آپ مصاحب تو اچھے ہو مگر آپ میں ایک عیب ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمہارے میں ایک سوراخ ہے۔ لوٹے نے کہا واقعی مجھ میں ایک سوراخ ضرور ہے۔ اگر میں ایک سوراخ کی وجہ سے ہم رکاب ہونے کے قابل نہیں تو میاں چھلنی آپ میں تو بہت سے سوراخ موجود ہیں۔ فرمائیے اور انصاف سے کام لیجئے۔

اللہ۔ اللہ! ہمارے علماء جن کے عقائد اشعری قدیم ہوں اور ارباب صحاح کے بالکل خلاف ہوں اور ایک صاحب اشعری جدید اور ارباب صحاح کا ہمعصر وہ جماعت اہلحدیث سے خارج کے قابل ہو إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○

میں اپنے ہمعصر علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میری اس بات کو غلط ثابت کر کے انصافاً بتا دیں کیا آپ لوگ اشعری قدیم اور ماتریدی کے عقائد کے پابند نہیں۔ پھر تمہیں اپنے آپ کو اہلحدیث خالص کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ سورج پر خاک ڈالنا چاہتے ہو چاند کو ڈھال سے بے نور کرنا چاہتے ہو۔ کیا تم درس نظامی کے دلدادہ نہیں۔ گرویدہ نہیں معتقد نہیں اپنے عقائد اور ابانہ اشعری اور عقائد ابن تیمیہؒ سے مقابلہ کر کے دیکھو۔

میرے معزز اہلحدیث صاحبان آپ اپنی آنکھیں کھولیں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اب وہ زمانہ غفلت کا نہیں رہا۔ اگر اب بھی بیدار نہیں ہوئے تو تم سے بڑھ کر منحوس کوئی ہستی نہیں ہو گی۔ میں چوری سے باتیں نہیں کرتا ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہوں اور تمام علماء عصر کو چیلنج دیتا ہوں اور اپنی حجت قائم کرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ خداوند مجھ سے باز پرس کرے۔ لوگو! تم گواہ رہو کہ میں نے جو حق بات تھی وہ پہنچا دی ہے علی رغم انف الحاسدین۔

تازہ ترین واقعہ میرے دیکھنے میں آیا ہے کہ کراچی میں جماعت اہلحدیث کے دیرینہ اختلاف میں مصالحت ہو گئی اور اچھا ہوا ایک ہو گئے۔ معاہدے ہو گئے مگر پاکستان لائل پور ملتان وغیرہ کی طرف کے بڑے علماء اہلحدیث اس صلح سے بھی خوش نہیں بلکہ جداگانہ راگ الاپتے نظر آئے۔ کراچی کی صلح کی بنا پر ملتان وغیرہ کے جلسہ میں مولانا مرحوم کے صاحبزادہ کو جلسہ میں شریک کرنے کی درخواست افراد اہلحدیث نے کی مگر علماء نے اپنا آہستہ سے راگ الاپا کہ یہ مدعی امامت ہیں۔ اس کی بنا پر ان کو جماعت اہلحدیث سے خارج کیا ہوا ہے لہٰذا ان کی شرکت ہو تو ہم شرکت نہیں کرینگے فیا للہ العجب وضیعۃ العلم والادب۔

میں کہتا ہوں کہ یہ کس عقائد کی کتاب میں لکھا ہے کہ محض امامت کا دعویٰ کرنے سے جماعت اہل حق سے خارج ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں کیا انصار نے نہیں کہا تھا کہ "منا امیر ومنکم امیر" آیا ان کو جماعت حق سے علیحدہ اس دعوے کی بنا پر کیا تھا یا نہیں؟ میں اپنے ابنائے عصر علماء سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ کس عقائد کی کتاب کا مسئلہ ہے؟

اگر محض مولوی ثناء اللہ صاحب کے لکھنے سے اور اُن کی ہی تقلید کی بنا پر ہے تو پہلے مولوی ثناء اللہ صاحب ہی کو ملاحظہ ہو کہ وہ عقائد میں کیا مرتبہ رکھتے تھے۔ مولانا عبدالجبار صاحبؒ غزنوی، مولانا عبدالاحد صاحبؒ خانفوری اور دیگر ائمہ توحید کے فتاوے مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق کیوں ملاحظہ نہیں کئے۔ کیا مولوی ثناء اللہ کا مرتبہ مولانا عبدالجبار صاحبؒ غزنوی اور مولانا عبدالاحد صاحبؒ خانفوری اور مولانا عبدالحق

صاحب ملتانی مرحوم سے زیادہ تھا۔ نیز علماء نجد کے فتاوے بھی ملاحظہ ہوں۔
میرے معزز اہلحدیث بھائیو! سوچو اور ان مولویوں کو کچھ تو کہو اور ان سے دریافت کرو۔ آخر ہے کیا بات؟ اپنے ذاتی حسد کے پھپولے دین کی آڑ میں توڑا کرو گے۔ اس قدر پبلک پر آفتیں آئیں۔ تباہی پر تباہی آرہی ہے مگر ایک ہمارے علماء ہیں کہ حسد اور بغض اور کینہ کو دل سے نکالنے ہی کو گناہ کبیرہ تصور کرتے ہیں۔ للہ در القائل ؎

لَقَدْ أَسْمَعْتَ لَوْ نَادَيْتَ حَيًّا ۔ وَلٰكِنْ لَا حَيَاةَ لِمَنْ تُنَادِيْ

اے علماء نامدار! آخر ایک روز مالک حقیقی کے دربار میں حاضری دینی ہے اور جواب دہی کرنی ہے اپنے علم کے غرور میں نہ بھول جاویں۔ میں خدا کی عنایت سے خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ ہمارے علماء کس قدر پانی میں تیر رہے ہیں مجھ سے او جھل نہیں ہیں تمام حضرات کو معلوم ہے کہ سامرودی کو کسی سے خاص تعلق نہیں، نہ کسی سے کوئی عداوت، نہ ہی اپنے مالداروں کے تر نوالوں کی امنگ ظاہر کی۔ ایک گوشہ نشیں روکھی سوکھی پر زندگی بسر کرکے خدمت خلق و دین کی حتی الامکان کرتا ہے اور حق کی تبلیغ اور آواز و علم برداری کرتا ہے خواہ کوئی راضی ہوں یا نہ ہوں۔ خداوند نیک سمجھ دے اور ہمارے علماء کو قائدین خیر بنا دے اور قائدین شر سے دور رکھے۔

اہلحدیث برادرو! حق اور ناحق میں امتیاز کرو۔ میں نے اصل کسوٹی آپ کے سامنے پیش کردی ہے۔ اب آپ خود سوچ سمجھ سکتے ہیں۔ آج معتزلہ جہمیہ کے عقائد رکھتے ہوئے عالم اہلحدیث کا علم بند کیا جائے اور صحیح اور خالص عقیدہ توحید کے حامل اور علم بردار ی کرنے والے عالم مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحت الثریٰ میں پہنچانے کی ناجائز سعی کیجائے أَنْصِفْ فِيْ نَفْسِكَ يَا فَتٰى۔

ایک دوسری شق سوال کی باقی رہی جو سائل نے پیش کی ہے وہ یہ ہے،
مقلدین ائمہ اربعہ الیٰ ان قال فرقہ ناجیہ ہیں یا نہیں؟

مختصراً عرض ہے کہ ہر انسان پر خدا اور رسول کی ہی تابعداری لازم کی گئی ہے زمانہ رسالت مآبؐ اور صحابہؓ و تابعینؒ عظام میں لوگوں کی اصل منشا دین نبوی کی اشاعت بالا صالت مقصود تھی۔ عصبیت اور تقلید شخصی کا وجود نہ تھا۔ گو اجتہاد میں غلطی ہوجاتی ہے مگر وہ کسی ہستی کی بنا پر نہیں۔ صرف عدم وصول کی بنا پر اس پر کسی قسم کی ملامت ہی نہ تھی۔ اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ لوگوں میں تقلید شخصی نے عروج پایا۔ اب حکم شارع و شریعت کو بھول گئے۔ اب تو اگر کوئی عمل ہے تو اپنے گروجی کا لحاظ کرتے ہوئے اور ترک عمل ہے تو گروجی کے حکم کی بنا پر۔ ان دونوں زمانے کے لوگوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا۔ قرن اول کے لوگوں کا عدم عمل یا ترک عمل محض عدم وصول پر

تھا۔ اب اپنے گروجی کے ارشاد کی بنا پر جسے دوسرے معنوں میں کہتے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وہ ناجی یہ ناجی ہرگز نہیں۔ مزید تفصیل حجۃ اللہ البالغہ۔ عقد الجید۔ انصاف ودیگر کتب میں ملاحظہ کرسکتے ہیں واللہ اعلم

حدیث فرق اسلام میں جو فرقہ ناجیہ کے علاوہ لفظ کُلُّهُمْ فِی النَّار آیا ہے اس سے خلود مراد ہے یا محض دخول۔ فرقہ ناجیہ معصیت کی وجہ سے دوزخ میں جائیگا یا نہیں اگر جائیگا تو پھر سب کیلئے نار ہے وجہ فرق کیا ہے۔ حدیث افتراق امت صحیح ہے یا ضعیف مذاہب اربعہ افتراق امت کا ذریعہ ہیں یا نہیں؟ وغیرہ

سوال (۳۴۷) حدیث فرق اسلام میں جو فرقہ ناجیہ کے علاوہ لفظ کُلُّهُمْ فِی النَّارِ آیا ہے اس سے خلود مراد ہے یا محض دخول؟ اور فرقہ ناجیہ بوجہ اپنی معصیت کے دوزخ میں جائے گا یا نہیں؟ اگر جائے گا تو پھر سب کے لئے نار ہے وجہ فرق کیا ہے؟ اور حدیث افتراق امت صحیح ہے یا ضعیف؟ اور مذاہب اربعہ افتراق امت کا ذریعہ ہیں یا نہیں؟ اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہونا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کے خلاف ہے یا نہیں؟ بَيِّنُوْا بِالدَّلِيْلِ تُوْجَرُوْا الْجَزِيْلَ عِنْدَ الْجَلِيْلِ

(السائل:- ابو محمد عبدالحق المحمدی مستوئی بہاولپور اسٹیٹ)

جواب (۳۴۷) حدیث فرق اسلام میں کُلُّهُمْ فِی النَّارِ سے تعیین خلود وغیر خلود کی تو خدا ہی سے معلوم کرنا چاہیئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دخول نار کی خبر دی ہے۔ آگے کے معاملہ کو نہ نبیؐ نے فرمایا اور نہ ہی خدا نے اطلاع دی وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا یہ خدا کے حوالے چھوڑیئے۔ آپ اور ہم کو اس کی فکر نہ کرنی چاہیئے۔ وہاں کیا حشر ہوگا۔ وہ وہاں والے ہی جانتے ہیں۔ آپ کیوں اس فکر میں پڑتے ہیں۔ اور ہاں جب مومن جہنم میں جانے سے باز نہیں رکھا جائیگا تو پھر اسکی کیا ہستی سوچنے کی بات ہے۔

حدیث افتراق امت کی صحیح ہے۔ البتہ بہتر والی صرف یہ ناقابل قبول ہے جسے علامہ موضوعات والے اور صاحب سفر السعادت نے بھی لکھا ہے البتہ تہتر فرقے والی روایت قابل اعتماد ہے سنن میں وارد ہے۔

کسی زمانہ میں ایڈیٹر "زمزم" نے آواز اس پر اٹھائی تھی۔ راقم الحروف نے

دندان شکن جواب شائع کرادیا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ دین میں مذاہب کے خروج نے کیسے کیسے مفاسد برپا کئے ہیں اور دین قویم کے پرزے پرزے ڈھیلے کر دیئے ہیں اور احادیث نبویہ کے رد کی جو جرأت پیدا ہوئی اور جو اسپرٹ واقع ہوئی ہے وہ ظاہر ہے۔ آپ متون احادیث کو پہلے دیکھیں اور پھر شروح احادیث حنفیہ اور شوافع اور موالک اور حنابلہ کو دیکھیں اور پھر تفسیر قرآن کو اٹھا کر دیکھیں کہ کس طرح اس میں رنگ پھیلائے ہیں۔

امام نووی رح اور ابن حجرؒ اور شوکانیؒ وغیرہ ہی پر مدار نہیں۔ ان مذاہب نے یہ گل کھلائے ہیں۔ بے شمار احادیث کا رد کرایا، عقائد برباد کرائے۔ خدا انصاف نصیب کرے۔ ہمیں نفس ائمہ اربعہ سے عداوت نہیں ہے۔ وہ اہل اللہ تھے۔ ان کے مقلدین نااہل پیدا ہوئے اور اپنے ائمہ کی وصیت کے خلاف کارروائی کی اور مخلوقِ خدا کو خلجان میں ڈالدیا۔ یہ اختلاف فتنہ دجال سے کم نہیں۔ اس گورکھ دھندے سے اچھے اچھے علماء نہیں نکل سکے۔ مثنوی میں یہ اشعار قدیم نسخوں میں تھے چھٹ بھیوں نے نکالدیئے ؎

دین حق را چار مذہب ساختن ٭ رخنہ در دین نبی انداختن

مزید تسلی کرنی ہو تو حجۃ اللہ البالغہ اور عقد الجید اور تفہیمات الٰہیہ کو دیکھیں۔ برا نہ مانیں۔ خدا نیک توفیق دے۔ آمین۔

ھذا ما ظہر لی والعلم عند اللہ العلی الکبیر وانا الراجی رحمۃ ربہ ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء جلد ۳۰ نمبر ۱۹

بوقت مرمت اگر نامعلوم گاہک کی کوئی چیز بھول سے رہ جائے تو اسکے متعلق شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۴۸) میری دکان پر سائیکلوں کی مرمت ہوا کرتی ہے۔ میں سائیکل ورکس ہوں۔ بوقت مرمت گاہک کی کئی چیزیں فٹ کرنے کے بعد بھول سے رہ جاتی ہیں اور گاہک کو میں جانتا نہیں کہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور جو چیز دکان پر رہ جاتی ہے عموماً وہ ایسی ہوتی ہے کہ اس کے بغیر سائیکل چلتا رہتا ہے اور وہ چیز بھی معمولی اور کم قیمت کی ہوتی ہے اور کبھی اتفاقیہ چیزیں قیمتی بھی بھول جاتے ہیں مثلاً پمپ، خالی تھیلہ رنچ وغیرہ ان چیزوں کی حفاظت بہت مشکل ہے۔ ایسی چیزوں کے متعلق شریعت

محمدیہ کا کیا حکم ہے؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

سائل - بندہ امانت اللہ - سائیکل ورکس بہاولپور

جواب (۳۴۸) مذکورہ بالا اشیاء کی حفاظت اگر مشکل ہے تو استعمال کر سکتا ہے - بعد میں جس وقت مالک آجائے تو اس کی قیمت ادا کرے یا وہی چیز خرید کر دیدے۔

مہاجرین کو عارضی طور پر ملی ہوئی زمین میں زکوٰۃ عشر ہے یا نہیں

سوال (۳۴۹) زید کہتا ہے جو زمینیں مہاجرین کو ملی ہیں - عارضی طور پر ہم اس کے مالک ہیں اس لئے اس میں زکوٰۃ عشر نہیں ہے - بکر کہتا ہے زکوٰۃ عشر برابر دینا پڑے گا یہ خدا اور رسول کا حق ہے - زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

سائل - ابو اشفاق مولانا محمد اسحاق صاحب ضلع منٹگمری

جواب (۳۴۹) بکر کا قول صحیح ہے - زید کا قول غلط ہے - زید کا یہ کہنا کہ ہم عارضی طور پر مالک ہیں تو پھر پیداوار کے کیسے مالک بن گئے - جس طرح پیداوار کے مالک ہیں اسی طرح زمین کے مالک ہیں عشر برابر نکالنا پڑے گا۔

عشر سرکاری معاملہ کی ادائیگی کے بعد نکالا جائیگا یا پہلے؟

سوال (۳۵۰) بکر کہتا ہے کہ عشر سرکاری معاملہ وغیرہ نکال کر بعد میں نکالا جائے زید کہتا ہے کہ پہلے خدا کا حق عشر نکال کر بعد میں سرکاری معاملہ نکالا جائے - بکر کا قول صحیح ہے یا زید کا؟

(سائل مذکور)

جواب (۳۵۰) بکر کا قول غلط ہے - زید کا قول صحیح ہے - بکر کا قول آیتِ قرآنیہ کے سراسر خلاف ہے - قرآن مجید میں ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ پہلے اللہ کا حق نکال کر پھر دیگر مصارف و ضروریات میں خرچ کیا جائے فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ

جماعت غرباء اہلحدیث کراچی پاکستان

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم ربیع الاول ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ - نمبر ۵

نماز میں آپ کو السلام علیک ایہا النبی سے خطاب کیا جاتا ہے تو کیا آپ ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں؟

سوال (۳۵۱) اکثر حضرات کا خیال ہے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں

تو نماز میں آپؐ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (سلامتی ہو تجھ پر اے نبی!) سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور نمازی آپ کو خطاب کرتا ہے۔

سائل:۔ منشی عبدالعزیز صاحب مالک فرم عزیز تھریڈ بال فیکٹری کراچی۔

جواب (۳۵۱) قارئین کرام! یہاں دو مقام ہیں ایک یہ کہ اگر آپ حاضر و ناظر نہیں تو عَلَیْكَ (تجھ پر) سے کیوں خطاب ہوتا ہے؟ دوسرا اَیُّهَا النَّبِیُّ (اے نبی!) سے کیوں خطاب ہوتا ہے۔ ہم شق ثانی کا جواب آئندہ بوقت ضرورت عرض کریں گے انشاء اللہ۔ یہاں شق اول یعنی السلام علیک کے جوابات ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

بزرگان ملت یہ بیان فرماتے آئے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (سلامتی ہو تجھ پر اے نبی!)۔ چونکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت اور صحابہ کرام کو تعلیم دیتے وقت حرف خطاب کو جس طرح کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سنا تھا، برقرار رکھا۔ اور اس کی قرآن کریم میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی وقت کسی شخصیت اور فرد کو اس کی موجودگی اور حاضری میں خطاب ہوا تھا تو آج بھی اسی خطاب کی ضمیر سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کو ضمیر خطاب سے یاد کرنے سے اس کا حاضر و ناظر ہونا کوئی بھی مراد نہیں لیتا۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو تبلیغ کی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل کا گستاخانہ الفاظ میں رد کیا۔ فرعون کی اس گستاخی پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل رکوع ۱۱) اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں اے فرعون! کہ تو تباہ کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں یا فرعون کے جملے کو ذہن میں محفوظ رکھئے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ واشتہ آید بکار۔ البتہ ملاحظہ کیجئے کہ آج بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں قرآن مجید پڑھنے والے مسلمان لَاَظُنُّكَ کو خطاب کی ضمیر سے ہی پڑھتے ہیں لیکن اس سے فرعون کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام سے جب عزیز مصر کی بیوی نے ایک مخصوص ڈرامہ کھیلنا چاہا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی طہارت اور عصمت پر عزیز مصر کی بیوی کے خاندان ہی سے ایک شیر خوار بچے کو جب گواہ بنایا۔ ......
.... اور عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ بیچارے یوسفؑ

کا بالکل کوئی قصور نہیں بلکہ سارا قصور میری بیوی کا ہے، تو اس پر اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ ○ (پارہ ۱۲ رکوع ۱۲ سورۂ یوسف) یعنی اپنے گناہ پر معافی مانگ، بیشک تو ہی خطا کاروں میں تھی۔

اس آیت میں بھی لِذَنْۢبِكِ اور اِنَّكِ سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے اور سارے مسلمان اس کو اسی طرح پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں جانتا۔ ممکن ہے کہ فریق مخالف کرشن کنھیا کافر کی طرح اس کو بھی حاضر و ناظر جانتے ہوں کیونکہ فریق مخالف کے ولی اور بزرگ تو رحم میں نطفہ پڑتے بھی دیکھتے رہتے ہیں اور جماع کے وقت بھی موجود رہتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی سن لیجئے کہ ایک گروہ نے اس بی بی کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تسلیم کیا ہے تو پھر نہ معلوم کہ ایک نیک بی بی اور پیغمبر کی منکوحہ کو دنیا میں حاضر ہو کر لوگوں کو جماع کرتے اور رحم میں نطفے ڈالتے دیکھنے کا کیا شوق ہے؟ لاحول ولاقوۃ ایسے گندے اور نجس عقیدہ سے۔

(۳) مصر کے جیل میں بے قصور یوسفؑ کے ساتھ چند دیگر اخلاقی مجرم بھی تھے دو آدمیوں نے خواب دیکھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو تعبیر بتلائی۔ جس قیدی کو رہائی اور نجات ہونے والی تھی حضرت یوسفؑ نے اس کو کہا وَ اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ (میرا ذکر بھی اپنے آقا کے سامنے کر دینا)

اس آیت میں حضرت یوسفؑ نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر آج بھی تمام مسلمان عِنْدَ رَبِّكَ کے الفاظ سے ہی اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں لیکن اس قیدی کو کوئی حاضر و ناظر نہیں کہتا۔

جواب دوم۔ اگر ہم اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ سے حکایت نہ سمجھیں بلکہ دعا اور انشاء ہی سمجھیں تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے جیسا کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے بھائیوں، دوستوں اور اکابروں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ لکھا کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ وہ سب ہمارے پاس حاضر و موجود ہوتے ہیں ورنہ ان کو خط لکھنے کی کیا ضرورت؟ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب ہمارا خط دوستوں کو پہنچ جائے گا تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائے گا جیسا کہ بخاری اور مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ روم کو خط میں لکھا تھا اَدْعُوْكَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ (میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں)، اس کے یہ معنی تو نہ تھے کہ ہرقل آپ کے پاس حاضر اور موجود تھا۔ اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھتے کہ ہم جب اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب کرتے

ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ ہمارے پاس موجود ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ تک پہنچ جائے گا تو خطاب ہو جائے گا۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کو سلام کس طرح پہنچایا جاتا ہے۔

بخاری شریف جلد دوم ۷۰۸ میں حضرت کعب رضؓ بن عجرہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قرآن شریف میں جو صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا موجود ہے) ہم سلام کے معنی اور مطلب تو سمجھ چکے ہیں (کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھا جاتا ہے) آپ ہمیں صلوٰۃ کے معنی اور مطلب بتایئے؟ آپ نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ سے درود کی تعلیم فرمائی جو ہم نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضؓ کے نزدیک آپ پر سلام پہنچانے کا وہی طریقہ اور الفاظ تھے جو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ سے پڑھتے تھے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ملاحظہ فرمایئے

(۱) نسائی جلد اول صفحہ ۱۴۳، مسند دارمی صفحہ ۳۷۳ اور مشکوٰۃ صفحہ ۸۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنَ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ (یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچائیں) اسی طرح اسی مضمون کے قریب قریب الفاظ حضرت اوس بن اوس سے بھی روایت موجود ہے جو ابوداؤد جلد اول صفحہ ۱۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۷، نسائی جلد اول صفحہ ۱۵۴، مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۲۷۸ وغیرہ میں موجود ہے جس کی امام حاکم اور علامہ ذہبی بخاری کی شرط پر تصحیح کرتے ہیں۔ اسی مضمون کی تیسری روایت حضرت ابوالدرداء رضؓ سے مروی ہے جس کی امام فن رجال علامہ ذہبی تصحیح کرتے ہیں میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳۶۱۔

ضرورت تو نہیں کہ ہم جلیل القدر محدثین کی تصحیح کے بعد کچھ اور بھی عرض کریں۔ لیکن زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کی سند کے تمام رواۃ اور ان کی توثیق بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ رُوات یہ ہیں (۱) عبدالوہاب بن عبدالحکم وراق جو ثقہ تھے (تقریب ص ۲۴۹) (۲) معاذ بن معاذ جو ثقہ اور متقن تھے (تقریب ص ۳۵۷) (۳) سفیان ثوری جو ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام اور حجت تھے (تقریب ص ۱۵۱) (۴) عبداللہ بن السائب ثقہ تھے (تقریب ص ۲۰۰) (۵) زاذان، امام ابن معین فرماتے تھے کہ زاذان ایسے ثقہ تھے جن کی مثل کے متعلق سوال نہیں ہو سکتا۔ علامہ ابن سعد انہیں ثقہ اور

کثیر الحدیث کہتے تھے۔ محدث خطیب اور عجلی کہتے تھے ثقہ تھے۔ ابن عدی اور ابن حبان ان کی توثیق کرتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد سوم ص۳۰۳) (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی تھے۔

قارئین کرام! ہم نے ایک ایک راوی اور اس کی توثیق اور محدثین سے اس روایت کی تصحیح آپ کے سامنے عرض کردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی طرف سے درود وسلام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین اور مامور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر حاضر و ناظر ہوتے اور خود بہ نفس نفیس درود وسلام سنتے فرشتوں کی تعیین کی کیا ضرورت تھی؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ فریق مخالف قیامت تک ایک بھی حدیث صحیح سند کے ساتھ ایسی نہیں پیش کرسکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں درود وسلام خود بلاتوسط ملائکہ سن لیتا ہوں وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ اگر فریق مخالف میں جرأت اور ہمت ہے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ایک ہی ایسی حدیث پیش کردے۔ جو سند کے ساتھ اور تمام رواۃ ثقات ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا مرفوع فرمان ہو۔ آہ سچ ہے ؎

گری اسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

جواب سوم۔ ہر زبان میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں کہ کسی غائب ہستی کا فرضی طور پر تصور کرنے اور تخیل کے طور پر اپنے دل میں حاضر و ناظر سمجھ لینے پر اس سے خطاب کیا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ حقیقتاً حاضر و ناظر ہوتا ہے بلکہ یہ اپنے تخیل پر مبنی ہوتا ہے بجائے اس کے کہ عربی اور فارسی کے حوالہ جات اور محاورات نقل کروں۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے چند نظائر پیش کرنے کے بعد خاں صاحب بریلوی کے بعض اشعار نقل کردوں ایک شاعر کہتا ہے ؎

نہیں آتے ہیں وہ، نہ آئیں مرے گھر ÷ تصور میں وہ تو ہیں مہمان دل کے

ایک مجذوب صاحب کہتے ہیں ؎

چھپ سکیں گے حضور پھر کیوں کر ÷ جو تصور میں لا کے دیکھ لیا

ان دونوں شاعروں نے یہ بات واضح کردی ہے کہ اگر محبوب ہمارے گھر نہیں آتا تو نہ سہی، دل میں تو ہمارا مہمان ہے اور دل میں اس کا تصور تو ہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحب بریلوی حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں (بعض اشعار)

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا ÷ دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے ÷ یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض

بندہ اپنا کرلیا پھر تجھ کو کیا
تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
یہ ہمارا دین ہے پھر تجھ کو کیا
ہم ہیں عبد المصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

قارئین کرام! ہم سردست خاں صاحب بریلوی کی شان میں یہی کہہ کر
تو اگر مشرک ہوا پھر ہم کو کیا ❖ پیٹ کا بندہ بنا پھر ہم کو کیا
عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خاں صاحب نے نجدیوں اور دیوبندیوں کو تجھ کو کیا کے الفاظ سے بار بار خطاب کیا ہے۔ کیا واقعی تمام نجدی اور دیوبندی خان صاحب کے پاس حاضر و ناظر تھے؟ یا یہی آپ کہیں گے کہ اُن کو تخیل کے طور پر حاضر جان کر ان سے خطاب کیا ہے۔ اسی طرح آپ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ میں خطاب سمجھئے۔ یہ ہمارا دعویٰ ہی نہیں بلکہ آیئے ہم خاں صاحب سے اس کی تصدیق کرا دیتے ہیں۔ خاں صاحب امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۹۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کی تشریح نقل کرتے ہوئے کوکبۂ شہابیہ صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں۔ معنی بھی خاں صاحب ہی کے ہیں اَحْضِرْ فِي قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ:۔ التحیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کر! سلامتی ہو تجھ پہ اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت۔

قارئین کرام! دل میں حاضر کر اور تصور باندھ کے کا معنیٰ تو جانتے ہی ہونگے اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی طور پر حاضر و ناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصور باندھنے کا کیا مطلب؟ اس کو اسی طرح سمجھئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے

آپ جانتے ہی ہیں کہ حقیقتاً رویت خداوندی دنیا میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کو نہیں ہوئی تو جس طرح آپ گویا کہ دیکھنے اور حقیقتاً دیکھنے میں فرق کرتے اور جانتے ہیں اسی طرح حقیقتاً حاضر ہونے اور دل میں حاضر کرنے کا فرق سمجھ لیجئے۔ آپ کو اس میں کیوں تردد اور پریشانی لاحق ہو گئی ہے ؎

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا ❖ ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

جواب چہارم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التحیات کے الفاظ جن صحابۂ کرام

سے مروی ہیں ان میں ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں لیکن اس کو کیا کریں کہ یہی اکابر صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

(۱) صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۹۲۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اسی طرح موطا امام مالک صفحہ ۳۱۔ اور سنن الکبری جلد دوم صفحہ ۱۴۲ وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

(۳) سنن الکبری جلد دوم صفحہ ۱۴۲ وغیرہ میں حضرت قاسم بن محمد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ ہمیں التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پڑھایا اور تعلیم دیا کرتی تھیں بلکہ فتح الباری وغیرہ میں حضرت عطار تابعیؒ سے یہاں تک منقول ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھا کرتے تھے

اب غور فرمایئے اگر صحابہ کرام کا اور خصوصاً ان بزرگوں کا جن سے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کے الفاظ سے التحیات منقول ہے یہ عقیدہ ہوتا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر موجود اور حاضر ہیں تو ان کو ضمیر خطاب چھوڑنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی؟ بلکہ انہوں نے امت کی رہنمائی فرمائی کہ اگر امت اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کو اس عقیدہ سے پڑھے کہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں یا فرشتے ہمارے سلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں (تو پھر خطاب ہوجاتا ہے جیسے خطوط کی مثال ہم نے پیش کی تھی) یا اگر تخیل اور تصور میں حاضر سمجھ کر خطاب کرے تو اس کے لئے اس میں گنجائش ہے ورنہ بجائے اس کے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھیں تاکہ خبط واقع نہ ہو ف

طریق عشق میں ہم یوں سنبھل سنبھل کے چلے :: کہ جیسے ہاتھ میں لبریز جام ہوتا ہے

جواب پنجم۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کے پیش کردہ استدلال کی رو سے حاضر و ناظر ہوتے تو ایک تو صحابہ کرام کا جو نمازی ہونے کے ساتھ عربی النسل بھی تھے اور ضمیر خطاب وغیرہ کے محل وقوع اور موقع استعمال سے بخوبی واقف تھے اور حضورؐ کی فیض صحبت کی برکت سے قرآن کریم اور حدیث کے مطلب کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے اُن کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے تھا کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اور دوسرے خود حضورؐ کو اگر دوسرے (انتیوں) سے نہیں تو ان صحابہ کرام سے

ف اس تخیل و تصور کا شرع میں کوئی ثبوت نہیں نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ من ادعی فعلیہ البیان ۱۲ نائب مفتی

جو (آپ کے) نمازی بھی تھے اچھی خاصی واقفیت ہونی ضروری تھی لیکن قرآن کریم اور حدیث کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کسی صحابی کا یہ عقیدہ نہ تھا ۔

تو جل گیا کہ خانۂ امید جل گیا ٭ دل بجھ گیا ترے سخن دل کشا کے بعد

نیز میرے جد امجد نور اللہ مرقدہ اپنی قابل قدر تصنیف ہدایت النبی صفحہ ۳۹ میں رقمطراز ہیں کہ "ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے شب معراج میں خلعت انعام ملا تھا اور اسی وجہ سے خطاب أَيُّهَا النَّبِيُّ درست و جائز ہوا کہ حکایت معراجی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ قرآن و حدیث میں جابجا یا فرعون، یا ہامان، یا موسیٰ، یا رسول اللہ وغیرہ حکایت کے طور پر پڑھا جاتا ہے اور نیز صحیح بخاری فتح الباری وغیرہ حدیث کی کتابوں میں بسبب بدعقیدگی لوگوں کے عبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام سے السلام علی النبی پڑھنا ثابت ہے۔ اور اگر بدعقیدگی نہ ہو تو خطاب کے ساتھ پڑھنا لازم و ضروری ہے کہ اس میں اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم کیا تھا الخ فقط

حقیر پر از تقصیر بندہ گنہگار ابو محمد عبد الغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی نمبرا۔

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۶

تاش کھیلنا شرعاً منع ہے یا نہیں؟

سوال (۳۵۲) زید کہتا ہے کہ تاش کھیلنا شرعاً منع ہے اور خنزیر کے گوشت میں ہاتھ رنگنا مقصود ہے۔ بکر کہتا ہے کہ تاش وغیرہ کا کھیل دل کا بہلاوا ہے اور اس کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ ہر دو فریق میں سے کون حق پر ہے؟

(ایک مسلم خاتون)

جواب (۳۵۲) زید حق پر ہے کیونکہ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۹۳۲ حاشیہ میں ہے کُلُّ لَهْوٍ بَاطِلٌ اِذَا شَغَلَهٗ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ ۔ ابن ماجہ جلد دوم صفحہ ۱۰۸ مصری میں ہے وَكُلُّ مَا يَلْهُوْ بِهِ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمْيَهٗ بِقَوْسِهٖ وَتَادِيْبَهٗ فَرَسَهٗ وَمُلَاعَبَتَهٗ اِمْرَاَتَهٗ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ یعنی تمام کھیل باطل ہیں مگر تین کھیل عند الشرع جائز ہیں۔ تیر اندازی۔ تادیب فرس اور اپنی منکوحہ بیوی سے اور یہ بھی اُس ٹائم میں جب کہ اللہ کی اطاعت سے غافل نہ کریں۔

جماعت اسلامی والے کو ووٹ دینا کیسا ہے

سوال (۳۵۳) یہاں پر جماعت اسلامی والے ہم سے ووٹ مانگتے ہیں تو اس میں آنجناب کا جو حکم ہو کریں؟ (سائل محمد یامین ضلع سیالکوٹ)

جواب (۳۵۳) اگر وہ حق کی حمایت کریں اور قرآن و حدیث کی ترویج کریں خود بھی عامل و معتقد ہوں تو ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نام کے حنفی ماں باپ کی خدمت بجالانی کیسی ہے اور انکا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۵۴) اگر نام کا حنفی باپ ہو یا ماں ہی کیوں نہ ہو ان کی دنیاوی خدمت بجالانی کیسی ہے؟ اور ان کا جنازہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ مخالف اسلام ہونے کی وجہ سے دل تو ان کی خدمت کو بھی نہیں چاہتا۔ (سائل مذکور)

جواب (۳۵۴) والدین کی دنیاوی امور میں اطاعت و خدمت کرنی چاہیے بقولہٖ تعالیٰ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا الآیۃ۔ اور اگر بے نماز مشرک ہیں تو نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

ڈاڑھی کم از کم کتنی رکھی جائے

سوال (۳۵۵) میری ڈاڑھی بہت لمبی ہوگئی ہے۔ اگر اس کو طول میں سے کچھ کم کرانے کا حکم ہو تو فرمادیں اور کس قدر کم از کم رکھی جائے۔ اگر بالکل کم کرانے کا حکم نہ ہو تو انشاء اللہ رکھ تو رکھی ہی ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۳۵۵) افضل تو اعفاء ہے۔ اگر کسی وجہ سے ایک مشت سے زائد کو طول و عرض سے لے لے تو روا ہے۔ مسئلہ ڈاڑھی کی مفصل بحث ہمارے رسالہ صحیفہ اہلحدیث ماہ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ اور دوسری قسط ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ میں دیکھئے۔

کیا رکوع سے اٹھ کر قصداً قومہ کی دعا پڑھے بغیر سجدہ میں جانیوالے کی نماز ہو جائیگی

سوال (۳۵۶) جو شخص رکوع سے اٹھ کر قومہ کی دعا قصداً نہ پڑھے ذرا سا سر اٹھا کر سجدہ میں چلا جائے اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(حافظ اسمٰعیل صاحب خانیوال)

جواب (۳۵۶) نہیں ہوگی۔ رکوع، سجود، قومہ وغیرہ میں اطمینان واجب ہے اور صحیح طریقہ نماز کی واقفیت حاصل کرنی چاہیے جو کہ ہماری کتاب "ہدایۃ النبی" میں مفصل موجود ہے

اصلی درود کتنے ہیں اور کسی میں لفظ سیدنا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۵۷) درود شریف اصلی کتنے ہیں؟ کسی درود میں لفظ سیدنا ہے یا نہیں؟

جواب (۳۵۷) احادیث شریفہ میں درود کے متعدد الفاظ آئے ہیں۔ مشہور یہ ہے جو صحیحین میں حضرت کعب بن عجرہ رضؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان الفاظ سے درود پڑھا جائے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

عوام میں جو الفاظ مروج ہیں مثلاً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَامِيْنَا وغیرہ یہ قطعاً ثابت نہیں۔ بلکہ جو درود لوگوں کے منگھڑت ہیں مثل درود تاج، درود لکھی وغیرہ کے ان میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ہاں ابن ماجہ مصری صفحہ ۲۹۳ میں یہ الفاظ منقول ہیں:۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ الخ فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی پاکستان

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۸

کیا دوران خطبہ میں آنے والا شخص خطبہ میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے

سوال (۳۵۸) زید کہتا ہے جب امام خطبہ دے رہا ہو جمعہ کے دن اس وقت کوئی آجائے تو اس کو چاہئے بموجب حدیث شریف دو رکعت پڑھ کر بیٹھے۔ بکر کہتا ہے خطبہ کی حالت میں جمعہ کے دن نماز پڑھنی منع ہے۔

سائل۔ حسین دولھا خاں معرفت عزیز تھریڈ بال فیکٹری کراچی نمبر ۲

جواب (۳۵۸) بکر کا قول غلط اور مخالف حدیث ہے۔ زید کا قول صحیح ہے حدیث شریف میں ہے اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا (صحیح مسلم صفحہ ۲۸۷ جلد اول) یعنی جو شخص تم میں سے مسجد میں جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دو رکعت ہلکی پڑھ کر بیٹھے۔

نسائی اور ترمذی میں ہے کہ نبی علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ پڑھا رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور ایسے ہی بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے دو رکعتیں پڑھ لیں؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لے پھر خطبہ سننے کے لئے بیٹھ ۔۔۔ ان تمام تصریحات کے بموجب بکر کا قول باطل اور زید کا قول صحیح ہے

صبح کی نماز ہوتے ہوئے سنتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۳۵۹) زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں۔ بکر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کو چاہیئے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے۔ کس کا قول صحیح ہے؟

(سائل مذکور)

جواب (۳۵۹) زید کا قول صحیح ہے۔ بکر کا قول غلط بلکہ اغلط ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی۔

بموجب حدیث ہذا ہر وہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے خدا اور رسول کا نافرمان ہے جیساکہ آج کل احناف کی جملہ مساجد میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے۔ یہ سراسر نبی علیہ السلام کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْہَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝ (پارہ ۴ - سورۃ نساء)

کیا خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے؟

سوال (۳۶۰) زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے۔ بکر کہتا ہے جائز نہیں۔ کون حق پر ہے؟

(سائل مذکور)

جواب (۳۶۰) زید حق پر ہے کیونکہ خطبہ کی غرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ خطبہ بیان کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور سن کر شریعت محمدیہ کے حامل ہو جائیں۔ بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے ہوں اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے تو کیا خاک عمل کریں گے سامعین کو غیر زبان میں وعظ و تذکیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ سامعین کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا بیان ہوا اور ایسے آدمی بہت کم ہیں جو عربی جانتے ہوں۔ لہٰذا وعظ و نصیحت کا

پورا پورا فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ سامعین کی مادری زبان میں بیان کیا جا احادیث صحیحہ میں ہے کہ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ یَجْلِسُ بَیْنَہُمَا یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیُذَکِّرُ النَّاسَ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھا کرتے تھے۔ اور خطبہ میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔

پس اس حدیث سے خطبہ میں وعظ کرنا ثابت ہوا اور وعظ کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ جب سننے والوں کی زبان میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ (سورۂ ابراہیم پ۱۳) یعنی ہم نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ سمجھ کر کسی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد عمل کر سکیں اور ہمارے زمانہ والوں کی اکثر زبان اردو ہے اس لئے خطبہ کا اردو میں بیان کرنا ضروری ہوا۔ اگر صرف اس وجہ سے اردو کا خطبہ ناجائز ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم سے اردو میں ثابت نہیں ہے تو پھر قرآن مجید کا ترجمہ بھی اردو فارسی میں کرنا درست نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے مگر اس کو کوئی ناجائز نہیں بتاتا بلکہ افضل اور اولیٰ سمجھتے ہیں۔

در اصل سبب یہی ہے کہ ترجمہ اردو، فارسی یا پنجابی وغیرہ میں کرنا کوئی بات نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث دنیا میں اسی واسطے آئے ہیں کہ سب جہان کے لوگ اسے سمجھیں۔ اور سمجھنا جب ہی ہو گا کہ جب ان کی زبان میں ترجمہ کیا جائے فقط

ابو محمد عبد الغفار نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۲

مرد و عورت دونوں کی نماز میں کچھ فرق ہے یا نہیں

سوال (۳۶۱) زید کہتا ہے کہ مرد و عورت دونوں کے لئے نماز کا ایک ہی طریقہ ہے بکر کہتا ہے کہ مختلف ہے۔ عورتیں نیچی نماز پڑھیں اور مرد اونچی۔ کس کا قول صحیح ہے؟

سائل حسین دولھا معرفت عزیز مجرید بال فیکٹری کراچی

جواب (۳۶۱) زید کا قول صحیح ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی میرے جیسی نماز پڑھو۔ آپ کا یہ حکم عام ہے مرد و عورت سب کے لئے برابر ہے۔ صحیح بخاری پ۱ صفحہ ۱۴۵ میں ہے اَلْمَرْاَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الرَّجُلِ یعنی نماز میں مرد اور عورت کا ایک ہی حکم ہے۔ فتح الباری کے ص۱۲۵ میں ہے کہ جو سجدہ زمین سے چمٹ کر کیا جائے وہ خلاف شرع ہے۔

کیا مسئلہ امامت احادیث میں ہے نماز میں سلام کا جواب کس طرح دینا چاہیئے

سوال (۳۶۲) مسئلہ امامت احادیث میں ہے - نماز میں سلام کا جواب کس طرح دینا چاہیئے؟ (سائل منشی عبدالمجید خاں صاحب ضلع مظفر گڈھ)

جواب (۳۶۲) امامت کا مسئلہ برحق ہے. شریعت کا حکم ہے کہ مسلمانوں کو منتظم ہوکر رہنا چاہیئے اور تنظیم صرف امام ہی کرسکتا ہے - نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے دینا چاہیئے - منہ سے جواب دینا منع ہے -

امام الموحدین حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کے خاندان میں کتنے حافظ ہیں، کتنے مولوی اور کتنے قاری ہیں اور صاحبزادیوں میں کتنی حافظہ ہیں؟

سوال (۳۶۳) جناب قدوۃ المعلمین سراج السالکین امام الموحدین حضرت مولانا الحافظ الحاج ابو محمد عبدالوہاب صاحب رضی اللہ عنہ وعن سائر الاحباب دہلوی کے خاندان میں ماشاء اللہ کتنے حافظ ہیں کتنے مولوی اور کتنے قاری ہیں - اور صاحبزادیوں میں سے کتنی حافظہ ہیں؟ بعض کا قول ہے کہ ان میں کوئی حافظ نہیں -
(سائل مستری حاجی محمد عمر از لاہور)

جواب (۳۶۳) ماشاء اللہ چشم بد دور، نظر بد دور، بحمد اللہ وبفضلہ حضرت امام الموحدین مرحوم کے خاندان میں سولہ حافظ - چار قاری - بارہ مولوی ہیں اور صاحبزادیوں میں چھ حافظہ ہیں - اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ الْحَاسِدِیْنَ اٰمِیْنَ -

کیا حالت اذان و نماز میں سلام کرنا منع ہے؟

سوال (۳۶۴) کیا حالت اذان یا نماز میں سلام کرنا منع ہے؟
(سائل مذکور)

جواب (۳۶۴) کوئی حرج نہیں - سلام کرنا جائز ہے - موذن جواب دے سکتا ہے اور نمازی اشارہ سے جواب دے نماز میں بولنا منع ہے فقط -

حررہ العاجز ابو محمد عبدالغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ صفر ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۴ -

صفوں کے ملانے کا کیا ثبوت ہے

سوال (۳۶۵) نماز میں صفوں کے ملانے کا صحیح ثبوت لکھیں
(حافظ اسمٰعیل صاحب خانیوال)

جواب (۳۶۵) صفوں کی استواری و ترصیص کی احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے مزید دلائل اور مفصل مضمون رسالہ صحیفہ اہلحدیث بابت یکم صفر ۱۳۷۰ھ میں ملاحظہ کیجئے۔

شہادت کی انگلی التحیات اور دونوں سجدوں کے درمیان کب تک اٹھائے رکھے

سوال (۳۶۶) شہادت کی انگلی التحیات اور دونوں سجدوں کے درمیان ہر وقت اٹھائے رکھنی چاہیئے یا نہیں؟ بعض لوگ اس کو حرام و ناجائز کہتے ہیں
(سائل مذکور)

جواب (۳۶۶) رفع سبابہ مسنون ہے اس کے متعلق میرے جد امجد رضی اللہ عنہ نے اپنی قابل قدر تصنیف نماز کی کتاب ہدایت النبی میں لکھا ہے "اور انگلی سبابہ کو پہلے ہی وقت پڑھنے التحیات کے اٹھا رکھے اور وقت پہنچنے کے الا اللہ پر اشارہ کرے ہلاوے اور نیت کرے اخلاص توحید کی۔ حدیث شریف میں آیا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے کہ یہ انگلی اٹھانا التحیات میں شیطان کو لوہے کے گرز سے بھی زیادہ سخت لگتی ہے اور سلام پھیرتے تک سبابہ کو اٹھائے یعنی شہادت کی انگلی کو۔ نیز بین السجدتین اٹھانا سبابہ کا حدیث مرفوع میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد مطبع مصر ص ۳۱۷ جلد ۴۔

الغرض اس فعل مسنون کو ناجائز و حرام کہنے والے جاہل و احمق ہیں۔ بیشک اٹھانا سبابہ کا آخر تشہد تک یعنی التحیات تک کتب احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ محلی شرح مؤطا میں مرقوم ہے۔ وَنُقِلَ عَنْ بَعْضِ اَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ اَنَّهٗ يُدِيْمُ رَفْعَهَا اِلٰى اٰخِرِ التَّشَهُّدِ وَاسْتَدَلَّ لَهٗ بِمَا فِيْ اَبِيْ دَاؤُدَ اَنَّهٗ رَفَعَ اِصْبَعَهٗ فَرَاَيْنَاهُ يُحَرِّكُهَا وَيَدْعُوْ الخ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَيُسَنُّ اَنْ يَسْتَمِرَّ الرَّفْعُ اِلٰى اٰخِرِ التَّشَهُّدِ وَقَالَ اَيْضًا اَنَّهٗ يُسَنُّ رَفْعُهَا مَعَ انْحِنَائِهَا قَلِيْلًا لِخَبَرٍ صَحِيْحٍ فِيْهِ اِلٰى جِهَةِ الْقِبْلَةِ كَذَا فِي الْمُحَلّٰى شَرْحِ الْمُؤَطَّا لِمَوْلَانَا سَلَامِ اللّٰهِ الْحَنَفِيِّ مِنْ اَوْلَادِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْحَقِّ الْمُحَدِّثِ الدِّهْلَوِيِّ یعنی محلی شرح مؤطا میں ہے کہ آخر تشہد تک انگلی اٹھائے رکھے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے رفع سبابہ کیا اور حرکت دی اور التحیات کی دعا میں انگلی کو اٹھائے ہوئے پڑھتے رہے۔ تمام

ابن حجر فرماتے ہیں کہ انگلی کا اٹھانا اور اس کا استمرار مسنون ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ قبلہ کی جانب اٹھا کر رکھے اور تھوڑا سا جھکاتے رکھے۔

رفع سبابہ کے متعلق بہت سے اخبار و آثار مروی و منقول ہیں، ملا علی قاری حنفی و ملا عابد سندی و امین الدین شامی نے اٹھائیس صحابہؓ سے روایت کی ہے اور اس میں ائمہ اربعہ و علماء مقلدین سب متفق ہیں۔ ممانعت میں کوئی حدیث مرفوع یا موقوف منقول نہیں۔ ہاں کیدانی و صاحب غرائب وغیرہما نے اسکو محرمات صلوٰۃ میں ... معدود و محسوب کیا ہے۔ فَقَوْلُهُمْ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ وَاَقْوَالِ الْاَئِمَّةِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ بَاطِلٌ وَّمَرْدُوْدٌ وَّلَا يُعْبَأُ بِهٖ ان کا قول بمقابلہ نص کے باطل و مردود ہے۔ ملا علی قاریؒ وغیرہ نے اس کی خوب تردید کی ہے۔ متقدمین حنفیہ برابر اس مسئلہ کو مانتے چلے آتے ہیں مگر آج کل کے علماء احناف مسئلہ ہذا یعنی رفع سبابہ کے عامل نہیں۔ خدا ہدایت کرے۔ آمین۔

مسئلہ ہذا کے متعلق حضرت الشیخ الفاضل استاذ الاساتذہ مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ نذیریہ میں نہایت مدلل و مبسوط بحث کی ہے مَنْ شَاءَ الْبَسْطَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهِ۔

نماز میں اور التحیات میں نگاہ کس جگہ رکھنی چاہئے؟

سوال (۳۶۷) نماز میں نگاہ کس جگہ رکھنی چاہئے؟ نیز التحیات میں نگاہ کس جگہ رکھے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۶۷) نماز میں نگاہ قبلہ رو اپنے سامنے سجدے کی جگہ رکھنی چاہئے التحیات میں اپنی نگاہ شہادت کی انگلی پر رکھے۔ حدیث مرفوع میں وارد ہے۔ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ (بیہقی کذا فی المشکوٰۃ مجتبائی ص۹۱)

التحیات میں کہنی کہاں رکھنی چاہئے؟

سوال (۳۶۸) التحیات میں کہنی کس جگہ رکھنی چاہئے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۶۸) ہدایت النبی ص۳۶ میں مرقوم ہے۔ کہ داہنا ہاتھ داہنے گھٹنے زانو پہ کہنی اٹھا کر الی قولہ اور بائیں ہاتھ کو بچھا کر کہنی اٹھا کر مانند لقمہ پکڑتے کے بائیں گھٹنے زانو کے پر رکھے۔

رفع الیدین کا کیا طریقہ ہے

سوال (۳۶۹) رفع الیدین کا کیا طریقہ ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۶۹) یہ طریقہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کرکے ہتھیلیوں کو اچھی طرح کھولے اور ہاتھ کانوں یا مونڈھوں تک اٹھائے (نسائی وغیرہ)

حررہ العاجز ابو محمد عبد الغفار عفر اللہ لہ نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی۔ پاک

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم جمادی الاول ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۹

میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں

سوال (۳۷۰) میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اکثر برادران احناف کا یہ معمول ہے کہ مردہ کو قبر میں اتارنے کے بعد اذان دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز ہے چنانچہ موجدان جدید نے بھی اپنے رسالہ میں بابت جواز اذان بعد دفن میت کے حوالہ شافعی کا دیا ہے بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ (سائلان) میاں جیون جی وعبد القادر ساکنان ڈیڈوانہ ریاست جودھپور

جواب (۳۷۰) کسی میت کے دفن کے بعد اذان کہنا (جیسے کہ طریق اہل بدعت فی زماننا مروج ہے) ہرگز جائز وثابت نہیں۔ مدار ثبوت ہر شے کا امتِ محمدیہ میں دلیل شرعی پر ہوتا ہے اور وہی حجت عند الامت ہے لہٰذا ہر امر کے اثبات کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہیئے اور وہ یہاں کُلّیۃً مفقود ہے۔ پس بعد انزال میت در قبر اذان کہنا صریح بدعت وگمراہی ہے لقولہٖ علیہ السلام مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ جو کام بغرض استحسان واحتساب کیا جائے اور شریعت محمدیہ (قرآن وحدیث) اس کا ثبوت نہ ہو وہ مردود وناقابل قبول ہے (بخاری ومسلم)

جن برادران احناف کا یہ معمول ہے اُن کا بھی کوئی مذہب ودین نہیں۔ کبھی حنفی بنتے ہیں کبھی شافعی بن جاتے ہیں حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس اذان بدعیہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور پھر امام شافعی کوئی نبی نہیں جو ان کا ہر قول قابل حجت ہو نبی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہاں امام شافعی وغیرہ ائمہ سے جو مسائل موافق کتاب وسنت کے ثابت ہیں مثلاً آمین بالجہر رفعیدین۔ قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ ان کو تو یہ برادران احناف

مانتے نہیں - اور جو امور بدعیہ مثلاً اذان علی المیت، تیجہ۔ دسواں - چالیسواں وغیرہ اُن سے ثابت نہیں وہ لپک کر کرتے ہیں فیالله العجب وضیعة العلم والادب -

- نیز یہ موجدانِ جدید کیا بلا ہے - آیا اس سے مراد کوئی فرقہ ہے اور اسکا رسالہ کونسا ہے کیا نام ہے؟ ہمیں معلوم نہیں - بظاہر ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدعت نے اپنا یہ نام رکھا ہے جس کے معنے ہوئے احداث فی الدین کے مرتکب - دین الٰہی میں نئے کام ایجاد کرنے والے نئی نئی بدعتیں قائم کرنے والے سو ایسے فرقے اور ایسے رسالوں سے خدا مسلمانوں کو پناہ دے - آمین ہمارا دین تو محفوظ و مکمل ہے ہمیں کیا ضرورت کہ نئے نئے کام ایجاد کر کے بدعتی بنیں -

الغرض موجدانِ جدید کا اپنے رسالہ میں بابت جواز اذان بعد دفن میت کے امام شافعیؒ کا حوالہ دینا بناء فاسد علے الفاسد ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر صریح بہتان و افترا ہے - ہاں بعض جہلاء شافعیہ کا یہ قول ہے جسکو علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے شرح عباب میں بتصریح تام رد کر دیا ہے چنانچہ تفہیم المسائل مطبع مطبع الرحمٰن کے ص۱۱۶ میں مرقوم ہے " واذان قبر را بعض شافعیہ مسنون گفتہ بودند - ابن حجرؒ در شرح عباب برد اقوال ایشاں پرداختہ و خیر رملی در حاشیہ بحر می گوید " رَاَيْتُ فِي كُتُبِ الشَّافِعِيَّةِ اَنَّهٗ قَدْ سُنَّ الْاَذَانُ لِغَيْرِ الصَّلٰوةِ كَاَذَانِ الْمَوْلُوْدِ وَالْمَهْمُوْمِ وَالْمَصْرُوْعِ اِلٰى قَوْلِهٖ قِيْلَ وَعِنْدَ اِنْزَالِ الْمَيِّتِ الْقَبْرَ قِيَاسًا عَلٰى اَوَّلِ خُرُوْجِهٖ مِنَ الدُّنْيَا لٰكِنْ رَدَّهٗ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ شَرْحِ الْعُبَابِ -

پس معلوم ہوا کہ یہ مسلک و مذہب امام شافعیؒ کا نہیں ہے اور بعض شوافع مقلدین جو بوجہ لاعلمی کے اس طرف گئے ہیں اُن کے اقوالِ رکیکہ کو حافظ ابن حجرؒ نے صاف رد کر دیا ہے - تو یہ مسئلہ مذہب شافعی میں بھی مردود و باطل ٹھیرا - جن برادرانِ احناف نے اس بارے میں قلادہ حنفیت گردن سے نکال کر قلادہ شافعیت و موجدانِ جدید کا پہنا تھا وہ بھی تار عنکبوت سے زیادہ ثابت نہ ہوا - کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ❊ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

ایسے لوگ حنفی رہے نہ شافعی کیونکہ کتب حنفیہ میں بھی اس کی تردید بالوضاحت و بالصراحت موجود ہے - چنانچہ فتاوی شامی رد المختار میں لکھا ہے اَنَّهٗ لَا يُسَنُّ الْاَذَانُ عِنْدَ اِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِيْ قَبْرِهٖ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْاٰنَ وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ فَتَاوَاهُ بِاَنَّهٗ بِدْعَةٌ وَقَالَ مَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ سُنَّةٌ قِيَاسًا عَلٰى نَدْبِهِمَا لِلْمَوْلُوْدِ اِلْحَاقًا

بِخَاتِمَةِ الْأَمْرِ بِابْتِنِ أَثِيْتَتِهِ فَلَمْ يُصِبْ اھ یعنی میت کو قبر میں داخل کرنے کے وقت اذان مروج کہنا قطعاً ثابت نہیں۔ علامہ حافظ ابن حجر رح نے اس کے بدعت ہونے پر تصریح کی ہے اور فرمایا کہ جو شخص بچہ کی پیدائش پر قیاس کر کے اس کی سنیت کا گمان کرے وہ صائب نہیں۔ اس کا یہ گمان غلط و نادرست ہے (ملاحظہ ہو صواعق الٰہیہ مطبع احمدی ص۱۴۲)

بعض کتب میں ہے مِنَ الْبِدَعِ الَّتِيْ شَاعَتْ فِيْ بِلَادِ الْهِنْدِ الْأَذَانُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ الدَّفْنِ یعنی ہندوستان میں جتنی بدعتیں مروج ہیں ان میں سے بعد دفن میت کے قبر پر اذان کہنا بھی ہے (تفہیم المسائل ص۱۱۶) عمو و بلخی توضیح شرح تنقیح میں فرماتے ہیں اَلْأَذَانُ عَلَى الْقُبُوْرِ لَيْسَ بِشَيْءٍ یعنی قبر پر اذان کہنا کسی دلیل سے ثابت نہیں

الحاصل اس کے بدعت ہونے میں کسی مسلمان کو شک و شبہ نہیں۔

اذان علی القبر نہ شرعی معنے کی رو سے مفید و مطلوب ہے نہ لغوی معنے کی رو سے کیونکہ اذان کا معنے شرع میں اعلان کرنا واسطے آنے نماز کے وقت پر ساتھ الفاظ مخصوص کے ہے۔ اور یہ معنی اذان علی القبر پر مفقود ہے کما لایخفی۔ اور معنی اذان کا لغت میں دانانیدن و خبر کردن کا ہے اور یہ معنے بھی یہاں موافق و راست نہیں آتا کما لا یخفی علی الوجدان السلیم والرای المستقیم۔

کیا میت دفن کرنیکے بعد قبر پر اذان دینا بطور ذکر کے جائز ہے؟

سوال (۳۷۱) ہمارے یہاں ایک حنفی مولوی عبدالرحمٰن صاحب پشاوری ہر سال تشریف لاتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔ میت کو دفن کرنے کے بعد اذان قبر پر دینی جائز ہے کیونکہ یہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے لہٰذا قبر پر جیسے اور دعا کرتے ہیں ویسے ہی اذان بھی دے سکتے ہیں۔　(سائل مذکور)

جواب (۳۷۱) کوئی مولوی پشاوری ہو یا کابلی، ہندی ہو یا سندھی۔ عربی ہو یا عجمی۔ ہندوستانی ہو یا پاکستانی۔ اُس کا قول امتِ محمدیہ کے لئے قابل حجت و لائق اتباع نہیں تاوقتیکہ اس کی دلیل و تائید کتاب و سنت میں نہ ہو۔

جب دلائل بالا سے ثابت ہو گیا کہ اذان علی القبر بدعت و ناجائز ہے۔ تو کسی پشاوری یا بریلوی کے قول و فعل سے کب روا ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب مذکور کا یہ کہنا کہ میت کے لئے جیسے مغفرت کی دعا کی جاتی ہے اسی طرح اذان بھی دی جا سکتی ہے کیونکہ یہ بھی دعا ہے) قیاس مع الفارق ہے۔ اور اہل کلام و منطق کی طرح صغریٰ کبریٰ بنا کر نتیجہ نکالتا ہے اَلْأَذَانُ ذِكْرٌ وَكُلُّ ذِكْرٍ دُعَاءٌ فَالْأَذَانُ

دعاء ۔۔۔ مولوی صاحب مذکور کو چاہیئے کہ اپنے قول کے اثبات میں کوئی دلیل شرعی پیش کرتے ۔کم از کم من حیث المقلد ہونے کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی قول صحیح سنداً لاتے ۔ چونکہ مولوی صاحب مذکور حنفی مقلد ہونے کی وجہ سے قیاس کا منصب نہیں رکھتے ۔ مقلد کا من حیث المقلد فرض ہے کہ اپنے دعوے کے اثبات میں صرف اپنے مجتہد کا قول پیش کرے ۔ قیاس کرنا اور اپنے دعوے کی دلیل دینا مجتہد کا کام ہے نہ کہ مقلد کا ۔ حنفی مذہب کی مسلمہ کتاب "مسلم الثبوت" وغیرہ میں ہے اَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُہٗ قَوْلُ مُجْتَہِدِہٖ ۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان ملا مولویوں کو اپنے گھر اور مذہب کی بھی خبر نہیں ۔ اذان چونکہ باآواز بلند کہی جاتی ہے اور بقول مولوی صاحب مذکور کے اذان ذکر و دعاء ہے ۔ پس حنفی مذہب میں ذکر و دعاء کا زور سے کہنا بدعت و ناجائز ہے چنانچہ رئیس الحنفیہ ابن الہمام کی کتاب فتح القدیر میں لکھا ہے فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ بِدْعَۃٌ یُخَالِفُ الْاَمْرَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً دُوْنَ الْجَہْرِ مِنَ الْقَوْلِ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بموجب آیت مذکورہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے ملاحظہ ہو (مطرقۃ الاسلام مطبوعہ ایسوسی ایشن پریس مراد آباد ص۱۵۶)

نیز حلبی نے شرح کبیر منیہ میں لکھا ہے اِنَّ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ بِدْعَۃٌ مُخَالِفٌ لِلْاَمْرِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَہْرِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَا خُصَّ بِالْاِجْمَاعِ ۔ انتہیٰ ۔ پس بنا بریں دلائل حنفیہ مذکورہ بالا کے اور بنا بر دعاء و ذکر ہونے اذان کے اذان علی القبر بدعت و ممنوع ثابت ہوئی نہ کہ جائز ، جیسا کہ مولانا پشاوری صاحب کا دعویٰ ہے فتامل و تدبر ۔

پس قبر پر اذان دینا ، پھول ڈالنا ، چادر چڑھانا ، چراغ جلانا یہ اور اسی طرح اور اس قسم کے بدعات و محدثات و مخترعات ہیں جو شرعاً ہرگز جائز و درست نہیں ۔ خدا مسلمانوں کو کل بدعات و خلاف شرع رسومات سے محفوظ رکھے آمین ۔ فقط

حررہ الراجی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار دہلوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی آمین ۔

ما اجاب المجیب الفاضل المحترم زاد اللہ حیاتہ فہو صحیح بلا تبدیع حسب ارشاد الٰہی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ۔ دین کی تکمیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی ہے ۔ زمانہ رسالت میں شمع رسالت کے دیوانہ وار پروانے وفات پاتے تھے ۔ آنحضور علیہ السلام ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے سپرد خاک فرماتے تھے

خدائے عزوجل کی پاکی اور بڑائی بیان کرنے کے بعد منکر ونکیر کے سوال پر ان کے لئے
ثابت قدمی اور مغفرت کی دعاء کرتے تھے لیکن آں حضور علیہ السلام نے اپنے
کسی بھی جاں نثار پر اذان مروجہ نہیں کہلائی اور نہ خود کہی۔ بعد ازاں خلفاء راشدین
اور ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہ فعل نہیں پایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ فعل اسلامی ہوتا تو اول اہل اسلام جو دین اللہ الاسلام
پر اپنی جان، مال، اولاد اور ہر عزیز سے عزیز چیز نثار کرنے والے تھے وہ اس پر
عمل پیرا ہوتے اور آنے والی مسلم نسلوں کے لئے اس فعل کو روشن اور نمایاں
کر جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا یہ فعل احداث فی الدین بدعت فی الاسلام
ہے مسلمانوں کو حتماً اس سے بچنا چاہیئے، نہ صرف بچنا چاہیئے بلکہ اس بدعت
کو مٹانا چاہیئے۔ فقط مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ

رجل ناچیز:- عبدالجلیل دہلوی حال وارد کراچی

الجواب بعون الوھاب۔ اذان قبر پر دینا مکروہ اور بدعت قبیحہ ہے
کیونکہ آں حضرت صلعم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین
رحمہم اللہ سے ثابت نہیں۔ فرمایا رسول خدا نے جو دین میں نئی بات نکالے وہ مردود
ہے مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ
وَغَیْرُهٗ کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ۔ اور فقہاء لکھتے ہیں کہ قبر کے نزدیک جو امر معہود سنت
سے نہ ہو وہ مکروہ ہے۔ وَیُکْرَهُ عِنْدَ الْقَبْرِ مَا لَمْ یُعْهَدْ مِنَ السُّنَّةِ وَالْمَعْهُوْدُ
هٰهُنَا لَیْسَ اِلَّا زِیَارَةٌ وَالدُّعَاءُ عِنْدَهٗ قَائِمًا کَذَا فِی الْفَتْحِ الْقَدِیْرِ وَالْبَحْرِ وَالنَّهْرِ
وَالْعَالَمْگِیْرِیَّةِ۔ اور اصرار کرنا مکروہ پر گناہ ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی وطیبی وغیرہ نے لکھا
ہے۔ کذا فی فتاوی نذیریہ جلد اول ص۴۲۲ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العاجز ابو محمد عبدالغفار غفر اللہ لہ نائب مفتی محکمة القضاء الاسلامیہ
جماعت غرباء اہلحدیث کراچی۔

ما اجاب المجیب الاخ الاستاذ الامام الفاضل المحترم زاد اللہ
عمرہ وعلمہ فهو صحیح وخلافہ قبیح فقط۔

احقر العباد ابو عمار عبدالقہار غفر لہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

بیشک قبر پر اذان دینے کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔
کرم دہلوی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ جمادی الاول و یکم جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ
جلد ۳۱۔ نمبر ۱۰ و ۱۱

اگر عقیقہ کا جانور قربانی کے جانور کی طرح موٹا تازہ اور دو دانت والا ہو تو کیا اس میں سات حصے ہو سکتے ہیں؟

سوال (۳۷۱) زید کہتا ہے کہ عقیقہ کے لئے جانور موٹا تازہ ہو تو سات حصے ہو سکتے ہیں اور دانتوں کی شرط نہیں مگر قربانی میں دانتوں کی شرط ہے۔ بخلاف اس کے بکر کہتا ہی کہ نہیں عقیقہ کا جانور بھی قربانی کے جانور کی طرح سے دو دانت ہونا ضروری ہے۔

-اب زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا:

سائل ماسٹر محمد حنیف ضلع سیالکوٹ

جواب (۳۷۱) گائے میں سات حصے ہو سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اَلْبَقَرُ عَنْ سَبْعَةٍ (سبل السلام ج ۱ صفحہ ۱۶۲) بکری میں نہیں۔ فتح الباری پ ۲۲ صفحہ ۱۸ کتاب العقیقہ میں ہے وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰى اِجْزَاءِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ اَيْضًا وَفِيْهِ حَدِيْثٌ عِنْدَ الطَّبْرَانِيْ وَ اَبِي الشَّيْخِ عَنْ اَنَسٍ رَفَعَهٗ يُعَقُّ عَنْهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ یعنی طبرانی وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیقہ میں اونٹ، گائے، بکری تینوں جانور ہو سکتے ہیں۔

علامہ رافعیؒ فرماتے ہیں کہ گائے میں جیسے قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں ویسے ہی عقیقہ میں بھی ہو سکتے ہیں وَذَكَرَ الرَّافِعِيُّ بَحْثًا اَنَّهَا تَتَاَدّٰى بِالسَّبْعِ كَمَا فِي الْاُضْحِيَةِ ــــ فی زماننا بعض احباب کا یہ کہنا کہ "اول تو گائے عقیقہ میں جائز نہیں اگر جائز بھی ہو تو گائے صرف ایک بکری کے قائم مقام ہو سکتی ہے" بلا دلیل اور اَلدِّيْنُ يُسْرٌ کے خلاف ہے، بجائے خود دین میں تنگی پیدا کرنا ہے۔ اگر کسی روایت میں صراحت ہوتی تو ایسا کہنا بجا تھا وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔

عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط بطور افضلیت کے ہیں نہ وجوباً۔

فتویٰ بابت مختلف مسائل

سوال (۳۷۲) بعض مولوی کہتے ہیں کہ بغیر رفع یدین کے نماز ہو جاتی ہے، اصل حقیقت کیا ہے؟ کیا ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت اعوذ باللہ الخ پڑھنی چاہیئے؟ فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ ناجائز ہے؟ بوڑھا آدمی اپنے روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟۔ لبی زمین میں تمباکو لگانا ناجائز ہے یا نہیں؟ جو فریضہ خدا اور رسول زکوٰۃ نہ دے تو اسکا مال

لوٹ کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن مجید کا ادب کس طرح کرنا چاہیئے؟ بغیر عذر نمازیں جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟ (عبد العزیز اکبر آبادی)

جواب (۳۷۲) رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر دم تک کیا ہے۔ مفصل بیان رسالہ "رفع الیدین" یا نصرۃ الباری ترجمہ جزء بخاری ملاحظہ کیجئے اعوذ باللہ الخ پہلی رکعت میں پڑھنا کافی ہے۔

دعا کے متعلق رسالہ آداب دعا، تین آنے کے ٹکٹ بھیجکر منگا کر پڑھے یا "ہدایۃ النبی" نماز کی شرح کتاب ملاحظہ کیجئے۔

شیخ فانی یعنی ایسا بوڑھا کہ روزہ اس کی طاقت سے باہر ہے فدیہ دیدے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی ضعیف العمری میں رمضان کے ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا تھا جیساکہ فتح الباری پ ۱۸ ص ۱۲۳ میں ہے عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ اَفْطَرَ فِیْ رَمَضَانَ وَكَانَ قَدْ كَبُرَ فَاَطْعَمَ مِسْكِيْنًا كُلَّ يَوْمٍ۔

تمباکو اچھی چیز نہیں ہے۔ اگر نشہ آور ہے تو لگانا ٹھیک نہیں ہے۔

لوٹنے کا ہر شخص کو اختیار نہیں ہے۔ صاحب الامر امام جماعت کو کلی اختیار ہے اس کے حکم کے مطابق کیا جائے۔ وہ اُس سے زکوٰۃ اور اس کا نصف مال لے سکتا ہے۔

قرآن مجید کا ہر ممکن طریق سے ادب کرنا فرض ہے اور سب سے بڑا ادب عمل کرنا۔ اس کے اوامر و نواہی کو ماننا۔ اس کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ بغیر عذر شرعی نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

کیا نماز کہنی کھلی ہونے سے مکروہ ہو جاتی ہے؟

سوال (۳۷۳) زید کہتا ہے کہ جس کی کہنی کھلی ہوئی ہو اس کی نماز مکروہ ہے بکر کہتا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کندھے کھلے ہوئے ہوں تب نماز نہیں ہوتی۔
منشی عبد العزیز آزاد۔ کراچی۔

جواب (۳۷۳) مرد کا کرتا اگر نیم آستین ہے تو کوئی کراہت نہیں۔ ہاں پوری آستین ہو تو نیچے اتار لینی چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے وَلَا اَكُفُّ ثَوْبًا وَّلَا شَعْرًا (مسلم جلد اول ص ۱۹۳) آستین چڑھا کر نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

صبح کی نماز کی اگر ایک رکعت اور قعدہ بھی ہاتھ آجائے تو کیا سنتیں پوری کرلے

سوال (۳۷۴) حنفی کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کی اگر ایک رکعت اور قعدہ بھی ہاتھ

آجائے تب بھی دو سنتیں پوری کر لینی چاہییں؟

(کریم بخش مضوجی احمد آباد۔ انڈیا)

جواب (۳۷۴) غلط بات ہے۔ فرض نماز کی تکبیر ہوتے ہی سنتوں کی نیت توڑ دینی چاہیے۔ حدیث میں ہے اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃ (مشکوٰۃ) فرض نماز کے ہوتے ہوئے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ مفصل بحث نصرۃ الباری شرح و ترجمہ صحیح بخاری ملاحظہ ہو۔

نیت باندھنے کا کیا طریقہ ہے

سوال (۳۷۵) نیت باندھنے کا طریقہ لکھیں کیا ہے؟ (حافظ اسمٰعیل خانیوال)

جواب (۳۷۵) صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہو تو زبان سے صرف لفظ اللہ اکبر کہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آں حضرت نماز شروع کرتے تو لفظ اللہ اکبر کے ساتھ شروع کرتے۔

زبان سے مروجہ الفاظ نیت کا پڑھنا بدعت ہے۔ اس کی مفصل بحث کتاب ھدایت النبی میں دیکھیے جس کے پڑھنے سے انشاء اللہ آپ کی نماز درست ہو جائیگی۔

بدنامی کی وجہ سے سنت رسول ترک کرنا کیسا ہے

سوال (۳۷۶) بدنامی کی وجہ سے سنتِ رسول ﷺ آمین، رفع الیدین ترک کر دینا کیسا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۷۶) ہرگز جائز نہیں۔ نہایت بزدلی اور کم فہمی ہے۔ اس کا مفصل بیان رسالہ آمین اور رفع الیدین منگا کر پڑھیے۔

خلاف شرع کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۷۷) ایک شخص خواہ کیسا ہی شریعت کا خلاف کرنے والا ہو اس کے ساتھ دوسروں کو مل کر نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۷۷) "ساتھ" سے مراد اگر اس کی اقتداء ہے تو مخالف شریعت کو مستقل امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں بقول علیہ السلام اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ اور اگر صف میں مل کر کھڑا ہونا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

کانوں اور گردن کا مسح کس جگہ تحریر ہے

سوال (۳۷۸) کانوں اور گردن کا مسح کس جگہ تحریر ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۷۸) کانوں کا حدیثوں میں ہے (مشکوۃ وغیرہ) اور گردن کا مروجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احداث فی الدین ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ وشرح سفر السعادت)

سورتوں کا جواب صرف امام ہی دے یا مقتدی بھی دے

سوال (۳۷۹) سورتوں کا جواب مثلاً سورۃ رحمٰن اندر یا والتین کے بعد جو جواب دیا جاتا ہے صرف امام ہی دے یا مقتدی بھی جواب دیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۷۹) امام کی اقتداء واتباع کی وجہ سے مقتدی بھی جواب دے سکتے ہیں ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ ملاحظہ ہو قول الہادی وتذکیر الاخوان مفصل بحث تفسیر ستاری پارہ تیس میں ملاحظہ

کیا کسی صحابی کو اس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا

سوال (۳۸۰) کسی صحابی کو اس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا؟ اصل واقعہ بتائیں کیا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۸۰) صحابی کو نہیں بلکہ صحابی کے نذر غلام کو صحابی کی بیوی نے پلایا تھا وجہ یہ تھی کہ غلام گھر کا کام کاج کیا کرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنا دودھ پلادو تاکہ پردہ نہ رہے اور خاوند کے دل میں کسی قسم کا خیال یا بدگمانی پیدا نہ ہو۔ (کتب حدیث)

حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں

سوال (۳۸۱) گبھن (حاملہ) جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۳۸۱) گبھن کی قربانی کے متعلق احادیث میں کوئی صراحت نہیں آئی ہاں حدیث میں یہ ہے ذَكٰوةُ الْجَنِينِ ذَكٰوةُ اُمِّهٖ یعنی حاملہ کے ذبح کرنے سے اس کے پیٹ کا بچہ بھی حلال وذبح ہو جاتا ہے۔

شریعت نے دودھ والے جانور کو ذبح کرنے سے روکا ہے۔ فرمایا اِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ بچو تم دودھ والے جانور کو ذبح کرنے سے فقط۔

"ہم" عبد الغفار دہلوی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی پاکستان

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم شعبان ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ - نمبر ۱۵!

رکوع سے اٹھ کر مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے یا سمع اللہ لمن حمدہ بھی کہے

سوال (۳۸۲) رکوع سے اٹھ کر مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ بھی کہے یا صرف ربنا لک الحمد کہے؟

(سائل حافظ اسمٰعیل خانیوال)

جواب (۳۸۲) جب امام کہتا ہے تو مقتدی کیوں نہ کہے۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ مقتدی کو ہر امر میں امام کی اقتدا واجب ہے اِلَّا فِیْمَا نَھٰی عَنْہُ الشَّارِعُ مگر جس میں شریعت نے منع کر دیا ہو مثلاً جہری نماز میں قرأت ماسوئی فاتحہ۔ مقتدی کو چاہیے کہ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر دحالت قومہ یعنی ربنا لک الحمد پڑھے۔ نماز میں تسمیع علی الاطلاق مشروع ہے جس میں مقتدی بھی شامل ہے۔ نیز مقتدی کے لیے مستقل تسمیع بھی مشروع ہے۔ اس کی ممانعت کسی دلیل صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں۔ ہر نمازی کو چاہیے کہ جب رکوع سے سر اٹھائے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ جب رکوع سے پشت مبارک اٹھاتے تو تسمیع کرتے حدیث میں ہے ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوعاً آیا ہے کہ صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی تم سب میری طرح نماز پڑھو۔

سبل السلام ص۲۷۵ میں ہے وَظَاھِرُ قَوْلِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اَنَّہٗ یُشْرَعُ ذٰلِکَ لِکُلِّ مُصَلٍّ مِّنْ اِمَامٍ وَّمَاْمُوْمٍ اِذْ ھُوَ حِکَایَۃٌ لِمُطْلَقِ صَلٰوتِہٖ صلعم یعنی اس سے ظاہر ہوا کہ تسمیع ہر نمازی کے لیے مشروع ہے خواہ امام ہو یا مقتدی۔ اس کی صراحت مندرجہ ذیل روایت سے بھی ثابت ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ قَالَ مَنْ وَّرَاءَہٗ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یعنی علامہ دورال، فقیہ زماں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو ہم آپ کے مقتدی بھی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تھے (دارقطنی) ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ یَا بُرَیْدَۃُ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقُلْ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اے بریدہ! جب رکوع سے سر اٹھاؤ تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہو (دارقطنی)

تنبیہ:۔ فقہ حنفیہ کی کتاب منیۃ المصلی وغیرہ میں جو یہ رقوم ہے کہ وَاِنْ کَانَ مُقْتَدِیًا یَاْتِیْ بِالتَّحْمِیْدِ وَلَا یَاْتِیْ بِالتَّسْمِیْعِ یعنی مقتدی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ

نہ کہ صرف ربنا لک الحمد کہے سو یہ قطعاً غلط ہے، بے ثبوت اور خلاف حدیث رسول اللہ و تعامل صحابہ ہے جو ہرگز قابل قبول و تسلیم نہیں۔

نوٹ:۔ اگر مسئلہ ہذا کی مفصل بحث دیکھنی ہو تو ہمارا رسالہ صحیفہ اہلحدیث مجریہ ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ ملاحظہ ہو۔

جس کپڑے میں ریشم اور سوت برابر لگے ہوں کیا اُسکا پہننا مرد کو جائز ہے

سوال (۳۸۳) حضرت امام صاحب! ایک دفعہ آپ نے وعظ میں فرمایا تھا کہ مرد کو ریشمی کپڑا اور سونا حرام ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایک شخص نے ایک واسکٹ سلوائی ہے جسکے اندر سوت اور ریشم دونوں برابر لگے ہوئے ہیں، کیا یہ واسکٹ پہننی جائز ہے؟ آپ کا رسالہ صحیفہ اہلحدیث پندرھویں دن میرے پاس آتا ہے اس لیے اسکے اندر جواب تحریر فرمائیں۔ (سائل محمد عمر پاکستان ممتاز ہوٹل کراچی)

جواب (۳۸۳) مرد کو خالص ریشم پہننا حرام ہے، اگر بناوٹ میں ریشم اور سوت مخلوط ہے مثلاً تانا ریشم اور بانا سوت، یا تانا سوت اور بانا ریشم تو کوئی حرج نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُكُورِهَا (ترمذی نسائی، مشکوۃ صفحہ ۳۷۵ فی کتاب اللباس)

نکاح کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر؟

سوال (۳۸۴) نکاح کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھانا چاہیے یا بیٹھ کر؟
سائل محمد اسرائیل ضلع بیربھوم

جواب (۳۸۴) کسی حدیث میں قیام و قعود کی شرط دیکھنے میں نہیں آئی۔ قاضی کو اختیار ہے جس طرح چاہے پڑھا دے۔

تین چار ماہ کا بچہ کپڑے پر پیشاب کر دے تو کیا بغیر دھوئے اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۳۸۵) ایک آدمی مجھ کو کہتا ہے کہ اگر چھوٹا بچہ تین چار ماہ کا اوپر پیشاب کر دے تو نماز پڑھ سکتے ہیں کیا یہ ٹھیک ہے؟ (سائل محمد ادب لاہور)

جواب (۳۸۵) اگر شیر خوار لڑکا ہے تو پانی چھڑک لیں اور اگر لڑکی ہے تو پھر کپڑے دھو کر نماز پڑھیں۔ حدیث شریف میں ہے یُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ

مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ۔

اللہ ہر جگہ موجود ہے یا عرش پر ہے

سوال (۳۸۶) زید کا قول ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ بکر کا قول ہے کہ اللہ عرش پر ہے، کس کا قول غلط ہے اور کس کا صحیح؟

جواب (۳۸۶) زید کا قول غلط ہے۔ خداوند تعالیٰ بذاتہ وبنفسہ ہر جگہ موجود نہیں بلکہ عرش پر مستوی ہے جب کہ اس نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (پارہ سولھواں سورۂ طٰہٰ) لہٰذا بکر کا قول صحیح ہے۔ ہاں اسکا علم و قدرت ہر جگہ موجود ہے فقط۔

ابو محمد عبدالغفار نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲
منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم رمضان ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۷

مٹی اور گوبر ملا کر گھر لیپنا یا اُپلوں پر کھانا پکانا جائز ہے یا نہیں

سوال (۳۸۷) مٹی اور گوبر ملا کر گھر لیپنا یا اُپلوں پر کھانا پکانا جائز ہے یا نہیں: کیا آپ کی نگاہ سے ممانعت کی کوئی دلیل گذری ہے؟

سائل مولوی عمرالدین ضلع ملتان

جواب (۳۸۷) نہیں! اس کے متعلق میری نگاہ سے ممانعت کی کوئی دلیل نہیں گذری اُپلوں سے کھانا پکانے کو بعض لوگ مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ ماکول اللحم کا بول وبراز شرعاً پاک ہے۔

ہمارے شیخ الشیوخ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ الحیات بعد الممات کے صفحہ ۸۰ میں مرقوم ہے " وطہارت بول وپشک آں دسرقین ماکول اللحم نزد امام ملکؒ واحمدؒ ودیگراں از سلف وبیع آں بلانکیر یافتہ شد ونیز نزد ابوموسیٰ اشعری ظاہر چنانچہ از صنیع امام بخاریؒ مستفاد می شود ونزد حنفیہ از امام محمدؒ ثابت است چنانچہ از بحرالرائق وغیرہ واضح میشود وبیع سرقین نزد حنفیہ بلانکیر در کتب فقہ مذکور است " یعنی اونٹ کا پیشاب اور اس کی مینگنیاں اور ماکول اللحم کا گوبر امام مالکؒ وامام احمد بن حنبل ودیگر سلف مثل صحابی رسولؐ ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہ کے نزدیک پاک ہے اور اس کی بیع بلانکیر جائز و درست ہے جیسا کہ صحیح بخاری سے مستفاد ہوتا ہے۔ حنفیہ کے امام محمدؒ سے بھی اسی طرح ثابت ہے جیسا کہ بحرالرائق وغیرہ سے واضح ہوتا ہے اور اپلوں کی خرید وفروخت بھی کتب فقہ حنفیہ

میں بلانکیر مذکور ہے

والدین کی موجودگی میں نابالغہ لڑکی کو اغوا کر کے نکاح کر لینے سے کیا نکاح ہو جائے گا اور نماز قصر کتنے میل پر جائز ہے؟

سوال (۳۸۸) ایک شخص ایک نابالغ لڑکی کو اس کے والدین کی موجودگی میں نکال کر لے گیا اور نکاح پڑھوالیا۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ نیز نماز قصر کتنے میل پر جائز ہے؟
خریدار صحیفہ ۱۲۴۸

جواب (۳۸۸) نکاح نہیں ہوا۔ ایسا شخص عند الشرع مجرم ہے بغیر ولی راشد وشاہدین عادلین کے نکاح نہیں ہوتا۔ نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے۔

نماز جمعہ کے بعد حنفی کیا پڑھتے ہیں؟

سوال (۳۸۹) نماز جمعہ کے بعد حنفی کیا پڑھتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں اسکا کہیں ثبوت ہے؟ ادریس علیہ السلام آسمانوں پر کس طرح گئے تھے زندہ یا مردہ؟
مولوی سلیمان پشاور

جواب (۳۸۹) یہ تو برادران احناف سے دریافت کرنا چاہیے کہ تم کیا پڑھتے ہو؟ مشہور تو یہ ہے کہ وہ ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں اور شک کرتے ہیں کہ ہماری نماز ہوئی یا نہیں، حالانکہ احکام شرع میں شک نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں پہ زندہ اٹھائے گئے تھے۔ آپ کا وہیں انتقال ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے۔ (ابن کثیر)

فتویٰ بابت چند مسائل

سوال (۳۹۰) (۱) قبرستان میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اگر کوئی شخص صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو اور جاں کندنی کے وقت توبہ کرے تو وہ بخشا جائے گا یا نہیں (۳) ایک زمیندار کی پیداوار بیس من ہے۔ دس من مزارع لے گیا اور دس من مالک نے لیلی تو اس پیداوار میں زکوٰۃ دینی واجب ہے یا نہیں؟ (۴) زکوٰۃ کا روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں۔ (حافظ اسمٰعیل صاحب خانیوال)

جواب (۳۹۰) (۱) نہیں (۲) ایسے وقت کی توبہ عنداللہ مقبول نہیں۔ ارشاد باری ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ

اَلْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ (۳) آپس میں تقسیم سے پہلے عشر نکالنا چاہیے۔ قرآن مجید میں ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ (۴) بہتر یہی ہے کہ ذاتی مال میں سے مسجد میں لگایا جائے۔ اگر نہ ہو تو جائز ہے۔ مفسرین نے فی سبیل اللہ میں تعمیر مسجد کو بھی شمار کیا ہے۔

بوقت ختنہ حجام کو بلا کر منادی کر کے رسماً کچھ تقسیم کرنا جائز ہے؟

سوال (۳۹۱) ہمارے ہاں رواج ہے کہ ختنہ کے وقت حجام کو بلا کر عام منادی کراتے ہیں اور عورتوں کو سدّے دیتے ہیں اور گڑ وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (مولوی عالم دین ضلع ملتان)

جواب (۳۹۱) یہ سب دنیاداری رسوم ہیں۔ عہد نبوی میں اسکا ثبوت نہیں۔

ڈاڑھی مونچھ منڈانے والے وغیرہ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

سوال (۳۹۲) جو شخص ڈاڑھی منڈائے، مونچھیں منڈھوائے بودے رکھے سینما دیکھے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟ (شیخ محمد حسین منٹگمری)

جواب (۳۹۲) ہمیشہ کے لئے ایسے شخص کو امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ۔ مونچھیں منڈانا بری بات نہیں البتہ ڈاڑھی منڈانا اور بودی رکھانا شرعاً جائز نہیں۔

فتویٰ بابت متفرق مسائل

سوال (۳۹۳) (۱) خصوصاً جمعرات کو قبروں پر جا کر یٰسین پڑھ کر مردوں کی روح کو ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) عقیقہ میں اگر نو ماہ کا دنبہ یا بکرا ذبح کیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں۔ (۳) زکوٰۃ کا مہینہ کونسا ہے (۴) اگر کوئی شخص ہندوستان میں ہو اور عورت پاکستان میں آچکی ہے اور مرد ادھر آ نہیں سکتا تو عورت کا نکاح کر دیا جائے (۵) ننگے سر نماز پڑھنے کی کیا دلیل ہے؟ چوہدری فیض اللہ ضلع سیالکوٹ

جواب (۳۹۳) (۱) قبروں پر جا کر یٰسین پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے۔ سلف صالحین سے یہ طریقہ ثابت نہیں۔ حالت نزع جاں کنی کے وقت یٰسین پڑھنی چاہیے۔ (۲) اگر جانور فربہ ہے تو عقیقہ ہو جائے گا (۳) زکوٰۃ کا مہینہ مخصوص نہیں ہے، جب اور جس مہینہ میں سال پورا ہو جائے اسی مہینہ میں زکوٰۃ دیدینی چاہیے۔ (۴) شخص مذکور سے بذریعہ خط و کتابت طلاق لیکر نکاح ثانی کر دیا جائے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کی آمد کی کوئی سبیل نہ ہو۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

مسجد - اس آیت سے ثابت ہوا کہ ٹوپی یا عمامہ و صاف جوتی کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ و افضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ و صاف جوتی باعث زیب و زینت ہیں۔ اور نمازی کو اچھی ہیئت میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی شخص بلا عذر ننگے سر نماز پڑھ لے تو جائز ہے اور کوئی مضائقہ نہیں نہ اس پر کوئی عقاب و وعید ہے کیونکہ مردوں کے لئے نماز میں سر ڈھانکنا ضروری نہیں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَا يُصَلِّيْ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهِ شَيْءٌ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهُ يُصَلِّيْ عَلٰى حَصِيْرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَاَيْتُهُ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ (مسلم)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

ان تینوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ نماز میں سر ڈھانکنا ضروری نہیں ہے پس جو لوگ ٹوپی یا عمامہ یا رومال ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز بلا شک و شبہ صحیح اور درست ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے بیان کرنے کے لئے کہ صرف ایک کپڑے (چادر یا تہبند) میں بھی نماز ہو جاتی ہے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی۔ اور ظاہر ہے کہ جب صرف ایک تہبند یا ایک چادر باندھ کر نماز ادا کی جائے گی تو یقیناً سر کھلا ہوا رہے گا۔

اہل حدیثوں میں سے تو غالباً جواز نماز برہنہ سر میں کسی کو کلام نہیں اور نہ ہونا چاہیئے ہاں اکثر برادران احناف اس پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ فقہ حنفیہ کی کتاب فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے کہ وَلَا بَاْسَ بِهٖ اِذَا فَعَلَهٗ تَذَلُّلًا وَّخُشُوْعًا بَلْ هُوَ حَسَنٌ كَذَا فِي الذَّخِيْرَةِ یعنی اگر کوئی شخص بوجہ عاجزی و انکساری کے برہنہ سر نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اچھا و افضل ہے۔

میاں صاحب مرحوم قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ امامت نماز پنجگانہ جناب شاہ عبد العزیز[1] صاحبؒ کے وقت میں مولانا شاہ اسحاق[2] صاحب ہی کرتے تھے۔ ایک روز ایک ولایتی مُلّا (یعنی حنفی پٹھان) جو شریک ہوا تو دیکھا کہ امام صاحب صرف ٹوپی اوڑھے بغیر عمامہ کے نماز پڑھاتے ہیں۔ اس نے شاہ عبد العزیزؒ صاحب سے کہا

---

[1] فرزند شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی ۱۲ منہ [2] استاد مولانا نذیر حسین صاحبؒ محدث دہلوی ۱۲ منہ

کہ امام صاحب عمامہ نہیں باندھتا۔ امام کے لئے عمامہ ضروری ہے الیٰ قولہ دوسرے وقت بھی صرف ٹوپی ہی کے ساتھ نماز پڑھائی۔ تو وہ ملا نماز کے بعد بگڑ اٹھا اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہنے لگا کہ "آپ کا پیش امام عمامہ نہیں باندھتا۔ ہم لوگ عمامہ والوں کی نماز ان کے پیچھے مکروہ ہوتی ہے"۔ تب جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی جلال آگیا، جواب میں فرمایا کہ "ابھی تو اسحاق ٹوپی سر پر رکھ کر امامت کرتا ہے۔ آیندہ سے کہدوں گا کہ ننگے سر نماز پڑھاوے اور ساری دنیا کو اس کی اقتدا کرنی ہو گی"۔ (ملاحظہ ہو سوانحعمری میاں صاحب مرحوم ص۳۰)

پس معلوم ہوا کہ ایسے ایسے اجلہ علماء بھی نماز برہنہ سر کے جواز کے قائل تھے اور اس کو معیوب نہیں جانتے تھے فقط

ابو محمد عبدالغفار نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی پاکستان

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۵۱ء جلد ۳۲ نمبر ۱

کیا صحابہ کرام رفعیدین نہ کرنے والے کو کنکریاں مارتے تھے؟ چلتا یا بیٹھا ہوا شخص داہنی طرف تھوک سکتا ہے؟ اگر حالتِ نماز میں جوتیاں داہنی طرف ہوں تو کیا نماز میں خلل نہیں آئیگا۔ جمعہ میں امام یا کوئی مقرر درود پڑھوائے تو کیا یہ جائز ہے؟

سوال (۳۹۴) (۱) کیا صحابہ کرام رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریاں مارتے تھے؟ حدیث مع حوالہ لکھئے (۲) چلتا ہوا یا بیٹھا ہوا شخص داہنی طرف تھوک سکتا ہے یا نہیں؟ (۳) حالت نماز میں جوتیاں اگر داہنی طرف رکھی ہوئی ہوں تو اس سے نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا؟ (۴) جمعہ میں امام کہتا ہے کہ ایک دفعہ زور سے درود شریف پڑھو۔ یا اور کوئی مقرر اپنی تقریر میں کہے۔ ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(حافظ اسمٰعیل صاحب خانیوال)

جواب (۳۹۴) (۱) رفع یدین نہ کرنے والے کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سزا دیتے تھے۔ حدیث ملاحظہ ہو عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ اِذَا رَاٰی رَجُلًا لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَمَاہُ بِالْحَصٰی (جزء رفع یدین امام بخاری ص۱) حضرت نافع روایت کرتے ہیں تحقیق ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو دیکھتے تھے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتا اس کو کنکریاں

مارتے یعنی رفع یدین دکرنے پر سزا دیتے۔ مزید تفصیل کے لئے رسالہ رفع الیدین منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت چھ آنے۔

(۲) داہنی طرف تھوکنا نہیں چاہیئے۔

(۳) داہنی طرف جوتیاں رکھنی منع ہیں۔

(۴) یہ صرف رواج ہے۔ بہ ہیئت کذائیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں آج کل اکثر بدعتی علماء ایسا کرتے ہیں۔ آپ کا نام سنکر درود پڑھنا ثابت ہے

فرضی و نفلی نماز میں اگر امام بھول جائے تو کیا مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اور امام و مقتدی دونوں کی نماز ہو گی یا نہیں

سوال (۳۹۵) فرضی یا نفلی نماز میں تین آیت سے زیادہ یا کم میں امام اگر بھول جائے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اور مقتدی و امام دونوں کی نماز درست ہو گی یا نہیں؟

سائل مولوی اسمٰعیل حیات اللہ ضلع منٹگمری

جواب (۳۹۵) جب امام کسی نماز میں بھول جائے فرض ہو یا نفل اور تین آیت کے بعد بھولے یا تین آیت سے کم میں بھولے ہر نماز میں اور ہر صورت میں مقتدی کو لقمہ دینا درست ہے۔ اور مقتدی اور امام دونوں کی نماز درست ہو گی۔ لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے اور نہ امام کی نماز میں بلکہ امام جب بھول جائے یا اس کو متشابہ ہو جائے تو مقتدی کو لقمہ دینے کا حکم ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ يَزِيْدَ الْمَالِكِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَرَكْتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا ذَكَّرْتَنِيْهَا قَالَ كُنْتُ أُرَاهَا نُسِخَتْ قَالَ فَإِنَّهَا لَمْ تُنْسَخْ (ابوداود۔ وابن حبان)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً فَقَرَأَ فَلُبِسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأُبَيٍّ أَصَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ. الحدیث (ابوداود)

یعنی ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے اپنی قرأت میں فلاں فلاں آیت چھوڑ دی۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے لقمہ دیکر یاد کیوں نہ دلادی۔ اس نے کہا میں سمجھا شاید یہ آیت منسوخ ہو گئی ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں منسوخ نہیں ہوئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ایک دفعہ قرأت کرتے ہوئے بھول گئے۔

سلام پھیر کر آپ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے حضرت عمر رضا نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو جب میں بھول گیا تھا تو بتایا کیوں نہیں پس معلوم ہوا کہ امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

سورۂ والضحیٰ سے الناس تک کی سورتوں کے آخر میں تکبیر کہنے کی کیا دلیل ہے

کیا سورتوں کا جواب امام و مقتدی دونوں دے سکتے ہیں عمامہ اور ٹوپی کے ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیا ایک سلام پر اکتفا کر سکتے اور تین مرتبہ آمین کہہ سکتے ہیں۔ رمضان کے روزے اگر ایک سال کے اندر نہیں رکھے تو کیا دوسرے رمضان کے بعد رکھ سکتا ہے

سوال (۳۹۶) (۱) سورۂ والضحیٰ کے بعد سے والناس تک ان تمام سورتوں کے درمیان تکبیر کہنے کی دلیل مطلوب ہے۔

(۲) کیا قرآن مجید کی سورتوں کا جواب قاری (امام) اور سامع (مقتدی) دونوں دے سکتے ہیں مثلاً اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝ یا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ۝ عمرو کہتا ہے جس طرح قاری کو جواب دینا چاہیئے اسی طرح سامع کو بھی دینا چاہیئے۔ زید کہتا ہے صرف قاری دے، سامع کو دینا جائز نہیں۔ کس کا قول حق و صواب ہے؟

(۳) عمامہ اور ٹوپی کے ہوتے ہوئے امام و مقتدی نماز ننگے سر پڑھ سکتے ہیں؟

(۴) کیا امام و مقتدی ایک سلام پر ہی اکتفا کر سکتے ہیں؟

(۵) نماز میں تین مرتبہ آمین کہہ سکتے ہیں؟

(۶) رمضان کے روزے ایک سال کے اندر نہیں رکھے۔ اب کیا دوسرے رمضان کے بعد سال ہٰذا کے اندر اندر رکھ سکتا ہے؟

سائل :۔ مولوی عبدالغفار باولی والے پیش امام مسجد اہلحدیث قائد آباد کراچی

جواب (۳۹۶) (۱) سورۂ والضحیٰ سے آخر تک اللہ اکبر ہر سورت کے بعد کہنے کی دلیل یہ ہے یَقُوْلُ عِکْرِمَۃُ بْنُ سُلَیْمٰنَ قَرَأْتُ عَلٰی اِسْمٰعِیْلَ بْنِ قُسْطَنْطِیْنَ فَلَمَّا بَلَغْتُ وَالضُّحٰی قَالَ کَبِّرْ حَتّٰی تَخْتِمَ الخ یعنی عکرمہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اسمٰعیل بن قسطنطین سے قرآن مجید پڑھا۔ جب میں سورۂ والضحیٰ تک پہنچا تو استاد نے کہا اب سے آخر تک قرآن کی ہر سورت کے بعد اللہ اکبر کہا کرو کیونکہ نبی علیہ السلام نے

ابی بن کعب کو بھی حکم دیا تھا۔ اور ابی بن کعبؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو، حضرت ابن عباسؓ نے مجاہدؒ کو، اور حضرت مجاہدؒ نے عبداللہ بن کثیرؒ کو، اور عبداللہ بن کثیرؒ نے اس بات کی خبر دی اسمٰعیل بن قسطیطین کو اور اسمٰعیل بن قسطیطین نے عکرمہ کو اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا قَالَ ابْنُ کَثِیْرٍ فَھٰذِہٖ سُنَّۃٌ امام ابن کثیرؒ نے کہا اس طرح یعنی ہر سورت کے بعد والضحیٰ سے اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

(۲) عمرو کا قول اقرب الی الصواب ہے یعنی آیات مذکورہ کا جواب جس طرح قاری کو دینا چاہئے اسی طرح سامع بھی دے سکتا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقتِ قرأت ان آیتوں کا جواب دینا ثابت ہے۔ اور آپ کا کل قول وفعل امت کے لئے ہر وقت دستور العمل ہے تاوقتیکہ اس کی تخصیص کسی وقتِ خاص یا شخصِ خاص یا حالتِ خاص کے ساتھ ثابت نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَرُوِیَ اَیْضًا عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یُّصَلِّیْ فَوْقَ بَیْتِہٖ وَکَانَ اِذَا قَرَأَ اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی قَالَ سُبْحَانَکَ فَبَلٰی۔ فَسَاَلُوْہُ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ قَرَأَ فِی الصُّبْحِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی الْحَدِیْث (ابوداؤد)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَرَأَ عَلَیْھِمْ سُوْرَۃَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی اٰخِرِھَا فَسَکَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَأْتُھَا عَلَی الْجِنِّ لَیْلَۃَ الْجِنِّ فَکَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِّنْکُمْ کُنْتُ کُلَّمَا اَتَیْتُ عَلٰی قَوْلِہٖ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ قَالُوْا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ۔ (ترمذی)

خُلاصہ احادیث مندرجہ بالا کا یہ ہے کہ نبی علیہ السلام خود بھی جواب دیتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی سورتوں کے جواب دینے کی رغبت دلاتے۔

اس حدیث ترمذی سے ایک امر یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی آیتوں کا جواب قاری یا مصلی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ خود اس کلام پاک کے معنی اور موقع کے لحاظ سے ہے جبھی تو آپؐ نے صحابہ کرام کے سکوت پر اعتراض فرمایا اور جنات کے جواب دینے کو مدحیہ طور پر ذکر فرمایا۔

پس معلوم ہوا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جن جن آیتوں کا جواب دیا ہے وہ اس حیثیت سے نہیں کہ آپؐ امام تھے بلکہ ان آیات کا معنے اور موقع

ایسا ہی ہے کہ جب وہ آیت پڑھی جاوے تو پڑھنے اور سننے والا ہر شخص اس کا جواب جو احادیث سے ثابت ہو دیوے۔ اسی واسطے آپؐ نے اپنے مقتدیوں صحابہ کرام رضؓ کے سکوت یعنی جواب نہ دینے پر عیب پکڑا۔

علاوہ ازیں بعض عمومات حدیثیہ بھی اس پر دال ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ یعنی امام اسی واسطے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے ــــ بنا بریں حدیث ہذا مقتدی پر امام کے ہر فعل کی اقتدا لازم ہے، اِلّا وہ فعل کہ جس کی تخصیص و ممانعت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو جیسا کہ قرأت ماسوا فاتحہ۔

اسی طرح حضرت علی و معاذ رضی اللہ عنہما سے جامع ترمذی میں مرفوعاً آیا ہے کہ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ یعنی مقتدی کو وہی کرنا چاہیئے جو امام کرتا ہے۔

پس جب امام کسی آیت یا سورت کا جواب اس کی قرأت کی وجہ سے دے تو مقتدی و سامع امام کی اقتدا کی وجہ سے جواب دے لے تو کوئی مضائقہ نہیں ایسے مسائل میں آپس میں اختلاف بھی درست نہیں کہ اگر کسی نے جواب نہ دیا تو وہ مورد طعن و تشنیع ہو یا اس کی نماز میں قصور ہو یا جواب دینے والے کو فسادی وغیرہ کہا جائے۔ جو جواب دیتا ہے وہ اچھا کرتا ہے۔ جو نہیں دیتا وہ ان الفاظ کے ثواب سے محروم ہے۔

(۳) پڑھ سکتے ہیں۔ اس کا مفصل و مدلل جواب یکم محرم ۱۳۷۱ھ ہجری کے صحیفہ میں ملاحظہ ہو۔

(۴) ہاں ایک سلام پھیرنا بھی جائز ہے گو دونوں جانب پھیرنا افضل ہے لیکن وہ اس طریقہ پر کہ چہرہ کو ذرا سا دائیں جانب موڑ کر صرف ایک مرتبہ السلام علیکم کہے گویا ایسا معلوم ہو کہ چہرہ موڑا نہیں بلکہ اپنے سامنے ہی سلام کیا ہے کیونکہ حدیث شریف میں تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ کا لفظ آیا ہے وہو ہٰذا:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَةً وَّاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ

عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ مَرَّةً وَّاحِدَةً (ابن ماجہ)

(۵) تین مرتبہ بھی آمین کہہ سکتے ہیں جائز ہے بلکہ سنت رسول ہے جیسا کہ

طبرانی و مجمع الزوائد میں ہے وَقَالَ اٰمِیْنَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ یعنی حضور علیہ السلام نے تین مرتبہ آمین کہی۔ مزید تفصیل رسالہ آمین میں پڑھیے قیمت چھ آنے

(۶) رمضان کے روزے اس کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ فرض کی ادائیگی میں سستی اور غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔ ایک رمضان کے روزوں کی قضا کا وقت دوسرے رمضان کے آنے تک ہے۔ جب نہیں ادا کر سکا تو اب کر لے فقط۔

ابو محمد عبد الغفار نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی پاکستان

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ محرم الحرام و یکم صفر ۱۳۷۱ھ جلد ۳۲ نمبر ۳و۲

کیا سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا منع ہیں۔ تیرہ ذی الحجہ کو ایام بیض میں شمار کر کے روزہ رکھنا کیسا ہے۔ حج بدل کیلئے ہمراہ لیجائے یا وہیں سے مقرر کرے۔ قربانی کی طرح عقیقہ کی گائے میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ صدقہ میں بکری کا بچہ زندہ دیا جائے یا ذبح کر کے؟

سوال (۳۹۷) (۱) سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا منع ہے کیا قرآنی دعائیں بھی نہیں پڑھی جا سکتیں؟

(۲) ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ ایام بیض میں شمار کر کے حسب معمولِ انسانی روزہ رکھے یا ایام تشریق کی وجہ سے صریحاً کہیں ممانعت آئی ہے یا قیاس کر کے اِدھر اُدھر لگا لیا جائے۔

(۳) حج بدل کے واسطے ہمراہ لیجایا جاوے یا وہیں سے مقرر کیا جا سکتا ہے؟

(۴) قربانی کی طرح عقیقہ کی گائے میں تو غالباً سات حصہ دار شریک ہو سکتے نہ ہوں گے؟

(۵) صدقہ میں بکری کا بچہ زندہ دیدیا جاوے یا ذبح کر کے دینا ہی آیا ہے؟

سائل منشی روشن علی ضلع لائلپور

جواب (۳۹۷) (۱) دعائیہ آیات پڑھی جا سکتی ہیں بطور دعا کے نہ بطور تلاوت کے۔ حدیث شریف میں ہے وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ قرآن شریف میں اکثر آیات دعائیہ ہیں۔

(۲) ایام تشریق میں روزے رکھنے منع ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حضرت عبد اللہ

بن حذافہؓ کو بھیجا کہ وہ منیٰ میں گھوم کر منادی کر دیں کہ ان دنوں کوئی روزہ نہ رکھے۔ یہ دن کھانے پینے اور ذکر اللہ کے ہیں ۔۔۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ان دنوں کے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضور علیہ السلام کے سفید خچر پر سوار ہو کر معشر انصار میں کھڑے ہو کر یہ حکم سنایا تھا کہ لوگو! یہ دن روزے کے نہیں ہیں بلکہ کھانے پینے اور ذکر اللہ کے ہیں۔ فرمایا اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِکْرِ اللّٰہِ (ابن کثیر)

(۳) حج بدل کے واسطے لے جانا چاہئے۔ وہیں سے مقرر کرنا خرچ بچانیکا ایک بہانہ ہے۔

(۴) گائے سات بکریوں کے قائم مقام ہے۔ سات لڑکیوں یا دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کی طرف سے عقیقہ ہو سکتا ہے اَلدِّیْنُ یُسْرٌ ۔۔۔ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔

(۵) دونوں طرح اختیار ہے چاہے زندہ دے چاہے ذبح کر کے دے۔

گنّے اور پونڈے میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔ فروخت کرنے اور راب و شکر تیار کرنے کی صورت میں اسکی زکوٰۃ کس نصاب سے دیجائیگی مختلف قسم کے گنّوں کی زکوٰۃ کیونکر ادا کیجائیگی؟

سوال (۳۹۸) (۱) گنّے اور پونڈے میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ بعض لوگ گنّے کو خضروات میں داخل سمجھ کر کہتے ہیں کہ اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر گنّے میں غلہ جات کی طرح زکوٰۃ فرض ہے تو حدیث لَیْسَ فِی الْخَضْرَوَاتِ صَدَقَۃٌ کی توجیہ اور اس کا مطلب کیا ہے؟

(۲) گنّا کبھی شوگر فیکٹریوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے اور کبھی کسان خود ہی راب اور شکر تیار کرتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں اس کی زکوٰۃ کیونکر نکالی جائے گی۔ اور اس کا نصاب کیا ہے یعنی گنّے کی کس قدر پیداوار میں زکوٰۃ ضروری ہے؟۔

(۳) گنّے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص کے ہاں کئی قسم کے تیار ہوتے ہیں تو کیا وہ سب قسموں کو ملا کر نصاب پورا کرے یا ہر ایک قسم کو الگ الگ نصاب کے برابر ہونا چاہئے۔ (عبدالحق منٹگمری)

جواب (۳۹۸) (۱) زمین کی ہر وہ پیداوار جو انسان کے کھانے کے کام آئے

قوت ہو (یا دام)، اور ذخیرہ کی جا سکے اور ایک مدت تک باقی رہے سبزیوں ترکاریوں اور پھلوں کی طرح خراب نہ ہو جائے اس میں زکوٰۃ فرض ہے۔

(۱) یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْأَرْضِ (قرآن کریم) مسلمانو! اپنی حلال کمائیوں اور ان چیز سے جن کو ہم نے تمہارے فائدے کیلئے زمین سے پیدا کیا ہے زکوٰۃ دیا کرو۔

(۲) فِیْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ أَوْ کَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ وَفِیْمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (بخاری - ابوداؤد - ترمذی)

(۳) لَیْسَ فِیْ حَبٍّ وَّلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتّٰی یَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ (مسلم نسائی)

(۴) لَیْسَ فِی الْخَضْرَوَاتِ صَدَقَةٌ (ترمذی - دارقطنی وغیرہ)

آیت اور پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کی تمام پیداوار میں زکوٰۃ فرض ہے، دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور اور کسی غلہ میں جب تک پانچ وسق نہ ہو زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ان چیزوں میں ہے جو کیلی ہوں یعنی معین پیمانے سے ناپی جا سکیں۔ تیسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سبزیوں ترکاریوں پھلوں یعنی ان چیزوں میں زکوٰۃ نہیں ہے جو ذخیرہ نہ کی جا سکیں اور جلد خراب ہو جائیں قَالَ الْحَافِظُ وَهُوَ دَالٌّ عَلٰی أَنَّ الزَّکٰوةَ إِنَّمَا هِیَ فِیْ مَا یُکَالُ مِمَّا یُدَّخَرُ لِلْاِقْتِیَاتِ فِیْ حَالِ الْاِخْتِیَارِ وَهٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ وَّالشَّافِعِیِّ (فتح الباری ص۵۲ ج۶۷)

گنے سے مقصود بالذات شکر راب گڑ کا تیار کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں انسان کے کھانے کے کام آتی ہیں اور ذخیرہ کی جاتی ہیں، مدت تک خراب نہیں ہوتیں۔ بعض مقامات میں ناپ کر بھی فروخت کی جاتی ہیں اس لئے آیت اور تینوں حدیثوں کی رو سے گنے و گڑ میں بلاشک وشبہ زکوٰۃ فرض ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک تو بلا ان قیود وشرائط کے زمین کی ہر پیداوار میں زکوٰۃ فرض ہے اس لئے گنے میں بھی زکوٰۃ ضروری ہوگی وَ یَجِبُ فِیْ قَصَبِ السُّکَّرِ وَقَصَبِ الذَّرِیْرَةِ لِأَنَّهٗ یُطْلَبُ بِهِمَا نَمَاءُ الْأَرْضِ فَوُجِدَ شَرْطُ الْوُجُوْبِ فَیَجِبُ (بدائع) گنا خضروات میں داخل نہیں ہے کیونکہ خضروات سے بالاتفاق سبزیاں ترکاریاں پھل مراد ہیں جو جلد خراب ہو کر ناقابل استعمال ہو جاتے ہیں اور ذخیرہ نہیں کی جا سکتیں جیسے کھیرا، ککڑی، خربوزہ۔ تربوز۔ شلغم۔ چقندر۔ آلو۔ بیگن وغیرہ اور ہر قسم کے پھول اور ساگ پات اور امرود۔ انار۔ سیب وغیرہ وغیرہ خضراوات میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی ایک یہ دلیل بھی ہے جس کو ابوالولید الباجی مالکی نے ذکر کیا ہے وَالدَّلِیْلُ عَلٰی مَا نَقُوْلُهٗ أَنَّ الْخَضْرَاوَاتِ کَانَتْ بِالْمَدِیْنَةِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحَیْثُ لَا یَخْفٰی ذٰلِكَ وَلَمْ یُنْقَلْ أَنَّهٗ أَمَرَ بِإِخْرَاجِ

شیٔ عنھا وَلَا فیھا (منتقٰی) مزید خضراوات کی بحث تفسیر ستاری پارہ تین میں ملاحظہ ہو۔

(۲) گنّے وگڑ کا وہی نصاب ہے جو اور غلہ جات گیہوں، جو، دھان، مٹر، چنے، مسور ماش، مونگ کا ہے۔ خود راب اور گڑ تیار کرنے کی صورت میں اگر گڑ اور راب کی مقدار پانچ یعنی تین سو صاع (تقریباً ساڑھے اکیس یا بیس من انگریزی سیر سے) یا اس سے زائد ہو تو زکوٰۃ میں مجموعی مقدار کا بیسواں حصہ نکال دیا جائے کیونکہ گنا بالعموم بغیر آب پاشی کے تیار نہیں ہوتا۔ شوگر فیکٹریوں کو فروخت کر دینے کی صورت میں صحیح اندازہ کرنا چاہیئے کہ کس قدر گنّے میں کتنا راب اور گڑ تیار ہوتا ہے۔ اگر کسی کے یہاں پیداوار اس قدر ہوئی ہے کہ اندازہ میں پانچ وسق یا اس سے زائد راب تیار ہو گا تو گنا فروخت کر دینے کی صورت میں اندازہ کئے ہوئے راب کے بیسویں حصہ کی جس قدر قیمت ہو زکوٰۃ نکال دی جائے گی۔

(۳) گنّے کی تمام قسمیں ایک سمجھی جائیں گی جیسے گیہوں، کھجور کی مختلف قسمیں ایک ہی شمار کی جاتی ہیں۔ پس جب کہ مالک ایک ہی شخص ہے تو سب قسموں کو ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا۔ ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ بقدر نصاب ہونا ضروری نہیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ابو محمد عبد الغفار سلفی نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث کراچی پاکستان
منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ صفر و یکم ربیع الاول ۱۳۷۱ھ جلد ۳۲ نمبر ۴ و ۵

فجر کی جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھتے رہنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۳۹۹) فجر کی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور لوگ پاس سنتیں پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مولویوں نے ہمیں بتایا ہوا ہے کہ خواہ جماعت ہو رہی ہو پچھلی صف میں ضرور سنتیں پڑھ کر شامل جماعت ہوا کرو۔ سوال یہ ہے کہ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل۔ حبیب اللہ۔ محلہ دھاروال۔ سیالکوٹ

جواب (۳۹۹) جماعت کے ہوتے ہوئے جو لوگ پاس سنتیں پڑھتے ہیں ان کا یہ فعل نہ صرف ناجائز ہی ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی سنتیں ہوتی ہی نہیں اور عند اللہ قبول نہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ (رواہ مسلم) جب نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے جماعت کے ہوتے ہوئے سنتیں پڑھنی منع ہو گئیں۔ جو مولوی حضرات جماعت کے ہوتے ہوئے سنتیں پڑھنے کو

کہتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان معلوم ہو چکنے کے بعد اگر وہ باز نہ آئیں اور لوگوں کو منع نہ کریں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے دل میں خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہاں تک عزت اور محبت ہے؟ اور عوام پر فرض ہے کہ حدیث رسول معلوم ہو جانے کے بعد کسی مولوی کی بے سند بات نہ سنیں اور نہ اس پر عمل کریں ورنہ وہ بھی عند اللہ ماخوذ ہونگے اور اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ آیت کی زد میں آکر مولویوں کو اللہ کے سوا رب بنائیں گے جو شرک کی ایک قسم ہے۔

اگر جماعت سے پہلے یہ سنتیں نہ پڑھی جا سکیں تو پھر کب پڑھیں

سوال (۴۰۰) اگر جماعت سے پہلے یہ سنتیں نہ پڑھی جا سکیں تو پھر کب پڑھیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۴۰۰) اس کا جواب یہ ہے کہ کوشش کرنی چاہیے کہ سنتیں گھر پڑھ کر فرض نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جائیں کیونکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے کہ آپ سنتیں گھر پر ہی پڑھا کرتے تھے۔ پھر اگر آپ سنتیں پڑھے بغیر مسجد میں چلے جائیں تو اگر جماعت کھڑی نہیں ہے تو پہلے سنتیں پڑھ لیں۔ اور اگر جماعت کھڑی ہے تو جماعت میں شامل ہو جائیں۔ جب سلام پھر جائے تو کچھ ذکر اذکار کرنے کے بعد دو سنتیں پڑھ لیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ:۔

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فجر کی نماز (فرض) تو دو رکعت ہیں (صرف) دو رکعت ہیں (اور تم نے دو فرضوں کے بعد یہ دو رکعتیں کیسی پڑھی ہیں؟) اس شخص نے جواب دیا اِنِّىْ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ میں نے دو رکعتیں سنت جو فرضوں سے پہلے ہیں نہیں پڑھی تھیں، وہ اب پڑھی ہیں۔ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پھر آپ (یہ جواب سن کر) خاموش ہو گئے (جو رضامندی کی دلیل ہے) یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی شریف میں موجود ہے۔

اس حدیث شریف کی رو سے فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔

کیا شراب دوا کے طور پہ پی سکتا ہے؟

سوال (۴۰۱) کیا برانڈی (خمر) دوا کر کے پی سکتا ہوں؟ شرعاً میرے لئے

کیا حکم ہے؟ (ایک سائل)

جواب (۴۰۱) برانڈی جو خالص خمر کی ایک مشہور قسم ہے اس کے ساتھ دوا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اس لیئے کہ خمر حرام ہے "ودر حرام شفار نیست۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَکُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ (بیہقی۔ ابن حبان) جو چیز خدا نے تم پر حرام کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیئے شفار نہیں رکھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ خمر دوا ہے ہی نہیں بلکہ بجائے دوا کے دار ہے یعنی بیماری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّھَا لَیْسَتْ بِدَوَاءٍ وَّلٰکِنَّہٗ دَاءٌ (مسلم) خمر دوا نہیں ہے بلکہ (خود خمر) بیماری ہے۔ اور ابوداؤد میں ایک روایت ہے لَاتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ حرام چیز کے ساتھ دوا مت کرو۔

پس ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ برانڈی کو دوا کر کے استعمال کرنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ وہ خود ہی مرض ہے۔ برانڈی وغیرہ جملہ منشی اشیار کا ایک ہی حکم ہے۔

کیا عورتیں زیرِ ناف کے بال استرہ سے لے سکتی ہیں؟

سوال (۴۰۲) کیا عورتیں زیر ناف کے بال استرہ سے لے سکتی ہیں؟ میں نے سنا ہے کہ جو عورت استرہ استعمال کرے گی اس کی میت اتنی بھاری ہو جائے گی کہ اس کا جنازہ اٹھایا نہیں جا سکے گا اس لیئے عورتوں کو صرف پاوڈر سے ہی صفائی کرنی چاہیئے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ (محمد دین ریاستی)

جواب (۴۰۲) عورتیں مردوں کی طرح استرہ استعمال کر سکتی ہیں۔ یہ محض وہم اور شیطانی ڈھکوسلہ ہے کہ استرہ استعمال کرنے سے عورت کا جنازہ بھاری ہو جاتا ہے۔ یہ خیال سراسر لغو اور باطل ہے۔ اُسترہ بال صاف کرنے کا ایک اوزار ہے اور مقصود صفائی اور پاکیزگی ہے۔ اگر مرد اس اوزار سے مقصود پورا کر سکتا ہے تو عورت کے لیئے طہارت حاصل کرنا اس اوزار سے کیوں منع اور ناجائز ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو رات کے وقت سفر سے (ناگہاں) گھر آنے کو منع فرمایا تاکہ اس کی عورت کنگھی (وغیرہ سے بناؤ سنگار) کر لے اور استرہ کا استعمال بھی کر لے (فتح الباری)

بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَۃِ پانچ چیزیں فطرت (اسلامی) سے ہیں۔ ان پانچ چیزوں سے ایک استحداد ہے یعنی استرہ کا استعمال یہ بھی فطرت سے ہے۔ اور یہ فطرت مرد اور عورت دونوں کے لیئے یکساں ہے تو سوال کا

جچا تلا جواب یہ ہوا کہ عورت کے لئے استرہ کا استعمال بلا تشکیک وتخمین جائز ہے۔

اونچی آواز سے آمین کہنے کو شیطانی کام کہنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

سوال (۴۰۳) ایک شخص نے امام کے پیچھے آمین اونچی آواز سے کہی۔ نماز کے بعد ایک نوجوان نے آمین پکار کر کہنے والے بوڑھے آدمی کو بہت برا بھلا کہا اور کچھ زدو کوب بھی کیا۔ ایک مجلس میں یہ تذکرہ ہوا کہ فلاں مسجد میں ایک آدمی نے آمین پکار کر کہی اور ایک شخص نے اسپر اس کو مارا اور برا بھلا کہا۔ اس مجلس سے ایک آدمی بولا اور آمین پکار کر کہنے والے کے متعلق کہا کہ اسے اس شیطانی کام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ خواہ مخواہ اونچی آمین کہہ کر فساد کی صورت پیدا کی۔ اب سوال یہ ہے کہ جس آدمی نے اونچی آواز سے آمین کہنے کو شیطانی کام کہا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(عبدالرحیم کشمیری کمہار سیالکوٹ شہر)

جواب (۴۰۳) جس طرح دوپہر کا سورج واضح اور روشن ہوتا ہے اس طرح اونچی آواز سے آمین کا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت روشن ہے۔ یاد رہے کہ جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اطہر ہم کو محبوب اور پیارا ہے اسی قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل ہم کو محبوب اور پیارے ہونے چاہئیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے حضورؐ کا جسم مبارک بحد محبوب ہے لیکن آپ کے جسم مبارک کے کاموں سے وہ شخص نفرت کرے اور حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ذات اکرم پر قربان اور فدا ہونے کا دعویٰ کرے پر جو افعال اور اقوال ذات اطہر سے ظہور پذیر ہوں انہیں برا جانے اور ان سے متنافر رہے تو خوب سمجھ لیں کہ ایسے شخص نے حضور کی فرضی محبت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے اور مسلمانی کے موہوم چنار کی چھاؤں میں بیٹھ کر اپنے ایمان کے دیوالیہ پن کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ سائل کو معلوم ہونا چاہیے کہ آمین اونچی آواز سے پکارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے آپ کی سنت رفیعہ ہے۔ جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو، سنت پاک کو معاذ اللہ شیطانی کام کہا ہے وہ یقیناً کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔ اسے چاہیئے فوراً اس کلمہ سے تائب ہو ورنہ قیامت کے دن سوائے افسوس کے اور کچھ نہ ہو گا۔ ....

.... یہاں آمین آہستہ کہنے یا اونچی کہنے کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے بلکہ یہ غارت گر ایمان واسلام چیز پیش نظر ہے کہ فعل رسولؐ کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) شیطانی کام کہنا کفر و شیطنت کے کس قدر گہرے کنوئیں میں گرنا ہے۔ واضح رہے کہ سنت سنیہ مطہرہ کی اہانت مستلزم کفر ہے

اور شخص مذکور بلاریب کافر اور مرتد ہوگیا ہے۔ تمام مسلمانوں کو ایسے شخص سے کنارہ کش ہوجانا چاہیئے۔ اس کو السلام علیکم کہنا، اس سے بات چیت کرنا، اُس کے پاس بیٹھنا شرعًا حرام اور اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ سب مسلمانوں کو اسلامی غیرت اور حیا سے کام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عزت کا اس طرح ثبوت دینا چاہیئے کہ اس شخص کا مکمل طور پر سوشل بائیکاٹ کریں اور ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ کا پورا پورا نقشہ دکھائیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ○

امید ہے سنت کے عاشق، مسلمانوں کے محبوب "صحیفہ اہلحدیث" کے نوٹ کی کرنیں بھی اس مسئلہ کی اہمیت پر روشنی ڈالیں گی[1]

کیا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ مسلمان نکاح کر سکتے ہیں؟

سوال (۴۰۴) کیا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ مسلمان نکاح کر سکتے ہیں یعنی کوئی یہودیہ عورت ہو یا نصرانیہ آج کل مسلمان اس سے نکاح کرنا چاہے تو کیا بروئے اسلام اس کو اجازت ہے کہ نکاح کرلے اور نکاح کے بعد پھر وہ منکوحہ اس کے لئے حلال ہوگی

(عبدالباسط از ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کراچی)

جواب (۴۰۴) مسلمان کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی برادری میں نکاح کرے۔ اگر اس کو اپنی برادری میں اسلامی معیار پر پوری اُترنے والی اپنی پسند کی عورت نہ ملے تو پھر اسلام کی عالمگیر برادری میں ذات پات، حسب ونسب، قومیت ووطنیت کے بندھنوں سے آزاد ہوکر کسی پسند خاطر عورت کو رفیقہ حیات بنانا چاہیئے اور اگر کروڑوں مسلمان عورتوں میں سے کسی ایک کا حسن وجمال یا سیرت واخلاق اُس کے

[1] بے شک آمین کہنا نبی علیہ السلام کی سنت ہے لہٰذا مسلمان سے یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ وہ آں حضور علیہ السلام کی اس سنت کو شیطانی کام کہے یا اس سے چڑھے، سنن ابن ماجہ میں نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ یہودی آمین سے بہت چڑھتے ہیں تم بکثرت آمین کہا کرو۔ اگر شخص مذکور نے مذہبی تعصب کی بنا پر دیدہ دانستہ آمین کو شیطانی کام کہا ہے تو یقینی طور پر وہ شخص اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ محبان سنت نبویؐ اس شخص سے وہی تعلقات رکھیں جو ایک دشمن رسول کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بسبب جہالت کے کہا ہے تو پھر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد فورًا توبہ کرے اور آئندہ ایسی حرکات نہ کرے۔ آمین کہنے کو حقیر نہ جانے اور اس کے کہنے والے کو برا بھلا نہ کہے ۱۲ صحیفہ۔

مسئلہ آمین بالجہر کی مزید تفصیل ودلائل مطلوب ہوں تو پتہ ذیل سے رسالہ آمین منگوا کر ملاحظہ کریں۔ ہدیہ ایک روپیہ۔ منیجر صحیفہ اہل حدیث کراچی۔

شاہین عزم کو زیر دام نہ لا سکے اور ناچار وہ اپنی متاع دل کسی یہودیہ یا نصرانیہ، قتالہ عالم پر ہی نثار کرنے پر تُل جائے اور اس حوروش وطنازہ کو شالامار نکاح میں لائے بغیر کسی صورت بھی اُسے چین نہ آئے، تو اس حال میں اسے اسلام کی طرف سے MARRIAGE LEAVE میرج لیو (رخصت نکاح) حاصل ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ۔

لیکن یہ دیکھ لینا چاہئے اور تحقیق کر لینی چاہئے کہ وہ اہل کتاب عورت مشرکہ تو نہیں خدا کی توحید کی قائل ہے، تورات یا انجیل کو منزل من اللہ مانتی ہے اور اپنے نبی کی نبوت اور بشریت پر ایمان رکھتی ہے کیونکہ خدا نے صاف فرما دیا ہے وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ اور (خبردار) مشرک عورتوں کے ساتھ مت نکاح کرو۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ ماننا یا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت یا ابنیت کا قائل ہونا یا تثلیث فی التوحید کی شرکیہ ترکیب پر ایمان لانا مہر نیم روز سے بڑھ کر واضح شرک ہے۔

ازجناب مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ربیع الاول و یکم ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ جلد ۳۲ نمبر ۶ و ۷

دینی تعلیم پر اجرت لینا حلال ہے یا حرام؟

سوال (۵۔۴۰) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس صورت میں کہ تعلیم دینیات وغیرہ علم قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ وغیرہ پر اجرت لینا حرام ہے یا حلال ہے؟ ایک مولوی صاحب تعلیم دینیات مذکورہ بالا پر اجرت لینی حرام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو ملاں مولوی تعلیم مذکورہ پر اجرت لیتا ہے وہ حرام کھاتا ہے اور دلیل یہ فرمائی ہے جو کہ ابوداؤد میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَھْدٰی اِلَیَّ قَوْسًا مِمَّنْ کُنْتُ اُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْقُرْاٰنَ وَلَیْسَتْ بِمَالٍ فَاَرْمِیْ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ اِنْ کُنْتَ تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنَ النَّارِ فَاقْبَلْھَا (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

اور بیہقی میں ہے مَنْ اَخَذَ قَوْسًا عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ قَلَّدَہُ اللّٰہُ قَوْسًا مِنْ نَارٍ۔

اب دریافت طلب سائل کی یہ ہے کہ تعلیم علم دینیات پر اجرت لینا حرام ہے یا حلال ہے اور اگر حلال ہے تو ان حدیثوں کا کیا جواب ہے؟ جواب سے تسلی فرمائیں۔

(سائل کمال الدین مہاجر کرنالوی حال وارد ڈیرہ غازی خاں)

جواب (۵۔۴۰) الجواب وھو الموفق للصواب۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ

فَاقُولُ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیقُ ○

واضح ہو کہ مسئلہ مذکورہ بالا میں اہلحدیث اور حنفی حضرات کا اختلاف ہے، اہلحدیث اور جمہور علماء قرآن و حدیث اور دینیات کی تعلیم پر اجرت، مشاہرہ لینا جائز کہتے ہیں۔ اور متقدمین احناف میں سے اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور متاخرین حنفیہ اہلحدیث کے متفق ہو گئے ہیں۔ تفصیل اس کی فتاویٰ نذیریہ جلد دوم کتاب الاجارہ میں ہے

اب تو مدت مدید سے اس کے جواز پر قریباً تمام امت محمدیہ کا اجماع ہو رہا ہے عرب و عجم میں تمام مذاہب کے علماء تعلیم و تبلیغ بلکہ اذان اور امامت نماز پر تنخواہیں کھا رہے ہیں۔ کسی کی تنخواہ سرکاری بیت الاموال سے مقرر ہے اور کسی کی انجمن یا کسی جماعت کی طرف سے معین ہے، کسی کو کوئی ایک ہی شخص مالدار ماہوار تنخواہ دے رہا ہے

رمضان شریف میں نماز تراویح میں حفاظ قرآن مجید سُناتے ہیں۔ جب اواخر رمضان میں ختم کرتے ہیں تو ان کو بہت کچھ دیا جاتا ہے۔ اہلحدیث اور حنفیہ کا اس پر عام طور پر تعامل موجود ہے۔ کوئی کسی کو حرام خور نہیں کہتا۔ اسی طرح مدارس عرب و عجم میں تعلیم و تبلیغ پر مشاہرے لئے جا رہے ہیں اور دیئے جا رہے ہیں۔ کسی عالم، محدث یا فقیہ نے حرام کا فتویٰ دیکر اس کے انسداد کی کوشش نہیں کی۔ فرقہ ناجیہ اہلحدیث کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے بلکہ جماعت غرباء اہلحدیث جو گروہ ناجیہ سے تعلق رکھتے ہیں بھی عملدرآمد کرتے چلے آرہے ہیں۔

اب مولوی صاحب مذکور کو کونسی وحی نازل ہو گئی جس کی بناء پر وہ اس تمام سلسلہ کو حرام قرار دے رہے ہیں۔ نہ ان کو اتنی علمیت ہے کہ وہ تحقیق مسائل میں محدثین رحمہم اللہ سے سبقت لے گئے ہوں اور نہ ان کا اتنا تقویٰ ہے کہ وہ ہر قسم کے مسائل مختلفہ میں احتیاط سے کام لیکر شبہات سے بچنے لگے ہوں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی شہرت کرانے کو تمام علمائے دین کو حرام خور کہنے لگے ہوں ورنہ یہ مسئلہ قریباً اجماعی اور اتفاقی بن رہا ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ شاذ ہے۔

اب اس کی مختصر سی تحقیق سنئے! بلوغ المرام میں حدیث ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ (اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ)، یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق بہت ہی لائق چیز جس پر تم مزدوری حاصل کرو اللہ کی کتاب ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے یہ حدیث نہایت درجہ کی صحیح ہے اور اس کتاب کی ہے جسکو کتاب اللہ کے بعد تمام روئے زمین کی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے لہٰذا یہ حدیث اس مسئلہ میں

حجت قوی ہے کہ تعلیم قرآن وغیرہ پر اُجرت لینی جائز ہے، بلکہ اور ذریعہ سے اُجرت لینے اور تنخواہ وغیرہ حاصل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم پر اُجرت لینا زیادہ لائق ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم جلد ۲ صـ۲۲۴ میں فرماتے ہیں هٰذَا تَصْرِيْحٌ بِجَوَازِ اَخْذِ الْاُجْرَةِ عَلَى الرُّقْيَةِ بِالْفَاتِحَةِ وَالذِّكْرِ وَاِنَّهَا حَلَالٌ لَا كَرَاهِيَةَ فِيْهَا وَكَذَا الْاُجْرَةُ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَهٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَاَبِيْ ثَوْرٍ وَاٰخَرِيْنَ مِنَ السَّلَفِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَمَنَعَهَا اَبُوْحَنِيْفَةَ فِيْ تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَاَجَازَهَا فِي الرُّقْيَةِ یعنی اس حدیث میں صاف صراحت ہے کہ فاتحہ اور ذکر الٰہی سے دم جھاڑ کر کے اُجرت لینا جائز ہے اور وہ حلال ہے جس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اس طرح تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال ہے۔ یہی مذہب ائمہ دین شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ، اسحاقؒ، ابوثورؒ اور دیگر علماء سلف وخلف کا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ تعلیم قرآن پر اُجرت سے منع کرتے ہیں اور دم جھاڑے پر جائز کہتے ہیں۔

اس تصریح سے واضح ہوا کہ اہل حق کا سوادِ اعظم اس اجرت کے جواز کا قائل ہے۔ رئیس المحققین علامہ ابن حزم محلّے جلد ۸ صـ۱۹۳ میں فرماتے ہیں وَالْاِجَارَةُ جَائِزَةٌ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَعَلٰى تَعْلِيْمِ الْعِلْمِ مُشَاهَرَةً وَجُمْلَةً وَكُلُّ ذٰلِكَ جَائِزَةٌ وَعَلَى الرُّقٰى وَعَلٰى نَسْخِ الْمَصَاحِفِ وَنَسْخِ كُتُبِ الْعِلْمِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَاْتِ فِي النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ نَصٌّ بَلْ قَدْ جَاءَتِ الْاِبَاحَةُ كَمَا رُوِّيْنَا مِنْ طَرِيْقِ الْبُخَارِيِّ الخ یعنی تعلیم قرآن اور دیگر علم کی تعلیم پر اُجرت لینی جائز ہے ماہوار ہو یا اکٹھی سب جائز ہے۔ نیز دم جھاڑا پر۔ اور قرآن اور آسمانی کتابوں اور دیگر علم حدیث کی کتابوں کی کتابت پر مزدوری لینا بھی درست ہے کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل شریعت میں نہیں آئی (تو اصل اشیاء میں اباحت ہے) بلکہ اس کے درست ہونے کے متعلق بخاری کی حدیث ہے جس کو ہم نے روایت کیا ہے۔

پھر علامہ ابن حزمؒ نے حدیث بخاری کو بروایت ابن عباسؓ نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ پھر دوسری دلیل یہ پیش کی ہے وَالْخَبَرُ الْمَشْهُوْرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَ امْرَاَةً مِّنْ رَّجُلٍ بِمَا مَعَهٗ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَيْ يُعَلِّمُهَا اِيَّاهُ یعنی یہ حدیث مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تعلیم کے عوض میں ایک مرد سے ایک عورت کا نکاح کر دیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ مسلم کے باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القران میں وہ حدیثیں جن میں تعلیم قرآن کے عوض عورت کے نکاح کر دینے کا ذکر ہے، وارد ہے

نیز یہ الفاظ وجد ہیں فَقَدْ زَوَّجْتُکَهَا نُعَلِّمُهَا مِنَ الْقُرْآنِ کہ تجھے یہ عورت نکاح کر دی تو اسے قرآن کی تعلیم دے۔ نیز یہ الفاظ ہیں کہ فَقَدْ مَلَّکْتُکَهَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ کہ اس عورت کو اس قرآن کی تعلیم کے عوض تیرے ملک میں کیا جو تیرے یاد ہے ـــــ ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں عَلِّمْهَا عِشْرِیْنَ اٰیَةً وَّهِیَ امْرَأَتُکَ کہ تو اس کو بیس آیتیں پڑھا دے۔ یہ تیری عورت ہے۔

اب مولوی صاحب سے دریافت کریں کہ یہ نکاح ہو گیا تھا کہ نہیں اور ان زوجین نے اس پر عمل کیا تھا یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو مدعی ہمارا ثابت ہوا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینی اور عورت سے نکاح کرنا اور دیگر منافع حاصل کرنے جائز ہیں۔ اور اگر یہ نکاح ناجائز ہے کیونکہ اُجرت اور مہر ناجائز چیز کا باندھ دیا گیا تو پھر یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی شریعت پر حملہ ہے اور مولوی صاحب کے نزدیک سب ہی حرام کار بنتے ہیں تو پھر ان کو اسلام کا دعویٰ چھوڑ دینا چاہئے اور کوئی مذہب پسند کر لینا چاہئے، نعوذ باللہ من ذلک۔

اب اس حدیث پر امام نوویؒ کا فرمان سنئے! وہ فرماتے ہیں کہ وَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ لِجَوَازِ کَوْنِ الصَّدَاقِ تَعْلِیْمُ الْقُرْآنِ وَجَوَازُ الْاِسْتِیْجَارِ لِتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ وَکِلَاهُمَا جَائِزٌ عِنْدَ الشَّافِعِیِّ وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ وَّالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَّمَالِکٌ وَّاِسْحٰقُ وَغَیْرُهُمْ وَمَنَعَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمُ الزُّهْرِیُّ وَاَبُوْ حَنِیْفَةَ وَهٰذَا الْحَدِیْثُ مَعَ الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰهِ یَرُدُّ اَنَّ قَوْلَ مَنْ مَّنَعَ ذٰلِکَ وَنَقَلَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ جَوَازَ الْاِسْتِیْجَارِ لِتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ عَنِ الْعُلَمَاءِ کَافَّةً سِوٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ انتهی (مسلم جلد اول ص۴۵۸) یعنی اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن کا مہر ہونا جائز ہے اور تعلیم قرآن پر اُجرت لینا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ اور عطاءؒ اور حسنؒ بن صالحؒ اور امام مالکؒ اور امام اسحاقؒ وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ ایک شرذمہ قلیلہ اس سے روکتا ہے جن میں سے زہریؒ اور امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ یہ حدیث مع حدیث ابن عباسؓ مذکور منع کرنے والوں کی بات کو رد کرتی ہیں۔ اور قاضی عیاضؒ نے تو تعلیم قرآن پر اجرت لینا تمام علماء اسلام سے نقل کیا ہے سوائے امام ابوحنیفہؒ کے۔

محلی ابن حزم میں ہے کہ عَنِ الْحَکَمِ بْنِ عُیَیْنَةَ قَالَ مَا عَلِمْتُ اَحَدًا کَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ حضرت حکم بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی اہل علم کو معلوم نہیں کیا جو مدرس کی تنخواہ کو مکروہ کہتا ہو۔

نیز محلی ص۱۹۰ ج۸ میں ہے کہ عَنِ الْوَضِیْنِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ کَانَ بِالْمَدِیْنَةِ ثَلَاثَةُ مُعَلِّمِیْنَ یُعَلِّمُوْنَ الصِّبْیَانَ فَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَرْزُقُ کُلَّ وَاحِدٍ خَمْسَةَ عَشَرَ

كُلَّ شَهْرٍ یعنی وضین بن عطار سے روایت ہے کہ مدینہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ ہر ایک مدرس کو پندرہ درہم یا دینار) ہر ماہ دیا کرتے تھے۔

نیز لکھا ہے کہ وَصَحَّ عَنْ عَطَاءٍ وَّاَبِیْ قِلَابَةَ اِبَاحَةُ اَجْرِ الْمُعَلِّمِ یعنی حضرت عطاءؒ اور ابو قلابہؒ سے بھی معلم کی اجرت جائز منقول ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ اِلٰی اَنَّهَا تَحِلُّ الْاُجْرَةُ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ یعنی جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ تعلیم قرآن پر مزدوری یعنی حلال ہے۔ تنقیح الرواۃ تخریج مشکوٰۃ میں ہے اِسْتَدَلَّ بِهِ الْجُمْهُوْرُ عَلٰی جَوَازِ اَخْذِ الْاُجْرَةِ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْاٰنِ یعنی حدیث ابن عباسؓ سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینی روا ہے۔

الغرض بخاری و مسلم کی صحیح حدیثوں سے تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینا جائز ثابت ہوا چنانچہ الفاظ صاف ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی کتاب سب سے زیادہ حق دار ہے کہ تم اس پر مزدوری حاصل کرو"

بخاری و مسلم صحیحین کہلاتی ہیں جو طبقہ اولیٰ کی کتابیں ہیں۔ ان کی حدیثیں سب کتابوں پر مقدم ہیں۔ ان کے خلاف اگر طبقہ ثانیہ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی وغیرہ) یا طبقہ ثالثہ (سنن دارقطنی۔ بیہقی وغیرہ) کی حدیثیں آجائیں تو حتی الامکان ان کے درمیان تطبیق دی جائے گی ورنہ توقف ہوگا۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

صحیحین کی شان یہ ھے کہ تمام محدثین کا اتفاق ھے کہ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ھیں وہ سب یقیناً صحیح ھیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مضمون تک متواتر ھیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

دیگر قاعدہ یہ ہے کہ احکام یعنی فرض، واجب، حلال، حرام میں صحیح حدیث قابل استدلال ہے اور ضعیف حدیث احکام میں حجت نہیں ہے۔ ہاں فضائل اعمال میں حجت ہے چنانچہ صحیح مسلم جلد اول ص۲۱ کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں کہ اِنْ كَانَ یُعْرَفُ ضُعْفُهُ لَمْ یَحِلَّ لَهُ اَنْ یَّحْتَجَّ بِهِ فَاِنَّهُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی اَنَّهُ لَا یُحْتَجُّ بِالضَّعِیْفِ فِی الْاَحْكَامِ یعنی روایت کا ضعف اگر معلوم ہے تو اس سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے کیونکہ اکثر ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث احکام میں حجت نہیں ہے

پس ان دو قاعدوں کو (ایک یہ کہ طبقہ اولیٰ کی حدیثیں دیگر طبقوں پر راجح ہیں دوم ضعیف حدیث احکام میں حجت نہیں۔) ذہن نشین فرما کر اب تعلیم قرآن پر اجرت لینی حرام کہنے والوں کے دلائل کے جوابات سنئے۔

ایک حدیث وہ ہے جو سائل نے لکھی ہے عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ رَجُلٌ اَھْدٰی اِلَیَّ قَوْسًا مِمَّنْ کُنْتُ اُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْقُرْاٰنَ وَلَیْسَتْ بِمَالٍ فَاَرْمِیْ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ اِنْ کُنْتَ تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِّنْ نَّارٍ فَاقْبَلْھَا (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ) یعنی عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ! ایک شخص نے ایک کمان ہدیہ بھیجی ہے اور یہ ان شخصوں میں سے ہے جن کو میں قرآن حدیث کی تعلیم دیا کرتا ہوں اور کمان کوئی مال نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ راہ خدا میں تیر اندازی کروں گا۔ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو یہ دوست رکھتا ہے کہ تجھ کو آگ کا طوق پہنایا جائے تو اس کو قبول کرلے (ورنہ نہیں) اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

مانعینِ اجرتِ تعلیم اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ پس اس حدیث کے تین جواب ہیں:۔

(۱) یہ حدیث طبقہ ثانیہ کی ہے۔ اور حدیث ابن عباسؓ صحیحین طبقہ اولیٰ کی ہے لہٰذا اس کے مقابلہ میں نہ مقدم ہوگی۔

(۲) حدیث ابن عباس صحیح بلکہ اصح ہے اور حدیث عبادہؓ ضعیف ہے چنانچہ تنقیح الرواۃ تخریج مشکوۃ ص۱۹۶ ج۲ میں ہے

وَفِیْ اِسْنَادِ الْحَدِیْثِ مُغِیْرَۃُ ابْنُ زِیَادٍ مُخْتَلَفٌ فِیْہِ وَثَّقَہٗ وَکِیْعٌ وَّیَحْیٰی ابْنُ مُعِیْنٍ وَتَکَلَّمَ فِیْہِ جَمَاعَۃٌ وَّاسْتَنْکَرَ اَحْمَدُ حَدِیْثَہٗ وَقَالَ اَبُوْزُرْعَۃَ لَا یُحْتَجُّ بِحَدِیْثِہٖ وَنَاقَضَ الْحَاکِمُ فَصَحَّحَ حَدِیْثَہٗ فِی الْمُسْتَدْرَکِ وَاتَّھَمَہٗ فِیْ مَوْضَعٍ اٰخَرَ فَقَالَ یُقَالُ اِنَّہٗ حَدَّثَ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ نُسَیٍّ بِحَدِیْثٍ مَّوْضُوْعٍ یعنی اس حدیث کی سند میں ایک راوی مغیرہ بن زیاد ہے جو مختلف فیہ ہے۔ وکیع اور یحییٰ نے تو اس کو ثقہ کہا ہے اور ایک جماعت نے اس میں کلام کیا ہے یعنی جرح کی ہے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے، اور ابوزرعہ نے کہا کہ اسکی حدیث سے دلیل نہیں لی جاسکتی۔ حاکم نے اس پر مناقضہ کیا ہے کہ مستدرک میں کہا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہے مگر دوسری جگہ اس کو متہم کیا ہے کہ وہ عبادہؓ سے موضوع حدیث بیان کرتا تھا۔

بہرکیف مغیرہ مختلف فیہ ہے اور جرح تعدیل پر مقدم ہے لہٰذا مغیرہ ضعیف ہے۔ دوسرا راوی اس حدیث کی اسناد میں اسود بن ثعلبہ ہے۔ اس کے متعلق محلے ابن حزم میں ہے کہ وَھُوَ مَجْھُوْلٌ لَا یُدْرٰی قَالَہٗ عَلِیُّ ابْنُ الْمَدِیْنِیْ وَغَیْرُہٗ

یعنی اسود بن ثعلبہ مجہول ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں ہوا علی بن مدینی وغیرہ نے بھی کہا ہے "مجہول راوی جس روایت میں ہو وہ ضعیف ہوتی ہے"۔ تیسرا راوی بقیہ بن ولید ہے جس کے متعلق محلی میں ہے کہ وَهُوَ ضَعِيفٌ کہ وہ ضعیف ہے۔

پس جس روایت میں تین راوی یکے بعد دیگرے ضعیف ہیں وہ قابل استدلال کس طرح ہوسکتی ہے؟

امام ابن حزمؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب نقل کر کے پھر لکھا ہے کہ وَاحْتَجَّ لَهُ مُقَلِّدُوهُ بِخَبَرٍ رُوِّينَا یعنی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اس کی حمایت کے لئے اس حدیث سے حجت لیتے ہیں جو ہم نے روایت کی ہے۔ پھر حدیث ثوس وغیرہ لکھ کر ان کی تضعیف کی ہے، ابی بن کعبؓ سے ایک روایت نقل کی ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں ابوادریس خولانی ہے جو ابی بن کعبؓ سے روایت کرتا ہے لیکن اس کا سماع ثابت نہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع ہے لَا يُعْرَفُ لِأَبِي إِدْرِيسَ سَمَاعٌ مِنْ أُبَيٍّ

ابی بن کعبؓ کا ایک اور طریق ہے جس کے متعلق نیل الاوطار میں ہے أَمَّا حَدِيثُ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ فَأَخْرَجَهُ أَيْضًا الْبَيْهَقِيُّ وَالرُّويَانِيُّ فِي مُسْنَدِهِ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ هُوَ مُنْقَطِعٌ یعنی حدیث ابی بن کعبؓ جس کو بیہقی اور رویانی نے مسند میں روایت کیا ہے۔ اس کے متعلق بیہقیؒ اور ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ وہ منقطع ہے۔

اس میں عطیہ کلاعی اور ابی بن کعبؓ کے درمیان انقطاع ہے۔ پھر اس میں عبدالرحمٰن بن مسلم نے عطیہ سے روایت کیا ہے اس کے متعلق لکھا ہے وَأَعَلَّهُ ابْنُ الْقَطَّانِ بِحَالِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مُسْلِمٍ الرَّاوِي عَنْ عَطِيَّةَ یعنی ابن القطان نے عبدالرحمٰن کے حال کی وجہ سے جو عطیہ سے راوی ہے اس حدیث کو معلول کہا ہے

پھر ابیؓ کی حدیث کے کئی طرق ہیں۔ نیل میں ہے کہ وَلَهُ طُرُقٌ عَنْ أُبَيٍّ قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ لَا يَثْبُتُ مِنْهَا شَيْءٌ یعنی ابی کی حدیث کے کئی طرق ہیں۔ ابن القطان نے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے

ایک حدیث عمران بن حصین کی ترمذی میں ہے جس سے دلیل پکڑی جاتی ہے امام ترمذی اس کے آخر میں فرماتے ہیں کہ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ کہ اس کی اسناد صحیح نہیں ہے ــ عبادہ والی حدیث کا ایک طریق اسمٰعیل بن عیاش سے ہے۔ اس کے متعلق محلی میں ہے کہ وَهُوَ ضَعِيفٌ ثُمَّ هُوَ مُنْقَطِعٌ أَيْضًا یہ راوی ضعیف ہے پھر منقطع بھی ہے یعنی اس طریق میں دو ضعف ہیں۔

اسی طرح ابی بن کعبؓ کا ایک طریق علی بن رباح سے آیا ہے۔ اس کے متعلق محلی میں ہے کہ وَالْآخَرُ أَيْضًا مُنْقَطِعٌ لِأَنَّ عَلِيَّ بْنَ رِبَاحٍ لَمْ يُدْرِكْ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ

یہ روایت بھی منقطع ہے کیونکہ علی بن رباح نے ابی بن کعب کو نہیں پایا۔
اسی طرح بیہقی اور ابو نعیم نے ابو درداء رضؓ سے ایک حدیث ذکر کی ہے۔
تنقیح الرواۃ میں ہے کہ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ مَقَالٌ کہ اس کی سند میں جرح ہے۔ پھر دارمی میں ابو درداءؓ سے ایک روایت ہے۔ تنقیح الرواۃ میں ہے کہ قَالَ دَحِیْمٌ حَدِیْثُ اَبِی الدَّرْدَاءِ ھٰذَا لَیْسَ لَہٗ اَصْلٌ یعنی دحیم نے کہا حدیث ابو الدرداء کی کوئی اصل نہیں ہے۔
الغرض اُجرت منع ہونے کے بارے میں جس قدر روایتیں پیش کیجاتی ہیں سب کی سب ضعیف ہیں کوئی منکر ہے کوئی منقطع ہے کسی کے راوی ضعیف ہیں کسی میں کوئی علت ہے کسی میں کوئی علت ہے لہٰذا مانعین کا دعویٰ حرمت دربارہ اجرت تعلیم قرآن وحدیث کئی وجوہ سے قابل قبول نہیں۔
(۱) یہ حدیث طبقہ ثانیہ یا ثالثہ کی ہیں جو طبقہ اولیٰ کی حدیثوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں طبقہ اولیٰ کو ترجیح ہے۔
(۲) یہ حدیث ضعیف ہیں اور جواز اُجرت کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں۔ ضعیف سے صحیح کا مقابلہ درست نہیں
(۳) احادیث جواز اُجرت مثبت ہیں اور احادیث منع اجرت نافی ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہے
(۴) احادیث منع کی مؤوّل ہیں مثلاً حدیث عبادہؓ وغیرہ جس میں ذکر قوس ہے اس کا مقصد یہ ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِمَ اَنَّھُمَا فَعَلَا ذٰلِکَ خَالِصًا لِلّٰہِ فَکَرِہَ اَخْذَ الْعِوَضِ عَنْہُ (نیل الاوطار) یعنی عبادہؓ اور ابیؓ کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرلیا تھا کہ انہوں نے یہ کام خالص توجہ اللہ کیا ہے۔ پس اب اس کا بدلہ لینا مکروہ ہے ــــ پس اب بھی یہی صورت مراد ہے۔
ایک حدیث تحریم سوال بالقرآن پر دلالت کرتی ہے اسکو مسئلہ مابہ النزاع سے کچھ تعلق نہیں ہے (نیل الاوطار)
ایک اور حدیث میں تاکل بالقرآن کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق نیل میں ہے فَھُوَ اَخَصُّ مِنْ مَحَلِّ النِّزَاعِ لِاَنَّ الْمَنْعَ مِنَ التَّاَکُّلِ بِالْقُرْاٰنِ لَا یَسْتَلْزِمُ الْمَنْعَ مِنْ قَبُوْلِ مَادَفَعَہُ الْمُتَعَلِّمُ بِطِیْبَۃٍ مِّنْ نَفْسِہٖ یعنی یہ حدیث دعویٰ اور مسئلہ متنازعہ سے بہت ہی خاص ہے کیونکہ منع تاکل بالقرآن سے طالب علم کا اپنی خوشی سے کوئی چیز دینے اور اس کے قبول کرنے سے منع ہونا یا منع کرنا لازم نہیں آتا

۱؎ جب تطبیق ممکن ہو تو مقابلہ نہیں ۱۲ ص

ہر دو مسئلے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ دعویٰ اور دلیل میں تقریب تام کا ہونا ضروری ہے۔
اُجرت اذان کی ممانعت سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ قیاس ہے اور قیاس بھی فاسد الاعتبار، اس لئے حجت نہیں ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ فَالْقِيَاسُ لِتَعْلِيمِ عَلَيْهِ فَاسِدُ الْاِعْتِبَارِ۔ پھر یہ قیاس بمقابلہ نص ہے جو مردود ہے
خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بخاری و مسلم سے مسئلہ جواز اُجرت تعلیم کا صحیح ثابت ہوا وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ
باقی تاویلات مانعین کی ناقابل قبول ہیں کیونکہ سب تاویلات بے دلیل ہیں مثلاً یہ کہ حدیث "اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ" کی تاویل بعض مقلدین نے یہ کی ہے کہ اس سے اجر اُخروی یعنی ثواب آخرت مراد ہے چنانچہ تعلیق صبیح شرح مشکوٰۃ میں مولوی ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ "قُلْنَا اَرَادَ بِهٖ اَجْرَ الْاٰخِرَةِ" سو یہ تاویل مردود اور یہ تاویل بِمَا لَا يَرْضٰى بِهِ الْقَائِلُ کی مصداق ہے کیونکہ مورد کے خلاف ہے اور سیاق و سباق کے خلاف ہے کیونکہ مزدوری موجود ہے۔ اور سوال اسی کے متعلق ہے۔ اگر جواب اجر آخرت ہو تو سائل کے سوال کا جواب کہاں گیا؟ اور اس چیز کا حکم کیا ہوا؟ یہ تو سوال از آسماں جواب از ریسماں کی مثل ہوگا جو شان نبوت کے خلاف ہے۔
دوم یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد صرف رقیہ پر اُجرت لینا ہے تعلیم وغیرہ پر نہیں۔ میں کہتا ہوں یہ تاویل بھی مردود ہے کیونکہ مورد اگرچہ خاص ہے لیکن جواب عام ہے لفظ مَا عموم کے لئے ہے اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اِنَّ الْعِبْرَةَ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ یعنی لفظوں کے عموم کا اعتبار ہے مورد اور سبب کا اعتبار نہیں ہے۔ اگر صرف رقیہ مراد ہوتا تو حدیث میں خاص ہی لفظ بولا جاتا۔
سوم یہ کہا جاتا ہے کہ حدیث ابن عباسؓ عام ہے اور حدیث عبادہؓ خاص ہے، عام اور خاص کا مقابلہ ہو تو عام کی تخصیص کی جاوے گی۔ پس حدیث عبادہؓ حدیث ابن عباسؓ کی مخصص ہے چنانچہ علامہ شوکانیؒ نے یہی کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل بھی مردود ہے جس کی کئی وجہیں ہیں۔
ایک یہ کہ عام اور خاص کا مقابلہ اس وقت صحیح ہوتا ہے (جس سے تخصیص کرنی پڑتی ہے) جس وقت دونوں یکساں قوی ہوں۔ اگر خاص ضعیف اور کمزور ہو تو مخصص نہیں ہو سکتا۔ جب دس مُردے ایک زندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے دس بیمار ایک قوی صحیح سالم شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں تب ضعیف حدیث صحیح کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہیں۔

دوم۔ حدیث نکاح بعوض تعلیم قرآن اس تخصیص کی تردید کرتی ہے۔

سوم۔ امت محمدیہ کی اکثریت کا تعامل اور اکابر محدثین کا اس سے استدلال کرنا اس تاویل کو باطل کرتا ہے۔

چہارم۔ تعامل خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے کَمَا مَرَّ سَابِقًا۔

پنجم۔ یہ کہا جاتا ہے کہ حدیث عبادہؓ وغیرہ کی منفردات روایتیں تو بیشک ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق سے جو مجموعہ تیار ہو جاتا ہے وہ حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اِنَّ لُحُوْقَ الضَّعِیْفِ بِالضَّعِیْفِ لَا یُفِیْدُ قُوَّۃً یعنی ضعیف کو ضعیف سے ملانا قوت کو مفید نہیں ہے۔ یہ اس وقت مفید ہوتا ہے جب کہ ضعف کم ہو۔ اگر زیادہ ہو تو مفید نہیں ہے۔ یہاں یہی معاملہ ہے۔ والسلام۔

کتبہ عبد القادر المہاجر الحصاری غفرلہ بقلمہ

منقول از صحیفہ اہلحدیث بابت ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۴

فتویٰ بابت اذان عثمانی

سوال (۴۰۶) آج کل جمعہ کی جو دو اذانیں مسجد کی چار دیواری کے اندر دیجاتی ہیں کیا قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہیں؟ کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ خیر میں یہی دستور تھا؟ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ اذان ثالث کا کیا طریقہ تھا؟

سائلان { مولانا محمد رفیق خاں صاحب خطیب جامع کلاں پسرور ضلع سیالکوٹ
حافظ عبد الرحمٰن خاں صاحب امیر جماعت ملتان وغیرہما

جوابؔ (۴۰۶) ھو الموفق۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جمعہ کی اذان کے متعلق مسنون طریقہ یہی ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دروازہ مسجد پر اذان دینی چاہئے۔ بس یہی اذان جمعہ کی ہے جو عہد نبوی و عہد صحابہ میں معمول و مروج تھی۔ یہی وہ اذان ہے کہ جس کی متابعت و موافقت بفرمان نبوی عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ واجب اور مخالفت اس کی حرام ہے۔ زمانہ نبوت سے تا خلافت فاروقی جمعہ کے دن بوقت جمعہ صرف یہی ایک اذان ہوتی رہی فی زماننا بھی اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ ہاں ضرورت کے وقت جب مسلمانوں کی کثرت ہو خدا وہ دن کرے کہ قرب وجوار کے تمام مسلمان مل کر موافق شرع شہر کی ایک ہی مسجد میں بماتحتی امام وقت یا اس کے مامور مثل زمانہ نبوت وخلافت راشدہ کے جمعہ ادا کریں

تو بغرض اطلاع عام مسلمانان اذان عثمانیہ مسجد سے دور، نہ اندر نہ متصل، مثل زورار شہر کے بازار میں جہاں مسلمان خرید و فروخت میں مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے وقت سے واقف نہ ہو سکتے ہوں کسی بلند مقام پر اپنی علت و ہیئت کے ساتھ بلا شبہ جائز و درست ہے۔ اور یہی اذان عثمانی مسجد کے اندر دروازہ پر یا متصل دروازہ کے بوجہ تغیر مکان و تبدل علت و ہیئت کے بدعت ہے۔ اذانِ عثمانی کی یہی وجہ ہے چونکہ زمانہ نبوت و خلافت میں تعدد جمعہ نہ تھا۔ خود مدینہ طیبہ میں نو مسجدیں اور نواح مدینہ میں تقریباً بائیس ۲۲ مسجدیں تھیں مگر جمعہ صرف ایک ہی جگہ مسجد نبوی میں ہوتا تھا۔ اور عوام کے پاس جمعہ کا وقت معلوم کرنے کے لئے کوئی گھڑی وغیرہ نہیں تھی اس لئے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذان ثالث ایجاد کی۔ اب جب کہ وہ علت ہی مفقود ہے تو معلول تو بدرجۂ اولیٰ مفقود ہوا (اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ اِلَّا مَا اَثْبَتَہُ الشَّارِعُ) بعدہٗ خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس ضرورت کو محسوس نہ کرتے ہوئے وہی زمانہ نبوی و خلافت صدیقی و فاروقی کی طرح ایک اذان جاری رکھی اور زمانہ نبوت سے لیکر خلفائے اربعہ تک کسی ایک نے بھی جمعہ کے دن مسجد میں دو اذانیں نہیں کہلوائیں۔ ہاں خلفائے اربعہ کے بعد جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سنن نبویہ پر ہاتھ صاف کیا وہاں اذان عثمانی کو بھی خلاف طریقہ نبوی و خلفاء اربعہ کے بعد مسجد میں جاری کر دیا (کذا فی عون المعبود شرح ابی داؤد و فتح الباری شرح صحیح بخاری)

بعض علماء کی نادانی در اذانِ عثمانی — جو علمائے احناف وغیرہ مسئلہ ہذا میں سنت رسول و سنتِ خلفاء کو چھوڑ کر سنت مروانیہ کے عادی و عامل ہیں یعنی جمعہ کے دن مسجد کی چار دیواری میں خطیب کے منبر پر چڑھنے سے پہلے اذان کہلواتے یا جائز سمجھتے ہیں وہ مسئلہ ہذا کے ظاہر ہونے کے بعد بھی اسی پر مصر ہیں نامعلوم مروانی طریقہ کو چھوڑ کر سنت رسول پر عمل کرنے میں اپنی ہتک عزت تصور کرتے ہیں یا کوئی دیگر وجہ ہے اور اس مروانی طریقہ کے جواز پر حیلہ یوں پیش کرتے ہیں کہ اذان عثمانی جب فی نفسہ جائز ہے تو مکان و ہیئت کے متغیر ہونے سے ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور نادانی پر مبنی ہے۔ شرع میں بعض امور ایسے ہیں کہ گو فی نفسہ جائز ہیں مگر بوجہ تبدل ہیئت و تغیر صورت کے ان کے لئے موانع شرعیہ موجود ہیں مثلاً ذکر ولادت صلے اللہ علیہ وسلم بروفقِ روایاتِ صحاح ستہ فی نفسہ جائز ہے مگر تعین یوم، تخصیص شہر و تبدل ہیئت کی وجہ سے ممنوع ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ایصال ثواب میت کو فی نفسہ جائز بلکہ شرعاً مرغوب و مستحب ہے مگر تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں

گیارہویں وغیرہ بوجہ تعیین یوم ومکان وتغیر صورت ممنوع وبدعت ہے۔ اور اس قسم کی امثلہ کثیرہ کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ از دیاد بصیرت وتوضیح امر کے لئے ایک مثال اور سن لیجئے۔

صلوٰۃ ضحیٰ فی نفسہ جائز بلکہ مرغوب ومسنون ہے مگر جب لوگ نماز پنجگانہ کی طرح اس کا اہتمام والتزام کرنے لگے اور مسجد میں جمع ہو کر باجماعت ادا کرنے لگے تو بوجہ متغیر ہونے صورت وہیئت کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔ دیکھو صحیح البخاری مع فتح الباری پ۴ ص۴۶ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ جَالِسٌ عَلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلوٰةَ الضُّحٰى قَالَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلوٰتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ الحديث

پس کیا وجہ کہ ضحیٰ کی نماز جو سنتِ رسول ہے بوجہ تغیر ہیئت وصورت کے بدعت ہو جائے اور اذان عثمانی مسجد کی چار دیواری میں جو سنت صحابی ہے بوجہ تبدل ہیئت وصورت کے بدعت نہ ہو۔ فیا للعجب۔

نیز فتح الباری پ۵ ص۶۱ میں صاف موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا وعنہما صلوٰۃ ضحیٰ کو فی نفسہ بدعت نہیں جانتے تھے بلکہ اس کی ادائیگی کا طریقہ وہیئت بدل جانے کی وجہ سے بدعت کہتے تھے اِنَّمَا اَنْكَرَ ابْنُ عُمَرَ مُلَازَمَتَهَا وَاِظْهَارَهَا فِي الْمَسَاجِدِ وَصَلوٰتَهَا جَمَاعَةً لَا اَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِلسُّنَّةِ وَيُؤَيِّدُهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ اَنَّهُ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّونَهَا فَاَنْكَرَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ اِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَفِي بُيُوتِكُمْ۔ اسی کے اوپر ایک سطر میں یہ الفاظ ہیں فَفِي الْجُمْلَةِ لَيْسَ فِي اَحَادِيْثِ ابْنِ عُمَرَ هٰذِهٖ مَا يَدْفَعُ مَشْرُوْعِيَّةَ صَلوٰةِ الضُّحٰى لِاَنَّ نَفْيَهُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى عَدَمِ رُؤْيَتِهٖ لَا عَلٰى عَدَمِ الْوُقُوْعِ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ اَوِ الَّذِيْ نَفَاهُ صِفَةٌ مَخْصُوْصَةٌ پس جس طرح ضحیٰ کی نماز فی نفسہ جائز ہے اور تبدل کی صورت کی وجہ سے بدعت ہے۔ اسی طرح اذان عثمانی اپنے شروط وقیود کے ساتھ (یعنی بوقتِ ضرورت بازار میں نہ کہ مسجد میں)، فی نفسہ جائز اور تبدل صورت یعنی مسجد کی چار دیواری میں کہلوانے کی وجہ سے بدعت ہے فافہم وتدبر۔

نیز شیخ الاسلام امام ابن القیم زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں پانچ اقوال نقل کر کے قول سادس میں رقمطراز ہیں اَلسَّادِسُ اَنَّهَا بِدْعَةٌ صَحَّ ذٰلِكَ مِنْ رِوَايَةِ عُرْوَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَسُئِلَ اَنَسٌ عَنْ صَلوٰةِ الضُّحٰى فَقَالَ الصَّلوٰةُ خَمْسٌ۔

خلاصۃ المرام یہ کہ جو لوگ آج کل جمعہ کے دن مساجد میں اذان عثمانی کہتے کہلواتے ہیں وہ اس میں سنت رسول وسنت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبدالملک کے

مقلد ہیں کائناً من کان۔
تعجب ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم وخلفائے اربعہ کی سنت پر ہشام بن عبد الملک کے طریقہ کو ترجیح دیں اور پھر متبع رسول ومتبع صحابہ کہلائیں۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار مفتی وامام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم۔

جواب۲۔ بیشک جمعہ کی ایک اذان سنت نبوی ہے اور ضرورت کے وقت خارج از مسجد عثمانی اذان بھی درست ہے مگر مسجد میں دونوں اذانیں کہلانا بدعت ہے۔

(مولانا) ابو الخلیل عبد الجلیل خاں مدرس مدرسہ دار السلام محمدی مسجد کراچی

اسی اذان کے متعلق مولانا محمد صاحب جونا گڈھی ثم دہلوی ودیگر علماء کا فتویٰ

جواب۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا۔ ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لئے زوراء یا بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانہ میں مسجد میں جو دو اذانیں جمعہ کے لئے ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں اور کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمد ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی۔

جواب۴۔ جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے۔ پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیئے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیئے۔

حررہ ابو محمد عبید اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ زبیدیہ

جواب۵۔ حضور کے زمانہ میں جمعہ کو ایک اذان ہوتی تھی۔ اسی طرح سے حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ہوتی تھی مگر حضرت عثمان نے دوسری اذان زیادہ کی۔ صحابہ نے اس کو تسلیم کیا مگر یہ اذان مسجد کے باہر ہوا کرتی تھی وہ مکان بازار میں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بروز جمعہ ایک ہی اذان ہو جس وقت خطیب منبر پر سوار ہو۔

عبد الرشید عفی عنہ مدرس مدرسہ سبل السلام دہلی

جواب۶۔ قول وفعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر عمل واجب۔ قول وفعل صحابی بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متروک العمل ہے۔ قول وفعل صحابہ کو جو حدیث رسول اللہ پر مقدم کرے تاویلات رکیکہ سے وہ شخص قرآن وحدیث اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (وقال اللہ تعالیٰ) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ وَمَنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى (هٰكَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ)

ایک اذان منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتی آئی تھی جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تھے۔ دوسری اذان حضرت عثمان کے زمانہ میں باجازت امیر المومنین کہی گئی خارج میں مقام زوراء پر اگر اس طرح کہی جائز ہے۔ اور اگر مسجد کے اندر کہی جائے تو یہ بدعت ہے۔ جب ایسا جھگڑا واقع ہو تو حدیث رسول اللہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ دلیل اوپر مذکور ہوئی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ احمد اللہ سلمہ الصمد مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم دہلی۔
مورخہ ۳ر ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

جواب۷۔ الجواب صحیح۔ ابوعرفان محمد سلیمان عفی عنہ مرشد آبادی سند یافتہ مدرسہ دارالکتاب والسنہ۔

جواب۸۔ انا اقول بما قال بہ مولانا احمد اللہ محمد عبداللہ الندوی مدرس دارالحدیث الرحمانیہ

جواب۹۔ مولانا احمد اللہ صاحب کا جواب مناسب ہے۔
عبدالغفور مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ

جواب۱۰۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتے ہوئے اس کے خلاف میں کسی صحابی کے قول سے حجت پکڑتا ہے اور جھگڑا کرتا ہے وہ مخالف اللہ ورسول ہے۔ اس کو ایسی حرکت سے تائب ہونا چاہئے لقولہ تعالیٰ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ترجمہ۔ پس ڈرتے رہیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں ہمارے رسول کے حکم کی یہ کہ پہنچے ان کو کوئی بلا یا عذاب دردناک ـــ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل وتقریر کے ہوتے ہوئے کسی صحابی یا امام ومجتہد کے قول وفعل وتقریر کو تلاش کرنا اور اس پر اڑنا صریح گمراہی ہے کما روی ابن عباس۔

ونیز اذانِ ثالث جو حضرت عثمان نے ایجاد کی تھی وہ ایک وجہ سے تھی۔ وہ یہ کہ لوگوں کی کثرت ہوگئی۔ آپ نے اُن کی آگاہی کے لئے اس اذان ثالث کو ایجاد کیا تھا باقی مسنون اذان تو وہی ہے جو بوقت خطبہ دی جاتی ہے۔ اور نیز حضرت عثمان نے اس اذان کو مسجد کے باہر مقام زوراء پر دلوایا تھا۔ اب جو لوگ اس اذان کو مسجد میں دلواتے ہیں یہ بدعت ہے کیونکہ مقام زوراء پر دلوایا تھا کما لا یخفی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی مدرس مدرسہ کھنڈیلہ۔ حال وارد مدرسہ سلفیہ دربھنگہ صوبہ بہار۔

جواب[۱۱]۔ الجواب صحیح (حضرت الامام مولانا مولوی الحافظ الحاج) ابو محمد عبد الوہاب عفی عنہ۔ (رحمۃ اللہ علیہ امام وبانی جماعت غرباء اہلحدیث فی الہند)

جواب[۱۲]۔ سنت صحیحہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ کے اذان بروز جمعہ جب امام منبر پر جلوس فرماتا کہی جاتی تھی۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں موضع زوراء جو مسجد سے دور ہے بازار میں ایک بلند جگہ پر نماز سے پہلے اذان کہلائی۔ پھر علیؓ نے ایک ہی اذان جاری رکھی اور مسجد نبوی میں ایک ہی اذان کہی جاتی تھی۔ حضرت عثمان نے جو اذان کہلائی تھی وہ مسجد میں نہ تھی خارج مسجد سے تھی۔ اب مسجد میں دو اذان کہنا بدعت ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (بخاری شریف) جو کوئی نئی بات نکالے ہمارے اس دینِ اسلام میں وہ مردود ہے۔ [illegible]

کتبہ محمد عبد الرحمن مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم۔ الجواب صحیح ابو عمار [illegible]

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم ربیع الثانی و ۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ جلد ۲۲ نمبر ۱۰

کیا مسجد کو خدا کا گھر کہنا جائز نہیں

سوال (۴۰۷) کیا حکم ہے شریعت محمدیہ کا دریں مسئلہ کہ ایک شخص اسکول ماسٹر یہ کہتا ہے کہ مسجدوں کو اللہ کا گھر نہ کہو، یہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ اس میں سکونت نہیں رکھتا۔ گھر وہ ہوتا ہے جس میں کوئی سکونت اور قیام رکھے۔ جب اللہ کا قیام اور سکونت اس میں نہیں تو اس کا گھر نہ ہوا۔

جواب (۴۰۷) از جناب مولانا الحاج عبد القادر صاحب حصاری سلمہ الباری

الجواب ھو الموفق للصواب:۔ واضح ہو کہ اسکولوں کے ماسٹر اور عدالتوں کے حکام اکثر انگریزی خواں اسلامی تعلیم قرآن وحدیث سے بالکل جاہل ہوتے ہیں اور مغربی تعلیم و تربیت کا ان کے دماغوں پر اثر ہوتا ہے اس لئے وہ خلاف احکام شریعت محض اپنی

خواہشات نفسانیہ کی بنا پر کام کرتے ہیں اور رائے وقیاس نفسانی سے کام لے کر عوام سے اور اپنے زیر اثر طلباء سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں۔ احکام اسلامیہ کا نفاذ نہ ہونے کا سبب بھی بعض ملحد لوگ ہیں۔ نہ یہ قرآن وحدیث کے احکام سے واقف ہیں اور نہ اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف ہیں۔ ان کے دلوں پر طاغوتی تأثرات ہیں اس لئے یہ لوگ اہل احکام کتاب وسنت سے اور علماء اسلام سے اور متدین اور متشرع لوگوں سے متنفر رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے حتی الوسع دور رہنے کی کوشش کریں۔ اس تمہید کے بعد ماسٹر جی کے خیالات فاسدہ کا مختصر جواب دے رہا ہوں۔ تفصیل کے لئے فرصت نہیں ہے۔

مسجدوں کو اللہ کا گھر کہنا جائز اور درست ہے چنانچہ مسجد حرام جو تمام مساجد کی سردار ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر فرمایا ہے۔ قرآن مجید سورۂ بقرہ میں ہے وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ○ اور حکم بھیجا ہم نے طرف ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے کہ پاک رکھو گھر میرے کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع سجود کرنے والوں کے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کو اپنا گھر فرمایا ہے، اس لئے تمام مسلمان اسکو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہتے ہیں۔ اور یہ نام منصوص ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے ملت کے بانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء قرآن میں مذکور ہے رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ الآیۃ (سورۃ ابراھیم) یعنی اے ہمارے رب! بیشک میں اپنی بعض اولاد (اسمٰعیل) کو اس ناقابل زراعت میدان میں "تیرے محترم گھر" کے پاس آباد کرتا ہوں تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔

اس دعاء میں حضرت خلیل اللہ نے کعبۃ اللہ کو اللہ کا گھر قرار دیا ہے اس لئے اسکو بیت اللہ کہتے ہیں، حالانکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک قیام اور سکونت نہیں رکھتی۔ وہ اس سے پاک ہے۔ بس یہ اضافت تعظیمی اور تشریفی ہے جیسے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو قرآن میں ناقۃ اللہ کہا گیا ہے حالانکہ تمام اونٹنیاں اور کل جانور اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ اور حضرت عیسٰیؑ کو رُوحُ اللہ کہتے ہیں حالانکہ تمام جانداروں کی روحیں اللہ تعالیٰ ہی کی بھیجی ہوئی ہیں۔ ایسا ہی خانۂ کعبہ کو بَيْتُ اللہ کہتے ہیں کہ وہ خاص کسی کا ملک نہیں ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے اور اللہ کی عبادت ہی کے لئے تعمیر کیا گیا ہے اور وہاں اسکی فیضان رحمت ہے۔ اس خصوصیت سے اس کو بَيْتُ اللہ خانۂ خدا کہتے ہیں۔ اسی طرح مساجد کو حدیث میں اللہ کا گھر کہا گیا ہے چنانچہ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۲۴ میں ہے اَلْمَسَاجِدُ

بُیُوْتُ اللّٰہِ وَقَدْ ضَمِنَ اللّٰہُ لِمَنْ کَانَتِ الْمَسَاجِدُ بَیْتَہٗ بِالرَّوْحِ وَالرَّاحَۃِ وَالْجَوَازِ عَلَی الصِّرَاطِ اِلَی الْجَنَّۃِ یعنی مسجدیں خانۂ خدا ہیں۔ اور یہ جن کا گھر ہے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مہربانی، آرام اور پلصراط سے گذار کر جنت میں پہنچانے کی ضمانت لی ہے۔

اس حدیث میں مسجدوں کو اللہ تعالیٰ کا گھر فرمایا گیا ہے کیونکہ مسجدیں خاص اللہ کے نام پر بنائی گئی ہیں اور ان میں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور خاص رحمت کا فیضان ہے اس لئے تعظیماً وتشریفاً اضافت کردی جاتی ہے کہ یہ اللہ کے گھر ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ مسجد کی چار دیواری میں انسانوں کی طرح سکونت رکھتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اس کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے جدا عرش معلی پر بلاکیف مستوی ہے جیساکہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ پس ماسٹر کا قول باطل ہے اور مسجدوں کو اللہ کا گھر کہنا جائز اور درست ہے۔ اسی طرح مسجد اللہ یا مساجد اللہ یعنی اللہ کی مسجدیں کہنا بھی روا ہے جیساکہ قرآن سے ثابت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ وہاں رکوع سجدہ نماز نہیں پڑھتا۔ انسان نمازیں پڑھتے ہیں۔ مسجدیں اللہ کا ملک ہیں اور وہاں خاص اسی کی عبادت ہوتی ہے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ا ہ

کیا ڈاڑھی والے شخص کو پیٹنا چاہیئے؟

سوال (۴۰۸) وہ ماسٹر یہ بھی کہتا ہے کہ ڈاڑھی نہ رکھو۔ اگر رکھو تو میرے اسکول میں نہ آؤ۔ جو ڈاڑھی رکھ کر میرے اسکول میں آئے گا تو میں اس کی ڈاڑھی پکڑ کر مارونگا کیونکہ حضرت ہارونؑ نے ڈاڑھی رکھی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو ڈاڑھی پکڑکر مارا تھا۔ میں اس پر عمل کروں گا۔ بروئے قرآن وحدیث بتلایا جائے کہ اس ہیڈ ماسٹر کا یہ کہنا درست ہے یا غلط ہے؟

السائل عبدالرحمٰن ولد حاجی قطب الدین صاحب مسلم راجپوت اوڈ

جواب (۴۰۸) از جناب مولانا الحاج عبدالقادر صاحب حصاری سلمہ الباری

ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور شعار اسلام ہے۔ اور تمام انبیاء، صحابہ کرام، اولیائے عظام، علمائے اسلام، ائمۂ اولی الاحترام کی ڈاڑھیاں الا ماشاء اللہ کسی کے قدرتی طور سے بال نہ اُگے ہوں تو یہ علیحدہ بات ہے۔

جو شخص ڈاڑھی کو بُرا سمجھتا ہے اور ڈاڑھی والوں کی ڈاڑھی کی وجہ سے توہین کرتا ہے وہ ملحد اور بے دین ہے۔ ڈاڑھی منڈانا کبیرہ گناہ اور شعار کفر ہے جو جائز سمجھ کر منڈاتا ہے وہ کافر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم فرمایا ہے۔ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَاَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ (صحیحین

یعنی تم مشرکین کا خلاف کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتاؤ۔
صحیح مسلم میں ہے عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰی خَالِفُوا الْمَجُوْسَ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مونچھوں کو کتاؤ اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور آتش پرست کافروں کا خلاف کرو۔

ان حدیثوں میں صیغہ امر وارد ہے اور امر وجوب کو چاہتا ہے لہذا ڈاڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتانا واجب ہے۔ واجب کا ترک حرام اور گناہ ہے۔ اور حدیثوں میں ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں یعنی طریقہ انبیاء ہیں۔ ان میں ختنہ کرنا اور ڈاڑھی بڑھانا بھی ہے۔ جو لوگ اس کو برا کہتے ہیں وہ طریقہ انبیاء اور فطرتِ اسلام کو برا کہتے ہیں۔

تاریخ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۹۰-۹۱ میں ہے کہ آنحضور صلعم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ڈاڑھی رکھوں۔ ہمیں آپ کی اتباع کا حکم ہے کہ ہم آپ کے قول و فعل کی تابعداری کریں۔ آپ کثیر اللحیہ تھے اور کثا اللحیہ تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثا اللحیہ اور حضرت عثمانؓ رقیق اللحیہ اور حضرت علی رضؓ عریض اللحیہ تھے (شمس الضحیٰ)

اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے ڈاڑھیاں تھیں جن کی اتباع امت محمدیہ پر واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ ڈاڑھی رکھنا سنن واجبہ سے ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے اور شعار و علامت اسلام ہے۔ اور منڈانا علامت کفار و مجوس و یہود ہے۔ پس جو شخص منڈانے کو اچھا سمجھے اور ڈاڑھی رکھنے کو برا تو وہ کافر ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری جس کو پانچ سو علماء حنفیہ نے مرتب کیا ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ اِتَّفَقَ مَشَائِخُنَا اَنَّ مَنْ رَّاٰی اَمْرَ الْکُفَّارِ حَسَنًا فَقَدْ کَفَرَ یعنی ہمارے مشائخ نے یہ متفقہ فتویٰ دیا ہے کہ جس شخص نے کفار کے کسی کام اور رسم کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہوا۔

پس ہیڈ ماسٹر پر توبہ کرنا واجب ہے ورنہ وہ کافر ہے۔ مسلمانوں کو اس کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ قرآن سے حضرت ہارونؑ کی ڈاڑھی ثابت ہوئی جن کی اقتداء کا حکم ہے حضرت موسیٰؑ نے غصے اور طیش میں آکر سر کے بال پکڑ کر کھینچا تھا اس کا ذکر پارہ ۹ میں ہے۔ پس ماسٹر کو چاہیے کہ روڈے سوڈے بن کر رہیں حالانکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عدم علم کی بناء پر غصہ سے ایسا کیا جس سے حضرت ہارونؑ نے روکا تو چھوڑ دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ سے وہ الواح بھی پھینکدی تھیں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی تو کیا ماسٹر جی قرآن کو بھی زمین پر پھینکا کریں گے؟ حضرت موسیٰؑ نے غصہ سے ایک قبطی کو "مکہ" مارا جس سے وہ مر گیا تو کیا ماسٹر جی بھی آدمیوں کو "مکہ" مار کر قتل کیا کریں گے؟ حالانکہ یہ اتفاقی حوادث غیر دینی ہیں جن میں اتباع واجب نہیں پیروی شرعی امور میں واجب ہے، سو وہ ڈاڑھی رکھنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے غصہ سے ڈاڑھی پکڑنی چاہی تو حضرت ہارونؑ نے منع کر دیا کہ میری ڈاڑھی نہ پکڑو تو پھر چھوڑ دیا۔ اس سے ڈاڑھی کا پکڑنا منع ثابت ہوا کہ اس کی عزت کرنی چاہیئے هذا ما عندي والله اعلم بالصواب ○

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۴

فتویٰ بابت بشریت رسولؐ

سوال (۴۰۹) صحیفہ یکم ذیقعدہ (۱۳۷۰ھ) میں محترم جناب عبدالرحیم) بٹ صاحب (گوجرانوالہ) قرآن مجید کی ایک آیت کا درمیانی ٹکڑا "فَقَالُوٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا" تحریر کر کے ترجمہ کرتے ہیں :-

"پس کہتے تھے کیا بشر ہو کر ہم کو ہدایت کرتا ہے۔ پس کافر ہو گئے"

پھر آپ نتیجہ نکالتے ہیں "اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول خدا کو "بشر" کہتا ہے وہ کافر ہے" پھر آپ اس نتیجہ کو اعتراض گردان کر جواب کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جواب (۴۰۹) از جناب حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی۔

سب سے پہلے بحیثیت مسلمان ہونے کے اس بات پر سب کا ایمان ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (مشکوٰۃ) جس شخص نے قرآن کی تفسیر (رسولؐ خدا، ہزاروں صحابہؓ، لاکھوں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی تفسیر کے خلاف) اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔

اس تخویف نبویؐ نے قرآن مجید کو لفظی و معنوی تحریف سے بچا لیا ہے اور امت کے ہر فرد کو سطر قرآن کے جلیانی تصور سے لرزہ براندام کر دیا ہے۔ پس ہمارا پہلا جواب تو یہ ہے کہ آیت کا مفہوم مذکور تفسیر بالرائے ہے جو قرون ثلاثہ کے علاوہ آج تک کسی اہل سنت، اہلحدیث، مفسر یا امام نے بیان نہیں کیا۔

اب ہم پوری آیت لکھ کر اس کا مطلب اور مفہوم بیان کرتے ہیں، لیکن آیت کا مفہوم بیان کرنے سے پہلے ایک بات ہم بٹ صاحب وغیرہ سے دریافت

کرتے ہیں اور اس سے پہلے اس آیت سے قائلین بشر کی تکفیر نکالنے والوں سے بیسیوں مرتبہ پوچھ چکے ہیں، پر جواب سے آج تک جواب ہے

جناب بٹ صاحب غور فرمائیں کہ جب کہا جائے فلاں شخص کافر ہو گیا تو اسکا بدیہی مطلب یہی لیا جائے گا کہ وہ شخص مسلمان تھا جو کافر ہو گیا۔ اب آپ اپنے ترجمہ کی طرف غور فرمائیں۔ آپ نے لکھا ہے "پس کافر ہو گئے" سوال پیدا ہوتا ہے کون کافر ہو گئے؟ "کافر ہو جاتا" کے منطوق کے تقاضے سے یہی کہا جائے گا کہ مسلمان (بشر کہنے سے) کافر ہو گئے۔ اب آپ کسی مسلمان کا نام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بتا سکتے ہیں جس نے اپنے نبی کو بشر کہا اور اس پر خدا نے یا اس کے رسول نے کفر کا فتوی لگایا ہو؟ یا صحابہؓ میں سے کسی مسلمان کا نام بتائیں جو معاذ اللہ بشر کہنے پر کافر ہو گیا ہو۔؟

جواب یقیناً نفی میں ہے یعنی کوئی مسلمان نبی کو بشر کہنے پر کافر نہیں ہو گیا۔ اب آپ پھر اپنے ترجمہ کا شروع دیکھیں "پس کہتے تھے" کہتے تھے فاعل یا فاعل ہے اور اس فعل کا فاعل بھی اسی آیت کے شروع میں موجود ہے۔ سنیے! اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ "کیا تمہارے پاس (اے مکہ کے کافرو!) تم سے پہلے (عذاب الٰہی سے مر کھپ گئے) کافروں کی خبر نہیں آئی" یعنی پہلی امتوں کے کافروں کے انجام کا تمہیں معلوم نہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ "کہتے تھے" کا فاعل قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون وغیرہ کافر ہیں تو اب ترجمہ آپ کا یوں ہوا "پس کہتے تھے کافر کیا بشر ہو کر ہم کو ہدایت دیتا ہے پس (کافر) کافر ہو گئے" اب آپ فرماتیے! کہ جو لوگ بشر کہنے کی وجہ سے بقول آپ کے کافر ہو گئے وہ تو پہلے ہی کافر تھے۔ پھر یہ پہلے کافر (قوم عاد۔ قوم ثمود) بشر کہنے کے سبب کس نئی قسم کے کافر ہو گئے۔ بشر کہنے سے کافر کافر ہو گئے؟ "این چہ بوالعجبی است"

بعض نام نہاد علماء اس آیت کو رسول اللہ پر چسپاں کر کے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ "مکہ والوں نے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہا۔ کیا بشر ہدایت کرتا ہے ہم کو پس کافر ہو گئے (بشر کہنے پر)" خدا قرآن میں کہتا ہے کہ رسول خدا کو بشر کہنے والے کافر ہو گئے۔ پس جو کوئی رسول اللہ کو بشر کہے گا وہ کافر ہو جائے گا ع

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

کوئی اجہل الجاہلین بھی اس آیت میں فَقَالُوْا کا فاعل کفار مکہ کو نہیں کہہ سکتا۔ اور "اَلْبَشَرُ" سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں لے سکتا بلکہ یہ سارا قصہ امم سابقہ اور انبیاء ماضیہ کا ہے جو اس امت کی عبرت کے لئے بیان کیا گیا ہے

پھر اگر بفرضِ محال "علمائے حال" کے کہنے پر دن کو رات کہہ کر یہ مان لیا جائے کہ مکہ والے حضورؐ کو بشر کہنے پر کافر ہو گئے تو پھر سوال وہی پیدا ہوتا ہے کہ مکہ والے جو حضورؐ کو بشر کہنے کی وجہ سے کافر ہو گئے وہ کون کون نام کے مسلمان تھے؟ جو کافر ہو گئے؟ اور اگر کافر ہی تھے تو کافر کافر ہو گئے چہ معنی دارد؟ اگر کوئی رونے والا ہے تو ایسے مولویوں کے حال پر روئے جنہوں نے سیدھے سادھے بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان کو اغوا کر رکھا ہے۔

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر ؞ جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

محترم جناب بٹ صاحب ساری آیت مع ترجمہ ومفہوم اور اعتراض کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللَّهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ (تغابن۔ پ۲۸)

ترجمہ:۔ کیا تمہیں پہلے کافروں (عاد وثمود وغیرہ) کا حال معلوم نہیں ہوا (سنو!) انہوں نے اپنے کیے کی سزا (عذابوں کی صورت میں) پالی اور (آخرت میں) اُن کو (دنیاوی عذاب کے علاوہ) دردناک عذاب ہوگا۔ یہ (دنیا وآخرت کی سزا) اس لیئے ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل (معجزات وغیرہ) لیکر آئے۔ پھر انہوں (کافروں) نے (از راہ تعجب) کہا کہ (کیا یہ ممکن ہے کہ) بشر ہم کو ہدایت کریں گے۔ پھر انہوں نے (رسولوں کے بشر ہونے کی وجہ سے ان کی رسالت سے) انکار کر دیا۔ اور (ان کی تبلیغ و تذکیر سے) منہ موڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (اُن کے انکارِ رسالت کی وجہ سے ان سے) استغنا برتا۔ اور اللہ بے نیاز سب خوبیاں سراہا ہے"

اب تو آپ کے سامنے سارا مسئلہ واضح ہو گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدتوں پہلے کے کافروں کا حال اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کافروں کے پاس خدا کی طرف سے رسول آئے تو انہوں نے از راہ تعجب کہا کہ ہم بھی بشر اور یہ رسول بھی بشر، بشر بشر کو کیا ہدایت کرے گا۔ ہماری ہی برادری کے انسان ہو کر ہمیں ہی وعظ کرنے لگے ہیں۔ اگر خدا نے ہماری ہدایت کے لئے رسول بھیجا ہوتا تو وہ کوئی فرشتہ نازل کرتا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم انسانوں کو انسان ہی ہدایت کرے۔ اے صالحؑ! اے ہودؑ! اے شعیبؑ! اے نوحؑ! تم انسان ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ جاؤ ہم تمہاری نبوت کو نہیں مانتے تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

یہ ہے اصل چیز یعنی انکارِ نبوت، جس کی وجہ سے خدا نے فرمایا فَكَفَرُوا پس ان کافروں نے نبیوں کی نبوت سے انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو

مختلف عذابوں سے ہلاک کر دیا اور دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت کا عذاب اسپر مستزاد فرمایا۔

اس آیت میں یہ سارا واقعہ خدا تعالیٰ مکہ کے کافروں کو سنا رہا ہے اور قیامت تک کے کافروں پر حجت ہے کہ تم بھی پہلے کافروں کی طرح اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہ کرنا اور اپنی برادری کے بشر سمجھ کر ان کی تبلیغ و تذکیر سے منہ نہ موڑ لینا۔ مبادا تمھارا حشر بھی پہلے کافروں کا سا ہو۔

امید ہے گوشِ منت کشِ گلبانگ تسلی ہو گیا ہو گا اور جناب بٹ صاحب یا ان کی وساطت سے کسی اور صاحب کی سینہ صافی کی گہرائیاں انوار آیت سے معمور ہو گئی ہوں گی ؂

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے ✤ نافہ دماغ آہوئے دشتِ تتار ہے

جواب۲ از جناب مولانا حکیم برق صاحب غزنوی ہزاروی

اس آیت ہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اس سے مذکورہ بالا مطلب نکالنا چاہتا ہے۔ اُسے علمِ قرآن اور تفسیر کتاب سے کوئی مس نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص عمداً ایسا مطلب اخذ کرنا چاہتا ہے جب کہ اس کے ساتھ لغاتِ قرآن اور منشاء قرآن کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے تو وہ تحریف اور تفسیر بالرائے کا مرتکب ہے۔ آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ کفار عرب رسولوں کو مافوق البشر طلب کرتے تھے أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ (س یونس۔ پ۱۱۔ ع۱)

انھیں حیرت و استعجاب اس بات پر تھا کہ ہماری رہنمائی و ہدایت کے لئے ہمارے جیسا ایک انسان کیوں آیا؟ ملائکہ کیوں نہیں آئے؟ وہ اس بات کے قائل نہ تھے کہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی کامل انسان پیغمبر منتخب ہو سکتا ہے؟ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ○ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (س ابراھیم۔ ع۲۔ پ۱۳) تم تو ہماری طرح کے ہی انسان ہو جو ہمارے آبائی دین سے پھیرنا چاہتے ہو۔ پیغمبرانِ وقت نے جواب میں کہا ہاں ہم تمھارے ہی جیسے بشر تو ہیں لیکن جب خالق تعالیٰ اپنی مخلوق کی رہنمائی کیلئے اپنے کسی عبد کو منتخب و مقرب بنا لیتا ہے تو پھر کسیکو کیا مجالِ گفتگو۔

دیکھئے! یہاں پیغمبر خود اپنی بشریت کا اقرار کر رہے ہیں۔ بشریت و ملکوتیت کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی ہو جاتا ہے اور اپنی دعوت بھی پیش کر دیتے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ○ (پ ۱۸ ـ سورت مومنون ع ۳)
مترفین کفار کی ایک پارٹی نے پیغمبر وقت کے متعلق کہا کہ یہ تمھاری ہی طرح کا انسان ہے تمھاری طرح کھاتا اور پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم سراسر خسارے میں رہو گے۔

جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (پ ۱۸ ـ س فرقان ـ ع ۲) اے پیغمبر! ہم نے تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سبھی کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

کفار کا اعتقاد اور مطالبہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اگر پیغمبر بھیجنا مقصود تھا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ قرآن کہتا ہے۔ اگر ہم فرشتوں سے پیغمبر بھیجتے تو انہیں بھی رجال بنا کر بھیجتے۔ فرشتوں اور انسانوں کی فطرت میں جو فرق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ نسل انسانی کی رہبری کے لئے خود اسی نسل کا اکمل ترین فرد ہی فرائض نبوت احسن طریق سے سرانجام دے سکتا ہے۔ آیت فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ہدایت کے لئے کیا بشر ہی رہ گئے ہیں۔ فَكَفَرُوا یہ جملہ کہکر انہوں نے خدا و رسول کی ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وَتَوَلَّوْا اور حق کی راہ سے ہٹ گئے آخر اس آیت سے یہ مطلب کیونکر نکلا کہ پیغمبر خدا کو بشر کہنے کی وجہ سے کافر ہو گئے اسی زعم کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی زبان سے اس حقیقت کا اعلان کرایا ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ ۔ دوسرے مقام پر ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ پ ۱۱ س توبہ ـ ع ۱۶) ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ بطور احسان اس نعمت عظمیٰ کو جتا رہا ہے کہ ہم نے نسل انسانی میں سے رسول کا انتخاب کر کے مومنین پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

حیرت ہے آج وہی احسان کفر میں شمار ہونے لگا۔ آخر مِنْكُمْ اور مِنْ أَنْفُسِهِمْ قابل غور ہیں۔ ایک اور آیت میں مِنْكُمْ کا لفظ آیا ہے۔ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي (پ ۸ ـ س اعراف ـ ع ۴) ان الفاظ کا مفہوم بظاہر یہی نکلتا ہے کہ کبھی کوئی مافوق البشر رسول انسانوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔

احادیث میں حضورؐ نے خود کو ابن آدم فرمایا ہے۔ ان دلائل کے تحت رسول کی بشریت میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ بشریت آں حضورؐ کے شایان نہیں یا ان کی توہین ہے تو ہم کہیں گے کہ پیغمبر کی اس سے بڑھ کر اور توہین نہیں ہو سکتی کہ اسے اس کے فطری مقام سے ہٹا کر ایک ایسی جنس سے اسکا تعلق ثابت کیا جائے جسکا آپس میں کوئی تعلق یا رشتہ ہی نہیں۔

بشر ہو کر ہی آپ نے وہ مقام عروج و کمال حاصل کیا اور وہ تخت شرف و عزت پایا جس کی ہمسری کا دعویٰ کائنات کی کوئی نوع نہ کر سکی اور ملائکہ سے بھی گوئے عظمت لے گئے۔

جس طرح آپ کی ذات گرامی بعد از خدا بزرگ اور یکتائے دنیا ہے، اسی طرح آپ کے ارشادات و ہدایات بھی کامل اعلیٰ اشرف بلکہ اکمل ہیں۔ آپ کی عظمت و احترام تسلیم کر لینے کے بعد ضروری ہے کہ آپ کے حکم کو، آپ کے اسوۂ حسنہ کو اور آپ کی تعلیم و ہدایت کو بھی دنیا میں زندگی کے ہر موڑ پر کامل ترین رہنما اور مشعل نور تسلیم کیا جائے۔ آپ کی تعلیم و اخلاق اور آپ کے افکار و نظریات کے خلاف کسی ہستی کا کوئی نظریہ اور ہر اسوہ پوری جوانمردی سے ٹھکرایا جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ع پیش قول نبیؐ چون و چرا را نشناسیم۔

اور کافر ہے وہ شخص جو آپ کی پوری تعلیم و ہدایت کا یکسر انکار کر دے ایک سیدھی سادھی بات کو بھی کسی فرقی یا گروہی تعصب کی زہر میں بجھا کر عوام میں پیش کرنا یا کسی جماعت کے اعتقاداتِ فاسدہ سے مرعوب ہو کر تفسیر بالرائے کا ارتکاب مگر ناحق کے دروازہ بند کرنے کے مترادف ہے وَذٰلِكَ ظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں　؎　ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

جواب از حضرت مولانا الحاج عبدالقادر صاحب حصاری مدظلہ الباری

بشریت رسولؐ پر غور کرنے سے پہلے بشر کی تعریف کرنا واجب ہے، سو واضح ہو کہ بشر اس ہستی کا نام ہے جو ظاہر جسم والی صاحب عقل و ادراک ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء ظاہر جسم والے صاحب عقل و ادراک تھے اس لئے وہ بشر تھے۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ بشر وہ ذات ہے جس کو اللہ نے مٹی یا پانی سے پیدا کیا اور اس کو صاحب نسب و صاحب دامادی ٹھیرایا جیسے ارشاد الٰہی ہے کہ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے بشر کو پانی سے پیدا کیا اور اس کو صاحب نسب اور صاحب دامادی بنایا۔

اس تعریف سے بھی دیگر انبیاء کرام کا عموماً اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصاً بشر ہونا ثابت ہوا کیونکہ سب انبیاء اولاد آدم ہیں چنانچہ سورہ مریم پارہ ۱۶ میں ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا انبیاء سے اولاد آدم میں سے

اور آدم بشر ہیں چنانچہ قرآن میں ہے اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۝ یعنی جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ جب حضرت آدمؑ نبی بشر ہوئے تو ان کی تمام اولاد بھی بشر ہوگی چنانچہ معراج میں جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تو جبرئیل نے آپ سے فرمایا کہ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ سَلِّمْ عَلَيْهِ یعنی یہ آپ کے باپ حضرت آدم ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ پھر آں جناب نے سلام کیا تو آدمؑ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ کہ مرحبا ہو بیٹے صالح اور نبی صالح کو۔

حدیث شفاعت میں ہے کہ لوگ کہیں گے، چلو آدم کے پاس چلیں۔ پھر آ کر کہیں گے اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ آپ بشر کے باپ ہیں۔ انسان کی طرح لفظ بشر بھی ہم جنس ہے جو واحد اور جمع سب پر بولا جاتا ہے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب نسب اور صاحب دامادی تھے چنانچہ ددھیال، ننھیال اور تعلق مصاہرت سب کی طرح کی رشتہ داریاں قائم تھیں۔ بیٹے اور بیٹیاں بھی آپ سے پیدا ہوئے جیسے عموماً انسانوں کے ہوتے ہیں تو آپ سب سلسلوں کے لحاظ سے بشر ثابت ہوئے اس لئے بزبان قرآن آپ سے اعلان کرایا گیا کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہ کہدو اے میرے نبی کہ میں تمھاری مثل بشر ہوں۔

تمام پیغمبروں کا یہ اقبال ہے کہ ہم بشر ہیں چنانچہ سورۂ ابراہیم میں ہے قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی ان کو پیغمبروں نے کہا کہ نہیں ہم مگر بشر مانند تمھارے شیخ ابن ہمام حنفی جن کو مجتہدین کا درجہ دیا جاتا ہے وہ اپنی کتاب "سائرہ" جو انہوں نے عقائد کے متعلق لکھی ہے اس کے صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ وَالْاَصَحُّ جَوَازُ السَّهْوِ فِي الْاَفْعَالِ عَلَيْهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ یعنی زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ افعال میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو کا وارد ہونا جائز ہے جیسا کہ خود آنجناب صلعم نے فرمایا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں بھول جاتا ہوں جیسے کہ تم بھول جاتے ہو۔ سو جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کرا دیا کرو۔

آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ (مشکوٰۃ) کہ آپ بشر سے ایک بشر تھے یعنی آپ بھی بشر اور آپ کا باپ بھی بشر تھا۔

قاضی عیاض جو آں حضور کے صفات اور معجزات اور تعریفات بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں اپنی کتاب "شفا" کے ط۸۶ میں فرماتے ہیں فَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْبَشَرِ اُرْسِلُوْا اِلَی الْبَشَرِ کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء بشر تھے اور بشروں ہی کی طرف بھیجے گئے۔

پس آپ کا بشر ہونا قرآن اور احادیث اور سب کتب دینیات مذکور ہے اور کوئی دلیل صحیح صریح وارد نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ بشر نہ تھے بلکہ آپ کی بشریت زمین اور آسمان میں مسلم کل ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے جس سے سوائے اس طاغوتی اور غالی فرقہ کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے صدیوں بعد پیدا ہوا ہے انکار نہیں کرسکتا۔ اہلحدیث اور مذاہب اربعہ کا بھی اتفاقی مسئلہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے۔

اب پیش کردہ آیت کا مطلب سنئے جس سے غالی فرقہ یہ استدلال کرتا ہے کہ آپ کو بشر نہ کہو، جو بشر کہے وہ کافر ہے۔ یہ آیت سورت تغابن کی ہے، جو الفاظ محل استدلال ہیں وہ یہ ہیں "فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا یعنی کفار نے یہ کہا کہ کیا ہم کو بشر ہدایت کرتے ہیں پس وہ کافر ہو گئے"۔

یہ آیت خاص آنحضور صلعم کے متعلق نہیں ہے بلکہ سب انبیاء کے متعلق ہے چنانچہ پوری آیت بمع پہلی آیت کے بغور ملاحظہ کی جاوے تو اصل مطلب صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتْ تَّاْتِیْھِمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَی اللّٰہُ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ یعنی کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو کافر ہوئے پہلے اس سے پس چکھا انہوں نے وبال کام اپنے کا اور واسطے ان کے دردناک عذاب ہے بوجہ اس بات کے کہ آتے تھے ان کے پاس رسول ان کے ساتھ دلائل ظاہرہ کے پس کہا انہوں نے کہ کیا ہم کو بشر ہدایت کریں گے۔ پس منکر ہوئے اور منہ پھیر لیا اور بے پرواہی کی اللہ نے اور اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا۔

اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ سب قوموں نے اپنے اپنے رسولوں کی رسالت کے ساتھ اس لئے کفر کیا کہ وہ اپنے جیسے بشر کے لئے رسالت کا منصب

جائز نہیں جانتے تھے چنانچہ فرعونیوں نے حضرت موسٰی اور ہارون علیہما السلام کے متعلق یہ کہا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ ○ (مومنون) "کیا ہم ایمان لائیں اپنی طرح کے دو بشروں پر حالانکہ قوم اُن کی ہماری غلام ہے" کفار یہ کہتے تھے مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ۔ اللہ نے بشر پر کوئی شے نہیں اُتاری ــــ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى (انعام) "کہہ تو اے نبی! کہ کس نے اتاری وہ کتاب جس کو موسٰے علیہ السلام لیکر آئے تھے"۔ اب موسٰی علیہ السلام کو بشر ماننا پڑے گا تو کفار کے اس بدعقیدہ کی تردید بنے گی ورنہ ان کے اس انکار کا جواب یہ درست نہیں ہو سکتا۔ موسٰی علیہ السلام کی بشریت ان مخالفوں کے نزدیک مسلم تھی اور توریت کا کتاب الٰہی ہونا بھی مسلم تھا اس لئے ان کو یہ الزامی جواب دیا گیا۔ جب کہ انہوں نے نفی عام کی۔ موسٰی پر کتاب کس نے اتاری ہے؟ اگر اللہ نے اتاری ہے تو تمہارا قول مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ باطل ہوا اور اگر کسی اور نے اتاری ہے تو اس کا نام بتاؤ۔

الغرض قرآن میں کفار کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ بشر کو رسول نہ مانتے تھے۔ کہتے تھے کہ فرشتے آنے چاہیئے تھے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً یعنی قوم نوح کے سرداروں نے جو ان کی قوم میں سے کافر تھے یہ کہا کہ نہیں ہے یہ مگر ایک بشر مثل تمہارے جو تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا۔ اسی طرح حضرت ہودؑ کی قوم نے یہ کہا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "یہ ہودؑ نہیں ہے مگر بشر مثل تمہارے۔ پھر فرمایا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اُتارتا۔

اس تصریح سے صاف ثابت ہوا کہ کفار کا یہ مذہب تھا کہ بشر رسول ہو کر لوگوں کو ہدایت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ہماری جنس کا ہے۔ ہم کو فرشتے اگر خدا کی طرف سے ہدایت کریں تب ہم تسلیم کریں گے۔ اس بنا پر وہ ان انبیاء سے منکر ہو کر منہ پھیر گئے اور کافر ہو گئے۔

قرآن اور تمام آسمانی کتابوں کا یہ بیان ہے اور جملہ انبیاء کا یہ فرمان ہے کہ انبیاء اور رسل بشر ہی آتے رہے ہیں کیونکہ زمین پر آبادی بشر کی ہے اور بشر ہی بشر کو اس کی زبان میں سمجھا سکتا ہے اور ہر دینی کام میں بشر ہی رسول ہونے کی حیثیت سے بشر کے لئے نمونہ عمل بن سکتا ہے۔ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل) کہہ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ اگر

زمین پر فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر نازل کرتے ۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ انسان آباد ہیں تو انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے اس واسطے ہمارے رسول سے یہ اعلان کروایا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ یعنی اے رسول! ان سے کہدو کہ میں سوائے بشر رسول کے کچھ بھی نہیں (یعنی نورانی مخلوق فرشتہ وغیرہ نہیں) تفسیر مدارک میں ہے اَنْكَرُوا الرِّسَالَةَ لِلْبَشَرِ کہ کافروں نے بشر کے لئے رسالت کا انکار کیا۔

پس رسولوں اور نبیوں کو بشر کہنا اور بشر کے لئے رسالت کا انکار کرنا ہر دو علیحدہ علیحدہ عقیدے ہیں اور دونوں کے الگ الگ حکم ہیں۔ آیت پیش کردہ میں عقیدہ ثانیہ کا ذکر ہے جو کفار کا عقیدہ ہے اور عقیدہ اول کا ذکر نہیں ہے جو اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ قرآن حدیث سے ثابت شدہ ہے۔ پس رسولوں کو بشر کہنا کفر نہیں بلکہ رسولوں کی رسالت اور ان کی ہدایت سے اس وجہ سے انکار کرنا کہ یہ بشر ہیں یہ کفر ہے جس کا آیتِ مذکورہ میں ذکر ہے ۔۔۔ ہاں یہ بات ہے کہ رسولوں کی بشریت سے انکار کرنا اور بشر کیلئے رسالت کا انکار کرنا ایک ہی قسم کے کفر ہیں اس لئے انبیاء کی بشریت سے انکار کرنیوالے اسی طرح کافر ہیں جس طرح بشر کے لئے رسالت کا اور ہدایت کرنے کا انکار کرنے والے کافر ہیں دونوں جہنم میں جائیں گے۔

باقی رہی یہ بات کہ انبیاء اور رسولوں کو ہماری طرح بشر کہنے کا مطلب کیا ہے اور اس سے بے ادبی لازم آتی ہے یا نہیں؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ انبیاء اور مرسلین کو نفسِ بشریت اور جنس بشر میں اپنی طرح اپنے جیسے کہنے سے تو بے ادبی نہیں ہے کیونکہ یہ تعلیم انہی لفظوں سے قرآن و حدیث میں موجود ہے اور منصب رسالت میں اور منصبِ نبوت میں ان کو اپنے جیسا کہنا ناجائز ہے اور اس سے ان کی بے ادبی لازم آتی ہے اس لئے انبیاء میں دو قسم کے اوصاف تھے ایک بشریت کے، دوم رسالت کے۔ دونوں الگ الگ تھے اور الگ ہی ان کے احکام ہیں

مثلاً ہمارے نبی کریم میں اوصاف اور لوازم بشریت یہ تھے کھانا، پینا، پاخانہ پیشاب کرنا، نکاح کرنا، جنبی ہونا، اولاد پیدا ہونا، سونا، جاگنا، بیمار ہونا، غمگین ہونا، ہنسنا، رونا، زخمی ہونا، خون نکلنا، بھولنا، داماد ہونا، خسر ہونا، باپ ہونا، بیٹا ہونا، بشر کی طرح پیدا ہونا ظاہر جسم والا، صاحب ادراک و عقل ہونا، لباس پہننا، بچہ ہونا، جوان ہونا، بوڑھا ہونا، مرنا، اور غسل کفن دینا، زمین میں دفن ہونا وغیرہ وغیرہ اوصاف خواص وہی ہیں جو عام بشروں میں موجود ہیں۔

اب اوصاف و صفات رسول ہونے کی حیثیت سے جو آپ میں تھے وہ سنئے!

رسالت کا ملنا، فرشتوں سے ملاقات کرنا، اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا، معجزات کا حاصل ہونا شرح صدر کر کے کدورتِ انسانیہ کو نکال کر نور و حکمت بھرنا، کئی دنوں تک بھوکا پیاسا رہنا، جنت و دوزخ دیکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے علم پاکر خبریں بیان کرنا۔ جنوں سے ملنا، اور ان کو ہدایت کرنا، سوتے ہوئے دل جاگنا۔ غیبی چیزوں کا ان پر ظاہر ہونا، خلافِ عادت امور ان سے ظاہر ہونا وغیرہ وغیرہ امورِ اظہارِ نبوت و اثبات رسالت کے لئے ہوتے ہیں جن میں عام بشر ان میں شریک نہیں ہوتے۔

پس اب نفس بشریت اور منصب رسالت دو الگ الگ چیزیں ہو گئیں۔ اور اس سے بشریت کا مسئلہ خوب حل ہو گیا۔ بعض لوگ پہلے امور کو مان کر رسولوں کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور بعض لوگ دوسری قسم کے امور کو ذکر کر کے رسولوں کی بشریت کے منکر ہیں۔ ہمارا مذہب جو عین اسلام ہے ان کے درمیان ہے کہ انبیاء ہماری جنس کے بشر تھے اور اللہ کی طرف سے رسول تھے اور ان میں دونوں قسم کے اوصاف تھے جن میں کوئی تضاد اور تخالف نہیں ہے، اپنی جگہ سب درست اور حق ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر تھے۔ عقائد نسفی میں ہے وَقَدْ اَرْسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی رُسُلًا مِّنَ الْبَشَرِ اِلَی الْبَشَرِ (تا آخر) اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔ انتہیٰ

اب جناب عبدالرحیم صاحب ایمان داری سے انصاف کریں۔

جواب از جناب مولانا الحافظ الحاج عبداللہ صاحب مولوی فاضل روپڑی۔

قریب قریب یہاں لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ والا حساب ہوا ہے وَاَنْتُمْ سُكَارٰی اس کے ساتھ نہیں ملایا۔ آیہ مذکورہ میں فَكَفَرُوْا کے بعد وَتَوَلَّوْا بھی ہے جس سے فَكَفَرُوْا کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تَوَلَّوْا کے معنی ہیں کہ بشر کے ہادی کے سبب سے ان کی ہدایت سے پھر گئے اور اس کا عطف كَفَرُوْا پر ہے۔ پس اس کے معنے ہوئے بشر کے ہادی ہونے کے سبب سے ان کی ہدایت اور نبوت سے منکر اور کافر ہو گئے۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جو بشر کے ہادی یعنی رسول ہونے کو انوکھی چیز سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ بشریت اور رسالت یہ دو وصف جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ کفار کا عقیدہ ہے یہ جواب بطور تنزل ہے یعنی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کے قریب قریب ہم نے اس لئے بنایا ہے کہ معترض اعتراض کرتے وقت سیاق، سباق کو بھی دیکھ لیا کریں کیونکہ بعض دفعہ سباق سیاق پر نظر کرنے سے مطلب سمجھنے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے ورنہ یہاں وَتَوَلَّوْا کے بغیر بھی معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ فَكَفَرُوْا کی ف تفریع اور

نتیجہ کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یَھْدُوْنَنَا کے معنے خدا کی طرف سے ہادی یعنی رسول ہونے کے ہیں کیونکہ اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا کا ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کفار کو بشریت کے ساتھ ہی ہادی من اللہ ہونا ایک انوکھی شے معلوم ہوتی تھی پس معنے یہ ہوا کہ ان کو بشر کا ہادی (رسول) ہونا انوکھا اور اوپرا معلوم ہوا اس لئے کافر ہو گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ معترض نے صرف بشر کہنے پر تفریع کی اور ہمزہ استفہام انکاری پر اور یَھْدُوْنَنَا پر نظر نہیں ڈالی حالانکہ کفار مکہ نے صرف بشر نہیں کہا بلکہ بشر کے ہادی من اللہ ہونے پر انکار کیا۔ پس کفر کا سبب بشر کہنا نہ ہوا بلکہ بشریت کو ہادی من اللہ ہونے کے منافی سمجھنا ہوا۔

اس کے علاوہ قرآن شریف کی تفسیر کا طریقہ اول نمبر یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے ہی ہو۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ صاف موجود ہے کافروں نے رسولوں سے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (سورہ ابراہیم) یعنی نہیں ہو تم مگر بشر ہماری طرح ۔ اس کے جواب میں رسولوں نے کہا اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورۂ ابراہیم) یعنی ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن خدا اپنے بندوں سے جن پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے (کہ ان کو رسول بنا دیتا ہے۔)

اگر صرف بشر کہنے پر کفر لازم آتا ہے تو معاذ اللہ یہاں رسول بھی کافر ہو جاتے نہیں۔ نہیں بلکہ اصل جھگڑا اس پر تھا کہ بشر رسول ہو سکتا ہے یا نہیں؟ رسول کہتے تھے کہ یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ بشر بھی ہو اور خدا اس پر احسان کر دے یعنی اسکو رسول بھی بنا دے لیکن کفار اس کو انوکھی بات سمجھتے تھے۔ اور یہی وجہ ان کے کفر کی ہوئی۔ پس اس آیت (سورۂ ابراہیم) نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کہ بشریت اور رسالت میں منافات سمجھنا یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ بشریت کا مزید بیان دیکھنا منظور ہو تو تفسیر ستاری پارہ اوّل ملاحظہ ہو

فتوٰی بابت علمِ غیب

سوال (۴۱۰) جناب عبدالرحیم صاحب بٹ نے دوسری آیت یہ تحریر کی ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ اور ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ چیز سکھائی ہے جس کو آپ جانتے نہیں تھے اور تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے"

آگے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ "اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کو علم غیب تھا"

جواب (۴۱۰) از جناب حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی۔

جناب محترم برکت صاحب! اس آیت کا مطلب سمجھانے کے لئے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آیت آپ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کر رہی ہے۔ آپ کے ترجمہ میں ہے "جس کو آپ جانتے نہیں تھے" گویا اسی آیت سے حضورؐ کا علم غیب نہ جاننا ثابت ہوا۔ اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو خود بخود بغیر اللہ کے سکھائے خبریں جان لیتے۔ چونکہ حضورؐ غیب نہ جانتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ حضور اکرم کو غیب کی خبریں جس قدر چاہتا بتاتا تھا اور خدا نے بے شمار باتیں اور خبریں غیب کی حضورؐ کو بتائیں۔

ہاں تو یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہیئے کہ جس کو خدا غیب کی خبر بتائے یعنی جو خدا کے بتانے جتلانے سے غیب پر مطلع ہو اس کو غیب کا جاننے والا نہیں کہتے اسی لئے خدا نے فرمایا قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ "اے میرے رسولؐ! اعلان کر دیں (تاکہ لوگ شک وشبہ میں نہ رہیں) کہ میں غیب نہیں جانتا" پس مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے انتفاء پر برہان ناطق اور روشن دلیل ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو لوگ جہالت کے سبب علم غیب کو منسوب کرتے ہیں ایسے لوگوں کی تفہیم وہدایت کے لئے اہل سنت کا عقیدہ پاک یوں بیان کیا گیا ہے ؎

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار	ہر کہ گوید من بدانم تو از و باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل	جبرائیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

فقط والسلام۔

جواب از جناب مولانا حکیم برق صاحب غزنوی ھزاروی

اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت کرنا محض اپنے گروہی اور خود ساختہ نظریات کو قرآن پر جبراً چسپاں کرنا ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا کا علم وہبی ہے۔ یہ تو درست ہے کہ رسولؐ کا معلم خود باری تعالیٰ ہے۔ اس سے معلم اور متعلم کی حیثیت تو واضح ہوتی ہے لیکن رسول اللہ کا علم غیب قطعاً ثابت نہیں ہوتا ورنہ قرآن کی مربوط منظم اور مستقل تعلیم وہدایت میں تضاد وتناقض کی الجھنوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

آج کل جو یہ خیال پھیلا ہوا ہے اس کی تردید برسوں پہلے قرآن نے خود پیش کی ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا

مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○ (پ۲۶-ع۱)

پھر علم غیب سے صاف انکار کیا جاتا ہے لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ

علم غیب صرف ذاتِ الٰہی کا خاصہ ہے اور اس کی اس صفت میں کوئی شریک نہیں ہے قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (پ۲۰-ع۱) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (پ۷-ع۱۳) اِنَّ اللّٰہَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (پ۲۲-ع۱۷)

خدا تعالیٰ علم غیب صرف اپنے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں اور یار لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک کرتے ہیں۔ کوئی ہم کو یہ تو بتلا دے کہ سچا کون؟ کیا خدائے تعالیٰ کے اعلان حق کے بعد کسی اور کا کوئی نظریہ وقول قابلِ تسلیم ہے؟۔

اصل بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی وزیغ ٹھکانہ پکڑ چکی ہو انہیں ایسی ہی آیات کی تلاش و تجسس رہتی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مزعومات وافکار کو شائع کرتے رہتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کے فکر و اعتقاد میں بدعملی و گمراہی کے جراثیم پھیلاتے ہیں فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا۔

ایسے جانبدارانہ جذبات اور تعصب آلود اعتقادات سے دل و دماغ کو پاک کرکے جب تک قرآن کا مطالعہ نہ کیا جائے اس وقت تک اس کے علم و نور کا دروازہ نہیں کھلتا اور عملی زندگی کے لئے حقیقی راہ نہیں کھل سکتی۔

خدائے تعالیٰ ان دوستوں کو ہدایت بخشے جو اپنے خودساختہ افکار ونظریات کو قرآن کے عَلَم سے باندھ کر عوام میں پیش کرتے اور انتشار و بداعتقادی پھیلاتے ہیں (آمین) فقط والسلام۔

جواب۳ از جناب مولانا عبد القادر صاحب حصاری مدظلہ الباری

اول الذکر آیت کی تشریح سے پہلے علم غیب کی تعریف معلوم کرلینی ضروری ہے تاکہ مسئلہ سمجھنے میں کبھی غلطی نہ ہو۔

علم کا معنے جاننا۔ غیب بمعنٰی مغیب "پوشیدہ چیز" پس علم غیب پوشیدہ شے کا وہ علم جو بغیر اسباب عادیہ (حس وعقل وعلامات وغیرہ) اور کسی کے بتلانے سے حاصل ہو (بتلانے والا وحی ہو یا غیر وحی) پس جو علم بذریعہ اسباب عادیہ اور کسی کے بتلانے سے ہوا وہ علم غیب مابہ النزاع نہیں ہے۔

پس اس تعریف کی بنا پر ہمارا مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام جزئیات کا علم کلی ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ایسا علم غیب مخلوقات میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہے خواہ فرشتہ ہو یا جن، انسان ہو یا حیوان، انبیاء ہوں یا اولیاء، عوام ہوں یا خواص کسیکو علم غیب نہیں ہے بلکہ جو دعویٰ کرے کہ کسی نبی یا ولی یا فرشتہ کو علم غیب حاصل ہے وہ کافر ہے چنانچہ شامی کتاب فقہ حنفی ص۳۰۶ میں ہے کہ دَعْوَى عِلْمِ الْغَيْبِ مُعَارَضَةٌ لِنَصِّ الْقُرْآنِ فَيَكْفُرُ بِهَا یعنی سوائے خدا کے کسی کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرنا نص قرآن کے خلاف ہے۔ پس وہ اس دعویٰ سے کافر ہو جائے گا۔

اب اس نص قرآنی کا معلوم کرنا ضروری ہے جس کی مخالفت سے کفر لازم آیا ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے عائشہ صدیقہ ملکہ رحمت دو عالم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رازداں ہونے کے علاوہ عالمہ و فاضلہ تھیں فرماتی ہیں مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ النَّاسَ بِمَا يَكُونُ فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُولُ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ۔ یعنی جو شخص یہ خیال کرے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو آئندہ کل کی تمام باتیں ہونے والی بتلا دیا کرتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ فرماتا ہے کہ اے میرے پیارے نبیؐ! آپ یہ اعلان کر دیں کہ سوائے اللہ کے زمین و آسمان کے رہنے والے غیب نہیں جانتے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہیں رکھتے تھے۔ جو لوگ آپ کو کلی غیب داں کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے اس سے بڑا ظالم کون ہے۔ اس واسطے بحر الرائق کتاب فقہ حنفی میں یہ لکھا ہے کہ لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لَا يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ وَيَكْفُرُ لِاعْتِقَادِهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نکاح میں اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنایا تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور وہ کافر ہو جائیگا۔ کیونکہ اس کا یہ اعتقاد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔

اس فقہ کے فتوے سے ظاہر ہوا کہ نبی صلعم کو عالم الغیب کہنے والے کافر خارج از اسلام ہیں کیونکہ یہ عقیدہ قرآن و حدیث و اجماع امت کے خلاف ہے

اب پیش کردہ آیت کا جواب سنئے۔ یہ آیت قرآن پارہ ۵ سورہ نساء میں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر (اے نبیؐ!) قرآن و حدیث کو نازل کیا اور تجھے وہ چیز سکھلائی جو تو نہیں جانتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العالمین نے قرآن حدیث اتار کر دین اسلام اور اس کے جملہ احکام اور متعلقات اور آیندہ کے وہ امور جو شریعتِ الٰہیہ سے تعلق رکھنے والے ہیں مثلاً زمانہ کے فتنے، دجال، یاجوج، ماجوج وغیرہ علامات قیامت اور عذاب قبر اور حشر اور حالات حشر اور دوزخ اور عذابِ دوزخ۔ اور عذابِ دوزخ۔ اور جنت اور انعاماتِ جنت وغیرہ جن پر ایمان لانا ضروری ہے سب کچھ سکھلایا اور اس سے پہلے آپ کچھ نہ جانتے تھے۔

جواب از جناب مولانا الحافظ الحاج عبداللہ صاحب روپڑی

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ آیا ہے ایسے ہی امت کی بابت عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ بقرہ) آیا ہے پس اس سے لازم آتا ہے کہ امت کو بھی علم غیب ہو۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ بس عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے وہی مراد ہے جو گاہ بگاہ خدا تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کو بعض امور کی اطلاع دیتا رہتا ہے چنانچہ اس آیت کے شان نزول میں وارد ہوا ہے کہ ایک منافق نے جس کا نام طعمہ بن ابرق تھا، زرہ چوری کر کے ایک یہودی کے ذمہ لگادی۔ منافق کی برادری نے بھی منافق کی حمایت کی۔ آپ کا خیال بھی کچھ ادھر جھک گیا۔ خطرہ ہو گیا کہ یہودی پر الزام پختہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو وحی کی اور قرآن مجید میں آیتیں اتاریں اور فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (سورہ نساء) اگر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی آپ پر نہ ہوتی تو ایک جماعت (منافق کی برادری) نے آپ کو گمراہ کرنے کا قصد کیا اور (درحقیقت) وہ اپنی جانوں ہی کو گمراہ کرتے ہیں اور آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور خدا تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ آپ پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت کے شان نزول سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو علم غیب نہ تھا، ورنہ آپ منافق اور اس کی برادری کی طرف نہ جھکتے اور وحی سے ان کی اصلاح نہ ہوتی۔

یہ پوری دیانت داری کے ساتھ دونوں آیتوں کی صحیح تفسیر ہے اور آپ کے دونوں اعتراضوں کا جواب ہے اور خدا شاہد ہے کہ اس میں نفسانیت کو دخل نہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ فقط

(منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم و ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۳ و ۲۴)

۱۵؍ محرم، یکم صفر، ۱۵؍ صفر و یکم ربیع الاول، یکم و ۱۵؍ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ
جلد ۳۲۔ نمبر ۲، ۳، ۴ و ۵، ۹، ۱۰)

رویتِ ہلال کے بارے میں استفسار

سوال (۴۱۱) اس مسئلہ میں ذیل کے نکات پر روشنی ڈالنی ضروری ہے
(۱) کیا ایک مقام کی رویت دوسرے کے لئے معتبر اور قابلِ عمل ہو سکتی ہے۔ اگر ہو سکتی ہے تو کیا کوئی حد مقرر ہے کہ اتنے فاصلہ کے اندر اندر تو قابلِ اعتنا ہو گی اور اس کے بعد نہیں؟
(۲) رویت ہلال کے لئے کیا بلندی اور پستی کا معیار ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ہوائی جہاز پر چاند دیکھ لیتا ہے تو کیا اس کا اعتبار ہو گا؟
(۳) آج کل کی ایجادات میں سے ٹیلیفون اور ریڈیو ہیں۔ دنیوی امور میں بڑے بڑے اہم معاملات اس کے ذریعہ طے کر لئے جاتے ہیں۔ کیا ایک مقام سے اگر ٹیلیفون یا ریڈیو سے خبر آ جائے کہ فلاں مقام پر چاند نظر آ گیا ہے تو اس کی شہادت کو شرعاً قبول کر لیا جائے؟ یا بالفرض ایک مقام پر ایک شخص چاند دیکھ لیتا ہے اور بذریعہ ہوائی جہاز دوسری جگہ فجر سے پہلے پہنچ جاتا ہے تو کیا اس کی رویت پر اس دوسرے مقام پر عید یا رمضان مان لیا جائے؟

نیاز مند سید عبد الرؤف کراچی

جواب (۴۱۱) میں اخبار تنظیم جلد اول ۱۹۳۲ء اس مسئلہ پر بہت مفصل بحث لکھ چکا ہوں۔ مختصر جوابات ارسال ہیں۔ امید ہے کافی ہونگے انشاء اللہ۔
(۱) حدیث میں ہے عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَقَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتَهَلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللهِ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ؟ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ لٰكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ أَلَا تَكْتَفِيْ بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ؟ فَقَالَ لَا هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ وَابْنَ مَاجَةَ (منتقی مع شرح نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۶۵)
حضرت کریبؒ سے روایت ہے کہ ام فضل رضؓ نے ان کو علاقہ شام میں (کسی کام کیلئے)

حضرت معاویہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ کریبؒ فرماتے ہیں وہاں پہنچ کر میں نے ام فضلؓ کا کام مکمل کیا اور رمضان شریف کا چاند مجھے علاقہ شام میں ہی طلوع ہو گیا۔ میں نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ میں رمضان کے آخر میں مدینہ منورہ پہنچا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے دریافت فرمایا تم نے (علاقہ شام میں) چاند کب دیکھا؟ میں نے عرض کیا جمعہ کی رات کو۔ فرمایا تم نے خود دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، میں اور عام لوگوں نے چاند دیکھا اور روزہ رکھا۔ حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا، ہم چونکہ ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا ہے لہٰذا ہم روزے رکھیں گے یہاں تک کہ ہم تیس روزے پورے کریں گے یا چاند دیکھیں گے میں نے عرض کیا۔ آپ حضرت معاویہؓ کی رؤیت پر بھی کفایت نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے (اس کو بخاری اور ابن ماجہ کے علاوہ باقی صحاح ستہ والوں اور امام احمد نے روایت کیا۔)

اس حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ ایک مقام کی رویت دوسرے کے لئے کتنے فاصلہ پر معتبر ہو سکتی ہے؟ اور اس کی حد کیا ہے؟ لاہور سے کراچی اور ڈھاکہ (بنگال) کا فاصلہ شام اور مدینہ منورہ کے فاصلہ سے کم نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ منورہ میں علاقہ شام کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ مطلع کا فرق ہے پس جہاں بھی مطلع کا فرق ہوگا اس کا حکم یہی ہوگا۔

(۲) جو عام طور پر قدرتی اسباب ہیں احکام شریعت میں ان کا اعتبار ہے اسلئے شرعی احکام خاص حالات کے تابع نہیں ہوتے مثلاً نماز قصر کا حکم ایک دن رات کی مسافت پر ہے۔ اس وقت جو عام سفر ہوتے تھے وہ پیدل یا چوپایوں کی سواری پر تھے جو قریباً نو دس کوس یک طرفہ ہو سکتا ہے۔ پس نو دس کوس کے مسافر پر دوگانے کا حکم ہوگا خواہ کوئی شخص اس سفر کو ہوائی جہاز یا ریل وغیرہ کے ذریعہ چند منٹوں میں طے کرے۔

اس بنا پر خاص اسباب کے ذریعہ جو چاند دیکھا گیا ہے اسکا اعتبار نہیں ہے۔

(۳) ٹیلیفون یا ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ جو خبر پہنچتی ہے وہ اگر اتنی دور سے ہو جہاں مطلع کا فرق ہے تو اس کا جواب نمبر اول میں آچکا ہے۔ اور اگر نزدیک سے ہو تو پھر ٹیلیفون ریڈیو وغیرہ پر خبر دینے والا متدین اور شکل و صورت کے لحاظ سے متشرع ہونا ضروری ہے ورنہ شرعاً اس کی شہادت کا اعتبار نہ ہوگا۔ شرعی احکام لوگوں کی بے دینی کی وجہ سے بدل نہیں سکتے۔

(مولانا الحافظ الحاج) عبداللہ (صاحب) امرتسری روپڑی۔ لاہور ماڈل ٹاؤن

سی بلاک - مورخہ ۲۴ شوال المکرم ۱۳۷۲ھ ، ۷ رجولائی ۱۹۵۳ء
منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۵۳ء
جلد ۲۳ نمبر ۲۳

فتویٰ بابت بدشگونی و مروجہ فاتحہ

سوال (۴۱۲) (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین حکم شریعت محمدیہ کا دریں مسئلہ کہ ایک ماسٹر اسکول کے گھر بچہ پیدا ہوا وہ درخت سرس (شرینہ) کی شاخیں پتے مکان میں اور آس پاس رکھتا ہے تاکہ حفاظت ہر آفت اور بلا سے ہو اور جس بچہ کے گلے میں کوئی تعویذ ہو اس کو اپنے گھر میں نہیں آنے دیتا کہ اس کا کچھ اثر ہو جائے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) دیگر یہ کہ ایسے ماسٹر صاحب کے والد ضعیف العمر ہو کر فوت ہوئے۔ اب وہ حسب رواج اپنی برادری اور دیگر احباب آشنا کو تاریخ مقررہ کھانا پکا کر کھلاتے ہیں اور یہ کھانا تکلف سے پکا کر کھلایا جاتا ہے اور گھر گھر تقسیم بھی ہوتا ہے۔ بعض سوم، بعض ہفتم، بعض چہلم میت کا کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

سائل عبدالعزیز طالب علم ضلع منٹگمری۔

جواب (۴۱۲) (۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔ اسکولوں کے ماسٹر محض اردو، انگریزی حساب وغیرہ جاننے والے ہوتے ہیں، علم دینیات سے اکثر جاہل ہوتے ہیں اس لئے وہ جاہلانہ رسومات کا ارتکاب کرتے ہیں، فال بد لینا اور درخت سرس سے نفع نقصان کا اعتقاد کرنا رسم شرک اور اعتقادِ کفار ہے اسلام میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے وَالطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ بدشگون لینا کفر کی رسموں میں سے ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ بدشگون لینا شرک ہے بدشگون لینا شرک ہے بدشگون لینا شرک ہے۔ مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں، "فال بد گرفتن از اعمال مشرکان ست و شرک خفی و اگر بجزم اعتقاد کند کہ البتہ چنیں خواہد بود آں خود بے شک کفر ست"

فتاویٰ عالمگیری میں ہے اِتَّفَقَ مَشَائِخُنَا اَنَّ مَنْ رَاٰی اَمْرَ الْکُفَّارِ حَسَنًا فَقَدْ کَفَرَ یعنی جس شخص نے کفار کی رسم کو اچھا سمجھا وہ کافر ہوا۔ اسی پر سب علماء کا اتفاق ہے۔

پس ماسٹر صاحب نے جس رسم کا ارتکاب کیا ہے اور اس میں نفع کا جزماً و یقیناً اعتقاد کیا تو یہ کفر ہوا۔ ان کو اس سے توبہ کرنی واجب ہے ورنہ اسلام سے کچھ تعلق نہیں رہے گا۔

(۲) میت کے لئے ایصالِ ثواب تو جائز ہے لیکن اس میں رسومات اور اختراعی باتیں شامل کر کے ناجائز کر دیا گیا ہے۔ ماسٹر صاحب کا یہ صنیع بھی بدعت اور ناجائز ہے، اور ایسے کھانے کا کھانا بھی جائز نہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهٖ مِنَ النِّيَاحَةِ (رواہ احمد) یعنی صحابہ کرام اہل میت کی طرف اجتماع کرنا اور کھانا تیار کرنا بعد دفن کے نیاحت (نوحہ) میں شمار کرتے تھے ـــــ نیاحت منع ہے تو یہ اجتماع اور طعام پکا کر کھلانا اور تقسیم کرنا بھی منع ہے۔

نیز حدیث میں ہے مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ جو ہمارے دین میں ایسا کام کرے جس کا ثبوت دین میں نہیں ہے تو وہ بدعت ہے۔

فتح القدیر وغیرہ میں ہے اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ میت والوں کا کھانا تیار کرنا بدعت قبیحہ ہے کیونکہ دعوتیں خوشی میں مشروع ہیں۔ غمی میں مشروع نہیں ہیں۔

تقرر تاریخ تعیین کھانا اور دعوت برادری اور اقربا کی کہ وہ دور دور سے آئیں اور پھر گھر گھر تقسیم کرنا یہ امور رسم پر دلالت کرتے ہیں اور رسومات کی پابندی بدعت ہے۔ نفس ایصالِ ثواب بغیر رسومات مروجہ کے مستحسن ہے اور وہ بلا تعیین غربار فقرار کو فی سبیل اللہ کچھ دینا یا کھلانا ہے، پس ماسٹر صاحب بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اپنے مال کا اسراف کر رہے ہیں جو حرام ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری بقلمہ مرقومہ ۳۰ جولائی ۵۲ء

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم صفر ۱۳۷۲ھ جلد ۳ نمبر ۳

ایک علمی سوال بابت استمداد عن الاموات و استغاثہ باہل القبور اور اُس کا جواب

سوال (۴/۱۳) مشکوٰۃ شریف کے باب الکرامات میں ابو الجوزاء سے روایت ہے، کہ اہل مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قحط سالی کی شکایت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کی قبر کے اوپر چھت میں سوراخ کر دو تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی آڑ نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ خوب بارش ہوئی۔ گھاس و چارہ اتنا پیدا ہوا کہ اونٹ وغیرہ جانور کھا کھا کے موٹے ہو گئے۔ چربی کے مارے

ان کے بدن پھٹنے لگے اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔
اس حدیث سے اہل بدعت، عباد القبور اہل قبور سے استمداد و استغاثہ اور وسیلہ پر دلیل پکڑتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟
سائل (مولوی) سلیمان (صاحب) میواتی حال کوٹ رادھا کشن ضلع لاہور

جواب (۴۱۳) از حضرت مولانا الحافظ الحاج عبد الستار صاحب دہلوی مدظلہ

الجواب بعون الوھاب:۔ مشرکین مبتدعین عباد القبور کا اہل قبور اولیاء اللہ سے استمداد و استغاثہ پر حدیث ہذا سے استدلال کرنا اور اپنی دعاؤں میں ان کا وسیلہ پکڑنا اور یہ خیال کرنا کہ اہل قبور سے دنیا کو فیض حاصل ہوتا ہے، اموات متصرف فی الامور ہیں۔ مخلوق کی حاجت روائی و مشکل کشائی کرتے ہیں قطعاً غلط و مبنی علی الشرک ہے کجا استمداد و استغاثہ از اولیاء اللہ اور کجا یہ حدیث بَیْنَہُمَا فَرْقٌ بَیِّنٌ وَبَوْنٌ بَعِیْدٌ۔
استمداد عن الاموات اور استغاثہ باہل القبور شرعاً شرک و کفر ہے ۔۔۔ اگر اہل بدعت حدیث ہذا سے یہ استدلال کرتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ اپنے استدلال کے موافق عمل کر کے دکھائیں۔ جتنے مزاروں و خانقاہوں پر قبے بنائے ہوئے ہیں سب کو توڑ ڈالیں تاکہ اولیاء اللہ کی قبروں اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو پھر تجربہ کریں کہ بارش ہوتی ہے یا نہیں۔
معلوم ہوتا ہے یہ لوگ اپنے استدلال میں خود متردد ہیں۔ اگر یقین ہوتا تو بناء علی القبور جو شرعاً ممنوع ہے کے مرتکب نہ ہوتے جملہ قباب و تعمیرات مسمار کر دیتے۔
یہ تو تھا ایک الزامی جواب۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کوئی شرعی امر نہیں۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک رائے ہے۔ جب لوگوں نے ان سے جدب و قحط کی شکایت کی تو ظاہر ہے کہ وہ ان کو نماز استسقاء تو پڑھانے سے رہیں۔ عورت ہو کر ان کی امامت کیسے کرتیں، اپنی ایک رائے پیش کی جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی کرامت و معجزہ ظاہر کیا۔
ملا علی قاریؒ حنفی نے مرقات شرح مشکوۃ میں تحت حدیث ہذا لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کا یہ خیال ہوا کہ کفار کے مرنے پر آسمان نہیں روتا، ابرار کے فوت ہونے پر روتا ہے جب آسمان آپ کی قبر کو دیکھے گا تو ممکن ہے کہ روئے اور اس کے رونے سے نالے بہہ پڑیں، پانی کی کثرت ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فرماتے ہیں سَبَبُ کَشْفِ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ السَّمَاءَ لَمَّا رَأَتْ قَبْرَہٗ بَکَتْ وَسَالَ الْوَادِیْ مِنْ بُکَائِہَا قَالَ تَعَالٰی فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ حِکَایَۃً عَنْ حَالِ الْکُفَّارِ فَیَکُوْنُ اَمْرُہَا عَلٰی خِلَافِ ذٰلِکَ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی الْاَبْرَارِ الخ پس

اہل بدعت کو چاہیئے کہ اولیاء اللہ و بزرگان دین کی قبروں پر سے قبے گرادیں تاکہ آسمان ان کی قبروں کو دیکھ کر روئے اور پانی برسے۔

یہ حدیث دارمی کی ہے۔ امام دارمیؒ نے اس پر بایں الفاظ باب منعقد کیا ہے بَابُ مَا اَکْرَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِہٖ یعنی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ ایک آپ کا معجزہ و کرامت اللہ تعالیٰ نے ظاہر کی گویا یہ آپ کا یہ ایک خاصہ ہو اکسی دوسرے کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ کتاب مصباح الظلام کے صـ۱۱۱ میں ہے فَلَیْسَ فِیْہِ حُجَّۃٌ لِّلْمُبْطِلِ یعنی اس حدیث میں اہل بدعت کی کوئی دلیل نہیں۔

اسی واسطے صحابہ کرامؓ میں صلحاء بھی تھے، شہداء بھی تھے۔ تمام صحابہ اولیاء اللہ تھے مگر کسی صحابی نے کسی قبر کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ ازمنۂ خیر القرون میں جب بارش بند ہو جاتی تھی تو نماز استسقاء ادا کرتے تھے جیسا کہ صحاح و سنن و مسانید میں ثابت ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِی الْاِسْتِسْقَاءِ رَکْعَتَیْنِ وَالصَّحَابَۃُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ وَغَیْرِہٖ صَلَّوْا وَاسْتَشْفَعُوْا بِالْعَبَّاسِ وَغَیْرِہٖ وَلَمْ یَسْتَشْفِعُوْا عَنْ قَبْرِہٖ وَلَوْ کَانَ مَشْرُوْعًا لَمَا عَدَلُوْا عَنْہُ الخ (کذا فی تلخیص کتاب الاستغاثۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ رح صـ۲۹) یعنی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث ہٰذا کے متعلق فرماتے ہیں کہ جدب دیار و قحط امطار کے وقت نبی علیہ السلام سے نماز استسقاء ثابت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی خلافت فاروقی میں نماز پڑھی۔ حضرت عباس سے دعا کرائی۔ نبی علیہ السلام کی قبر نہیں کھولی، نہ آپ کا وسیلہ لیا۔ اگر ایسا کرنا مشروع ہوتا تو کبھی اس سے عدول نہ کرتے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ بلاغ المبین صـ۸ میں فرماتے ہیں "ازیں جا ثابت شد کہ توسل بگذشتگان و غائبان جائز نہ داشتند و گرنہ عباس رضہ از سرور عالم بہتر نبود، چرا نگفت توسل می کردیم بہ پیغمبر تو والحال توسل می کنم بروح پیغمبر تو صلے اللہ علیہ وسلم" یعنی اس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ اور غائبوں کا وسیلہ پکڑنا صحابہ رضہ جائز نہیں سمجھتے تھے ورنہ حضرت عباسؓ نبی علیہ السلام سے بہتر نہ تھے۔ اگر جائز تھا تو کیوں نہ کہا کہ یا اللہ! اب ہم تیرے نبیؐ کی روح کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہیں۔

امام ابن قیمؒ نے اغاثۃ اللہفان میں تنصیص کی ہے اس امر پر کہ شرک کی جڑ یہی مردوں کو پکارنا اور ان سے فریاد کرنا ہے اِنَّ اَصْلَ الشِّرْکِ سَالِمُ ہُوَ دُعَاءُ الْمَوْتٰی وَالْاِسْتِسْقَاءَۃُ بِہِمْ

پھر امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حدیث ہٰذا محمد بن حسن بن زبالہ نے بھی اپنی تصنیف

اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے لیکن ابن زبالہ غیر معتبر شخص ہے۔ ایسوں کی بات قابل احتجاج نہیں وَهٰذَا الْعِلْمُ الْعَامُّ الْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ وَلَا يُعَارَضُ بِمَا يَرْوِيهِ ابْنُ زَبَالَةَ وَأَمْثَالُهُ مِمَّنْ لَا يَجُوزُ الْإِحْتِجَاجُ بِهِ وَلَوْ قَالَ عَالِمٌ يُسْتَحَبُّ عِنْدَ الْإِسْتِسْقَاءِ أَوْ غَيْرِهِ أَنْ يُكْشَفَ عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ لَكَانَ مُبْتَدِعًا بِدْعَةً مُّخَالِفَةً لِلسُّنَّةِ الْمَشْرُوْعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ خُلَفَائِهِ۔ یعنی اگر کوئی عالم استسقار وغیرہ مصیبت کے وقت نبی علیہ السلام یا دیگر انبیار و صالحین کی قبر کا کھولنا اور ان سے امداد چاہنا مشروع و مستحب کہے تو وہ بدعتی ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفار کا مخالف ہے۔

امام اہل توحید شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کتاب الاستغاثہ فی الرد علی البکری ص۲۸ میں ابوالجوزار کی روایت کے دو جواب لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں وَجَوَابُهُ مِنْ وَجْهَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنَّ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ زَبَالَةَ ضَعِيْفٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ وَالثَّابِتُ عَنِ الصَّحَابَةِ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا اسْتَسْقَوْا دَعَوُا اللّٰهَ إِمَّا فِي الْمَسْجِدِ وَإِمَّا فِي الصَّحْرَاءِ وَهٰذَا الْإِسْتِسْقَاءُ الْمَشْرُوْعُ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ فَإِنَّهُمْ اتَّفَقُوْا عَلٰى دُعَاءِ اللّٰهِ وَاسْتِغْفَارِهِ یعنی پہلا (الزامی) جواب تو یہ ہے کہ یہ ابن زبالہ ضعیف و غیر قابل احتجاج ہے۔ صحابہ کرام سے بالاتفاق یہی ثابت ہے کہ وہ استسقار کے وقت مسجد میں یا جنگل میں جاکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اور یہی استسقا مشروع ہے الثَّانِي أَنَّ هٰذَا الْفِعْلَ لَيْسَ حُجَّةً عَلٰى مَحَلِّ النِّزَاعِ سَوَاءٌ كَانَ مَشْرُوْعًا أَوْ لَمْ يَكُنْ فَإِنَّ هٰذَا اسْتِنْزَالٌ لِلْغَيْثِ عَلٰى قَبْرِهِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يُنَزِّلُ رَحْمَتَهُ عَلٰى قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَعِبَادِهِ الصّٰلِحِيْنَ وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ سُؤَالٌ لَهُمْ بَعْدَ مَوْتِهِمْ وَلَا طَلَبٌ وَلَا اسْتِغَاثَةٌ بِهِمْ وَالْإِسْتِغَاثَةُ بِالْمَيِّتِ وَالْغَائِبِ سَوَاءٌ كَانَ نَبِيًّا أَوْ وَلِيًّا لَيْسَ مَشْرُوْعًا وَلَا هُوَ مِنْ صَالِحِ الْأَعْمَالِ إِذْ لَوْ كَانَ مَشْرُوْعًا أَوْ حَسَنًا مِنَ الْعَمَلِ لَكَانُوْا بِهِ أَعْلَمَ وَإِلَيْهِ أَسْبَقَ وَلَمْ يَصِحَّ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ أَنَّهُ فَعَلَ ذٰلِكَ یعنی دوسرا جواب یہ ہے اس فعل یعنی کشف قبر میں ہرگز یہ دلیل نہیں کہ اہل قبور سے مدد مانگنا یا سوال کرنا جائز ہو۔ اس میں تو صرف یہ ہے کہ قبر کھولدی تاکہ اللہ کی رحمت (بارش) نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت انبیار و صالحین پر نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس میں نہ تو کوئی اہل قبور سے سوال ہے نہ کسی چیز کی طلب ہے نہ فریاد ہے کیونکہ میت و غائب کو فریاد رس سمجھنا خواہ وہ نبی ہو یا ولی ہرگز جائز نہیں اگر یہ جائز ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ اسے کرتے حالانکہ سلف میں سے

کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے استمداد واستغاثہ بالاموات پر دلیل پکڑنا بالکل باطل ہے۔ شیطان نے اس سے بہت سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی میں سداً للذریعہ کشف قبر کی بھی ممانعت کردی تھی چنانچہ اہل قسطنطنیہ[۱] ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ استسقا کرتے اور اہل تستر دانیال نبی[۲] کی قبر و جسم کے ساتھ قحط سالی کے وقت ایسا ہی کرتے تھے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریراً اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل ابو موسیٰ کو لکھا کہ دن میں تیرہ[۱۳] قبریں جدا جدا کھودو۔ اور رات کو ایک قبر میں دانیال کو دفن کرکے ساری قبریں بھردو حتیٰ کہ لوگوں پر ان کی قبر مخفی ہو۔ جائے پتہ نہ چلے کہ کونسی قبر میں مدفون ہیں تاکہ وہ آیندہ اس حرکت سے باز آئیں وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ اَهْلَ تُسْتَرَ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ بِقَبْرِ دَانْيَالَ وَاَنَّ اَبَا مُوْسٰى كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ فِیْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ اِذَا كَانَ النَّهَارُ فَاحْفِرْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَبْرًا ثُمَّ اجْعَلْهُ فِیْ اَحَدِهَا لِيَخْفٰى عَلَى النَّاسِ (ملاحظہ ہو کتاب المغازی لابن اسحاق و بیہقی شعب الایمان و کتاب الاستغاثہ لابن تیمیہ)

صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۳ میں ہے حَفَرْنَا بِالنَّهَارِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَبْرًا مُتَفَرِّقَةً فَلَمَّا كَانَ بِاللَّيْلِ دَفَنَّاهُ وَسَوَّيْنَا الْقُبُوْرَ كُلَّهَا لِنُعَمِّيَهٗ عَلَى النَّاسِ یعنی ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے بموجب ایسا ہی کیا۔

علامہ محمد بشیر صاحب سہسوانی رحمہ اللہ نے کتاب مذکور میں دارمی کی اس روایت کو جس میں

---

[۱] قسطنطنیہ ایک شہر ہے تین طرف سے دریا ہے جانب غربی صحرا ہے اسکی فصیل بڑی مضبوط ہے اسی کے پاس ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ قسطنطین صاحب رومیہ نے اسکو بنایا تھا جب سے اسلام کے ہاتھ پر فتح ہوا ہے اب تک زیر حکومت اسلام ہے وللہ الحمد۔ اسکی فتح نشان قرب قیامت و علامت ظہور مہدی علیہ السلام ہے شاید وہ وقت اب بہت نزدیک آگیا ہے۔ اس شہر کی عمدہ تاریخ کتاب تحفہ سنیہ فی تاریخ القسطنطنیہ تالیف سلیمان بن خلیل ہے ۱۸۷۳ء میں مقام بیروت میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں دولت عثمانیہ کا نسب نوح علیہ السلام تک پہنچایا ہے دولت عثمانیہ کو قوم ترکمان بتایا ہے۔ سال ولادت سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم ۱۵ شعبان ۱۲۴۵ھ سال جلوس ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انکی شہادت ۱۲۹۳ ہجری میں ہوئی سلطان عثمان بن ارطغرل سے ان تک ۳۲ سلطان ہو۔ تحفہ سنیہ میں لکھا ہے ان سلطنتھم اتصلت الی المھدی فیسلمون الامانۃ الیہ ابقی اللہ سلطنتھم ما توالی الملوان انتہیٰ۔ کذا فی طلائع المقدور من مطالع الدہور للنواب بھوپالی ص ۱۵۵ ۱۲ منہ

[۲] دانیال میلاد مسیح سے چھ سو سال قبل کے ایک نبی کا نام ہے۔ (صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان مصنفہ علامہ محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ ص ۲۵۳) ۱۲ منہ

ابراز قبر کا ذکر ہے ضعیف و منقطع کہا ہے۔ اس کی سند کے رواۃ پر جرح و قدح کی ہے
اس کے سات جواب لکھ کر غیر قابل احتجاج قرار دیا ہے

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب الرد علی البکری صفحہ ۶۸ میں فرماتے ہیں وَمَا رُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا مِنْ فَتْحِ الْكُوَّةِ مِنْ قَبْرِهٖ إِلَى السَّمَاءِ لِيَنْزِلَ الْمَطَرُ فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ وَلَا يَثْبُتُ إِسْنَادُهٗ یعنی یہ حدیث صحیح نہیں نہ اس کی اسناد ثابت ہے۔

صفحہ ۶۹ میں لکھتے ہیں وَ أَمَّا وُجُوْدُ الْكُوَّةِ فِي حَيَاةِ عَائِشَةَ فَكَذِبٌ بَيِّنٌ وَلَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَكَانَ حُجَّةً وَّدَلِيْلًا عَلٰى أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَكُوْنُوْا يُقْسِمُوْنَ عَلَى اللّٰهِ بِمَخْلُوْقٍ وَّلَا يَتَوَسَّلُوْنَ فِيْ دُعَائِهِمْ بِمَيِّتٍ وَّلَا يَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ بِهٖ وَإِنَّمَا فَتَحُوْا عَلَى الْقَبْرِ لِتَنْزِلَ الرَّحْمَةُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ دُعَاءٌ يُقْسِمُوْنَ بِهٖ عَلَيْهِ فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ هٰذَا یعنی اول تو حضرت عائشہ رضؓ کی زندگی میں روشندان کا چھت میں وجود ہی مفقود و کذب ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے تو اس میں ہماری دلیل ثابت ہوتی ہے نہ کہ اہل بدعت کی، کہ دیکھو صحابہ کرام اپنی دعاؤں میں آپؐ کا وسیلہ نہیں پکڑتے تھے، نہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کا واسطہ دیکر سوال کرتے تھے۔ صرف انہوں نے قبر کے اوپر سے جگہ کھول دی تھی تاکہ رحمت نازل ہو۔ پس کجا یہ فعل اور کجا اہل بدعت کا اہل قبور سے استغاثہ و استمداد۔

اسی واسطے حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہؓ کرام نے کشف قبر کو بھی جائز نہیں رکھا بلکہ ہر ممکن طریق سے اس کا انسداد کیا تاکہ لوگ اس سے غلط استدلال کرکے شرک کے اندر مبتلا نہ ہو جائیں جیسا کہ قصہ قبر دانیالؑ اوپر مذکور ہوا۔ کتاب تبعید الشیطان بتقریب اغاثۃ اللہفان میں لکھا ہے۔ فَانْظُرْ صَافِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ مِنْ صُنْعِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْمِيَتِهٖ قَبْرَ هٰذَا الرَّجُلِ لِئَلَّا يَفْتَتِنَ بِهِ النَّاسُ

مصباح الظلام فی الرد علی من کذب علی الشیخ الامام مصنفہ شیخ عبد اللطیف صفحہ ۱۱۰ میں مرقوم ہے وَلَيْسَ فِيْ إِنْزَالِ الْمَطَرِ إِذْ كُشِفَتْ أَجْسَادُ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ قُبُوْرُهُمْ مَا يُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلٰى جَوَازِ التَّوَسُّلِ الشِّرْكِيِّ بِهِمْ یعنی انبیائی جسم یا قبر کے کشف سے بارش ہونے پر وسیلہ شرکیہ کے جواز پر استدلال کرنا قطعاً غلط ہے

اسی کتاب میں ہے وَقَدْ خَافَ عُمَرُ مِنْ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيُجْعَلَ نِدًّا لِلّٰهِ۔ یعنی حضرت عمرؓ نے دانیال نبی علیہ السلام کے جسم کو (جو شہر تستر میں ہرمزان کے بیت المال میں ایک چارپائی پر رکھا ہوا تھا) دفن کرا دیا کہ کہیں مشرک لوگ اسے اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اللہ کا ند و شریک نہ بنالیں۔

اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ نے تفسیر سورۂ اخلاص صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے جو توحید کے بیان اور شرک کے رد میں بہت عمدہ کتاب ہے۔ نیز اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۱۶۲ میں

امام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں کہ اہل قبور سے مدد چاہنا یا جلب منفعت ود فع مضرت کی غرض سے پکارنا یا ان کی قبروں کے پاس اگر دعا مانگنا با ایں خیال کہ یہاں اگر دعا ان کی برکت سے جلد قبول ہوگی یا ان سے استغاثہ و استسقار کرنا حرام و شرک ہے۔ صحابہ کرامؓ پر بارہا مصیبتیں آئیں مگر کسی صحابی نے نبی علیہ السلام کی قبر پر آکر فریاد نہیں کی۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف کشف قبر کا حکم دیا تاکہ اللہ کی رحمت بارش نازل ہو جائے۔ نبی علیہ السلام سے پانی نہیں مانگا نہ آپ سے دعا کروائی نہ قبر پر جاکر کسی قسم کی فریاد کی بل قد روی عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا انہا کشفت عن قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم لینزل المطر فانہ رحمۃ تنزل علی قبرہ و لم تستسق عندہ ولا استغاثت ھناک۔ فقط والسلام۔

ابو محمد عبد الصمد خادم جماعت غرباء اہلحدیث

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم شعبان ۱۳۷۲ھ جلد ۲۳ نمبر ۱۵

مسئلہ وسیلہ

علمی سوالات کے جوابات

از جناب مولانا الحاج عبد القادر صاحب مہاجر حصاری

جریدہ اہلحدیث جلد ۳ نمبر ۲۹ مطبوعہ ۲۷ شوال ۷۰ھ میں مولوی عبد اللہ صاحب ڈیرہ غازی خاں نے علماء اہلحدیث سے خطاب فرماتے ہوئے چند علمی سوالات شائع کئے ہیں جن کے جوابات کسی عالم کی طرف سے شائع نہیں ہوئے یا میری نظر سے نہیں گذرے۔ اگر کسی محقق عالم نے ان کے جوابات شائع کئے ہوں تو وہ اس خادم العلماء کے نام ارسال فرما کر ممنون فرمائیں

ان سوالوں کے جواب جو اس خادم العلماء کی خداداد سمجھ میں آئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

سوال (۱۴) دعا میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۱۴) اس کے جواب سے پہلے لفظ وسیلہ کا لغوی اور شرعی معنی جاننا نہایت ضروری ہے اور بعد ازاں وسیلہ کے انواع پر غور کرنا لازم ہے کہ کونسی قسم جائز

اور مشروع ہے اور کونسی ناجائز اور غیر مشروع ہے۔
وسیلہ کے لغوی معنٰے یہ ہیں مرتبہ، درجہ، قربت، سبب، بادشاہ کے نزدیک عزت اور مرتبہ، تقرب حاصل کرنا، تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ۔ ملاحظہ ہو قاموس۔ مصباح اللغات وغیرہ ـــــ حقیقت شرعیہ اس کی یہ ہے کہ طاعت الٰہی اور اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا یا اپنی دعاء اور کسی بزرگ صالح کی دعاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا
قرآن مجید میں دو جگہ یہ لفظ وارد ہے باتفاق مفسرین وہاں "اطاعت" اور اعمال صالحہ سے قربت حاصل کرنا مراد ہے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر۔ ابن جریر۔ جامع البیان وغیرہ۔ حدیثوں میں یہ لفظ "مقام محمود" اعلیٰ مرتبہ۔ ذریعہ اور سبب کے معنی میں مستعمل ہے۔
پس حقیقتِ لغویہ اور حقیقتِ شرعیہ قریبًا ایک ہی ہے۔ حسب موقعہ ومحل سب معانی مذکورہ میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن وسیلہ مُحدَثہ مروجہ کسی آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ اس لئے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں یہ لفظ ہے وہاں وسیلہ متعارفہ مراد نہیں ہے۔ کتاب وسنت کے تتبع اور استقراء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تین معنی ہیں (۱) طاعت وعبادت سے تقرب الٰہی حاصل کرنا (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے مقام محمود اور درجہ جنت طلب کرنا (۳) کسی صالح بزرگ کی حیات مبارکہ میں اس سے دعا کرانا اور اس کی دعاء کے ذریعہ سے درگاہ الٰہی میں قبولیت چاہنا۔
پس حکم شرعی کے لحاظ سے وسیلہ ۲ دو قسم ہے۔ ایک مشروعہ جو شرع سے ثابت ہے، دوم غیر مشروعہ جس کا ثبوت شرع میں نہیں ہے بلکہ وہ اختراعیہ ہے۔ وسیلہ مشروعہ کے کئی انواع ہیں:۔
(۱) اسماء وصفات الٰہیہ کا وسیلہ یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے قرآن میں ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (پ ۹۔ س اعراف) یعنی "اللہ تعالیٰ کے لئے اسماء حسنٰی ہیں ان کے ذریعہ اس سے دعاء کرو"۔ چنانچہ کتب حدیث کی کتاب الدعوات میں اسم اعظم اور اس سے دعاء کرنے کا ذکر احادیث میں وارد ہے کما لایخفی علی اہل الحدیث۔
(۲) اَعْمَالِ صَالِحَہ کا وسیلہ۔ یہ بھی کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ آیت وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ "کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو"۔
اس سے باتفاق مفسرین اعمال صالحہ قربت حاصل کرنا مراد ہے چنانچہ آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ "کہ اللہ تعالیٰ سے صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد طلب کرو"۔ اس پر دال ہے۔ اور احادیث صحاح میں غار والے تین آدمیوں کا قصہ

مشہور ہے جنہوں نے غار والی مصیبت میں مبتلا ہو کر یہ کہا تھا کہ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا کہ تم اپنے اعمال صالحہ خالصہ کو دیکھو پھر ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو ٹال دے۔" چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگی جو فوراً قبول ہوئی اور انہوں نے اس مصیبت سے رہائی پائی۔ پس اصل وسیلہ اعمال صالحہ کا ہے جو مامور بہا اور جملہ مسلمانوں کا معمول بہا ہے۔

(۳) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور تمام احکام شرعیہ میں آپ کو اُسوہ حسنہ جان کر آپ کی اتباع کرنا اور آپ کی سنت کی نصرت اور احیاء سے آپ کی محبت کا ثبوت دینا اور آپ کی توقیر کرنا وسیلہ ہے جو عین اسلام اور ذریعہ نجات اور کامیابی کا ہے۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا وسیلہ بھی مشروع ہے۔ ہر دعاء کے اول و آخر درود شریف پڑھنا چاہیئے تب دعاء قبول ہوتی ہے۔ اگر تمام حاجتوں کیلئے صرف درود ہی کا ورد کثیر الیا جائے تو یہی کافی ہے۔ حدیث میں ہے اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ کہ گناہ دور کرنے اور غم، فکر دور کرنے کے لئے تیرے واسطے درود ہی کافی ہے۔

(۵) کسی صالح اور ممتاز ذات سے جو کہ زندہ موجود ہو عرض کرکے دعا کرانا اور اس کی دعاء کے ذریعہ اور وسیلہ سے خدا تعالیٰ سے قبولیت چاہنا۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ سے دعائیں منگوائی گئیں۔

قریش نے قحط سالی کے موقعہ پر دعا کی درخواست کی تو آں جناب نے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی جو قبول ہوئی جس سے خوب مینہ برسا اور اہل مکہ کو قحط سے نجات ملی (بخاری شریف) بموقعہ ہجرت سُراقہ نے تعاقب کیا۔ جب گھوڑا دھنس گیا تو اس نے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی تو اس نے مصیبت سے نجات پائی (بخاری شریف)

متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک اعرابی نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہوگئے اور لوگ بھوکوں مر گئے آپ خدا سے دعاء مانگئے کہ ہم کو سیراب کرے آپ نے دُعاء فرمائی تو اسی دن سے بارش شروع ہو کر آئندہ جمعہ تک بارش برستی رہی۔ پھر دوسرے جمعہ میں مکانات گرنے کی شکایت کرکے بارش روکنے کی دعا طلب کیگئی تو آپ نے دعاء فرمائی جس سے بارش رُک گئی (بخاری و مسلم) لیکن یہ سلسلہ آپ کی زندگی تک جاری رہا۔ جب زندگی ختم ہوئی تو دیگر صالحین سے دعا منگوائی گئی چنانچہ ایک بار قحط سالی ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء کے موقعہ پر یہ ارشاد فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔ خداوندا! ہم اپنے پیغمبر کی زندگی میں توان کو وسیلہ دعا پکڑتے تھے تو تو اُن کی دعار سے ہم کو سیراب کرتا تھا۔ اب ہم ان کے چچا کو دعار کے لئے وسیلہ لائے ہیں تو اب ان کی دعار سے ہم کو سیراب کردے۔

بِنَبِیِّنَا دراصل بِدُعَاءِ نَبِیِّنَا ہے اور بِعَمِّ نَبِیِّنَا سے مراد بِدُعَاءِ عَمِّ نَبِیِّنَا ہے کیونکہ دیگر طرقِ حدیث سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے چچا صاحبؓ کا دعا مانگنا مذکور ہے۔ پس اَلْاَحَادِیْثُ یُفَسِّرُ بَعْضُھَا بَعْضًا قانون مسلم ہے۔

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے یزید بن اسود جرشیؓ کے وسیلہ سے دعا کی جو اس طرح ہے اَللّٰھُمَّ نَسْتَسْقِیْ بِیَزِیْدَ ابْنِ الْاَسْوَدِ یَا یَزِیْدُ اُرْفَعْ یَدَیْکَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ وَدَعَا وَدَعَا النَّاسُ حَتّٰی اُمْطِرُوْا (صیانۃ الانسان ص۳۷۹) یعنی اے اللہ! ہم یزید بن اسود کے ذریعہ سے تجھ سے بارش طلب کرتے ہیں۔ اے یزید! آپ ہاتھ اٹھائیے۔ یزید نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور لوگوں نے بھی دعا کی تو بارش ہوگئی۔

ان دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ وسیلہ زندہ سے لینا بایں طور کہ اس سے دعا کرانا جائز ہے۔ ہمیشہ مسلمانوں میں قرناً بعد قرن یہ سلسلہ جاری رہا کہ اہل الخیر والدین اولیاء اللہ علماء متقین سے دعا کرواتے رہے ہیں اور اب بھی کرواتے ہیں۔ پس توسل بالاحیاء یعنی بدعاء الاحیاء جائز اور درست ہے اور اس پر جملہ مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے نام پاک کو عباد اللہ الصالحین فرشتگان یا انبیاء و مرسلین یا بندگان صالحین ہیں سے کسی کی طرف مضاف کرکے دعار کرنا بھی جائز ہے جو ایک قسم کا وسیلہ ہے مثلاً اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ وَمُحَمَّدٍ الخ اسی طرح کوئی اَللّٰھُمَّ رَبَّ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی یا اَللّٰھُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ یا اَللّٰھُمَّ رَبَّ الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیِّ کہے تو جائز ہے اور یہ دعا اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔

پس یہ چھ قسم کا وسیلہ اور توسل مشروع ہے جس میں کوئی خطرہ شرک اور بدعت کا نہیں ہے اور بالاتفاق جائز ہے اور شبہات سے خالی ہے اور منصوص ہے۔

وسیلہ غیر مشروعہ کے اقسام جو کہ شرع میں ناجائز ہیں درج ذیل ہیں۔

(۱) کسی صالح شخص نبی یا ولی کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس بزرگ کی قبر کے پاس کھڑے ہونے سے دُعا قبول ہوتی ہے یہ ناجائز ہے کیونکہ بدعت ہے۔ کسی دلیل شرعی سے اس طرح دعا کرنا ثابت نہیں ہے مَنِ ادَّعٰی خِلَافَہٗ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ۔

(۲) کسی نبی یا ولی کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو پکارنا اور یوں کہنا یا سیّدی ۔ فُلَانُ اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ اے فلاں بزرگ! آپ میرے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ تو یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ بدعت ہے فَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ

(۳) کسی نبی یا صالح شخص کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس کو پکارنا اور یوں کہنا یَا سَیِّدِیْ فُلَانُ اِشْفِ مَرِیْضِیْ وَاکْشِفْ عَنِّیْ کُرْبَتِیْ اے فلاں بزرگ! میرے بیمار کو شفا بخشو اور میری مصیبت دور کرو۔

یہ وسیلہ شرک جلی ہے کیونکہ یہ غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے استمداد کرنا اور حاجت روائی اور مشکلکشائی پر اس کو قادر تصور کرنا اور اس کی ذات کا تقرّب حاصل کرنا ہے جو صریح شرک اور عبادتِ غیر اللہ میں داخل ہے اور قرآن کریم توحید الوہیت کو واضح کرتا ہوا اس کی تردید کرتا ہے۔ مبتدعین مشرکین اس وسیلہ شرکیہ میں اکثر مبتلا ہیں۔

(۴) کسی نبی یا ولی یا فرشتہ یا جن کو کسی جگہ سے پکارنا اور اس سے حاجت طلب کرنا اور یہ کہنا کہ اے فلاں بزرگ! میری حاجت پوری کر! فلاں مصیبت دور کر! مجھے اولاد دے! میرا قرض اُتار دے! اور یہ عقیدہ ہو کہ یہ بزرگ میرے سوال کو سنتا ہے اور میرے حال کو جانتا ہے اور عالم الغیب ہے اور حاجتوں کے پورا کرنے پر قادر ہے جیسے اہل بدعت کا یہ شعر مشہور ہے ؎

امداد کن امداد کن از بندہ غم آزاد کن ⁂ در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادرا

تو یہ صریح شرک ہے کیونکہ جملہ اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب والشہادہ نہیں ہے اور نہ قادر مطلق ہے۔ قرآن وحدیث اس پر ناطق ہیں۔ پس غیر خدا کو اس طرح جاننے والا کافر خارج از اسلام ہے۔

(۵) کسی نبی یا ولی کو مخاطب کر کے کسی جگہ سے یہ کہنا کہ اے فلاں بزرگ! آپ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ فلاں حاجت پوری ہو یا مصیبت دور ہو تو یہ وسیلہ بھی بدعت و شرک ہے کیونکہ یہ داعی متوسل اس بزرگ کو عالم الغیب اور سامع کل تصور کرتا ہے جو شرک ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے یوں دعا کرنا اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ فُلَانٍ کہ اے اللہ! فلاں بزرگ کے حق سے یہ میری حاجت پوری کر۔ یا فلاں بزرگ کی حرمت سے۔ یا فلاں بزرگ کے طفیل سے۔ یا فلاں ولی ہے میں اسکا وسیلہ لیتا ہوں۔ یا اللہ! اس کے وسیلہ سے میری مصیبت دور کر دے۔

یہ صورتِ وسیلہ بھی کسی آیت یا حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام رض

کا اس پر تعامل ثابت ہوا ہے۔ ہاں اس کے برعکس صحابہ کرام رضؓ کا اجماع ثابت ہے کہ وہ بڑی بڑی ممتاز ہستیوں کو چھوڑ کر زندہ ہستیوں کی دعار کو وسیلہ بناتے رہے ہیں۔ کسی کی شخصیت کو وسیلہ نہیں بنایا ہے۔ پس توسل بالاموات کے جملہ اقسام غیر مشروعہ ہیں

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الجلیلہ فی التوسل والوسیلہ میں ہے۔ مولوی عبداللہ صاحبؒ کو اس کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کی تاکید کرتا ہوں لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں بڑے بڑے لوگ علماء اور جہلار ٹھوکریں کھا چکے ہیں اور کئی اب بھی کھا رہے ہیں۔ یہ مسئلہ توحید وسنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو چند موضوع اور ضعیف بے بنیاد روایتوں کی بنا پر اسلام میں رواج نہیں دینا چاہئے۔ اب آپ اپنے پیش کردہ دلائل پر غور فرمائیں کہ وہ قابل استدلال نہیں ہیں۔

(۱) پہلی حدیث آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لکھی ہے جس کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گناہ ہوا تو انہوں نے یوں دعا کی أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ إِلَّا غَفَرْتَ لِي اور دلائل النبوہ بیہقی میں ہے يَا رَبِّ أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ إِلَّا مَا غَفَرْتَ لِي یعنی اے پروردگار! میں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کرتا ہوں کہ تو میرا گناہ بخشدے

اس حدیث کو مقلدین حنفیہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" کے صہ تا صنا نقل کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سابقین میں ثابت کی ہے۔ حالانکہ یہ حدیث نہایت درجہ کی ضعیف بلکہ موضوع ہے کیونکہ اس حدیث کا دار ومدار عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم پر ہے جو باتفاق ائمہ حدیث ضعیف اور متروک ہے۔ امام احمد بن حنبل رحؒ، ابوزرعہ رحؒ ابو حاتمؒ امام نسائی رحؒ۔ دار قطنیؒ۔ امام ذہبیؒ۔ امام ترمذیؒ وغیرہم نے اس کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔ تفصیل اس کی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ میں ہے فَانْظُرْ ثَمَّہ

صیانۃ الانسان میں صارم المنکی سے نقل کیا ہے کہ إِنَّهُ حَدِيثٌ غَيْرُ صَحِيحٍ وَلَا ثَابِتٍ بَلْ هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ جِدًّا وَقَدْ حَكَمَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ بِالْوَضْعِ (صلا۱۲) کہ یہ حدیث صحیح اور ثابت نہیں ہے بلکہ نہایت درجہ کی ضعیف ہے اور بعض ائمہ حدیث نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

امام ذہبی رحؒ سے نقل کیا ہے قَالَ الذَّهَبِيُّ فِي الْمِيزَانِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلِمٍ

اَبُوالْحَارِثِ الْفِهْرِیُّ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ مَسْلَمَۃَ بْنِ قَعْنَبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ خَبَرًا بَاطِلًا فِیْہِ " یَا اٰدَمُ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَّا خَلَقْتُکَ " رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ قَالَ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَ الصَّغِیْرِ وَفِیْہِ مَنْ لَّمْ اَعْرِفْھُمْ (صیانۃ الانسان لمولانا الفاضل المحدث محمد بشیر سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ ص۱۲) یعنی یہ حدیث باطل ہے۔ امام ہیثمی رح فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں پہچانتا ہی نہیں"

رسالہ الوسیلہ کے ص۱۳۲ میں یہ فیصلہ درج ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ والی حدیث جس کو کئی ایک مصنفوں نے بغیر اسناد وما یتعلق کے نقل کیا ہوا ہے جیساکہ قاضی عیاض مع زیادات اور ابو محمد مکی اور ابواللیث سمرقندی وغیرہم یہ حدیث بالکل ضعیف ہے قابل حجت شرعی نہیں ہے۔ تمام ائمہ اسلام کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ "ایسی حدیثیں مثل اسرائیلیات کے ہیں جن کے صحیح ہونے کا علم نہیں"

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے وہاں دعاء رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الآیۃ کا پڑھنا اور دعاء کا قبول ہونا اور گناہ کا بخشا جانا ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث روایت اور درایت کے لحاظ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ پس صاحب کتاب کا یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام نے بھی حضور کا وسیلہ لیا سراسر جھوٹ ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمن جس کے متعلق امام حاکم نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ اَنَّہٗ رَوٰی عَنْ اَبِیْہِ اَحَادِیْثَ مَوْضُوْعَۃً اس نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں ۔۔۔ اور پھر لکھا ہے کہ ایسا راوی احد الکاذبین ہوتا ہے۔

(۲) مولوی عبداللہ صاحب نے دوسری دلیل مشکوٰۃ کے حوالہ سے ذکر کی ہے کہ ایک نابینا کو دعاء کا طریقہ سکھلایا گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کا ذکر ہے۔ اس کے تین جواب ہیں

ایک یہ کہ اس حدیث کی سند میں "ابوجعفر" راوی ہے۔ اگر وہ عیسیٰ بن ابوعیسیٰ ماہان "ابوجعفر رازی تیمی" ہے تو اس کے ضعف پر اکثر ائمہ متفق ہیں۔ صیانۃ الانسان ص۱۲ میں ہے کہ وَقَالَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ یہ قوی نہیں ہے۔

امام فلاس نے کہا ہے کہ یہ سیئ الحفظ ہے۔ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ بہت وہمی ہے حافظ ابن حجر نے اسکو سیئ الحفظ لکھا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ مشاہیر ائمہ سے منکر روایتوں کے ساتھ منفرد ہے۔ امام ابن مدینی نے کہا ہے کہ وہ خطا کرتا ہے۔ اور اگر "ابوجعفر" مدنی ہے جیسے کہ سنن ابن ماجہ میں ہے تو وہ "مجہول" ہے کیونکہ امام ذہبی نے

میزان میں کہا ہے کہ اس سے صرف یحییٰ بن کثیر ہی روایت کرتا ہے۔ اور یتنازعہ فیہ حدیث میں شعبہ ہے اور شعبہ سے اس کی روایت معروف نہیں ہے (صیانۃ الانسان) پس سند کے لحاظ سے یہ حدیث اکثر علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ صیانۃ الانسان میں ص۹۷ سے ص۱۰۳/۱۲۱ تک بہت بحث کی ہے۔

دوم یہ وسیلہ بالذات نہیں ہے اور نہ توسل بالاموات ہے بلکہ وسیلہ بدعاء الاحیاء ہے اور توسل بدعاء الصالحین کہ ان کی حیاتِ مبارکہ میں ہم جائز ثابت کرچکے ہیں۔ اور دُعاء ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ صیانۃ الانسان ص۲۰۶ میں ہے فَالْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ بِنَبِیِّکَ بِدُعَاءِ نَبِیِّکَ وَشَفَاعَتِہٖ بَلْ ھُوَ مُتَعَیَّنٌ بِدَلِیْلِ قَوْلِ الضَّرِیْرِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَقَوْلُہٗ فِی الدُّعَاءِ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ یعنی اس حدیث میں بِنَبِیِّکَ سے مراد بِدُعَاءِ نَبِیِّکَ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے ساتھ توسل کیا بلکہ یہی متعین ہے۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ نابینا نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ اللہ سے میری آنکھوں کی عافیت کی دعاء کیجئے۔ پھر آپ نے اس کو دعاء کرانے یا صبر کرنے کا اختیار دیا تو اس نے فَادْعُہُ کہہ کر دعاء کو منظور کیا تب آپ نے اس کو وضو اور نماز حاجت کا طریقہ بتا کر دعاء سکھلائی کہ یوں دُعا کر۔ اور پھر آخر میں اس نے کہا کہ میرے بارے میں یا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور سفارش قبول فرما! تب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور وہ اچھا ہوا۔

حدیث میں یہ جملے صاف قرینہ دعاء نبوی کا ہیں پھر اس کو محض وسیلہ ذات پر محمول کرنا تحکم ہے۔

حنفیوں کے حکیم روحانی مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب کے ص۲۱۶ میں ایک فصل یوں منعقد کی ہے۔ "اڑتیسویں فصل آپ کے ساتھ توسل کرنے میں دعاء کے وقت" پھر اس کے تحت عثمان بن حنیف کی روایت لائے ہیں اور اس میں صاف یہ ترجمہ کیا ہے کہ:۔

"عرض کیا دعاء کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے"، "اگر تو چاہے تو دعا کردوں" اس نے عرض کیا کہ دعاء ہی کر دیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا یہ دعاء کرے۔ اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے۔ اے محمدؐ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری ہو وے۔ اے اللہ! آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔"

اس ترجمہ کے خط کشیدہ کلمات صاف دلالت کر رہے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء اور سفارش صحت کی ہے۔ یہ توسل بالدعاء ہے نہ توسل بالذات۔

پس مولوی اشرف علی صاحب کا یہ کہنا کہ "اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دعاء فرمانا کہیں منقول نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعاء کا جائز ہے اسی طرح توسل دعاء میں ذات کا بھی جائز ہے" سراسر غلط ہے کیونکہ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ عبارت کا سیاق، سباق اور دعاء کا ذکر اور آخر دعاء میں آپ کی شفاعت کا ذکر صاف دلالت کر رہے ہیں کہ آپ نے دعاء فرمائی اور سفارش عافیت کی کی ہے چنانچہ تنقیح الرواۃ بتخریج احادیث مشکوٰۃ ص۱۰۸ میں ہے:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ سَأَلَ أَوَّلًا بِإِذْنِ اللهِ لِنَبِيِّهِ أَنْ يَّشْفَعَ لَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّبِيِّ صلعم مُلْتَمِسًا أَنْ يَّشْفَعَ لَهُ ثُمَّ كَرَّ مُقْبِلًا عَلَى اللهِ أَنْ يَّقْبَلَ شَفَاعَتَهُ قَائِلًا فَشَفِّعْهُ فِيَّ أَيْ فِيْ حَقِّيْ یعنی ابن حجر مکی نے کہا کہ سائل ضریر نے اول تو اللہ تعالیٰ سے اذن طلب کیا کہ وہ نبی صلعم کو سفارش کرنے کی اجازت عطاء فرمائے (کیونکہ بغیر اذن الٰہی شفاعت درست نہیں ہے) پھر نبی صلعم کی طرف دعاء میں متوجہ ہوا تاکہ آپ اس کیلئے سفارش کریں (آپ سفارش کرنے لگے) پھر مکرر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر یہ عرض کرنے لگا کہ اے خداوندا! اپنے نبی کی سفارش صحت قبول فرما یعنی میرے حق میں۔

پس ابن حجرؒ نے شفاعت اور دعاء نبویؐ کو واضح کیا ہے جس سے مولوی اشرف علی صاحب حکیم الامت کی حکمت باطل ہو گئی جس سے وہ اپنے مریدین کا علاج کر رہے تھے نیز بیہقی کی روایت میں اس دعاء کے یہ الفاظ وارد ہیں کہ یَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهِ فَيَقْضِيْ لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ وَاَشْفِعْنِيْ فِيْهِ قَالَ فَقَامَ وَقَدْ بَصُرَ یعنی اے محمد صلعم! میں سفارش کے لئے آپ کو اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کرے۔ یاالٰہی! جو سفارش وہ میرے لئے کر رہے ہیں وہ قبول فرما اور میں جو سفارش ان کے لئے (قبولیت دعا کی) کر رہا ہوں وہ بھی قبول فرما۔ راوی نے کہا وہ بینا ہو کر کھڑا ہو گیا۔"

یہ عبارت غور طلب ہے جو مسئلہ متنازعہ کو بالکل واضح کر رہی ہے کہ اس نابینا نے بھی دعا کی اور حضورؐ نے بھی سفارش کی جو قبول ہوئی اور وہ بینا ہوا۔ پھر اسکا مزید ثبوت اور سنئے! کہ دوسری روایت کہ جس میں بعد از وفات کا ذکر ہے اور یہ دعا اس میں مذکور ہے۔ اس میں آخری جملہ حذف کر کے دعاء سکھلائی گئی ہے کیونکہ حیات مبارکہ میں آپ کا ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا۔ سفارش کرنا پایا جاتا ہے اور وفات کے بعد ممکن نہ تھا۔ اگر اس جملہ سے سفارش قیامت کی مراد ہوتی تو یہ جملہ بدستور قائم رکھا جاتا کیونکہ

اس کی ضرورت ہر ایک کو تھی لیکن اس سے حضورؐ کا دعار اور سفارش کرنا مراد تھا اسلئے بعد از وفات اس کو بیکار سمجھ کر حذف کیا گیا ۔۔ پس یہ بھی صاف دلیل ہے کہ شفاعت سے مراد دعائے صحت ہے جو آپ نے اس نابینا کے بارے میں کی تھی قیامت کی شفاعت مراد نہیں اور نہ اس کا کوئی قرینہ ہے۔

سوم یہ کہ دعویٰ تو عام ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل حیات میں اور بعد از وفات ہمیشہ دعاؤں میں جائز ہے اور دلیل اس پر خاص واقعہ کے متعلق پیش کی ہے حالانکہ خاص واقعہ میں عموم نہیں ہوتا۔ نیز اس حدیث میں صرف دعا کرنے اور کرانے کا ذکر ہے جو بعد از وفات ناممکن ہے۔ نیز اس میں ندا حاضر کے لئے ہے اور بعد از وفات ندا غائب کے لئے لازم آتی ہے جو جائز نہیں ہے کیونکہ اُس وقت آپ حاضر تھے اور آپؐ نے اپنے روبرو وضو اور نماز پڑھوا کر دعار کروائی اور کی تھی اب یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ شفیع سامنے موجود نہیں ہے

پھر بعد وفات وسیلہ لینا حضرت عمرؓ اور حضرت معاویہؓ کے اجماعی تعامل کے خلاف ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے مجمعوں میں آنحضرت صلعم کو چھوڑ کر زندوں سے دعار کا وسیلہ لیا تھا۔ اگر بعد وفات آپ کا وسیلہ لینا جائز ہوتا تو جیسے آپ کی زندگی میں وسیلہ لیتے تھے بعد وفات بھی وسیلہ لیتے مگر نہیں لیا کیونکہ وسیلہ دعار سے ہوتا ہے اور دعار کرانی ممکن نہ تھی اس لئے زندوں کی طرف رجوع کیا اور ان سے دُعار منگوائی چنانچہ انہوں نے دعا کر دی جو قبول ہوئی۔ پس یہ طریقہ مشروع ہوا۔

(۳) مولوی عبد اللہ صاحب کی تیسری دلیل توسل بالذات بعد از وفات کے متعلق ہے جو عثمان بن حنیف کا دوسرا طریق ہے۔ یہ اسناد اور متن کے لحاظ سے یعنی روایت اور درایت کی رو سے قابل استدلال نہیں ہے جس کی رسالہ "الوسیلہ" ترجمہ قاعدہ جلیلہ میں پانچ وجہیں ظاہر کی گئی ہیں جو مرقومہ ذیل ہیں۔

(۱) اس حدیث میں راوی کا ایک فاضل اجل سے منفرد ہونا۔

(۲) ائمہ اہل سنن کا اس حدیث سے اعراض کرنا۔

(۳) ائمہ اہل سنت والجماعت کا بوجہ اضطراب لفظی اس کو قبول نہ کرنا۔

(۴) راویان حدیث کا استاد "روح" سے منکر روایات نقل کرنا۔

(۵) اس حدیث کے راوی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا فہم ہے جو دوسرے شخص کو انہوں نے دعار مرفوعہ کا بعض حصہ سکھلایا ہے اور اس دعار کا آخری حصہ جو شفاعت نبویؐ پہ دلالت کر رہا ہے ترک کر دیا ہے حالانکہ وہی فیصلہ کن ہے کہ اس دعار میں آں حضورؐ کی محض ذات[۱] وسیلہ نہ تھی بلکہ آپ کی شفاعت اور دعارِ صحت تھی۔

[۱] یہ توجیہ ٹھیک ہے ۱۲ ص

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے ان پانچ وجہوں پر بحث کی ہے اور اس حدیث کو ناقابل حجت کر دیا ہے کہ اوّل[1] تو یہ بوجہ ضعف اسناد حجت نہیں ہے اور دوم[2] بوجہ اضطراب لفظی اور سوم[3] بوجہ اجتہادِ صحابی رضؓ کے جو کہ ظاہر عبارت کے بھی خلاف ہے اور دیگر صحابہ رضؓ کے اجماع کے بھی خلاف ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روایت ثابت ہی نہیں ہے۔

صیانۃ الانسان کے صـ۱۲۲ میں ہے کہ فِی سَنَدِہٖ رَوْحُ ابْنُ صَلَاحٍ وَقَدْ ضَعَّفَہٗ عَدِیٌّ کہ اس حدیث طبرانی وغیرہ میں روح بن صلاح ہے جس کو ابن عدی نے ضعیف کہا ہے — بہر کیف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور علامہ محمد بشیر سہسوانیؒ اس روایت کو ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں تفصیل کے لئے قاعدہ جلیلہ اور صیانۃ الانسان ملاحظہ ہو۔

مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب کے صـ۲۱۶ پر اس روایت کو نقل کر کے یہ تسلیم کیا ہے کہ طبرانی کبیر میں اور اوسط میں ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں روح بن صلاح بھی ہے اور ابن حبانؒ و حاکمؒ نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ایک گونہ ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مجمع الزوائد میں بھی علامہ ہیثمیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے وَفِیْہِ ضُعْفٌ پس ضعیف روایت حجت نہیں ہے چنانچہ امام نوویؒ نے صـ۲۱ ج۱ صحیح مسلم کی شرح میں فرمایا ہے کہ اِنْ کَانَ یُعْرَفُ ضُعْفُہٗ لَمْ یَحِلَّ لَہٗ اَنْ یَّحْتَجَّ بِہٖ فَاِنَّہُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یُحْتَجُّ بِالضَّعِیْفِ فِی الْاَحْکَامِ کہ اگر راوی کا ضعف معلوم ہو جائے تو اُس سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے کیوں کہ ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ ضعیف راوی سے احکام میں حجت نہیں پکڑی جاتی ہے اور احکام یہ ہیں:- حلال - مباح - حرام - مکروہ - واجب - مسنون وغیرہ۔

اور مولوی اشرف علی صاحب کا یہ کہنا کہ ضعف راوی کا ایسے ابواب میں مضر نہیں[1] یہ غلط ہے کیونکہ تمام عبادات واجب ہیں یا مسنون - اور کوئی چیز یا عمل بغیر دلیل شرعی کے واجب یا مستحب اور مسنون نہیں ہو سکتا - اور وجوب اور استحباب، سنیت بغیر دلیل صحیح کے ثابت نہیں ہو سکتے - ضعیف حدیث صرف فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں کام آسکتی ہے وہ بھی اس وقت کہ اصل حکم اور وہ عمل صحیح دلیل سے ثابت ہوں۔

لیکن یہاں یہ معاملہ نہیں ہے کیونکہ دعا میں وسیلہ بالاشخاص اور وسیلہ بالذات کا وجوب ہی سرے سے ثابت نہیں ہے - اگر توسل بالذات ثابت ہوتا اور پھر کوئی

[1] یہ کلیہ ٹھیک نہیں ۱۲ ص

حدیث ضعیف کسی دعاء یا شخص کے بارے میں مل جاتی تو وہ مفید ہو سکتی تھی مثلاً توسل بالاعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اب کسی اسم الٰہی یا دعاء یا کسی نفلی عبادت یا صدقہ وغیرہ کے متعلق کوئی ضعیف حدیث وارد ہو تو وہ مقبول ہو گی لیکن یہاں یہ معاملہ نہیں ہے کیونکہ توسل بالاشخاص کا دعاء میں وجود ہی ثابت نہیں ہے اور جو لوگ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل پیش کرتے ہیں تو وہ توسل بالذات نہیں ہے بلکہ دعاء سے ہے چنانچہ صیانۃ الانسان ص۲۰۰ پر ہے فَاِنَّ الْمُرَادَ بِالتَّوَسُّلِ بِالنَّبِیِّ صلعم وَبِعَمِّ النَّبِیِّ صلعم فِی هٰذَا الْقَوْلِ (اَیْ قَوْلِ عُمَرَؓ) هُوَ التَّوَسُّلُ بِدُعَاءِ النَّبِیِّ وَبِدُعَاءِ عَمِّهٖ صلعم لَاغَیْرُ کَمَا یَدُلُّ عَلَیْهِ صِفَةُ مَا اسْتَسْقٰی بِهِ النَّبِیُّ صلعم وَعَمُّهُ الْعَبَّاسُ فَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِکَ اَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّوَسُّلِ بِالنَّبِیِّ صلعم فِیْ عُرْفِ الصَّحَابَةِ هُوَ التَّوَسُّلُ بِدُعَاءِ النَّبِیِّ صلعم یعنی قول عمرؓ کہ پہلے ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیا کرتے تھے اب ہم آپؐ کے چچا کا وسیلہ لیتے ہیں۔ اس میں وسیلہ آپؐ کی دعاء اور آپؐ کے چچا کی دعاء سے وسیلہ لینا مراد ہے جیسا کہ استسقاء کی کیفیت اور صفت سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعاء فرمائی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ توسل بالنبیؐ سے مراد عرف صحابہؓ میں توسل بدعاء النبیؐ ہے اور کچھ نہیں۔

اگر بالفرض توسل بالذات مراد لینا صحیح ہو تو یہ توسل بالاحیاء ہوگا۔ پھر اس سے توسل بالاموات کیسے ثابت ہوگا؟ اس کے لئے مستقل ضرورت ہے جو صحیح ہو۔ ضعیف سے احتجاج جائز نہیں بلکہ توسل عمرؓ بالعباس سے توسل بالاموات ناجائز ثابت ہوا چنانچہ صیانۃ الانسان ص۲۱۴ میں ہے اَنَّ عُمَرَ وَسَائِرَ الصَّحَابَةِ مَعَ اَنَّهُمُ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ عَدَلُوْا بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّ صلعم عَنِ التَّوَسُّلِ بِسَیِّدِ النَّاسِ اِلَی التَّوَسُّلِ بِعَمِّهِ الْعَبَّاسِ وَهٰذَا الْعُدُوْلُ اَوْضَحُ دَلِیْلٍ وَّاَبْهَرُ بُرْهَانٍ عَلٰی اَنَّ التَّوَسُّلَ بِالْاَمْوَاتِ غَیْرُ جَائِزٍ اِنْتَهٰی یعنی حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ نے باوجودیکہ وہ سابقین اولین تھے بعد وفات النبیؐ کے توسل بالنبیؐ سے توسل بالعباسؓ کی طرف رجوع کیا۔ تو یہ رجوع کرنا اس امر کی واضح اور صاف روشن دلیل ہے کہ اموات سے توسل ناجائز ہے۔

رسالہ الوسیلہ ترجمہ قاعدہ جلیلہ کے ص۸۰ میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کا مشہور قصہ توسل بالعباسؓ بموجودگی تمام جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اَللّٰهُمَّ اِنَّا کُنَّا اِذَا نَتَوَسَّلُ الحدیث اس امر پر صریح دلالت کر رہا ہے کہ اس

پاکیزہ جماعت کے نزدیک توسل بالنبی آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی دعاء وسفارش ہی تھا اور بس کیونکہ اگر آپ کی وفات کے بعد جائز ہوتا تو یہ تمام جماعت بالاتفاق مہاجر وانصار توسل بالرسول ؐ سے توسل بالعباس رضؓ کی طرف رجوع نہ کرتے۔

اب اس سے مولوی عبداللہ صاحب کے اس خدشہ کا دفعیہ بھی ہو گیا جو انہوں نے یہ کہا ہے کہ "ضعیف کہہ کر جب ٹالا جاتا ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں نص صریح اور صحیح دلیل ہو"

سو واقعۂ عباس نص صریح اور دلیل صحیح ہے اور اس کی تائید واقعاتِ نبویہ دعائیہ سے بھی ہوتی ہے پس اس کے مخالف جو حدیث ہو گی وہ مسترد ہو گی کیونکہ یہ تعامل اجماعیہ ہے۔ اور حدیث اعمیٰ جو مجوزین توسل بالذات پیش کرتے ہیں وہ بھی اسی کے موافق ہے کیونکہ اس میں بھی دعاء کا ذکر ہے چنانچہ اس کی تفصیل ہو چکی ہے مزید فیصلہ "وسیلہ ترجمہ قاعدہ جلیلہ" شیخ الاسلام رحؒ سے سنئے:

ان مجوزین توسل کے لئے حدیث اعمیٰ بالکل حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس حدیث میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا کو حکم دیا کہ اس طرح سے دعاء کر۔ اور میں بھی کرتا ہوں جس کا آخری کلمہ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ہے "اے خدا آپ ؐ کی سفارش جو میرے لئے کر رہے ہیں منظور فرما" آپ کی اس سفارش اور نابینا کی دعاء سے نابینا کی آنکھیں درست ہو گئیں ۔۔۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کیونکہ اس کے بعد دو نابیناؤں نے آپ سے اسی طرح استدعاء کی جو آپ ؐ نے منظور نہ کی یعنی یہ واقعہ خاص ہے جو اسی کے لئے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس میں عموم نہیں کہ ہر شخص یہ دعا کرتا رہے ورنہ یہ دعاء تمام نابیناؤں کے لئے قابل عمل بنجاتی اِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔

نیز یہ کمزور بھی ہے۔ اگر اس سے توسل بالذات ثابت ہوتا ہے تو قابل استدلال نہیں۔ چنانچہ تفصیل ہو چکی ہے۔ مزید صیانۃ الانسان کے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ سنئے! اِذَا التَّوَسُّلُ بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ ثَابِتٌ بِالْکِتٰبِ وَالسُّنَّۃِ الصَّحِیْحَۃِ بِخِلَافِ التَّوَسُّلِ بِالذَّوَاتِ الْفَاضِلَۃِ فَاِنَّ اَمْثَلَ مَا یُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلٰی هٰذَا الْمَطْلَبِ هُوَ حَدِیْثُ عُثْمَانَ ابْنِ حُنَیْفٍ وَهُوَ غَیْرُ ثَابِتٍ لِاَنَّ فِیْ سَنَدِهٖ اَبَا جَعْفَرَ الرَّازِیَّ وَهُوَ سَیِّئُ الْحِفْظِ یَهِمُ کَثِیْرًا فَلَا یُحْتَجُّ بِمَا یَنْفَرِدُ بِهٖ وَعَلٰی تَقْدِیْرِ ثُبُوْتِهٖ فَالْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ بِنَبِیِّكَ بِدُعَاءِ نَبِیِّكَ وَشَفَاعَتِهٖ بَلْ هٰذَا اَمْتَعَیِّنٌ الخ

یعنی اعمال صالحہ سے وسیلہ لینا قرآن وحدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف بزرگ ذاتوں کے ساتھ وسیلہ لینا ثابت نہیں ہے۔ اس بارے میں بڑی سے بڑی

دلیل جس سے استدلال کیا جاتا ہے عثمان بن حنیف کی حدیث ہے جو کہ ثابت ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو جعفر رازی ہے جو برے حافظہ والا اور بہت وہمی ہے۔ جب وہ کسی روایت میں اکیلا ہو تو قابل حجت نہیں ہے۔ بر تقدیر ثبوت اس سے مراد نبی صلعم کی دعاء اور سفارش ہے بلکہ یہی مراد متعین ہے۔

جب واقعات توسل بدعاء النبی کی حدیثیں اور واقعہ عباسؓ کی حدیث اور واقعہ یزید بن اسود کی حدیث اجماعی تعامل پر دال ہیں۔ اور واقعہ عثمان بن حنیف متعلقہ اعمیٰ مجموعی طور پر توسل بدعاء الصالحین الاحیاء کے مسئلہ کو ثابت کرتی ہیں۔ ان کے خلاف صرف ایک حدیث موقوف رہ جاتی ہے جو وسیلہ بالاموات پر دال ہے لیکن وہ ان دلائل قطعیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ اولؔ تو وہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ دوؔم اضطراب لفظی کی وجہ سے مخدوش ہے۔ سوؔم وہ درایت کے لحاظ سے بھی مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ چہارؔم وہ طبقہ ثالثہ کی روایت ہے۔ پنجؔم موقوف ہے جو مرفوع حدیثوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی لہٰذا یہ حجت نہیں۔

لیکن حنفیوں کے حکیم الامت نے اپنی حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حدیث کے متعلق اپنے مریدوں کو یوں تسلی دی ہے کہ ندا کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جائے دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضورؐ کے قریب ہی تشریف رکھتے ہیں ندا غائب لازم نہیں تفصیل اس دخل مقدر کی یہ ہے کہ حدیث عثمان بن حنیفؓ کے اس دوسرے واقعہ میں دعاء کے یہ الفاظ یَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ الخ وارد ہیں یعنی اے محمد صلعم! میں تیرے وسیلہ سے تیرے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا اس نابینا کو سکھلائی تھی اس وقت آپ بنفس نفیس زندہ تھے اور سامنے موجود تھے۔ اب اس دوسرے واقعہ میں جس شخص کو عثمان بن حنیفؓ نے یہ دعاء سکھلائی ہے اور اس نے پڑھی ہے اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں اپنی قبر شریف میں راحت فرما ہیں اور إِنَّكَ مَيِّتٌ کے مصداق بن چکے ہیں اور پاس موجود بھی نہیں ہیں تو یہ ندا غائب کو ہوئی اور غائب کو کسی حاجت کیلئے پکارنا شرک ہے اور بالاتفاق ناجائز ہے۔"

اس اعتراض کا جواب مولانا اشرف علی صاحب یہ دے رہے ہیں کہ سائل کو مسجد میں جانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں حضور صلعم قریب ہی ہیں تو ندا غائب کو نہ ہوئی حاضر کو ہوئی۔

اس جواب سے یہ ظاہر ہوا کہ بعد از وفات وسیلہ لینا اور اس دعاء کو پڑھنا اہل مدینہ

سے خاص ہے کہ وہ مسجد نبوی میں جاکر بطریق مذکورہ فی الحدیث دعار مانگا کریں۔ دیگر ممالک کے لوگوں کے لئے اس سے استدلال کرنا ناجائز ہے کیونکہ اس سے ندا غائب لازم آتی ہے جو بالاتفاق ناجائز ہے۔

لیکن ہم اہل مدینہ کی طرف سے بھی اس وجہ پر یہ تنقید کرتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے مسترشدین یہ بتلائیں کہ اس آدمی داعی نے یہ دعار بالجہر مانگی تھی یا بالسر؟ اور آپؐ نے سن لی تھی یا نہیں؟ اور قبر شریف کے بالکل قریب بیٹھ کر مانگی تھی یا دور کے فاصلہ سے؟ جب تک آپ قبر کے قریب دعار مانگنا اور بالجہر مانگنا اور اس کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سن لینا ثابت نہ کردیں تب تک یہ توجیہ زُخرُفُ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کی مصداق ہے۔ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے وَيُكْثِرُ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَضْرَتِهِ الشَّرِيْفَةِ حَيْثُ يَسْمَعُهُ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ بِأَنْ يَقِفَ بِمَكَانٍ قَرِيْبٍ مِّنْهُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ اِلٰى حَدٍّ لَوْ كَانَ حَيًّا مُخَاطَبًا يَسْمَعُهُ عَادَةً۔ وَقَالَ الزُّرْقَانِيُّ وَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْعِنْدِيَّةِ قُرْبُ الْقَبْرِ بِحَيْثُ يَصْدُقُ عَلَيْهِ عُرْفًا اَنَّهُ عِنْدَهُ وَبِالْبُعْدِ مَا عَدَاهُ وَاِنْ كَانَ بِالْمَسْجِدِ یعنی حدیث میں جو ہے کہ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ اُعْلِمْتُهُ جب کوئی شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو مجھے بتا دیا جاتا ہے۔ اس کی بنا پر "مواہب" میں لکھا ہے کہ درود اور سلام قبر کے قریب کسی ایسی جگہ کھڑے ہوکر پڑھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن لیں اور جواب دیں اور آواز کو اس حد تک بلند کرے کہ عادتاً وہاں زندہ مخاطب موجود ہو تو سن سکے۔ اور زرقانی شارح نے کہا کہ عِنْدَ قَبْرِيْ سے مراد قبر کے ایسا قریب ہونا مراد ہے کہ عرفِ عام میں اس کو پاس ہونا کہہ سکیں اور دور ہونے سے مراد ایسا دور ہونا ہے کہ اس کو عرف عام میں پاس نہ کہہ سکیں اگرچہ وہ مسجد میں ہو۔

خلاصہ یہ کہ جب تک اس قدر قریب نہ ہو کہ عرف عام میں اس کو پاس مخاطب کے کہہ سکیں اور اتنی بلند آواز نہ کرے کہ پاس والا مخاطب کے کہہ سکیں اور اتنی بلند آواز نہ کرے کہ پاس والا مخاطب اس کو سن سکے تو اس کو حاضر کا خطاب نہیں کہہ سکتے اور نہ ندا حاضر کہہ سکتے ہیں بلکہ وہ ندا غائب ہے۔ بس جب تک مولوی اشرف علی صاحب عَلٰى قُرْبِ قَبْرٍ اور رفع صوت ثابت نہ کریں یہ وجہ باطل ہے۔

اب ناظرین غور کریں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن حضرت صدیقہ رضؓ کے حجرہ میں ہے اور حجرہ بند ہے پھر اس پر بہت بلند دیواریں بنائی گئی ہیں جو مستدیر ہیں۔ پھر

اس پر دو دیواریں بنادی گئیں ہیں جس سے قبر کے پاس پہنچنا متعذر ہے۔ اگر زندہ شخص قبر کے اندر ہو اور مسجد کے اندر کوئی بات کرے تو وہ کبھی نہیں سن سکتا اور نہ اس کو قریب کہہ سکتے ہیں اور نہ مخاطب کو حاضر اور موجود کہہ سکتے ہیں۔ پھر یہ توجیہ کیونکر درست ہو سکتی ہے؟ لہٰذا درایت کی رو سے یہ توجیہ صول کے خلاف ہے۔

دوسری وجہ مولوی اشرف علی صاحب نے یہ لکھی ہے کہ "سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا بالقصد "تبلیغ ملائکہ" ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لئے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو روکا جاتا ہے (نشر الطیب ص۲۱)

میں کہتا ہوں کہ اس وجہ کی بنار پر بھی آج کل متوسلین کو وسیلہ مروجہ سے رک جانا چاہئے اور اس حدیث کو اس استدلال میں پیش کرنا فضول ہے کیونکہ مجوزین وسیلہ کا اس حدیث سے استدلال کرنے کا منشا تو یہ ہے کہ اس طرح وسیلہ بالذات لینا جائز ہے اور ہم کو لینا چاہئے ۔ اور مولوی اشرف علی صاحب اس زمانہ کے عوام اور خواص کو روک رہے ہیں کہ یہ صحابہ کی طرح خوش اعتقاد نہیں ہیں۔ وہ خوش اعتقاد تھے۔ ان کا ارادہ کچھ اور تھا فتدبر وَلَا تَكُنْ مِنَ الْكَاهِلِيْنَ ۔ جاہلوں کو اس لئے رک جانا چاہئے کہ وہ خوش اعتقاد نہیں اور عالموں کو اس لئے بچنا چاہئے کہ جاہل ان کو دیکھ کر نہ کرنے لگیں۔

یہ بات تو الزامی ہے۔ تحقیقی تنقید اس وجہ پر یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب کا "تبلیغ ملائکہ" کا احتمال پیدا کرنا غلط ہے کیونکہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں درود اور سلام کے متعلق یہ ثابت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ صَلُّوْا عَلَيَّ وَسَلِّمُوْا فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ وَسَلَامَكُمْ يَبْلُغُنِيْ اَيْنَ مَاكُنْتُمْ (مسند ابو یعلیٰ) تم مجھ پر درود اور سلام پڑھو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود اور سلام مجھے پہنچ جائیگا۔

اگر ہر ایک ندائیہ اور دعائیہ کلمات بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتے ہیں تو اس پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کرنی چاہئے ورنہ بلا دلیل دعویٰ باطل ہے۔ اچھا اگر "یا محمد" کہنے سے تبلیغ ملائکہ کے ذریعہ ندا پہنچتی تو پھر علمار دیوبند اس ندا سے منع کیوں کرتے ہیں؟ چنانچہ دیوبندی اور بریلوی مولویوں کا اب تک اس میں نزاع ہے۔ اگر بذریعہ تبلیغ ملائکہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ندا پہنچتی ہے تو دونوں گروہوں کو متفقہ فیصلہ شائع کر دینا چاہئے تاکہ ہم یہ کہہ دیں "خوب گذریگی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

تیسری وجہ مولانا اشرف علی صاحب رکن اعلیٰ جمعیۃ علمار دیوبند نے یہ بیان فرمائی ہے کہ "تیسرے وہ حضرات یہ ندا حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں بھی غلو ہے

پس ان کا فعل ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر"
گویا مولوی اشرف علی صاحب متوسلین بالموتی کی تردید کر رہے ہیں کہ تم اس طرح وسیلہ نہ لیا کرو۔ اور یہ حدیث "یا محمد" والی پیش کر کے جو تم دلیل پکڑتے ہو اور ناقص ہو کر اپنے فعل ناقص کو ان کاملین کے فعل پر قیاس کرتے ہو۔ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے کیونکہ کاملین کا فعل ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

چونکہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے مقابلہ میں زمانہ حاضرہ کے متوسلین سب ناقص ہیں لہٰذا ان کو ان کی طرح وسیلہ لینا ناجائز ہوا فَاَفْہَمْ وَتَدَبَّرْ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُعَانِدِیْنَ۔
اب کاملین سے ہماری یہ عرض ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ندا سنتے نہیں اور وہ حاجت روا بھی نہیں ہیں تو پھر یہ ندا ہی لغو اور عبث ہے کیونکہ اصل مر فوع حدیث میں یہ ندا حاضر کے لئے تھی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے اور سنتے تھے جس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ نے سفارش کی جو قبول ہوئی۔ اب حاضر پر غائب کو قیاس کرنا اور جواز نکلنا قیاس مع الفارق ہے جو مردود ہے۔
نیز جب غلو کرنے والے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل اور حاجت روا سمجھ کر ندا کرتے ہیں تو اب ہمارے لئے بھی ناجائز ہوا کیونکہ جو لفظ موہم امر ناجائز کا ہو تو اس کا بولنا بھی ممنوع ہے جیسے لفظ "رَاعِنَا" سے روکا گیا ہے جو یہود بولتے تھے۔ فتذکر۔
مولوی اشرف علی صاحب نے توسل بالذات پر ایک اور دلیل پیش کی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کا واقعہ لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ جب لوگوں پر قحط ہوتا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے واسطے سے دعاء بارش کی کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہ! ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہم کو بارش دیتے تھے۔ اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبرؐ کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی۔
اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اسکو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا، تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی"۔
میں کہتا ہوں کہ اس دلیل سے توسل بالذات مراد لینا بالکل باطل ہے۔ یہ توسل بدعاء الصالحین ہے جو تمام اہل علم کے نزدیک جائز ہے اور یہ وسیلہ آں حضورؐ خود بھی لیا کرتے تھے چنانچہ حدیث میں ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُہَاجِرِیْنَ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقیر درویشوں (اصحاب صفہ) کے سبب سے فتح حاصل کیا کرتے تھے"۔ اس سے مراد دعا ہے۔ شارحین نے

اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یعنی یدعا ئھم کہ ان سے دعا کروایا کرتے تھے۔
اور حدیث میں ہے ھَلْ تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ اَیْ بِصَلَاتِھِمْ وَدُعَائِھِمْ یعنی تم ضعیفوں کی دعاؤں اور نمازوں کے سبب سے رزق دیئے جاتے ہو
اور حدیث میں ہے کہ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ کہ تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو۔۔۔ اور حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے عمرہ کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیکر یہ فرمایا کہ لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ اے میرے بھائی! ہمیں بھی دعار سے فراموش نہ کرنا۔
ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان بھائیوں سے ایک سے یا زیادہ سے دعار کروانا جائز ہے اور فاضل مفضول سے بھی دعار کروا سکتا ہے اور افضل سے بھی۔ یہ مسئلہ تمام ائمہ اسلام میں متفق علیہ ہے۔ برخلاف اس کے محض ذات فاضل اور کسی شخص فضل کو دربار الٰہی میں وسیلہ بنانا بدعت ہے۔ ھٰذَا اِمَّا لَا دَلِیْلَ عَلَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَالسُّنَّۃِ۔
رہی حضرت عمرؓ والی حدیث "توسل بالعباس" کی سو اس میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی زندگی میں وسیلہ لینا۔ دوم آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے وسیلہ لینا۔ سوم یہ کہنا کہ پہلے ہم اپنے نبی کا وسیلہ لیتے تھے اب اپنے نبی کے چچا کا لیتے۔ ان تینوں پر غور کرنے سے وسیلہ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے
اب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اسوۂ حسنہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ آپ سے وسیلہ لینے کی کیا صورت تھی؟ چنانچہ ابواب الاستسقار بخاری ملاحظہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ سے دعار منگوائی جاتی تھی۔ جب آپ دعار کرتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی۔ مکہ کی قحط سالی کے موقعہ پر ابوسفیان آیا اور کہنے لگا یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ تَاْمُرُ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ وَبِصِلَۃِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَکَ قَدْ ھَلَکُوْا فَادْعُ اللّٰہَ لَھُمْ اے محمدؐ! تم تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہو اور تمہاری قوم قحط سے مر رہی ہے۔ ان کے لئے دعار کرو۔ تب دعار فرمائی تو بارش ہو گئی۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کبھی میں ایک شاعر (ابو طالب) کا یہ شعر یاد کرتا تھا ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ؞ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ
وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰی وَجْہِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَسْقِیْ فَمَا یَنْزِلُ حَتّٰی یَجِیْشَ کُلُّ مِیْزَابٍ۔ اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھتا۔ آپ منبر

پر دعاء فرماتے۔ پھر منبر سے اترتے بھی نہ تھے کہ بارش ہو جاتی۔

امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے کہ جب لوگ امام سے پانی مانگنے کی سفارش کریں تو ان کی درخواست رد نہ کرے۔ پھر حدیث بیان کی ہے جس میں خطبہ جمعہ میں ایک شخص کا درخواست کرنا اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور کرنا اور دعاء فرمانا مذکور ہے فَدَعَا اللّٰہَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَۃِ اِلَی الْجُمُعَۃِ کہ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعاء فرمائی اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی۔

الغرض کبھی آپ سے مسلمان پانی مانگتے اور کبھی کفار پانی کے لئے درخواست کرتے۔ آپ سب کے لئے دعاء فرماتے تھے۔ پس یہ دعاء کا وسیلہ تھا۔ ذات کا نہ تھا۔ مَنْ یَّدَّعِیْ وَسِیْلَۃَ الذَّاتِ فَعَلَیْہِ الدَّلِیْلُ۔

حضرت عمرؓ کے فرمان کہ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صلعم سے بھی دعاء کرنا مراد ہے کبھی آپ نماز استسقاء پڑھ کر دعاء کرتے اور کبھی خطبہ جمعہ میں اور کبھی ویسے ہی کرتے۔ بہرکیف دعاء مانگتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی۔ اب حضرت عباسؓ سے وسیلہ لینے کی کیفیت سنئے۔ صیانۃ الانسان کے ص۱۳۱ پر الصارم المنکی سے نقل کیا ہے کہ وَلَمَّا مَاتَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَسَّلُوْا بِدُعَاءِ الْعَبَّاسِ وَاسْتَسْقَوْا بِہٖ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے تو صحابہ کرامؓ حضرت عباسؓ کی دعاء سے وسیلہ لیتے تھے اور آپ کی دعاء کے سبب سے بارش طلب کرتے تھے۔

پھر حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری کے حوالہ سے بالاسناد یہ نقل کیا ہے کہ اَنَّ الْعَبَّاسَ لَمَّا اسْتَسْقٰی بِہٖ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَمْ یَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ یُکْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَۃٍ وَقَدْ تَوَجَّہَ الْقَوْمُ بِیْ اِلَیْکَ لِمَکَانِیْ مِنْ نَّبِیِّکَ وَھٰذِہٖ اَیْدِیْنَا اِلَیْکَ بِالذُّنُوْبِ وَنَوَاصِیْنَا اِلَیْکَ بِالتَّوْبَۃِ فَاسْقِنَا الْغَیْثَ فَاَرْخَتِ السَّمَاءُ مِثْلَ الْجِبَالِ حَتّٰی اَخْصَبَتِ الْاَرْضُ وَعَاشَ النَّاسُ یعنی جب حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے ذریعہ سے بارش مانگی تو حضرت عباسؓ نے یوں دعا کی کہ اے خداوندا! مصیبت گناہ کے بغیر نازل نہیں ہوتی اور وہ توبہ کے بغیر دور نہیں ہوتی اور مجھے تیرے نبیؐ کے قائم مقام جان کر قوم میرے ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوئی ہے یہ ہمارے گناہ بھرے ہاتھ تیرے حضور میں حاضر ہیں اور توبہ کے لئے ہماری پیشانیاں جھکی ہوئی ہیں۔ پس ہم پر مینہ برسا دے۔ پس بادل مثل پہاڑوں کے اٹھے اور انہوں نے خدا کے حکم سے زمین کو سرسبز کر دیا اور لوگوں کو زندگی حاصل ہوئی۔

اس سے کسی صالح نبی ہو یا ولی سے اس کی حیات میں دعاء کرانا اور ان کی دعاء کا توسل اختیار کرنا نافع اور مفید ثابت ہوا۔ اور ساتھ ہی اس سے یہ معلوم ہوا کہ توسل

میں یہ ضروری ہے کہ توسل کیا گیا اور توسل کرنے والا دونوں دعار کرنے والے ہوں اور دعار اور شفاعت میں اللہ سے قبولیت چاہنے والے ہوں کسی شخص کا صرف کسی ذات فاضلہ کا نام لے کر کوئی چیز طلب کرنا جس میں متوسل بہ دعار نہ کرتا ہو تو یہ جائز نہیں۔

تیسری چیز اس واقعہ میں یہ غور طلب ہے کہ حضرت عمر رضؓ کا یہ فرمانا کہ پہلے ہم اپنے نبیؐ کا وسیلہ لیتے تھے، یہ صاف دلالت کر رہا ہے کہ وسیلہ بالاحیار مشروع ہے۔ وسیلہ بالموتے مشروع نہیں ہے ورنہ حضرت عمر رضؓ اور تمام صحابہؓ کی جماعت توسل بالرسول سے توسل بالعباسؓ کی طرف ہرگز رجوع نہ کرتے اور یوں خطبہ نہ دیتے جیساکہ نیل الاوطار میں وہ خطبہ درج ہے کہ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرٰی لِلْعَبَّاسِ مَایَرَی الْوَلَدُ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا اَیُّھَا النَّاسُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم فِیْ عَمِّہِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوْہُ وَسِیْلَۃً اِلَی اللّٰہِ الخ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۷) یعنی حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضؓ کا اسی طرح مرتبہ سمجھتے تھے جس طرح بیٹا اپنے باپ کا مرتبہ سمجھتا ہے۔ تم بھی اے لوگو! ان کے چچا کے بارے میں انہی کی اقتدا کرو اور آپ کے چچا ہی کو خدا تعالیٰ کی طرف وسیلہ بناؤ۔

اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر کوئی صالح شخص آپ کے اہل بیت سے موجود ہو تو اس کو وسیلہ بنانا چاہیئے۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو پھر کسی اور بزرگ صالح کو بنالیں جیسے حضرت معاویہ نے یزید بن اسود جرشی کو بنایا تھا۔ مگر ان ذوات فاضلہ کو وسیلہ بنانے سے ان کی دعاؤں کا وسیلہ لینا مراد ہے وسیلہ کی نسبت ان کی ذات کی طرف مجازاً ہے کیونکہ دعار کی صراحت ہو چکی ہے چنانچہ حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اَوْ نَتَوَسَّلُ بِخِیَارِنَا یَا یَزِیْدُ ارْفَعْ یَدَیْکَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ وَدَعَا وَدَعَا النَّاسُ حَتّٰے سُقُوْا یا اللہ! ہم اپنے سے بہترین لوگوں کے ساتھ وسیلہ لیتے ہیں اور ان کی سفارش چاہتے ہیں۔ اے یزید! ہاتھ اُٹھاؤ۔ پس یزید نے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی اور لوگوں نے بھی دعا کی حتّٰے کہ بارش ہوئی۔

پس واقعات سے یہ ثابت ہوا کہ وسیلہ میں متوسل بہ اور مستشفع بہ کی دعار اور متوسل اور مستشفع کی دعار ہونی ضروری ہے۔ موتے چونکہ دعار نہیں کر سکتا اس لئے محض اس کی ذات یا اس کی صفات یا درجات کا نام لیکر دعار کرنا جائز نہیں بدعت ہے کما ھو مصرح فی القاعدۃ الجلیلۃ وصیانۃ الانسان۔

مولوی اشرف صاحب اور دیگر علماء مجوزینِ وسیلہ کے ہاتھ وسیلہ مروجہ محدثہ کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ اور جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں وسیلہ مروجہ کا ذکر نہیں ہے کیونکہ وسیلہ مروجہ میں عام طور پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے طفیل سے یہ کام اللہ کر دے۔ یا یہ کہ لمے اللہ! فلاں نبی کی وجاہت سے، غوث اعظم کے نام سے، پنج تن پاک کی حرمت سے میرا کام کر دے یا بحق فرید شکر گنج میری مراد پوری کر دے وغیرہ مِنَ الخُرَافَاتِ الَّتِیْ عِیْنَہ۔ یہ سب بدعت ہیں۔ کتاب وسنت میں ایسے کلمات کی تعلیم نہیں دی گئی۔ مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ۔

پانچویں دلیل مولوی اشرف علی صاحب کی یہ ہے کہ مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن عرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (پ۵۔ سورۂ نساء) اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے الخ

اور ان محمد بن حربؒ کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا۔ اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گی۔

مولوی اشرف علی صاحب کی علمیت حنفیوں میں مایۂ فخر تصور کی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ کو حکیم الامت اور واقفِ اسرارِ شریعت وغیرہ القاب حاصل ہیں لیکن جب وہ اختلافی مسائل کو لے کر معرکہ تحقیق میں نکلتے ہیں تو ان کی سب علمی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے چنانچہ پہلے دلائل میں اس کا مظاہرہ ہو چکا ہے۔ اب ناظرین اہل علم اس دلیل پر غور کریں کہ وسیلہ ایسے اعتقادی مسئلہ میں کس قدر تار عنکبوت سے زیادہ کمزور دلیل سے استدلال کیا گیا ہے جو روایت اور درایت دونوں کے لحاظ سے باطل ہے۔

اول:- یہ روایت طبقہ چہارم کی کتابوں کی ہے جس کے متعلق مولانا شاہ عبد العزیزؒ صاحبؒ نے "عجالہ نافعہ" میں یہ فرمایا ہے کہ "وَعَلٰی کُلِّ تَقْدِیْرٍ ایں حدیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے با آنہا کردہ شود" یعنی یہ حدیثیں اثبات عقیدہ اور عمل کے لئے کسی صورت قابل اعتماد نہیں ہیں" اور طبقہ چہارم میں تصانیف ابن نجار

وابن عساکر وغیرہ اور مواہب کو شمار کیا ہے لہٰذا یہ روایت کتب صحاح ستہ کی احادیث کے مقابلہ میں قابل اعتماد نہیں ہے۔

دوم یہ کہ اس کی اسناد اور متن میں اضطراب ہے۔ صیانۃ الانسان میں ہے کہ لَیْسَتْ هٰذِهِ الْحِکَایَةُ الْمَذْکُوْرَةُ عَنِ الْاَعْرَابِیِّ لِمَا تَقُوْمُ بِهٖ حُجَّةٌ وَاِسْنَادُهَا مُظْلِمٌ مُّخْتَلِفٌ وَلَفْظُهَا مُخْتَلِفٌ اَیْضًا یعنی اعرابی کی حکایت مذکورہ قابلِ استدلال نہیں ہے کیونکہ اس کی اسناد میں بھی اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور الفاظ سند ومتن میں بھی اختلاف ہے۔ صیانۃ الانسان میں اس کی سب سندوں اور متن کے الفاظ پر غور کے بعد بطور فیصلہ یہ لکھا ہے کہ وَلَا یَصْلُحُ الْاِحْتِجَاجُ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْحِکَایَةِ وَلَا الْاِعْتِمَادُ عَلٰی مِثْلِهَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ یعنی اہل علم کے نزدیک ایسی بے بنیاد وحکایت پر اعتماد کرنا اور اس سے استدلال لائق نہیں ہے۔

سوم یہ ایک اعرابی کا فعل ہے جس کے متعلق علامہ سہسوانی فرماتے ہیں کہ اِنَّ فِعْلَ الْاَعْرَابِیِّ لَیْسَ مِنَ الْحُجَّةِ فِیْ شَیْءٍ یعنی ایک دیہاتی کا فعل کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتا۔

چہارم یہ کہ اعرابی کی پیش کردہ حکایت میں تین امور کا ذکر ہے (۱) ظلم ہو جانے کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش ہونا (۲) آپ کے پاس ہو کر اپنے گناہ اور ظلم کی معافی مانگنا (۳) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان ظالموں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہنا۔

یہ تینوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ آپکی زندگی میں منافقین ظالمین حاضر ہو کر معافی مانگیں اور منگوائیں۔ نہ بعد از وفات حاضر ہونے کا ذکر ہے اور نہ زیارتِ قبر کا اس میں بیان ہے۔ اور نہ قبر میں آپ کا دعا مانگنا اور ان کے لئے استغفار کرنا ثابت ہے۔ حیات دنیوی پر حیات برزخیہ کو قیاس کر کے قبر پر حاضر ہونا سراسر بے وقوفی اور جہالت ہے کیونکہ موت کے بعد احکامِ حیات دنیوی منقطع ہو جاتے ہیں مثلاً فرائض نماز، روزہ، حج، جہاد امر بالمعروف، نہی عن المنکر، مشاورت وغیرہ سب منقطع ہیں۔ معاملات۔ خرید وفروخت مناکحت وغیرہ۔ اسی طرح قضا یا حکومت اور تجہیز جیوش۔ حفظ ثغور۔ محافظت رعایا اور فرائض نبوت۔ تبلیغ احکام۔ ترغیب وترہیب وغیرہ سب منقطع ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کو لیکر جانا اور آپ سے معاف کرانا اور عرض معروض کرنا کس طرح جائز ہے اگر یہ جائز ہے تو بیعت کرنا بھی جائز ہونا چاہیئے مثلاً کوئی عورت آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ پڑھتی ہوئی قبر شریف پر جائے اور امورہ مذکورہ

فی الآیۃ کا معاہدہ کرے تو کیا یہ بیعت معتبر ہوگی؟ ذٰلِکَ یَقُلْ بِہٖ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ
اسی طرح آیت فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ
پڑھ کر روضۂ نبوی پر جاکر تحاکم الی الرسول پر عمل کرے تو اس کو کون عقلمند کہہ سکتا ہے
بہرکیف درایت کی رو سے بھی یہ روایت ناقابل اعتماد ہے اور اس وقت
کی نکیر نہ ہونا یا اس کا منقول نہ ہونا کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب کہ یہ عمل ہی خود بداہت
کے خلاف ہے اور اس پر کوئی دلیل کتاب وسنت سے موجود نہیں ہے۔
قبر شریف پر ماسوائے درود وسلام کے اور کچھ کہنا یا کرنا ثابت نہیں ہے وَمَنْ
یَدَّعِیْ خِلَافَ ذٰلِکَ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ۔

مسئلہ توسل بالفعل

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور ان کے ہم مشرب توسل بالقول کے علاوہ "توسل بالفعل" کے بھی قائل ہیں چنانچہ آپ نشر الطیب کے ص۲۱۵ پر چوتھی روایت لکھ کر اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں۔ "ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کردو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی۔ الحدیث۔ روایت کیا اسکو دارمی نے پھر لکھتے ہیں کہ "اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی ثابت ہوا"

میں کہتا ہوں کہ مقلد شخص کتنا بھی علم میں شہرہ آفاق ہو لیکن مسائل کی تحقیق میں وہ بالکل کچا ہوتا ہے اس واسطے اصولی طور پر مقلد کو استدلال کرنے سے روکا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اِنَّمَا الْاِسْتِدْلَالُ فِعْلُ الْمُجْتَھِدِ (ناحی شرح حسامی) مسلم الثبوت میں ہے کہ اِنَّ الْمُقَلِّدَ فَمُسْتَنَدُہٗ قَوْلُ مُجْتَھِدِہٖ لَا ظَنُّہٗ کہ مقلد کیلئے سند اس کے امام کا قول ہوتا ہے۔ اس کی اپنی تحقیق سند نہیں ہوتی۔

مولوی اشرف علی صاحب حنفی ہیں اور ان کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ ان کو چاہیئے تھا کہ اپنے امام اعظم کا قول پیش کرکے صبر کرجاتے، مگر ایک تو امام صاحب وسیلہ مروجہ کے قائل نہ تھے اس لئے ان کو چھوڑ دیا گیا اور پھر تقلید کا دعویٰ رکھتے ہوئے ادلہ اربعہ سے استدلال کرنے لگے جو مجتہد کا منصب تھا (عند الاصولیین)

توضیح میں صاف لکھا ہے فَالْاَدِلَّۃُ الْاَرْبَعَۃُ اِنَّمَا یَتَوَصَّلُ بِھَا الْمُجْتَھِدُ لَا الْمُقَلِّدُ کہ ادلہ اربعہ (قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس) سے مجتہد ہی دلیل

پکڑ سکتا ہے مقلد نہیں" کیونکہ "منجد" میں تقلید کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ قَلَّدَهٗ فِی کَذَا اَیْ تَبِعَهٗ مِنْ غَیْرِ تَاَمُّلٍ وَّلَا نَظَرٍ کہ کسی کی پیروی بغیر تحقیق کے کرنے کا نام تقلید ہے قول سدید حنفی ص۲ میں ہے اَلتَّقْلِیْدُ الْاَخْذُ بِالرَّاْیِ مِنْ غَیْرِ دَلِیْلٍ کہ بغیر دلیل کے کسی کی رائے پکڑ لینے کو تقلید کہتے ہیں۔

جب مولوی اشرف علی صاحب مقلد حنفی تھے تو ان کو اپنی فقہ پر کاربند رہنا چاہئے تھا جب کہ فقہ میں یہ لکھا ہے کہ اِنَّ الْفِقْهَ هُوَ ثَمَرَةُ الْحَدِیْثِ (درمختار ص۳۵) کہ فقہ حدیث کا میوہ ہے۔ اور کتب فقہ حنفیہ میں یہ صاف تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صرف اللہ تعالیٰ سے اس کے اسمار کے ساتھ دعا کرنا جائز کہتے ہیں اور بحق فلاں اور بحق الانبیاء والاولیاء کہنا ناجائز کہتے ہیں نہ توسل بالقول کے قائل ہیں اور نہ توسل بالفعل کے۔ یہ تو متاخرین حنفیہ نے امام صاحبؒ کے خلاف عقیدہ اختراع کیا ہے حالانکہ ان کو خلاف کرنا جائز نہ تھا چنانچہ نور الہدایہ میں شرح عین العلم سے منقول ہے فَلَوِ الْتَزَمَ اَحَدٌ مَذْهَبًا کَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالشَّافِعِیِّ فَلَزِمَ عَلَیْهِ الْاِسْتِمْرَارُ فَلَا یُقَلِّدُ غَیْرَهٗ فِیْ مَسْئَلَةٍ مِّنَ الْمَسَائِلِ۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اِذَا الْتَزَمَ مَذْهَبًا یَجِبُ عَلَیْهِ اَنْ یَّدُوْمَ عَلٰی مَذْهَبِ الْتَزَمَهٗ وَلَا یَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلٰی مَذْهَبٍ اٰخَرَ کہ اگر کسی نے کسی امام معین کا مذہب اپنے اوپر لازم کر لیا اور اسی ایک کا اس نے التزام کیا تو اسکو اسکے مذہب پر ہمیشہ قائم رہنا واجب ہے اور کسی مسئلہ میں کسی دوسرے مذہب کی طرف نہ جائے (ورنہ غیر مقلد ہو جائے گا)۔

لیکن مولوی اشرف علی صاحب وسیلہ کے مسئلہ میں اپنے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف چل رہے ہیں اور متون کتب فقہ کے خلاف عقیدہ رکھ کر کتب حدیث سے خود دلائل تلاش کر رہے ہیں چنانچہ توسل بالفعل پر حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث دارمی سے پیش کی ہے لیکن اس کی حقیقت پر غور نہیں کیا اس لئے کامیاب نہ ہو سکے۔

دلیل کی تعریف اصولیوں کے نزدیک رسالہ فن مناظرہ میں یہ لکھی ہے کہ فَهُوَ مَا یُمْکِنُ التَّوَصُّلُ بِصَحِیْحِ النَّظْرِ فِیْ اَحْوَالِهٖ اِلٰی مَطْلُوْبٍ خَبَرِیٍّ یعنی دلیل اس چیز کا نام ہے کہ جس کے احوال پر صحیح نظر کرنے سے مطلوب خبری کی طرف پہنچنا ممکن ہو۔

ناظرین کرام! مولوی اشرف علی صاحب حدیث عائشہ رضؓ کے احوال پر غور فرماتے تو توسل بالفعل پر استدلال ہی نہ کرتے کیونکہ حال اس روایت کا صحیح نہیں ہے

اس کی سند میں تین چار راوی مخدوش ہیں۔
ایک راوی محمد بن فضل " سدوسی عارم ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب اور عقل زائل ہو گئی تھی جس کا سماع ۲۲۰ھ سے پہلے کا ہے۔ وہ روایت تو اس کی معتبر ہوگی۔ دوسری نہیں۔ میزان الاعتدال وغیرہ ملاحظہ ہو۔ پس مستدل پر لازم ہے کہ اس روایت کو قبل اختلاط و تغیر ثابت کرے ودونہ خرط القتاد۔
دوسرا راوی اس حدیث کی سند میں "سعید بن زید" ہے۔ امام ذہبیؒ نے کاشف میں ایک جماعت محدثینؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ اسکو امام نسائیؒ نے غیر قوی قرار دیا ہے۔ اور میزان میں ہے کہ یحییٰ بن سعید نے اسکو ضعیف کہا ہے اور سعدی سے نقل کیا ہے کہ یہ حجت نہیں ہے محدثین اس کی روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔
تیسرا راوی عمرو بن مالک نکری ہے جو صدوق ہے اور اس کو وہم ہوتے ہیں۔ کما فی التقریب۔
چوتھا راوی ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ ہے جس کی بابت تقریب میں ہے کہ یُرْسِلُ کَثِیْراً کہ یہ ارسال بہت کرتا ہے۔ بیچ میں راوی کو چھوڑ دیتا ہے۔ میزان میں ہے قَالَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ قُتِلَ فِی الْجَمَاجِمِ فِیْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ وَیَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ کہ یحییٰ بن سعید نے کہا ہے کہ وہ واقعہ جماجم میں قتل ہوا۔ اس کی اسناد میں نظر ہے اور محدثینؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں قَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ کہ امام بخاریؒ نے کہا کہ ابوالجوزاء کی سند میں نظر ہے۔ صیانۃ الانسان میں ہے۔ سند پر تنقید کرنے کے بعد لکھا ہے کہ فَقَدْ ثَبَتَ مِنْ هُنَاكَ اَنَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ ضَعِیْفٌ مُّنْقَطِعٌ اس بحث اسنادی سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ والی ضعیف منقطع ہے۔
دیگر یہ کہ یہ حدیث موقوف ہے اور موقوف محققین کے نزدیک حجت نہیں ہے
دیگر یہ کہ اگر اس کی حجیت تسلیم کی جائے تو یہ واقعہ حضرت عباس توسل بالدعاء اور واقعہ یزید بن اسود کے خلاف ہے کیونکہ دونوں سے اجماع صحابہؓ ثابت ہے۔ اب جو روایت اس اجماع سے ٹکرائے گی وہ مسترد کر دی جائے گی خصوصاً جب کہ سنداً مخدوش ہو فتفکر
دیگر یہ کہ توسل بالاحیاء کی روایت اجماعی طبقہ اولیٰ کی ہے اور روایت عائشہؓ طبقہ ثالثہ کی ہے طبقہ ثالثہ کی روایت طبقہ اولیٰ کے معارض ہو تو وہ قابل نظر ہوگی۔
دیگر یہ کہ اس روایت میں توسل محدثہ مروجہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ محض تبرک ہے جو ما نحن فیہ سے خارج ہے۔ لیکن چونکہ یہ حدیث رفعاً ثابت نہیں اس لئے ہم ایسے

متبرک محدثہ کے سعی قائل نہیں ہیں۔ صیانۃ الانسان ص۲۱۵ میں ہے وَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ التَّبَرُّکُ ثَابِتًا بِکِتَابٍ اَوْ سُنَّۃٍ صَحِیْحَۃٍ فَلَا مِرْیَۃَ فِیْ مَشْرُوْعِیَّتِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ ثَابِتًا فَھُوَ بِدْعَۃٌ ضَلَالَۃٌ یعنی اگر یہ تبرک کتاب اللہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہو تو اس کے مشروع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ اور اگر ثابت نہ ہو تو بدعت ضلالت ہے اور ثابت بالکل نہیں ہے تو قبر پرستوں کا ایسا کرنا جیسا کہ وہ خانقاہوں پر کر رہے ہیں بدعت ہے

مولانا سیالکوٹی کا توسل بالفعل

بعض علماء فرشتوں اور بزرگوں کے ناموں سے تعویذ لکھتے ہیں اور ان ناموں کو اسماء الٰہی کی طرح پڑھتے ہیں اور ان میں تاثیر تصور کر کے ان سے توسل کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں جو بالکل نامشروع ہے

مجھے بہت تعجب اور نہایت افسوس ہے جناب مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی پر جو زمانہ حاضر میں ہمارے مذہب اہلحدیث کے ایک بڑے عالم اور مفسر قرآن ہیں کہ آپ نے بھی اس مسئلہ توسل میں سخت لغزش کھائی ہے چنانچہ تفسیر سورۂ کہف کے دیباچہ ص۶ پر "اسمائے اصحاب کہف کے برکات" کے عنوان سے یہ تحریر فرمایا ہے

(۱) جس کو جنات ایذا دیں یا اس کے گھر میں اینٹ پتھر ماریں تو وہ ایک کاغذ پر اصحاب کہف کے نام لکھ کر سامنے کی دیوار پر کیل سے ٹھونک دے۔

(۲) نیز یہ کہ ان اسماء کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے سے حاجات پیش آمدہ میں فتح و برکت نصیب ہوتی ہے اور دشمن کے شر سے امان ملتی ہے۔

(۳) نیز یہ کہ اگر ان کو لکھ کر مال اسباب میں رکھیں تو وہ مال اسباب بحکم خداوند جل شانہ آگ اور چور، ڈاکو کی زد سے محفوظ رہے گا۔

(۴) نیز یہ کہ تولد کے وقت جب عورت کو دردزہ ہو تو یہ اسماء لکھ کر اس کی بائیں ران پر باندھ دیں۔ خدا کے فضل سے بچہ بآسانی پیدا ہو جائے گا اور عسر ولادت کی تکلیف سے نجات مل جائے گی۔ انتہی بحروفہ

مولانا نے ان ناموں سے جو توسل بالفعل کیا ہے اور استمداد ظاہر کی ہے جس سے ان ناموں میں نفع اور دفع ضرر کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے یہ کسی نص شرعی سے ثابت نہیں ہے اور نہ مولانا نے کسی دلیل سے اس کا ثبوت دیا ہے۔ قرآن مجید جس میں توحید ہی توحید بھری ہوئی ہے اس کی تفسیر میں ایسے نامشروع عمل لکھنے قرآن پر ظلم ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ اس عمل کو مشروع قرار دیا ہے اور شرع سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے عالم کی تقلید کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں :-

"حافظ محمد صاحب رح ساکن لکھوکے ضلع فیروز پور صاحب علم و عمل اور صاحب فضیلت بزرگ تھے آپ نے یہ عملیات ان عملیات کے مقابلہ میں لکھ کر بتلائے ہیں جو خلاف شرع ہیں۔" (دیباچہ سورہ کہف ص)

گویا مولانا موصوف نے حافظ محمد صاحب مرحوم کے قول سے استدلال کیا ہے کہ یہ عمل شرع کے موافق ہے۔ خود ان کے پاس اس عمل کی مشروعیت پر کوئی دلیل نہیں ہے حالانکہ اصحاب کہف کا قصہ قرآن میں وارد ہے اور وہ عہد نبوی سے بہت پہلے ہو گزرے ہیں لیکن کتاب وسنت میں ان ناموں سے توسل بالقول یا توسل بالفعل کرنے پر یا ان کے نام سے یہ برکات حاصل کرنے پر کوئی ہدایت وارد نہیں ہے مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ۔

ان ناموں سے اس طرح توسل اور تبرک حاصل کرنے سے شرک اور بدعت پھیلتی ہے۔ اور اہلِ بدعت کے خیالاتِ باطلہ اور عقائد فاسدہ کو تقویت پہنچتی ہے مولانا جیسے عالم اہلحدیث کی شان سے یہ بات بہت بعید ہے جس کے سبب سے مجھے تعجب ہو رہا ہے۔ ان سے پہلے جناب مولانا نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے بھی اسمار اصحاب کہف کا یہ عمل لکھا ہے اور اس پر کسی شیخ نازلی کی طرف سے ایک موضوع حدیث بھی پیش کی ہے کہ "تم اپنی اولاد کو اصحاب کہف کے نام سکھلاؤ" لیکن پھر اسکا موضوع ہونا بھی ظاہر کر دیا ہے اور پھر آخر میں مندرجہ ذیل فیصلہ لکھ کر اپنی بریت بھی کر دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ ان اسمار سے کام نہ لینا بہتر ہے بہ نسبت کام لینے کے اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جبرائیل سے استمداد نہیں لی تھی اور فرمایا تھا حَسْبِیْ عَنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ اور وقت القار کے نار میں فقط یہ کہا تھا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ موحد کامل جب مدد لے تو اللہ ہی سے لے۔ اور سے نہ لے گو کہ کیسا ہی بزرگ کیوں نہ ہو۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ابن عباس رض نے فرمایا تھا اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ جن کو اللہ پاک نے قوت توحید و ذائقہ تفرید بخشا ہے وہ ایسے امور مشتبہ سے علیحدہ رہتے ہیں واسطے حفظ کے رائحہ شرک خفی کے دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ" (الداء والدواء ص۲)

نواب صاحب مرحوم نے اس عمل کو مشتبہات میں داخل کیا ہے اور اسمیں شرک خفی کا خطرہ ظاہر فرمایا ہے۔ پس مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم نام ہونے کی وجہ سے ایسے مشتبہات سے اجتناب کر کے خالص توحید میں مستغرق رہنا چاہئے۔ اہل بدعت ایسے ہی

توسل اور تبرک سے گزر کر شرک اور بدعتِ حقیقیہ میں داخل ہو کر ہلاکت کے گڑھے میں پڑے ہیں۔

رسالہ الوسیلہ ترجمہ قاعدہ جلیلہ کے صفحہ ۲۳۹ میں ہے کہ "الغرض یہ اور ان کے ہم مثل کلمات دعائیہ جو اکثر جہلا نے اختراع کر رکھے ہیں بالکل صریح شرک ہے جیسا کہ آج کل جہلا بھی وبائی ایام میں مندرجہ ذیل شعر لکھ کر گھروں کے اندر اور دروازوں پر چسپاں کرتے ہیں ؎

لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا	حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَۃ
اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی	وَابْنَاھُمَا وَالْفَاطِمَۃ

علمائے حقانی و فضلائے ربانی نے اس کے مقابل خوب کہا ہے جو بالکل صحیح اور موحدانہ و مسلمانہ ہے ؎

لِیْ وَاحِدٌ اُطْفِیْ بِھَا	حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَۃ
اَللہُ رَبُّ الْمُصْطَفٰی	وَابْنَیِ الْمُرْتَضٰی وَالْفَاطِمَۃ

اور اگر مولوی اشرف علی صاحب کی مراد قرون ثلاثہ کے لوگوں اور ائمہ اربعہ کے سوا دوسرے زمانہ کے جمہور لوگ مراد ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا مقلد ہوں یا غیر مقلد! اگر مقلد تھے تو ان کا اعتبار نہیں کیونکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ لَاعِبْرَۃَ بِالْکَافِرِ وَلَا بِالْمُقَلِّدِ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَلَوْکَانَ عَالِمًا کہ اجماع میں کافر اور مقلد اکثر علماء کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہے اگرچہ وہ کتنا ہی عالم ہو۔ گویا کافر اور مقلد شخص کی حیثیت برابر ہے دونوں کا اجماع میں اعتبار نہیں۔ جب اجماع میں اعتبار نہیں تو پھر جمہوریت میں ان کا کیا اعتبار ہے وہ تو ادنیٰ درجہ ہے میں کہتا ہوں کہ صحابہ رضؓ کے بعد کسی ایسی چیز پر علماء کی اکثریت ہو جائے جو صحابہ رضؓ کے خلاف ہے تو وہ اکثریت و جمہوریت ناقابل اعتبار ہے۔ صیانۃ الانسان میں ہے کہ ملا سعدی رومی مجالس الابرار میں فرماتے ہیں فَلَا بُدَّ لَکَ اَنْ تَکُوْنَ شَدِیْدَ التَّوَقِّیْ مِنْ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ وَاِنِ اتَّفَقَ عَلَیْہِ الْجُمْھُوْرُ فَلَا یَغُرَّنَّکَ اِتِّفَاقُھُمْ عَلٰی مَا اُحْدِثَ بَعْدَ الصَّحَابَۃِ الخ یعنی یہ تیرے لئے ضروری ہے کہ بدعت کے کاموں سے سختی سے پرہیز کرے۔ اگرچہ ان کے جواز پر جمہور متفق ہوں۔ اور صحابہ رضؓ کے بعد کسی نئے کام پر لوگوں کا اتفاق کر لینا تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

نیز لکھا ہے کہ حدیث میں ہے اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔ اَلْمُرَادُ بِہٖ لُزُوْمُ الْحَقِّ وَاتِّبَاعِہٖ وَاِنْ کَانَ الْمُتَمَسِّکُ بِہٖ قَلِیْلًا وَالْمُخَالِفُ کَثِیْرًا لِاَنَّ الْحَقَّ مَا کَانَ عَلَیْہِ الْجَمَاعَۃُ الْاُوْلٰی وَھُمُ الصَّحَابَۃُ وَلَا عِبْرَۃَ اِلٰی کَثْرَۃِ

الْبَاطِلِ يَعُنُّ هُمْ یعنی جب لوگ مختلف ہو جائیں تو تم سواد اعظم کو لازم پکڑ لو۔ اس سے مراد حق کو لازم پکڑ لینا اور اس کی اتباع کرنی مراد ہے اگرچہ متمسک کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں۔

نیز ص۳۲ میں فضیل بن عیاض سے منقول ہے اَلْزِمْ طُرُقَ الْهُدٰى وَلَا يَضُرُّكَ قِلَّةُ السَّالِكِيْنَ وَاِيَّاكَ وَطُرُقَ الضَّلَالَةِ وَلَا تَغْتَرَّ بِكَثْرَةِ الْهَالِكِيْنَ وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ اِذَا وَافَقْتَ الشَّرِيْعَةَ وَلَاحَظْتَ الْحَقِيْقَةَ فَلَا تُبَالِ وَاِنْ خَالَفَ رَأْيُكَ جَمِيْعَ الْخَلِيْقَةِ یعنی ہدایت کے راستوں کو تو لازم پکڑ لے۔ اور گمراہی کے راستوں سے بچ۔ اور ہالکین کی کثرت سے دھوکہ نہ کھا۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ جب تو شریعت کے موافق ہو اور حقیقت کو ملاحظ کرلے تو پھر کسی کی پرواہ نہ کر اگرچہ تیری رائے تمام جہان کے خلاف ہو۔

توسل بالاسباب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اپنے عملوں کو اور بزرگوں کی دعاؤں کو دونوں جہان کی کامیابی کا وسیلہ بناؤ محض توسل بالاشخاص بغیر اطاعت وموالات کے نامشروع ہے جو کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔ ضعیف اور کمزور دلائل کا سہارا لیکر ایک پختہ اور مضبوط راستہ چھوڑتے ہوئے خطرناک راستہ اختیار کرنا جہالت اور حماقت ہے۔

پس ہم ایسے راستہ پر ہیں جو بے خطر ہے۔ اور وسیلہ بالذات بعد الممات والے ایسے راستہ پر ہیں جو خطرناک ہے لہٰذا ہم کو جمہور کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ دلائل کے لحاظ سے اگر کوئی انسان صحیح عقیدہ وعمل پر ہو اور جمہور کے خلاف ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہر مذہب والا اور ہر امام کسی نہ کسی مسئلہ میں ضرور جمہور کے خلاف ہوگا۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْمَذَاهِبِ۔

حنفی مذہب ہی کو لیجئے! کہ یہ بہت سے مسائل میں جمہور کے خلاف ہے ان کے امام اعظمؒ بھی جمہور کے مخالف ہیں چنانچہ چند مسائل بطور نظیر درج ذیل ہیں۔

(۱) بغیر باپ اور دادا کے نابالغہ لڑکی کا نکاح دیگر اولیاء کا کرا دینا جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔ اگر نکاح پڑھا دیا تو صحیح نہ ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ کا جمہور کے خلاف یہ مذہب ہے کہ دیگر اولیاء کو بھی یہ جائز ہے کہ صغیرہ باکرہ کو کسی سے بیاہ دیں ملاحظ ہو نووی شرح صحیح مسلم جلد اول ص۴۵۶)

(۲) حنفیہ اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ رکوع کو جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ رفع یدین ان موقعوں پر کرنا

مستحب ہے چنانچہ نووی شرح صحیح مسلم ص۱۶۸ میں ہے فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَجُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ يُسْتَحَبُّ رَفْعُهُمَا اَيْضًا عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ اس مسئلہ میں حنفی مذہب نے احادیث صحیحہ اور جمہور کا خلاف کیا ہے۔

(۳) جمہور علماء کے نزدیک "گوہ" (جو ایک جانور ہے) حلال ہے چنانچہ نووی جلد ۲ ص۱۵۱ میں ہے اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الضَّبَّ حَلَالٌ لَيْسَ بِمَكْرُوْهٍ اِلَّا مَا حُكِيَ عَنْ اَصْحَابِ حَنِيْفَةَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ الخ یعنی سب مسلمانوں نے اسپر اجماع کیا ہے کہ "گوہ" حلال ہے لیکن حنفیہ سے کراہت منقول ہے۔

اس مسئلہ میں بھی حنفیہ نے جمہور مسلمین کا خلاف کیا ہے — بہر کیف بیسیوں مسائل ایسے ہیں کہ حنفیہ نے جمہور علماء۔ جمہور ائمہ۔ جمہور اہل اسلام کا خلاف کیا ہے۔

پس اگر وسیلہ بالذات بعد الممات میں اہلحدیث علماء نے خلاف کیا ہے تو کیا ہوا مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے امام اعظمؒ کا خلاف کیا

مقلدین کا اصول ہے کہ وہ اپنے امام کے مناقب بیان کرکے ان کے قول کو نہائی بحث قرار دیتے ہیں چنانچہ درمختار کے دیباچہ میں ہے کہ يُفْتٰى عَلٰى قَوْلِ الْاِمَامِ مُطْلَقًا کہ ہمیشہ ہر حال میں امام کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔

وسیلہ کے متعلق امام ابو حنیفہ رح کا فتویٰ اور قول یہ ہے کہ وسیلہ میں کسی کے حق اور وجاہت وغیرہ سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ صیانۃ الانسان میں ہے قَالَ الْقُدُوْرِيُّ اَلْمَسْئَلَةُ بِخَلْقِهِ لَا تَجُوْزُ لِاَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوْقِ عَلَى الْخَالِقِ وَقَالَ الْبَلْدَجِيُّ فِي (شَرْحِ الْمُخْتَارِ) وَيُكْرَهُ اَنْ يَّدْعُوَ اللّٰهَ اِلَّا بِهٖ فَلَا يَقُوْلُ اَسْئَلُكَ بِفُلَانٍ اَوْ بِمَلٰٓئِكَتِكَ اَوْ بِاَنْبِيَآئِكَ وَغَيْرِ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوْقِ عَلَى الْخَالِقِ۔ مولانا قدوری نے کہا کہ مخلوق کے وسیلہ سے سوال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے — اور بلدجی نے شرح مختار میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنا مکروہ ہے اور یہ نہ کہے کہ میں اے اللہ! تجھ سے فلاں کے وسیلہ سے یا فرشتوں کے وسیلہ سے یا انبیاء کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں یا ایسا اور کوئی کلمہ کہنا کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے

درمختار سے نقل کیا ہے عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّدْعُوَ اللّٰهَ اِلَّا بِهٖ

وَالدُّعَاءُ الْمَاذُوْنُ فِیْهِ الْمَامُوْرُ بِهٖ مَا مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا (اِلٰی اٰخِرِهٖ) وَكَرِهَ قَوْلَهٗ بِحَقِّ رُسُلِكَ وَاَنْبِيَائِكَ وَاَوْلِيَائِكَ اَوْ بِحَقِّ الْبَيْتِ لِاَنَّهٗ لَاحَقَّ لِلْخَلْقِ عَلَى الْخَالِقِ یعنی امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دعاء کرنی لائق نہیں ہے۔ دعا وہی مامور بہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ کے لئے نہایت اچھے نام ہیں انکے ساتھ اس کو پکارو اور اس سے دعا کرو۔ اور یہ مکروہ ہے کہ کہے اے اللہ! میں تجھ سے تیرے رسولوں یا نبیوں یا ولیوں کے حق سے سوال کرتا ہوں یا بیت اللہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ خلقت کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔

شامی ردمحتار شرح درمختار میں بھی یہی لکھا ہے اور پھر رقم طراز ہیں کہ اطلق اَئِمَّتُنَا الْمَنْعَ ہمارے اماموں نے مطلقاً منع کیا ہے۔ اسی طرح دیگر کتب فقہ حنفیہ اور ہدایہ وغیرہ میں موجود ہے۔

پس مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے امام کا قول رد کر دیا اور متاخرین لوگوں کا قول لے لیا۔ اب ان پر کیا فقہاء کا یہ شعر مشہور صادق نہیں آئے گا جو شامی وغیرہ میں ہے ؎

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ ∴ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

یعنی ریت کے ذروں کے برابر لعنت ہو اس شخص پر جو ہمارے امام ابوحنیفہؒ کا قول رد کر دے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعاء ہمیشہ مسنون طریقہ سے مانگنی چاہئے کسی کا وسیلہ یا طفیل یا حرمت یا وجاہت یا حق ظاہر کر کے دعاء کرنا بدعت ہے اور محض کسی کی ذات کا نام لے کر سوال کرنا غیر مشروع ہے۔ ہاں کسی بزرگ سے دعا کرانا جائز ہے۔

مجوزین وسیلہ بالذات کے دلائل سب بودے اور ضعیف اور اختراعی ہیں جن سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ گذشتہ اشاعات میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ اب یہاں ان کی ایک اور دلیل کا جواب لکھ کر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے نماز کی طرف نکلتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَاَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا اِلَيْكَ الخ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سائلین کے اس حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تجھ پر ہے اور تجھ سے میرے تیری طرف اس چلنے کے حق سے سوال کرتا ہوں۔

تقریر استدلال کی یہ ہے کہ اس دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائلین کے حق کو وسیلہ بنایا ہے جس سے انبیاء اور اولیاء کے حق سے سوال کرنا جائز ثابت ہوا کیونکہ وہ بھی سائلین ہیں بلکہ عام سائلین سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور عالی مرتبہ اور بلند پایہ کے ہیں جن کے حق سے سوال کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا تو اس کے دو جواب ہیں:-

ایک یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے جو خصم کے لئے ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی ہے جس کی بابت صیانۃ الانسان میں ہے کہ اَلرَّاجِحُ وَالْمُحَقَّقُ اَنَّهٗ ضَعِیْفٌ کہ راجح اور محقق یہ بات ہے کہ عطیہ عوفی ضعیف ہے پھر کتب اسماء الرجال سے ثبوت پیش کر کے اس کا ضعف ثابت کیا ہے کہ میزان میں ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز ابو حاتم اور امام احمد، امام نسائی۔ منذری۔ بیہقی دارقطنی ابن حجر وغیرہ محدثین سے بھی اس کا ضعف نقل کیا گیا ہے۔ پھر عطیہ مدلس ہے جو عَنْ سے روایت کرتا ہے۔ عنعنہ مدلس کا معتبر نہیں۔

دوسرا راوی فضیل بن مرزوق ہے جس کو امام نسائیؒ اور عثمان بن سعید نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ بہت وہمی ہے۔ اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ اور ابن معین سے منقول ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ بہر حال سند کی رو سے یہ حدیث ضعیف ہے علامہ منذری نے ترغیب میں اس حدیث کو علامت ضعیف سے درج کیا ہے اور امام نووی نے اذکار میں ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے جو ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں ذکر کیا جو بروایت بلال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں "وازع بن نافع عقیلی" ہے جس کے متعلق امام نوویؒ نے اذکار میں لکھا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق کیا گیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح اذکار میں اس حدیث کو واہی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وازع بالاتفاق ضعیف ہے اور منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم اور ایک جماعت نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے اور اس طریق میں اضطراب بھی ہے (صیانۃ الانسان ملاحظہ ہو) ایک روایت طبرانی کبیر میں بھی ہے جس میں الفاظ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ ہیں۔ اس میں فضالہ بن جبیر واقع ہے جس کے ضعف پر اجماع کیا گیا ہے۔ علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں وَهُوَ ضَعِیْفٌ مُّجْمَعٌ عَلٰی ضُعْفِهٖ اسی طرح دیگر دلائل کا حال ہے جن میں بعض ضعیف اور بعض اضعف ہیں۔

دوسرا جواب[1] یہ ہے کہ "ذوات سائلین" اور ان کے حق سے سوال نہیں ہے بلکہ اس حق سے سوال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے سائلین اور داعین سے اجابت اور اثابت کا وعدہ کیا ہے کہ جب وہ مجھ سے سوال کریں گے اور دعا کریں گے میں اس کو قبول کروں گا۔ سو یہ سوال اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ سے ہے جس میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ حق ثابت جو ایمان اور اعمال صالحہ کے مقابلہ اور معاوضہ میں ہے وہ مراد نہیں ہے کہ مخلوق کی ذات اور ان کے حق سے سوال کرنا لازم آئے فافہم وتدبر ولا تکن من الغافلین۔

انبیاء اور اولیاء کے حق اور مرتبہ اور ان کے ایمان اور اعمال کا دوسروں کے محض اپنی دعاؤں میں ذکر کرنے سے کیا اثر ہے؟ اور کیا فائدہ اور کیا دلیل؟ برخلاف اس کے ہم سائلین کا حق سوال کرتے ہوئے ظاہر کریں تو یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی بنا پر موجب تاثیر ہو سکتا ہے جیسے صفا و مروہ پر حاجی کے لئے یہ دعا مشروع ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ○ یعنی اے اللہ! تو نے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

پس اسی طرح بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ کا مطلب سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سے سائلین کو عطا کرنے اور عابدین کو ثواب دینے کا وعدہ مراد ہے کہ اس کی بنا پر یہ سوال پورا کرے کہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس اس کا منشا کچھ اور ہے اور حق انبیاء اور اولیاء اور بحرمت انبیاء و اولیاء اور بوجاہت انبیاء یا بحق محمدؐ یا بحق عبدالقادر جیلانی و بحق بابا فرید و بحق معین الدین چشتی وغیرہ کا منشا کچھ اور ہے لہٰذا وہ دعا مندرجہ حدیث جائز اور یہ پیرپرستوں کے کلمات نامشروع اور بدعت ہیں۔

ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ○ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

منقول از صحیفۂ اہلحدیث کراچی بابت ماہ یکم و ۱۵ ربیع الثانی۔ یکم و ۱۵ جمادی الاول یکم و ۱۵ جمادی الثانی۔ یکم و ۱۵ رجب۔ ۱۵ شعبان یکم و ۱۵ رمضان یکم و ۱۵ شوال ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ جلد ۲۳ نمبر ۷ و ۸۔ ۹ و ۱۰۔ ۱۱ و ۱۲۔ ۱۳ و ۱۴۔ ۱۶۔ ۱۷ و ۱۸۔ ۱۹ و ۲۰ و ۲۴ و بابت یکم محرم ۱۳۷۳ھ جلد ۲۴ نمبر ۱

[1] یہ دوسرا جواب بہت ٹھیک ہے ۱۲ ص

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو متضاد وصف کے متعلق استفسار

سوال (۴۱۵) عہد نبویؐ کے مسلمانوں کی جو صحابہ تھے قرآن نے یہ صفت بیان کی ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ الآیۃ یعنی وہ ایسے شخص ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر الٰہی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی لیکن قرآن ہی کی شہادت ہے کہ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا اِنْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا یعنی جب انہوں نے تجارت اور طبل معلوم کرلیا تو اس طرف چلے گئے اور (اے نبی!) تجھے کھڑے کو چھوڑ گئے۔

ان کا صنیع پہلے وصف کے خلاف ہے حالانکہ نماز جمعہ فرض عین ہے اُس کو چھوڑ کر تجارت کی طرف جانا جرم عظیم، اس کا جواب کیا ہے؟

جواب (۴۱۵) الجواب وھو الموفق للصواب - اس کے تین جواب ہیں۔

(۱) اول یہ کہ یہ وجوب جمعہ کے اوائل کا ذکر ہے۔ اس وقت نماز پہلے پڑھی جاتی تھی اور خطبہ بعد میں تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ نماز فرض تو ادا ہوگئی۔ اب خطبہ رہ گیا جو کل سننا فرض نہیں ہے۔ جو سن لیا وہ کافی ہے اس لئے چلے گئے چنانچہ تفسیر جامع البیان میں ہے وَكَانَ ذٰلِكَ فِي اَوَائِلِ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ حِيْنَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ مِثْلَ الْعِيْدِ كَمَا رَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ فِي كُتُبِ الْمَرَاسِيْلِ

(۲) دوم یہ کہ ان مسلمانوں کے ایمان کے مدارج بھی متفاوت تھے۔ بعض اقوی بعض قوی، بعض ضعیف چنانچہ قرآن وحدیث کے احکام وواقعات سے ظاہر ہے كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَهْلِ الْعِلْمِ۔ اس واقعہ میں بھی بارہ شخص رہ گئے تھے جو خطبہ چھوڑ کر نہیں گئے تو صفت مذکورہ بالا درسوال ایسے لوگوں کی ہے۔ اس آیت میں لفظ "کل" یا کوئی حرف جو کلیت پر دال ہو جس سے اس وقت کے سب مسلمانوں اور صحابہؓ کی یہ صفت لازم آئے وارد نہیں ہے۔ آیت قضیہ مہملہ ہے جو قوت جزئیہ میں ہوتا ہے یعنی بعض لوگ مراد ہیں وہ رہ گئے۔

(۳) سوم یہ کہ اوائل جمعہ کا ذکر ہے جب کہ اس کی اہمیت اور اس کے دیگر احکام ان پر واضح نہ تھے۔ جب واضح ہوئے تو پابند ہوگئے اور اس صفت سے موصوف ہوگئے۔ فَانْدَفَعَ مَا اُوْرِدَ۔

هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کتبہ عبد القادر الحصاری غفر لہ الباری

نمازی کے سامنے جوتے رکھنے کیسے ہیں

سوال (۴۱۶) مسجدوں میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنی جوتیاں سامنے رکھ کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ بعض علماء اس سے منع کرتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں۔ اس کے متعلق اصل تحقیق کیا ہے؟

ایک سائل۔

جواب (۴۱۶) الجواب بعون الوهاب۔ اصل تحقیق یہ ہے کہ یہ جائز ہے بشرطیکہ کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دی جائیں ورنہ نماز کے آگے رکھنا یا داہنی طرف رکھنا منع ہے جیساکہ معجم صغیر طبرانی کی ایک روایت میں صراحتاً موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَلَعَ أَحَدُكُمْ نَعْلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا يَجْعَلْهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَأْتَمُّ بِهِمَا وَلَا مِنْ خَلْفِهِ فَيَأْتَمُّ بِهِمَا أَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَلٰكِنْ لِيَجْعَلْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے جوتیاں اتارے تو انکو اپنے سامنے نہ رکھے کہ پھر نماز میں انکی اقتدا کرے گا اور نہ پیچھے رکھے کہ اسکا بھائی مسلمان انکی اقتدا کر بیٹھے گا لیکن انکو دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے[1]

ابوداؤد کی روایت لِيَجْعَلْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلِّ فِيْهِمَا سے ظاہر ہے کہ جوتیاں پاؤں کے درمیان ہوں یا ان میں نماز پڑھو۔ اس حدیث پر کوئی بھی عمل نہیں کرتا۔ اگر پاؤں کے درمیان رکھیں گے تو جوتیاں پچھلے نمازیوں کے سامنے ہو جائیں گی اور اس سے سامنے کا جواز نکل آئے گا۔ ہاں یہ یاد رہے کہ پاؤں کے درمیان رکھنے کے حکم سے دوسری جگہ رکھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ورنہ سب کو ہی کسی دوسری جگہ جوتی رکھنی ممنوع ہو گی ولم يقل به أحد فتذكر۔ هذا ما عندي والله أعلم۔

كتبه عبد القادر الحصاري غفوله الباري

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۹

---

[1] جوتوں کے بارے میں آنحضور علیہ السلام کے تین ارشاد ہیں (۱) اپنی بائیں جانب رکھو اگر بائیں طرف کوئی نمازی نہ ہو۔ (۲) اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھو۔ (۳) جوتے پہن کر نماز پڑھو۔ حضور علیہ السلام نے اثنائے نماز میں جب جوتے نجس ہونے کے باعث اتارے تھے تو اپنے بائیں جانب رکھے تھے (مشکوۃ۔ مجمع الزوائد وغیرہ) ۱۲ مدیر۔

گھوڑا، کچھوا، اور گوہ کا گوشت حلال ہے یا حرام؟

سوال ۔ گھوڑا حلال ہے یا حرام؟ گوہ کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ ہمارے ہاں سخت جھگڑا ہو رہا ہے۔ سر پھٹول تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ دراصل فتح محمد نمبردار کی گھوڑی کو اپھارہ ہو گیا۔ ہم نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ وہ مرنے کے قریب ہو گئی۔ آپکی جماعت کے ایک آدمی نے فوراً گنڈاسا لے کر ذبح کر دیا اور کہا یہ حلال ہے

اس کو پکا کر کھاؤ اور اس کے گوشت کو بیکار مت جانے دو۔ کچھ نے کھایا اور کچھ نے نہ کھایا آپس میں سخت تکرار ہوگئی ہے۔ براہ کرم جلدی فتویٰ دیں۔ گوہ کا فتویٰ بھی دیں کیونکہ آپ کا جماعتی کہتا ہے کہ گوہ بھی حلال ہے کچھوا بھی حلال ہے یہ مسئلے ہم نے اپنی زندگی میں نہیں سُنے اگر صحیح ہیں قرآن و حدیث سے دلیل ہے تو اس کو ہم بھی مانیں گے۔ اہلحدیث ہیں ہم بھی ورنہ سخت قتل کا اندیشہ ہے۔ (علی محمد منٹگمری)

جواب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ہمارے جماعتی نے بہت اچھا کیا کہ گھوڑی کو ذبح کردیا۔ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔ گدھے کا حرام ہے اور گوہ بھی حلال ہے۔ امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں باب باندھا ہے بَابُ اِبَاحَةِ اَكْلِ لَحْمِ الْخَيْلِ امام شافعی اور جمہور سلف و خلف گھوڑے کی حلت کے قائل ہیں۔ حدیث شریف میں ہے عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَاَذِنَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ یعنی حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن شہری گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرمائی اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی۔ دوسری حدیث ہے عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ اَكَلْنَا زَمَنَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ وَحُمُرَ الْوَحْشِ وَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حِمَارِ الْاَهْلِيِّ۔ تیسری حدیث یہ ہے عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ نَحَرْنَا فَرَسًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلْنَاهُ

(ترجمہ دوسری حدیث کا یہ ہے) جابر بن عبداللہ کہتے ہیں ہم نے خیبر والے دن گھوڑوں اور جنگلی گدھوں کا گوشت کھایا۔ آپ نے شہری گدھوں کے گوشت سے منع کردیا۔ گھوڑوں کے گوشت سے منع نہ کیا کیونکہ وہ حلال تھا۔ (ترجمہ تیسری حدیث) حضرت اسمأؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے ایک گھوڑا کاٹا پھر اسکا گوشت کھایا۔ حلال تھا جبھی تو کھایا کیا صحابہ کرام نے حرام کھایا تھا وہ بھی حضورؐ کی موجودگی میں! گوہ کے متعلق امام مسلم نے یوں باب باندھا ہے بَابُ اِبَاحَةِ الضَّبِّ گوہ یعنی سوسمار کا گوشت حلال ہے۔ حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ لَسْتُ بِاٰكِلِهٖ وَلَا مُحَرِّمِهٖ۔

دوسری حدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الضَّبِّ فَقَالَ لَا آكُلُهٗ وَلَا اُحَرِّمُهٗ دوسری روایت میں ہے وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔ تیسری حدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مَعَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِيْهِمْ سَعْدٌ وَاُتُوْا بِلَحْمِ ضَبٍّ فَنَادَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَحْمُ ضَبٍّ كُلُوْا فَاِنَّهٗ حَلَالٌ وَلٰكِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ طَعَامِيْ هٰذَا

چوتھی حدیث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَخَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ فَاُتِيَ بِضَبٍّ مَّحْنُوْذٍ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ اَخْبِرُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيْدُ اَنْ

یَأْکُل فرفع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدہ فقلت أحرام ھو یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ولکنہ لم یکن بأرض قومی فأجدنی أعافہ قال خالد فاجتررتہ فأکلتہ ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینظر۔ ترجمہ ان تمام احادیث کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گوہ نہیں کھائی مگر آپ نے اس کو حرام نہیں کیا۔ آپ کے سامنے حضرت خالد بن ولید نے کھائی۔ آپ نے انکو کھانے سے نہیں روکا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ گوہ کا گوشت بھی حلال ہے اور گھوڑے کا گوشت بھی حلال ہے۔ اس کی حلت پر سوائے امام ابوحنیفہؒ کے تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ امام ابوحنیفہ نے مکروہ لکھا ہے

یہ تمام حدیثیں صحیح مسلم شریف میں موجود ہیں۔ ماننے والوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث رسول اللہ نے فیصلہ کر دیا فقط وھذا ما عندی واللہ اعلم۔

احقر العباد عبدالغفار سلفی غفرلہ

مقدار داڑھی۔ انگریزی بال۔ قرأت خلف الامام اور تسویہ صفوف کے بارے میں سوالات

سوال (۴۱۷) سنا ہے کہ ایک مولانا صاحب نے داڑھی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا شریعت میں کوئی معیار و مقدار مقرر نہیں ہے۔ صرف چہرے پر دور سے دکھائی دے تو اس قدر کافی ہو سکتی ہے۔

سوال (۴۱۸) یہ بھی سنا ہے کہ موصوف نے انگریزی تراش کے بالوں کو جائز رکھا ہے۔ اور ایک دوسرے مولانا صاحب نے اس فتوے پر عمل کرتے ہوئے انگریزی بال سر پر رکھ لئے ہیں۔

سوال (۴۱۹) قرأت فاتحہ خلف امام ضروری ہے یا کیونکر؟ اور حدیث صلوٰۃ الامام صلوٰۃ الآتم اور دوسری حدیث جس کے الفاظ تو یاد نہیں ہے ترجمہ یہ ہے۔ جس شخص کا کوئی امام ہو بیشک اس کی قرأت تمہاری قرأت ہے۔ کس حد تک صحیح ہیں؟ کیا ان احادیث سے الحمد کا پیچھے پڑھنا حرام و ممنوع ثابت ہوتا ہے یا کیونکر؟

سوال (۴۲۰) صف کے برابر کرنے کی ہیئت و اہمیت کے متعلق صحیح احادیث مع اردو ترجمہ تحریر فرما کر تسلیکن کرائیں فقط

(حافظ) محمد محی الدین (صاحب) فرخ آبادی۔ یوپی

جوابات

جناب مولانا عبدالحق صاحب محب السنہ معلم عربی مڈل اسکول بھاولپور

جواب (۱۴۱۷) ڈاڑھی کے خلاف آج کل ایک عالمگیر نفرت ہے مشرکین فرنگ مشرکین مجوس و ہنود اور مشرکین یہود و مشرکین اسلام کے ساتھ اس نفرت میں پوری طرح متفق ہیں والمتفق نجون لهم بعض ذلك ظهير۔

اور اہل علم اس میں تساہل اور خاموش روشن خیال کی آرزو میں روشن ضمیری سے دست کش ہونے کے لئے عملاً تیار، مسلک کے اہم مسائل کی آڑ میں تعلیم یافتہ طبقہ مصر ہے کہ سنت نبوی کی جگہ انہیں سنت یورپ پر عمل کے لئے انہیں کھلا چھوڑ دیا جائے وقت کے اہم مسائل کو حل کرنے کا یہ عجیب حیلہ ہے اور ایک حیرت انگیز انکشاف گویا وقت کے اہم اور موسم کے مشکل مسائل کا حل صرف چہرے کے چند بالوں کے اڑا دینے پر موقوف ہے۔ ہم ایسے قدامت پسندوں کے لئے اس منطقی ربط کا سمجھنا قطعی ناممکن ہے جو ان مسائل اور بالوں میں پایا جاتا ہے اس لئے ترقی پسند حضرات ہر سرزنش بجا اور برمحل۔

اسلام نے ایک جامع دعوت دنیا کے سامنے پیش فرمائی ہے جس میں اعتقاد عمل، اور جو آثار انپر مرتب ہوتے ہیں سب کو یکساں ملحوظ رکھا ہے اور ہر ایک کو دعوت میں مناسب جگہ دی ہے۔ اسلام کی نظر میں وضع کی درستگی اصلاح قلب کا لازمی اثر ہے اِنَّ فِي جَسَدِهٖ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (مشکوٰۃ شریف) یہ تو ہو سکتا ہے کہ وضع درست ہو اور دل درست نہ ہو۔ لیکن یہ مشکل ہے کہ دل درست ہو اور وضع پر اس کا کچھ اثر نہ پڑے اسی وجہ سے ان آثار کی تبدیلی پر کوئی سزا انہیں دی گئی۔ اعتقاد و عمل کے بعد کھلا چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ اس کا اثر خود بخود ظاہر ہو۔

اصلاح وضع میں ڈاڑھی کے بالوں کو شرعاً خاص اہمیت حاصل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فطری عادات قرار دیا ہے۔ بعض احادیث میں خصائل فطرت پانچ آئی ہیں (بخاری)، بعض میں ان کی کل تعداد دس بتائی گئی ہے (مسلم و ابوداؤد وغیرہ) صحیح یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ دائیں اور بائیں ہاتھ کے کاموں میں امتیاز اسی قسم کا تہذیبی مسئلہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور تک انبیاء اور صلحاء ان عادات کے پابند رہے۔ اور ان عادات کی پابندی امت اسلامیہ کا شعار قرار دیا گیا۔

حجۃ الہند حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ چھاپہ مصر صفحہ ۱۸۲ ج۱ وصفحہ ۱۹۱ ج۲ میں رقم طراز ہیں۔ اَقُوْلُ هٰذِهِ الطَّهَارَاتُ مَنْقُوْلَةٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَدَاوِلَةٌ فِيْ طَوَائِفِ الْاُمَمِ الْحَنِيْفِيَّةِ اُشْرِبَتْ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَدَخَلَتْ فِيْ صَمِيْمِ اعْتِقَادِهِمْ عَلَيْهَا مَحْيَاهُمْ وَعَلَيْهَا مَمَاتُهُمْ عَصْرًا بَعْدَ عَصْرٍ وَلِذٰلِكَ سُمِّيَتْ بِالْفِطْرَةِ وَهٰذِهِ شَعَائِرُ الْمِلَّةِ الْحَنِيْفِيَّةِ وَلَابُدَّ لِكُلِّ مِلَّةٍ مِنْ شَعَائِرَ يُعْرَفُوْنَ بِهَا الخ یہ پاکیزہ عادتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں۔ تمام موحد قومیں ان کی پابند ہیں۔ ان لوگوں نے دل سے انہیں پسند کیا اور ان کے معتقدات کی یہ عادتیں جزو بن گئیں۔ ملت کے لئے ایسے نشانات کی ضرورت ہے جن سے وہ پہچانے جائیں اور ضروری ہے ان کی وضع ان کی نظیر ہو۔

غرض اگر ملت کا دینی مزاج درست ہوگا تو یہ نشانات یقیناً اسے پسند ہونگے اگر دینی مزاج بگڑ جائے تو ان مقدس عادتوں سے خود بخود انحراف شروع ہو جاتا ہے مزاج ملت کے لئے ایسے شعائر نبض کا حکم رکھتے ہیں اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

ان شعائر کے ترک سے خروج عن الملت یا ارتداد گو لازم نہیں آتا تاوقتیکہ اعراض اور تحقیر تک نوبت نہ پہنچے لیکن انبیاء اور دانشوران فطرت کی راہ سے انحراف ضرور ہو جاتا ہے۔ ان دس خصلتوں میں تجمل اور نظافت کا بہت حد تک خیال رکھا گیا ہے۔ اسی نظافت پسند غیر مسلموں نے بھی نظافت کے نقطہ نگاہ سے ان عادات کی پابندی کی۔ اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيْمِ۔

مشرکین ہنود اور فرنگی تہذیب کی آمیزش نے عوام میں ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق عجیب قسم کے خیالات پیدا کر دیئے ہیں۔ ایک مختصر سی جماعت کے سوا جو اسکو دینی شعار سمجھتی ہے عوام کی غلط روی اس معاملہ میں واضح ہے کسی نائی کی دکان پر چند منٹ ٹھیر کر دیکھئے کہ وہاں کاٹ چھانٹ کے کتنے نمونے بنتے ہیں اور کتنے خوش منظر چہرے حجام کی بارگاہ میں پیش ہوئے ہیں اور چھل چھلا کی فرسودگی سے واپس ہوئے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

گناہ کے عموم سے بے حسی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو خیر عوام ہیں علماء بھی ان مسائل پر گفتگو کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ احادیث اعفاء کی تاویل اس طرح کی جاتی ہے کہ مداہنت کا واہمہ بھی نہ ہو۔ روشن خیالی بھی قائم رہے اور موجودہ فیشن پرستی کے لئے سند جواز بھی حاصل ہو جائے۔ ایسے حالات میں اصحاب عزیمہ کی رفتار تیز ہونی چاہئے

سنن نبویہ پر بوقت فساد عمل کرنے میں سو شہید کا ثواب فرمایا گیا ہے۔ سنت کی ترویج اور اس اجر عظیم کے لئے اس سے بہتر کون سا موقع ہوگا۔

روشن خیالی وہی درست ہوگی جس کے ساتھ روشن ضمیری ہاتھ سے نہ جائے ضرورت ہے کہ امر بالمعروف کے تمام ذرائع اس وقت جمع کر دیئے جائیں تاکہ عوام کم از کم اتنا تو محسوس کریں کہ وہ غلطی کر رہے ہیں اور ان کے دلوں میں اعمال صالحہ اور سنن صحیحہ کے لئے جستجو اور خلش باقی رہے۔ وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کریں اور غلطی کو غلطی سمجھیں۔ اس مسئلہ پر لکھتے وقت میں خود بھی سوچتا ہوں کہ اسے پڑھ کر عوام کے تاثرات کیا ہوں گے جب کہ علماء کا شیوہ بھی تساہل کی انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔

یورپ زدہ ذہن تو شاید یہ سننا بھی گوارا نہ کریں کہ ڈاڑھی شعائر اسلام سے ہے تاہم میں بے امید بھی نہیں۔ چند آدمی بھی اس جمود عام میں اس سنت کے صحیح مقام کو سمجھ جائیں تو اس ظلمستان میں غنیمت ہوگا۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ الخ (بخاری ج ۲ ص ۸۷۵)۔

(۲) وَاَيْضًا عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۵)

(۳) وَاَيْضًا عَنْهُ اَنَّهُ اَمَرَ بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۵۲۲)

(۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ الخ (ابوداؤد ص ۸ ج ۱)

(۵) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰى وَخَالِفُوا الْمَجُوْسَ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

(۶) وَفِيْ بَعْضِهَا اَرْجُوا اللُّحٰى۔

(۷) وَفِيْ شَمَائِلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ كَثَّ اللِّحْيَةِ (شمائل ترمذی ص ۲)

ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ لبوں کے بال منڈا دیئے جائیں یا جڑ سے کٹوا دیئے جائیں اور ڈاڑھی پوری طرح بڑھائی جائے۔ احادیث زیر قلم سے ڈاڑھی بڑھانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں یہ ذکر بصیغہ امر آیا ہے اور بعض میں بلفظ امر۔ اور خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک بہت بھاری تھی۔ وجوب اور اباحت کی اصطلاحی مباحث کو نظر انداز کر کے بھی کسی حکم کا جو مفاد ہو سکتا ہے اور امر ان الفاظ سے جن نتائج کا خواہشمند ہو سکتا ہے انہیں

اغماض نہیں کیا جاسکتا۔

جب یہ معلوم ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت امت پر فرض ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت پر امت مجبور نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح احادیث کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کے عمل کو اہمیت نہیں دیجاسکتی اور نہ ہی تعارض یا ترجیح کا کسی دوسرے کا حق ہے۔ اگر تاویل کی ضرورت ہو تو امت کے اقوال واعمال میں ہونی چاہئے پیغمبرؐ کو امت کے تابع نہیں کرنا چاہیئے۔ صحابہ ہوں یا ائمہ۔ امیر ہوں یا عام افرادِ ملت مقام نبوت کی تقدیس کو نہیں پہنچ سکتے۔ اطاعت کا عہد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا ہے، افرادِ امت سے نہیں۔

حدیث میں اس مفہوم کو پانچ الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے (۱) اوفوا (۲) اعفوا (۳) ارخوا (۴) ارجوا (۵) وفروا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مَعْنٰے کُلِّهَا تَرْکُهَا عَلٰے حَالِهَا۔ هٰذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْحَدِیْثِ الَّذِیْ یَقْتَضِیْهِ اَلْفَاظُهٗ وَهُوَ الَّذِیْ قَالَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا وَغَیْرِهِمْ مِّنَ الْعُلَمَاءِ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص۱۲۹) یعنی ان تمام الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ ڈاڑھی اپنی حالت پر چھوڑ دی جائے اور حدیث کا بظاہر یہی مطلب ہے اور علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

قَالَ فِیْ مَجْمَعِ الْبِحَارِ ج ۲ ص۴۰۳ فِیْهِ اَمْرٌ بِاِعْفَاءِ اللُّحٰی وَهُوَ اَنْ یُّوْفِرَ شَعْرَهَا وَلَا یَقُصُّ کَالشَّوَارِبِ الخ یعنی اس میں ڈاڑھی بڑھانیکا حکم ہے۔

دوسرے مقام میں فرماتے ہیں وَمَعْنَے الْکُلِّ تَرْکُهَا عَلٰے حَالِهَا وَیُکْرَهُ حَلْقُهَا وَقَصُّهَا الخ یعنی ان تمام الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے نہ کترایا جائے نہ منڈوایا جائے۔ قَالَ النَّوَوِیُّ اُتْرُکُوْهَا وَلَا تَتَعَرَّضُوْا لَهَا بِتَغْیِیْرٍ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص۱۲۹) ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کرو قَالَ الطَّبَرِیُّ ذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰی ظَاهِرِ الْحَدِیْثِ فَکَرِهُوْا تَنَاوُلَ شَیْءٍ مِّنَ اللِّحْیَةِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا (فتح الباری ج ۱۰ ص۲۷۲) یعنی ایک جماعت نے حدیث کے صریح مفہوم کو پسند فرمایا اور طول وعرض میں کاٹنا ناپسند کیا ہے۔ قَالَ عِیَاضٌ یُکْرَهُ حَلْقُ اللِّحْیَةِ وَقَصُّهَا وَتَحْذِیْفُهَا الخ (فتح الباری ج ۱۰ صفحہ ۲۷۲) یعنی قاضی عیاض فرماتے ہیں ڈاڑھی منڈانا، کترانا، اس میں کمی کرنا ناجائز ہے۔

لیکن طول فاحش میں کمی درست ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں یہ بھی ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔

اب اعفار۔ ارخار۔ ایفار۔ ارجار۔ توفیر کے لغوی معنی پر غور فرمایئے

ان الفاظ میں تکثیر اور تکمیل کے معنی ملحوظ رکھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم کمی اور نقص کے منافی ہے جو حلق اور تقصیر کا لازمی مفاد ہے۔ صاحب جامع الصحیح رحمۃ اللہ علیہ نے لغوی شہادت کے طور پر آیت سورۂ اعراف کا ذکر فرمایا ہے۔

از عفوا کثروا و کثرت اموالھم یعنی ان کے مال اولاد میں بڑی کثرت ہوئی۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۵) ـ قال ابن قتیبۃ حتی عفوا ای کثروا ومنہ الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ان تحفی الشوارب وتعفی اللحی ای توفر (قسطلانی ص ۱۷۹) عفو کے معنے کثرت کے ہیں اور حدیث اعفوا اللحی کا بھی یہی مطلب ہے۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں حقیقۃ الاعفاء الترک و ترک التعرض اللحیۃ یستلزم تکثیرھا (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۲۳) عفا الشیٔ کثر و فی التنزیل حتی عفوا ای کثروا (ویقال) عفوت الشعر عفوا و عفیۃ و اعفیتہ عفیا ترکتہ حتی یکثر ویطول ومنہ احفوا الشوارب و اعفوا اللحی (مصباح المنیر مختصرا) قال الراغب اعفیت کذا ای ترکتہ یعفوا ویکثر و منہ قیل اعفوا اللحی والعفاء ما کثر من الوبر والریش (مفردات القرآن)

نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں "مراد باعفاء گذاشتن ریش بر حال اوست بدوں حلق و تکثیر و انبوہ کردن او" (ہدایت السائل ص ۱۲)

پھر فرماتے ہیں۔ "ابو حنیفہ رح گفتہ اعفاء لحیہ ترک اوست تا آنکہ انبوہ و بسیار شود" (ہدایت السائل ص ۱۲)

قال عیاض قولہ امر باعفاء اللحی ای بتوفیرھا یقال عفا الشیٔ اذا کثر ویقال اعفیت الشیٔ وعفتہ اذا کثرتہ وتفسیرہ فی الحدیث الآخر وفروا اللحی ومنہ فی الحدیث الآخر اذا دخل حفر و عفا الوبر الخ (مشارق الانوار ج ۲ ص ۹۵) کذا فی القاموس والمنجد والنہایہ واقرب الموارد وغیر ذلک من کتب اللغۃ وشارح الحدیث

ان تمام حوالوں کا منشاء یہ ہے کہ عفو کا معنے لغۃً تکثیر اور انبوہ کے ہیں۔ اور ڈاڑھی کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقصود ہے کیونکہ اسلامی وضع میں یہ ایک اہم اسلامی شعار ہے۔ ڈاڑھی بڑھانا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اس کی کوئی حد مقرر نہیں اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ یہ تو فطرت کا طبعی فعل ہے۔ اس کے لئے قانونی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ کہیں چند بالوں تک یہ قصہ ختم ہو جاتا ہے اور کہیں پوری چھاتی اس کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔ البتہ چونکہ

کترانا الشانی فعل ہے اس کی تحدید ضروری ہے اور دلیل بذمہ مدعی۔

ارخا۔ رخاء۔ استرخاء۔ رخو۔ یہ قریب المعنیٰ الفاظ ہیں جن میں نرمی اور وسعت ملحوظ ہے۔ فرس رخاء ای وسیع الجری ارخوا اللحیۃ کا معنے یہ ہوگا کہ اسے اپنی طبعی رفتار سے لٹکنے اور بڑھنے کا موقع دیا جائے

وفاء۔ ایفاء۔ توفی۔ یہ الفاظ تکمیل واتمام کی تعبیر کے لئے مستعمل ہوئے ہیں قال الراغب الوافی الذی یبلغ التمام یقال درھم واف وکیل واف واوفیت الکیل والوزن الموفون بعھدھم وغیرہ امثلہ میں اتمام وتکمیل کا مفہوم ظاہر ہے گویا ریش کا شرعاً کامل رکھنا ضروری ہے۔ کذا فی دواوین اللغۃ۔

ارجاء۔ اس کے معنیٰ تاخیر اور مہلت کے ہیں۔ وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ۔ ارجوا اللحیٰ اسی محاورہ سے ماخوذ ہے یعنی بالوں کو چھوڑ دو۔ اس تاخیر کے لئے بڑھنا ضروری ہے اور یہی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصود ہے۔

وفر۔ وفور۔ توفیر۔ الوفر المال التام یقال وفرت کذ اتممتہ وکملتہ ویقال اِنَّ جَھَنَّمَ جَزَاؤُکُمْ جَزَاءً مَّوْفُوْرًا ۝ ووفرت عرضہ اذا لم تنقصہ (مفردات القرآن) وَفِّرُوا اللُّحٰی۔ صحیح بخاری شریف کے الفاظ ہیں جس کا مطلب ہوگا کہ ڈاڑھی کو مکمل کرو۔ اتمام وتکثیر اس کے معنیٰ میں ضروری ہیں۔ مصباح ومختار الصحاح ودیگر لغت کتب ان معانی پر متفق ہیں۔ اگر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم زبان جانتے تھے تو پھر ان الفاظ میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

ان مرفوع احادیث کا مطلب تو یہی ہے کہ ڈاڑھی کو اپنی طبعی حد تک پہنچنا چاہیئے نہ اس میں منڈانے کی گنجائش اور نہ قصر فاحش کی۔ بلکہ یہ سبزہ اپنی طبعی رفتار سے بڑھنا چاہیئے اور اسے چہرے کی زینت رہنی چاہیئے۔ جہاں تک صحیح اور مرفوع احادیث کا تعلق ہے کوئی حدیث منڈوانے یا کترانے کے جواز میں میری نظر سے نہیں گزری۔

جامع ترمذی میں ایک حدیث بواسطہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بایں الفاظ مروی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِہٖ مِنْ عَرْضِھَا وَطُوْلِھَا (ترمذی مع تحفہ ج ۴۔ ص۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کے طول و عرض سے کچھ بال لے لیا کرتے تھے۔

یہ حدیث بشرط صحت پراگندہ بالوں کے برابر کرنے کی دلیل[1] ہوسکتی ہے لیکن حدیث میں کئی وجوہ سے کلام ہے۔

---

[1] یہی جواب ٹھیک ہے والتوفیق بینھما خیر من اھمال احدھما محدثین کا مسلمہ اصول ہے ۱۲ ص

(۱) حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ایسی نہیں جس سے بصورت انفراد کوئی حکم ثابت ہو سکے۔

(۲) اگر اس میں نکارت نہ بھی پائی جائے تو بھی صحیحین کی احادیث اس کے خلاف ہیں۔

(۳) اس کی سند میں عمر بن ہارون راوی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کی روایت بالکل بے اصل اور منکر ہے۔

(۴) عمر بن ہارون منفرد ہیں ان کا کوئی متابع نہیں۔

(۵) عمر بن ہارون تفرد کے علاوہ ضعیف ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی۔ امام احمد۔ نسائی فرماتے ہیں۔ یہ متروک الحدیث ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ کذاب اور خبیث ہے۔ ابو داؤدؒ فرماتے ہیں ثقہ نہیں۔ ابن مدینی اور دارقطنی فرماتے ہیں سخت ضعیف ہے۔ (تہذیب ص۵۰۱ و تقریب ص۳۸۵۔ میزان الاعتدال)

ایسی احادیث کو احادیث صحیحہ پر ترجیح نہیں دیجا سکتی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔ اس کی تفسیر میں مجوس اور یہود دونوں کا ذکر آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین میں منڈانے اور کترانے کی دونوں عادتیں تھیں لیکن کترانے کا رواج زیادہ تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کے لئے حکم فرمایا بلکہ تاکید فرمائی کہ ہم اپنی وضع ان سے جدا رکھیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَقُصُّوْنَ لِحَاهُمْ وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يَحْلِقُهَا (فتح الباری ج ۱۰ ص۲۷۲) ایک قوم نے ڈاڑھی منڈانا شروع کیا اور یہ مجوس سے زیادہ بُرے ہیں کیونکہ وہ کتراتے تھے۔

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ مشرکین عموماً کترانے کے عادی تھے منڈانے کا زیادہ رواج حافظ ابو شامہ کے زمانہ میں ہوا۔ مجوس میں منڈانے کی عادت کم تھی۔ گویا حدیث خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ میں کترانے کو زیادہ بُرا سمجھا گیا ہے۔ اس کے باوجود یہ دونوں فعل ناجائز ہیں اور ممنوع۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین میں قصر فاحش کا رواج تھا۔ اسی سے بعض سلف نے قبضہ کو قصر کی آخری حد سمجھا۔ اس سے کم کرنا مشرکین کی مشابہت ہے جس سے حدیث میں بصراحت روکا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرکین کی وضع اور زی کے سخت مخالف تھے جیسے کہ ان کے مکاتیب سے ظاہر ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے کیونکہ جب اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی فرماتا ہے تو وضع کا شعبہ اس رہنمائی سے کیونکر محروم ہو۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں قَصُّ اللِّحْيَةِ مِنْ وَضْعِ الْاَعَاجِمِ

وَهُوَ الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَالْاَفْرَنْجِ وَالْهُنُوْدِ وَمَنْ لَاخَلَاقَ لَهُ فِي الدِّيْنِ مِنَ الْفِرَقِ الْمَوْسُوْمَةِ بِالْقَلَنْدَرِيَّةِ (مجمع البحار ج ۲ ص ۲۰۳) یعنی ڈاڑھی کترانا اکثر فرنگیوں اور ہنود مشرکین کی عادت ہے اور ایک بے دین فرقہ قلندریہ کا بھی یہی شیوہ ہے۔

جب مشرکین میں قصر کا رواج زیادہ تھا تو منڈانے کے ساتھ کترانا بطریق اولیٰ ممنوع اور ناجائز ہوگا۔ مجوزین قصر کے نزدیک اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ قبضہ سے کم نہ ہو کیونکہ یہی قصر فاحش ہے جو مشرکین کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشابہت سے روکا۔ اگر قصر کا معیار ہر شخص کی صوابدید کو قرار دیا گیا تو حدیث خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ بالکل بے مقصد رہ جائے گی۔

آخر وہ کون سا قصر ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اور حدیث نہی کا انطباق قصر کے کونسے افراد سے ہوگا۔ حضرات قاصرین سنجیدگی سے تحدید قصر پر غور فرمائیں۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا تعلق ہے حلق اور قصر فاحش معصیت ہیں اور کبیرہ گناہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی مخالفت۔

تعجب یہ ہے کہ عوام کی بدعملی کے سبب اکثر پڑھے لکھے لوگوں نے بھی اس میں تاویل شروع کر دی اور عوام کی خوشنودی کے لئے تاویلات اور حیل کا افتتاح فرما دیا تاکہ عوام میں ان کی روشن خیالی کا چرچا ہو۔ مشرکین مجوس میں قصر فاحش کا عام رواج تھا۔ اور خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ فرماکر اس قصر سے روکا گیا ہے۔ اگر قصر کی تحدید شرعاً نہ کی جائے تو حدیث اَعْفُوْا اللُّحٰی بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گی کیونکہ جنس اعفار تو قصر اور حلق کی ہر صورت میں پائی جاتی ہے۔ جب تک مشرکین کے قصر کو سمجھ نہ لیا جائے اس کی کوئی صورت ذہن میں نہ آجائے ان کی مخالفت کا بھی کوئی مطلب نہیں رہ سکتا۔ حدیث خَالِفُوْا اور حدیث اِعْفَاء صرف ایک قضیہ مفروضہ ہو کر رہ جائیں گی۔ اس تحریر سے آپ کے سوال[۱] (۴۱۷) کا جواب کافی و وافی ہو گیا۔ اب آپ کے سوال نمبر[۲] (۴۱۸) کا جواب لکھا جاتا ہے۔

جواب[۲] (۴۱۸) (انگریزی بال وغیرہ کے متعلق جوابات)
سر کے بالوں کو کہیں سے چھوٹے اور کہیں سے بڑے کترنا جس طرح کہ آج کل کے اکثر لوگ کیا کرتے ہیں جیسے پنجاب میں "بودی"، اور یوپی وغیرہ میں انگریزی بال کہا جاتا ہے بدو[۲] وجہ درست نہیں ہیں۔

وجہ اول:- سر کے بالوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برابری

وہمواری کی ہدایت فرمائی ہے اور انگریزی بالوں میں ہمواری کہاں؟ وہاں تو بہت نشیب و فراز ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء و ہدایت کے منافی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے واضح ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی صَبِیًّا حَلَقَ بَعْضَ رَاْسِہٖ وَتَرَکَ بَعْضَ رَاْسِہٖ فَنَھٰی عَنْ ذٰلِکَ وَقَالَ احْلِقُوْہُ کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْہُ کُلَّہٗ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ ج ۲ ص ۲۷۵ مشکوٰۃ ص ۳۸۰) یعنی امام احمدؒ و ابوداؤد اور نسائی نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس نے سر منڈایا ہوا تھا اور کچھ چھوڑا ہوا۔ تو آپ نے اسکو اس سے منع کیا اور فرمایا کہ سارا منڈواؤ یا سارا چھوڑو۔

(۲) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْقَزَعِ قُلْتُ لِنَافِعٍ وَمَا الْقَزَعُ قَالَ یُحْلَقُ بَعْضُ رَاْسِ الصَّبِیِّ وَیُتْرَکُ بَعْضٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰) یعنی نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے (راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے نافع کو کہا کہ قزع کا معنے کیا ہے فرمایا کہ لڑکے کا سر کچھ منڈایا جائے اور کچھ چھوڑا جائے۔

پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سر کے بالوں میں ہمواری اور برابری نہایت ضروری ہے۔ منڈانا اور کترانا ایک حکم رکھتا ہے کیونکہ جس طرح سر کے کچھ بال منڈانے اور کچھ رکھوانے میں برابری وہمواری نہیں پائی جاتی اسی طرح سر کے بال کترانے اور کچھ چھوڑنے میں بھی نہیں ہوتی۔ بنا بریں علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اِحْلِقُوْہُ کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْہُ کُلَّہٗ انگریزی وضع کے بالوں کو شامل ہے اور انگریزی تراش کے بال یقیناً قزع منہی عنہ کے تحت داخل ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب سے انگریزی بالوں کی وضع کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ قزع ممنوعہ کے عموم میں داخل ہے یا کیوں کر؟ تو مولانا موصوف نے سر کے بالوں کی وضع کو تین حصوں میں تقسیم فرما کر ۲ کو قزع ممنوعہ کے تحت داخل کیا تھا اور ایک قسم جو محض گدی کی طرف سے نہایت باریک باریک بال بنوائے جاتے ہیں جو بڑی غور و نظر سے معمولی نشیب و فراز معلوم ہوتا ہے قزع ممنوعہ کے عموم میں داخل نہیں فرمایا۔ اخبار "کوثر" میں یہ سوال وجواب شائع ہوئے تھے۔ میرے پاس "کوثر" کے باقاعدہ فائل موجود نہیں ورنہ جلد اور نمبر اور صفحہ کی نشاندہی کر دیتا موصوف کی شرفِ زیارت بارہا حاصل ہے مگر ان کے سر کے بالوں کی وضع کو کبھی

خیال نہیں کیا۔

وجہ ثانی ۔ سر پر انگریزی وضع کے بال رکھنا غیر مسلم قوم کی ایجاد ہے۔ اور یہ غیور مسلم کی شان سے بہت بعید ہے کہ غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر پر چڑھائے اور پسند کرے ایسے شخص کو پیغمبرِ اسلام علیہ السلام نے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (مشکوٰۃ) کی وعید شدید سنائی ہے یعنی جو شخص جس قوم سے مشابہت کریگا وہ اسی سے شمار کیا جائے گا۔ یہ تشابہ غیر قوم سے عام ہے کہ اعتقاد اور عمل میں ہو یا لباس اور وضع قطع میں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی وضع قطع آغاز میں غیر مشروع تھی۔ جن لوگوں نے موصوف کا آغاز دیکھا ہے وہ اسے بخوبی جانتے ہیں کہ سر پر انگریزی تراش کے بال۔ ڈاڑھی مونچھ بالکل صاف کرایا کرتے تھے چنانچہ مولانا رئیس احمد صاحب جعفری "دید و شنید" ص۵۵ زیرِ "مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی" رقمطراز ہیں۔

"۱۹۳۷ء کی ایک سرد شام کو خلافت ہاؤس کے مہمان خانے میں ایک نئی صورت نظر آئی۔ میانہ قد۔ دوہرا بدن۔ سر پر ترکی ٹوپی۔ علی گڑھ کٹ پاجامہ۔ حیدر آبادی وضع کی شیروانی۔ ڈاڑھی ندارد۔ غالباً مونچھیں بھی منڈی ہوئی۔ انگریزی تراش کے بال۔ خوب صورت چہرہ۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ کچھ خاموش خاموش۔ کچھ الگ تھلگ سے۔ میں نے مولانا عرفان سے پوچھا آپ کی تعریف؟ فرمایا۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔" الخ

اب حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی سابقہ غیر مشروع وضع قطع کو بدلدیا ہے۔ انگریزی بال رکھنے کو جائز نہیں بلکہ بوجہ وضع ایجاد غیر مسلم قوم مکروہ اور ناپسند فرماتے ہیں چنانچہ موصوف "رسائل و مسائل" ص۱۸۱ کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "موجودہ زمانہ میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں "بودے" اور یوپی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدلدیا ہے۔"

حضرت مولانا کو انگریزی بال کے عدم جواز کی دلیل نہ ملنے کا مطلب غالباً یہ ہوگا کہ خاص اسی وضع کے بالوں کی ممانعت کے اثبات میں نص صریح وارد نہیں ہوئی ورنہ عموم احادیث کے مفہوم سے کبھی انکار نہیں کریں گے فقط والسلام

صحیفہ اہلحدیث

مولانا امین احسن صاحب کا قزع کو تین پر تقسیم کرکے دو کو ممنوع اور ایک کو غیر ممنوع قرار دینا بلا دلیل ہے۔ قزع ہر صورت ممنوع ہے۔ گدھی کے متعلق بھی حدیث میں ممانعت موجود ہے چنانچہ معجم صغیر طبرانی کے ص۵۲

میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے گدّی کے بال مونڈنے سے منع کیا ہے سر کے ساتھ گدّی بھی مونڈ سکتے ہیں۔ صرف گدّی کے بال باریک کرنا یا مونڈنا جائز نہیں

قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ کے متعلق جوابات

جواب (۴۱۹) امام کے پیچھے الحمد شریف کا پڑھنا نہایت لازم اور ضروری ہے اس کے پڑھے بغیر نماز بے کار اور اکارت ہے۔ اس مسئلہ کے اثبات میں کئی احادیث صحیحہ مرفوعہ و آثار موقوفہ سامنے ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر فی الحال پانچ احادیث اور پانچ آثار صحابہؓ لکھ کر پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی منقولہ دو حدیثوں کی حقیقت و اصلیت مختصراً واشگاف کی جائے گی۔[1]

بخاری و مسلم اور قریب قریب حدیث کی چھوٹی بڑی کل کتابوں میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

(۱) عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ (بخاری شریف ص۱۰۴ ج ۱ مسلم شریف ص۱۶۹ ج ۱ - ابوداؤد شریف ص۱۱۹ ج ۱) ترجمہ:- عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا لازم و ضروری ہے۔ منفرد ہو یا امام۔ خواہ مقتدی مسافر ہو یا حاضر۔ مرد ہو یا عورت بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کسی کی کوئی نماز ہی نہیں ہوتی۔ فرض عین ہو یا کفایہ یسنن ہو یا نوافل کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم عام فرمایا ہے کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔

پس جس طرح یہ حکم امام اور منفرد کو شامل ہے۔ اسی طرح مقتدی کو بھی اس حکم عام سے کوئی مصلی خارج نہیں ہے۔ اس حکم عام پر لفظ مَنْ دلالت کرتا ہے جو الفاظ عموم سے ہے۔ اور جیسے یہ حدیث ہر نمازی کو شامل ہے ہر نماز کو بھی شامل ہے۔ اور اسپر لفظ لَاصَلٰوۃَ دلالت کرتا ہے کیونکہ یہاں نکرہ سیاق میں نفی کے ہے اور جہاں نکرہ سیاق میں نفی کے ہو وہاں استغراق اور عموم ہوتا ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَّمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَیْرُ تَمَامٍ فَقِیْلَ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

---

[1] مسئلہ ہٰذا کے متعلق اگر مفصل۔ مکمل۔ مدلل بحث دیکھنی منظور ہو تو تفسیر سورہ فاتحہ ضرور اکرم پڑھیں۔ ھدیہ چھ روپے -/۶ پتہ ــــــ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل۔ کراچی ۱

رضی اللہ عنہ إنا نکون وراء الإمام فقال اقرأ بها في نفسك الحديث (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۶۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ایسی نماز پڑھے کہ اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے پوری نہیں ہے۔ پس ابوہریرہؓ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا پڑھ لے سورہ فاتحہ آہستہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز خداج ہوگی۔ اور خداج کہتے ہیں نقصان ذاتی کو (یعنی اس نقصان کو جو شے کے کسی رکن یا جزء کے فوات سے ہوتا ہے) نہ نقصان وصفی کو (جو شے کے کسی وصف کے فوات سے ہوتا ہے) اور یہ ظاہر ہے کہ جب نماز خداج اور ناتمام ہوگی تو ضرور وہ باطل اور غیر صحیح ہوگی۔

یہ حدیث بھی ہر نمازی کو شامل ہے کیونکہ اس میں بھی لفظ مَن الفاظ عموم سے موجود ہے۔ پس حاصل اس حدیث کا یہ ہوا کہ جو شخص مقتدی ہو یا غیر مقتدی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز بیکار و اکارت ہوگی۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِسْتِذْكَارِ فِي حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا مِنَ الْفِقْهِ إِيْجَابُ الْقِرَاءَةِ بِالْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ وَأَنَّ الصَّلٰوةَ إِذَا لَمْ يُقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ وَالْخِدَاجُ النُّقْصَانُ۔ وَالْفَسَادُ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ أَخْدَجَتِ النَّاقَةُ إِذَا وَلَدَتْ قَبْلَ تَمَامِ وَقْتِهَا قَبْلَ (تَمَامِ الْخِلْقَةِ) وَذٰلِكَ نِتَاجٌ فَاسِدٌ وَقَالَ الْأَخْفَشُ خَدَجَتِ النَّاقَةُ إِذَا أَلْقَتْ وَلَدَهَا لِغَيْرِ تَمَامٍ وَأَخْدَجَتْ إِذَا قَذَفَتْ بِهِ قَبْلَ وَقْتِ الْوِلَادَةِ وَإِنْ كَانَ تَامَّ الْخَلْقِ وَقَدْ زَعَمَ مَنْ لَمْ يُوْجِبْ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلٰوةِ أَنَّ قَوْلَهُ خِدَاجٌ يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ الصَّلٰوةِ لِأَنَّهُ النُّقْصَانُ وَالصَّلٰوةُ النَّاقِصَةُ جَائِزَةٌ وَهٰذَا تَحَكُّمٌ فَاسِدٌ وَالنَّظَرُ يُوْجِبُ فِي النُّقْصَانِ أَنْ لَا تَجُوْزَ مَعَهُ الصَّلٰوةُ لِأَنَّهَا صَلٰوةٌ لَمْ تَتِمَّ وَمَنْ خَرَجَ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَبْلَ أَنْ يُتِمَّهَا فَعَلَيْهِ إِعَادَتُهَا تَامَّةً كَمَا أُمِرَ وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّهَا تَجُوْزُ مَعَ إِقْرَارِهٖ بِنَقْصِهَا فَعَلَيْهِ الدَّلِيْلُ وَلَا سَبِيْلَ لَهُ إِلَيْهِ مِنْ وَجْهٍ يَلْزَمُ انتھی (کذا فی امام الکلام ص ۱۸۵)

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز میں قرأت فاتحہ واجب ہے اور جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے گی تو وہ خداج ہوگی۔ اور خداج کے معنے نقصان و فساد کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اونٹنی اپنے بچے کو قبل اس کے کہ ولادت کے دن پورے ہوں اور قبل

اس کے کہ اس کی خلقت پوری ہو گرا دے تو عرب کے لوگ کہتے ہیں اَخْدَجَتِ النَّاقَۃُ اور یہ نتاج فاسد ہوتا ہے۔ اور اخفش نے کہا کہ خَدَجَتِ النَّاقَۃُ عرب اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچہ کو اس کے بغیر پورے ہوئے گرا دے۔ اور اَخْدَجَتْ اس وقت کہتے ہیں جب قبل وقت ولادت کے بچے کو گرا دے اگرچہ اس کی خلقت پوری ہو چکی ہو۔ اور جو لوگ قرأت فاتحہ کو نماز میں واجب نہیں کہتے ان کا زعم وخیال یہ ہے کہ لفظ خداج جواز نماز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خداج کے معنے نقصان کے ہیں۔ اور نماز ناقص جائز ہوتی ہے لیکن ان لوگوں کا یہ زعم محکم فاسد ہے اور نظر اس بات کو واجب اور ضروری بتاتی ہے کہ نماز ناقص جائز نہیں کیونکہ نماز ناقص ایک ایسی نماز ہے جو پوری نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنی نماز کو پوری کرنے سے پہلے ہی باہر ہو جائے تو اس کو پھر پورے طور پر جیساکہ اسکو حکم ہے نماز دوہرانا ضروری ہے۔ اور جس کو اس بات کا دعویٰ ہو کہ نماز ناقص جائز ہوتی ہے اس کو دلیل لانی چاہئے۔ اور اس کے دلیل لانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

اور علامہ خطابیؒ نے معالم السنن میں فَہِیَ خِدَاجٌ کی شرح میں لکھا ہے کہ یَعْنِیْ نَاقِصَۃٌ نَقْصُ فَسَادٍ وَّبُطْلَانٍ تَقُوْلُ الْعَرَبُ اَخْدَجَتِ النَّاقَۃُ اِذَا اَلْقَتْ وَلَدَھَا وَھُوَ دَمٌ لَمْ یَسْتَبِنْ خَلْقُہٗ فَھِیَ مُخْدِجٌ وَالْخِدَاجُ اِسْمٌ مَّبْنِیٌّ مِّنْہُ ۱ انتہی حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ فاسد اور باطل ہے عرب لوگ اَخْدَجَتِ النَّاقَۃُ اس وقت بولتے ہیں جب اونٹنی اپنے بچے کو اس حالت میں گرا دے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت نہ ظاہر ہوئی ہو اور اسی سے لفظ خداج لیا گیا ہے۔

اور علامہ عزیزی شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں فَہِیَ ذَاتُ خِدَاجٍ بِکَسْرِ الْمُعْجَمَۃِ اَیْ فَصَلٰوتُہٗ ذَاتُ نُقْصَانٍ نَقْصِ فَسَادٍ وَّبُطْلَانٍ فَلَا تَصِحُّ الصَّلٰوۃُ بِدُوْنِھَا وَلَوْ لِمُقْتَدٍ عِنْدَ الشَّافِعِیِّ وَجُمْھُوْرِ الْعُلَمَاءِ انتہی یعنی خداج سے مراد نقص فساد وبطلان ہے پس بدوں سورہ فاتحہ کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اگرچہ نماز مقتدی کی ہو۔ اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علمار کا۔

الحاصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور دلیل بیّن اور واضح ہے اس امر پر کہ ہر نمازی کو مقتدی ہو یا غیر مقتدی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا نہایت ضروری ہے اور بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کسی نمازی کی نماز درست نہیں ہوتی بلکہ فاسد وباطل اور رائیگاں ہوتی ہے۔ اور نیز ان عبارات منقولہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ خداج کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ بچہ کہ پیدا ہو مدت حمل کے تمام ہونے سے پہلے۔ دوسرا وہ بچہ کہ پیدا ہو اپنی خلقت کے تمام

ہونے سے پہلے۔ اور یہ نتاج دونوں صورتوں میں نتاج فاسد ہوتا ہے یعنی بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو سقط بھی کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے وَالسَّقْطُ مُثَلَّثَةُ الْوَلَدِ بِغَيْرِ تَمَامٍ نہایہ میں ہے اَلسُّقْطُ بِالضَّمِّ وَالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ اَكْثَرُ الْوَلَدِ الَّذِىْ يَسْقُطُ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔ جزء القرأت بخاری میں ہے وَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ يُقَالُ اَخْدَجَتِ النَّاقَةُ اِذَا اَسْقَطَتْ وَالسَّقْطُ مَيِّتٌ لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ غیر تمام دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شے مردہ کوئی شے موجود نہیں ہے اور وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خداج وسقط یعنی مردہ فرمایا تو وہ کوئی شے موجود نہ ہوئی۔ پس معلوم ہوا کہ یہ نماز باعتبار ذات کے ناقص ہوئی نہ باعتبار وصف کے۔

(۳) عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّىْ اَرَاكُمْ تَقْرَءُوْنَ وَرَاءَ اِمَامِكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِىْ وَاللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ (ص۱۱۳ ج۱) وَقَالَ حَسَنٌ وَاَبُوْدَاوُدَ (ص۱۱۹ ج۱) وَالنَّسَائِىُّ (ص۱۴۶ ج۱) وَغَيْرُهُمْ۔ ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی پس بھاری ہوئی آپ پر قرأت۔ پھر آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔ ہم لوگوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! ہاں قسم اللہ کی۔ آپ نے فرمایا نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اس واسطے کہ نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی روایت کیا اس حدیث کو ترمذی (مع تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۱۵۳) نے اور کہا کہ حسن ہے اور ابوداؤد (ص۱۱۹) نے اور نسائی (ص۱۴۶) وغیرہ نے۔

پس اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد شریف کا پڑھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور وجہ اس کی یہ بیان فرمائی کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کسی کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ یہ حدیث نص صریح ہے اس امر پر کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا واجب اور ضروری ہے بغیر پڑھے ہوئے اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔

امام خطابی رح نے معالم السنن شرح ابوداؤد میں لکھا ہے هٰذَا الْحَدِيْثُ صَرِيْحٌ بِاَنَّ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ وَاجِبَةٌ عَلٰى مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ سَوَاءٌ جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ اَوْ خَافَتَ بِهَا وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ لَا طَعْنَ۔ ترجمہ حضرت عبادہ رض کی یہ حدیث صریح ہے اس امر پر کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب اور ضروری ہے امام زور سے قرأت کرے

یا آہستہ سے اور اسناد اس حدیث کی جید (خالص) ہے اس میں کچھ طعن نہیں ہے
اور مولانا العلامۃ الفاضل عبد الحی لکھنوی حنفی نے سعایہ ص۳۰۲ میں لکھا ہے۔
وَقَدْ ثَبَتَ بِحَدِيْثِ عُبَادَةَ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ قَوِيُّ السَّنَدِ اَمْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ لِلْمُقْتَدِيْ یعنی یقیناً حدیث عبادہؓ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور عبادہؓ کی یہ حدیث صحیح اور قوی السند ہے۔

(۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْقِرَاءَةِ ص۲۷ وَقَالَ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَالزِّيَادَةُ الَّتِيْ فِيْهِ صَحِيْحَةٌ مَشْهُوْرَةٌ مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ روایت کیا ہے اس کو امام بیہقیؒ نے کتاب القرأت ص۲۷ میں اور کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے اور جو زیادت اس میں ہے وہ صحیح ہے مشہور ہے بہت وجہوں سے یہ حدیث بھی نص صریح ہے اس امر پر کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز بالکل نہیں ہوگی۔

(۵) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ۔ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ ص۱۹۶ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ فِيْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ۔ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ السُّيُوْطِيِّ۔ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (طب) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْعَلْقَمِيُّ فِيْ شَرْحِهٖ بِجَانِبِهٖ عَلَامَةُ الْحَسَنِ انتهى۔ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور کہا ہیثمیؒ نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے بھی قرأت فاتحہ خلف الامام کا وجوب بصراحت ثابت ہے
یہ پانچ حدیثیں جو یہاں تحریر کی گئی ہیں ان سے قرأت فاتحہ خلف الامام کا نہایت لازم وضروری ہونا آفتاب نصف النہار کی طرح واضح وظاہر ہے۔ ان احادیث صحیحہ کے سوا اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن بوجہ ملول خاطر آپ کے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف ان پانچ حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اہل انصاف

وتحقیق کے لئے یہی کافی ووافی ہیں۔

سنت صحیحہ کے بعد جہاں تک عمل واعتقاد کا تعلق ہے کسی دوسرے شخص کی طرف توجہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی تاہم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام کی رفعت معلوم ہے۔ ان کے اعمال وارشادات تسکین قلب میں اضافہ کا موجب ہیں۔ بنابریں مذاہب صحابہ کا تذکرہ بطور استشہاد خالی از فائدہ نہیں ہوگا۔

(۱) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكٍ أَنَّهُ سَأَلَ عُمَرَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قُلْتُ وَإِنْ كُنْتَ أَنْتَ قَالَ وَإِنْ كُنْتُ أَنَا قُلْتُ وَإِنْ جَهَرْتَ قَالَ وَإِنْ جَهَرْتُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ (ص۱۲۰) وَقَالَ رُوَاتُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَرَوَاهُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ وَقَالَ هٰذَا الْإِسْنَادُ صَحِيْحٌ. وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ (ص۲۳۹ ج۱) وَقَالَ قَدْ صَحَّتِ الرِّوَايَةُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ أَنَّهُمَا كَانَا يَأْمُرَانِ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْجُزْءِ ص۶ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْقِرَاءَةِ ص۷۵ وَالطَّحَاوِيُّ فِي مَعَانِي الْآثَارِ ص۱۲۹ ج۱ أَيْضًا۔ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ یزید بن شریکؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کا مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگرچہ آپ (امام) ہوں؟ آپ نے فرمایا اگرچہ میں (امام) ہوں۔ انہوں نے پھر پوچھا اگرچہ آپ زور سے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا اگرچہ میں زور سے پڑھوں۔ روایت کیا ہے اسکو دارقطنی نے ص۱۲۰ اور کہا دارقطنیؒ نے کہ اس اثر کے کل راوی ثقہ ہیں۔ اور اسکو دارقطنیؒ نے دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ سند صحیح ہے اور حاکمؒ نے مستدرک حاکم ص۲۳۹ ج۱ میں کہا ہے کہ عمر وعلی رضی اللہ عنہما دونوں سے صحیح روایت ثابت ہے کہ قرأت خلف الامام کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اور بخاریؒ نے جزء القرأت ص۶ میں اور بیہقیؒ نے کتاب القرأت ص۷۵ میں اور علامہ طحاویؒ نے معانی الآثار ص۱۲۹ ج۱ میں بھی روایت کیا ہے۔

(۲) عَنْ أَبِي السَّائِبِ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) كَيْفَ أَصْنَعُ إِذَا كُنْتُ مَعَ الْإِمَامِ وَهُوَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ قَالَ وَيْلَكَ يَا فَارِسِيُّ اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي جُزْءِ الْقِرَاءَةِ ص۸ مطبوعہ مصر یعنی ابو سائبؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابوہریرہؓ! کیوں کر کروں جب کہ میں امام کے ساتھ ہوں اور وہ جہر سے قرأت کر رہا ہو؟ ابوہریرہؓ نے فرمایا اے فارسی سورہ فاتحہ کو آہستہ اپنے جی میں پڑھ۔ روایت کیا اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جزء القرأت ص۸ میں۔ اور اس اثر کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۳) عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ - قَالَ نَافِعٌ اَبْطَأَ عُبَادَةُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَاَقَامَ اَبُوْ نُعَيْمِ نِ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى اَبُوْ نُعَيْمِ بِالنَّاسِ وَ اَقْبَلَ عُبَادَةُ وَاَنَا مَعَهٗ حَتّٰى صَفَفْنَا خَلْفَ اَبِيْ نُعَيْمٍ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عُبَادَةُ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لِعُبَادَةَ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ يَجْهَرُ قَالَ نَعَمْ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاؤدَ ص۱۱۹ - وَالدَّارُقُطْنِيُّ ص۱۲۱ وَقَالَ هٰذَا الْاِسْنَادُ حَسَنٌ وَ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ كُلُّهُمْ - حاصل ترجمہ یہ ہے کہ عبادہ رضی اللہ عنہ نے نماز صبح کے آنے میں دیر کی تو ابونعیم رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی۔ اور عبادہؓ آئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اور ابونعیمؓ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ابونعیم رضی اللہ عنہ جہر سے قرأت کر رہے تھے۔ پس عبادہ رضی اللہ عنہ لگے سورہ فاتحہ پڑھنے پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبادہؓ سے کہا کہ میں نے آپ کو سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا ہے حالانکہ ابونعیم جہر سے قرأت کر رہے تھے تو عبادہؓ نے کہا ہاں پھر عبادہ رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی۔ روایت کیا ہے اسکو ابوداؤد نے ص۱۱۹ ج۱۔ اور دارقطنی نے ص۱۲۱ اور کہا دارقطنی نے اس کی اسناد حسن ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(۴) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ يَاْمُرُنَا بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ وَكُنْتُ اَقُوْمُ اِلٰى جَنْبِ اَنَسٍ فَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ وَيُسْمِعُنَا قِرَاءَتَهٗ لِنَاْخُذَ عَنْهُ - اَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْقِرَاءَةِ ص۶۵ حاصل ترجمہ یہ ہے۔ ثابتؒ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کو قرأت خلف امام کا حکم کرتے تھے۔ ثابتؒ نے کہا اور میں حضرت انسؓ کے پہلو میں کھڑا ہوتا تھا۔ پس وہ فاتحہ اور مفصل سے کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور ہم کو اپنی قرأت سناتے تھے تاکہ ہم ان سے اخذ کریں۔ روایت کیا ہے اس کو بیہقی نے کتاب القرأت ص۶۵ میں۔

(۵) عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (بیہقی۔ کتاب القراۃ ص۷۶) یعنی ابونضرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے قرأت خلف امام کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

نیموی مرحوم ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو آثار السنن ص۶۴ میں جزء القرأت سے نقل کر کے لکھتے ہیں اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ یعنی اس اثر کی سند حسن ہے

(۶) عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ لَا تَجُوْزُ صَلٰوةُ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطُهُوْرٍ وَّرُكُوْعٍ

وَسُجُوْدٍ وَفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَرَاءَ الْاِمَامِ وَغَيْرِ الْاِمَامِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتٰبِ الْقِرَاءَةِ یعنی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کی نماز بغیر وضوء اور رکوع وسجود اور سورہ فاتحہ کے پاکیزہ نہیں ہوتی - امام کے پیچھے ہو یا نہ ہو - روایت کیا ہے اس کو بیہقی نے کتاب القرأت ص۴۸ میں

ان احادیث مرفوعہ و آثار موقوفہ مذکورہ سے بخوبی واضح اور روشن ہوگیا کہ الحمد شریف کا امام کے پیچھے پڑھنا نہایت ضروری ہے اس کے پڑھے بغیر کوئی نماز جائز ہی نہیں ہوتی - اب آپ کی پیش کردہ دو حدیثوں کی حقیقت بیان کیجاتی ہے توجہ سے پڑھیں

(۱) صَلٰوةُ الْاِمَامِ صَلٰوةُ الْمُقْتَدِیْ - ان الفاظ سے کوئی حدیث منقول نہیں ہوئی نہ جانے آپ نے اسے کہاں سے حفظ کرلیا ہے - حدیث کی کسی کتاب میں اس کا پتہ ونشان نہیں ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ من گھڑت، ڈھکوسلہ ہے حدیث نہیں - دوسرا اس میں قرأت فاتحہ خلف امام تو کجا مطلق قرأت کی بھی اس سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی - تیسرا - اگر اسے حدیث صحیح مان لیں تو امام مقتدی کی تمام نمازوں کا ضامن ہے - مقتدی کو نماز جیسے اہم فریضہ کے ادا کرنے کی تکلیف اور حفاظت سے رہائی دیدی گئی ہے - اس میں لفظ صلوٰت جمع ہے اور صلوٰۃ مفرد ہے - آپ حافظ قرآن ہیں - اس کی موٹی مثال قرآن کریم سے سمجھئے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى - اس آیت میں الصلوات جمع ہے اور الصلوٰۃ مفرد ہے - حاصل ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ خبردار رہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے - آپ کی مزعومہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے امام کی نمازیں مقتدی کی نمازیں ہیں یعنی مقتدیوں کو نماز پڑھنے کی خواہ مخواہ تکلیف ہی نہیں کرنی چاہئے - کیوں؟ امام کی نمازیں تو مقتدی کی نمازیں ہیں - غرض اس کے موضوع اور من گھڑت ڈھکوسلہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے -

(۲) آپ کی منقولہ دوسری حدیث جس کا آپ نے ترجمہ فرماکر نشاندہی کی ہے وہ سنن ابن ماجہ مصری ص۲۸۹ ج۱ میں آئی ہے جس کا متن مع سند درج ذیل کیا جاتا ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ - ترجمہ - جس شخص کا کوئی امام ہو - پس امام کی قرأت اس کی قرأت ہے -

علماء حنفیہ کی یہ حدیث ایک بہت مشہور ومعروف دلیل ہے جسے وہ منسوخیت

اور حرمت و ممانعت قرأت فاتحہ خلف امام کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں مگر بچند وجوہ یہ حدیث نسخ و حرمت اور ممانعت قرأت فاتحہ خلف الامام پر دلیل و حجت ہرگز نہیں ہو سکتی جسے میں یہاں نہایت مختصراً عرض کرتا ہوں۔

جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث معلول اور ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر جعفی واقع ہیں جن کی نسبت حضرت امام ابو حنیفہ رح شہادت دیتے ہیں مَا رَأَیْتُ فِیْمَنْ رَأَیْتُ اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءٍ وَلَا لَقِیْتُ فِیْمَنْ لَقِیْتُ اَکْذَبَ مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِیِّ کَذَا فِیْ کِتَابِ الْقِرَاءَۃِ لِلْبَیْهَقِیِّ ص۱۰۱ وَ فِیْ نَصْبِ الرَّایَۃِ لِلزَّیْلَعِیِّ الْحَنَفِیِّ ص۳۴۴ ج۱/۲ وَفِی الدِّرَایَۃِ لِابْنِ حَجَرِ الْعَسْقَلَانِیِّ ص۹۳ وَغَیْرِهِمْ۔ حاصل ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے ان میں سے حضرت عطاء رح سے زیادہ بہتر اور جعفر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔

علامہ سندھی حنفی رح حاشیہ ابن ماجہ ص۲۸۰ ج۱ میں لکھتے ہیں وَفِی الزَّوَائِدِ فِیْ اِسْنَادِہٖ جَابِرُ الْجُعْفِیُّ کَذَّابٌ یعنی کتاب الزوائد میں ہے کہ جابر رض کی اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ہے جو کذاب ہے ــــ اور اس حدیث کے اس طریق کے علاوہ جتنے اور طریق ہیں وہ بھی سب کے سب حدیث کے پرکھنے اور جاننے والے حفاظ کے نزدیک ضعیف اور معلول ہیں ــ حافظ ابن حجر عسقلانی رح تلخیص الحبیر ص۸۰ میں تحریر فرماتے ہیں حَدِیْثُ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ مَشْهُوْرٌ مِّنْ حَدِیْثِ جَابِرٍ وَلَہٗ طُرُقٌ عَنْ جَمَاعَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ وَکُلُّهَا مَعْلُوْلَۃٌ یعنی حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ جابر کی سند سے مشہور ہے۔ اور صحابہ رض کی ایک جماعت سے اس حدیث کے کئی طرق و سندیں ہیں اور وہ تمام معلول و ضعیف ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ص۱۲ ج۱ میں جابر رض کی اس حدیث کو مسند احمد سے نقل کر کے لکھتے ہیں فِیْ اِسْنَادِہٖ ضُعْفٌ وَرَوَاہُ مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ جَابِرٍ مِّنْ کَلَامِہٖ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ طُرُقٍ وَلَا یَصِحُّ شَیْءٌ مِّنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی جابر رض کی اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے اور مالک رح نے بواسطہ وہب بن کیسان کے جابر رض سے خود ان کا کلام روایت کیا ہے یعنی اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے اور اسکی کوئی سند و طریق جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جزء القرأت چھاپہ مصر ص۱۰ میں لکھتے ہیں۔ هٰذَا الْخَبَرُ لَمْ یَثْبُتْ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِرَاقِ وَغَیْرِهِمْ لِاِرْسَالِہٖ وَانْقِطَاعِہٖ۔ یعنی یہ حدیث بوجہ مرسل و منقطع ہونے کے علماء حجاز و عراق وغیرہ

کے نزدیک ثابت نہیں ہوئی یعنی ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔

پس ان اقوال و شہاداتِ ائمہ و علمار مذکورہ بالا سے واضح و لائح ہو گیا کہ یہ حدیث بجمیع طرق سخت ضعیف اور معلول ناقابل حجت ہے، لہٰذا یہ حدیث احادیث صحیحہ صریحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۲) اگر فرض کیا جائے کہ حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ سے قرأت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے تو بھی اس حدیث سے قرأت خلف امام کا نسخ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ناسخ کے لئے ضروری ہے کہ منسوخ سے مؤخر ہو۔ اور اس حدیث کا احادیثِ قرأت خلف امام سے مؤخر ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ علمار حنفیہ اس حدیث سے احادیثِ قرأت خلف امام کے منسوخ ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر کسی دلیل صحیح سے اس حدیث کا تاخر ثابت نہیں کرتے۔

(۳) جابر رضؓ کی یہ حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کی مخالف و معارض ہے کیونکہ یہ آیت بعمومہ مقتدی پر بھی قرأت قرآن فرض بتاتی ہے کیونکہ فَاقْرَءُوْا صیغہ امر وجوب کے لئے ہے چنانچہ فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب اصول نور الانوار میں موجود ہے فَاِنَّ الْاَوَّلَ اَیْ فَاقْرَءُوْا بِعُمُوْمِہٖ یُوْجِبُ الْقِرَاۃَ عَلَے الْمُقْتَدِیْ یعنی آیت فَاقْرَءُوْا اپنے عموم کی وجہ سے مقتدی پر بھی قرأت قرآن فرض بتاتی ہے اور حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ سے بزعم حنفیہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو قرأت کرنا ممنوع و ناجائز ہے یا مقتدی کو قرأت کرنا ضروری نہیں۔ پس یہ حدیث بمقابلہ آیت قرآنی ہرگز مقبول و قابل عمل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ خبر واحد سے آیت قرآنیہ کا نسخ یا ترک لازم آئے گا جو عند الحنفیہ جائز نہیں چنانچہ مسلم الثبوت جو اصولِ حنفیہ کی معتبر کتاب ہے میں مرقوم ہے لَا یَجُوْزُ نَسْخُ الْکِتٰبِ وَالْمُتَوَاتِرِ بِخَبَرِ الْاٰحَادِ ص۵۴ و ۵۵ اور اسی طرح نور الانوار و توضیح وغیرہ میں بھی مسطور ہے۔ ترجمہ حدیث خبر واحد سے آیت قرآنی و حدیث متواتر منسوخ نہیں ہو سکتی۔

(۴) حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ اگر مطلقاً قرأت خلف امام کی حرمت و ممنوعیت پر دال ہے تو یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک بھی ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس حدیث کو حضرت جابر رضؓ کے علاوہ حضرت ابوہریرہ۔ حضرت انسؓ۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھو نصب الرایہ ص۱۱-۲۷ و درایہ ص۹۳ تخریج احادیث ہدایہ للزیلعی الحنفی و ابن حجر العسقلانی الشافعی۔ اور کتاب القرأت بیہقی صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۸۔ ص۱۲۳ و ص۱۲۴ وغیرہ مگر یہ احادیث سب کی سب سخت ضعیف

ہیں۔ کسی کی سند بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکتی چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بعد نقل احادیث مذکورہ بالا کے ہر ایک حدیث کی حقیقت و اصلیت و اشگاف کردی ہے بیہقی کے علاوہ باقی ائمہ و علماء دین کے اقوال جابر رضی کی حدیث کے جواب اول میں گزر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ان تمام حضرات صحابہ رضی نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرأت فاتحہ خلف امام کا حکم دیا ہے جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عدم قرأت سورہ فاتحہ خلف امام کی روایات جو ان سے بیان کی جاتی ہیں ضعیف ناقابل اعتبار ہیں۔

حضرت ابوہریرہ۔ حضرت انس۔ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عمران بن حصین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتوے اور حکم درباره قرأت فاتحہ خلف امام پہلے صحابہ میں مذکور ہو چکے ہیں اور باقی حضرات کے فتوے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) کتاب القرأت بیہقی صہ۱۳۷ میں ہے عَنْ عِيزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ اقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَهٰذَا اسْنَادٌ صَحِيحٌ لَاغُبَارَ عَلَيْهِ یعنی عیزار بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی سے سنا آپ فرماتے تھے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ۔ بیہقی رح نے کہا کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔ اس پر کچھ غبار نہیں ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۴۶ میں ہے عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ جَهَرَ أَوْلَمْ يَجْهَرْ یعنی عطاء رح سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت کر خواہ امام جہر سے قرأت کرے یا جہر سے قرأت نہ کرے ۔۔۔ نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَاتَدَعْ فَاتِحَةَ الْكِتٰبِ جَهَرَ الْإِمَامُ أَوْلَمْ يَجْهَرْ یعنی عطاء رح سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کو مت چھوڑ امام جہر سے قرأت کرے خواہ جہر سے قرأت نہ کرے۔

کتاب القرأت بیہقی صہ۱۳۴ میں ہے عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اقْرَأْ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَسُوْرَةٍ وَهٰذَا الْإِسْنَادُ مِنْ أَصَحِّ الْأَسَانِيْدِ فِي الدُّنْيَا یعنی عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی نے فرمایا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور ایک سورت پڑھ۔ امام بیہقی رح نے کہا کہ دنیا میں جتنی سندیں بہت صحیح ہیں انہیں میں سے ایک یہ سند بھی ہے۔

نیز دارقطنی ج ا صہ۱۲۲ میں ہے عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ اقْرَءُوْا

فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ص۱۲۲ وَقَالَ هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ یعنی عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کہتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت۔ روایت کیا ہے اس اثر کو امام دارقطنیؒ نے اور کہا یہ اسناد صحیح ہے۔

واضح ہو کہ دارقطنیؒ نے اس اثر کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے جس کا لفظ یہ ہے كَانَ يَأْمُرُ أَوْ يَقُولُ اقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی حضرت علیؓ حکم کرتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ ــــ اس اثر میں ظہر و عصر کی قید نہیں ہے۔

اور امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک حاکم ج۱ ص۲۳۹ میں لکھا ہے وَقَدْ صَحَّتِ الرِّوَايَةُ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَأَنَّهُمَا كَانَا يَأْمُرَانِ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ یعنی حضرت عمر بن الخطاب اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح ثابت ہے کہ دونوں قرأت خلف امام کا حکم فرمایا کرتے تھے

پھر اول حضرت عمرؓ کا اثر بسند بیان کیا ہے (جو احادیث قرأت فاتحہ خلف الامام کے بعد آثار صحابہؓ میں پہلے مسطور ہو چکا ہے) بعدہ حضرت علیؓ کے اثر کو بایں الفاظ روایت کیا ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ أَنْ يَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی حضرت علی رضؓ حکم کرتے تھے کہ پڑھو امام کے پیچھے پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ اور کوئی سورت۔ اور پچھلی دونوں رکعتوں میں فقط سورہ فاتحہ ــــ اس اثر کو امام عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ تلخیص ص۲۳۹ میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ صحیحؒ اور اس اثر میں ظہر و عصر کی قید نہیں ہے۔

اور اسی طرح مصنف بن ابی شیبہ میں بھی ہے عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ مَا كَانُوا يَرَوْنَ بَأْسًا أَنْ يَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي نَفْسِهِ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۶۵ وجزء القرأت للبخاری مطبوعہ مصر ص۷) ترجمہ یحیی بکار کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تمام صحابہؓ سورہ فاتحہ پڑھنے سے نہ روکتے تھے ــــ اس اثر سے قرأت سورت فاتحہ خلف امام پر اجماع صحابہؓ ثابت ہوتا ہے۔

پس ان آثار سے ظاہر و باہر ہے کہ ان تمام صحابہؓ جن سے حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ مروی ہے نے بعد وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرأت سورہ فاتحہ خلف امام کا فتویٰ دیا ہے اور عند الحنفیہ یہ متحقق ہے کہ جب راوی صحابی ہو یا غیر اپنی مرویہ حدیث کے خلاف فتویٰ دے یا اس کے خلاف عمل کرے تو اس کی وہ حدیث منسوخ، متروک یا موضوع سمجھی جائے گی چنانچہ حنفیہ کی معتبر کتاب نور الانوار میں مسطور ہے اَوْ عَمِلَ بِخِلَافِہٖ بَعْدَ الرِّوَایَۃِ سَقَطَ الْعَمَلُ بِہٖ لِاَنَّہٗ اِنْ خَالَفَہٗ لِلْوُقُوْفِ عَلٰی نَسْخِہٖ اَوْ مَوْضُوْعِیَّتِہٖ نَفْسُ سَقَطَ الْاِحْتِجَاجُ بِہٖ (صفہ ۱۲۰ چھاپہ یوسفی) ترجمہ: جب راوی اپنی روایت کے مخالف عمل کرے تو وہ روایت مسقوط عن العمل ہوگی کیونکہ اس نے اس حدیث کو موضوع یا منسوخ سمجھا ہے۔ پس وہ حدیث قابلِ حجت نہ رہے گی۔

پس اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ عند الحنفیہ بھی منسوخ یا موضوع ہے جو نا قابل استدلال ہے۔

(۵) حضرت جابرؓ کی یہ حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ قرأت فاتحہ خلف امام کی ممانعت میں نص نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ قرأت سے ماعدا فاتحہ مراد ہو۔ اور حضرت عبادہ و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کی حدیثیں جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں قرأت فاتحہ خلف امام کے وجوب و فرضیت میں نص صریح ہیں۔ پس عبادہؓ وغیرہ کی احادیث جابرؓ کی حدیث مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ پر مقدم ہوں گی۔ علامہ حازمی رحمہ اللہ کتاب الاعتبار صفہ ۱۹ میں لکھتے ہیں اَلْوَجْہُ الثَّالِثُ وَالثَّلَاثُوْنَ اَنْ یَکُوْنَ الْحُکْمُ الَّذِیْ تَضَمَّنَہٗ اَحَدُ الْحَدِیْثَیْنِ مَنْطُوْقًا بِہٖ وَمَا تَضَمَّنَہُ الْحَدِیْثُ الْاٰخَرُ یَکُوْنُ مُحْتَمَلًا یَعْنِیْ فَیُقَدَّمُ الْاَوَّلُ عَلَی الثَّانِیْ اِنْتَھٰی۔

امام الکلام صفہ ۵ میں مرقوم ہے۔ وَقَدْ یُقَالُ اِنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ (اَیْ حَدِیْثَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ) لَیْسَ بِنَصٍّ عَلٰی تَرْکِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ بَلْ یَحْتَمِلُھَا وَیَحْتَمِلُ قِرَاءَۃَ مَاعَدَاہُ وَتِلْکَ الرِّوَایَاتُ (اَیْ رِوَایَاتُ عُبَادَۃَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَغَیْرِہٖ) تَدُلُّ عَلٰی وُجُوْبِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ اَوِ اسْتِحْسَانِھَا نَصًّا فَیَنْبَغِیْ تَقْدِیْمُھَا عَلَیْہِ قَطْعًا اِنْتَھٰی

اور اسی کتاب کے صفہ ۲۰۸ میں ہے حَدِیْثُ عُبَادَۃَ نَصٌّ فِیْ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ وَاَحَادِیْثُ التَّرْکِ وَالنَّھْیِ لَا تَدُلُّ عَلٰی تَرْکِھَا نَصًّا بَلْ ظَاھِرًا وَتَقْدِیْمُ النَّصِّ عَلَی الظَّاھِرِ عِنْدَ تَعَارُضِھِمَا مَنْصُوْصٌ فِیْ کُتُبِ الْاَعْلَامِ اِنْتَھٰی حاصل مطلب اوپر آ چکا ہے۔

(۶) جابرؓ کی حدیث مذکور سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس کا مورد

یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کسی نے آپ کے پیچھے سورت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی پڑھی۔ تب بعد نماز کے آپ نے پوچھا کس نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی پڑھی ہے؟ ایک شخص نے کہا میں نے یا رسول اللہ! تب آپ نے اس حدیث کو بیان فرمایا۔

پس یہ مورد شہادت دیتا ہے کہ یہ حدیث ماعدا فاتحہ پر وارد ہے۔ امام الکلام صفحہ ۱۵ میں ہے ثُمَّ يُقَالُ اِنَّ مَوْرِدَ هٰذَا الْحَدِيْثِ هُوَ قِرَاءَةُ رَجُلٍ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِي الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ كَمَا مَرَّ مِنْ طُرُقٍ عَنْ جَابِرٍ فَهُوَ شَاهِدٌ لِكَوْنِهٖ وَارِدًا فِيْمَا عَدَا الْفَاتِحَةِ اِنْتَهٰى

(۷) جب کسی حدیث میں کسی شے کے تمام افراد پر یا اس کے تمام اجزاء پر کوئی حکم وارد ہوتا ہے اور دوسری حدیث میں اس کے بعض افراد یا بعض اجزا کا استثنار وارد ہوتا ہے تو پہلی حدیث میں بھی دوسری حدیث کا استثنار ملحوظ ہوتا ہے جیسا کہ مسلم جلد اول صفحہ ۱۹۹ میں آیا ہے جُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا یعنی ہم لوگوں کے واسطے تمام زمین مسجد بنائی گئی ہے۔

اس حدیث میں علی سبیل العموم تمام روئے زمین پر مسجد ہونے کا حکم لگایا گیا ہے مگر چونکہ ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۲۔ اور ابوداؤد ج ۱ ص ۷۱ وغیرہ میں دوسری حدیث میں قبرستان وغیرہ کا استثنار آیا ہے۔ الارض کلھا مسجد اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ یعنی تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔ اس لئے اس دوسری حدیث کا استثنار پہلی حدیث میں بالاتفاق ملحوظ و معتبر ہے کسی کے نزدیک پہلی حدیث اپنے اطلاق پر باقی نہیں ہے جب یہ معلوم کر چکے تو اب سنو! کہ اگر فرض کیا جائے یہ حدیث مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ سے مطلق قرأت خلف امام کی ممانعت نکلتی ہے۔ یعنی اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہئے نہ فاتحہ اور نہ غیر فاتحہ۔ تو چونکہ دوسری حدیثوں میں سورہ فاتحہ کا استثنار وارد ہوا ہے۔ چنانچہ عبادہؓ وغیرہ کی حدیث میں ہے لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ یعنی امام کے پیچھے کچھ مت پڑھو مگر سورت فاتحہ۔ اس لئے یہ استثنار حدیث مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ میں ضرور ملحوظ و معتبر ہوگا۔

پس اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہئے مگر سورہ فاتحہ کہ مقتدی کو یہ پڑھنا چاہئے۔ امام کا سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے لئے کافی نہ ہوگا۔ بنا بریں علیہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ اسی کو حضرت امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزء القرأت صفحہ ۱۳ مطبوعہ مصری میں لکھا ہے فَلَوْ ثَبَتَ الْخَبْرَانِ كِلَاهُمَا لَكَانَ هٰذَا

مُسْتَثْنٰی مِنَ الْاَوَّلِ بِقَوْلِہٖ لَا یَقْرَاَنَّ اِلَّا بِاُمِّ الْکِتَابِ وَقَوْلُہٗ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ جُمْلَۃٌ وَقَوْلُہٗ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ مُسْتَثْنٰی مِنَ الْجُمْلَۃِ کَقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا ثُمَّ قَالَ فِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ اِلَّا الْمَقْبَرَۃَ وَمَا اسْتَثْنَاہُ مِنَ الْاَرْضِ وَالْمُسْتَثْنٰی خَارِجٌ مِّنَ الْجُمْلَۃِ وَکَذٰلِکَ فَاتِحَۃُ الْکِتٰبِ خَارِجٌ مِّنْ قَوْلِہٖ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ مَعَ انْقِطَاعِہٖ ۔ اِنْتَھٰی

(۸) جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث من کان لہ امام الخ میں احتمال ہو سکتا ہے کہ امام کی قرأت امام ہی کے لئے کافی ہے نہ کہ مقتدی کے لئے چنانچہ حنفیہ کے چوٹی کے عالم علامہ ابوالحسن سندی حنفی حاشیہ ابن ماجہ جا ص۲۸ میں لکھتے ہیں یَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَلْیَقْرَاْ بِقِرَاءَتِہٖ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ فَلْیَقْرَاْ لِنَفْسِہٖ

ترجمہ: احتمال ہے کہ حدیث من کان لہ امام کا یہ مطلب ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو تو اس کو اپنی قرأت کرنی چاہیئے کیونکہ امام کی قرأت امام ہی کے واسطے ہے۔ پس اس شخص کو اپنے واسطے خود قرأت کرنی چاہیئے۔

پس جب بقول علامہ سندی حنفی اس حدیث میں دوسرے مطلب کا بھی احتمال ہے تو اس حدیث سے حنفیہ کا عدم قرأت فاتحہ خلف امام کا استدلال غلط اور ناقابلِ حجت ہے۔ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ

آپ کی منقول روایت کے صرف آٹھ جواب لکھے گئے ہیں ورنہ ابھی اس کے کئی ایک اور جواب ہیں مگر یہ آٹھ جواب اس دلیل کی حقیقت معلوم ہونے کے لئے کافی وشافی ہیں۔

نیز میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کے حنفیہ کے پاس عدم قرأت سورۃ فاتحہ خلف امام کی کوئی ایک حدیث مرفوع صحیح غیر مجروح بایں مضمون ومعنے صاف کہ تم امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھو اور نہ اس مضمون کی کوئی آیت قرآن شریف میں موجود ہے آپ اپنے شہر وعلاقہ کے احناف سے مشاہدہ کریں فقط والسلام۔

تسویہ صفوف کے سوال کا جواب

جواب (۴۲۰) قبل اس سے کہ میں آپ کے سوال نمبر ۴ (۴۲۰) کا جواب لکھوں تمہیداً دو باتوں کا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اول۔ نماز میں جمیع افعال جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اُن کا ادا کرنا ہی اصل نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی اللہ کے رسول جو تم کو دیں اور بتائیں اس کو لے لو۔ اور جس بات وعقیدہ سے تم کو منع کریں اس سے باز رہو۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (بخاری) یعنی نماز تم اسی طرح پڑھو جس طرح مجھ کو پڑھتے دیکھا ہے — پس جس طرح حضرت محمد عربی رسول امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور ہمیں اس کی تعلیم فرمائی ہے اسی طرح حتی الامکان ہم کو بھی پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

دوم ۔ نماز میں صف درست کرنے کی ہیئت اور اس پر جو تاکید حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے اس کے مطابق عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے بغیر اس کے نماز نقصان سے خالی نہیں اور اسے آسان اور معمولی رکن باور کر کے ترک کر دینا صریح خلاف سنت اور منشا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے — بعد اس تمہید کے اصل سوال کا جواب لکھتا ہوں۔

ہر وہ نماز جو باجماعت پڑھی جاتی ہے اس کی صفوں کو برابر کرنے اور اس کے درمیان خالی جگہوں کو قدم سے قدم ملا کر بند کرنے کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت اور مؤکد امر فرمایا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث صحیحہ مرفوعہ وآثار موقوفہ سے واضح اور لائح ہو جاتا ہے۔

۱۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ وَحَاذُوْا بَیْنَ مَنَاکِبِکُمْ وَلِیْنُوْا فِیْ اَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ وَسُدُّوا الْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَدْخُلُ فِیْمَا بَیْنَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْخَذَفِ یَعْنِیْ اَوْلَادَ الضَّاْنِ الصِّغَارِ رَوَاہُ اَحْمَدُ (مشکوٰۃ ج۱ ص۹۸) **ترجمہ** ۔ برابر کرو اپنی صفوں کو اور برابر رکھو اپنے مونڈھوں کو اور نرمی کرو اپنے بھائیوں سے اور بند کرو خللوں کو۔ یقیناً شیطان داخل ہوتا ہے تمہارے بیچ سے بھیڑ کے بچہ کی طرح۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاکِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِیْنُوْا بِاَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّیْطٰنِ وَمَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَّصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَہُ اللّٰہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ج۱ ص۹۷ وَالْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ ج۱ ص۲۱۳ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ ۔ **ترجمہ** سیدھا کرو صفوں کو۔ برابر رکھو مونڈھوں کو اور بند کرو خللوں کو اور نرمی کرو اپنے بھائیوں سے اور نہ چھوڑو خلوں کو شیطان کیلئے

جو شخص صف ملاتا ہے (درمیان خول نہیں رکھتا) اس کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور جو شخص صف کو نہیں ملاتا اور قطع کرتا ہے (یعنی علیحدہ علیحدہ رہتا ہے) اللہ تعالیٰ اس سے قطع کر لیتا ہے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو امام ابوداود نے ج ۱ ص ۹۷ اور حاکم نے بسند صحیح مستدرک ج ۱ ص ۲۱۳ میں۔

اس پر شارح ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں (وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا) بِالْحُضُوْرِ فِيْهِ وَسَدِّ الْخَلَلِ مِنْهُ (وَصَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى) اَىْ بِرَحْمَتِهٖ (وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا) اَىْ بِالْغَيْبَةِ اَوْ بِعَدَمِ السَّدِّ اَوْ بِوَضْعِ شَيْءٍ مَّانِعٍ (قَطَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى) اَىْ مِنْ رَّحْمَتِهِ الشَّامِلَةِ وَعِنَايَتِهِ الْكَامِلَةِ خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جو شخص صف میں قدم سے قدم ملاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور جو شخص پاؤں سے پاؤں نہیں ملاتا اور صف میں خول رکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ ج ۱ ص ۱۸۱ وَاَبُوْدَاوُدَ فِيْ سُنَنِهٖ ج ۱ ص ۹۷

ترجمہ: تم صف کیوں نہیں باندھتے ہو جس طرح اللہ کے نزدیک فرشتے صف باندھتے ہیں۔ ہم لوگوں نے دریافت کیا کہ فرشتے کس طرح صف باندھتے ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ پہلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف کے اندر مثل چونہ گچ کے آپس میں ملجاتے ہیں

بعدازاں امام العلامہ امیر یمانی صاحب سبل السلام شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں وَقَدْ وَرَدَ فِيْ سَدِّ الْفُرَجِ فِي الصُّفُوْفِ اَحَادِيْثُ كَحَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رض مَا مِنْ خُطْوَةٍ اَعْظَمَ اَجْرًا مِّنْ خُطْوَةٍ مَشَاهَا الرَّجُلُ اِلٰى فُرْجَةٍ فِي الصَّفِّ فَسَدَّهَا اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاَخْرَجَ اَيْضًا فِيْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ سَدَّ فُرْجَةً فِيْ صَفٍّ رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَبَنٰى لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَاَخْرَجَ الْبَزَّارُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ سَدَّ فُرْجَةً فِي الصَّفِّ غُفِرَ لَهٗ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَيُغْنِيْ عَنْهُ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ اَلْحَدِيْثَ اِذِ الْفُرَجُ اِنَّمَا تَكُوْنُ مِنْ عَدَمِ رَصِّهِمُ الصُّفُوْفَ۔ ترجمہ اور صفوں کے اندر خول کے بند کرنے کے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جیسے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ نہیں ہے کوئی قدم چلنا زیادہ ثواب میں اس قدم سے کہ صف میں خول دیکھے اور اس کے بند کرنے کے واسطے چلے۔ اس

حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب الاوسط میں نکالا ہے اور بھی اسی میں ہے حدیث عائشہ رضؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صف کے اندر خول کو بند کر دے اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اس کے واسطے جنت میں گھر بناتا ہے بعد ازاں لکھتے ہیں اور نکالا البزار نے حدیث ابی جحیفہؓ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو شخص صف کے اندر کے خول کو بند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ کہا ہیثمی رحؒ نے اس کی اسناد حسن ہے اور حدیث رَصُّوا صُفُوفَكُمْ الحدیث مغنی اور کافی ہے کیونکہ جب پاؤں سے پاؤں نہیں ملائینگے تو اس وقت کشادگی رہ جائے گی (سبل السلام ص۱۲ الجزء الثانی)

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (ج ۱ ص۱۰۰) ترجمہ۔ درست کرو اپنی صفوں کو۔ یقیناً میں دیکھتا ہوں (نماز میں یہ حضور کا معجزہ ہے) اپنے پیچھے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل صحابہؓ نے یوں کی کہ) ہم میں سے ہر ایک صحابی ملاتا اپنے مونڈھے کو اپنے ساتھی کے مونڈھے اور قدم کو اپنے ساتھی کے قدم سے۔

۵۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جماعت نماز ہوتے وقت) لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر تین بار یوں فرمایا أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثَلَاثًا وَاللّٰهِ لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ قَالَ فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ص۱۰۰ ج ۱ وابوداود ج ۱ ص۹۷ والدارقطنی ج ۱ ص۱۰۵۔

ترجمہ۔ درست کرو تم اپنی صفوں کو۔ درست کرو تم اپنی صفوں کو۔ درست کرو تم اپنی صفوں کو۔ خدا کی قسم یا تو تم اپنی صفوں کو درست کرو گے (ورنہ اس کی مخالفت میں) یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں آپس میں دشمنی ڈال دیگا۔ (حضرت) نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ (صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مؤکد حکم اور وعید شدید سننے کے بعد اس طرح عمل کیا کرتے تھے) دیکھا میں نے ان سب کو کہ ہر ایک اپنے مونڈھے کو اپنے ساتھی کے مونڈھے اور اپنے گھٹنوں کو اپنے ساتھی کے گھٹنوں اور اپنے ٹخنوں کو اپنے ساتھی کے ٹخنوں سے ملاتے تھے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو بخاری ص۱۰۰ ج ۱ اور ابوداود ص۹۷ ج ۱۔ اور دارقطنی ص۱۰۵ ج ۱ نے

۶۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِتَسْوِيَةِ

الصُّفُوْفِ فَاِذَا جَاءُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ اَنْ قَدِ اسْتَوَتْ كَبَّرَ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا ج۱ ص۱۷۳۔ ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو صفیں برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ لوگ لوٹ کر خبر دیتے کہ صفیں درست اور برابر ہوگئیں تو اس وقت تکبیر کہتے۔ روایت کیا ہے اس کو مالک نے موطا ج۱ ص۱۷۳ میں۔

عون المعبود شرح ابوداؤد میں ہے رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَبِلَالٍ مَا يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْبِ عِنْدَهُمَا مِنْهَا كَانَا يَضْرِبَانِ الْاَقْدَامَ عَلَى ذٰلِكَ یعنی حضرت عمر اور بلال رضی اللہ عنہما اسے واجب مانتے تھے اور ان کے نزدیک واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے واسطے پاؤں پر مارتے تھے ــــ امام العلامہ امیر یمانی سبل السلام شارح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ وَالْوَعِيْدُ الَّذِيْ فِيْهِمَا دَالَّةٌ عَلَى وُجُوْبِ ذٰلِكَ وَهُوَ مِمَّا تَسَاهَلَ فِيْهِ النَّاسُ (سبل السلام ص۴۷ الجزء الثانی) یعنی یہ حدیثیں اور جو وعیدیں وارد ہیں اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں اور لوگ اس میں تساہل و غفلت کرتے ہیں۔

پس احادیث صحیحہ مرفوعہ اور اعمال و افعال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ پاؤں سے پاؤں ملا کر صف کو درست اور برابر کرنے کی سخت تاکید ہے اور اسی پر صحابہ کرام کا عمل تھا۔ کتب فقہ حنفیہ میں اس کے خلاف پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ ہاں بعض فقہاء حنفیہ مثلاً شامی اور صاحب درمختار نے اَلصِّقُوا الْكِعَابَ بِالْكِعَابِ کی توجیہ اپنی رائے سے کی ہے۔ فرماتے ہیں وَمَا وَرَدَ اَنَّهُمْ اَلْصَقُوا الْكِعَابَ بِالْكِعَابِ اُرِيْدَ بِهِ الْجَمَاعَةَ۔ اسی پر محشی کی ترقی ملاحظہ ہو اَيْ قَامَ كُلٌّ وَاحِدٍ بِجَانِبِ الْاٰخَرِ یعنی ٹخنے کو ٹخنے سے ملانے کا جو حکم وارد ہوا ہے اس سے مراد جماعت ہے کہ ایک شخص دوسرے کے پہلو میں کھڑا ہو۔

یہ ان حضرات کی ذاتی رائے ہے جو بمقابلہ احادیث صحیحہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قابل اعتبار اور توجہ نہیں ہے پس احادیث صحیحہ و مرفوعہ و تعامل صحابہ رضؓ اور اقوال و افعال ائمہ رحؒ و علماء محققین رحؒ سے واضح ولائح ہوگیا کہ نماز جماعت میں پاؤں سے پاؤں ملا کر صفوں کو درست اور سیدھا کرنا واجب اور نہایت ضروری ہے لہٰذا ہر مصلی خصوصاً ائمہ مساجد پر ضروری ہے کہ اس کے واسطے نمازیوں کو بہت تاکید کریں اور حتی الامکان پاؤں سے پاؤں ملوائیں جس طرح اس کا اہتمام پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ ۝ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا

وَّادْرِ فِتَنًا اَجِبْنَا بِہٖ فقط والسلام

(جناب مولانا) عین الحق (صاحب) محب لسنۃ معلم عربی مڈل سکول بہاولپور

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم جمادی الاولیٰ یکم و ۱۵ جمادی الثانی۔ یکم و ۱۵ رجب یکم و ۱۵ شعبان۔ یکم رمضان و ۱۵ شوال ۱۳۷۳ھ جلد ۲۴ نمبر ۹۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷ و ۲۰۔

فتویٰ بابت تبرک غلاف کعبہ

سوال (۴۲۱) کیا حکم ہے شریعت محمدیہ کا دریں مسئلہ کہ بیت اللہ کا غلاف جب کہنہ اور پرانا ہو جاتا ہے تو اس پر نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ پھر اس پرانے پردہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچا جاتا ہے اور لوگ اس کو متبرک سمجھ کر خریدتے ہیں اور اپنے گھروں کو لیجاتے ہیں۔ پھر اس کو کوئی تو اپنے مکان میں تبرک کے طور پر رکھتا ہے اور کوئی مسجد میں لٹکاتا ہے اور کوئی قرآن میں رکھتا ہے اور کوئی مریض کو اس سے ہوا دیتا ہے اور کوئی دھو کر پلاتا ہے اور کوئی اپنے چہرہ پر پھیر کر برکت حاصل کرتا ہے۔ الغرض مکہ۔ مدینہ میں دوکانوں پر اس پردہ کے ٹکڑے فروخت ہوتے ہیں اور لوگ دور دراز ملکوں کے جو حج کو جاتے ہیں وہ وہاں سے خرید کر لاتے ہیں۔ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بروئے قرآن و حدیث و تعامل صحابہ کرام جواب دیا جائے۔

سائل عبداللہ مہاجر

جواب (۴۲۱) الجواب وھو الموفق للصواب۔ الحمد للہ رب العلمین امابعد فاقول وباللہ التوفیق۔ تبرکات دو قسم کے ہیں۔ ایک مستند تبرکات جن سے شرعی حد کے اندر رہ کر تبرک حاصل کیا جاتا ہے جیسے آب زمزم کہ وہ مریضوں کے لئے موجب شفا ہے اس سے نہا کر یا اس کو پی کر تبرک حاصل کرنا مشروع ہے اور اسپر عہد نبوی سے لے کر اس وقت تک برابر تمام امت محمدیہ کا تعامل اجماعی چلا آتا ہے اور احادیث سے ثابت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

ایسا ہی حجر اسود کو بوسہ دینا اور اس پر رخسار ملنا جائز اور موجب برکت و ثواب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دیتے جاتے اور یہ فرماتے تھے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا

متفق علیہ)

اس حدیث پر غور کرلیں کہ یہ پتھر جنت سے آیا ہے زمین میں۔ یمین اللہ کہلاتا ہے۔ کتنے انبیاء عظام اور اولیائے کرام نے اسکو بوسہ دیا ہے اور وہ متبرک ہے لیکن باینہمہ حضرت عمر فاروق رئیس الموحدین رضی اللہ عنہ اس کو ایک پتھر ہی سمجھتے ہیں اور توحید الٰہی سے لبریز کلمات استعمال کرتے ہیں اور اتباع رسول کے جذبہ میں اور اپنے محبانہ انداز میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

ان الفاظ سے کسی تابعدار امتی بوسہ دینے والے کی نظر میں اس پتھر میں اتباع رسول کے سوا اور کوئی کشش باقی نہیں رہ جاتی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ کو تمام امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنایا ہے کہ اس نمونہ پر اپنے ہر عمل کی تصویر اتاریں۔ اگر اس نمونہ میں کسی تبرک کا ثبوت نہ ہو تو وہ متبرک نہیں ہے چنانچہ نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اس درخت کے پاس آ آ کر نمازیں پڑھتے ہیں جس کے نیچے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہؓ سے بیعت لی تھی۔ اس پر انہوں نے ڈانٹا اور درخت کاٹنے کا حکم دیدیا چنانچہ حسب الحکم وہ کاٹ دیا گیا (رواہ ابن سعد کما فی القسطلانی)

اس سے ظاہر ہوا کہ دوسری قسم تبرکات غیر مستندہ کی ہے یعنی ایسی چیزوں کو متبرک سمجھنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا جن کا متبرک ہونا اور ان سے تبرک حاصل کرنا مشروع نہیں ہے۔ زمانہ حاضرہ میں ہر وہ چیز جو مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ سے آجائے اس کو متبرک سمجھتے ہیں اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ کوئی وہاں سے مٹی لاتا ہے اور کوئی تسبیح لاتا ہے اور کوئی غلاف کے ٹکڑے لاتا ہے۔ ان تبرکاتِ اخترِ عیہ کی حد سے زیادہ تعظیم کرکے شرکیات میں پڑ گئے ہیں چنانچہ خانقاہوں اور مقبروں پر جو غیر شرعی تبرکات حاصل کئے جارہے ہیں۔ ان سے دین میں ایک فتنہ کا دروازہ کھل گیا ہے اور لوگ شرک وبدعت میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ میں نے اخبار الاعتصام مطبوعہ ۱۱ شوال ۱۳۷۱ھ و ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ میں تبرکات کی شرعی حیثیت کے عنوان سے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے۔ اگرچہ کارکنان الاعتصام نے میرا مضمون مکمل درج نہیں کیا لیکن تاہم مطبوعہ مضمون سے ایک انصاف پسند شخص اصل حقیقت کو پہنچ جاتا ہے اور اصلی مسئلہ کو پالیتا ہے۔

غلاف کعبہ سے تبرکات حاصل کرنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ یہ چیز تبرکات غیر مستندہ میں داخل ہے اور احداث فی الدین ہے۔ حدیث میں ہے

کہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ جو شخص ہمارے دین میں نیا کام پیدا کرے وہ مردود ہے اور حدیث میں ہے کہ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

کسی شرعی دلیل اور تعامل صحابہ سے غلاف کعبہ کے ٹکڑے اپنے وطن کو لیجانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں ہے مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَان۔

بیت اللہ پر غلاف چڑھانے اور اتارنے کا رواج قدیم زمانہ کا ہے لیکن ان تبرکات کا ثبوت قرون مشہود لہا بالخیر میں نہیں پایا گیا یا میری نظر سے نہیں گزرا۔ مولانا داود صاحب گوڑگانوی نے اپنی کتاب حج بیت اللہ میں بیان فرمایا ہے کہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا تو پچھلے سال کا غلاف حاجیوں پر تقسیم کر دیا جاتا" لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ پھر وہ لوگ اس غلاف کا کیا کرتے تھے۔ جب تک اس کی تفصیل نہ ہو محض کسی کپڑے کا تقسیم کیا جانا کسی خاص برکت حاصل کرنے پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ "حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں بھی یہی عمل رہا۔ ایک دفعہ آپ نے غلاف کعبہ کا کپڑا کسی حائضہ عورت کو پہنے دیکھا تو تقسیم کی عادت بدل دی اور قدیم غلاف دفن کئے جانے لگا۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا کہ یہ اضاعت مال ہے اس لئے بہتر ہے کہ پرانا پردہ فروخت کر دیا جاوے چنانچہ اس کی قیمت غریبوں پر تقسیم ہونے لگی۔ عرصہ دراز سے آج تک فروختگی کا سلسلہ برقرار ہے مگر قیمت غریبوں پر تقسیم کرنے کا دستور نہیں ہے۔"

مولانا نے ان آثار کا کوئی حوالہ نہیں دیا تاکہ وہاں تفصیل دیکھ لی جاتی کہ جو لوگ خرید کرلے جاتے تھے وہ کیا کرتے تھے۔ کتاب پیروی صحابیات کے صفحہ ۱۳۹ پر پنجابی نظم میں مولانا عبدالکریم صاحب فیروزپوری دام فیضہ نے عین المصابہ بحوالہ سنن بیہقی یہ لکھا ہے کہ شیبہ بن عثمان رضؓ جو کعبہ کے کنجی بردار تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میں نے کعبہ کے غلاف قدیم کو اُتار کر دفنا دیا ہے تاکہ ناپاک لوگ اس کو ہاتھ نہ لگائیں اور استعمال نہ کریں۔ تب حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ یہ تم بُرا کرتے ہو۔ جب غلاف کعبہ اتر گیا تو اب اس کو پاک لوگ استعمال کریں یا ناپاک کریں کچھ حرج نہیں ہے۔ تم لوگ اس غلاف کو فروخت کر دیا کرو اور اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے واسطے میں غریبوں پر تقسیم کر دیا کرو۔

اس فیصلہ صدیقہ سے یہ ظاہر ہوا کہ غلاف فروخت کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے،

جیسے دوسرے کپڑے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ پس اس سے تبرکات مصنوعہ حاصل کرنے ثابت نہیں ہیں۔ اگر کوئی یہ احترام کرے کہ اس کو حائضہ یا جنبی استعمال نہ کرے تو حضرت عثمان رضہ کے اثر کے مطابق اتنا ہی درست ہو سکتا ہے مزید تبرک حاصل کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں موجودہ غلاف میں کچھ یہ زیادتی ہو گئی ہے کہ اس میں آیات الٰہی اور کلمات اور اسماء الٰہی لکھے جاتے ہیں یا صنعت کے طریق سے اس میں بنے جاتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے اس کا احترام کیا جائے کہ ناپاک لوگ اس کو استعمال نہ کریں تو یہ درست ہے۔ اور کلامِ الٰہی اور اسماء سے تبرک اور استشفاء کیا جائے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے دیگر تعویذات اور کلمات مشروعہ سے استفادہ کیا جاتا ہے[1]۔

بہر کیف نفس پردہ بوجہ بیت اللہ پر چڑھنے کے قابل استشفاء ہو جانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا محتاج دلیل ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس کوئی دلیل شرعی یا تعامل صحابہ کا کوئی ثبوت ہو تو وہ پیش کرے تاکہ اس پر غور کیا جائے ورنہ یہ تعظیم اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ مدینہ شریف میں جا کر روضہ نبویہ کے غلاف سے بھی تبرک حاصل کرنے لگے ہیں اور بطور تبرک لوگوں کو زیارت کراتے اور خود سر آنکھوں پہ ملتے ہیں جس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔

پس یہ تبرک غیر مستند اور اختراعی ہے۔ اول تو روضہ پر غلاف چڑھانا ثبوت طلب ہے پھر اس سے تبرک حاصل کرنا اور تبرک کے طور پر آنکھوں پر محتاج ثبوت ہے۔ پھر زیارت کرنا اور لوگوں کو زیارت کرانا دلیل شرعی کا محتاج ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بات خلاف شرع اور بدعت ہے کیونکہ اس کا ثبوت شرع سے نہیں ہے فقط ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

کتبہ عبد القادر المهاجر الحصاری غفولہ الباری

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ شوال المکرم ۱۳۷۳ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۰

زانی زانیہ کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۲۲) کیا حکم ہے شریعتِ محمدیہ کا دریں مسئلہ کہ زانی زانیہ کا نکاح آپس میں یا کسی دوسرے غیر زانی غیر زانیہ سے درست ہے یا نہیں؟ آج اس دور فساد و شر میں زانی زانیہ کی مناکحت بکثرت ہو رہی ہے کسی جگہ کوئی شخص کسی کنواری لڑکی کو اغوا کر کے لیجاتا ہے اور اس سے زنا کر کے پھر نکاح کر لیتا ہے اور کسی جگہ بیوہ عورتوں سے ناجائز تعلق پیدا کر کے پھر اس سے نکاح کر لیا جاتا ہے اور بعض منکوحہ عورت کو اغوا کر کے لیجاتے ہیں اور اس سے زنا کرتے ہیں پھر اس کے خاوند کو کچھ پیسے دیکر

[1] سلف سے غلاف بیت اللہ کو بطور استشفاء استعمال کرنا ثابت نہیں ۱۲ ابو عمار غفرلہ

طلاق لے لیتے ہیں اور پھر اس کو پاس رکھ کر عدت گزارتے ہیں اور پھر نکاح کر لیتے ہیں اور مُلا مولویوں کی یہ عادت ہے کہ نکاح کے وقت ان سے توبہ کرا لیتے ہیں اور وہ نکاہ کی غرض سے ظاہر میں توبہ کر لیتے ہیں اور عادت زناکاری کی رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق قرآن و حدیث سے تحقیق کر کے یہ بتلایا جائے کہ یہ نکاح جائز ہے؟ یا حرام ہے؟ بعض مولوی تو جائز کہتے ہیں اور لوگ دھڑادھڑ نکاح کر رہے ہیں اور بعض حرام کہتے ہیں۔ صحیح فیصلہ کیا ہے؟

السائل:- عبدالغفار راجپوت دوکاندار۔ ساکن موضع پنج کوسی ریاست بھاولپور۔ پنجاب

جواب (۴۲۲) اَلْجَوَابُ وَھُوَالْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اَمَّا بَعْدُ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔ واضح ہو کہ زانی زانیہ کا نکاح دو صورتوں میں عام طور پر رائج ہے۔ ایک یہ کہ زانی کسی عفیفہ عورت سے یا عفیف کسی زانیہ سے نکاح کرے۔ دوئم یہ کہ زانی زانیہ کا آپس میں نکاح کیا جاوے۔

اکثر علماء پہلی صورت سے تو منع کرتے ہیں اور دوسری صورت کو جائز کہتے ہیں اور بعض دونوں صورتوں کو حرام کہتے ہیں۔ میری تحقیق یہ ہے کہ نکاح دونوں صورتوں میں حرام ہے چنانچہ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مرد عورت کے نکاح میں دو قیدیں ذکر کی ہیں۔ مردوں کے حق میں فرمایا ہے مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ نکاح کرنے والے ہوں نہ زانی ہوں اور نہ خفیہ یارانہ رکھنے والے ہوں۔

عورتوں کے حق میں بھی اسی طرح فرمایا ہے مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (سورہ نساء پ۵) پاک دامن ہوں۔ زناکار اور خفیہ دوستی رکھنے والیاں نہ ہوں۔

یہ قیدیں حکم نکاح میں بمنزلہ شرط ہیں چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سورہ نور کی تفسیر ص۳۲ میں فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی شَرَطَ فِی الرِّجَالِ اَنْ یَّکُوْنُوْا مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کے بارے میں یہ شرط کی ہے کہ وہ عفیف ہوں زانی نہ ہوں۔

فتاویٰ جلد ۲ ص۶۸ میں فرماتے ہیں فَفِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ اشْتَرَطَ اَنْ یَّکُوْنَ الرِّجَالُ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ شرط کی ہے کہ مرد نکاح کرنے والے پاک دامن ہوں۔ زانی اور بدکار نہ ہوں۔ یہی شرط عورتوں کے بارے میں ہے۔ فتاویٰ ص۷۰ میں فرمایا وَالْبَغَایَا لَسْنَ مُحْصِنَاتٍ

فَلَا يَجُوزُ نِكَاحُهُنَّ زانیہ عورتیں پاکدامن نہیں ہیں۔ ان کا نکاح مباح نہیں ہے۔
پھر لکھا ہے وَالْمُسَافِحُ الزَّانِي الَّذِي يَسْفَحُ مَاءَهُ مَعَ هٰذِهِ وَهٰذِهِ وَكَذٰلِكَ الْمُسَافِحَةُ وَالْمُتَّخِذَةُ الْخِدْنِ الَّذِي تَكُونُ لَهُ صَدِيقَةً يَزْنِي بِهَا دُونَ غَيْرِهِ فَشَرَطَ فِي الْحِلِّ أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ غَيْرَ مُسَافِحٍ وَّلَا مُتَّخِذٍ خِدْنٍ (إِلَى قَوْلِهِ) وَاللّٰهُ إِنَّمَا أَبَاحَ النِّكَاحَ إِذَا كَانَ الرِّجَالُ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ یعنی مسافح زانی ہے جو ناجائز طور پر عورتوں سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح مسافحہ وہ زانیہ عورت ہے جو خفیہ دوستی رکھ کر بدکاری کا ارتکاب کرتی ہے اور زانی کی معشوقہ بنی ہوئی ہے۔ پس نکاح کے حلال ہونے میں شرط یہ ہے کہ مرد محصن ہو زانی نہ ہو جو خفیہ سازباز رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے نکاح اسی شرط سے مباح کیا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ نکاح سے پہلے مرد عورت کا پاکباز ہونا ضروری ہے جب تک ان کی پاکیزگی کا یقین نہ ہو جائے نکاح کرنا مباح نہیں ہے۔ پس زانی زانیہ کا نکاح باطل ہے۔ کیونکہ نکاح کو شریعت نے ایک مقدس تعلق قرار دیا ہے جس سے غرض عصمت اور پاکیزگی ہے۔ زناکاری کی گندگی میں نکاح کیا جائے تو نکاح کے تقدس میں اور نسب کی صحت میں بڑا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو ارحام، ماء فاسد (حرام نطفہ) سے پر ہو چکے ہیں اب ان میں ماء حلال ڈالنا حلال اور حرام کو ملا کر فاسد کرنا ہے۔ اس سے نسب مخدوش ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنے فتاوے میں ان آیتوں کے تحت میں بڑی بسیط بحث کی ہے اور زانی زانیہ کے نکاح کی بڑی صراحت بیان کی ہے کہ یہ حرام ہے مَنْ شَاءَ الْبَسْطَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِ

۲۔ قرآن مجید میں وارد ہے اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَّحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ٥ یعنی زانی زانیہ اور مشرکہ ہی سے نکاح کریگا اور زانیہ سے زانی اور مشرک ہی نکاح کرے گا لیکن مومنوں پر یہ مناکحت (نکاح) حرام ہے (سورۂ نور)

تفسیر جامع البیان میں ہے هُوَ خَبَرٌ أَيِ الْغَالِبُ أَنَّهُ لَا يَرْغَبُ الْجِنْسُ إِلَّا إِلَى مِثْلِهِ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ عام عادت اور اکثر رواج یہ ہے کہ ہر جنس اپنی جیسی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ زانی زانیہ اور مشرکہ عورت کی طرف ہی مائل ہوتا ہے لیکن مومنوں پر یہ نکاح حرام ہے۔

تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ربع سم ص۱۵۵ میں اس آیت پر پانچ قول لکھے ہیں پھر لکھا ہے قُلْتُ هٰذَا الْقَوْلُ الْخَامِسُ هُوَ الظَّاهِرُ الرَّاجِحُ وَبِهِ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ لَا يَصِحُّ الْعَقْدُ مِنَ الرَّجُلِ

الْعَفِيْفِ عَلَى الْمَرْأَةِ الْبَغِيِّ مَادَامَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى تُسْتَتَابَ فَإِنْ تَابَتْ صَحَّ الْعَقْدُ عَلَيْهَا
وَإِلَّا فَلَا وَكَذٰلِكَ لَا يَصِحُّ تَزْوِيْجُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ الْعَفِيْفَةِ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ
الْمُسَافِحِ حَتّٰى يَتُوْبَ تَوْبَةً صَحِيْحَةً لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
یعنی پانچواں قول ظاہر آیت کے موافق اور راجح ہے کہ امام احمدؒ وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔
چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ عفیف مرد کا زانیہ عورت سے اور
عفیفہ پاکدامن عورت کا زانی مرد سے نکاح صحیح نہیں جب تک پختہ طور پر سچی خالص توبہ
نہ کرلیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ نکاح مومنوں پر حرام ہے۔
نیز تحفۃ الاحوذی حوالہ مذکور میں یہ لکھا ہے فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ
أَنْ يَتَزَوَّجَ بِالزَّوَانِيْ وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ الْآيَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فِي الْحَدِيْثِ لِأَنَّ فِيْ آخِرِهَا
وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنَّهٗ صَرِيْحٌ فِي التَّحْرِيْمِ اس میں دلالت ہے اس مسئلہ
پر کہ کسی مرد کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ زانیہ عورتوں سے نکاح کرے جیسے اس پر آیت
مذکورہ دلالت کرتی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ مومنوں پر یہ نکاح حرام ہے
یہ حکم حرام کرنے میں صاف صریح ہے۔
نیز تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں فتح البیان سے نقل کیا ہے کہ قَدِ اخْتُلِفَ فِيْ
جَوَازِ تَزَوُّجِ الرَّجُلِ بِامْرَأَةٍ قَدْ زَنٰى هُوَ بِهَا فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَبُوْ حَنِيْفَةَ بِجَوَازِ
ذٰلِكَ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَجَابِرٍ أَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَى الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُمَا زَانِيَانِ أَبَدًا
وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ انْتَهٰى کہ جس مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو ان کے باہمی نکاح میں
اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہؒ تو جائز کہتے ہیں اور حضرات صحابہ کرام
ابن عباس اور عمر فاروق اور ابن مسعود اور جابر رضی اللہ عنہم یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز
نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کرکے
پھر اس سے نکاح کرلیا تو وہ دونوں ہمیشہ کے لئے زانی رہیں گے۔ یہی امام مالکؒ کا قول
ہے۔ زاد المعاد میں علامہ ابن القیمؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔
نیل الاوطار ج۶ ص۱۴۵ میں لکھا ہے قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ وَأَمَّا نِكَاحُ الزَّانِيَةِ
فَقَدْ صَرَّحَ اللّٰهُ بِتَحْرِيْمِهٖ فِيْ سُوْرَةِ النُّوْرِ وَأَخْبَرَ أَنَّ مَنْ نَكَحَهَا فَهُوَ زَانٍ أَوْ
مُشْرِكٌ یعنی علامہ ابن القیم نے فرمایا کہ زانیہ کا نکاح حرام ہونے کی اللہ تعالیٰ نے
سورۂ نور میں صراحت فرمائی ہے کہ جو شخص زانیہ سے نکاح کرتا ہے وہ زانی ہے یا
مشرک ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ حُكِيَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهٗ يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ
نِكَاحُ مَنْ زَنٰى بِهَا وَاسْتَدَلَّ بِالْآيَةِ امام حسن بصری تابعی سے یہ منقول ہے کہ وہ

اس آیت سے استدلال کر کے اس مرد پر اس زانیہ عورت کا نکاح حرام کرتے ہیں جس نے اس سے زنا کیا ہے

نیل الاوطار میں اس آیت پر لکھا ہے کہ فَإِنَّهُ صَرِيحٌ فِي التَّحْرِيمِ کہ زانی زانیہ کا نکاح حرام کرنے میں یہ آیت صاف صریح ہے۔ شیخ الاسلام سورہ نور ص۳۱ پر فرماتے ہیں وَذٰلِكَ أَخْبَرَ أَنَّهُ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ثُمَّ قَالَ تَعَالٰی وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَعُلِمَ أَنَّ الْإِيمَانَ يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ وَيَزْجُرُ وَإِنَّ فَاعِلَهُ إِمَّا مُشْرِكٌ وَإِمَّا زَانٍ لَيْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَمْنَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے حال سے یہ خبر دی ہے کہ زانی زانیہ یا مشرکہ ہی سے نکاح کرے گا۔ پھر فرمایا کہ مومنوں پر یہ نکاح حرام کیا گیا ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اس نکاح سے روکتا اور جھڑکتا ہے کہ یہ نکاح کرنے والا یا مشرک ہوگا یا زانی ہوگا۔ ان ایمانداروں میں سے نہیں ہوگا جن کو ایمان روکتا ہے۔

پھر صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے کہ فَمَنْ نَكَحَ زَانِيَةً فَهُوَ زَانٍ أَيْ تَزَوَّجَهَا وَمَنْ نَكَحَتْ زَانِيًا فَهِيَ زَانِيَةٌ أَيْ تَزَوَّجَتْهُ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الزُّنَاةِ قَصَرُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَى الزَّوَانِي فَتَكُونُ الْمَرْأَةُ خِدْنًا وَخَلِيلًا لَهُ لَا يَأْتِي غَيْرَهَا فَالرَّجُلُ إِذَا كَانَ زَانِيًا لَا يَعِفُّ امْرَأَتَهُ وَإِذَا لَمْ يُعِفَّهَا تَشَوَّقَتْ هِيَ إِلَى غَيْرِهِ فَزَنَتْ بِهِ كَمَا هُوَ الْغَالِبُ عَلَى نِسَاءِ الزَّوَانِي ۔ انتھی یعنی جس شخص نے زانیہ عورت سے نکاح کیا وہ زانی ہے اور جس عورت نے زانی مرد سے نکاح کیا وہ زانیہ ہے کیونکہ بہت سے زانی مرد اپنے نفسوں کو زانیہ عورتوں پر ہی مرکوز رکھتے ہیں۔ پس وہ زانیہ عورت اس زانی مرد کی معشوقہ اور محبوبہ بن جاتی ہے جس کے سبب سے وہ غیر عورت کی طرف نہیں جا سکتا جب وہ خود ہی زانیہ پسند ہے تو اپنی عورت کو پاکدامن نہیں بنا سکتا۔ جب وہ پاک دامن نہ رہے گی تو اپنی عادت کے مطابق وہ غیر مرد کی طرف شوق کرے گی اکثر زانیہ عورتوں کی حالت اسی طرح ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام نے فتاوے میں مزید تشریح فرمائی ہے قَدْ عُرِفَ بِالْعَادَاتِ وَالتَّجَارِبِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا كَانَتْ لَهَا إِرَادَةٌ فِي غَيْرِ الزَّوْجِ احْتَالَتْ إِلَى ذٰلِكَ بِطُرُقٍ كَثِيرَةٍ وَتَخْفَى عَلَى الزَّوْجِ وَرُبَّمَا أَفْسَدَتْ عَقْلَ الزَّوْجِ بِمَا تُطْعِمُهُ وَرُبَّمَا سَحَرَتْهُ أَيْضًا وَهٰذَا كَثِيرٌ مَوْجُودٌ (إِلَى آخِرِ قَوْلِهِ) فَلَا يَبْقَى مَحْضًا لَهَا قَوَّامًا عَلَيْهَا بَلْ تَبْقَى هِيَ الْحَاكِمَةُ وَالْحِكَايَاتُ فِي هٰذَا الْبَابِ كَثِيرَةٌ یعنی عام عادتوں اور تجربوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا ارادہ غیر مرد کی جانب جب ہو جائے تو کئی طرح کے مکر، فریب اور حیلہ سازیاں کرتی ہے جو خاوند سے مخفی ہوتی ہیں بلکہ خاوند کی عقل کو

مسحور کرکے خراب کردیتی ہے۔ اور زمانہ میں ایسے حالات اور واقعات بہت گزرے ہیں کہ مرد عورتوں کے محافظ نہیں رہے اور خاوندوں کی بیویوں پر حکومت نہیں رہی بلکہ عورتیں مردوں پر حاکم ہوگئی ہیں اور اپنے اختیارات سے جو چاہتی ہیں کرتی ہیں مرد ان کے مسحور ہوکر مجبور ہوجاتے ہیں اور ان کے فعلوں پر راضی ہوجاتے ہیں۔

تفسیر کے صـ۳۳ پر لکھا ہے کہ وَمَنْ رَّضِیَ الزِّنَا کَانَ بِمَنْزِلَةِ الزَّانِیْ فَاِنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ هُوَ الْاِرَادَةُ یعنی جب راضی ہوئے تو وہ زانی قرار پائے کیونکہ اصل فعل ارادہ اور رضاء کا نام ہی ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی ناجائز فعل پر راضی ہونے والا مثل فاعل کے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زانی زانیہ سے نکاح کرنے والا تو سرے سے محصن ہے ہی نہیں۔ اور جو زانی نہیں لیکن زانیہ سے باوجود علم کے نکاح کرتا ہے تو وہ بھی زانی قرار پاتا ہے کیونکہ عورت اس کو اپنا زیر اثر کرکے مسحور کرلیتی ہے اور اس پر حکمراں ہوجاتی ہے اور مرد کو اس کی آوارگی پر راضی ہونا پڑتا ہے پس وہ بھی زانی ہوجاتا ہے اس لئے شریعت نے محصن کی قید لگائی کہ زانی زانیہ کا نکاح باہم عفیف سے حرام ہے۔

امام ابن حزمؒ مجدد قرن خامس محلّی جلد ۹ صـ۴۷۴ میں فرماتے ہیں وَلَا یَحِلُّ لِلزَّانِیَةِ اَنْ تَنْکِحَ اَحَدًا لَا زَانِیًا وَّلَا عَفِیْفًا حَتّٰی تَتُوْبَ فَاِذَا تَابَتْ حَلَّ لَهَا الزَّوْجُ مِنْ عَفِیْفٍ حِیْنَئِذٍ وَلَا یَحِلُّ لِلزَّانِی الْمُسْلِمِ اَنْ یَّتَزَوَّجَ مُسْلِمَةً لَا زَانِیَةً وَّلَا عَفِیْفَةً حَتّٰی یَتُوْبَ فَاِذَا تَابَ حَلَّ لَهٗ نِکَاحُ الْعَفِیْفَةِ الْمُسْلِمَةِ حِیْنَئِذٍ یعنی زانیہ عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ کسی شخص سے نکاح کرے نہ زانی مرد سے نکاح کرسکتی ہے اور نہ عفیف سے جب تک کہ خالص توبہ نہ کرے اسی طرح زانی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی عورت سے نکاح کرے نہ زانیہ عورت سے نہ عفیفہ سے جب تک کہ وہ سچی پکی توبہ نہ کرے۔

پھر صـ۴۷۶ پر فرماتے ہیں وَالْحُجَّةُ لِقَوْلِنَا هُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً یعنی ہمارے دعوے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ آیت ہے اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً " کہ زانیہ سے وہی نکاح کرے گا جو زانی ہے اور مومنوں پر یہ نکاح حرام ہے۔ الغرض آیت الزانی سے علماء محدثین اور سلف صالحین نے زانی زانیہ کا نکاح حرام ثابت کیا ہے۔

۳۔ منتقی الاخبار میں باب منعقد کیا گیا ہے بَابُ نِکَاحِ الزَّانِیْ وَالزَّانِیَةِ کہ یہ باب زانی زانیہ کے نکاح کے بارے میں ہے۔ پھر وہ دلائل ذکر کئے ہیں کہ جن سے

ان کا نکاح حرام ثابت ہوتا ہے چنانچہ تین روایتیں ذکر کی ہیں۔

اول حدیث ابوہریرہؓ کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانی مجلود اپنے جیسے کسی سے ہی نکاح کرے گا۔ ابوداود۔ احمد)

دوسری حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص کی کہ مسلمانوں میں سے ایک مرد نے آکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن مانگا کہ وہ ایک عورت ام مہزول نامی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ وہ زانیہ ہے اور اس نے شرط کی ہے کہ تیرا خرچ بھی میرے ذمہ ہوگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آیت وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ پڑھ کر سنائی۔ (مسند احمد)

تیسری حدیث عمرو بن شعیبؓ کی ہے کہ مرثد بن ابو مرثد غنوی مکہ شریف سے قیدی مسلمانوں کو اٹھا کر لایا کرتے تھے مکہ میں ایک عورت زانیہ تھی جس کو عناق کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ ان کی محبوبہ رہ چکی تھی تو اس کے متعلق مرثد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ کیا میں اس عورت سے نکاح کر سکتا ہوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ تب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم اس سے نکاح مت کرو۔ اور آیت مذکورہ پڑھ کر سنائی۔ (ابوداود، نسائی۔ ترمذی)

میں کہتا ہوں کہ امام ابن حزم نے یہ حدیثیں بھی ذکر کی ہیں جو منتقی سے نقل ہو چکی ہیں۔ اور مزید دلائل بھی بیان کئے ہیں۔ صفحہ ۴۷۷ پر فرماتے ہیں عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ حَدِيْثٍ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانیہ کا مہر پلید ہے۔ قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ لَا يُسَمّٰى فِي الدِّيَانَةِ وَلَا فِي اللُّغَةِ اُجْرَةُ الزِّنَا مَهْرًا اِنَّمَا الْمَهْرُ فِي الزَّوَاجِ فَاِذَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْرَهَا فَقَدْ حَرَّمَ زَوَاجَهَا اِذْ لَا بُدَّ فِي الزَّوَاجِ مِنْ مَهْرٍ ضَرُوْرَةً هٰذَا لَا اِشْكَالَ فِيْهِ یعنی دینداری محاورہ اور عام عربی بولی میں زنا کی مزدوری کو مہر نہیں کہا جاتا۔ مہر تو وہ ہوتا ہے جو نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ کا مہر حرام کر دیا تو نکاح بھی حرام کر دیا کیونکہ مہر نکاح ہی کا عوض ہوتا ہے جس کے بغیر چارہ نہیں ہے عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى اِلَيْهِ فَقَالَ اِنَّ لِيْ ابْنَةَ عَمٍّ اَهْوَاهَا وَقَدْ كُنْتُ نِلْتُ مِنْهَا فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ اِنْ كَانَ شَيْئًا بَاطِنًا يَعْنِي الْجِمَاعَ فَلَا وَاِنْ كَانَ شَيْئًا ظَاهِرًا يَعْنِي الْقُبْلَةَ فَلَا بَاْسَ۔ یعنی حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا کی

بیٹی تھی جس پر میں فریفتہ ہوا اور اس پر کامیاب ہوا (کیا اس سے نکاح کر سکتا ہوں؟) حضرت علی نے فرمایا اگر جماع کر لیا ہے تو نکاح جائز نہیں ہے اور اگر صرف بوس وکنار کیا ہے تو نکاح میں کوئی ڈر نہیں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِی الَّذِیْ یَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بَعْدَ اَنْ زَنٰی بِهَا قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَلَا یَزَالَانِ زَانِیَیْنِ ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت سے زنا کر کے پھر اس سے نکاح کر لیا تو وہ دونوں مرد عورت ہمیشہ زانی رہیں گے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا ہے کہ ایسے مرد عورت ہمیشہ زانی رہیں گے۔ پھر حضرت برا بن عازبؓ سے نقل کیا ہے فِی الرَّجُلِ یَفْجُرُ بِالْمَرْأَةِ ثُمَّ یُرِیْدُ نِکَاحَهَا قَالَ لَا یَزَالَانِ زَانِیَیْنِ اَبَدًا ۱۲ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا اور پھر اس سے نکاح کا ارادہ کرتا ہے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ دونوں ہمیشہ زانی رہیں گے۔

اسی طرح جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اگر خالص توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تب درست ہے ورنہ نہیں ملاحظہ ہو (محلی ابن حزم ص۴۷۵) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فتاوی جلد ثانی صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں کہ نِکَاحُ الزَّانِیَةِ حَرَامٌ حَتّٰی تَتُوْبَ سَوَاءٌ کَانَ زَنٰی بِهَا هُوَ اَوْ غَیْرُهٗ هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ بِلَا رَیْبٍ وَهُوَ مَذْهَبُ طَائِفَةٍ مِّنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ کہ زانیہ کا نکاح حرام ہے جب تک کہ خالص توبہ نہ کرے خواہ وہ اس شخص سے نکاح کرے جس سے زنا کیا ہے یا غیر سے کرے بہر صورت حرام ہے۔ یہی مذہب بلاشبہ صحیح اور درست ہے اور یہی مذہب سلف اور خلف کے ایک گروہ کا ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۴ ص۲۶۳ میں ہے کہ عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو روزوں اور دو قسم کی نمازوں اور دو قسم کے لباسوں اور دو قسم کے کھانوں اور دو قسم نکاحوں اور دو قسم کی بیعوں سے منع فرمایا (پھر تفصیل کرتے ہوئے) آخر میں ہے (اَمَّا النِّکَاحَانِ فَنِکَاحُ الْبَغِیِّ وَنِکَاحُ الْمَرْأَةِ عَلَی الْخَالَةِ وَالْعَمَّةِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ کہ دو نکاح یہ ہیں ایک زانیہ کا نکاح اور دوسرا کسی عورت کو اس کی خالہ یا پھوپھی پر نکاح کرنا یعنی یہ دونوں نکاح منع ہیں اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا ہے۔ یہ نہی تحریمی ہے پس زانیہ کا نکاح حرام ہے۔ المغنی والشرح الکبیر جلد ۷ ص۵۱۵ میں ہے وَاِذَا زَنَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ یَحِلَّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِکَ نِکَاحُهَا یعنی زانیہ عورت کا نکاح حرام ہے یہ اس کے لئے ہے جو جانتا ہے کہ یہ زانیہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر نکاح سے پہلے نہ جانتا ہو لیکن بعد میں اس کو علم ہو گیا تو پھر نکاح فسخ کردیا جائے گا چنانچہ منتقے کے "باب مایذکر فی رد المنکوحۃ بالغیب" کے تحت عیوب کی وجہ سے فسخ نکاح کی تفصیل ہے۔ اگر دخول سے قبل اور نکاح کے بعد زنا کیا گیا تب بھی نکاح فسخ کیا جائے گا چنانچہ محلی جلد ۹ ص۴۷۵ میں حضرت علی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ باسنادہ موجود ہے کہ کنوارا مرد یا کنواری عورت زنا کر لیں قبل دخول تو ان میں تفریق کردی جائے۔ امام ابن تیمیہؒ شیخ الاسلام نے اپنے فتاوے میں نقل کیا ہے کہ کسی شخص کا نکاح کسی عورت سے تھا۔ اس نے ابھی دخول نہ کیا تھا کہ کسی دوسری غیر منکوحہ عورت سے زنا کر لیا تو حضرت علیؓ نے اس کی بیوی سے اسکا نکاح توڑ دیا یعنی بلا طلاق تفریق کردی۔

خلاصہ تمام مضمون کا یہ ہے کہ زانی زانیہ کا نکاح حرام ہے خواہ اسی سے زنا کیا ہو یا غیر سے بہر صورت نکاح حرام ہے۔ اگرچہ اس میں علماء اور ائمہ کا اختلاف ہے لیکن صواب اور صحیح مذہب جس میں احتیاط اور تقویٰ بھی ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر توبہ خالص کر جائیں تو نکاح بالاتفاق صحیح ہو جاتا ہے مگر اس کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ استبراء رحم کیا جائے۔ اور زانیہ عورت کو زانی مرد سے یا دوسرے سے الگ رکھا جائے۔ دوم توبہ کروا کر یا ممکن ہو تو حد یا کم از کم تعزیر لگا کر ان کا امتحان کیا جائے کہ وہ زنا کی عادت چھوڑ کر عفت اختیار کر چکے ہیں یا نہیں کیونکہ اکثر نکاح کرانے کی غرض سے اور اپنی بدنامی مٹانے کو بظاہر توبہ کر جاتے ہیں لیکن حقیقت میں ویسے ہی زنا کے عادی رہتے ہیں۔ اس لئے شیخ الاسلام نے اپنے فتاوے میں زانی زانیہ کا امتحان لینا ضروری قرار دیا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے زانی زانیہ کے نکاح کے لئے یہ شرط ذکر کی ہے کہ ان تابا و اصلحا کہ اگر دونوں توبہ کر جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تب نکاح کریں۔ فتاویٰ جلد ۲ ص۶۹ میں ہے فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَ اَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ یُرَاوِدُهَا عَلٰی نَفْسِهَا فَاِنْ اَجَابَتْهُ كَمَا كَانَتْ تُجِيْبُهُ لَمْ تَتُبْ یعنی ابن عمرؓ اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ زانی زانیہ کو (یا دوسرا شخص) دعوت زنا دیکر دیکھے اگر وہ قبول کرے تو توبہ صحیح نہیں ہے۔ پس ان کی زبانی بات کا اعتبار نہیں جب تک کہ امتحان نہ لیا جائے۔ اگر زانیہ عورت کو زنا کا حمل قرار پا جائے تو پھر استبراء رحم وضع حمل سے ہو گا۔ اس سے قبل نکاح جائز نہیں۔ والسلام۔

عبد القادر الحصاری غفر لہ الباری

منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت یکم و ۱۵ / جمادی الثانی و یکم رجب ۱۳۷۳ھ

جلد ۳۴ نمبر ۱۱-۱۲ و ۱۳

دائم المریض اور نسوار یا افیون کے عادی کے بارے میں استفسار

سوال (۴۲۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ کوئی مریض یا نسوار کا عادی جو بغیر سونگھنے کے روزہ نہ نبھا سکتا ہو تو بحالت صوم نسوار سونگھتا رہے یا روزہ ترک کر کے قضائی یا فدیہ ادا کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب (۴۲۳) بعون الوہاب

از حضرت علامہ عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی مدرس مدرسہ دارالحدیث اوکاڑہ

صورت مسئولہ میں واضح و لائح ہو کہ مرض کے لئے تو قضا اور فدیہ ہے مگر فدیہ وہ مریض دے سکتا ہے جو دائم المرض ہو۔ اس کو اس مرض سے صحت ہی نہ ہوتی ہو۔

اور جو شخص حقہ یا نسوار و افیون کا عادی ہے وہ روزہ رکھ کر روزہ کی حالت میں حقہ یا نسوار یا افیون کا استعمال نہیں کر سکتا ہے۔ یہ اشیاء نواقض صوم سے ہیں اگر کہا جائے کہ حقہ نوشی و نسوار تو کوئی اکل و شرب میں داخل نہیں ہیں۔ حقہ نوشی تو صرف دھواں ہے جو پینے والا اس کو اسی وقت اپنے منہ سے خارج کر دیتا ہے اور نسوار بھی صرف سونگھی جاتی ہے وہ بھی کھائی نہیں جاتی ہے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ حقہ نوشی کا اثر معدہ و دماغ پر پڑتا ہے۔ اور حقہ پینے کا اثر جس نے حقہ نہ پیا ہو اس پر فوراً ہو جاتا ہے۔ سر چکرانے لگتا ہے اعضاء میں ایک فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی دلیل اس کے شرب و طعومیت کی ہے کہ یہ معدہ و سر پہ اپنا اثر کرتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص نسوار لیتا ہے اس کا اثر بھی دماغ اور معدہ پر پڑتا ہے بلکہ بعض اوقات نسوار حلق میں اتر جاتی ہے کیونکہ ناک کا تعلق حلق سے ہے اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو مبالغہ کرنے استنشاق سے منع فرمایا ہے تاکہ ناک کے ذریعہ پانی حلق میں نہ اتر جائے۔ پس روزہ کی حالت میں نہ حقہ پی سکتا ہے اور نہ نسوار یا افیون کا استعمال کر سکتا ہے بلکہ ان چیزوں کو مسلمان چھوڑ دے۔

گو ان کی حرمت میں اختلاف علماء ہے مگر محققین علماء نے ان اشیاء کو مسکرات میں شامل کیا ہے اور بعض نہیں کرتے ہیں۔ لیکن حدیث میں آیا ہے کہ مشتبہات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور جو شخص مشتبہات استعمال کرے گا وہ ایک روز حرام میں واقع ہو جائے گا۔ دیکھو بخاری شریف وغیرہ۔

دوسرے ان اشیاء کا استعمال فضول خرچی بھی ہے اور منہ ناک بھی گندی اور بدبودار رہتی ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدبو کو ناپسند فرمایا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کو حرام کر دیا تھا۔ اور ایک حدیث شریف میں آتا ہے مَنْ اَكَلَ الثُّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا الحديث اَوْكَمَا قَالَ اس کی وجہ بھی بدبو ہے لہٰذا ان اشیاء کا ترک ضروری ہے۔ یہ وجہ بھی روزہ دار کے لئے ترک کی دلیل ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کی بو جو روزہ رکھنے کی وجہ سے ہوتی ہے مشک سے بھی اچھی ہے جیساکہ حدیث سنن میں آیا ہے۔ اور حُقّہ ونسوار استعمال کرنیوا اس روزہ کی بو کو زائل کر دیتا ہے۔ اللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب فقط والسلام (منقول از صحیفہ اہلحدیث کراچی بابت ۱۵ ارشوال ۱۳۷۴ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۰

کیا غیر نبی کو علیہ السّلام اور غیر صحابی کو رضی اللہ عنہ لکھنا جائز ہے؟

سوال (۴۲۴) آپ نے اپنی کتاب "خطبہ امارت" میں یوں لکھا ہے۔ "حافظ الحاج مولانا ابو محمد عبدالوہاب علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ" کیا اس طرح لکھنا ٹھیک ہے یا غلط؟

محمد اسمٰعیل صباغ چندری گر جودھپوری

مکان ۹۱ پرنس کلاتھ مارکیٹ حیدر آباد سندھ

جواب (۴۲۴) رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام ہر دو جملے دعائیہ ہیں۔ غیر نبی اور غیر صحابہ پر بھی استعمال کر سکتے ہیں جیساکہ متقدمین نے لکھا ہے فاطمہ علیہا السلام امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، علی علیہ السلام، حالانکہ نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبیہ تھیں، نہ حضرت امام حسن نہ امام حسین نبی تھے جو ان کو علیہ السلام لکھا گیا۔ اسی طرح نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ سلف نے امام ابو حنیفہ رح کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ رح صحابی تو درکنار تابعی بھی نہ تھے۔ التحیات میں آپ اور ہم روزانہ پڑھتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ۔

ہاں اگر کوئی شخص کسی غیر نبی کو نبی سمجھ کر بطور دُعا کے علیہ السلام لکھے یا کہے تو بیشک وہ گمراہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی سچا نبی نہیں ہوگا فقط

عبدالغفار سلفی غفرلہ خادم جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم۔ آمین۔

الجواب صحیح ابو الخلیل عبدالجلیل عفی عنہ۔ ما اجاب المجیب فہو صحیح ابو عمار عبدالقہار غفرلہ

جواب صحیح ہے عبدالحکم عفی عنہ۔ جواب صحیح ہے عبدالرحمٰن سلفی

جواب صحیح ہے محمد غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد سلیمان جوناگڑھی۔

فہرست مضامین فتاوی ستاریہ جلد سوم

تقریظ بر فتاویٰ ستاریہ

محترم قارئین السلام علیکم. فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے، یہ کام ہر کس ناکس کے بس کا نہیں. علم وفضل، تجربہ کاری، بلند حوصلگی قرآن وحدیث اور دیگر علوم میں بدرجہ اتم موجود ہو طبائع کا اختلاف، وجدان کا تضاد، مذہب کی نشاندہی، اور شخصیتوں کا افتراق ہر زمانہ میں رہا ہے. اور رہیگا. امام الانبیاء مفتی اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رسالت سے فتاوے جاری ہوئے. ان فتاووں کی شان انوکھی نرالی تھی. کیونکہ نبی جب کلام کرتا ہے خدا کی زبان سے کلام کرتا ہے. جو بھی بات دہن مبارک سے نکلتی ہے حدیث بنکے نکلتی ہے. جو فتویٰ جاری ہوتا ہے. وہ قطعی اور آخری حکم کا درجہ رکھتا ہے. وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ؕ اس پر شاہد ہے. نبی کے علاوہ صحابی ہو تابعی ہو، امام ہو، محدث ہو، عالم ہو مفتی ہو کوئی بھی خطا سے پاک غلطی سے مبرا لغزش سے معصوم نہیں. صحابی کے کلام کو یقین وایقان. صدق مقال کی بنا پر. صحیح تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں. مگر صحابہ کرام رضی کی آرا میں بھی اختلاف رونما ہو سکتا ہے. اسی لئے شارع علیہ السلام نے اس اتھاہ گھرائی میں کودنے والے کو سہولت بخشی ہے. اگر ایک مسئلہ میں نظر وفکر کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائے کے بعد بھی غلطی ہو بھی کر جائے تو اسے بھی ثواب سے محروم نہیں رکھتا. صحیح حل تلاش کرنیوالے کے لئے دوہرا اجر ہے. اب اس سہولت سے ہر ملا مولوی کو ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے. مسائل کی تحقیق وتدقیق میں ایک ملا کے علم کی ضرورت نہیں. بلکہ مجتہد کی صفات. مفتی ومجیب کی علامات محقق کا علم ہونا ضروری ہے. بعض ناعاقبت اندیشوں، کورانہ ذہنیت رکھنے والوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ بارگاہ رسالت کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجتہد نہیں تھے. اب جب کہ اتنی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے. تو مذہب اہل حدیث کے داعی ومبلغ کے لئے اس سے زیادہ ضرورت ہے کہ اس وادی میں چلتے وقت پھونک پھونک کر قدم دھرے.

پیش نظر فتاویٰ ستاریہ بھی مذہب حقہ اہل حدیث کے داعی وامام مفسر القرآن والحدیث مفتی زماں حضرت مولانا الحاج ابو محمد عبدالستار صاحب مرحوم محدث دہلوی امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان کے جاری کردہ فتاووں کا مجموعہ ہے.

حضرت مولانا عبدالستار صاحب رح اس ملک کے مسلم الثبوت زندہ جاوید مفتی ہیں

لو، تقریظ آپ کی زندگی میں لکھی گئی تھی غفر اللہ لہ

ان کے قلم میں جادو کا اثر ہے۔ صحیح اور فصیح زبان انکا طرۂ امتیاز ہے۔ فتاوے ہوں یا شرح کتب ہوں، تفسیر قرآن ہو یا اختلافی مسائل ہوں، جو کچھ وہ تحریر میں لاتے ہیں۔ وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے کثیر التعداد کتب لکھی ہیں۔ الحمد للہ ہر کتاب اپنے موضوع اور زبان کے اعتبار سے اتنی دل نشین اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔ کہ جس کے بعد باقی نہیں رہتا۔ فتاووں کی اجتماعی شکل میں لانے پر ہر زمانہ اور دور میں کثیر ارباب علم وفضل خامہ فرسائی کر چکے ہیں۔ اور اس موضوع کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس پر مصنف نے اپنی طرف سے تحقیق و تفحص میں کسی قسم کی کوئی کمی یا کوتاہی چھوڑی ہو۔ لیکن مفتی زماں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالستار صاحب نے فتاوی ستاریہ میں جس انداز اور اسلوب بدیع سے اس موضوع کی ایک ایک سمت پر... علمی و تحقیقی گفتگو کی ہے۔ جس سلامت روی کے ساتھ تنازعات واختلاف اسلامیہ کے پلصراط سے گزرے ہیں جس غیر جانبداری لیکن ایمان واخلاص کامل کے ساتھ مباحث اسلامیہ کا استقصا اور احصار کیا ہے۔ وہ ان فتاووں میں نئی چیز ہے۔ اس چیز نے اس کتاب کو بقائے دوام کی منزل تک پہنچا دیا ہے۔

سائلین جیسا کہ مسائل کے حل میں شرح وبسط کے متمنی ہوتے ہیں۔ انہیں پوری تفصیل باختصار لیکن جامعیت کے ساتھ حل کر کے سکون طمانیت بخشتی ہے۔ یہ کتاب مفتیان قوم ہی کیلئے فائدہ مند نہیں بلکہ علماء فضلاء اور طلباء عوام وخواص حتی کہ ہر طبقہ خیال کے لوگوں کے لئے سودمند ہے۔

میں آخر میں برادر م محترم الحاج قاری عبدالغفار صاحب سلفی مدرس مدرسہ دارالسلام کو بھی خراج عقیدت ہدیہ تبریک پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انہوں نے فتاووں کو ایک جگہ جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کر کے ملت اسلامیہ بالمخصوص جماعت غرباء اہل حدیث پر احسان عظیم کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ ایک طرف جماعت کے پاس کوئی فتاووں کا مجموعہ نہ تھا۔ اور غیر مذاہب والے ملا مولوی کے غلط سلط جاری کئے ہوئے فتوے شائع کرا کے اختلاف کی خلیج کو وسیع تر کر رہے ہیں۔ جماعت للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی کوئی مرد مومن اٹھے۔ اور اس سہرے کو اپنے سر پر باندھے۔ کاتب تقدیر نے سلفی صاحب کے مقدر میں یہ نیکی لکھ رکھی تھی وہ کر دکھائی اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

میں جمیع مسلمانوں خصوصاً جماعت اہل حدیث سے پر زور شفارش کرونگا۔ کہ اس فتاوی ستاریہ کا ایک ایک نسخہ خرید کر اپنے پاس رکھیں۔ اس کتاب کا تمہارے پاس ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ کوئی ملا مولوی غلط مسئلہ بتا کر تمہارے ضیاع ایمان کا سامان پیدا نہیں کر سکتا

(از محترم مولانا علامہ) محمد سعید ارشد صاحب) مدرح پوری سلمہ اللہ

فتاویٰ ستاریہ

از

حضرت مولانا حافظ عبدالستار صاحب

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

المکتب الاسلامی

جماعت غرباء اہلحدیث محمدی مسجد بنس روڈ کراچی ۱

فون ـــ ۵۳۷۸۹

حصہ اول و دوم رف کاغذی جلد [illegible] حصہ سوم و چہارم گلیز کاغذی جلد [illegible] روپے

محصول ڈاک ۷۵ پیسے

یستفتونک قل اللہ یفتیکم

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج مفتی
ابو محمد عبد الستار صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم کے گراں قدر
علمی و تحقیقی فتاوے

الموسوم به

فتاویٰ ستاریہ

جلد چہارم

جامع

حضرت مولانا حافظ عبد الغفار صاحب سلفی امام جماعت غرباء اہلحدیث

طابع و ناشر

مولانا حافظ عبد القہار صاحب مدرس مدرسہ دار السلام محمدی مسجد لسن روڈ کراچی

ملنے کے پتے

(۱) المکتب الاسلامی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲

(۲) مکتبہ ایوبیہ آرٹیلیری میدان برنس روڈ کراچی ۱

فون ۵۳۷۸۹

قیمت ... روپے

(ایجوکیشنل پریس کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فتاویٰ ستاریہ

منقول از فتاویٰ رجسٹر

ماہ رمضان میں بچوں کا روزہ رکھوانا، انکی خوشی کرنا اچھے کپڑے پہنانا اور غرباء و عزیز و اقارب وغیرہ کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں

سوال (۴۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو لوگ رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے بچوں کا روزہ رکھواتے ہیں اور ان کی خوشی کرتے ہیں مثلاً بچہ کو اچھے کپڑے پہناتے ہیں۔ عزیز اور اقارب اور غریب لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں اور بچہ کو عزیز اور اقارب پیسے دیتے ہیں اور بچہ ان کو سلام کرتا ہے یعنی سلامتی کے پیسے دیتے ہیں، اور نہ جانے کیا کیا رسومات کرتے ہیں۔ یہ تمام امور اور ان کا اہتمام شرعاً کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ آیا یہ چیزیں شرعاً جائز ہیں یا ناجائز؟ اس کا جواب قرآن اور حدیث سے دیا جائے فقط

حافظ عبد القدیر ولد مفتی صاحب دہلوی

جواب (۴۲۴) صورت مسؤلہ میں واضح ہو کہ بچہ کی افطاری میں کوئی رسم و رواج کرنا جائز نہیں اور بچہ سے اس مجلس میں خصوصی سلام کرانا اور اس کو سلامی کے روپے دینا بھی شرعی امر نہیں۔ بطور شکریہ کے اللہ کے نام کا کھانا کھلانے میں کوئی قباحت نہیں۔ اگر بچہ کی حوصلہ افزائی اور نیک کاموں کی رغبت دلانے کے لئے اسکو کچھ رقم وغیرہ دی جائے تو لینے میں مضائقہ نہیں۔ ان افعال کو شرعی امر یا رسم بنانا یا لوازمات افطاری سمجھنا غلط ہے فقط واللہ اعلم۔

عبد الغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دار السلام کراچی ۱۰

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

مطابق ۶ مارچ ۱۹۶۱ء

فتویٰ بابت طلاقِ ثلاثہ

سوال (۴۲۵) کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران صرف تین مرتبہ کی بجائے متعدد بار یہ الفاظ کہے کہ "میں نے طلاق دی، میرے خدا نے طلاق دی" لیکن بعد میں اسی دن دونوں باہمی رضامند ہو گئے۔ کیا یہ طلاق ہوگئی؟ کیا یہ دونوں ایک جگہ رہ سکتے ہیں

نیز واضح رہے کہ زید مذکور عام طور پر اپنا دماغی توازن سال میں دو تین مرتبہ کھو بیٹھتا ہے۔ چونکہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں سر میں ضرب آنے کے باعث سر کی ہڈی قریباً تین انچ ٹوٹ کر الگ ہو چکی ہے اور دماغ انتہائی کمزور ہو چکا ہے۔ اور ایسے حالات میں اس پر ایک قسم کی جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اسے اپنے قول و فعل پر اختیار نہیں رہتا ہے فقط۔

سائل۔ عبدالقیوم ولد عبدالغنی۔ گاندھی نگر۔ کراچی

جواب (۴۲۵) صورت مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ طلاق دیتے وقت اگر جنونی حالت طاری تھی اور اسی حالت میں طلاق دی ہے تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور اگر ہوش و حواس کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہو گئی۔ قبل از انقضاء عدت زید رجوع کر سکتا ہے فقط۔

ابو محمد عبدالستار مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۲؍۱

۱۹/ ۳/ ۵۹

سوال (۴۲۶) نبوہ نے خانگی جھگڑے کی وجہ سے غصہ میں آکر تین مرتبہ اپنی زوجہ مسماۃ سائرہ بیگم کو لفظ طلاق کہدیا۔ میری زوجہ حمل سے ہے۔ آیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ فقط

سائل ناصر علی خاں

جواب (۴۲۶) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک کے ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً (صحیح مسلم جلد اول ص۴۷۷) حاملہ کی مدت عدت وضع حمل ہے۔ شدید غصہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ حدیث کی کتاب ابوداؤد شریف میں ہے لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِىْ غِلَاقٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ الْغِلَاقُ اَظُنُّهُ الْغَضَبُ۔ فقط واللہ اعلم

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد برنس روڈ کراچی ۲؍۱ ۲۰ شعبان ۱۳۷۸ھ

سوال (۴۲۷) مسمی عبداللطیف ولد نذیر خاں نے اپنی زوجہ مسماۃ جمیلہ کے حق میں ایک وقت اور ایک مجلس میں تین مرتبہ یہ جملے استعمال کئے "میں جمیلہ کو طلاق دیتا ہوں۔ میں جمیلہ کو طلاق دیتا ہوں۔ میں جمیلہ کو طلاق دیتا ہوں"۔ اس طلاق کو عرصہ دس ماہ کا ہوگیا ہے۔ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں

سائل۔ چاند خاں ولد منیر خاں۔ حیدرآباد سندھ۔ حال کراچی۔

جواب (۴۲۷) مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً (صحیح مسلم شریف جلد اول ص۴۷۷) کیونکہ طلاق مذکورہ کو دس ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ جمیلہ مذکورہ عبداللطیف مذکور کے نکاح سے جدا ہو چکی ہے اب عبداللطیف مذکور بتجدید نکاح جمیلہ کو اپنی زوجیت اور نکاح میں لاسکتا ہے۔ اگر عبداللطیف کا ارادہ تجدید نکاح کا نہ ہو تو والدین کو شرعاً اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہیں اپنی جمیلہ کا نکاح کسی مرد صالح سے کر سکتے ہیں شرعاً کوئی حرج نہیں فقط۔

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی ۱ء

سوال (۴۲۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی محمد فرید نے اپنی منکوحہ مسماۃ فردوس بانو کو نہایت غصہ کی حالت میں بیک وقت ایک ہی مجلس کے اندر تین طلاقیں دی ہیں۔ اب دونوں پشیمان ہیں۔ کیا شرعاً رجوع جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل محمد فرید۔ ۲۱ نومبر ۱۹۵۱ء

جواب (۴۲۸) صورت مرقومہ مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں موجود ہے کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً لہٰذا شخص مذکور قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے فقط۔

ابو محمد عبدالستار مفتی۔ محمدی مسجد مدرسہ دارالسلام کراچی ۱ء

سوال (۴۲۹) ۶ تاریخ بروز پیر کے دن شام کو ۶ بجے کے قریب میں نے اپنی بی بی کو مارا۔ اس کی ناک سے خون جاری ہوگیا۔ مارنے کے بعد میں نے کلام پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے منہ اُٹھا کر دیکھا تو بی بی اپنی جگہ سے غیر حاضر تھی تو میں نے پھر کلام پاک بند کرا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو دروازہ نہیں کھلا تو میں نے توڑ دیا۔ پھر میں نے سامنے والے گھر میں جا کر دیکھا جو کہ ہمارے عزیز کا گھر تھا۔ میرے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔

میں نے .... کئی بار کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی۔ پھر میں اپنے گھر میں آ گیا دروازہ کھولا اور نماز پڑھی۔ پھر بی بی بھی اپنے گھر میں آ گئی تو محلہ والے کہنے لگے کہ اب عورت کو گھر میں نہیں جانا چاہئے کیونکہ اب طلاق ہو گئی ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو میں نے قاری نصار الحق صاحب کو بلایا۔ انہوں نے بھی کہا کہ طلاق ہو گئی ہے اور کئی آدمی کہنے لگے نہیں ہوئی۔ اب خدا بہتر جانتا ہے کہ ہوئی یا نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ میری دماغی حالت درست نہیں تھی اور نہ میری بی بی طلاق لینے کو راضی ہے۔ وہ بھی کہتی ہے کہ محلہ والے کہہ رہے تھے طلاق نہیں ہوئی

سائل۔ واحد رضا خاں ولد نوشہ خاں۔ منگا پیر روڈ لیمن زبیری کالونی معرفت محمد امین قریشی جنرل اسٹور۔ کراچی

جواب (۴۲۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر یہ طلاقیں تین ایک ہی وقت میں دی گئی ہیں تو زید کو قبل از انقضاء عدت رجوع کا حق حاصل ہے۔ اور اگر گھر دوبارہ آباد کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور عورت سے اب دوبارہ رجوع بھی نہیں کرنا تو وہ الگ بات ہے۔ اگر صرف یہ ایک ہی طلاق دی ہے تب بھی عدت سے پہلے رجوع کیا جا سکتا ہے فقط واللہ اعلم۔

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام۔ کراچی ۱

۸ مارچ ۱۹۶۱ء

سوال (۴۳۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاندان میں بہو کے سلسلہ میں اس قدر نا اتفاقی ہوئی کہ بیٹا بھی باپ کا مخالف ہو گیا۔ اس پر وہ غصہ کے عالم میں آگ بگولہ ہو گئے۔ بہو کو غلط طریقہ پر برا کہنے لگے۔ اس پر لڑکے کی والدہ نے منع کیا کہ غلط طریقہ پر مت کہو۔ اس پر وہ غصہ میں آپے سے باہر ہو گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے دو مرتبہ پہلے کہا میں نے طلاق دی۔ اس کے بعد پانی پیا۔ اس وقت بھی غصہ میں تھے اور کانپ رہے تھے ایک مرتبہ پھر کہا کہ میں نے خوشی سے طلاق دی اب سے پندرہ۱۵ سال بیشتر اور بیس سال بیشتر بھی یہی الفاظ (طلاق کے الفاظ) غصہ میں ادا کر چکے ہیں ایک ایک دو دو مرتبہ۔ اب اس کے کفارہ کے لئے علماء دین کا کیا فتویٰ ہے جب کہ میاں بیوی دونوں ایک ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں۔

سائل محمد ایوب مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۱ء

جواب (۴۳۰) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے حدیث شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَسَنَتَیْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً (مسلم شریف جلد اول صـ۴۷۷) غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق کا بھی شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِیْ غِلَاقٍ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْغِلَاقُ اَظُنُّهُ الْغَضَبُ فقط واللہ اعلم

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۱؎

فتویٰ بابت منکوحہ شوہر مفقود الخبر

سوال (۴۳۱) مسماۃ اختر جہاں بنت امام بخش کا عقد عرصہ سات سال کا ہوا مسمی اسد علی ولد سخاوت علی سے ہوا تھا۔ اب مسمی اسد علی عرصہ چھ سال سے گم ولاپتہ ہے۔ اختر جہاں کی عمر اس وقت ۲۲ سال ہے۔ اختر جہاں مذکورہ کیلئے شریعت محمدیہ کا جو فیصلہ ہو صادر فرمایا جائے فقط

سائلہ اختر جہاں بنت امام بخش

جواب (۴۳۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو جب کہ اختر جہاں مذکورہ کا شوہر گم ولاپتہ ہے اور واقعہ بالکل صحیح اور سچ ہے تو مسماۃ اختر جہاں چار سال انتظار کرے۔ اگر اس مدت میں شوہر واپس آجائے یا مل جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کو فوت شدہ سمجھ کر چار ماہ دس دن عدت میں رہ کر نکاح ثانی کرلے۔ حدیث میں ہے اَیُّمَا امْرَأَةٍ فَقَدَتْ زَوْجَهَا فَلَمْ تَدْرِ اَیْنَ هُوَ فَاِنَّهَا تَنْتَظِرُ اَرْبَعَ سِنِیْنَ ثُمَّ تَعْتَدُّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا ثُمَّ تَحِلُّ (موطا امام مالک) یعنی جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اس کا علم نہ ہو تو وہ عورت چار سال انتظار کرے اس کو فوت شدہ سمجھ کر چار ماہ دس دن عدت کے گذار کر نکاح ثانی کرسکتی ہے فقط واللہ اعلم

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام۔ محمدی مسجد کراچی ۱؎

۲۳ شوال ۱۳۷۰ھ

حضر میں جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں استفسار

سوال (۴۳۲) مکرمی محترمی المقام حضرت الامام صاحب بعد السلام علیکم طالب خیریت بعافیت گذارش یہ ہے کہ سوال ہذا کا جواب آج ہی مطلوب ہے تاکہ نزاع ختم ہو۔

(۱) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب اوڈ کے مکان پر جو بیٹھک ہے جہاں آپ نے جماعت کروا کر نماز پڑھائی تھی اور مسجد اہلحدیث نہ ہونے کی وجہ سے ہم بھی جمعہ جماعت اسی بیٹھک میں پڑھتے ہیں۔ کیا اگر کوئی عذر یا ضرورت درپیش ہو یا نہ ہو تو ہم ظہر عصر اور مغرب

عشاء جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں شرعاً ممانعت تو نہیں۔ جواب مدلل مطلوب ہے۔

(۲) بخاری شریف پ۳ باب تاخیر الظہر الی العصر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ صلی بالمدینۃ سے مراد مسجد نبوی میں یہ نمازیں پڑھی گئی ہیں یا خارج عن المسجد شہر مدینہ کے دیگر مکانات میں پڑھی گئی ہیں۔ جواب مفصل و مدلل ہونا ضروری ہے۔

بحمد اللہ عبدالشکور کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کی صحت اب اچھی ہے ہمارے لئے باعث مسرت ہے۔ اللہم زد فزد۔

جواب (۴۳۲) (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ حضر میں بلا عذر شرعی جمع بین الصلوتین جائز نہیں لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر (جامع ترمذی)، اگر کبھی اتفاقاً کسی خاص کام کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے۔

(۲) بخاری شریف پ۳ کی حدیث مسئولہ صلی بالمدینۃ سے بظاہر مسجد نبوی مراد ہے۔ فتح الباری میں ہے والظاہر انہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع باصحابہ وقد صرح بذلک ابن عباس فی روایتہ۔ اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جمع ہوتے تھے نہ کسی مکان میں۔ نیز کرمانی میں تحت حدیث ہذا مسجد کا لفظ بھی آیا ہے ملاحظہ ہو کرمانی جلد ۴ صفحہ ۱۹۲۔

عبدالغفار السلفی نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث۔ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی ۱

کیا انعامی بونڈ کی خرید جائز ہے

سوال (۴۳۳) محترمی جناب حضرت امام صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حکومت نے جو انعامی بونڈ نکالے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا اس کے اندر سود کی بھی کوئی شکل ہے یا نہیں جب کہ یہ اعلان ہے کہ ہم نے جو یہ اسکیم نکالی ہے سود سے بچنے کے لئے ہی نکالی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ ایک دس روپے والا بونڈ خرید لیجئے اور تین مہینے بعد اس بونڈ کو قرعہ اندازی میں شامل کر لیتے ہیں۔ اگر اس کا انعام نکل آیا تو اس کے روپے قائم ہیں اور اگر نہ نکلا تو پھر بھی قائم ہیں۔ اور جس وقت چاہیں بھنا سکتے ہیں۔ شریعت محمدی اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے مفصل تحریر کریں۔

عبدالستار چاندی والے مراد اسٹریٹ۔ صرافہ بازار کراچی ۲

جواب (۴۳۳) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو یہ سب جوئے کی قسمیں ہیں ان سے بچنا ہی بہتر ہے۔ بنک کا جملہ کاروبار سود پر ہوتا ہے اس لئے بھی یہ بونڈ

مشکوک ہو جائیں گے لہذا پرہیز لازم ہے۔ فقط

عبد الغفار السلفی
نائب مفتی محمدی مسجد مدرسہ دار السلام
کراچی ۱۱ء

فتویٰ میراث

سوال (۴۳۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہو گیا زید کے ورثاء یہ ہیں۔ ۳ بھتیجے۔ ۷ بھتیجیاں۔ ورثہ کیوں کر تقسیم ہوگا؟

سائل قمر الدین کراچی

جواب (۴۳۴) صورت مسئولہ میں تمام ترکہ تین بھتیجوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک روپے میں سے ہر بھتیجے کو پانچ آنے چار پائی ملیں گے۔ سات بھتیجیاں ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے عصبات کی موجودگی میں محروم رہیں گی فقط والسلام

عبد الغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دار السلام محمدی مسجد برنس روڈ کراچی ۱۱ء

کیا قبروں کو منہدم کر کے مسجد کی توسیع و تعمیر کر سکتے ہیں

سوال (۴۳۵) یہاں ایک پلاٹ ہے جہاں مسجد بنی ہوئی ہے کثرت مصلیان کے پیش مسجد کی توسیع کرنا ضروری ہے۔ اور یہ مسجد قبرستان کے کنارے پر بنی ہوئی ہے کیا قبروں کو منہدم کر کے مسجد کی توسیع و تعمیر کر سکتے ہیں فقط

(میانجی نذیر احمد صاحب) تحریرہ غازی خاں ۶ مارچ ۱۳۶۱ھ

جواب (۴۳۵) مقام مسئولہ میں اگر تدفین کا سلسلہ جاری ہے تو وہاں مسجد توسیع کرنا اور قبروں کو مسجد کی حدود میں داخل کرنا جائز نہیں۔ اگر قبریں پرانی اور بوسید ہیں اور تدفین کا سلسلہ ابھی منقطع ہو چکا ہے تو ان کو ہموار کر کے مسجد کی توسیع کر سکتے ہیں۔ جملہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ قبروں میں مسجد بنانی جائز نہیں اور نہ ہی مسجد میں قبر بنانی جائز ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اَنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ ابن تیمیہ میں لکھتے ہیں لَا يَجُوْزُ دَفْنُ مَيِّتٍ فِیْ مَسْجِدٍ فَاِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ قَبْلَ الدَّفْنِ اَمَّا بِتَسْوِيَةِ الْقَبْرِ بِنَبْشِهٖ اِنْ كَانَ جَدِيْدًا وَاِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بُنِیَ بَعْدَ الْقَبْرِ فَاَمَّا اَنْ يُّزَالَ الْمَسْجِدُ وَاَمَّا اَنْ تُزَالَ صُوْرَةُ الْقَبْرِ فَالْمَسْجِدُ الَّذِیْ عَلَی الْقَبْرِ لَا يُصَلّٰی فِيْهِ فَرْضٌ وَّلَا نَفْلٌ

فَاِنَّہٗ مَنْہِیٌّ عَنْہُ ص۱۹۲ جلد دوم فقط

عبدالغفار السلفی نائب مفتی ۔ محمدی مسجد مدرسہ دار السلام کراچی ۱/۲

۶, مارچ سنہ ۱۹۶۱ء

فتویٰ بابت قومی انعامی بونڈ

سوال (۴۳۶) قومی انعامی بونڈ خریدنے جائز ہیں یا ناجائز؟ حکومت پاکستان کا کہنا ہے کہ اس میں ہم نہ سود لیتے ہیں نہ دیتے ہیں بلکہ اس جمع شدہ رقم سے تجارت کرتے ہیں پھر ان بونڈوں کی قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جس کے نام فروخت شدہ نمبر متعین انعام میں آجاتا ہے اس کو انعام دیدیا جاتا ہے۔ خریدار جب چاہے ان بونڈوں کو واپس کرکے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔

جواب (۴۳۶) حکومت پاکستان ہماری اپنی حکومت ہے۔ اس کے تمام اسلامی اور شرعی کاموں میں تعاون کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے لقولہ تعالیٰ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى البتہ جو کام شریعت اسلامیہ محمدیہ کے خلاف ہیں ان میں تعاون کرنا فرمان باری وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیہ کا خلاف کرنا ہے۔ انعامی بونڈ کے کسی بھی گوشہ یا پہلو میں سودی لین دین یا معاملہ اگر موجود ہے تو ان کو خریدنا شرعاً منع ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ پ۳ میں ارشاد فرمایا اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الآیہ یعنی سود خوار لوگ قیامت کے دن اپنی قبروں سے دیوانوں، پاگلوں، خبطیوں اور بیہوشوں کی طرح اٹھیں گے مجنون اور دیوانے ہوں گے۔ کھڑے ہی نہ ہو سکتے ہوں گے۔ ایسی حالت ان کی اس لئے ہوگی درصل ان کا خیال یہ تھا کہ تجارت بھی مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت خرید وخرید کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام فرمایا ہے جو شخص نصیحت سن کر سودی کاروبار سے باز آگیا اس کی نجات ہوگی خدا اس سے راضی ہوگا۔ اور جو شخص خدا کا فرمان سنکر بھی سودی کاروبار سے باز نہ آیا تو فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم اور دردناک عذابوں میں مبتلا رہیں گے اعاذنا اللہ منہا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے عذاب دوزخ اور آگ جہنم سے۔ آمین۔

انعامی بونڈ میں جو رقم بطور انعام دی جاتی ہے۔ اس میں اگر ظاہراً سود نہیں لیکن شبہ ضرور ہے تو اس سے بچنا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے اِتَّقُوا الشُّبُهَاتِ

فقط واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دار السلام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی ۱ فون مکتبہ ۵۳۷۸۹ مکان ۵۸۳۴۷

مزید تفصیل کے لئے رسالہ حرمتِ سود منگا کر پڑھئے قیمت چھ آنے

مفقود الخبر خاوند کی منکوحہ عقد ثانی کرسکتی ہے یا نہیں

سوال (۴۳۷) مسماۃ رضیہ کے والدین نے مسماۃ رضیہ کی شادی بکر کے ساتھ کی عرصہ تقریباً آٹھ سال کا ہوا لیکن بکر کا مسماۃ رضیہ کے ساتھ شروع سے سلوک اچھا نہ تھا بکر نے مسماۃ رضیہ کے کبھی روٹی کپڑے وغیرہ کا خیال نہیں کیا اور مہینوں گھر سے لاپتہ رہتا تھا۔ ماسوائے اس کے بکر بھی مسماۃ رضیہ کے ہمراہ دس پندرہ روز کے علاوہ ساتھ نہ رہا اور کبھی اس کے روٹی کپڑے کا خیال نہ کیا۔ اب جب کہ بکر تقریباً سات سال کا عرصہ ہو چکا ہے بالکل لاپتہ ہے۔ مسماۃ رضیہ کے والدین نے بکر کو برابر تلاش کیا لیکن بکر کا کہیں بھی پتہ نہیں چلا۔ مسماۃ مذکورہ کے والدین حد درجہ غریب ہیں۔ مسماۃ مذکورہ کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے اور وہ چاہتے ہیں کہ مسماۃ رضیہ کا دوسری جگہ نکاح کر دیں کیا وہ ایسا کرسکتے ہیں؟

جواب (۴۳۷) بصورت صدق سوال سائل مسماۃ رضیہ مذکورہ چار ماہ دس دن عدت گذار کے عقد ثانی کرسکتی ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ملاحظہ ہو کتب حدیث فقط۔

ابو محمد عبدالستار مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱ ۲۳ شوال ۱۳۷۰ھ

میراث کے بارے میں استفسار

سوال (۴۳۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری والدہ کا بروز جمعہ ۱۶ اکتوبر کو انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اپنے سوتیلے بیٹے کی قرضدار تھیں جو اس نے اب معاف کر دیئے مگر مرحومہ اس قرضہ کو جو پہلے چار سو تھا اور اب دو سو ادا ہو کر دو سو رہ گیا تھا ادا کرنے کی سختی سے تاکید کیا کرتی تھیں۔ کیا یہ قرضہ ان کی ملکیت میں سے ادا کیا جائے۔ نیز تقسیم ورثہ کن حصوں میں دیا جائے اور کن کن کو پہنچتا ہے جب کہ مرحومہ کے ورثاء یہ ہیں۔ شوہر۔ ایک سگا لڑکا۔ ایک ماں۔ ایک سگا بھائی۔ ایک سوتیلا لڑکا جو شوہر کی پہلی مرحومہ بیوی سے ہے اور دو سگی ہمشیرہ حیات ہیں۔

جواب (۴۳۸) صورت مسئولہ میں مرحومہ کا ترکہ جس میں مہر کی رقم بھی اگر ادا نہ کیا ہو شامل ہوگی۔ قرض ادا کرنے کے بعد اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک روپیہ میں سے چار آنے شوہر کو اور دو آنے آٹھ پائی ماں کو۔ نو آنے چار پائی لڑکے کو از روئے فرائض ملیں گے اور سب ورثار کی موجودگی میں سگا بھائی۔ سوتیلا لڑکا اور سگی بہنیں مرحومہ کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ جب قرض کی ادائیگی کی مرحومہ سختی سے تاکید کر گئی ہیں تو قرض خواہ کو قرضہ ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ وہ وصول کرکے جس کو چاہے دیدے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۱؎

۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

زبردستی کی طلاق کے بارے میں فتویٰ

سوال (۴۳۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ مورخہ ۲۰ یا ۲۲ راگست ۱۹۵۹ء کو یہ واقعہ جو درج ذیل ہے پیش آیا مسمی سلطان اختر اور اس کی منکوحہ بیوی مسماۃ شمیمہ کے درمیان تلخ کلامی اور لڑائی جھگڑا ہوا۔ اور اس طرح سے یہ بات بڑھ گئی۔ اور شمیمہ کے والدین اور دیگر اہل محلہ نے مل کر باہم درمیان میں پڑھ کر یہ فیصلہ کرالیا اور اپنا زور اور اثر ڈال کر طلاق نامہ پر دستخط بھی کرا لئے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ سامان جہیز واپس اور تمام نکاح کا زیور کپڑا ابھی لڑکی کا اور نہ مہر میں کچھ چھوڑ دیا اور باقی کیش نقد وصول کرلیا اور نکاح نامہ کی پشت پر طلاق نامہ خود ہی لکھ کر دستخط کرائے گئے اور سامان اور لڑکی کو گھر اپنے لے گئے ہیں۔ اب لڑکی اور لڑکا دونوں چاہتے ہیں کہ حسب سابق میاں بیوی کی طرح رہیں۔ و نیز معلوم ہوا کہ لڑکی کو حمل بھی ہے۔ ان حالات اور واقعات میں شرع شریعت کیا حکم دیتی ہے فقط والسلام

سلطان اختر۔ کراچی۔

جواب (۴۳۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ مسمی سلطان اختر سے ناجائز دباؤ ڈال کر اور جبراً قہراً زبردستی طلاق نامہ پر دستخط لئے گئے ہیں تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور اگر سلطان اختر مذکور نے اپنی مرضی اور خواہش سے دستخط کئے ہیں تو طلاق واقع ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے طَلَاقُ الْمُكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ یعنی زبردستی کی شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام۔ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی ۱؎

۷ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ

جماعت غرباء اہلحدیث کا نظام شورائی ہے یا وراثتی؟

سوال (۴۴۰) کیا فرماتے ہیں مفتی مرکز جماعت غرباء اہلحدیث کہ جماعت غرباء اہلحدیث کا نظام شورائی ہے یا وراثتی ہے۔ اگر شورائی ہے تو کیا امیر جماعت کو اراکین جماعت کی کثرت رائے کی پابندی لازمی ہوگی یا وہ ان آراء پر غور کرنے کے بعد صحیح رائے پر خواہ وہ قلت کی طرف سے ہو فیصلہ صادر کرے گا۔ نظام صدارت میں کثرت رائے پر فیصلہ دینے پر مجبور ہوتا ہے۔ کیا انتخاب امیر کا استحقاق اہل حل و عقد اراکین جماعت کو حاصل ہوگا یا آپ اپنا ولی عہد مقرر فرمائیں گے اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ وراثت جاری رہے گا جیساکہ وصیت نامہ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا جواب باصواب عنایت فرمایا جائے۔

جواب (۴۴۰) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ جماعت غرباء اہلحدیث کا نظام شورائی ہے لقول اللہ تعالیٰ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور اس حیثیت سے وراثتی بھی ہوسکتا ہے لقول النبی علیہ السلام اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ

امیر کتاب وسنت کا پابند ہے يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ۔ قلت و کثرت کا پابند نہیں۔ شوریٰ کے بعد کتاب وسنت کے مطابق جس کی رائے ہوگی اس کو ترجیح دیگا۔ سابق امیر اگر کسی کو مقرر کر جائے تو بھی صحیح ہے جیساکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو مقرر کیا اور اگر جماعت کے اصحاب حل و عقد پر چھوڑ جائے تو بھی ٹھیک ہے جیساکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فقط۔

ابومحمد کفاہ الصمد ۴ ۹/۷ھ

لڑکی کو اغوا کر کے بغیر ولی کے اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں

سوال (۴۴۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین کہ زید نے ایک لڑکی کو اس کے گھر سے بھگایا اور اپنے گھر لاکر اپنے ساتھ شادی پر رضامند کیا اور ایک آدمی کو بلاکر نکاح پڑھالیا بغیر کسی ولی کے۔ آیا یہ نکاح شریعت محمدیہ میں جائز ہے یا نہیں قرآن حدیث کی رو سے روشنی ڈالئے۔

مولوی عبدالقدیر

جواب (۴۴۱) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ یہ نکاح شرعاً ناجائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْ عَدْلٍ (الحدیث) دارقطنی نیل الاوطار صفحہ ۲۴۳ جلد ۶ میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِالشُّهُوْدِ نکاح میں ولی عادل

اور دو گواہ کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ عورت مذکور کو چاہیئے اپنا نکاح ولی کی ولایت میں کرے۔

عبدالغفار السلفی، محمدی مسجد مدرسہ دارالسلام کراچی ۱
۱۳؍ جون ۱۹۶۱ء

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۲۴۲) امابعد عرض یہ ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین دفعہ طلاق دیدی ہے غصہ کی حالت میں۔ آیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں۔ اور اگر نہیں ہوئی تو کوئی حد وغیرہ عائد ہوتی ہے یا نہیں ہے۔ قرآن و حدیث سے جواب عنایت فرمائیں۔ آیا کہ ہم رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط

محمد ابراہیم ولد امیر بخش ناظم جناح کالونی مکان ۲۲/۲۶۲ جمشید روڈ کراچی ۵

جواب (۲۴۲) صورت مسئولہ میں ایک وقت کی تین طلاقیں شرعاً ایک طلاق کے حکم میں ہیں۔ حدیث شریف میں اسی طرح ثابت ہے۔ جناب رکانہ بن عبدیزید کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مجلس واحدہ کی تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے رجوع کر لینے کا حکم فرمایا تھا ملاحظہ ہو مسند امام احمد۔ صحیح مسلم۔ سنن ابوداؤد وغیرہ۔ واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

محمد یونس دہلوی ۵؍ دسمبر ۱۹۶۰ء

فتویٰ میراث

سوال (۲۴۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاجی عمر دراز خاں اور محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی چھوٹے خاں دونوں حقیقی بھائی تھے اور دونوں کی کوئی موروثی جائداد نہ تھی۔ محمد مصطفےٰ خاں کا حاجی عمر دراز خاں کی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا۔ اور محمد مصطفےٰ خاں نے اپنی کوئی جائداد نہیں چھوڑی لیکن ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔ حاجی عمر دراز خاں کا بھی بعد میں انتقال ہوگیا اور انہوں نے اپنی ذاتی جائداد منقولہ و غیر منقولہ چھوڑی۔ حاجی عمر دراز خاں لاولد تھے۔ انہوں نے بعد وفات حسب ذیل ورثاء چھوڑے۔ ایک بیوی۔ ایک حقیقی بہن۔ اور محمد مصطفےٰ خاں کی اولاد۔ حاجی عمر دراز خاں کے انتقال کے بعد ان کی حقیقی بہن کا بھی انتقال ہو گیا اور ان کے دو لڑکے بقید حیات ہیں لہٰذا عرض ہے کہ اب حصہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سائل خواجہ محمد حسین کراچی

جواب (۴۴۳) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ عمر دراز خاں مرحوم کا ترکہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی الارث کہ منجملہ ان کے دین مہر بھی ہے اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک روپیہ میں سے چار آنے عمر دراز خاں کی بیوی کو۔ چار آنے حقیقی بھتیجے کو۔ اور چار چار آنے حقیقی بہن کے دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک کو (جو ان کی ماں کا حصہ ہے) از روئے فرائض ملیں گے۔ حقیقی بھتیجی صورت مذکورہ میں مرحوم کے ترکہ سے محروم رہے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۷؍ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

لاپتہ شوہر کی بیوی کے متعلق استفسار

سوال (۴۴۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر عرصہ پانچ سال سے گم اور لاپتہ ہے۔ اس عرصہ میں اس نے ہندہ کی کوئی خیر خبر نہ لی۔ نہ نان نفقہ دیا۔ ہندہ اب کیا کرے شریعت محمدیہ کا جو فیصلہ ہو تحریر کر دیا جائے۔

سائل مظفر حسین منگا پیر روڈ۔ کراچی

جواب (۴۴۴) صورت مسئولہ میں واضح ہو ہندہ کا شوہر جب گم اور لاپتہ ہے تو ایسی صورت میں ہندہ اس کو فوت شدہ سمجھ کر چار ماہ دس دن عدت کے گذار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ شریعت محمدیہ کا یہی حکم ہے لقولہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا الاٰیۃ۔ فقط

عبدالغفار سلفی غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دارالسلام۔ محمدی مسجد کراچی ۱
۲؍ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۴۴۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے ایک دوست مسمی عبدالستار ولد محمد ابراہیم نے اپنی منکوحہ بیوی کو بیک وقت غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دیدیں۔ کیا اب رجعت ہو سکتی ہے یا کہ نہیں اور حلالہ کی کیا صورت ہے اور بوقت طلاق دینے کے بیوی حاملہ بھی تھی۔ حکم شرع سے مطلع فرماویں۔

سائل محمد ایوب ولد محمد ابراہیم فقیر محمد درہ خاں روڈ بابا بٹ کراچی ۱

جواب (۴۴۵) عندالشرع مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّسَنَتَیْنِ مِنْ

خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً الحدیث۔ اور حلالہ شرعاً حرام ہے لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔

عبدالقہار معاون نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۱؎

طلاق واحدہ سے رجوع جائز ہے یا نہیں

سوال (۴۴۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ محمود الحسن نے اپنی منکوحہ مسماۃ محمودہ بی بی کو آج سے تین سال پہلے صرف ایک طلاق دیدی تھی لیکن خط وکتابت زن و شوہر کی برابر جاری رہی۔ عرصہ دو سال کا ہوا محمود الحسن نے اپنی بیوی محمودہ کو راضی کرلیا اور محمودہ بی بی اب بھی محمود الحسن کے ہمراہ آباد ہونا چاہتی ہے تو براہ کرم آگاہ کیا جائے کہ ایک طلاق میں جو دی گئی ہے اس سے دونوں زن وشوہر کا رشتہ باقی رہتا ہے یا نہیں؟ بموجب شرع آگاہ کیا جائے۔ نیز شدید غصہ کی طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

نیاز مند محمد صدیق۔ ظہیر احمد

جواب (۴۴۶) شرعاً تین ماہ میں تین طلاق دینے سے عورت نکاح سے باہر ہوتی ہے۔ چونکہ صرف ایک طلاق دی ہے لہٰذا تجدید نکاح کیساتھ خاوند اپنی بیوی کو اپنے گھر لا سکتا ہے کیونکہ عدت گذر چکی ہے اور غصہ شدید کی طلاق بھی شرعاً واقع نہیں ہوتی اگر غصہ شدید نہ ہو تو واقع ہو جاتی ہے فقط

عبدالقہار غفر لہ معاون نائب مفتی۔ محمدی مسجد بنس روڈ۔ کراچی ۱؎

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

عورت کے ناجائز حمل معلوم ہونے سے نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ کیا قانونی خطرات کے دباؤ کی طلاق ہو جاتی ہے؟ طلاق کے بعد حمل ظاہر ہونے پر بیوی اپنے شوہر سے رجوع کر سکتی ہے

سوال (۴۴۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ ان مسائل کے

(۱) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا جو کہ باکرہ تھی۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ لڑکی حاملہ ہے اور حمل ناجائز ہے۔ حمل نکاح سے پیشتر کا ہے۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی عورت مذکورہ بالا کو بعد فراغت حمل احتیاطاً سابقہ ناکح نے دوبارہ

قبول و ایجاب وغیرہ بروبرو دو گواہان کرایا۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

(۳) منکوحہ کے سرپرست ازارادہ بددیانتی عورت کو ورغلا دیتے ہیں تاکہ ناکح پر قانونی خطرات کا دباؤ پڑتے اور اس دباؤ کے تحت طلاق دیدے لہٰذا ایسا ہی ہوا۔ ان خطرات کو ناکح نے محسوس کیا جو انکی اس حرکت سے پیدا ہوئے تھے۔ ناکح نے اپنے قانونی بچاؤ کے لئے جبراً و قہراً طلاق دیدی۔ کیا یہ طلاق ہوگئی؟ چونکہ میاں بیوی رضامند ہیں اور بسنا چاہتے ہیں۔ اگر شرع میں کوئی صورت رجوع کی ہے تو آگاہ کیا جائے۔

(۴) اب ظاہر ہوا کہ اس لڑکی کو حمل ہے۔ اس شخص کا جس سے جبریہ طلاق حاصل کیگئی۔ کیا از روئے شریعت وہ لڑکی اس شخص سے رجوع کر سکتی ہے؟ تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی ہے فقط۔

عبدالرحمٰن غوری شیر شاہ کالونی بی بلاک

جواب (۴۴۷) (۱) عورت نے زنا کیا لہٰذا شرعی حد سو کوڑے لگائے جائیں۔

(۲) دوبارہ ایجاب و قبول میں کوئی قباحت نہیں۔ ٹھیک اور درست ہے۔

(۳) جبراً طلاق کالعدم ہے۔ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ

(۴) وضع حمل سے قبل رجوع ہو سکتا ہے۔ جائز ہے۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی۔ ۲۱ رجب ۱۳۷۹ھ

کیا مکان کی پگڑی جائز ہے؟

سوال (۴۴۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر کراچی میں زید ایک مکان میں بطور کرایہ دار چالیس روپے ماہوار میں رہتا ہے اب کسی مجبوری کے تحت یہ مکان چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جانا چاہتا ہے۔ اور جاتے وقت مکان کا قبضہ بجائے مالک جائداد کو دے محمود کو دے رہا ہے اور محمود زید سے یہ طے کر لیتا ہے کہ تم مالک جائداد سے اس مکان کی رسید میرے نام تبدیل کراؤ تاکہ مالک جائداد مجھ کو اپنا کرایہ دار تسلیم کرے اور مکان کا قبضہ مجھ کو دیکر مجھ سے بطور پگڑی مبلغ آٹھ ہزار روپے لیلو۔ پھر محمود زید سے یہ معاملہ طے کر کے بکر سے کہتا ہے کہ میں نے زید سے ایک مکان آٹھ ہزار روپے پگڑی پر لیا ہے لیکن میرے پاس روپے نہیں ہیں اس لئے تم آٹھ ہزار روپے زید کو دیکر مکان کی رسید اپنے نام کرالو۔ مکان میں میں رہوں گا۔ میں بطور کرایہ تم کو ایک سو چالیس روپے ماہوار دیتا رہوں گا۔ تم چالیس روپے ماہوار مالک جائداد کو دینا اور سو روپے ماہوار اپنے پاس رکھنا۔ اور جب میرے پاس آٹھ ہزار روپے ہو جائیں گے میں تم کو آٹھ ہزار

روپے دیکر مالک جائداد سے رسید اپنے نام کرالوں گا اور چالیس روپے ماہوار میں خود براہ راست مالک جائداد کو دیتا رہوں گا۔ مہربانی فرما کر بتائیں کہ بکر کو اس طریقہ پر سو روپے ماہوار لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس میں سود وغیرہ کا کوئی گناہ تو نہ ہوگا بکر کو اس طریقہ پر سو روپے ماہوار لینا اگر نا جائز ہوں تو دوسری بات محمود یہ پیش کرتا ہے کہ جب تک میرے پاس آٹھ ہزار روپے نہیں ہوتے تم کو ایک سو چالیس روپے ماہوار دیتا رہوں گا اور جب میرے پاس روپے ہو جائیں گے اس وقت مکان کی پگڑی کی رقم جو بھی دوسرا دے چاہے وہ گھٹ کر چھ ہزار رہ جائے چاہے آٹھ ہزار سے دس ہزار ہو جائے وہ تم کو دیکر رسید اپنے نام کرالوں گا اور مالک جائداد کو براہ راست چالیس روپے ماہوار دیتا رہوں گا۔ ازراہ عنایت تحریر فرمائیں کہ شرع شریف کی رو سے دونوں طریقے جائز ہیں یا ایک یا دونوں ناجائز ہیں۔

اخلاق احمد

جواب (۴۴۸) صورت مسئولہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ اولاً زید کو چاہیئے کہ جب کہ مکان خالی کر کے دوسری جگہ منتقل ہونا چاہتا ہے تو مکان کا قبضہ مالک مکان کو دیدے اور محمود کا بکر کو سو روپے ماہوار دینا یہ سود ہے لقول النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ رِبًا۔ نیز دوسری صورت بھی مشکوک ہے جو شرعاً ٹھیک نہیں فقط واللہ اعلم۔ عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی۔

مشک کے منہ سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں

سوال (۴۴۹) حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ حدیث میں نے مشکوٰۃ سے نقل کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پانی پینے سے آخر کیوں منع فرمایا؟ حدیث میں اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ سائل اشتیاق احمد کراچی

جواب (۴۴۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشک کے منہ سے پانی پینے کی اس وجہ سے ممانعت فرمائی ہے کہ مشک کو منہ لگا کر پانی پینے سے اندر کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ لوگ بے خبری میں پانی کے ساتھ کنکھجورے اور کن سلائیاں پی گئے ہیں اور دنوں پریشان زیر علاج رہے ہیں۔ اس وجہ سے یہ فرمایا کہ مشک کو منہ لگا کر پانی نہ پیو۔ برتن، کٹورے یا گلاس میں نکال کر پیو۔ اگر کوئی جانور یا ایذا دہندہ کوئی شے ہو تو وہ خارج کر دی جائے اور پھر پانی پیا جائے فقط واللہ اعلم

عبدالغفار سلفی غفرلہ۔

فتوی بابت خلع

سوال (۴۵۰) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ایسی عورت کے بارہ میں جو کہ اس کا اپنے خاوند کے ساتھ چند ایسے امور میں جھگڑا ہوا ہے جو اس کے خاوند سے صادر ہوئے اور اس کے متعلق چند ایسے اقوال کہدیئے جو آپس کی ناچاقی اور موجب طلاق بن سکتے ہیں اور وہ عورت خاوند کو شرعی ثالث کی طرف دعوت دیتی ہے اور خاوند شرعی ثالث کو مانتا نہیں ہے بلکہ اس نے ایک اور عورت سے نکاح کرلیا ہے اور وہ اپنے والد کے گھر معلقہ ہو کر بیٹھ گئی ہے۔ اور اس کا خاوند نہ اس کو خرچ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اور نہ شرعی ثالث تسلیم کرتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں عورت خلع کا مطالبہ کرے تو جائز ہوگا اور کیا خاوند کو خلع واجب ہوجاویگا۔ اور ایسی صورت میں عورت سے مال لیکر طلاق دینا اور شرعی ثالث نہ ماننا یا معلق بٹھا دینا اور خلع نہ کرنا اور نہ اسکو خرچ دینا اور اس حال پر چھوڑ دینا خاوند کے لئے جائز ہے۔ کیا ایسی صورت میں عورت اگر قانونی عدالت کی طرف رجوع کرکے اپنی گلوخلاصی کروائے یا کسی نیک عالم سے فسخ نکاح کا فتوی حاصل کرے تو شرعاً جائز ہوگا۔

(۱) کیا صورتِ مرقومہ میں خلع کا مطالبہ درست ہے؟

(۲) کیا خاوند پر اس صورت میں خلع واجب ہے یا نہیں؟

(۳) کیا اگر خاوند خلع پر راضی نہ ہو تو حاکم وقت سے یا کسی دیندار سے فسخ نکاح کا فتوی حاصل کرے تو شرعاً جائز ہوگا؟

(۴) کیا فسخ نکاح کی صورت میں مہر واپس کرنا پڑے گا یا بوجہ ظلم خاوند اور انکار فیصلہ شرعی کے مہر بھی واپس نہ کیا جاوے گا کیونکہ خلع تو ہوا نہیں بلکہ جبراً تنسیخ نکاح ہوا ہے۔

(۵) کیا مال جہیز جو خاوند کے گھر ہو وہ خاوند کے لئے جائز الاستعمال ہے یا خاوند کو شرعاً حلال نہیں؟

(۶) کیا اس صورت میں عورت مظلومہ ہے اور اس کی مدد ضروری ہے۔

از روئے شریعت مقدسہ بحوالہ کتب معتبرہ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیے۔

جواب (۴۵۰) (۱) اگر صورتِ سوال صحیح ہے تو خاوند ظالم ہے اس کو طلاق شرعی طریقہ سے دینے کا حکم ہے۔ اگر طلاق نہ دیوے تو حکومت کی طرف رجوع کرکے اس سے طلاق حاصل کرلیں۔ خلع تو تب ہو سکتا ہے کہ عورت نشوز کرے۔ اور عورت کا ظلم ہو تو وہ مہر اور خرچ شادی واپس کرکے طلاق حاصل کرے۔ لیکن

یہاں خاوند کا ظلم ہے۔ اب اگر عورت خلع کریگی تو اس مظلومہ کو مہر وغیرہ ناحق واپس کرنا پڑیگا یہ دوسرا ظلم ہوگا۔ ہاں اگر خاوند بغیر خلع طلاق نہ دے یا حکومت بغیر خلع عورت کا نکاح فسخ نہ کرے تب خلع کی صورت تجویز کریں۔ بہر صورت عورت متفردہ مظلومہ کی رہائی اس سے جلدی کرائیں معلقہ رکھنا جرم پر جرم ہے۔

(۲) خلع کا مطالبہ اس شرط سے درست ہے کہ بغیر خلع کے خاوند طلاق نہ دے ورنہ اس کو بغیر خلع کے خود طلاق دینا واجب ہے یا آباد کرنا ضروری ہے۔

(۳) اگر خاوند راضی نہ ہو تو حاکم عدالت کی طرف رجوع کرلیں۔ اگر کوئی عالم فیصلہ کریگا تو خاوند ظالم ہے اور مقدمہ بازی کرے گا جس سے فساد ہوگا اس لئے حاکم سے فیصلہ کرالیں۔ قانون نکاح فسخ کا حکومت میں موجود ہے۔ یہ فتویٰ درخواست سے منسلک کرکے نکاح فسخ کی درخواست دیں۔

(۴) خاوند ظالم ہے تو مہر واپس لے کر طلاق دینے کا حکم نہیں ہے۔ بغیر واپس مہر خاوند کو طلاق دینے کا حکم ہے۔ ہاں اگر اس کے ظلم سے رہائی ممکن نہ ہو تو پھر مجبوراً مہر وغیرہ واپس دیکر نکاح فسخ کرالیں۔ خلع عورت کا نافرمانی پر ہوا کرتا ہے۔

(۵) خاوند کے گھر میں جو جہیز عورت کا حق ہے وہ خاوند کو استعمال کرنا جائز نہیں بہتر ہے عورت کو واپس کردے۔ ہاں اگر خلع میں واپسی کی شرط سے طلاق واقع کی ہو تو پھر خاوند کا حق ہو جائیگا۔

(۶) بلاشبہ عورت مظلومہ ہے اس کی مدد نہایت ضروری ہے ورنہ تمام اقرباء و اہل محلہ اور خاوند اور اس کے خاندان کے لوگ مجرم ہوں گے اور قیامت کے دن پکڑے جائیں گے ظلم کے ہاتھ۔ اگر خاوند فیصلہ نہ کرے تو عدالت میں عورت کی امداد کرنا واجب ہے۔

عبدالقادر حصاری

طلاق ثلاثہ کے بارے میں استفسار

سوال (۴۵۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید نے کسی معمولی سی بات پر غضب ناک ہوکر اپنی بیوی کو ایک سانس میں تین طلاقیں کہہ ڈالیں۔ لیکن جب غصہ دور ہوا تو اپنے کئے ہوئے پر نادم ہوا اور چاہتا ہے کہ یہ طلاق نہ ہو اور اسے اپنی بیوی سے جدا نہ ہونا پڑے بنا بریں یہ استفسار ہے کہ آیا عند اللہ اور شرعاً اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ — جواب سے مطلع فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔ ازراہ کرم قرآن و سنت کے دلائل شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیں۔

قمرالدین رنچھوڑ لائن متصل بوہرہ پیر دودھ والی بلڈنگ ۱۵۲۴ کراچی

جواب (۴۵۱) صورت مسئولہ بالا میں واضح ولائح ہو شدید غصہ میں ایسا غصہ جو کہ انتہائی شدید ہو اور انسان کے اس غصہ میں ہوش باختہ ہو جاتے ہیں اور اس کو اپنے کئے کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کام کر چکنے کے بعد اس کو ہوش آتا ہے اور وہ اپنے اس کئے پر نادم ہوتا ہے۔ اتنا شدید غصہ تھا تو ایسے غصہ کی حالت میں شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حدیث میں ہے لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِي غِلَاقٍ قَالَ اَبُوْدَاؤدَ وَالْغِلَاقُ اَظُنُّهُ الْغَضَبُ یعنی غصہ میں طلاق نہیں ہوتی اور مجلس واحدہ کی تین طلاقیں بھی شرعاً ایک طلاق کے حکم میں ہیں جیسا کہ صحیح مسلم جلد اول صـ۴۷۷ میں مذکور ہے فقط۔ هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَكْمَلُ

بندہ عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی

کیا غلط بیانی سے طلاق دلوانے سے طلاق ہو جاتی ہے

سوال (۴۵۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا اپنی بیوی مسماۃ ہندہ سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ مسماۃ ہندہ خفا ہو کر غصہ میں اپنے بہنوئی عمر کے گھر پر چلی گئی۔ عمر نے مسماۃ کو سمجھانے کی بجائے اس کو اشتعال دلایا۔ اور کسی نیت کے تحت معاملہ کو خراب کرنا چاہا عمر نے یہ بھی غلط بیانی کی کہ ہندہ طلاق چاہتی ہے۔ الغرض زید نے مجبور ہو کر ایک کاغذ طلاق نامہ کا لکھ کر دیدیا۔ جب مسماۃ ہندہ کو معلوم ہوا کہ عمر نے اس طریقہ سے طلاق نامہ حاصل کر لیا ہے تو اس نے ناراضگی ظاہر کی اور اسکے مکان سے علیحدہ ہو گئی اور سخت پریشان ہے کیونکہ دونوں عمر رسیدہ اور آٹھ بچوں کے ماں باپ ہیں۔ مسماۃ ہندہ اس عدت میں اپنے خاوند سے بات چیت کرتی رہی اور دونوں مل کر زبانی بات چیت کرتے رہے۔ اب یہ مسئلہ باعث پریشانی ہے کہ۔

(۱) خاوند کی نیت طلاق دینے کی نہ تھی اور نہ ہے۔

(۲) مسماۃ ہندہ بھی طلاق لینا نہیں چاہتی تھی نہ اب چاہتی ہے۔

(۳) مسماۃ کے بہنوئی عمر نے سراسر دھوکہ کر کے اس پر دباؤ دیکر طلاق نامہ لکھوایا۔

(۴) طلاق نامہ لکھتے وقت نہ عورت کو روبرو کیا نہ زید نے منہ سے طلاق دینے کے الفاظ تین بار ادا کئے۔

براہ کرم از روئے شریعت محمدیہ جواب دیں کہ ایسی صورت مذکورہ بالا میں طلاق بائنہ واجب ہو گئی یا نہیں؟

(۲) کیا زید رجوع کر کے مسماۃ ہندہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

محمد شریف مشین مین۔ کورنگی کالونی کوارٹر ۴/۴۵۴۔ کراچی۔

جواب (۴۵۲) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ جب کہ خاوند کی نیت اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نہ تھی اور نہ ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور ھندہ بھی طلاق لینا نہ چاہتی تھی اور نہ ہی اب چاہتی ہے تو پھر طلاق کی واقعیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دھوکہ میں یا کسی قسم کا ناجائز دباؤ ڈال کر جو طلاق لکھوائی جائے وہ شرعاً کالعدم اور باطل ہے۔ ایسی صورت میں ھندہ پر طلاق بائنہ واجب نہیں ہوئی مسماۃ ھندہ کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے۔ زید کو چاہیئے آئندہ محتاط رہے فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالغفار سلفی غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دار السلام کراچی۔

انشورنس آفس سے ملی ہوئی تنخواہ حلال ہے یا حرام۔ زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟ جوتی پہنکر نماز پڑھنا صحیح مسئلہ ہے یا نہیں مسلک اہلحدیث میں بیعت کرنا کیسا ہے؟

سوال (۴۵۳) چند مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے فی سبیل اللہ جواب مطابق قرآن حدیث کے دیں گے۔

(۱) میرے ایک جاننے والے گورنمنٹ کے بیمہ (انشورنس) دفتر میں ملازم ہیں ان کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ اور زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟

(۲) آپ کے رسالہ جس کا نام ضرب الفاس ہے اس میں پڑھا ہے جوتے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن کیا وجہ ہے کسی بھی اہلحدیث کی مسجد میں جوتے پہن کر کوئی نماز نہیں پڑھتا کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

(۳) اہلحدیث مسلک میں بیعت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ امید ہے جلد جواب دینگے۔ اعیان احمد۔ آفس آف دی اکاؤنٹس آفیسر ٹیلیگراف

جواب (۴۵۳) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر اس میں سودی کاروبار ہے تو قطعاً حرام ہے لقولہ تعالیٰ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الخ اور اگر شبہات کی بنا پر سوال ہے تو بھی اس سے بچنا بہتر ہے اِتَّقُوا الشُّبُهَاتِ۔

اس کے متعلق ہمارے ہاں ایک رسالہ ملتا ہے جس کا نام ہی "بیمہ زندگی" ہے اس کو منگا کر پڑھ لیں اس میں اس کا پورا بیان ہے۔

بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جوتی پہن کر نماز پڑھی ہے۔ جوتی بشرطیکہ پاک صاف ہو یا نئی ہو تو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ جوتی میں نماز پڑھنے کا حکم وجوبی نہیں ہے

بلکہ جائز ہے پڑھ سکتا ہے۔ ہماری مسجد محمدی میں لوگ جوتی پہن کر نماز پڑھتے ہیں۔ آپ بھی تشریف لاکر پڑھ سکتے ہیں۔ اور ہر مسجد میں جوتی پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ قرآن و حدیث کے عمل پر نماز و روزہ کی پابندی پر اور دیگر مسائل پر مامور کا بیعت کرنا اور امیر کا بیعت لینا از روئے حدیث شریف جائز ہے۔ فقط

عبدالغفار السلفی نائب مفتی محمدی مسجد برنس روڈ۔ کراچی نمبر ۱

عورت کی دوسری جگہ شادی کرنیکے بعد اگر شوہر اوّل آجائے تو یہ زوجہ کسکی ہوگی

سوال (۴۷۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید انقلاب کے وقت پاکستان میں آکر ایک سال کے بعد ہندوستان چلا گیا اور وہاں جاکر زید نے اپنی لڑکی نابالغ کی شادی کر دی۔ شادی کرنے کے بعد زید مع اپنے اہل و اطفال کے پاکستان میں چلا آیا۔ اس وقت لڑکی کی عمر تقریباً دس گیارہ سال کی تھی کچھ عرصہ کے بعد زید قضاء الٰہی سے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد لڑکی جوان ہوگئی۔ کچھ دن کے بعد جس لڑکے کا نکاح اس سے ہوا تھا۔ وہ ہندوستان سے پاکستان چلا آیا سوٹ کپڑے لیکر چند افراد کے ساتھ آکر اپنی عورت کی والدہ کو دے کر مطالبہ کیا کہ مجھے لڑکی کا مُقلاوا دیدو۔ تو لڑکی کی والدہ نے جواب دیا کہ ایک سال بعد دونگی لیکن شرط یہ ہے کہ تم پاکستان چلے آؤ۔ جب تم بال بچے والے ہو جاؤ گے تو واپس ہندوستان چلے جانا۔ اس کے بعد جتنے دن لڑکا پاکستان میں رہا۔ اس کا برتاؤ اچھا رہا۔ کچھ عرصہ بعد لڑکا ہندوستان واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد لڑکے نے ہندوستان میں اور شادی کر لی۔ اس شادی کے معاملہ میں اس کے ساتھ مقدمہ بازی ہوگئی۔ لڑکا اور اس کے چار ساتھی کچھ مدت گرفتار بھی رہے۔ اور اس کے بعد باضمانت مقدمہ جاری رہا۔ بعد میں لڑکے کے بھائی کو لڑکی کی والدہ نے کہا کہ تم اپنے بھائی کو بلوالو کیونکہ میری لڑکی مدت کی جوان ہے اور لڑکا وہاں ہندوستان میں جاکر بیٹھ گیا تو اس کے بھائی نے لڑکے مذکور کو خط بھیجا کہ تم جلد از جلد آجاؤ اور آکر اپنی عورت کو لے جاؤ۔ لڑکے نے ہندوستان سے جواب دیا کہ میں نے فلاں شخص کی لڑکی سے شادی کر لی ہے اور اس شادی کی وجہ سے اب مقدمہ بازی جاری ہے۔ اس وقت مجھے پاکستان آنے سے مجبوری ہے جب مقدمہ کا فیصلہ ہو جائیگا تو میں ضرور آجاؤں گا۔ جب واپس جواب آیا تو معلوم ہوا کہ اُسنے ہندوستان میں اور شادی کر لی ہے۔ تو لڑکی کی والدہ نے جواب دیا کہ میں اب اسکو لڑکی نہیں دوں گی اور لڑکی نے جواب سن کر کہا کہ میرے خاوند نے دوسری شادی

کر لی ہے تو اب میں بھی کسی دوسری جگہ شادی کرا لوں گی۔ چنانچہ بار بار لڑکے کو خط بھیجتے رہے کہ تم جلد از جلد آؤ تو وہ بذریعہ خط جواب دیتا رہا کہ میں مقدمہ کے فیصلہ کے بعد آؤں گا۔ کچھ مدت بعد لڑکی کی شادی اس کے دوسرے ورثا نے دوسری جگہ کر دی۔ لڑکی کی شادی ہونے کے بعد اس لڑکے کا خط آیا کہ میں اب مقدمہ سے فارغ ہو کر آ رہا ہوں لہٰذا قابل دریافت مسئلہ یہ ہے کہ کیا وہ نکاح ثانی شرعاً درست ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح ثانی درست نہیں تو پڑھنے پڑھانے اور حاضرین مجلس کے نکاح قائم رہے یا نہیں؟ جواب بالتفصیل یا دلیل تحریر فرمائیں۔

عبدالحق دکاندار چک نمبر ۱۵ نمبر ۱۱۵ ایل تحصیل خانیوال ضلع ملتان

جواب (۴۵۴) اگر لڑکی مذکورہ کی وداع نہیں ہوئی تھی تو حالت نابالغی کے نکاح کا اختیار شرعاً لڑکی کو ہے چاہے قائم رکھے چاہے فسخ کر دے۔ اگر وداع ہو گئی تھی تو لڑکی مذکورہ اپنے پہلے شوہر کی بدستور زوجہ ہے کیونکہ شوہر اول کا برتاؤ اچھا تھا اور اس نے اس کو طلاق بھی نہ دی اور وہ ہندوستان سے برابر لکھتا رہا کہ مقدمہ کے فیصلہ کے بعد پاکستان آؤں گا لہٰذا لڑکی مذکورہ کا دوسرا نکاح جو کہ شوہر دوم سے ہوا ہے کالعدم اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام۔ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی عا

ایک سے زیادہ طلاق دینے کے بارے میں فتویٰ

سوال (۴۵۵) زید نے خانگی جھگڑے کی بنا پر، محرم کو ایک ہی دن میں لفظ طلاق اپنی زوجہ کے لئے آٹھ مرتبہ استعمال کیا۔ اب زید اس پر بیحد پشیمان ہے لہٰذا دونوں میاں بیوی اتفاق چاہتے ہیں اور آئندہ پرسکون زندگی گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ شریعت محمدیہ کا جو فتویٰ ہو تحریر کر دیا جائے فقط

محمد یوسف خان ولد عبدالغنی لطیف آباد سندھ۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

جواب (۴۵۵) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ زید نے اپنی زوجہ کو مجلس واحد میں کچھ طلاقیں دی ہیں جو شرعاً ایک طلاق کے حکم میں ہیں آئندہ خیال رکھنا ضروری ہے حدیث شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۷۷ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد رسالت و خلافت میں مجلس واحدہ کی تین طلاق ایک شمار ہوتی تھیں لہٰذا زید مذکور قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دار السلام کراچی ۱
۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

سوال (۴۵۶) زید نے اپنی بیوی کو ایک سال قبل خانگی جھگڑوں کی بنا پر ایک ہی روز میں تین طلاقیں دیدیں۔ بیوی اور خاوند کی صلح ہو چکی ہے۔ از روئے شریعت اسلامی (قرآن وحدیث) زید اپنی بیوی کو رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل محمد یوسف ولد کالے خاں۔ کورنگی ٹاؤن بی ۶۳۷ مکان
۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۶۱ء

جواب (۴۵۶) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا تھا مگر چونکہ اب عدت ختم ہو چکی ہے اس لئے بتجدید نکاح زوجہ مذکورہ کو اپنے نکاح میں لا سکتا ہے۔ حلالہ مروجہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ شرعاً یہ لعنت کا سبب ہے۔ حدیث شریف میں ہے قول ۱ کی دلیل عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَسَنَتَیْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً (صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۷) قول ۲ کی دلیل لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر العباد عبدالغفار سلفی غفر لہ نائب مفتی مدرسہ دار السلام۔ کراچی ۱

زبردستی کی تین طلاقوں کے بارے میں فتویٰ

سوال (۴۵۷) میری لڑکی کی جب شادی ہوئی تھی اس وقت اس کی عمر سات سال کی تھی۔ جب اس کی عمر ۱۳ سال ہونے کو آئی تو لوگوں نے بہت بہکایا کہ لڑکا بہت خراب ہے کمائی نہیں کرتا اس لئے اس لڑکی کو تم چھڑالو۔ اور لڑکا بہت نیک تھا نمازی پرہیزگار اللہ والا تھا۔ ہمارے بھائیوں کو بھی لوگوں نے بہکایا کہ لڑکا بہت خراب ہے۔ لڑکی کو چھڑالو۔ لڑکی کے والد کو ٹی بی کی بیماری تھی۔ وہ سنٹوریا ہسپتال میں داخل تھے۔ ان کے بعد کچھ جھگڑا ہوا۔ لڑکی کو جبراً گھر اُٹھا لیا لڑکا کہتا تھا کہ میں طلاق نہیں دوں گا۔ لیکن زبردستی اوپر والوں نے لڑکے سے ایک مجلس میں تین طلاق کا لفظ کہلوا کر چھڑا لیا اور اس کا گھر بگڑوا دیا۔ لڑکا اس وقت مسجد میں گیا۔ اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ انہوں نے میری بیوی چھڑوا دی ان سے بدلہ لے اللہ تو ہی ہے۔

طلاق سے چار مہینے بعد لڑکا پیدا ہو گیا۔ لڑکے نے آتے ہی بچہ کو سینے سے

لگالیا۔ کہنے لگا کہ اب میں علماء سے فتوٰی لیتا ہوں کہ یہ طلاق ہوئی ہے یا نہیں۔ تو ابھی تک کسی نے فتوٰی نہیں دیا جب سے وہ پریشان پھر رہا ہے۔ لڑکی بھی اس کے گھر بسنا چاہتی ہے۔ کہتی ہے مجھے کیوں چھڑا دیا اور اب اس کے بارے میں قرآن و حدیث سے فیصلہ کریں اور فتوی دیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی فقط والسلام

سائلہ جمیلہ بیگم کراچی

جواب (۴۵۷) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو اولاً تو شریعت کی رو سے جبراً قہراً طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ثانیاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ قبل از انقضاء عدت زید کو حق رجعت حاصل تھا۔ اب چونکہ وضع حمل کی وجہ سے عدت مذکورہ لڑکی کی ختم ہو چکی ہے لہٰذا بتجدید نکاح زید مذکور لڑکی مذکورہ کو اپنے گھر میں بسا سکتا ہے لقولہ تعالیٰ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ حلالہ کرنا کرانا شرعاً منع ہے۔ لعنت کا سبب ہے۔ حلالہ کرانے کی کوئی ضرورت نہیں فقط واللہ اعلم

احقر عبدالغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام۔ محمدی مسجد بنس روڈ کراچی

۱۲ر دسمبر ۱۹۶۱ء

طلاق ثلاثہ کے بارے میں فتویٰ

سوال (۴۵۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبدالحمید نے اپنی زوجہ مسماۃ شمس النساء عرف قمر کو خانگی جھگڑے کی بنا پر ایک وقت میں چھ سال قبل تحریری تین طلاقیں دیں۔ اب عبدالحمید پشیمان ہے اپنے کئے پر نادم ہے۔ اب چاہتا ہے کہ میں اپنی بیوی سے رجوع ہو سکتا ہوں یا نہیں بشرطیکہ حلالہ کرانے کی نوبت نہ آئے فقط

سائل عبدالحمید حیدرآباد سندھ بتوسط محمد علی صاحب

جواب (۴۵۸) صورت میں واضح ہو کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کرسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۷۷) مگر اب چونکہ ہندہ مذکورہ کی مدت عدت ختم ہو چکی ہے زید ہندہ کو بتجدید نکاح اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔ حلالہ کرنا کرانا شرعاً لعنت کا سبب ہے۔ حدیث شریف میں ہے لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ

وَالمُحَلَّلُ لَہٗ فقط واللہ اعلم

احقر عبدالغفار السلفی غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد
بنس روڈ۔ کراچی ۱؎

شریکِ سرمایہ و شریکِ محنت کی مشترکہ تجارت میں زکوٰۃ سرمایہ دار کے سرمایہ سے دی جائے یا دونوں کے منافع سے

سوال (۴۵۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور محمود دونوں مل کر تجارت کرتے ہیں۔ سرمایہ صرف زید کا ہے اور نفع گھاٹے میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔ اس تجارت میں علاوہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی طے ہے کہ شرع شریف کے حکم کے مطابق ایک سال پورا ہونے پر تمام سرمایہ کی زکوٰۃ دیجائیگی اور یہ زکوٰۃ میں دی ہوئی رقم اس مد میں لکھی جائے گی کہ جہاں کاروباری اور تمام اخراجات لکھے جاتے ہیں یعنی زکوٰۃ کی رقم صرف زید ہی کے سرمایہ میں سے نہیں بلکہ دونوں کے منافع میں سے دیجائے گی۔ ایسی صورت میں زید کے تمام سرمایہ کی زکوٰۃ شرع شریف کے حکم کے مطابق ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر ادا ہو جائے گی تو ثواب میں کسی قسم کی کمی تو واقع نہیں ہوگی فقط والسلام۔

سائل ایک شخص

جواب (۴۵۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر محمود اپنی خوشی سے زکوٰۃ کی ادائیگی پر رضامند ہو تو ٹھیک ہے ورنہ زید اپنے سرمایہ میں سے زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ تمام سرمایہ زید ہی کا ہے۔ زید تمام سرمایہ کا مالک ہے۔ اگر محمود زید کے سرمایہ میں نفع و نقصان کا شریک ہے تو محنت بھی تو کرتا ہے۔ زکوٰۃ کے معاملہ میں محمود پر جبر نہیں کیا جا سکتا ہے فقط واللہ اعلم۔

احقر العباد عبدالغفار السلفی نائب مفتی و مدرس مدرسہ دارالسلام
محمدی مسجد کراچی ۱؎ ۶ رجب ۱۳۸۱ھ ہجری

والدین کا شرکیہ نام رکھا ہوا بدلا جائے یا قائم رکھا جائے

سوال (۴۶۰) محترم مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد از سلام عرض ہے کہ مندرجہ ذیل فتوے کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ جواب جلدی۔

(۱) کیا غلام حسین غلام محمد نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ناجائز یا شرکیہ نام ماں باپ رکھ دیں تو ایسا نام بدل لینا چاہیئے یا نہیں جب کہ اس نے آپ خود ایسا نام نہیں رکھا۔

العاجز محمد حسین انصاری گورداسپوری۔ انصاری کلاتھ ہاؤس
بلاک ۲ مسلم بازار۔ سرگودھا۔ ۱۱ر نومبر ۱۹۶۱ء

جواب (۴۶۰) الجواب بعون الوہاب۔ غلام حسین۔ غلام محمد نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کے بجائے غلام اللہ یا غلام الرحمٰن، غلام الرحیم، غلام کبریا نام رکھنے بہتر ہیں۔

ماں باپ کا شرکیہ اور ناجائز نام رکھا ہوا بدل دینا جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوہریرہ کا نام عبد الشمس بدل کر عبد الرحمٰن رکھدیا تھا۔ عبد الشمس کا معنے ہے سورج کا بندہ۔ اس کا معنے ہے رحمان کا بندہ۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبد العزیٰ تھا۔ آپ نے عبد اللہ رکھدیا تھا۔ ابوبکر کنیت تھی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی لڑکی کا نام برہ تھا۔ آپؐ نے بدل کر زینب رکھدیا۔ آپ کی زوجہ مطہرہ کا نام برہ تھا آپؐ نے بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ اور حضرت عمرؓ کی صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا آپ نے بدل کر جمیلہ رکھدیا۔ ایک شخص کا نام اصرم تھا آپ نے بدل زرعہ رکھدیا ایک اور صحابی کا نام حزن تھا آپ نے بدل کر سہل رکھدیا۔ اسی طرح جس کا بُرا نام ہوتا تھا آپؐ اس کا نام اچھا رکھدیا کرتے تھے۔ آج بھی اگر کسی کا نام عبد النبی یا عبد الحسین علی بخش حسین بخش۔ پیر بخش۔ مدار بخش۔ سالار بخش۔ غلام محی الدین۔ غلام معین الدین یا لڑکیوں کے نام کنیز فاطمہ۔ غلام فاطمہ۔ امۃ الحبیب وغیرہ ہوں تو یہ نام تبدیل کر کے شرعی نام رکھے جائیں کیونکہ یہ سب شرکیہ کفریہ نام ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر عبد الغفار سلفی نائب مفتی محمدی مسجد۔ بنس روڈ۔ کراچی ۱
۱۰ر رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۸ر دسمبر ۱۹۶۱ء

تا ادائیگی قرض کے عوض میں کچھ رقم ماہانہ مقرر کر کے دینا جائز ہے؟

سوال (۴۶۱) زید ایک ہوٹل کا مالک ہے جسے اس نے بکر کو بارہ سَو روپے ماہانہ ٹھیکہ پر دے رکھا ہے۔ ٹھیکہ کی رقم میں سے زید تین سَو روپے جگہ کا کرایہ اور پانچ سَو روپے فرنیچر و کراکری وغیرہ پر خرچ کرتا ہے اور چار سَو روپئے اسے نقد دیتا ہے۔ بعد میں زید ایک دوسرے شخص عمر سے اس بات کا معاہدہ کرتا ہے کہ عمر زید کو آٹھ ہزار روپے کچھ مدت کے لئے (جیسے ۶ ماہ یا ایک سال) دے گا اور اسکے عوض ہوٹل سے جو آمدنی اخراجات نکال کر ہوتی ہے (یعنی چار سَو روپے) اُس کا

حقدار ہو گا اور یہ اس وقت تک وصول کرنے کا حقدار ہو گا۔ جب تک کہ زید عمر کے آٹھ ہزار روپے اسے واپس نہ کر دے۔ البتہ پانچ سو روپے مہینہ کی جو کراکری خریدی جائے گی اس کا مالک زید ہی رہے گا۔ کیا یہ معاملات اسلامی نقطہ نظر سے درست ہیں اور عمر جو آمدنی وصول کرنے کا حقدار ہو گا وہ آمدنی جائز ہے یا نہیں

سائل ایک شخص

جواب (۴۶۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورتِ مسئولہ میں واضح ہو کہ زید کا چار سو روپے ماہوار عمر کو نفع میں دینا شرعاً ناجائز ہے۔ چونکہ زید نے عمر سے قرض لیا ہے۔ اور حدیث میں ہے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا فقط واللہ اعلم

احقر عبدالغفار سلفی غفرلہ۔ مدرسہ دار السلام محمدی مسجد کراچی ۱۰

۶ رجب سنہ ۱۳۸۱ھ

کیا اہلحدیث کی نماز غیر اہلحدیث کے پیچھے ہو جاتی ہے

سوال (۴۶۲) ایک مسئلہ درج ذیل ہے۔ براہ کرم اسکا جواب فتویٰ مع دلیل لکھئے جیسا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مولوی صاحب سے دریافت فرما کر لکھیں گے یہ کہ یہاں پر اہلحدیث کوئی نہیں ہے۔ میرے مکان کے بالکل ہی سامنے مسجد ہے جہاں پانچ وقت اذان ہوتی ہے لیکن وہاں حنفی نماز ہوتی ہے۔ کیا میں حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں؟ کیا ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔ جمعہ کی نماز کا کیا کیا جائے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میرے گھر کے سامنے جو مسجد ہے اس میں کوئی باقاعدہ امام نہیں ہے۔ لوگ مجھے امام بناتے ہیں۔ میں نماز پڑھا دیتا ہوں لیکن حنفی طریقہ سے۔ کیونکہ اگر اہلحدیث کے طریقہ پر پڑھاؤں تو پھر فتنہ اور شر کا اندیشہ ہے۔ یہاں ابھی لوگ نہیں جانتے کہ میں اہلحدیث ہوں اس لئے وہ مجھے پیش امام بناتے ہیں۔ کیا میں اس طرح نماز پڑھاتا رہوں یا پھر نماز پڑھانا چھوڑ دوں اور گھر پر میں نماز پڑھ لیا کروں۔ براہ کرم جلد اس خصوص میں رہنمائی فرمائی جائے میں آپ کے جواب کا بے چینی سے منتظر ہوں فقط والسلام۔

نواب محی الدین خاں صاحب۔ ہیڈ ماسٹر ڈی بی مڈل اسکول غلام اللہ ضلع ٹھٹھہ

جواب (۴۶۲) اہلحدیث کی نماز غیر اہلحدیث کی اقتدا میں بہتر نہیں۔ اگر سنت اور صحیح مسلک واشاعت کی خاطر احناف کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے تو جائز کیا بلکہ ضروری ہے کیونکہ آپ احناف کی مسجد میں جاکر صحیح طریقہ کے مطابق صحیح وضو کریں گے پھر نماز سنت طریقہ کے مطابق آمین رفع یدین سے پڑھیں گے۔ مقلدین کو متبعین سنت

کی نماز کا علم ہوگا۔ وہ آپ سے دریافت کریں گے آپ نے آمین کیوں کہی؟ رفع یدین کیوں کیا آپ ان کو دلائل سے جواب دیں گے سننے والوں میں دس ہوں گے تو ایک تو آپ کا حامی بھی ہوگا۔ اس طرح آپ کا مسلک پھیلے گا۔ اگر اس پوری کارروائی کی ہمت اور جرأت نہ ہو تو پھر آپ اہلحدیث مسجد کے بنانے کی الگ کوشش کریں اور تا قیام مسجد اپنی نماز گھر پر پڑھیں کیونکہ جو شخص فرضیت فاتحہ خلف الامام کا قائل و عامل نہ ہو اور صحیح احادیث کو نہ مانے، فرمان رسول پر اپنے مذہب کو مقدم سمجھے اور منکر حدیث ہو تو اس کی امامت اور اقتدا تو کیا اس کا تو اسلام بھی خطرے میں ہے۔ آپ اپنے مذہب مسلکِ حقہ اہلحدیث پر پختگی سے قائم رہیں۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں فقط واللہ اعلم

احقر العباد عبدالغفار سلفی غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی ۱؎

ورثہ کے متعلق سوال

سوال (۴۶۳) بخدمت جناب حضرت مولانا عبدالستار صاحب السلام علیکم ایک شخص مبلغ ساڑھے تین ہزار روپے چھوڑ کر فوت ہوا ہے۔ اس شخص کے پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب سے یہ معلوم کرتا ہوں کہ اس ساڑھے تین ہزار روپے کو کس طرح تقسیم کرنا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں میں کیا کیا رقم تقسیم کی جائے فقط والسلام ان میں کوئی اور حقدار نہیں ہے۔ انہیں پر تقسیم کرنا ہے۔

احقر محمد عبداللہ۔ بمبئی بازار۔ کراچی

جواب (۴۶۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو فوت شدہ کے ترکہ کی رقم میں سے ہر ایک لڑکے کو چارسو سینتیس روپے آٹھ آنے اور ہر لڑکی کو دوسو اٹھارہ روپے بارہ آنے از روئے فرائض ملیں گے فقط واللہ اعلم

عبدالغفار سلفی غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی ۱؎

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۶۲ء

کیا عدالت سے نکاح فسخ شدہ عورت دوسری جگہ عقد ثانی کر سکتی ہے

سوال (۴۶۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائلہ مسماۃ فاطمۃ النساء دختر عابد علی ساکن پارسی کالونی کراچی کا عقد ہمراہ مسمی منور خاں ولد فروز خاں ساکن کراچی سے عرصہ قریب پانچ سال گذرا کراچی میں ہوا۔ اور منور خاں شوہر مذکور نے سائلہ کو اذیتیں پہنچائیں جسکا دعویٰ سائلہ نے عدالت مجاز میں کیا۔ اور عدالت مجاز جناب احسان الحق صاحب قریشی ایڈیشنل جج نے ۴ نومبر ۱۹۶۱ء فیصلہ کرتے ہوئے

سائلہ کا نکاح منور خاں مذکور سے فسخ فرمادیا۔ اب سائلہ شرعی طور پر ایام عدت پورے کر رہی ہے۔ آپ شریعت کی رو سے فرمائیں کہ آیا سائلہ بعد ایام عدت نکاح ثانی کر سکتی ہے فقط۔

مسماۃ فاطمۃ النساء دختر عابد علی ساکن پارسی کالونی کراچی پلاٹ ۱۳۱ ؁ ۱۰ کراچی

جواب (۴۶۴) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ قاضی نے اگر شرعی طور پر طلاق دلوادی ہے تو تین ماہ عدت گذار کر مسماۃ مذکورہ عقد ثانی کر سکتی ہے لقولہ تعالیٰ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ فقط واللہ اعلم بالصواب

عبدالغفار السلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی ۱؁

حلالہ۔ تقلید۔ بیمہ زندگی جائز ہے یا نہیں۔ ایک وقت کی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں۔ مفقود الخبر کی اہلیہ کب تک ٹھیری رہے۔ نابالغہ کا نکاح کس حد و میں جائز ہے۔ کیا بیعت کرنا ضروری ہے

سوال (۴۶۵) گرامی قدر جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مندرجہ ذیل مسائل حل طلب ہیں۔

(۱) حلالہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تقلید جائز ہے یا نہیں؟

(۳) طلاق ثلاثہ بیک وقت یعنی ایک ہی مجلس میں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟

(۴) بیمہ زندگی جائز ہے یا نہیں؟

(۵) مفقود الخبر کی اہلیہ کب تک ٹھیری رہے؟

(۶) نابالغہ کا نکاح موجودہ وقت میں کس حدود میں جائز ہے؟

(۷) بیعت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

بینوا بالبرہان توجروا عند الرحمٰن

المستفتی محمد حسین مدرس جامعہ اسلامیہ گوادر۔ مغربی پاکستان

۴ شعبان ۱۳۸۱ھ

جواب (۴۶۵) (۱) حلالہ مروجہ شرعاً منع ہے۔

(۲) تقلید شخصی ناجائز ہے۔

(۳) طلاق ثلاثہ بیک وقت ایک ہی مجلس میں ایک طلاق کے برابر ہیں۔

(۴) بیمہ زندگی ناجائز ہے۔

(۵) مفقود الخبر کی اہلیہ چار سال انتظار کرے۔
(۶) نابالغی کے نکاح کا اختیار شرعاً لڑکی کو ہے قائم رکھے یا فسخ کردے۔
(۷) بیعت ہر مسلمان کو کرنا ضروری ہے مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِی عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیتَۃً جَاہِلِیَّۃً فقط

عبد الغفار سلفی غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دار السلام محمدی مسجد کراچی ۱۲

تہمت کی بریت میں حلف اٹھوا کر جھٹلانے والے کے ذمہ کیا ہے

سوال (۴۶۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائل نے ایک مسماۃ کی جانب سے غلط تہمت اور بہتان سے بریت ثابت کرنے کے لئے مسماۃ مذکورہ کے مقررہ حکم کے مطالبہ پر مسجد میں قرآن حکیم ہاتھ میں لے کر حلف شرعی اٹھایا۔ اور مدعیہ کی تہمت طرازی اور بہتان سے خانۂ خدا میں خدا کو گواہ کر کے صحیح طور پر انکار کیا لیکن اس مطالبہ حلف کی تکمیل کے باوجود حکم مذکور جو مسلمان ہے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے یہ الزام عائد کر رہا ہے کہ سائل نے جھوٹا قرآن اٹھایا ہے۔
اندریں صورت شریعت کا سائل کی بریت اور حکم مذکور کے تعمل کے بارے میں کیا حکم ہے جواب با صواب سے اطلاع دیں فقط

سائل محمد احمد معرفت محمد تقی تو لئے والے کراچی

جواب (۴۶۶) صورتِ مسئولہ میں واضح ہو کہ جنہوں نے حلف کا مطالبہ کیا تھا ان کے مطالبہ کے مطابق جب کہ زید نے حلف اٹھا لیا تو ان کو یقین کرنا چاہئے۔ اگر وہ حلف کا یقین نہیں کرتے تو ثبوت ان کے ذمہ لازم ہے فقط واللہ اعلم

احقر عبد الغفار سلفی غفرلہ ۔ ۸ر فروری ۱۹۶۲ء

فصل کی زکوٰۃ ادائیگی قرضہ کے بعد دیجائے یا پہلے

سوال (۴۶۷) جناب محترم امام صاحب مدظلہ السلام علیکم۔ میری طرف قرضہ گیارہ سو روپے ہیں۔ فصل میرے پاس آئی ہے۔ ۲۷ من مونجی دھان نہری پانی کی اور چھ سیر چاندی اور میری دوسروں کی طرف اُدھار ہے ۸۴۰ روپے۔ اب مہربانی کر کے یہ تحریر فرمائیں کہ مونجی پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ اس صورت میں میری طرف قرضہ ہے گیارہ صد روپے۔ اب فصل میں سے پہلے قرضہ ادا کروں اور بعد میں زکوٰۃ نکالوں یا قرضہ سے پہلے فصل کی زکوٰۃ نکالوں۔

سائل بشیر احمد گریلہ ضلع لاڑکانہ سندھ

جواب (۴۶۷) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر فصل اٹھاتے ہی قرض خواہ کو قرض ادا کر دے تو باقی ماندہ میں زکوٰۃ دینی پڑے گی اور اگر قرض خواہ کو نہ دے تو ساری پیداوار کی زکوٰۃ دینی ہوگی فقط واللہ اعلم

احقر عبدالغفار سلفی خادم دارالافتاء مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی

غصہ کی تین طلاقوں کے متعلق استفسار

سوال (۴۶۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں سخت غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دیدیں۔ مسماۃ کو پانچ ماہ کا حمل بھی تھا۔ ان طلاقوں کو ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ قرآن وحدیث کا جو فیصلہ ہو تحریر فرمایا جائے۔ سائل یوسف داؤد۔ کراچی

جواب (۴۶۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً (صحیح مسلم شریف جلد اول ص۴۷۷) اب چونکہ عدت ختم ہو چکی ہے کیونکہ حاملہ کی مدت عدت وضع حمل ہے تو بتجدید نکاح اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے فقط واللہ اعلم۔

احقر عبدالغفار سلفی خادم دارالافتاء مدرسہ دارالسلام کراچی ۱۰

سورۂ اخلاص کی اوّل دو آیتوں کو ایک سانس میں پڑھا جائے یا دو میں؟

سوال (۴۶۹) حضرت علماء دین وائمہ قرأت سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ کو جب الگ الگ دو سانسوں میں پڑھے جائیں تو تو اَحَدٌ کے دال کو ساکن کر کے یہاں پر وقف کر لیا جاوے گا اور دوسرے سانس لے کر اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ سے شروع کیا جاوے گا۔ لیکن عرض یہ ہے کہ اگر ایک سانس میں پڑھے یعنی اَحَدٌ پر وقف نہ کرے تو تجوید کے قاعدہ کے مطابق یہاں کس طرح پڑھا جائے زید کا کہنا ہے کہ اگر یہاں پر ایک ہی سانس میں پڑھی جاوے تو تجوید کے قاعدہ کے مطابق اَحَدٌ کی دال کے بعد ایک نون قطنی ملا کر پڑھی جاوے گی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدُ ۝ نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ یہ صحیح ہے۔ اور عمر کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جب یہاں پر نون لکھا ہوا نہیں ہے تو اس طرح پڑھنا کیسے صحیح ہوگا یہ بالکل غلط ہے۔ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمر کا کہنا صحیح ہے؟

تجوید کے قاعدے اور دلائل کے مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں نوازش ہوگی

جواب (۴۶۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ سورۃ اخلاص کی آیات چار ہی ہیں۔ اس کی تلاوت کا مسنون طریقہ وہی ہے جو نبی علیہ السلام سے ثابت ہے یعنی ہر آیت پر آپ وقف فرمایا کرتے تھے۔ نون قطنی وغیرہ لگا کر پڑھنا سنت طریقہ کے خلاف ہے۔ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ جلد ثانی صفہ ۹ پر نبی علیہ السلام کی تلاوت قرآن اور قرأت کا ذکر فرماتے ہیں ثُمَّ يُرَتِّلُ سُوْرَةَ الْفَاتِحَةِ وَسُوْرَةً مِّنَ الْقُرْاٰنِ تَرْتِيْلًا يَمُدُّ الْحُرُوْفَ وَيَقِفُ عَلٰى رُءُوْسِ الْاٰيَاتِ یعنی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ اور دیگر سورتوں کو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور حروف کو کھینچ کر پڑھتے تھے اور ہر ایک آیت پر وقف کرتے۔ نیز شیخ الاسلام حضرت علامہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد فی ہدیٰ خیر العباد جلد اول صفہ ۹۱ میں فرماتے ہیں کہ افضل اول ارجح اور اتباع نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہی ہے کہ بوقت تلاوت ہر ایک گول آیت پر وقف کرے اگرچہ مابعد کے ساتھ تعلق کیوں نہ ہو۔ محی السنہ امام الموحدین حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایۃ النبی میں اور شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے شرح فارسی مشکوٰۃ اور شرح سفر السعادت میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ بس عامل سنت کے لئے اتنا ہی کافی ہے[۱] فقط۔ احقر عبد الغفار سلفی عفر لہ نائب مفتی مدرسہ دار السلام محمدی مسجد

برنس روڈ۔ کراچی ۱ فون نمبر ۵۳۷۸۹

الجواب۔ چونکہ سورۂ اخلاص کی چار آیتیں ہیں اس واسطے اَحَدٌ پر آیت کر کے اَللّٰهُ الصَّمَدُ سے شروع کرے۔ نون قطنی لگا کر اور قاعدہ نحوی کو دخل کرنا غیر مناسب ہے۔

عام لوگ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ پڑھتے ہیں اور تجربہ بھی اس طرح ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ نون قطنی داخل کیا جائے۔ اگر نون قطنی کسی قرأت میں ہے تو یہاں وہ قرأت نہیں ہے۔ اگر نون قطنی داخل کرنے کا حق ہے تو سورت کے آخر وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ پڑھو۔ واللہ اعلم

قاضی زین العابدین صدر مدرس مدرسہ آرام باغ کراچی ۱

زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟

سوال (۴۷۰) اپنی زندگی کا بیمہ (انشورنس) کرانا کیسا ہے

[۱] مسئلہ ہذا کی مزید تحقیق تفسیر سورۂ فاتحہ بنام تفسیر ستاری میں ملاحظہ ہو ۱۲ ص

سائل قدیر احمد (صاحب) بھاولنگر

جواب (۴۷۰) بیمہ وغیرہ کرانا شرعاً ثابت نہیں۔ چونکہ کمپنی منافع سود سے دیتی ہے لہٰذا سود سے بچنے کے لئے اس میں حصہ ہی نہیں لینا چاہئے اور سود قطعاً حرام ہے اور ان سب صورتوں میں سود ہے جس سے بچنا لازمی ہے۔

عبدالغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی ۱

فطرہ وچرم قربانی کی رقم کا مصرف کیا ہے۔ گائے کی قربانی میں سات سے کم حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔ بوقت دفن میت مٹی ہاتھ میں لیکر منہا خلقنا کم الخ پڑھ سکتے ہیں۔ امام مسجد کی تنخواہ مقرر ہو سکتی ہے

سوال (۴۷۱) (۱) فطرہ و قربانی کی رقم میں سے امام مسجد کو حصہ دے سکتے ہیں؟

(۲) اور مسجد و کنویں کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

(۳) گائے کی قربانی میں سات سے کم حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں؟

(۴) میت کو دفن کے وقت مٹی ہاتھ میں لے کر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ الخ پڑھ سکتے ہیں؟

(۵) مسجد کے امام کی تنخواہ مقرر ہو سکتی ہے؟

سائل منشی افسر الدین۔ مقام ریٹیاپوتا۔ ڈاک خانہ مغل ہاٹ ضلع رنگپور

جواب (۴۷۱) (۱) فطرہ اور چرم قربانی مساکین کا حق ہے۔ اگر امام مسجد و امام عیدین مستحق ہیں تو حسب گنجائش دیا جاسکتا ہے۔ امام مسجد کے لئے کوئی حصہ مقرر کرنا شرعاً ثابت نہیں۔

(۲) فطرہ اور چرم قربانی کی رقم میں سے مسجد و کنویں کی تعمیر میں اس وقت خرچ کیجا سکتی ہے جب کہ عام چندہ وصدقہ کی رقم جمع کرنے کی مسلمانوں میں گنجائش نہ ہو اور مسلمان پریشان ہوں ورنہ عام چندہ یا کوئی ذاتی رقم سے تعمیر کرائے تو بھی اچھا ہے۔

(۳) گائے کی قربانی میں ایک سے لے کر سات حصہ تک برابر کی رقم سے شریک ہونا جائز و درست ہے۔

(۴) قبر میں میت کو اُتارتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ الخ پڑھنا جائز و درست ہے۔ اور مٹی ڈالتے وقت صرف لفظ بسم اللہ کہنا کافی ہے۔

(۵) نماز پڑھانے پر تنخواہ مقرر کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ ہاں پیش امام ضرورت مند، عیالدار ہے تو بطور امداد اس کے ساتھ ہر ماہ سلوک کرنے میں کوئی

حرج نہیں بلکہ ضروری ہے۔

عبدالغفار سلفی نائب مفتی محمدی مسجد۔ بنس روڈ۔ کراچی ۱

نماز میں سورۂ فاتحہ کے متعلق سوالات۔ کیا حضورؐ نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں

سوال (۴۷۲) (۱) بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟
(۲) کسی صحابی یا ان کے زمانے کے کسی فرد سے سورہ فاتحہ کا نہ پڑھنا ثابت ہے؟
(۳) کیا امام کی قرآت مقتدی کے لئے کافی ہے؟
(۴) نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ تو افل وسنن کے ترک پر گناہ تو نہیں؟

سائل بدرالدین معرفت حاجی ولی محمد چپلی میکر بازار چارسدہ۔ ڈاکخانہ چارسدہ ضلع پشاور

جواب (۴۷۲) (۱) بغیر سورہ فاتحہ نماز نہیں ہوتی خواہ امام ہو یا مقتدی۔
(۲) کسی صحابی یا ان کے زمانہ کے فرد سے فاتحہ نہ پڑھنا ثابت نہیں۔
(۳) امام کی قرآت علاوہ سورہ فاتحہ کے مقتدی کو کافی ہے۔
(۴) نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک نہیں کیں۔ دیگر سنن کا ترک ثابت ہے۔ نوافل وسننِ صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں

کیا اجرت علی الامامۃ جائز ہے؟ کیا نکاح سے پہلے طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال (۴۷۳) (۱) اجرت علی الامامۃ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ دلائل شرعیہ کی رو سے مفصل جواب دیں۔
(۲) ہدایہ ص ۳۶۵ باب الایمان فی الطلاق میں اول مسئلہ اذا اضاف الطلاق الی النکاح وقع عقیب النکاح الخ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے لئے دلیل تو حدیث شریف لَاطَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ لیکن شعبیؒ اور زہری نے جو تاویل کی ہے کہ یہ محمول علی التنجیز ہے تو اس تاویل کے لئے کوئی حدیث باعث او مرجح ہے یا نہیں اور آپ کے نزدیک کونسی رائے قابل عمل ہے۔

سائل سید عبدالسلام پوسٹ رستم ضلع مردان

جواب (۴۷۳) (۱) اجرت علی الامامۃ جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ نذیریہ جلد ثانی

باب الاجارہ میں دلائل موجود ہیں۔

(۲) لا طلاق قبل النکاح کے مطابق امام شافعی کا مسلک ٹھیک ہے مؤولین کی تاویل بمقابلہ حدیث ناقابل قبول ہے فقط

عبد الغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دار السلام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی ۱؎

ار محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶ر جون ۱۹۶۲ء

سورتوں کا جواب دینا کیسا ہے۔ جمعہ نہ ملنے پر ظہر باجماعت ادا کرے یا علیحدہ۔ بلا عذر جمعہ چھوڑنے کی کیا سزا ہے؟

سوال (۴۷۴) (۱) سورۂ اعلیٰ و سورۂ غاشیہ کا جواب دینا کیسا ہے؟

(۲) جس کو جمعہ نہ ملے وہ ظہر باجماعت ادا کرے یا علیحدہ پڑھے؟

(۳) بلا عذر جمعہ چھوڑنے والے کے لئے کیا سزا ہے؟

احمد عبد اللہ

جواب (۴۷۴) (۱) سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ وغیرہ کے جوابات دینا مشروع ہیں۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ و فتاویٰ نذیریہ و قرآن مجید مترجم مسنون قرأت والا

(۲) حدیث شریف میں صرف اتنا ہی آیا ہے کہ جس کو جمعہ نہیں ملا وہ ظہر ادا کرے باجماعت پڑھنے کی نفی کسی حدیث میں نہیں ہے۔

(۳) بغیر عذر شرعی جمعہ چھوڑنے والے پر شریعت نے جرمانہ لگایا ہے وہ ادا کرے۔ اور اگر عذر شرعی ہے تو گھر میں ظہر ادا کرلے۔

عبد الغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دار السلام محمدی مسجد برنس روڈ کراچی ۱؎

باپ کی بلا اجازت اگر ماں اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح پوشیدہ طور سے کردے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟

سوال (۴۷۵) لڑکی بالغہ کا نکاح اس کی والدہ نے بغیر لڑکی کے والد کی اجازت کے پوشیدہ طور سے زید سے کردیا۔ نکاح کے وقت زید کے عقیدہ کا بھی علم نہ تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ زید بدعتی اور مشرک ہے۔ رسول اللہ کو بشر کہنے والے کو کافر کہتا ہے اور لڑکی موحدہ ہے۔ تین چار ماہ کے بعد لڑکی اپنے والدین کے ہاں آگئی۔ وہیں اسکے ہاں بچہ بھی پیدا ہوگیا ہے۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اب لڑکی کیا کرے؟

۱؎ تفسیر ستاری پارہ تین میں مفصل بیان پڑھئے ۱۲ ص

سائل عنایت اللہ سندھو سنکہ کروکے کھیتالی ڈاک خانہ ٹھٹھہ مانک
براستہ نوشہرہ درکاں ضلع گوجرانوالہ

جواب (۴۷۵) لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ کے تحت یہ نکاح نہیں ہوا شرعاً عورت ولی نہیں ہوسکتی لہٰذا کسی موحد سے دوسرا نکاح کیا جائے ولی والد کی اجازت سے۔

عبدالغفار عفرلہ نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی ۱

ضعیف حدیث قابل عمل ہے یا نہیں؟ کیا والدین کے کہنے پر مذہب اہلحدیث چھوڑ دیا جائے؟

سوال (۴۷۶) (۱) کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق سنا ہے کہ وہ کمزور حدیث پر بھی عمل کرتے تھے۔

(۲) میں ابھی نیا اہلحدیث ہوا ہوں۔ والدین اہلحدیث مذہب چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں تو کیا میں رفع الیدین چھوڑ دوں پھر کرنا شروع کردوں گا۔

سائل عبدالقیوم ۔ فریر روڈ ۔ کراچی۔

جواب (۴۷۶) (۱) ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے۔

(۲) نبی علیہ السلام کا فرمان ہے مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِي فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ یعنی سنت پر مضبوطی سے عمل کرتے رہنے کی حدیث میں تاکید ہے خصوصاً جب کہ لوگ اس پر عمل نہ کرنے دیں بلکہ فساد کریں ایسے وقت تو ضرور ہی عمل کرنا چاہئے۔

بیوی کو طلاق اور اپنے پر حرام کر لینے کے بعد بھی رجوع ہوسکتا ہے؟

سوال (۴۷۷) زید نے ہندہ زینب کو وقت واحد میں تین طلاق دیدی ہے اور یہ بھی کہا تو مجھ پر حرام ہے اور آئندہ میرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر زید و ہندہ زینب دونوں عقد کرنا چاہیں تو شرعی طور پر کیا صورت ہوسکتی ہے۔ دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

محمد سرور ولد صوبے خاں قوم راجپوت معرفت قاری تاج محمد صاحب
صدر مدرس۔ اسٹیشن عبدالحکیم ضلع ملتان ۱۸ محرم ۱۳۹۲ھ

جواب (۴۷۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ بالا میں واضح باد کہ

اگر ہندہ مسماۃ زینب کی عدت گذر گئی ہے تو زید تجدید نکاح سے مسماۃ کو اپنے گھر لا سکتا ہے اور اگر عدت نہیں گذری تو بغیر تجدید نکاح کے رجوع ہو سکتا ہے لقولہ تعالیٰ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا (پ ۲ رکوع ۱۳)

عبدالغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی ۲

میت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے، اچانک موت آجانے عقیقہ میں سات حصے ہونے اور تراویح و تہجد کے بارے میں سوالات

سوال (۴۷۸) (۱) میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا کیسا ہے

(۲) اچانک موت کے بارے میں حدیث میں کیا آیا ہے؟

(۳) کیا عقیقہ کی گائے میں سات حصے ہو سکتے ہیں؟

(۴) تراویح و تہجد ایک ہیں یا دو؟

(مولوی) محمد موسیٰ اوڈ مقام کالونی ۲ ہوٹل صابری ڈاک خانہ خاص ضلع جیکب آباد - گدو بیراج

جواب (۴۷۸) (۱) میت کو نکال کر قبر درست کر کے یا دوسری جگہ دفن کر سکتے ہیں۔

(۲) اچانک موت کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ مومن کے لئے رحمت ہے اور کافر و منافق کے لئے باعث عذاب ہے۔

(۳) عقیقہ کے لئے گائے میں سات حصے ہو سکتے ہیں ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔

(۴) تراویح و تہجد ایک ہی ہے۔ رمضان میں علیحدہ علیحدہ پڑھنی نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں۔

عبدالغفار سلفی نائب مفتی مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی ۲

۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۶۲ء

یوم النحر میں کونسا عمل محبوب ہے۔ عاشق کے کیا معنے ہیں؟

سوال (۴۷۹) (۱) یوم النحر میں خدا کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟

(۲) عاشق کے کیا معنی ہیں؟

سائل رحمت اللہ ولد ہیرا دوکاندار چک نمبر ۲۸۱ ر ب ڈاک خانہ خاص ضلع لائلپور براستہ بگار نا

جواب (۴۷۹) (۱) یوم النحر میں خون بہانے سے بڑھ کر اللہ کو کوئی عمل محبوب نہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۲) عاشق بمعنی محبوب ہے۔ آپ اللہ کے محبوب و پیارے تھے۔ اس معنیٰ کی رو سے گلشن غفاری میں عاشق لکھا گیا ہے اور بدعتی جس معنیٰ کی رو سے کہتے ہیں وہ غلط ہے۔

عبدالقہار معاون نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۱۸ ؎ ۱۸ محرم ۱۳۸۲ھ

نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز ہوتی ہے یا نہیں

سوال (۴۸۰) جب کہ کوئی شخص سورۂ فاتحہ نماز میں نہیں پڑھتا تو اس کی نماز نہ ہوئی تو کیا وہ کافر مشرک ہوا؟

(حافظ) محمد موسیٰ بغلانی چوٹی بالا۔ ڈاک خانہ چوٹی زیریں ضلع ڈیرہ غازی خان

جواب (۴۸۰) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بات فرمائی ہے اتنی ہی کہنی چاہیئے۔ سورہ فاتحہ بغیر نماز نہیں ہوتی اور بس۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی

۲۴ جون ۱۹۶۲ء

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۴۸۱) ایک وقت میں تین طلاقوں کا کیا حکم ہے؟

عبداللہ تلک چاڑی دھرم داس مولچند اینڈ کمپنی۔ حیدرآباد سندھ

جواب (۴۸۱) صحیح حدیث میں مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں۔ شوہر عدت کے پورا ہونے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی۔ ۲۴ جون ۱۹۶۲ء

اولاد میں ایک کے ساتھ زیادہ سلوک کرنے، پراویڈنٹ پر زکوٰۃ کے بارے میں فتویٰ کیا ٹیکس کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟ مسئلہ کی تحقیق

سوال (۴۸۲) (۱) باپ کی کئی اولاد حیات ہیں لیکن صرف ایک بیٹے کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

(۲) جن لوگوں کو کمپنیاں پراویڈنٹ فنڈ مرنے کے بعد ادا کرتی ہیں یا چھانٹی کرنیکے

بعد دیتی ہیں اُن لوگوں پر زکوٰۃ ہے؟
(۳) مثلاً زید صاحب زکوٰۃ ہے۔ اب اُس پر کمپنی نے یا حکومت نے یا ڈسٹرکٹ بورڈ والوں نے ٹیکس ایک سو روپیہ لگا دیا ہے جب کہ زکوٰۃ بھی سو روپیہ تھی کیا یہ زکوٰۃ ادا ہوگئی ہے یا نہیں؟
(۴) قربانی کے جانوروں میں لفظ مُسِنَّہ پر تحقیق منظور و مطلوب ہے۔ مہربانی کر کے اس مضمون کو صحیفہ اہلحدیث میں جگہ دیں۔ قربانی کے جملہ مسئلہ کو خصوصاً مسنہ کو خوب واضح کر کے تحریر فرماویں۔
(۵) کتاب خلافت معاویہ و یزید مؤلفہ محمود احمد عباسی مکتبہ محمود ۲۶ بی ایریا (لالوکھیت) لیاقت آباد کراچی کیسی کچھ کتاب ہے آپ نے ثابت کیا تفسیر ابن جریر والا شیعہ تھا۔ واللہ اعلم۔
(۶) رکوع والی رکعت پر آپ مفصل مضمون لکھیں یا کوئی رسالہ لکھیں ضرور مہربانی کرنا
از (مولانا) محمد عبداللہ شاہ صاحب ہلکسر ضلع جہلم

جواب (۴۸۲) (۱) باپ کی مرضی پر منحصر ہے جب تک زندہ ہے باپ کو اختیار ہے جتنا چاہے بیٹے کو بطور سلوک کے دیدے۔ ہاں مرنے کے بعد ورثہ تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
(۲) کمپنی میں گویا رقم بطور امانت ہے۔ چونکہ اس رقم کے وہ ملازمین لوگ مالک ہیں لہٰذا مال ملکیت پر زکوٰۃ فرض ہے ادا کرنی ہوگی۔
(۳) حکومت کے ٹیکس سے زکوٰۃ کا کوئی تعلق نہیں۔ زکوٰۃ تو دینی ہی پڑے گی۔
(۴) مُسِنَّہ دو دانت والے جانور کو کہتے ہیں۔ قربانی کے جانور کیلئے سال وغیرہ کی قید نہیں ہے۔ گذشتہ سالوں کے صحیفہ اہلحدیث میں مضمون ہذا شائع ہو چکا ہے۔ مزید اپنے وقت پر شائع ہو جائے گا انشاء اللہ۔
(۵) یہ مغالطہ ہے۔ ابن جریر نامی ایک شخص شیعہ بھی ہوا ہے۔ لیکن امام ابن جریرؒ جو کہ تفسیر ابن جریر کے مصنف ہیں شیعہ نہیں ہیں۔ یہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے جس کی تفصیل دیکھنی منظور ہو تو تفسیر ستاری کی سورہ فاتحہ کا ص ملاحظہ ہو۔
(۶) بہت اچھا آپ کے اس مفید مشورہ کے ہم مشکور ہیں۔ انشاء اللہ طبع کرانے کی کوشش کرینگے۔ فی الحال دہلی مدرسہ دار الکتاب و السنہ صدر بازار منڈی پان مولانا عبدالواحد صاحب سے رکوع کی رکعت کا رسالہ مصنفہ مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی منگا کر ملاحظہ فرما سکتے ہیں فقط والسلام
عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی ۱
۱۷ محرم ۱۳۸۲ھ

مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دینے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں حالتِ حمل میں زانیہ کو حد لگانا اور اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ نماز جمعہ کے لئے مستقل امام ایک ہو یا ایک سے زیادہ

سوال (۴۸۳) (۱) زید ہندوستانی کے ساتھ ہندہ پاکستانی کا نکاح ہو چکا تھا۔ بعدہٗ ایک سال کے وہ زید ہندوستان چلا گیا اور اس کا نان و نفقہ کے لئے کچھ دے گیا تھا۔ پھر چھ سال کے بعد زید نے اس ہندہ کے رشتہ داروں کے پاس ایک خط لکھا کہ اگر ہندہ مجھے کل مہر معاف کر دے تو میں اس خط کے ذریعہ ایک طلاق دو طلاق۔ تین طلاق دیتا ہوں۔ اگر ہندہ کل مہر معاف نہ کرے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ خط ملتے ہی اس ہندہ کو پڑھ کر سنایا گیا، تو اسی وقت فوراً ہندہ نے کل مہر معاف کر دیا۔ اس کے بعد ایک سال اس ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہو گیا (لیکن یہ خبر اس زید کو جواباً نہیں دی گئی) اب سوال یہ ہے کہ زید کی طرف سے طلاق خط کے ذریعہ مندرجہ بالا کے مطابق واقع ہو گئی یا نہیں؟

(۲) ہندہ بیوہ سے زید نے زنا کیا اور اس سے حمل ٹھیر گیا۔ بعد ظاہر ہونے حمل کے وہاں کے مولویوں نے زنا کے متعلق دونوں کو دریافت کرنے پر اقرار کیا اور ہر ایک کو سَو۔ سَو دُرّے لگا کر اسی وقت نکاح ان دونوں کے ساتھ آپس میں کرا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ حالت حمل میں سَو درے یا سنگسار کرنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اور حالت حمل میں نکاح حلال ہوا؟

(۳) ایک بڑے گاؤں میں تین جامع مسجد تھیں۔ علماء نے سب کے ساتھ مشورہ کر کے تینوں کو ایک جامع مسجد بنا کر نماز جمعہ ادا کرنے پر اقرار کرایا اور پہلے کا جو تین جمعہ کے تین امام تھے وہ ایسا ہی رہ گیا۔ ایک کو بھی مستقل نہیں بنایا گیا نہ کسی کو نائب بنایا لیکن جمعہ کا خطبہ و نمازیں باری کر کے چلاتے ہیں۔ اب ایک ساتھ ہونے کے بعد بھی جماعتی کام و کاج الگ الگ ہونے لگا اور صدقات وغیرہ تین حصے کر کے لینے لگا۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے موافق یہ تینوں امام مستقل جائز ہے یا نہیں؟

سائل۔ محمد امین الرحمٰن میاں۔ درزی پاڑہ۔ ڈاک خانہ ہراگاس ضلع رنگپور

جواب (۴۸۳) الجواب بعون الوہاب (۱) زید نے جو شرط لگائی تھی کہ اگر ہندہ مہر معاف کر دے تو میری طرف سے طلاق ہے لہٰذا ہندہ نے مہر معاف کر دیا تو طلاق واقع ہو گئی۔

(۲) حالت حمل میں نہ حد لگانی جائز ہے نہ نکاح کرنا جائز ہے۔

(۳) امام ایک ہونا چاہیئے باقی اس کے نائب ہوں۔ فقط

عبدالقہار غفرلہ ۲۰ محرم ۱۳۸۲ھ

غصہ و مدہوشی کی حالت کی طلاق کے بارے میں فتویٰ

سوال (۴۸۴) غصہ کی حالت میں تین طلاق زید نے اپنی بیوی کو دیں کیا رجوع ہو سکتا ہے؟ جمیل احمد عباسی بلاک ۱۱۷ کوارٹر ۳ سٹی اسٹیشن کراچی۔

جواب (۴۸۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ حالت غصہ کی تین طلاقیں شرعاً ایک کا حکم رکھتی ہیں۔ صحیح مسلم جلد اول میں آیا ہے کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ لہٰذا زید قبل از انقضاء عدت رجوع کر سکتا ہے۔ بعد انقضاء عدت بہ تجدید نکاح اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۲۶ محرم ۱۳۸۲ھ

سوال (۴۸۵) شراب کی مدہوشی میں زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں۔ بعد وہ حلفیہ کہتا ہے کہ میں نے کوئی طلاق نہیں دی۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

شمس الدین لانڈھی

جواب (۴۸۵) صورت مسئولہ میں واضح باد کہ شرعاً حالت نشہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۴ میں ہے کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ والمغلوب علی عقلہ۔ شرعاً ہندہ زید کی بیوی ہے مطلقہ نہیں۔ زید برابر اپنی بیوی سے زوجیت کے تعلقات وابستہ رکھے۔ نیز شراب پینا گناہ کبیرہ ہے لقولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن۔ زید کو چاہیئے شراب پینا چھوڑ دے ورنہ قیامت کے روز مارا جائے گا۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۴ جولائی ۱۹۶۲ء

سوال (۴۸۶) سخت غصہ کی حالت میں زید مسمی محمد صدیق نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔ اتنا غصہ تھا کہ اپنے آپے کی بھی خبر نہ تھی۔ اب شرعاً کیا کیا جائے؟

محمد صدیق جیکب لائن۔ کراچی۔

جواب (۴۸۶) صورت مسئولہ میں واضح باد کہ شرعاً ایسی سخت غصہ کی حالت میں جب کہ زید مسمی محمد صدیق کو اپنے آپے کی بھی خبر نہیں اور غصہ میں مدہوش تھے تو طلاق واقع نہیں ہوئی حدیث شریف میں ہے کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ والمغلوب علی عقلہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۴) لہٰذا زید اپنے گھر کو آباد رکھے اور آئندہ احتیاط رکھے فقط عبدالقہار غفرلہ یکم صفر ۱۳۸۲ھ

کیا صحابی بننے کیلئے بالغ ہونا شرط ہے؟

سوال (۴۸۷) کیا صحابی کے فرزند جنہوں نے عالم طفلی میں نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہے وہ صحابی کہلائیں گے؟ یا صحابی بننے کے لئے بلوغت کی شرط ہے؟

عبدالرحمٰن لانڈھی کالونی ۵ جولائی ۱۹۶۳ء

جواب (۴۸۷) صورت مسئولہ میں واضح باد کہ صرف زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اسلام کی حالت میں زیارت نہ ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ بلوغت کی کوئی شرط نہیں، دین اسلام کی شرط ہے فقط۔

عبدالقہار غفرلہ ۱۳ صفر ۱۳۸۲ھ

کیا بریلویوں کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

سوال (۴۸۸) ہمارے علاقہ میں مولوی محی الدین صاحب اہلحدیث ہیں جو فرماتے ہیں کہ بریلوی علماء کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے۔ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے؟ تو بندہ بھی نماز بریلوی امام کے پیچھے پڑھ لیا کرے۔ عقیدہ امام مذکور یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور آپ حاضر ناظر ہیں اور گیارہویں دینی بڑے پیر صاحب کی ضروری ہے۔ تیسرا ساتہ قل برطعام امداد از غیر اللہ۔ چالیسواں وغیرہ وغیرہ۔ بینوا توجروا

سائل محمد زکریا

جواب (۴۸۸) الجواب بعون الوھاب۔ (۱) شرعاً امام بہتر ہونا چاہئے۔ حدیث میں ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ۔ لہٰذا ہر وقتہ نماز کے لئے اہلحدیث امام مقرر کرنا چاہئے۔ مشرک شخص کبھی بھی بہتر نہیں ہوسکتا۔ نیز شرح فقہ اکبر میں ہے کہ علماء نے تکفیر کی ہے اس شخص کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ الآیۃ فقط

ابو محمد کفاہ الصمد ۳ صفر ۱۳۸۲ھ

(۲) جواب صحیح ہے۔ بیشک نماز و دیگر عبادات کی ادائیگی میں موحد متبع سنت اہلحدیث شخص کی نمائندگی ہونی چاہئے فقط

عبدالجلیل خاں دہلوی مدرس مدرسہ دارالسلام محمدی مسجد کراچی

(۳) الجواب صحیح۔ ابوعمار عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی محکمۃ القضاء الاسلامیہ جماعت غرباء اہلحدیث محمدی مسجد برنس روڈ۔ کراچی۔

(۴) ما اجاب المجیب الفاضل فھو حق والحق احق ان یتبع۔ محمد یونس غفرلہ

دہلوی مدرس مدرسہ دارالسلام۔

(۵) الجواب صحیح عبدالحکم عفی عنہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی۔

(۶) الجواب صحیح عبدالرحمن سلفی مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی

(۷) الجواب صحیح محمد سلیمان جوناگڈھی بن مولانا محمد صاحب جوناگڈھی۔

(۸) مولوی محی الدین صاحب مذکور کا کہنا بالکل غلط اور بے دلیل ہے۔ بریلوی حضرات کے اکثر عقائد کتاب وسنت اور ائمہ دین اہل توحید کے خلاف ہیں اس لئے ان کی اقتدا میں اہل توحید کی نماز نہیں ہوگی۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں، حاضر ناظر ہیں، پیر صاحب کے نام کی گیارہویں دینی ضروری ہے، تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، فاتحہ خوانی برطعام، امداد از غیر اللہ وغیرہ سب درست وجائز ہیں" تو ایسا شخص قرآن مجید کا منکر ہے کیونکہ یہ تمام عقائد قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ ایسے شخص کو امام بنانا یا اس کی اقتدا میں نماز پڑھنی جائز نہیں، اگر پڑھ لی ہو تو دوہرائے۔ حدیث شریف میں ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ اپنے امام بہتر بناؤ ایک ایسا شخص جو حالت نماز میں رب العالمین کے سامنے نمائندہ ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عقیدہ صحیحہ میں پختہ ہو۔ جب کہ نمائندہ کا ہی عقیدہ خراب ہوگا تو باقی نمازیوں کی نمازوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (پ سورۃ الانعام) دوسری آیت قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ۲۰ رکوع ۱) تیسری آیت وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۱۲ آخری آیت سورہ ہود) چوتھی آیت قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (پ سورۃ الانعام) پانچویں آیت قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ (پ۲۶ سورۃ احقاف رکوع ۱) چھٹی آیت وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (پ۹ سورۃ الاعراف) حنفی مذہب کی مشہور کتاب فتاوی قاضی خاں میں ہے وَمَنِ ادَّعٰى عِلْمَ الْغَيْبِ فَهُوَ كَافِرٌ علم غیب کا دعوی کرنے والا کافر ہے۔

اسی طرح حاضر ناظر بھی خدا کے سوا کوئی نہیں۔ اسی طرح فاتحہ خوانی برطعام، مولود مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ یہ سب امور احداث فی الدین ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے "فتوی حاضر ناظر" "وہابی کی پہچان" "حکم حقانی" "مناظرہ علم غیب" وغیرہ کتب منگا کر ملاحظہ کیجئے۔

مولوی محی الدین صاحب مذکور کو اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہئے۔ اہلحدیث ہونے

کے باوجود یہ عقیدہ رکھنا کہ اہل بدعت کی اقتدا میں نماز ہو جاتی ہے مسلک اہلحدیث کے منافی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب

عبدالمذنب عبدالغفار سلفی امام محمدی مسجد و مدرس مدرسہ دارالسلام و نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی۔ فون نمبر ۵۳۷۸۹

(۹) الجواب - بریلوی حنفی ہو یا دیوبندی حنفی ہو یہ سب مقلد ہوتے ہیں متبع سنت نہیں ہوتے ان کی امامت میں نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ لہٰذا ایک اہلحدیث کا امام صرف اہلحدیث یعنی غیر مقلد متبع سنت ہی ہو سکتا ہے۔ سیف الدین خاں اہلحدیث۔

(۱۰) الجواب صحیح ابو محمد سلطان احمد عفی عنہ ناظم آباد کراچی مدرس مدرسہ دارالسلام

(۱۱) الجواب صحیح حسین احمد مدرس مدرسہ دارالسلام

(۱۲) الجواب صحیح احقر عبدالجبار شاہد مدرسہ دارالسلام کراچی۔

(۱۳) الجواب - محترم امام مولانا عبدالستار صاحب نے جو جواب دیا ہے بالکل صحیح ہے

ابو عبدالماجد عبدالواحد دہلوی حال کراچی۔

(۱۴) اکثر مقلدین منکر حدیث ہوتے ہیں مثلاً قرأت فاتحہ خلف الامام کی صحیح حدیث کو نہیں مانتے اور اپنے امام کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جو آیہ کریمہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ الیٰ آخرہ کے خلاف ہے لہٰذا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بالخصوص اہلحدیث کے لئے ناجائز ہے۔ محمد زبیر اہلحدیث

الجواب صحیح محمد سلفی۔ جوابات صحیح ہیں عبدالماجد دہلوی۔

امام صاحب سے بیعت اور سنتوں کے بارے میں سوالات

سوال (۴۸۹) مکرمی مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔ جواب دیکر عنداللہ ماجور اور عندنا مشکور ہوں۔

(۱) اگر آپ کی بیعت نہ کرے تو کیا جاہلیت کی موت مریگا؟

(۲) آپ کی بیعت بیعتِ خلافت ہے یا بیعتِ تنظیم۔ اگر بیعت خلافت ہے تو کیا آپ بالفعل خلافت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اگر بیعت تنظیم ہے تو کیا اس جیسی بیعت اور بھی کوئی مخلص امیر لے سکتا ہے۔ اگر نہیں تو کیوں؟۔ اور اگر لے سکتا ہے تو پھر کیا اس کی بیعت کرنے والوں کو جاہلیت کی موت کا خطرہ تو نہیں؟

(۳) سنا ہے کہ آپ اور آپ کے طلبا نماز کی سنتوں کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے۔ اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں فقط والسلام

آپ کا مخلص عبداللہ عفی عنہ ۶ صفر ۱۳۸۲ھ

جواب (۴۸۹) اخی المحترم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یاد آوری کا شکریہ کے بعد عرض ہے کہ:-

(۱) میں نے یہ کبھی کہا ہے نہ لکھا ہے یا لکھ بھی کیونکر سکتا تھا جب کہ حدیث میں میرا (عبدالستار کا) نام نہیں ہے۔ حدیث نبوی میں مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وارد ہوا ہے۔ امام زید ہو یا بکر البتہ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللهِ امام کے لئے ضروری شرط ہے۔

(۲) جس طرح ہم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلام کو اپنی بساط کے مطابق سنت نبی، طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ادا کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ امارت یا بیعت پر بھی "علیٰ منہاج النبوت" آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی ومدنی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے حسب استطاعت عمل کرتے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ کا تقاضا یہی ہے کہ دوسری امارت قائم کرنے کی بجائے پہلی امارت کے ساتھ نظام جماعت کو مستحکم کیا جائے۔

(۳) میں یا میرے طلبا سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ فرض یا واجب نہیں جانتے۔ کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھے تو ثواب سے محروم ہوگا، کافر یا گنہگار نہ ہوگا حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی اور ایک نجدی شخص کو توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ فرض کی ادائیگی پر مفلح اور جنتی فرمایا تھا۔ نیز آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم کو جو فرض نماز پڑھ کر کتاب وسنت کے درس دینے میں مصروف ہو جاتا ہے عابد پر فضیلت وترجیح دی ہے فقط

ابو محمد عبدالستار امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم

مورخہ ۳، صفر ۱۳۸۲ھ ہجری

زکوٰۃ آبیانہ ومالیہ کی ادائیگی سے پہلے دی جائے یا بعد

سوال (۴۹۰) ایک زمیندار جو کہ زمین میں کاشت کرتا ہو۔ اس کا آبیانہ ومالیہ دینے کے بعد زکوٰۃ نکالنی چاہیئے یا پہلے نکالے۔

عبدالحمید ہیڈ ماسٹر راجن پور ضلع ڈیرہ غازیخاں

جواب (۴۹۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ اللہ کا فرمان ہے، وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کل پیداوار کی زکوٰۃ نکال کر اس کے بعد دیگر حقوق نکالے جائیں فقط

عبدالقہار عفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱۸ صفر ۸۳ھ

کیا تارکِ صلوٰۃ وجماعت کے پیچھے نماز جائز ہے

سوال (۴۹۱) ایک شخص دعویٰ کرتا ہے عالم دین ہونے کا مگر اس کی حالت یہ ہے کہ تین چار وقت نماز میں حاضر نہیں ہوتا بلکہ جماعت کھڑی دیکھ کر بھی باہر چلا جاتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔ شام کی نماز کے وقت جب کہ وہ نماز کے بعد درس قرآن دیتا ہے امامت کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ کیا تارکِ صلوٰۃ وجماعت کے پیچھے نماز جائز ہے؟

منشی عبدالقیوم صدر کراچی ۳

جواب (۴۹۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ اگر واقعی شخص مذکور تارکِ صلوٰۃ ہے تو شرعاً مسلمان نہیں، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں فقط

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۱۸ صفر ۱۳۸۲ھ

مصافحہ ایک ہاتھ سے افضل ہے یا دونوں ہاتھوں سے

سوال (۴۹۲) زید کہتا ہے کہ مصافحہ کرتے وقت جانبین سے دو۔ دو ہاتھ ہونے چاہئیں نہ کہ ایک ایک ہاتھ۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ جانبین سے صرف ایک ایک ہاتھ ہونا چاہیے جیسا کہ لفظ مصافحہ سے ظاہر ہے۔ یہی مسنون اور اقرب الی السنہ ہے مگر زید اسکو خلاف اخلاق سمجھتا ہے۔ اب صورت مسئولہ میں اقرب الی الحق کون ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب باصواب سے مطلع فرمائیں اور صرف افضلیت وغیر افضلیت میں جواب عنایت کریں۔ عنایت ہوگی نیز مصافحہ کے کچھ دیگر احکام بھی بتلائیے فقط

آپ کا مخلص عبدالقادر حیدر آباد سندھ

جواب (۴۹۲) الجواب بعون الوہاب۔ مصافحہ کے معنیٰ ہیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا۔ یہ صَفح سے لیا گیا ہے اور صفح کسی چیز کی چوڑائی کو کہتے ہیں جیسے صَفحُ وَجہٖ۔ صَفحُ سَیفٍ چہرے کی چوڑان اور تلوار کی چوڑائی۔

اہل اسلام کے نزدیک بوقت ملاقات مصافحہ کرنا چاہیے۔ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا افضل اور سنت ہے۔ دونوں ہاتھ سے جائز ہے۔ صرف انگلیوں سے مصافحہ کرنے سے مصافحہ کا اصلی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ بعض لوگ ہر نماز کے بعد خصوصیت سے مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ لَا اَصلَ لَہٗ ہے۔ جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور بڑھیا سے لَا بَاسَ بِہٖ ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے ملکر مصافحہ کرتے ہیں تو الگ ہونے سے پہلے ان دونوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

سبحان اللہ! کتنی بڑی فضیلت ہے مصافحہ کرنے اور السلام علیکم کہنے کی۔ مگر جو مسلمان

بوقت ملاقات "آداب عرض، نمستے، گوڈ مارننگ، گوڈ ایوننگ" کہتے ہیں یہ سب غیر اسلامی الفاظ ادا کر کے گناہگار بنتے ہیں اور ان اعلیٰ اور برتر فضائل سے محروم رہتے ہیں جو بہت بڑی بے توفیقی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ عبدالغفار سلفی نائب مفتی محمدی مسجد بخش روڈ کراچی ۱۰

الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ بکر کا یہ کہنا کہ جانبین سے صرف ایک ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہئے یہی مسنون اور اقرب الی السنہ ہے۔ صحیح اور ٹھیک ہے۔ بکر ہی اقرب الی الحق ہے۔ زید کا قول دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اور ایک سے نہ کرنا اور یہ کہنا کہ ایک سے کرنا خلاف اخلاق ہے قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ احادیث سے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت اور سنت ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی ص۱۰۹ باب المصافحہ میں ہے قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِلٰی اَنْ قَالَ فَیَاخُذُ بِیَدِہٖ وَیُصَافِحُہٗ قَالَ نَعَمْ۔ نیز مشکوٰۃ ص۵۱ باب فی اخلاقہ وشمائلہ میں حضرت انس رضؓ سے ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَا یَنْزِعُ یَدَہٗ مِنْ یَدِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَنْزِعُ یَدَہٗ۔ نیز کتاب الدعوات ص۲۱۶ میں ہے کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَدَّعَ رَجُلًا اَخَذَ بِیَدِہٖ فَلَا یَدَعُھَا حَتّٰی یَکُوْنَ الرَّجُلُ ھُوَ یَدَعُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ

خلاصہ احادیث مذکورہ کا یہ ہوا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ جو حدیثیں مصافحہ کے بارے میں وارد ہیں سب میں لفظ یَدٌ ہے جس کا معنے ایک ہاتھ کے ہوتے ہیں۔ اگر دونوں ہاتھوں سے کرنا مقصود ہوتا تو یَدَیْہِ کا لفظ آتا جیسا کہ تیمم کے بارے میں ہے فَضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَفَّیْہِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِیْھِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ وَکَفَّیْہِ یعنی تیمم کی حدیث میں یَدَیْنِ اور کَفَّیْنِ کا لفظ ہے اور مصافحہ کی حدیثوں میں یَد کا لفظ ہے۔ یہ حدیثیں اس امر پر روشن دلیل ہیں کہ مصافحہ ایک ہی ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔ ہاں اگر ایک طرف سے ایک ہاتھ ہو اور دوسری طرف سے دونوں ہاتھ ہوں تو بھی جائز ہے فقط۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام جماعت غرباء اہلحدیث کراچی
۱۸ صفر ۱۳۸۲ ہجری

حقہ اور حقہ نوش کے بارے میں استفسار

سوال (۴۹۲) (۱) حقہ پینے والے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) بعض مولوی کہتے ہیں کہ حقہ بابا آدم کے زمانہ میں تھا۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے

(۳) اول شر تو بشر میں ہے پھر شراب میں ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ شراب پیش شر نہ ہو یعنی بندہ میں شرارت کب سے پیدا ہوئی، پیدائشی ہے یا کسی اور وجہ سے ملی؟

محمد رفیق کوثر چک ۲۸۱ ج ب - آر خلیل پور ضلع لائلپور

جواب (۴۹۲) الجواب بعون الوہاب - صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:-

(۱) بہتر ہے جو شخص حقہ نہ پیتا ہو اس کو امام مقرر کیا جائے اور حقہ پینے والے کو نصیحت کیجائے کیونکہ حقہ پینا برا ہے - اگر کسی وقت ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائیگی -

(۲) ہمارے علم میں اس کا کوئی ثبوت نہیں -

(۳) خدا و رسول کی ہر نافرمانی میں شر ہے - ہر شخص کی پیدائش فطرت پر ہے - جو شخص نافرمانی کرے گا یقیناً شر پیدا ہو جائے گا فقط -

عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲

۱۸ صفر ۱۳۸۲ھ

حاملہ سے نکاح کرنے اور سنت کو برا سمجھنے والے کے متعلق سوال

سوال (۴۹۳) (۱) ایک عورت کا نکاح جان بوجھ کر کر لیتے ہیں حالانکہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے اور وہ لوگ دوبارہ نکاح کریں یا کہ نہیں؟

(۲) جو حنفی ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے ہم ان کے گھروں کا کھانا کھائیں یا نہیں؟

(۳) اور جو لوگ لمبی ڈاڑھی کو برا سمجھتے ہیں وہ کون لوگ ہیں - فقط

محمدی واشنگ کمپنی - عبد الحمید میر پور خاص

جواب (۴۹۳) (۱) حالت حمل میں نکاح جائز نہیں - بعد وضع حمل نکاح کرنا چاہئے

(۲) تبلیغ کرتے رہو تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کھانا خلاف شرع نہ ہو - اگر تبلیغ نہ کر سکو تو پھر کھانا ٹھیک نہیں -

(۳) وہ حدیث رسول کا مخالف ہے - ڈاڑھی سنت رسول ہے - اللہ و رسول کی مخالفت کرنے سے ڈرے ورنہ خدا کا عذاب آجائے گا فقط

عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲

۱۸ صفر ۱۳۸۲ ہجری

مسجد کی چھت پر نماز اور جماعت درست ہے یا نہیں

سوال (۴۹۴) ہمارے یہاں ملتان میں حنفیوں کے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری نے فتویٰ دیا ہے کہ مسجد کی چھت پر نماز اور جماعت درست نہیں - حوالہ عالمگیری کا دیا ہے حالانکہ اس سے پہلے حنفی خود بھی کئی مسجدوں کی چھت پر نماز با جماعت پڑھتے تھے لیکن اب اس فتوے سے وہ رک گئے ہیں - جماعت اہلحدیث کے افراد میں بہت بے چینی ہے - آیا یہ

فتوی ان کا درست ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر مفصل طور پر لکھ کر ممنون فرمائیں تاکہ مسئلہ کی وضاحت ہو جائے اور لوگ اس سے استفادہ حاصل کریں فقط۔

(مولوی) کریم بخش ملتان شہر

جواب (۴۹۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً مسجد کی چھت پر نماز ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف میں ہے وَصَلّٰی اَبُوْھُرَیْرَۃَ عَلٰی ظَھْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوۃِ الْاِمَامِ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر نماز پڑھی مع صلوۃ امام۔ مولوی خیر محمد صاحب کی بات بلا دلیل ہے اور کتب حدیث سے ناواقفی کا ثبوت ہے جب کہ مسجد کی چھت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز ہو جاتی تھی تو آج کے مسلمانوں کی کیوں نہ ہوگی فقط

عبدالقہار عفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام جماعت غرباء اہلحدیث کراچی نمبر ۱

۲۰ صفر ۱۳۸۲ھ ہجری

زانیہ کے سرپرست کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں

سوال (۴۹۵) حافظ ظہور عالم نظامی روڈ مسجد باب السلام حنفیہ میں پیش امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ حافظ صاحب کی دختر وحید النساء جو کہ ایک زانیہ عورت ہے اور اس نے اپنے زانیہ ہونے کا اقرار بنیادی جمہوریت یونین کمیٹی جیکب لائن میں کیا ہے۔ حافظ صاحب کا اپنی دختر کے ہمراہ کھانا پینا برابر جاری ہے اور باقاعدگی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں۔

محمد احمد کراچی ۵

جواب (۴۹۵) الجواب بعون الوہاب۔ اگر حافظ صاحب مذکور اپنی لڑکی کے اس فعل بدکاری سے خوش اور اس کی ناجائز حرام کمائی کھاتے ہیں اور روک ٹوک بھی نہیں کرتے تو ایسا شخص امامت کے قابل نہیں لقولہ علیہ السلام اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ فقط

عبدالقہار عفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث

۲۰ صفر ۸۲ھ

سیاہ خضاب لگانا جائز ہے؟

سوال (۴۹۶) کسی شخص مجرد سفید ریش کو سیاہ خضاب لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حدیث کتب صحاح مطلوب ہے۔ اگر جائز نہیں تو سیاہ خضاب لگانے والے مولوی کو مسجد میں نماز کے لئے امام مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

عبدالرشید چک ۵/۱ ایل - ڈاک خانہ خاص ضلع منٹگمری

جواب (۴۹۶) الجواب بعون الوہاب - صورت مسئولہ میں واضح باد کہ شرعاً خضاب لگانا ناجائز ہے - حدیث کی کتابوں میں ممانعت واضح ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یَكُوْنُ قَوْمٌ یَّخْضِبُوْنَ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ - اور حضرت ابوالدرداء سے ہے مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (ابوداود - طبرانی) یعنی آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو سیاہ خضاب لگائیگی جیسے کبوتر کے سینے سیاہ ہوتے ہیں - سو وہ قوم جنت کی بو نہ پائے گی - نیز جو شخص سیاہ خضاب لگائے گا - اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا منہ سیاہ کرے گا -

مذکورہ احادیث سے خضاب لگانے کی سخت ممانعت اور وعید ثابت ہوئی - لہٰذا یہ ناجائز اور ممنوع ہے - ہاں وہ شخص جس کی نئی شادی ہوئی ہو یا مجاہد ہو - یہ اس وعید سے مستثنیٰ ہیں - ان کے لئے احادیث میں رخصت آچکی ہے -

عَنْ صُهَیْبِ الْخَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا اَخْضَبْتُمْ بِهٖ لَهٰذَا السَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَآئِكُمْ فِیْكُمْ وَ اَهْیَبُ لَكُمْ فِیْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ یعنی تمام خضابوں میں سیاہ خضاب زیادہ اچھا ہے اس سے تمہاری عورتوں کو تمہاری طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے اور دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت زیادہ ہوتی ہے - مہندی اور وسمہ ملاکر لگائے بال سیاہ ہوجائیں گے - عون المعبود میں ہے ذَهَبَ اَكْثَرُ الْعُلَمَآءِ اِلَى كَرَاهَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ وَجَنَحَ النَّوَوِیُّ اِلٰى اَنَّهَا كَرَاهَةُ تَحْرِیْمٍ وَاِنَّ مِنَ الْعُلَمَآءِ مَنْ رَخَّصَ فِیْهِ فِی الْجِهَادِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَرَخَّصَ وَفِیْهِ طَائِفَةٌ مِّنَ السَّلَفِ مِنْهُمْ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعُقْبَةُ ابْنُ عَامِرٍ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَجَرِیْرٌ وَغَیْرُ وَاحِدٍ وَاخْتَارَهُ ابْنُ اَبِیْ عَاصِمٍ فِیْ كِتَابِ الْخِضَابِ كَذَا فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ پ ۲۴

حررہ العاجز ابومحمد کفاہ الصمد ۱۸ صفر ۱۳۸۲ھ

مَا اَجَابَ الْمُجِیْبُ الْفَاضِلُ فَهُوَ حَقٌّ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ فقط

ابو عمار عبدالقہار عفی لہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث ومدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۱۲ ۲۱ صفر ۸۲ھ

کیا بنیادی غلطی و بدنظمی پاکر جماعت سے الگ ہونیوالا کافر ہے

سوال (۴۹۷) جو شخص جماعت غرباء اہلحدیث قائم کردہ مولانا عبدالوہاب صاحب محدث دہلوی میں داخل ہوا اور پھر وہ اس میں اپنی تحقیق علمی کی رو سے بنیادی غلطی اور بدنظمی پاکر اس جماعت سے الگ ہوگیا ہو تو کیا اس کو کافر اور مرتد خارج از اسلام ازروئے شریعت

قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟ نفس مسئلہ امامت اور امارت کو جو شخص مانتا ہو اور کسی خاص شخص کو خلیفۃ المسلمین اس لئے تسلیم نہ کرتا ہو کہ اس میں شرائط پائے نہیں جاتے تو کیا اس کو کافر خارج از اسلام کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا!

سائل عبد الرشید ضلع منٹگمری

جواب (۴۹۷) الجواب بعون الوہاب۔ حدیث میں ہے لَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ اسلئے ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے جب تک اس میں کفر نہ پایا جائے۔ اگر شخص مذکور کو جماعت کی کوئی بدنظمی نظر آئی تھی تو اس کا جماعت سے علیحدہ ہو جانا غلطی اور شریعت کے خلاف ہے اس کو چاہیے تھا کہ اخلاص کے ساتھ اصلاح کرتا اور جماعت میں داخل رہتا، کیونکہ جماعت سے خروج کی احادیث میں سخت وعید آئی ہے مَنْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ فَقَدْ خَرَجَ عَنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ أَوْ كَمَا قَالَ فقط

حررہ العاجز ابو محمد کفاہ الصمد ۲۲ صفر ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح عبد القہار عفی عنہ

کیا بڑی عمر میں عقیقہ کیا جا سکتا ہے؟

سوال (۴۹۸) بڑی عمر میں جب کہ علم نہ ہو سکے کہ عقیقہ ہوا یا نہیں کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ قربانی کے جانور میں شرکت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

احمد جان عثمان آباد کراچی

جواب (۴۹۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد عقیقہ کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ عقیقہ اگر پہلے ہو گیا ہے تو صدقہ ہی ہو جائے گا ورنہ عقیقہ۔ قربانی علیحدہ ہو یا شرکت میں ہو کر سکتا ہے۔ فقط

عبد القہار غفرلہ ۲۲ صفر ۱۳۸۲ ہجری

شوہر مفقود الخبر کی بیوی عقد ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۴۹۹) فاطمہ کا نکاح زید کے ہمراہ ہوا تھا۔ جس وقت فاطمہ کا نکاح ہوا تھا اس وقت اس کی عمر بارہ سال تھی۔ شوہر کے ہمراہ آٹھ ماہ رہی۔ اس کے بعد شوہر لاپتہ اور گم ہے۔ درمیان میں اس کے دو ایک خط بھی آئے۔ تقریباً تین سال سے کوئی خط وغیرہ نہیں آیا۔ اس دوران میں فاطمہ کا ناجائز تعلق کسی شخص سے ہو گیا جس سے اس کو ایک بچہ تولد ہوا۔ ایسی حالت میں فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ باقی رہا یا نکاح ٹوٹ گیا۔ اب فاطمہ عقد ثانی کرنا چاہتی ہے۔ اس کے متعلق خدا و رسول قرآن و حدیث کا حوالہ دے کر

جواب مرحمت فرمائیں۔

سی۔ ۴/ ۸۳/۷ لانڈھی کالونی

جواب (۴۹۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شریعت میں لاپتہ شخص کی عورت چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت کے گذار کر عقد ثانی کر سکتی ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ ۲۲ر صفر ۱۳۸۲ھ ہجری

وتر کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۵۰۰) مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی کی تصنیف "طریق النجاہ فی ترجمۃ المصابیح من المشکوۃ" کے جلد اول صفحہ ۱۰۴ پر مسلم کا ترجمہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنی رات کی نماز میں وتر کو آخر نماز کرو" (م) اکثر لوگوں کا جو وتر اول ہی شب میں ادا کرتے ہیں یہ عمل ہے کہ وتر کے بعد دو رکعتیں نفل کی اور ادا کرتے ہیں۔ روایت بالا کی روشنی میں ایسا عمل درست ہے؟ وتر کو آخر کرو کا صحیح مفہوم تو یہ ہوگا کہ وتر ادا کرنے کے بعد شب میں اور کوئی نماز نہ ادا کی جائے۔ طریق النجاۃ میں عربی متن اور ضروری اسناد درج نہیں ہیں اس مسئلہ پر پوری روشنی ڈالیں والسلام۔

محمد طیب عثمانی حیدرآباد سندھ

جواب (۵۰۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ نبی علیہ السلام کا حکم ہے اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا یعنی تم رات کی نماز میں آخر میں وتر پڑھا کرو۔ لہذا افضل یہی ہے کہ وتروں کے بعد نفل نہ پڑھے جائیں۔ ہاں اگر کوئی گاہ بگاہ پڑھ لے تو جائز ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام۔ ۲۳ر صفر ۱۳۸۲ھ

لڑکی کنویں میں گر کر مر جائے تو اس کی صفائی کس طرح ہوگی ضاد کو دواد پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال (۵۰۱) ۱) ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً دس بارہ سال تھی کنویں میں گر کر مر گئی اور مردہ حالت میں باہر نکالی گئی جس کا سر بالکل پھٹا ہوا تھا۔ کنویں کی گہرائی تقریباً ۳۵ گز سے ۴۰ گز ہے۔ اس میں تقریباً پانی آٹھ نو فٹ موجود رہتا ہے۔ اس کی صفائی کا حکم کس طرح ہے؟ تقریباً اس لڑکی کی لاش کنویں میں دو گھنٹہ رہی۔

(۲) سوال دوسرا یہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ "ض" یا "دواد" ہے۔ ہمارے گاؤں میں تمام جماعت اہلحدیث ہے لیکن ہمارا امام لفظ "ض" کو "دواد" پڑھتا ہے۔ اس سے پہلے ہم نے بھی سنا ہے کہ لفظ "ض" ہے "دواد" کوئی نہیں۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ دواد پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ قرآن اور حدیث سے مکمل طور پر لکھنا تاکید ہے

صوفی غلام علی - آزاد کشمیر

جواب (۵۰۱) (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ پانی کا مزہ یا بو یا رنگ بدل گیا ہے تو تمام پانی نکالا جائے ورنہ کوئی ضرورت نہیں لقولہ علیہ السلام اَلْمَاءُ طُهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰی رِيْحِهٖ اَوْ طَعْمِهٖ اَوْ لَوْنِهٖ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيْهِ نیز نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخُبُثَ یعنی جب کہ دو قلے پانی ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اب خواہ اس کو کوئی استعمال کرے یا نہیں کرے لیکن شرعاً وہ ناپاک نہیں۔ (۲) اصل ض ہے نہ دواد۔ ض ہی پڑھنا چاہئے۔

نیز تفسیر ستاری بنام تفسیر سورہ فاتحہ منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ "ض" "دواد" کی مفصل اور مدلل بحث تسلی بخش اس میں موجود ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام و معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

۲۴ صفر ۱۳۸۲ھ

منکر کام کے دوران سلام کرنے غیر مسلم نابالغ کو قرآنی تعویذ دینے گراموفون ریڈیو وغیرہ استعمال کرنے، مجرم کا ہاتھ میں قرآن لیکر قرآن کی یا غیر اللہ کی قسم کھانے، غیر مسلم کو انکے طریقہ پر سلام کرنے مٹی یا پانی یا دونوں سے استنجاء کرنے کے بارے میں سوالات

سوال (۵۰۲) (۱) کھانے کے درمیان یا ڈاڑھی و انگشن بال کٹوانے۔ حقہ بیڑی پینے، تاش، شطرنج کھیلنے باجا بجوانے وغیرہ کی حالت میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ غیر مسلم عیسائی وغیرہ کو جھک کر یا ہاتھ کے اشارہ سے آداب عرض، نمستے کہنا کیسا ہے؟ نیز شیعہ، قادیانی، منکر حدیث، اہل قرآن، بدعتی کے لئے سلام یا جواب سلام کس طرح ہونا چاہئے۔ ان کو مسلمان سمجھنا یا ان کے یہاں بیاہ شادی میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں تحریری یا کسی کے ذریعہ کہلائے ہوئے سلام کا جواب دینا چاہئے یا نہیں؟

(۲) غیر مسلم یا نابالغ کو قرآنی تعویذات دینا چاہیئے یا نہیں؟
(۳) گراموفون، ریڈیو وغیرہ کا استعمال یا تجارت یا جس شادی وغیرہ میں یہ ہو تو ہمیں شرکت کیسی ہے؟
(۴) کوئی مجرم قرآن ہاتھ میں لیکر یا قرآن کی قسم کھاکر جھوٹ بولے اپنے جرم کا انکار کرے تو کیا اس پر کفارہ ہے اور وہ کیا ہے؟ یا سر کی یا اپنی جان وغیرہ کی قسم کھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟
(۵) پاخانہ پیشاب سے فراغت کے بعد پانی یا مٹی دونوں سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

ابو المجتبیٰ محمد مصطفیٰ خاں معرفت مستری غنی خاں صاحب بلرام پور ضلع گونڈہ یوپی (انڈیا)

جواب (۵۰۲) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ کھانے وغیرہ کے وقت سلام کہنا یا جواب کی ممانعت نہیں آئی۔ اور غیر مسلم کو سلام کرنا منع ہے۔ البتہ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی کہنا جائز ہے باقی بدعتی وغیرہ لوگوں سے نہ سلام کرنا چاہیئے نہ شادی بیاہ میں شرکت کرنی چاہیئے۔ ہاں تبلیغ کرسکیں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔
(۲) کلماتِ الٰہی کے ساتھ دم کرنا یا تعویذ دینا کوئی حرج نہیں۔ چھوٹے یا بڑے لوگ جو بھی دعائیں نہ پڑھنی جانتے ہوں اُن کو تعویذ دیا جاسکتا ہے۔
(۳) ریڈیو وغیرہ سے خبریں یا تلاوت وتفسیر کلام پاک سننا جو کہ سلف صالحین کے صحیح مسلک کے مطابق ہوں جائز ہے اور گانے سننا منع ہے۔
(۴) شرعاً اس طرح کلام اللہ کے اٹھانے کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ اس کے کفارہ کا کوئی ذکر ہے۔ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔
(۵) دونوں سے استنجا افضل ہے۔ اور ایک سے جائز ہے فقط

عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی
۲۴ صفر ۱۳۸۲ھ ہجری

بلا مرضی زبردستی کا نکاح اگر لڑکی تسلیم نہ کرے تو کیا وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے

سوال (۵۰۳) مسمات زہرا کے والدین کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس کا نکاح گاؤں والوں اور اس کے رشتہ دار وغیرہ نے زبردستی رشوت لیکر زید سے کردیا ہے لیکن لڑکی نہ اس ولی کو تسلیم کرتی ہے اور نہ اس نکاح سے خوش ہے۔ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔

محمد ولد رحمت درزی۔ قلندر کوٹ ضلع شیخوپورہ

جواب (۵۰۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ شرعاً

زبردستی نکاح جائز نہیں۔ یا تو مسمات زہرا راضی ہو جائے ورنہ اپنے ولی راشد کے ذریعہ دوسری جگہ نکاح کرے حدیث میں ہے اَلْيَتِيْمَةُ تُسْتَامَرُ فِي نَفْسِهَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا (ترمذی) مشکوٰۃ ص۲۶۳۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ عورت کی بغیر مرضی جبراً نکاح نہیں ہوتا۔ ولی کو چاہئے لڑکی کی اجازت لے کر نکاح کرے فقط واللہ اعلم

۲۶ صفر ۸۲ھ عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی

کیا عورت عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے

سوال (۵۰۴) زید کہتا ہے کہ عورت عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے لیکن بکر انکار کرتا ہے۔ زید دلائل دیتا ہے کہ ام ورقہ بنت نوفل نے جماعت کروائی (ابوداؤد) حضرت عائشہ رضؓ والی روایت کہ حضرت عائشہ رضؓ بھی جماعت کراتی تھیں (بیہقی دارقطنی میں ہے) باوجود اس کے بکر نہیں مانتا اور وہ یہ کہتا ہے کہ اگر علماء نے لکھا تو پھر مجھے یقین آجائے گا لہٰذا آپ لکھ کر شکریہ کا موقع دیں۔

ماسٹر عبدالرحمٰن ضلع بہاولنگر

جواب (۵۰۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ عورت عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے جب کہ احادیث سے ثابت ہے۔ ام ورقہ بنت نوفل کا واقعہ اور حضرت عائشہ رضؓ والی روایت دال ہے، تو حدیث کے بعد بکر کیوں نہیں مانتا اس کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ حدیث کے ماننے کی توفیق دے آمین فقط

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام و معاون نائب مفتی کراچی ۲۶ صفر ۸۲ھ

کیا قبر میں مردہ کو بوقت سوال آنحضرتؐ کا فوٹو وغیرہ دکھایا جاتا ہے؟

سوال (۵۰۵) (۱) قبر میں جب مردہ سے سوال ہوگا کہ تیرا رسول کون ہے تو اس وقت آنحضرتؐ کا فوٹو اور جمال وغیرہ دکھایا جاتا ہے یا نہیں۔ ابن ماجہ ترجمہ اردو میں ہے کہ اس وقت آپؐ کا جمال دکھایا جاتا ہے۔ جواب وضاحت سے دیں۔

(۲) کوئی کتاب یا رسالہ جو دیہات میں جمعہ ہونے کے متعلق ہو ارسال فرماویں۔

(۳) کتاب و رسالہ "ض" جس میں ذال کے صحیح تلفظ کی ادائیگی کا بیان ہے ارسال فرمائیں۔

عبدالکریم لمبوچک ۲۹۴ ج ب ضلع لائلپور

جواب (۵۰۵) الجواب بعون الوہاب (۱) قبر میں میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فوٹو وغیرہ دکھایا جانا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ جس لفظ سے لوگوں کو شبہ ہوا ہے اس کا مدلل جواب اور اس کا صحیح مقصد نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری پ۳ محشی حضرت الامام

مولانا عبدالستار صاحب منگاکر ملاحظہ کریں۔
(۲) جمعہ دیہات وغیرہ جہاں بھی مسلمان ہوں ہو جاتا ہے جس کے مفصل دلائل نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری کے پ۲ میں ملاحظہ ہوں۔
(۳) "ضٰ" دواد کی بحث باتفصیل پڑھنی منظور ہو تو تفسیر ستاری کی سورہ فاتحہ میں ملاحظہ کریں قیمتی چار روپے اور بخاری کے پارے تین تین روپے کے ہمارے ہاں سے مل سکتے ہیں۔ ان کتب کے حوالے اس لئے دیئے گئے ہیں کہ یہاں دلائل نقل کرنے کی گنجائش نہیں فقط
عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۲۶ صفر ۱۳۸۲ھ

لڑکی کو جبراً طلاق دلوا کر دوسرے دن کسی اور سے نکاح کر دینا کیسا ہے

سوال (۵۰۶) زید نکاح کے وقت سسرال کے ہاں رہنے کے متعلق شرائط طے کرکے رکھا گیا۔ چھ سال بعد زید کو سسرال کی طرف سے سخت تنگ کرکے جبراً لڑکی کو طلاق دلوائیگی اور طلاق کے دوسرے دن بکر سے لڑکی کا نکاح کر دیا گیا۔ عدت بھی نہیں گذاری کیا یہ صحیح ہے؟
(مولوی) عبدالرشید ضلع لاہور

جواب (۵۰۶) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ زید کو مجبور کرکے طلاق لینا قطعاً جائز نہیں۔ ایسی طلاق طلاق مکرہ کہلاتی ہے جو شرعاً کالعدم ہے
(۲) بغیر عدت گذارے نکاح ثانی بکر سے کرنا بھی جائز نہیں فقط۔
عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۲۷ صفر ۱۳۸۲ھ

اگر تشہد اول بھول جائے تو کیا کرے۔ بوجہ بیماری پیشاب کا قطرہ آتا رہتا ہے اور کپڑا پلید ہونیکا شبہ رہتا ہے کیا ایسی صورت میں نماز پڑھی جائے

سوال (۵۰۷) (۱) ایک مسئلہ قابل دریافت ہے کہ نمازی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو دوسری رکعت میں التحیات میں بیٹھنا بھول گیا اور کھڑا ہو گیا تو پھر یاد آگیا۔ کیا اب بیٹھ سکتا ہے یا نہیں۔
(۲) اگر نہیں بیٹھ سکتا تو کیا تیسری رکعت پوری کرنے کے بعد پھر التحیات میں بیٹھے یا چار رکعت پوری کرنے کے بعد بیٹھے اور سجدہ سہو کرے۔
(۳) بار بار پیشاب آتا رہتا ہے۔ مثانہ کمزور ہے اور ڈھیلا (استنجا) کوشش سے کرنیکے بعد بھی کبھی کبھی قطرہ گر جاتا ہے اور بعض دفعہ شبہ رہتا ہے کپڑا پلید ہونے کا تو اس صورت

ہیں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

عبدالکریم کمبوچک ۲۶۴ ج ب ضلع لائلپور

جواب (۵۰۷) الجواب بعون الوہاب (۱) دوسری رکعت کا بغیر التحیات پڑھے کھڑا ہو جانے سے دوبارہ بیٹھنا جائز نہیں۔ آخر میں دو سجدے سہوًا کر لینے کافی ہیں۔

(۲) تیسری رکعت میں التحیات کرنا جائز نہیں۔

(۳) بیماری کی وجہ سے یہ مجبوری ہے۔ جب وضو کر چکیں تو چلو میں پانی لیکر میانی پر چھڑک لیں۔ اس طرح پیشاب کے قطروں سے کوئی ضرر نہ ہوگا۔ نیز علاج بھی جاری رکھیں اور نماز ہرگز نہ چھوڑیں فقط۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۱ ۲۷ صفر ۱۳۸۲ھ

محراب مسجد کے متعلق سوال

سوال (۵۰۸) (۱) مسجد میں امام کے لئے محراب بنانا چھوٹا ہو یا بڑا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تین امام کی امامت علی الانفراد ایک ہی مسجد میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اپنے محلہ میں پنجگانہ نماز کے لئے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں جب کہ اور مسجد بھی موجود ہے۔

سکریٹری متوبھاشہ عالیہ مدرسہ ضلع رنگپور۔

جواب (۵۰۸) الجواب بعون الوہاب (۱) محاریب نصاریٰ کی طرح محراب بنانا منع ہے۔

(۲) تین مستقل امام نہیں ہونے چاہئیں۔ ہاں ایک مستقل امام ہو۔ باقی نائب امام ہو سکتے ہیں

(۳) اگر ضرورت ہو بوجہ کثرت نمازیوں کے تو کوئی حرج نہیں۔ جو لوگ انتشار پیدا کرتے ہیں ان کی غلطی ہے۔

عبدالقہار مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۱ ۲۸ صفر ۱۳۸۲ھ

دوران تقریر میں حضورؐ کو کالی کملی والا کہنا کیسا ہے؟

سوال (۵۰۹) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران تقریر میں کالی کملی والا کہتے ہیں اور آپ کی کملی کا رنگ کیا تھا؟

محمد اسحاق حصاری ضلع منٹگمری

جواب (۵۰۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ قرآن و حدیث سے نبی علیہ السلام کو کالی کمبلی والے کہنا ثابت نہیں۔ البتہ قرآن مجید میں مزمل اور مدثر کا لفظ وارد ہوا ہے جس کے معنی کپڑا اوڑھنے کے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر آپ کا کالا کمبل اوڑھنا ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ کہیں ثابت نہیں کہ کسی صحابی نے آپ کو کالی کمبلی والا کہا ہو فقط واللہ اعلم

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۱ ۲۹ صفر ۱۳۸۲ھ

کیا خلاف سنت کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ سنت کے مطابق ادا کرنے کیلئے گھر میں نماز پڑھ سکتے ہیں کیا وضو سے کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

سوال (۵۱۰) (۱) جو امام خلاف سنت جلدی جلدی نماز پڑھائے اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی ایسی مسجد ہمارے قریب نہیں جس میں سنت کے مطابق نماز ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ہم اپنی نماز سنت طریقہ کے مطابق گھر میں ادا کر سکتے ہیں؟

(۳) کیا حدیث کی کتاب مشکوٰۃ شریف میں کوئی ایسی حدیث ہے جس میں لکھا ہو وضو کرنے سے کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

(مولوی) محمد حسین (صاحب) امرتسری

جواب (۵۱۰) (۱) جو امام نماز سنت کے خلاف جلدی جلدی نماز پڑھاتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

(۲) ہاں مجبوراً گھر میں پڑھنا کوئی حرج نہیں جب کہ وہ لوگ سنت کے خلاف نماز پڑھاتے ہیں کہ ایک ایک تسبیح بھی مشکل سے کہنی ملتی ہو تو ایسی صورت میں علیحدہ ہی پڑھ لینی بہتر ہے۔

(۳) مشکوٰۃ میں کوئی حدیث ایسی نہیں جس سے نماز و وضو کے کرنے سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوتے ہوں۔ البتہ صغیرہ گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر موجود ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۳۰ صفر سنہ ۸۲

باوجود استطاعت کے حج نہ کرنا کیسا ہے؟

سوال (۵۱۱) توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے باوجود استطاعت حج کی بھی ہے لیکن اپنی غلطی سے حج کو نہیں جاتا اور اپنے آپ کو اس فعل پر گنہگار بھی سمجھتا ہوں لیکن بعض اہلحدیث

حضرات مسلمان نہیں سمجھتے اور میں دیوبندی خیال کا ہوں اس وجہ سے بھی مجھ کو لوگ مسلمان نہیں کہتے۔ آخرت اچھی کرنے کی غرض سے یہ سوال ہے۔

محمد غیاث الدین دکاندار

جواب (۵۱۱) الجواب بعون الوہاب(۱)۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی جو شخص میرے اور میرے صحابہ کے عمل عقیدہ کے مطابق عمل عقیدہ رکھے گا وہ فرقہ ناجی ہے باقی سب ناری ہیں۔ یہ دیوبندی، بریلوی، چشتی، قادری، نقشبندی، مرزائی، چکڑالوی سب بعد کی تقسیم ہے۔ یہ بات صحابہ کرام میں نہ تھی نہ صحابہ کرام کسی کے مقلد تھے بلکہ براہ راست نبی علیہ السلام کے تابع تھے۔ ہمیں تمھیں بھی چاہیے کہ حنفیت شافعیت وغیرہ مذاہب کا طوق گلے سے نکال کر نبی علیہ السلام کی پیروی کریں تاکہ نجات ہو۔

(۲) مالدار ہو کر بغیر حج کئے مر جانا یہودیت و نصرانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔ فقط۔

عبدالقہار غفرلہ ۳۰ صفر سنہ ۱۳۸۲ ہجری

کیا اُدھار میں سودا مہنگا خریدنا جائز ہے؟ کیا حضور نے سفر میں سنتیں پڑھی ہیں؟ فصل تیار ہونے سے پہلے نقد روپیہ کی ادائیگی پر بھاؤ مقرر کر کے مال لینا جائز ہے یا نہیں خواہ وقتی در کچھ بھی ہو؟

سوال (۵۱۲) (۱) بکر کو گندم کی ضرورت ہے نقد روپے موجود نہیں۔ شہر میں گندم کا عام بھاؤ سولہ روپے فی من ہے مگر روپے نقد نہ ہونے کی وجہ سے وہ زید سے گندم بیس روپے فی من کے حساب سے خرید لیتا ہے۔ کیا ایسا سودا جائز ہے؟

(۲) کیا سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز اور وتر کے علاوہ سنتیں پڑھی ہیں۔ سفر میں سنتیں پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ جواب حدیث کی روشنی میں ہونا ضروری ہے۔

(۳) ابھی فصل بوئی گئی ہے بازار میں اس وقت چنے کا بھاؤ سولہ روپے فی من ہے زید کو نقد روپیوں کی ضرورت ہے۔ وہ دکاندار سے روپے طلب کرتا ہے۔ دکاندار نقد روپے اسے اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ فصل تیار ہونے پر روپیوں کے عوض اس زید سے چنے خریدے گا۔ چنے بھی نو روپے فی من خریدے گا اگرچہ اتنے وقت بھاؤ کم و زیادہ ہو جائے تو کوئی فرق نہ ہوگا۔ شرط یہی قائم رہے گی کیا ایسے سودے جائز ہیں یا نہیں۔

فرزند علی خاں۔ سکھر سندھ

جواب (۵۱۲) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مذکورہ میں واضح ہو کہ جب کہ بائع و

مشتری کے درمیان نقد یا اُدھار کے بارے میں ایک بات طے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ بیع جائز ہے۔ ایسی بیع سود کے حکم میں نہیں۔ (جامع ترمذی)

(۲) سفر میں وتر اور صبح کی سنتیں ضروری ہیں۔ باقی سنتیں نہ پڑھے تو بھی جائز ہے حدیث میں پڑھنے اور نہ پڑھنے کے دونوں فعل ثابت ہیں۔

(۳) یہ صورت بیع سلم کی ہے جو شرعاً جائز ہے فقط

عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام کراچی ۵ صفر ۱۳۸۲ھ

کیا تسلی بخش شخص سے اپنی بیوی کا پردہ اٹھوایا جا سکتا ہے؟

سوال (۵۱۳) نبی علیہ السلام کا کیا فرمان ہے اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کا پردہ دوسرے آدمی سے نہیں کروانا چاہتا کیونکہ وہ اس کی طبیعت سے واقف ہے اور وہ مومن مسلمان ہے اور اس کو اس شخص پر ہر معاملہ میں کامل اطمینان اور بھروسہ ہے تو کیا وہ اپنی بیوی سے اس شخص کا پردہ اٹھا سکتا ہے؟

چوہدری محمد عبد اللہ راولپنڈی

جواب (۵۱۳) الجواب بعون الوہاب ۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ بہتر پردہ کرنا ہی ہے۔ پردہ نہ کرانے میں احتمال ہے کہ کہیں شیطان دھوکہ دیدے فقط واللہ اعلم۔

عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام کراچی۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

اہلحدیث لڑکی کا شیعہ سے نکاح کرنے اور اسکے معاونین کے بارہ میں سوال

سوال (۵۱۴) کیا اہلحدیث لڑکی کا نکاح شیعہ مذہب والے شخص سے ہو سکتا ہے جب کہ شخص مذکور تعزیہ بھی نکالتا ہے اور صحابہ کو گالیاں بھی دیتا ہے قرآن و حدیث سے جواب دیا جائے اور جو لوگ اس میں تعاون یعنی مدد کرتے ہیں ان سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے

محمد سلیمان کراچی ۱۹

جواب (۵۱۴) الجواب بعون الوہاب ۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شیعہ اگر منکر ضروریات دین اور تارک فرائض اسلام ہے اور ایسے امور کا قائل و عامل ہے جن کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تو ایسے شیعہ سے عورت موحدہ اہلحدیث کا نکاح ہرگز جائز نہیں۔ زاد المعاد میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اَلَّذِیْ یَقْتَضِیْهِ حُكْمُهٗ اِعْتِبَارُ الدِّیْنِ فِی الْكَفَاءَةِ اَصْلًا وَّكَمَالًا فَلَا تُزَوَّجُ مُسْلِمَةٌ بِكَافِرٍ وَّلَا عَفِیْفَةٌ بِفَاجِرٍ انتہی عالمگیریہ میں ہے لَا یَكُوْنُ الْفَاسِقُ كُفُوًا لِلصَّالِحَةِ سَوَاءٌ كَانَ مُعْلِنَ الْفِسْقِ اَوْ لَمْ یَكُنْ انتہی خلاصہ یہ کہ عورت اہلحدیث موحدہ کا نکاح شیعہ سے نہیں کرنا چاہئے۔ پھر یہ کہ تعزیہ بنانا او

اس کی پوجا کرنا اس میں مصنوعی قبر بنا کر جلب منفعت و دفع مضرت کی غرض سے بچوں کو اس کے نیچے سے نکالنا صریح شرک ہے اور فاعل مشرک اور مشرک کا موحدہ سے نکاح جائز نہیں (قرآن مجید پارہ ۲- رکوع ۱۱) نیز فتاویٰ نذیریہ میں بھی اس قسم کے نکاح کو ناجائز لکھا ہے۔

(۲) جو لوگ خلاف شرع کاموں میں معاونت کرتے ہیں ان کو بچنا چاہیئے۔ قرآن شریف میں ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فقط

ابو عمار عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام محمدی مسجد دار الافتار جماعت غربار اہلحدیث
۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ کراچی

کیا دینی مدارس کے لئے زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے؟

سوال (۵۱۵) کیا دینی مدارس کے لئے زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے یعنی جو مدرسہ محض قرآن و حدیث کی سچی تعلیم اور قرآن و حدیث کی اشاعت و تبلیغ کے لئے جماعت اہلحدیث کے مبلغ بنانے کے لئے قائم کیا گیا ہو اس میں بیت المال کا کوئی حصہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں، جائز ہے یا نہیں؟

احمد علی ضلع کھلنا، مشرقی پاکستان

جواب (۵۱۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ دینی مدارس بھی فی سبیل اللہ کی ایک مد میں شمار ہیں لہٰذا امیر جماعت بیت المال سے ایسے مدارس کی امداد کرے تو جائز درست ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر فتح البیان تحت آیت إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الآیۃ فقط۔

ابو عمار عبد القہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام معاون نائب مفتی
جماعت غربار اہلحدیث برنس روڈ۔ کراچی ۱ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

حضرت سائرہ، ندار لغیر اللہ اور وسیلہ کی بابت سوالات

سوال (۵۱۶) کیا فرماتے ہیں علمار دین و شرع متین مسائل ذیل میں:-

(۱) بعض علمار کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سائرہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر عالم دنیا کے مرحوم شیر خوار معصوم بچوں کو دودھ پلانے کے انتظار میں مصروف رہتی ہیں (یعنی دودھ پلاتی ہیں)

(۲) مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے کہ ندار لغیر اللہ درست اور جائز ہے جس کو خود خدا نے اپنے کلام پاک کے پ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۵ آخر میں ارشاد فرما کر اجازت ......

دیدی۔ وہ آیت شریف درج ذیل ہے قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک سے کہا کہ اے پروردگار! تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا جب کہ وہ خاک ہو چکے ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی تسلی کی غرض سے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ! تم چار پرند لیکر ان کے گوشت کا قیمہ کر ڈال۔ پھر اس تمام قیمہ کو خوب ملا کر اس کے چار حصے کر کے چار پہاڑوں پر ڈال دے پھر ان چاروں پرندوں کو آواز دے پھر دیکھ کہ وہ پرندے آتے ہیں یا نہیں۔ اس حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پرندوں کو آواز دیتے ہیں اے مور آ۔ اے مرغ آ۔ اے کبوتر آ۔ اے کوے آ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس آواز پر اس گوشت کے ٹکڑے ہواؤں میں اڑ کر آپس میں جڑ جاتے ہیں اور جدا گانہ وہ چاروں پرند اڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آجاتے ہیں۔

"یہ آواز دینا اللہ تعالیٰ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غیر اللہ کی ندا دلوا کر اجازت دے رہا ہے اس لئے ندا غیر اللہ جائز اور درست ہے"۔

مثلاً جب ہمارا کام وسیلہ پر حیدر آباد سندھ کے کمشنر صاحب سے یہیں پورا ہو جائے تو پھر ہمیں پاکستان کے صدر ایوب خاں صاحب کی عدالت میں اتنی دور راولپنڈی یا کراچی جانے کی کیا ضرورت؟

نوٹ ۳:۔ اس مثال پر ایک سوال اور پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا اللہ تعالےٰ کی حکومت بھی صدر ایوب خاں صاحب کی طرح الیکشن پر قائم ہے؟ جب کہ صدر ایوب خاں صاحب ایک اعلیٰ اور افضل وزراء سے لیکر ایک ادنیٰ ملازم کے بھی محتاج ہو سکتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کے نافرمان سرکش بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانیوں پر بغاوت کر کے اپنی مرضی کا دوسرا خدا عرش بریں پر لا سکتے ہیں؟ (استغفر اللہ۔ نعوذ باللہ)

(۳) بزرگوں کے وسیلہ پر دنیا کا انتظام قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دیتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وسیلہ تصرف پر اللہ کی تمام مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس تصرف محمدی کو اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ۲۸ سورہ حشر رکوع ۱) یعنی رسول جو تمہیں دے وہ لیلو۔ اور جو نہ دے اس کو نہ لو۔

نوٹ ۴:۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی میں تشریف فرما نہ تھے تو اس وقت اس تصرف محمدی کا انتظام دنیائے عالم میں کس کے سپرد تھا؟

(۴) مرحوم بزرگوں کا وسیلہ - ایک شخص کسی سیٹھ کے یہاں کا غلام تھا - اس کے مالک کا
نام عبدالقادر تھا - اس غلام نے اپنے مالک کی محبت کی بنا پر اُس نے اس کے نام ورد زبان
کر رکھا تھا اور اپنے مالک کے روپے پیسے سے بڑے پیر صاحب کی گیارہویں بھی کیا کرتا تھا
جب اس غلام کا انتقال ہوا تب قبر میں دفنانے کے بعد قانون قدرت کے مطابق اس غلام
سے سوال وجواب کی غرض سے منکر نکیر حاضر ہوئے - اس وقت ان فرشتوں کو دیکھ کر اپنی عادت
کے مطابق چیخ مار کر اپنے مالک عبدالقادر کو پکارنے لگا - اس کی اس ڈراونی آواز پر بڑے پیر
شیخ عبدالقادر جیلانی حاضر ہوئے اور اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ گھبرامت - بتا کیا کہتا ہے؟
اس مرحوم غلام نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو آواز نہیں دی - میں تو اپنے مالک عبدالقادر
کو آواز دے رہا ہوں - اس کے اس روکھے جواب پر بڑے پیر صاحب عبدالقادر جیلانی نے
فرمایا کہ میں بھی تو عبدالقادر ہوں - بتا کیا کہتا ہے - اس کی اس گھبراہٹ اور پریشانی نے فوراً
منکر نکیر کی طرف اشارہ کر دیا - اس کے اس اشارہ پر بڑے پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے منکر
نکیر کے کانوں میں چپکے سے کچھ کہدیا تب وہ منکر نکیر فرشتے بلا سوال وجواب کئے ہوئے
اس غلام کو چھوڑ کر خاموش چلے گئے اور وہ غلام بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کی برکت کی
بدولت اپنے آرام کی نیند ہمیشہ کے واسطے سو گیا -

نوٹ:- ہر دو سوال نمبر کے جوابات جداگانہ واضح طور پر صحیح قرآن وحدیث سے
عنایت فرما کر مشکور فرمایا جائے اور قصہ بڑے پیر صاحب کو اسلام کی معتبر کتاب سے جسکی
اصل اور صحیح عبارت تحریر فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو ہدایت ہو -

محمد صدیق حیدرآباد سندھ

جواب (۵۱۶) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح ولائح ہو کہ یہ
بات بلا ثبوت ہے - جن بعض علماء نے بیان کیا ہے ان سے ثبوت طلب کیا جائے -

(۲) ابراہیم علیہ السلام کا یہ ایک معجزہ تھا - اس واقعہ سے نداء لغیر اللہ کے جواز پر
استدلال کرنا بالکل حماقت وجہالت ہے کیونکہ نہ نبی علیہ السلام اور نہ صحابہ کرام نے یہ مطلب
اس آیت کا بتلایا بلکہ اس کے خلاف قرآن شریف میں موجود ہے فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا
نیز فرمایا إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ الآية

(۳) آیت ہذا سے مراد احکام الٰہی اوامر ونواہی شرعیہ ہیں، نہ کہ دنیا کا مال ومتاع -

(۴) شیخ عبدالقادر جیلانی نہ کسی کی قبر میں آئے اور نہ یہ واقعہ ظہور میں آیا - یہ سب غلط باتیں
بناوٹی ہیں جن کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہیں - بلکہ قرآن مجید میں ہے وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ
غَافِلُونَ ○ یعنی جو لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں وہ دنیا والوں کی پکار سے غافل ہیں
اللہ تعالیٰ تو فرمائے وہ غافل ہیں اور یہ بدعتی کہتے ہیں اس نے قبر میں آواز دی تو شیخ

عبدالقادر قبر میں آ گئے۔ قرآن سچا اور یہ جھوٹے۔ اب قرآن کو مانیں یا ان کی بکواس کو سچا جانیں۔ وسیلہ کے متعلق حضرت الامام مولانا حافظ عبدالستار صاحب محدث دہلوی مدظلہ کا تصدیق فرمودہ "کتاب الوسیلہ"[1] منگا کر ملاحظہ فرمائیں فقط عبدالقہار غفرلہ

مذہبی اختلاف باعث فسخ نکاح ہے یا نہیں

سوال (۵۱۷) میری دختر فاطمہ کی شادی مسمی یوسف بدمعاش سے ہوئی جو کہ بدعتی اور بدکردار تھا اپنے آپ کو اہلحدیث بتا کر دھوکہ سے رشتہ حاصل کر کے بعد از شادی لڑکی کو بدعت و شرک کی ترغیب دینے لگا۔ لڑکی نے کافی سے زیادہ اصرار کیا کہ موجودہ حرکات سے باز آ جا ورنہ تیرا میرا نکاح فسخ ہونے کا خطرہ ہے مگر اس نے اہلحدیثوں کو برا کہنا شروع کر دیا جس وجہ سے خاوند بیوی میں مذہبی اختلاف کی بنا پر جھگڑا رہا شادی کو تقریباً ۴ سال گزر گئے ہیں مگر یوسف جرائم پیشہ اور عادی مجرم ہونے کی بنا پر جیل میں ایک سال سے قید میں ہے۔ خرچ وغیرہ بھی نہیں دیتا۔ میں والدہ لڑکی خود غریب ہوں۔ میرے خاوند کا دماغ فیل ہو چکا ہے۔ کیا شریعت محمدیہ لڑکی کو آزاد کرتی ہے تاکہ دوسری جگہ شادی کی جائے۔ جواب جلد عنایت فرمائیں

مریم زوجہ صوفی ایوب ضلع ملتان

جواب (۵۱۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں بصدق سوال واضح باد کہ شرعاً یہ نکاح قائم نہیں کیونکہ دھوکہ دیکر نکاح کیا اور دھوکہ سے نکاح نہیں ہوتا لڑکی کو چاہیئے درخواست دیکر اپنا عقد ثانی کرائے۔ حدیث میں ہے "اَلَّذِیْ لَا یَجِدُ مَا یُنْفِقُ عَلٰی امْرَأَتِہٖ قَالَ یُفَرَّقُ بَیْنَہُمَا" یعنی جو خاوند اپنی عورت کو نان نفقہ نہ دے ان میں تفریق کرا دی جائے فقط۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام کراچی ۱۲

سوال بابت ورثہ

سوال (۵۱۸) زید کا انتقال ہو گیا ہے۔ ورثاء حسب ذیل ہیں۔ ورثہ کیونکر تقسیم ہوگا۔ کل ترکہ ۱۵-۱ روپے ہیں انکو تقسیم کر دیجئے۔ ورثاء یہ ہیں۔ والد۔ لڑکا ایک لڑکیاں چار شادی شدہ فقط

جواب (۵۱۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ زید کا تمام ترکہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی الارث ۳۶ سہام پر تقسیم ہو کر چھ سہام والد کو اور دس سہام لڑکے کو اور پانچ پانچ سہام ہر لڑکی کو از روئے فرائض پہنچیں گے -/۱۵-۱ روپے

[1] یہ کتاب ایک روپیہ میں مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی سے مل سکتی ہے۔

میں ہر وارث کا حصہ درج ذیل ہے

والد — ۱۶۹/۲/۸ لڑکی — ۱۴۰/۱۵/۶ ۲/۳ لڑکی ۱۴۰/۱۵/۶ ۲/۳
لڑکا — ۲۸۱/۱۵/۱ ۱/۳ لڑکی ۱۴۰/۱۵/۶ ۲/۳ لڑکی ۱۴۰/۱۵/۶ ۲/۳ } میزان ۱۰۱۵ روپے

فقط ۔ احقر العباد عبد القہار غفر لہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث رجسٹرڈ محمدی مسجد برنس روڈ کراچی ملا
۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

پیٹ کی چوٹ سے ہلاک ہونیوالا شہید ہے

سوال (۵۱۹) زید ایک آٹا چکی کا مالک ہے اور نوجوان ہے ۔ قدرت الٰہی سے گذشتہ ماہ جولائی کی ۹ تاریخ کو صبح اچانک ایک شدید چوٹ کام کرتے ہوئے پیٹ میں آئی جسکا آپریشن ۱۰ تاریخ کی رات کو کیا گیا ۔ زید ۱۱ تاریخ کو رات کے گیارہ بجے راہی عدم ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کیا شرع محمدی کے تحت مرحوم کو درجہ شہادت ملا یا نہیں جب کہ مرحوم اپنے انتقال کے آخری منٹ تک بہوش وحواس گفتگو کرتا رہا اور جسم میں بھی کسی قسم کا ضعف نہ تھا ۔

(۲) مرحوم کے لئے ثواب جاریہ کا شریعت میں کیا حکم ہے اور کونسا ایسا طریقہ ہے جس سے مرحوم کا عذاب قبر کم ہو اور روز محشر میں وہ سرخرو ہو ۔

ازراہ کرم قرآن وحدیث سے مطلع فرمائیں ۔ زید مرحوم ایک پابند دین اور پکا اہلحدیث تھا ۔ عبد المنان محمدی پاک فلور مل ضلع نواب شاہ سندھ

جواب (۵۱۹) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے ۔ کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ ان کو بھی شہادت کا درجہ عنایت فرمادے ۔

(۲) مرحوم کی طرف سے صدقہ کرنا چاہئے ۔ بہترین صدقہ صدقہ جاریہ ہے مثلاً کنواں کھدوانا، مسجد بنوانا یا دینی کتب خرید کر طلباء وغیرہ کو دینا فقط ۔

عبد القہار غفر لہ ۱۴ ربیع الاول ۸۲ھ

ریڈیو کی اطلاع پر رویت ہلال کی بابت سوال

سوال (۵۲۰) زید نے ابر ہونے کے سبب ریڈیو کی اطلاع پر جب کہ ریڈیو حکومت کا مصدقہ مانا ہوا ادارہ ہے ۔ جمعۃ المبارک کے دن روزہ رکھا ۔ بکر نے مخالف اس کے حدیث پیش کی کہ ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے ۔ نیز اسی پہ بکر نے اکتفاء نہیں کی بلکہ جن اشخاص نے اطلاع ملنے پر روزہ رکھا ان کے گھر اور انکی زبینوں

پر جاکر ٹھیک بارہ بجے دن روزہ چھڑواتا پھرتا رہا۔ تقریباً چالیس پچاس اشخاص کے روزے افطار کرادیئے۔ آیا بکر پر اس روزہ توڑوانے کا کفارہ پڑتا ہے یا نہیں۔ نیز مذکور شخص باوجود اہل دولت ہونے کے زکوٰۃ و حج کا بھی تارک ہے۔ جواب عنایت کریں

ابوالنصر ثناء اللہ خاکی لکھوی ضلع منٹگمری

جواب (۵۲۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ حدیث شریف میں فرمان نبوی ہے صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ۔ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ اگر ابر ہو تو شعبان کی گنتی پوری تیس دن کر لو۔

دور دراز کی خبروں یا ریڈیو وغیرہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ نیز تارک زکوٰۃ و تارک حج شرعاً کافر ہے۔ حدیث میں ہے مَنْ لَّمْ یُؤَدِّ زَکوٰۃَ مَالِہٖ فَھُوَ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ اَوْ کَمَا قَالَ فقط عبدالقہار غفرلہ

سوال بابت ختم قرآن شریف بشکل مجمع

سوال (۵۲۱) کیا قرآن حکیم کا ختم بشکل مجمع (دائرہ) ایک دن میں ہونا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز ہے تو کس شکل میں اور ناجائز ہے تو کس طرح؟

بدست عبدالرحمن عرف مائی گذری دہلی کالونی کراچی۔

جواب (۵۲۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ مجمع و دائرہ کی کوئی شرط نہیں۔ یوں قرآن مجید کی تلاوت باعث اجر و ثواب ہے فقط۔

عبدالقہار غفرلہ ۱۸ ربیع الاول ۸۲ھ

طلاق ثلاثہ کی بابت استفسار

سوال (۵۲۲) ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو چند لوگوں کے سامنے اکٹھی بیک وقت تین طلاقیں دیدی ہیں اور دوسرے ہی دن وہ اپنے کیئے پر نادم ہے اور متفکر اور میاں بیوی پھر سابق دستور یکجا شامل رہنا چاہتے ہیں لہذا ایسی صورت میں حضور کا کیا فتویٰ ہے؟

عبدالوارث رحمانی۔ بوگرہ ضلع۔ مشرقی پاکستان

جواب (۵۲۲) الجواب بعون الوہاب۔ بصدق سوال صورت مسئولہ میں واضح باد کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں طَلَاقُ

اَلثَّلٰثِ وَاحِدَةً (صحیح مسلم شریف) لہٰذا رجوع کا حق حاصل ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دارالسلام ومعاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث برنس روڈ۔ کراچی ۱ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

طاقت سے زیادہ مہر مقرر کرنا اور بے نماز کا حق والے کو برا کہنا کیسا ہے

سوال (۵۲۳) (۱) دولہا جس پر اس کی مرضی کے خلاف اور ضد سے مہر کی رقم طاقت سے زیادہ پر مجبور کر دیا جائے کیا یہ جائز ہے؟

(۲) جو لوگ نماز تو پڑھتے نہیں، مسئلہ جو سنائیں اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور سنانے والے سے نالاں ہیں۔ کیا اسلام پھر بھی ہے؟

نعمت اللہ۔ عبد اللہ پور لاہور

جواب (۵۲۳) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ مہر حسب استطاعت رکھا جائے۔ شریعت نے زیادہ پر مجبور نہیں کیا۔ زید پر جو جبر کیا گیا ہے یہ خلاف شرع ہے۔

(۲) شرعاً بے نماز کافر ہے۔ حق والوں کو برا کہنا ناجائز ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

بیوی کو معلق رکھنے کے بارہ میں سوال

سوال (۵۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسمی شیر محمد کی ہمشیرہ جس کا نام حرفاں ہے جس کا نکاح گل شیر کے ساتھ ہوا اور وہ اپنے شوہر کے گھر چھ ماہ بستی رہی۔ چھ ماہ بعد بوجہ نشوز کے گل محمد نے اپنی بیوی مسماۃ حرفاں کو اس کے بھائی کے گھر چھوڑ دیا۔ شیر محمد نے عرصہ دراز پانچ سال انتظار کر کے مع چند ہمراہیوں کے چوہدری لال خاں و اسمٰعیل وغیرہ مسمی گل شیر کے گھر جا کر کہا تو اپنی بیوی کو لے جا۔ مگر اس نے جواب دیدیا۔ اسی طرح وہ تین دفعہ اس کے گھر گئے مگر تیسری دفعہ اس نے جواب دیا کہ میں نہ اس کو بساؤں گا اور نہ ہی طلاق دوں گا۔ اب اس معاملہ کو عرصہ نو سال گذر چکے ہیں اور وہ اس کو اپنے گھر نہیں بساتا اور مسمی گل شیر نے اپنی دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ شریعت کا کیا حکم ہے اب حرفاں کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے؟ فقط

شیر محمد بذریعہ مولوی عطاء اللہ معرفت علی محمد نمبردار ضلع بھاولنگر

جواب (۵۲۴) الجواب بعون الوہاب۔ بصورت صدق سوال سائل ایسا کرنا صریح ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ الخ گل شیر کو چاہیئے یا تو مسماۃ حرفاں کو بسالے یا طلاق دیکر اپنے نکاح سے جدا کردے۔ اگر ہر دو صورت میں سے کوئی ایک صورت اختیار نہ کرے تو مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہے اپنا نکاح بذریعہ عدالت شرعیہ فسخ کرا کر عقد ثانی کرلے فقط۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام ومعاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث۔ محمدی مسجد۔ برنس روڈ۔ کراچی ۱ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

عدت گذر جانے پر رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال (۵۲۵) زید اور اس کی بیوی میں ناچاقی ہوگئی۔ زید کی ساس وخسر نے لڑکی کو روک لیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد زید سے طلاق طلب کی لیکن زید اور اس کی بیوی ایسا نہیں چاہتے۔ ساس نے کہا ہم مہر معاف کردیں گے لیکن طلاق دیدو۔ لڑکی کو والدہ نے جبراً طلاق لینے اور مہر معاف کردینے پر رضامند کرلیا۔ آخر لڑکی نے مہر معاف کیا اور زید نے ایک ہی وقت میں کہا میں نے تم کو تین طلاق دیں اور عدت بھی ختم ہو چکی ہے۔ اب زید کو کیا کرنا چاہیئے اپنی بیوی کو لاسکتا ہے یا نہیں۔

بابو عبدالرحمن خاں۔ حیدرآباد سندھ

جواب (۵۲۵) الجواب بعون الوہاب۔ ایسی صورت میں اگر لڑکی راضی ہو اور کوئی صورت مصالحت کی ہو تو تجدید نکاح کے ساتھ اپنی بیوی کو زید اپنے گھر لاسکتا ہے۔

عبدالقہار غفرلہ مدرس مدرسہ دار السلام کراچی ۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

جوتا پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں

سوال (۵۲۶) کیا نبی علیہ السلام نے بمع جوتا نماز پڑھنے کا یا کہ جنازہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے یا کہ نبی علیہ السلام نے خاص وقت یا ضرورت کے لئے فرمایا ہے تاکید کرکے کتب صحیحہ سے تلاش کرکے عنایت فرمادیں۔ اس مسئلہ سے ہمارے ملک میں فساد اور خونریزی کا خطرہ ہے۔ (ضلع ہزارہ) بدست عبدالعزیز محمد حسین ایکسپورٹ ٹیلر ڈرگ روڈ لیاقت آباد

جواب (۵۲۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جوتا صاف اور پاک ہو تو نماز بمع جوتا پڑھنا کوئی حرج نہیں ہے جائز ہے مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے فقط۔ عبدالقہار غفرلہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

غلط بیانی سے خلع حاصل کرنیکے بارہ میں استفسار

سوال (۵۲۷) مسماۃ حسینہ نے اپنے شوہر پر غلط الزامات لگا کر عدالت سے

خلع کی اجازت ڈگری حاصل کرلی ہے باوجود اس کے کہ شوہران الزامات سے قطعاً انکاری ہے اور الزامات کو جھوٹ اور افتراء قرار دیتا ہے نہ معلوم کس بنیاد پر عدالت نے محض مسماۃ اور اس کے والد کے بیان کو بغیر کسی تحقیق اور شہادت کے قابل اعتماد سمجھ کر فیصلہ وارد اور مقدمہ کیا۔ از روئے شرع یہ خلع درست ہے یا نہیں۔

شمس الدین ولد بنے۔ کراچی

جواب (۵۲۷) الجواب بعون الوہاب۔ بصدق سوال صورت مسئولہ میں واضح باد کہ اگر مسماۃ نے بلاوجہ خلع کرایا ہے تو قیامت کے دن وہ جواب دہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔ بہرحال اگر وہ کسی وجہ سے خاوند کی زوجیت میں نہیں رہنا چاہتی تو اس کو خلع کرانے کا شرعاً حق حاصل ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

مطلقہ بائنہ کی عدت کے بارہ میں سوال

سوال (۵۲۸) زید کی بیوی عرصہ تین سال سے اپنے والدین کے ہاں بوجہ ناراضگی خاوند رہ رہی ہے۔ اب زید نے طلاق بائن دیدی ہے۔ کیا عورت عدت گذارے

عبدالعزیز (صاحب) دہلی کالونی گذری نمبر ۱۱

جواب (۵۲۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ عورت مذکورہ ایک ماہ کی عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں خاوند سے میل نہیں ہوا تو کچھ بھی عدت نہیں۔ عبدالقہار غفرلہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

سیاہ خضاب کے بارہ میں استفسار

سوال (۵۲۹) سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے سیاہ خضاب کرنا حرام ہے کیونکہ اسکی حدیثوں میں سخت وعید اور ممانعت آئی ہے حتیٰ کہ وہ شخص جنت کی بو تک بھی نہ پائے گا (ابوداؤد) ایک روایت میں ہے سیاہ خضاب سے بچو (مسلم) اور سیاہ خضاب اہل نار اور کفار کا خضاب ہے (طبرانی۔ حاکم) اور بھی اول اول سیاہ خضاب فرعون نے کیا تھا۔ اور بھی سیاہ خضاب کرنے والوں کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہونگے (ابن ابی حاتم) وغیرہ وغیرہ۔

بکر کہتا ہے کہ سیاہ خضاب جائز ہے کہ اور حدیث میں سیاہ خضاب کی تعریف آئی ہے (ابن ماجہ وغیرہ) اور خلفائے راشدین اور اجل صحابہ رضی اللہ عنہم نے خضاب کیا ہے (زاد المعاد) اور بھی وسمہ اور مہندی ملا کر خضاب کرنا جائز ہے (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی) ایک جماعت

صحابہ نے سیاہ خضاب کیا جن میں ابو بکر صدیقؓ اور امام حسنؓ وامام حسینؓ اور بڑے بڑے صحابہ ہیں (شرح مسلم امام نووی) اور بھی حضرت ابابکر صدیق مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا کرتے تھے (مسلم) نیز مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے لکھا ہے کہ بعض اہل تجربہ کا قول ہے کہ اگر مہندی اور وسمہ ملا کر خضاب کیا جائے تو سیاہ رنگ ہوتا ہے (صلاح الرسوم مطبع مجیدی کانپور) جائز ہے یا حرام؟ جواب باصواب فرماویں عین نوازش ہوگی۔

سائل صوفی نذیر حسین ضلع منٹگمری

جواب (۵۲۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ مروجہ سیاہ خضاب کی احادیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔ مجاہد کے لئے لگانا جائز ہے۔ نیز مہندی اور وسمہ ملا کر لگانا بھی جائز ہے فقط

عبدالقہار عفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث

برنس روڈ۔ کراچی ۱؎ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

امام مالکؒ کے رفع الیدین اور جبری طلاق کی بابت سوالات

سوال (۵۳۰) (۱) امام مالکؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے جبری طلاق کے فتوے کی تصدیق نہیں کی۔ اس کے بعد انپر سختی گی گئی کہ ان کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے جس کے نتیجہ میں وہ رفع الیدین نہیں کر سکتے تھے کیا امام مالکؒ اس حادثہ سے قبل رفع الیدین کیا کرتے تھے؟

(۲) حادثہ کے بعد امام مالکؒ نیت کس طرح باندھتے تھے جب کہ ان کے ہاتھ کندھے تک نہیں اٹھ سکتے تھے؟

(۳) جبری طلاق کا فتویٰ کس نے دیا اور اس فتوے کے پس پردہ اصل وجوہ کیا تھیں؟

خلیل الرحمٰن کراچی

جواب (۵۳۰) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح باد کہ امام مالکؒ اپنی کتاب مؤطا کے ص۲۵ میں رفع الیدین کی حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کیا کرتے تھے تو امام صاحب کے رفع الیدین نہ کرنے کی کیا وجہ؟ اور نہ کوئی دلیل ایسی کہ ہاتھ شل ہونے سے قبل ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ بلکہ حدیث اپنی کتاب میں لانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ رفع الیدین کرتے تھے۔

(۲) یہ تو صاف بات ہے جب کہ ہاتھ اٹھتے نہیں تو صرف زبان سے ہی اللہ اکبر کہہ کر نیت اشارہ سے باندھتے ہونگے کیونکہ وہ لوگ حدیث رسولؐ کے عامل تھے جب کہ حدیث میں ہے فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَأَوْمِ إِيْمَاءً جب طاقت نہ ہو تو آنکھ کے اشارہ سے نماز ادا کیجا سکتی ہے

(۳) پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی میں جو صحیح بخاری مترجم و محشی اہلحدیث شائع ہو رہی ہے اس کے پارہ چھ میں امام مالک کے اکثر حالات تحریر کر دیئے گئے ہیں اس میں سے ملاحظہ فرمالیں فقط۔
عبدالقہار غفرلہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

نوجوان۔ بالغہ لڑکی کا موجودہ اسکولوں میں انگریزی تعلیم پانا کیسا ہے

سوال (۵۳۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ ایک نوجوان لڑکی بالغہ کا آج کل کے ماحول میں موجودہ اسکولوں میں جا کر انگریزی اور مروجہ سرکاری تعلیم حاصل کرنا شریعت اسلامیہ کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ لڑکیوں کے لئے الگ زنانہ اسکول موجود ہیں جہاں عورتیں ہی ان کو تعلیم دیتی ہیں۔ بدلائل شرعیہ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔
(مولانا) شرف الحق محمود۔ ملتان شہر

جواب (۵۳۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ دین اسلام پر قائم رہتے ہوئے انگریزی تعلیم حاصل کرنا اپنی ضروریات کے لئے جائز ہے بشرطیکہ پردہ وغیرہ کی پابندی ہو اور مخلوط تعلیم نہ ہو یعنی وہاں لڑکے تعلیم نہ پاتے ہوں۔ اگر ایسی تعلیم سے دین میں نقصان ہو تو جائز نہیں۔ عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

بغیر طلاق کے نکاح اور فاجر و فاسق کی شہادت کے بارہ میں استفسار

سوال (۵۳۲) (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صدر مدرسہ دارالسلام اہلحدیث نے اپنی رشتہ دار لڑکی کا نکاح ثانی زید سے کرادیا جب کہ اس لڑکی کا پہلا خاوند موجود ہے جس نے اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دی کیا یہ نکاح درست ہے؟ اور جماعت نے اکٹھا ہو کر زید سے ساٹھ روپے جرمانہ وصول کر کے اسے معاف کر دیا۔ کیا اس سے حدود اللہ کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ دیگر اس نکاح کے متعلقین کے لئے شریعت کے نزدیک کیا درجہ ہے؟
(۲) کہ اہلحدیث مسجد میں مؤذن ہوتے ہوئے ایک ڈاڑھی منڈھے کو خاص طور پر رمضان کیلئے مؤذن ہونا یا مقرر کرنا کہاں تک درست ہے؟
(۳) کہ اہلحدیث کے پیش امام صاحب نے یہ فرمایا کہ ڈاڑھی منڈھانے والا فاسق و فاجر ہے اس کی شہادت درست نہیں ہوتی کیا کوئی ایسی مرفوع حدیث ہے فقط
گرودھر محمد عمر۔ جودھپور

جواب (۵۳۲) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ اگر پہلا خاوند دیندار ہے اور نان نفقہ وغیرہ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو اس کی بلا طلاق دیئے نکاح ثانی درست نہیں۔ اور اگر بے دین بے نماز وغیرہ ہے یا نان و نفقہ نہیں دیتا۔ عورت پر

ظلم کرتا ہے تو مابین زوجین تفریق کرا کے نکاح ثانی کروا سکتے ہیں۔

(۲) مؤذن و امام مسجد باشرع آدمی ہونا چاہیئے۔ متشرع آدمی کے ہوتے ہوئے فاسق فاجر کو مقرر کرنا ٹھیک اور درست نہیں۔

(۳) ڈاڑھی منڈوانے والے کی شہادت شرعاً رد کیجا سکتی ہے جیساکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ قاضی مدینہ نے (فاسق فاجر) داڑھی کے بال نوچنے والے کی شہادت مردود و ناقابل قبول سمجھ کر رد کردی وَرَدَّ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَابْنُ اَبِیْ لَیْلٰی قَاضِی الْمَدِیْنَۃِ شَھَادَۃَ مَنْ کَانَ یَنْتِفُ لِحْیَتَہٗ (شمس الضحی فی اعفاء اللحی مصنف مولانا عبد الستار صاحب ص۱۳ طبع کراچی) فقط۔

عبد القہار غفر لہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث۔

حدیث ثویبہ کے متعلق سوالات

سوال (۵۳۳) التماس ہے کہ ایک بدعتی نے مجلس میلاد پر دلیں دیتے ہوئے بخاری کا حوالہ دیکر کہا کہ ابو لہب نے حضور کی محبت میں آکر پیدائش والے دن اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا مگر وہ نبوت میں آپ کا دشمن رہا تب بھی اسکو کلمے کی انگلی سے پانی پلایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ایک کافر اگر حضور کی میلاد کی خوشی میں انگلی سے اشارہ کر کے جہنم میں پانی پی سکتا ہے تو مومن ان کی میلاد کی خوشی کر کے کیوں جنتی نہیں ہو سکتے۔ اور پھر یہ اس کتاب کی حدیث ہے جس کو اہلحدیث کود کود کر پیش کرتے ہیں

لوگ یہ بیان سنکر حیران رہ گئے۔ اس نے بخاری کا نام تو لیا مگر حوالہ نہ دیا تھا۔ مجھے دیکھنے میں بڑی دقت اٹھانی پڑی۔ آخر پ۲۱ کتاب النکاح باب الحرۃ تحت العبد میں یہ الفاظ ملے قال عروۃ وثویبۃ مولاۃ لابی لہب کان ابو لہب اعتقہا فارضعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما مات ابو لہب اریہ بعض اھلہ بشر حیبۃ قال لہ ماذا لقیت قال ابو لہب لم الق بعدکم غیر انی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثویبۃ۔ لغات الحدیث جلد اول باب الجار مع الیاء ص۱۷۱ پر لکھا ہے۔ کرمانی نے کہا، اس روایت سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ کافر کو اعمال صالحہ سے اتنا فائدہ ہوگا کہ عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ (۱) صاف اور صریح الفاظ میں بتائیں یہ حدیث کیسی ہے؟

(۲) یہ عروہ کون ہیں۔ کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

(۳) امام بخاری رحمہ نے یہاں ان کا قول کیوں نقل کیا ہے؟

(۴) مناظرانہ طریق پر اس کا جواب کیا ہے؟ ابو لہب کے پانی پلانے کی بجائے اگر قرآن کی آیات پ۱۳ رکوع ۱۳ وَنَادٰی اَصْحٰبُ النَّارِ الآیۃ اور پ۲۹ رکوع ۵ اِنَّہٗ کَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ

الْمُعَظَّمِ تا مِنْ غِسْلِيْنٍ ○ اور پ ۳۰ رکوع ۱۳ هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِيَةِ ○ تا اٰنِيَةٍ وغیرہ سے جہنم کا پانی پیپ وغیرہ سے بدل دیا جائے تو ٹھیک ہوگا یا کوئی خرابی لازم آئیگی

(۵) یہ روایت قرآن پاک کے ان الفاظ کے خلاف بھی ہے کہ وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ الآیۃ پ ۱۹ رکوع ۱

(۶) ابولہب نے ثویبہ کو آپ کی پیدائش پر آزاد کیا تھا اس کے لئے صریح صحیح کونسی حدیث ہے؟۔

(۷) ثویبہ مسلمان ہوگئی تھی اس کا صحیح صریح الفاظ میں کیا ثبوت ہے؟

(۸) ابولہب مردود جنگ بدر کے بعد مرا مگر ثویبہ فتح خیبر کے بعد مری۔ یہ دونوں ہی حضور کی موجودگی میں مرے۔ ابولہب کے پانی ملنے کا ذکر اور ثویبہ کے مسلمان ہونے کا ذکر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ فرمایا۔ اور اگر فرمایا ہے تو وہ کس جگہ ہے؟

(۹) تخفیف عذاب کا ذکر تو ابوطالب کے لئے بھی ہے جس کے ہم منکر نہیں ہیں مگر کافر کو جنت سے کھانا یا پانی ملنا محال۔ اگر پانی ملتا ہے تو اس کی تاویل ہے؟

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر ثویبہ کو بوجہ خوشی آزاد کرنا اگر کوئی ثابت کرے تو ہم کہیں گے کہ اس نے نبی کی پیدائش پر خوشی کرتے ہوئے نہیں بلکہ اپنے بھائی کی نسل چلنے اور بھتیجا ہونے پر خوشی کر کے دنیاوی ناموری کی وجہ سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا ورنہ جملہ کفار عبدالمطلب وغیرہ بھی خوشی میں شامل تھے ان کو تخفیف کیوں نہ ہوئی؟۔

ان دس سوالات کے جوابات بالتفصیل اپنے قلم سے عنایت فرما کر تسلی فرماویں۔

آپ کا رفیق پسروری

جواب (۵۳۳) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح باد کہ یہ حدیث سنداً مرسل و منقطع ہے۔

(۲) عروہؓ تابعی ہیں۔

(۳) امام بخاریؒ ثویبہ کا ذکر واقعہ کے طور پر اور رضاعت کی وجہ سے لائے کہ آپؐ کو ثویبہ نے بھی دودھ پلایا ہے۔

(۴) مناظرانہ طریق پر اس کا یہی جواب ہوسکتا ہے کہ اگر اس واقعہ سے مولود مروجہ ثابت ہوتا تو اس پر سب سے پہلے صحابہ عمل کرتے لیکن نہیں کیا۔ معلوم ہوا اس سے مولود کا جواز ثابت کرنا ہی سرے سے غلط ہے۔

(۵) قرآن پاک کی آیت وقدمنا الخ عام سب کافروں کے لئے ہے جس کا جواب فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے کہ یہ صرف خواب کا واقعہ ہے فلا حُجَّةَ فِيهِ جو قابل حجت و دلیل نہیں۔ اور خواب بھی کافر کا ہے نہ کہ مسلمان کا۔ اس واقعہ سے صحابی و تابعی یا چاروں اماموں

میں سے کسی بھی امام و محدث نے یہ استدلال نہیں کیا اور نہ انہوں نے آپؐ کا مولود کیا نہ حکم دیا۔

(۶) فتح الباری میں ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو آپ کی پیدائش پہ آزاد کیا تھا۔

(۷) فتح الباری میں ہے کہ ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔

(۸) نبی علیہ السلام سے کہیں ثابت نہیں کہ ثویبہ مسلمان ہو گئی ہو۔

(۹) حدیث میں یہ لفظ نہیں کہ جنت سے پانی پلایا گیا ہو۔

(۱۰) ہاں ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر ابولہب نے ثویبہ کو اس وجہ سے آزاد کیا ہو کہ میرے بھائی کی نسل چلے اور بھتیجا ہونے پر خوشی کا اظہار لونڈی آزاد کرکے کیا ہو۔ ورنہ دیگر چچا ابو طالب وغیرہ بھی موجود تھے ان کو کیوں نہ پانی پلانے کی خوش خبری خواب وغیرہ کے ذریعہ سنائی گئی۔

نوٹ:- یہ ثویبہ کا واقعہ پ۲۱ کتاب النکاح باب امہاتکم اللاتی ارضعنکم میں ہے نہ کہ باب الحرۃ تحت العبد میں فقط

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱
یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

زانیہ کی لڑکی سے زانی کے نکاح کے متعلق سوال؟

سوال (۵۳۴) زید کے عرصہ چھ سات سال سے ہندہ کے ساتھ ناجائز مراسم ہیں زید متعدد احباب کے سامنے کئی بار مقر بھی ہوا ہے اور ویسے بھی یہ خبر ہر خاص و عام میں درجہ شہرت تک پہنچ چکی ہے۔ اب ہندہ کی ایک بالغ لڑکی کا جو ان تعلقات سے پہلے تولد ہو چکی تھی زید کے ساتھ نکاح کر دیا جاتا ہے۔ آیا یہ نکاح شرعی نقطہ نگاہ سے درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا نکاح خواں یا شاہدین کے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے جب کہ اس واقعہ کے پورے واقف بھی ہوں۔ اگر نہیں تو جو اور شرعی تعزیر ہو بیان فرماویں اور کیا اس نکاح خواں کی اقتدا میں نماز درست ہے؟

مکتبہ عزیزیہ ضلع منٹگمری

جواب (۵۳۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ زید نے جو ہندہ سے زنا کیا ہے۔ اگر وہ کنوارہ ہے تو اس کو شرعاً سو کوڑے لگائے جائیں اور آئندہ کے لئے صدق دل سے تائب ہو۔ نیز ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے لقول النبی علیہ السلام لَا یُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ (ابن ماجہ شریف) یعنی کسی فعل حرام کے ارتکاب سے فعل حلال حرام نہیں ہو سکتا فقط۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث رجسٹرڈ کراچی ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

جنت و دوزخ کے کیا کیا نام ہیں؟

سوال (۵۳۵) "ساتوں جنتوں کے کیا نام ہیں؟

(۲) ساتوں جہنموں کے نام کیا ہیں؟۔

(۳) سارے قرآن میں کتنے اور کن کن انبیاء کرام کے نام آئے ہیں۔ براہ مہربانی جواب بہت جلد عنایت فرماویں۔

(شیخ) محمد یوسف متعلم مدرسہ دارالسلام کراچی

جواب (۵۳۵) الجواب بعون الوہاب (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جنت کے گیارہ نام ہیں۔ (۱) جنت (۲) دارالسلام (۳) دارالخلد (۴) دارالمقامہ (۵) جنت الماوی (۶) عدن (۷) دارالحیوان (۸) فردوس (۹) جنت النعیم (۱۰) مقام امین (۱۱) مقعد صدق۔

(۲) اور دوزخ کے نام یہ ہیں (۱) جہنم (۲) جحیم (۳) سعیر (۴) سقر (۵) لظی (۶) ہاویہ (۷) حطمہ۔

(۳) قرآن مجید میں صرف ۲۵ پیغمبروں کا خاص طور نام ہے (۱) آدمؑ (۲) نوحؑ (۳) شعیبؑ (۴) ابراہیمؑ (۵) اسحاقؑ (۶) یعقوبؑ (۷) اسمعیلؑ (۸) داؤدؑ (۹) سلیمانؑ (۱۰) ایوبؑ (۱۱) یوسفؑ (۱۲) موسیٰؑ (۱۳) ہارونؑ (۱۴) زکریاؑ (۱۵) یحییٰؑ (۱۶) عیسیٰؑ (۱۷) الیاسؑ (۱۸) الیسعؑ (۱۹) یونسؑ (۲۰) لوطؑ (۲۱) ہودؑ (۲۲) صالحؑ (۲۳) لقمانؑ (۲۴) ادریسؑ (۲۵) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مادرزاد نامرد ثابت ہونے پر لڑکی کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال (۵۳۶) کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح نابالغی کی عمر میں ایک لڑکے سے کر دیا تھا۔ بعد میں جب لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہوئے تو میں نے شادی کر دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکا تو ماں کے پیٹ سے ہی کھدڑا پیدا ہوا ہے اور ابتک کھدڑا ہی ہے۔ وہ عورت کے قابل نہیں ہے۔ چیرمین نے بھی فیصلہ میں کھدڑ لکھا تھا اور اس کے بعد عدالت میں کیس پہنچا وہاں بھی کھدڑا تصور کیا گیا۔ اب میں ازروئے شریعت لڑکی کا دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ براہ مہربانی اللہ اور اللہ کے رسول کی شریعت کے مطابق مجھے اجازت دیں کہ میں اب دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں کیونکہ یہ لڑکا کھدڑا ہے عورت کے قابل نہیں ہے۔ واضح رہے کہ لڑکا نہ طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خرچ۔ علاج عرصہ دو یا ڈھائی سال برابر رہا ہے لیکن پھر بھی لڑکا ناکارہ رہا ہے یعنی نامرد ہے۔

عبدالحکیم۔ سکھر سندھ

جواب (۵۳۶) الجواب بعون الوہاب ۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جب کہ لڑکا باوجود علاج بسیار کے بھی نامرد ہے، عورت کے قابل نہیں جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور پھر یہ کہ لڑکا طلاق بھی نہیں دیتا تو ایسی صورت میں لڑکی مذکورہ کا پہلا نکاح فسخ کرا کر دوسری جگہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام کے فتوے سے ثابت ہوتا ہے ۔ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عُمَرَ يُؤَجِّلُ الْعِنِّيْنَ سَنَةً فَاِنْ وَّصَلَ اِلَيْهَا وَاِلَّا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَمِنْ طَرِيْقِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ عُمَرَ كَتَبَ اِلٰى شُرَيْحٍ اَنْ يُّؤَجِّلَ الْعِنِّيْنَ سَنَةً مِنْ يَوْمِ يَرْفَعُ اِلَيْهِ فَاِنِ اسْتَطَاعَهَا وَاِلَّا خَيَّرَهَا ۔ زاد المعاد جلد ۲ ص۲۳۶ وفتاوی نذیریہ جلد دوم ص۱۶۲ فقط ۔

عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱ ۔
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

عورتوں کی نماز، تائب سے نفرت کرنے اور والدہ کو گالیاں دینے والے کے متعلق سوالات

سوال (۵۳۷) معلوم یہ کرنا ہے کہ عورتیں کس طریقہ سے نماز ادا کریں جو کہ درست ہو
(۱) عورتیں اپنے جسم کا کونسا حصہ کھلا رکھ سکتی ہیں اور کہاں تک ڈھانکنا ضروری ہے
(۲) نیت میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں ؟
(۳) عورتوں کے رکوع کے طریقے مردوں کی طرح ہیں یا اور کوئی ؟
(۴) عورتوں کا سجدہ مردوں کی طرح ہے یا اور کسی طرح ؟
(۵) اور ان کے بیٹھنے کی صورت مردوں کی طرح ہے یا الگ طریقہ ہے ؟
(۶) زید نے کسی کے ساتھ زنا کیا اور ساتھ وہ اپنے اس فعل کو برا بھی جانتا ہے اور خدا سے توبہ بھی کرتا ہے اور لوگوں کے اطمینان کے لئے ان کے سامنے بھی توبہ کرتا ہے لیکن پھر بھی اس کے گھر کے لوگ بھائی وغیرہ اس سے نفرت کرتے ہیں ۔ کیا اس طرح زید کی توبہ عند اللہ قبول ہے ۔
(۷) بکر نامی اپنی ماں جو کہ اللہ و رسول کو مانتی ہے ۔ اُن پر اس کا ایمان ہے لیکن بکر اپنی ماں کو بری گالیاں ماں بہن کی دیتا ہے تو کیا بکر مجرم ہے ؟

عبد الرحمن عرف منا

جواب (۵۳۷) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ کے جوابات مفصل و مدلل کتاب "ہدایۃ النبی" میں ملاحظہ فرماویں ۔

(۶) زید اگر کنوارہ ہے تو سو درے اس کو لگائے جائیں اور وہ اس سزا کو بخوشی منظور کرے تو آئندہ زید کو برا بھلا نہ کہا جائے اور اس کی یہ توبہ بھی صحیح ہے۔

(۷) والدین کو گالیاں دینے والا سخت مجرم ہے۔ قرآن مجید میں والدین کو اف کرنے یعنی سختی سے کلام کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ بکر کو چاہیئے آئندہ گالی گلوچ سے توبہ کرے فقط۔ عبد القہار غفر لہ معاون نائب مفتی دارالافتار جماعت غربار اہلحدیث کراچی ۲

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

کیا مغویہ سے زبردستی نکاح کرنا درست ہے

سوال (۵۳۸) ایک مغویہ کا نکاح زبردستی کر لیا گیا ہو اور مغویہ والدین کو دستیاب ہو جائے اور وہ اپنے نکاح کو ناجائز بھی کہے تو شرعاً اس نکاح کی کیا پوزیشن ہے۔ جواب با صواب تحریر کر کے اخبار وی پی ارسال کر دیں۔

عزیز مارکیٹ۔ منٹگمری

جواب (۵۳۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جو نکاح بغیر ولی راشد کیا جائے وہ باطل ہے۔ ایسا نکاح شرعاً نہیں ہوا۔ حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْهِ یعنی ولی و شاہدین کے بغیر نکاح نہیں ہوتا فقط

عبد القہار غفر لہ معاون نائب مفتی جماعت غربار اہلحدیث کراچی ۲

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

کیا کمسنی کی شادی کے بعد لڑکے سے پہلے لڑکی کے بالغ ہونے پر طلاق لی جا سکتی ہے

سوال (۵۳۹) زید اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کر دیتا ہے اور لڑکی اب بالغہ ہے اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے۔ لڑکی اور لڑکی کے والدین اب طلاق لینا چاہتے ہیں لہٰذا اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کریں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

سائل گل محمد جنجوعہ۔ وریام ضلع جھنگ۔

جواب (۵۳۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جس لڑکی کا نکاح حالت نابالغی میں کیا جائے اس کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اس نکاح کو قائم رکھے یا فسخ کر دے کما یدل علیہ حدیث ابن عباس أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابوداؤد)

ابو عمار عبد القہار غفر لہ معاون نائب مفتی دارالافتار جماعت اہلحدیث کراچی ۲

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

فجر کی سنت، مقلد کے پیچھے نماز، سنت اور عادی سنت میں فرق اور ڈاڑھی کے بارے میں سوالات

سوال (۵۴۰) (۱) فجر کی سنت فرض کے بعد پڑھنی چاہیئے یا نہیں اور کیوں؟
(۲) جامد تقلید کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے جب کہ قرآن وحدیث میں فاسد تاویل کرتے ہیں۔
(۳) نماز جمعہ یا نماز عیدین جامد مقلد کے پیچھے درست ہے یا اکیلا اچھا ہے؟
(۴) سنت اور عادتی سنت میں کیا فرق ہے اور کس طرح پہچانا جا سکتا ہے کہ یہ عادتی سنت ہے۔
(۵) جو نماز نبی علیہ السلام کی طرز پر نہ پڑھے وہ نماز درست ہے یا نہیں مثلاً فاتحہ خلف الامام کی مخالفت کرنا یا رفع الیدین نہ کرنا۔
(۶) ڈاڑھی منڈوانا کیسا ہے؟
(۷) اہلحدیث مسلک کی اردو میں کتابیں کہاں سے ملیں گی۔ اصول حدیث پر اردو میں اگر کوئی کتاب آپ کی نظر سے گزری ہو تو کتاب کا نام اور مصنف کا نام بھی لکھیں

بدرالدین معرفت حاجی ولی محمد چپلی میکر چارسدہ ضلع پشاور

جواب (۵۴۰) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔
(۱) فرضوں سے پہلے فجر کی سنتیں پڑھنی چاہیئں۔ اگر پہلے وقت نہ ملے تو بعد میں ادا کر سکتے ہیں (مشکوٰۃ)
(۲) ایسا مقلد جو جامد ہو، متعصب ہو اور قرآن وحدیث کی تاویل غلط کرتا ہو۔ حدیث رسول پر اپنے مذہب یا اقوال ائمہ کو ترجیح دے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہو گی۔
(۳) اکیلا پڑھ لینا چاہیئے۔
(۴) ہر سنت قابل اتباع ہے۔
(۵) نبی علیہ السلام کے طریقہ کے خلاف نماز پڑھنی درست نہیں۔
(۶) خلاف شریعت ہے۔ نبی کی نافرمانی ہے۔ ڈاڑھی منڈھا فاسق فاجر ہے۔
(۷) مسلک اہلحدیث کی اکثر کتب آپ کو "مکتبہ سعودیہ۔ حدیث منزل کراچی" سے مل سکتی ہیں، وہاں سے فہرست کتب منگا کر انتخاب فرمالیں فقط۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی، ۱
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

طلاق ثلاثہ کے متعلق سوال

سوال (۵۴۱) منکہ اعظم ولد عنایت نے ان الفاظ میں طلاق دیدی ہے کہ چونکہ مسماۃ مریم دختر سلطان آباد نہیں ہوتی ہے اور ہر وقت خانگی تنازعات بڑھتے جارہے ہیں باوجود نصیحت کے باز نہیں آتی ہے اس لئے میں آج ۱/۶۲ ۱۸ کو بہوش وحواس خمسہ بلاجبر واکراہ دیگرے اپنی رضامندی سے مسماۃ مریم زوجہ ام کو طلاق بائن دیتا ہوں یعنی تین طلاق دیتا ہوں۔ آج کی تاریخ سے مسماۃ مذکورہ مجھ پر بطور زوجہ منکوحہ ازروئے شرع شریف حرام ہوگئی ہے اور اس سے میرا اب کسی قسم کا تعلق وابستہ نہیں رہا ہے۔ زرمہر مبلغ پچیس ۲۵/ روپے نصف جس کے بارہ روپے پچاس پیسے ۱۲/۵۰ ہوتے ہیں سکہ رائج الوقت مسماۃ مذکورہ کو ادا کردیا گیا ہے۔ اب مسماۃ مذکورہ کو پورا پورا اختیار ہے کہ بعد انقضائے عدت جس شخص سے چاہے نکاح کرلے مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ طلاق نامہ بحق مسماۃ مریم کو لکھدیا ہے اور سپرد مسماۃ کردیا ہے تا سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ گواہ شد مستری سراج الدین ولد محمد الدین تلمبہ ضلع ملتان۔ گواہ شد احمد بخش ولد میاں رہانہ جنگل ڈیرہ والا الشمالی ضلع ملتان العبد اعظم ولد عنایت۔

جب کہ تحریر سے بوقت واحد تین طلاق لکھدی گئیں ہیں تو آیا شریعت کی رو سے دوبارہ اس مطلقہ عورت سے اس کا شوہر نکاح کرنا چاہتا ہے تو جواز کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ بمع دلائل تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط۔

قاری تاج محمد مدرسہ امجدیہ عبدالحکیم ضلع ملتان ۹/۶۲ ۲۳

جواب (۵۴۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں۔ حدیث مسلم میں ہے کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً۔ لہٰذا زید مسمی اعظم قبل از انقضاء عدت ہندہ مسماۃ مریم سے رجوع کرسکتا ہے لقولہ تعالیٰ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا۔ اور اگر عدت گزر چکی ہے تو ہندہ مذکورہ کو بتجدید نکاح اپنے گھر لاسکتا ہے فقط

ابوعمار عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

حقہ نوش مقلد کے پیچھے نماز، کسی معاملہ میں جھوٹ بولنے اور تبدیلی نام کی بابت سوالات

سوال (۵۴۲) (۱) کیا حقہ پینے والا امام بن سکتا ہے یعنی امامت کراسکتا ہے؟

(۲) دیوبندی کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟
(۳) اگر دین کے معاملہ میں جھوٹ بولنا پڑ جائے تو بول سکتا ہے؟
(۴) میرا نام ابن علی ہے۔ اس کے سوائے کوئی نام چن کر رکھدیں۔
ابن علی شاہ معرفت عبدالرحمن ٹیلر ماسٹر راجن پور صدر بازار ڈیرہ غازیخان

جواب (۵۴۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:۔
(۱) حدیث شریف میں ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَکُمْ خِیَارَکُمْ تمھارے امام بہترین ہونے چاہئیں حقہ پینے والے مستقل امام نہیں بن سکتے۔
(۲) اہل تقلید چونکہ رکوع سجود شریعت کے مطابق نہیں کرتے۔ نماز بھی غیر وقت میں پڑھتے ہیں اور فاتحہ خلف الامام کے بھی قائل نہیں لہٰذا تم وقت ہو جانے پر ارکان نماز کی ادائیگی کے ساتھ خود جماعت کر کے پڑھ لیا کرو۔
(۳) اس سوال کا جواب تفسیر ستاری پارہ اول میں ملاحظہ کریں۔
(۴) آپ اپنا نام حسن یا عبداللہ رکھ لیں۔ یہ بہتر ہے فقط
عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث

عدت گزر جانے پر رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۵۴۳) زید اور ہندہ کی شادی ہوئی تھی۔ ایک عرصہ تک آپس میں خوش خرم رہے۔ بعدہ کچھ ناسمجھی کی بناپر آپس میں تفرقہ پڑ گیا اور زید نے ہندہ کو طلاق دیدی۔ طلاق دیئے ہوئے بھی تقریباً سات آٹھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے اور دونوں اپنے اپنے گھر رہے اب زید وہندہ پھر چاہتے ہیں کہ آپس میں مل کر پھر گھر بسالیں۔ لہٰذا شرع شریف کا کیا حکم ہے اللہ جزا دے۔
سائل رحیم بخش ولد ننوا رتن تالاب روڈ نمبر ۲ کراچی

جواب (۵۴۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جب کہ زید اور ہندہ اپنا گھر آباد کرنا چاہتے ہیں اور آپس میں صلح کی غرض سے ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کریں گے تو شرعاً رجوع ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہ رجوع بعد انقضاء عدت ہو رہا ہے لہٰذا بتجدید نکاح زید اپنی زوجہ ہندہ کو اپنے گھر لا سکتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا فقط
عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

بھولی ہوئی نماز کب ادا کرے؟ کیا مقتدی بھی بلا عذر امام معذور کے ہمراہ وقت سے پہلے نماز ادا کر سکتے ہیں؟

سوال (۵۴۴) (۱) ایک شخص نے عشاء کی نماز بھول کر چھوڑ دی اور سو گیا۔ بعد میں آدھی رات یا کم و بیش اسے جاگ آئی اور وہ سوچنے لگا کہ میں نے نماز عشاء پڑھی ہے یا نہیں؟ آخر پھر سو گیا۔ فجر کے وقت آنکھ کھلی اور آکر فجر کی نماز پڑھ لی۔ اب سوال یہ ہے کہ عشاء کی نماز کب پڑھے سورج سے قبل یا بعد؟

(۲) ایک پیش امام مغرب کی نماز جماعت کرا کر فارغ ہو کر کہتا ہے کہ میری طبیعت علیل ہے بیماری کی وجہ سے میں عشاء کی نماز ابھی جمع کر کے پڑھتا ہوں۔ تم مقتدی میرا انتظار نہ کرنا آخر اس امام نے خود اپنی جماعت کرالی اور عشاء کی نماز پڑھی۔ جماعت ہوتی دیکھ کر مقتدیوں میں سے بھی لوگوں نے بھی عشاء کی جماعت ہی کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مقتدی نماز عشاء وقت سے پہلے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فضل الرحمٰن چک ۲۰ ایم بی ضلع سرگودھا

جواب (۵۴۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:-

(۱) پہلے عشاء کی نماز پڑھتا پھر فجر کی کیونکہ حدیث میں ہے مَنْ نَامَ اَوْ نَسِيَ فَلْيُصَلِّ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَوْ ذَكَرَ اَوْ كَمَا قَالَ۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ غلطی سے فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد مسئلہ معلوم کر رہا ہے لہٰذا اسکو سورج نکلنے سے پہلے ہی عشاء کی نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اور اگر سورج بھی نکل گیا ہے تب بھی ادا کرے چھوڑے نہیں۔

(۲) جو بیمار ہے وہ نماز جمع کر سکتا ہے اور جو بیمار نہیں اُن کو جمع کرنے کی کیا ضرورت! وہ اپنے وقت پر پڑھیں فقط　　عبد القہار غفرلہ

سوال بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۵۴۵) واضح ہو کہ سائل نے اپنی زوجہ کو ایک وقت میں تین طلاقیں دی ہیں۔ اب رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ضیاء الحسن معرفت پہلوان ہوٹل والے۔ لائلپور

جواب (۵۴۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں۔ اگر مطلقہ کی عدت گزر چکی ہے تو تجدید نکاح رجوع جائز و درست ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ عبد القہار غفرلہ ۴ جمادی الاولیٰ

گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ونماز کی بابت سوال:

سوال (۵۴۶) (۱) ایک شخص جس نے دس سال سے کوئی زکوٰۃ ادا نہیں کی اور وہ اس پر فرض تھی۔ اب وہ نادم وتائب ہوکر آئندہ زکوٰۃ دینے کی نیت وارادہ کرتا ہے تو کیا اس کو گذشتہ دس سال کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے یا جب سے وہ ادائیگی کی نیت کرتا ہے زکوٰۃ کی ادائیگی اسی سال سے شروع کرے۔

نیز ایک شخص نے چالیس سال کی عمر تک نماز ادا نہیں کی اور وہ مسلمان تھا۔ اب وہ نادم ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے تو کیا وہ اپنی سابقہ نمازیں یعنی (قضاءِ عمری) کو ادا کرے یا صرف آئندہ پابندی کرے۔

احقر العباد سائل حکیم ضیاء الدین محمود نواب صاحب مانگرول کراچی ۱۷

جواب (۵۴۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) زکوٰۃ اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ اس کا تارک شرعاً مسلمان نہیں۔ حدیث میں ہے مَنْ لَّمْ یُؤَدِّ زَکٰوۃَ مَالِہٖ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ ایک روایت میں ہے فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ یعنی زکوٰۃ نہ دینے والے کی نہ نماز قبول اور نہ وہ عند اللہ مسلمان۔ ہاں جب کہ وہ آئندہ کے لئے تائب ہوگیا تو آئندہ پابندی سے نماز وزکوٰۃ ادا کرتا رہے اگر اتنا مال (استطاعت) ہے اور زکوٰۃ ادا کرسکتا ہے تو گذشتہ سالوں کی ادا کردے ورنہ آئندہ تائب ہوکر پابندی کرے۔ (۲) شرعاً تارک صلوٰۃ خارج از اسلام ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ یعنی نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ (مسلم ج ۲ ص ۶۱) حضرت عمرؓ کا فتویٰ ہے لَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ (کتاب الصلوٰۃ لابن القیم)

جب کہ قرآن مجید وحدیث شریف اور آثار صحابہؓ سے ثابت ہوگیا کہ بے نماز شرعاً مسلمان نہیں۔ اب جب کہ زید ترک نماز سے تائب ہوتا ہے اور آئندہ کے لئے پابندی صلوٰۃ کا مقر ہوکر ادائیگی نماز شروع کردی تو قرآن مجید کا فیصلہ ہے مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ وَّکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ (سورۃ الفرقان رکوع ۶) اور حدیث شریف میں ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ یعنی جو سچے دل سے توبہ کرکے آیندہ کے لئے نیک اعمال کا وعدہ کرے تو سابقہ تمام گناہ معاف ہی نہیں بلکہ گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جاتے ہیں کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ توبہ سے سابقہ غلطی معاف ہے۔ پھر اب اُس کی

ادائیگی کا سوال نہیں پیدا ہوتا اور نہ قرآن و حدیث و آثار صحابہؓ اور ائمہ عظام و محدثین تک سے یہ ثابت ہے کہ کسی نے قضائے عمری کا حکم صادر فرمایا ہو۔ بس قضائے عمری ایک بے ثبوت چیز ہے اور شرعاً بدعت ہے فقط۔

عبدالقہار غفرلہ۔　۴ر جمادی الاولی ۱۳۸۲ھ

بدخصائل امام (خطیب) کی بابت سوال

سوال (۵۴۷) (۱) اگر ایک امام (خطیب) جھوٹ بولے، غیبت کرے، دو مسلمانوں کو لڑانے کے لئے منافقت کرے اور مسجد کے چندہ میں بددیانتی کرے، قربانی کی کھالیں ہضم کرے جو مسجد کے لئے دی گئی ہوں۔ مسجد کی رقم سے طلباء کو انعام دینے کے دوران اپنے رشتہ دار غیر مستحق کو بھی غلط انعام دے۔ مسجد کی کھائی ہوئی رقوم سے پوشاک لہو و لعب کرے اور کھائے پیئے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) اگر نماز اس کے پیچھے جائز نہیں تو پاک کیسے ہو سکے گا کہ پھر نماز پڑھانے کے قابل ہو جائے۔

(۳) کیا ایسے اہلحدیث امام (خطیب) کے ہوتے ہوئے دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

غلام نبی شکور۔ آزاد کشمیر۔

جواب (۵۴۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:-

(۱) پیش امام کو یہ مذموم عادات جھوٹ، غیبت، منافقت وغیرہ چھوڑنی چاہیئے اگر نہ چھوڑے اور اس سے کوئی بہتر امام اور مل جائے تو اس کو امامت کے لئے مقرر کرنا چاہیئے۔

(۲) توبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا جبکہ آئندہ ایسی بدعات ترک کر دے۔

(۳) اہلحدیث ہی امام رہنے دیا جائے اور اس سے یہ بدعادات چھڑائی جائیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ تمہارے پیش امام بہتر ہونے چاہئیں فقط

عبدالقہار غفرلہ۔　۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۸۲ھ

مغنیہ طوائف کے بارے میں سوال

سوال (۵۴۸) ایک طوائف جو گانے بجانے اور زنا کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے وہ سچے دل سے صرف زنا سے توبہ کر کے آئندہ کے لئے زنا نہ کرنے کا تو اقرار کرے مگر

گانے بجانے کا کاروبار نہ چھوڑے تو ایسی صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل محمد اشفاق اے ایم ۲۶ کراچی ۱۸

جواب (۵۴۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ گانا بجانا بھی مقدمات و موجب زنا ہے لہٰذا جب تک ان جملہ فواحشات سے تائب نہ ہو تب تک ایک متقی مسلمان کو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں لقولہ تعالیٰ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ الخ فقط

عبد القہار غفرلہ ۔ ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

بنیتِ صحیح جاندار کی تصاویر بنانا کیسا ہے

سوال (۵۴۹) انسان اور جانوروں کی تصویریں بنانا شرعاً کیسا ہے جب کہ نیت صحیح ہو۔ اگر انسان یا جانور کی تصویر آدھی بنائی جائے یعنی مکمل نہ بنائی جائے تو کیا جائز ہے؟

اعیان احمد صبحی خریدار صحیفہ اہلحدیث

جواب (۵۴۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً جاندار چیز کی تصویر بنانا قطعاً حرام اور موجب نار ہے خواہ انسان کی ہو یا جانوروں میں سے کسی جانور کی ہو۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ یعنی سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کو ہوگا اور اللہ فرمائے گا، اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ آج جان ڈال کر دکھاؤ جن کی دنیا میں تم نے تصویریں بنا کر خدا کی نقل اتار کر خدائی دعویٰ کیا۔ تصاویر بنانا گویا در پردہ خدائی دعویٰ کرنا ہے فقط

عبد القہار غفرلہ ۱۶ر جمادی الاولیٰ

کیا نیچ قوم عورتوں سے مسلمان عورتوں کو پردہ کرایا جائے

سوال (۵۵۰) کیا نیچ قوم عورتوں سے مسلمان عورتوں کو پردہ کرانا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

ایم عبد الرشید چشتی۔ حیدرآباد سندھ

جواب (۵۵۰) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ فاحشہ بدکار عورتوں سے بیشک ایماندار عورتوں کو پردہ کرنا مناسب ہے۔ اس میں قومیت کا کوئی لحاظ نہیں خواہ نیچ قوم کی ہوں یا اونچی قوم کی ہوں ہر بے دین بدکار عورت سے ایماندار عورت کو مجتنب رہنا چاہیئے

عبد القہار غفرلہ ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

جمعہ اور پنجوقتہ نمازوں کے بعد سلام پڑھنا اور حضور کو حاضر سمجھنا کیسا ہے

سوال (۵۵۱) کچھ لوگ مساجد کے اندر بعد جمعہ یا پنجوقتہ نمازوں کے بعد مروجہ محفل میلاد کی طرح سلام گا گا کر اس طرح بلند آواز سے پڑھتے ہیں کہ جس سے نمازیوں، یا تلاوت کرنے والوں کی عبادت میں خلل پڑتا ہے۔ یہ نیا طریقہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

نیز بعض اہل بدعت کی طرح یہ امر بھی پیش نظر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی شریعت کا کیا حکم ہے۔ جواب مدلل بالتفصیل درکار ہے۔

(حافظ محمد صاحب، مدرسہ مدینۃ العلوم لیاقت روڈ۔ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ)

جواب (۵۵۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ شرعاً بہیئت مذکورہ بالا در سوال درود و سلام پڑھنا نہ عہد نبوی سے ثابت ہے اور نہ عہد صحابہؓ و تابعین وغیرہم سے۔ صحیحین میں بروایت عائشہ رضؓ مروی ہے مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ یعنی جو کام ہمارے اس دین میں نیا نکالا جائے کار ثواب سمجھ کر ایجاد کیا جائے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہ ہو وہ مردود و ناقابل قبول ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ نیز فرمایا مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الخ۔

بس درود و سلام اسی طریقہ پر مقبول و معتبر ہے جو نبی علیہ السلام و صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا شرعاً غلط اور باطل ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَیَّاحِیْنَ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے درود و سلام پہنچانے کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اگر آپؐ کو حاضر و ناظر مان لیا جائے تو یہ قانون الٰہی نعوذ باللہ باطل ٹھیرتا ہے۔

عبد القہار غفرلہ۔ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

مسبوق کی اقتدا، جمعہ سے پہلے مسنون رکعات کی تعداد اور پاؤں کے سست ہو جانے کے بارے میں سوالات

سوال (۵۵۲) (۱) اگر مسبوق کی اقتدا کی جائے تو ظہر سے عصر تک یہ سلسلہ جاری رہیگا اگر فرداً فرداً نماز پڑھ لی جائے تو کیا درست ہے؟

(۲) قبل جمعہ کتنی رکعات سنت ہیں؟
(۳) فقہ محمدیہ حصہ سوم ص۵۶ پاؤں سست ہو جانے کے بیان میں بحوالہ حصن حصین، (ابن سنی) ابن عباس رضؓ کا موقوف قول نقل کیا ہے کہ جس کے پاؤں سست ہو جائے وہ حضرت کو یاد کرے، کیا یہ ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب (۵۵۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح یاد کہ:۔
(۱) جو لوگ تاخیر سے نماز کے لئے آتے ہیں ان کو منع کرنا چاہیئے تاکہ وقت پر نماز ادا کریں باقی مسبوق کی امامت کے قائل عامل کے لئے فرداً فرداً نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ البتہ جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے۔
(۲) قبل جمعہ کم از کم دو رکعت سنت ہے، زیادہ جتنی توفیق ہو۔
(۳) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے سے مراد آپؐ پر درود پڑھنا ہے۔ چونکہ حدیث میں ہے، درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قول ابن عباسؓ ٹھیک اور صحیح ہے اور درود بھی مسنون ہو نہ مروجہ مخترعہ فقط۔

عبدالقہار غفر لہ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ ہجری

حج کی رقم فی سبیل اللہ خرچنے اور نصاب زکوٰۃ کی بابت سوال

سوال (۵۵۳) (۱) ایک شخص کا انتقال ہو گیا ہے اس کی ایک بیوی ہے اور ایک بیوہ بیٹی ہے۔ اس نے حج کے لئے رقم جمع کرائی تھی لیکن قرعہ اندازی میں نام نہیں نکلا۔ کیا اس رقم کو فی سبیل اللہ خرچ کر سکتے ہیں؟
(۲) سونے کے زیورات کی زکوٰۃ کتنے تولے پر ہے اور چاندی کی کتنے پر ہے۔ اور اگر ایک چیز کم ہو تو کیا دونوں ملا کر زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

خوشی محمد بشیر احمد۔ ہارون آباد۔

جواب (۵۵۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:۔
(۱) اگر مرنے والا پہلے اپنا فرض حج ادا کر چکا ہے اور ورثاء کے لئے اس کی دیگر ملکیت کفایت کرے اور ورثاء بھی بخوشی اجازت دیں تو فی سبیل اللہ خرچ کیا جا سکتا ہے یا گھر میں بیوی وغیرہ پر استعمال ہو سکتا ہے ورنہ پہلے اس کا فرض حج بدل اس کی رقم سے کرایا جائے، پھر جو بچے وہ فی سبیل اللہ دیا جائے۔
(۲) سونے کی زکوٰۃ ساٹھ روپے کی قیمت پر ایک روپیہ آٹھ آنے ہے اور یہیں سے زکوٰۃ کا نصاب شروع ہوتا ہے اور چاندی پچاس روپے پر ایک روپیہ چار آنے زکوٰۃ ہے اور اسکا حساب زکوٰۃ یہیں سے ہے۔ اگر ایک جنس کم ہو تو دوسری جنس ملا کر زکوٰۃ کے نصاب

کو پہنچاکر زکوۃ نکالی جاسکتی ہے۔ مفصل دلائل ہمارے ہاں کے مطبوعہ ہفت پاروں کے حواشی میں ملاحظہ ہوں فقط۔ عبدالقہار غفر لہ ۲۹ رجمادی الاولیٰ

سوتیلی والدہ سے اور ماموں کا بھانجی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۵۵۴) (۱) ایک شخص کی دو بیویاں ہیں پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہے جسکی شادی کی ہوئی ہے۔ لڑکی کا باپ فوت ہوچکا ہے کیا لڑکی کا خاوند یعنی اپنی سوتیلی والدہ سے شادی کرسکتا ہے؟

(۲) ایک شخص کی دو بیویاں ہیں پہلی بیوی سے ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے جس کی شادی کیگئی اور اس کے بطن سے بھی لڑکی پیدا ہوئی جو پہلی بیوی کی نواسی کہلائی۔ اور دوسری بیوی سے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اب پہلی بیوی کی نواسی اور دوسری بیوی کا لڑکا، ان دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے؟

چوہدری حمید اللہ بھٹی معرفت محمد یعقوب خیرپور میر (سندھ)

جواب (۵۵۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:۔

(۱) ہر دو صورتوں میں شادی نہیں ہوسکتی کیونکہ والدہ سوتیلی ہو یا سگی ہرگز والدہ سے نکاح جائز نہیں لقولہ تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ الخ

(۲) یہ سوتیلے ماموں بھانجی ہوئے ... لہٰذا ماموں بھانجی کا نکاح بھی حرام ہے فقط

عبدالقہار غفر لہ ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ

سوال بابت ورثہ

سوال (۵۵۵) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کا کوئی شرعی وارث حیات نہیں ہے صرف دو بھائی پیچھے چھوڑے ہیں۔ اس صورت میں زید کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

سائلان محمد سمٰعیل و محمد نقی برادران مرحوم حال برنس روڈ کراچی

جواب (۵۵۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ زید کا جبکہ کوئی شرعی وارث نہیں تو زید کے ترکہ کے حقدار دونوں بھائی ہیں۔ قرآن مجید میں عورت فوت شدہ کے بھائی کو جب کہ اس کا کوئی وارث نہ ہو یعنی کلالہ ہو تو سارا ترکہ بھائی کو دلایا ہے وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ لہٰذا بنابریں زید کا کل ترکہ بھائیوں ہی کا ہے۔ بعد ادائے قرض یا جائز وصیت کے کیونکہ زید کلالہ ہے (ابن کثیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالقہار غفر لہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲

۵ رجمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

بیع سلم کے متعلق سوالات

سوال (۵۵۶) (۱) بیع سلم کی کیا تعریف ہے؟ کن کن جنسوں میں جائز ہے اور کن کن میں جائز نہیں یا سب میں جائز ہے۔

(۲) بعض بیوپاری لوگ خصوصاً کپاس کے خریدار زمینداروں کو نرخ مقرر کر کے پیشگی روپے دیدیتے ہیں۔ بعد میں فصل آنے پر کپاس لیتے ہیں، کیا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بعض دکاندار نہ زمیندار ہیں نہ کاشتکار ہیں۔ محض امید پر کہ جنس یا کپاس فصل کے موقع پر دکان پر آتی رہے گی کسی بڑے دکاندار یا کارخانہ دار سے بیع سلم کر لیتے ہیں۔ کیا یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

(۴) ایک حدیث میں صراحتاً ممانعت آئی ہے خصوصاً تمر کے لفظ سے بیع سلم ناجائز ہے اور ایک اور حدیث میں بھی ممانعت ہے لہٰذا ان کے متعلق مفصل طور سے سمجھادیں۔

(مولوی) عبدالقادر (صاحب) سرائے سدو ضلع ملتان

جواب (۵۵۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ

(۱) بیع سلم تمام جنسوں میں جائز ہے خواہ وزنی ہو یا کیلی جیساکہ حدیث میں ہے فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُومٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُومٍ۔

(۲) وقت و وزن مقررہ پر مال دینے کے وعدہ پر پیشگی رقم وصول کرنے کو بیع سلم کہتے ہیں اور یہ جائز ہے

(۳) ہاں یہ بھی جائز ہے جیساکہ حدیث میں ہے يُسْلِفُوْنَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا۔

(۴) ممانعت معین باغ یا درخت سے ہے جیساکہ فتح الباری میں ہے نَقَلَ ابْنُ الْمُنْذِرِ اِتِّفَاقَ الْاَكْثَرِ عَلٰى مَنْعِ السَّلَمِ فِي بُسْتَانٍ مُّعَيَّنٍ لِاَنَّهٗ غَرَرٌ الخ بس تطبیق احادیث میں یہی ہے کہ ممانعت تمر وغیرہ جو ہے وہ جب کہ کوئی کسی درخت وغیرہ کو معین کرے کہ اس درخت سے لوں گا۔ اور اگر اتفاق سے اس سال اس درخت میں پھل ہوا ہی نہیں۔ اب لینے والا کہتا ہے کہ آئندہ سال لوں گا، تو یہ بیع سلم ٹھیک نہیں ورنہ سب جائز و درست ہے ۔۔ نیز بیع سلم کو بیع الحوت فی الماء پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ پانی میں رہتے ہوئے وزن و کیل معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر پانی سے نکال کر فروخت کرے تو جائز ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث

۸ رجمادی الثانی ۸۲ھ

قراۃ خلف الامام اور رکعات وتر کی بابت سوالات

سوال (۵۵۷) (۱) طحاوی صفحہ ۱۲۸ ج اول بیان کتاب العدۃ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ عَبْدِ الْأَوَّلِ أَحْوَلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدِ ابْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مُوسَى ابْنِ أَبِي عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ قِرَاءَةٌ لَهُ

....

....

....

(۳) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا پ ۹ رکوع ۱۳

....

....

اسی طرح اور بہت سے حوالے پیش کرتے ہیں اس لئے آپ صاحبان مہربانی فرما کر ہمیں اس کے متعلق واضح فرمائیں اور کوئی ایسا فارمولا بتائیں کہ ہم کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

(۴) وتر کی کتنی رکعت صحیح حدیث میں ثابت ہے اور کس طریقے سے ادا ہوتی ہیں؟

(۵) کیا پشاور، راولپنڈی، لاہور وغیرہ میں بھی اہلحدیث کا کوئی مدرسہ ہے یا نہیں فقط

بدر الدین معرفت حاجی ولی محمد چپلی میکر بازار چارسدہ ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور

جواب (۵۵۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ وتر ایک تین، پانچ رکعت پڑھنا صحیح اور جائز و درست ہے۔ تین، پانچ پڑھنے کی صورت میں درمیان قعدہ نہیں کرنا ہوگا بلکہ صرف آخری ایک ہی قعدہ کافی ہے۔

نیز فاتحہ خلف الامام کے متعلق تفسیر ستاری بنام تفسیر سورہ فاتحہ مکتبہ سعودیہ سے منگا کر مدلل و مفصل طور سے بحث پڑھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔ قریب قریب آپ کے ہر سوال کے جوابات موجود ہیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ ان احادیث وغیرہ سے مراد ماسوا سورۂ فاتحہ کے ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ کی تخصیص موجود ہے باقی لاہور وغیرہ میں اہلحدیث مدارس موجود ہیں فقط۔

عبد القہار عفرلہ۔

۱۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

رضاعی بہن بھائی کے رشتہ کے متعلق سوال

سوال (۵۵۸) آدمی نے اپنی عورت سے لڑ کر اپنا دودھ کا بچّہ اپنی ہمشیرہ کو دیدیا بوقت عشاء اور آدھی رات بچّہ کی حقیقی ماں بچّہ کو واپس گھر لے آئی۔ اتنے عرصہ میں بچہ نے اپنی بھوار کا دودھ دو دفعہ پیا۔ آیا اس لڑکے کا نکاح بھوار کی لڑکی کے ساتھ ہو جائے گا یا نہیں؟ شریعت محمدیہ کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں اور جواب بہت جلد روانہ کریں شادی تیار ہے صرف فتوے کا انتظار ہے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی فقط

سائل سید محمد۔ ڈاہر ضلع منٹگمری

جواب (۵۵۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ شرعًا پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز درست ہے اور دو دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی لقول النبی علیہ السلام لَا یُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ وَالرَّضْعَتَانِ الحدیث۔ کم از کم پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے عبدالقہار غفرلہ ۱۶ رجادی الثانی ۱۳۸۲ھ

انبیاء کی لاش، درود آپ تک پہنچنے اور خود سننے کی بابت سوال

سوال (۵۵۹) (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ جس طرح عام مُردوں کی لاش خراب ہو جاتی ہے کیا اسی طرح انبیاء کی لاش خراب ہو جاتی ہے اور تمام انبیاء حیات ہیں کہ نہیں؟

(۲) جو شخص آنحضرتؐ پر درود بھیجے اور یہ درود فرشتے لے جا کر آنحضرت کو سناتے ہیں یا نہیں؟

(۳) جو شخص آنحضرت کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے آنحضرت خود اس کو جواب دیتے ہیں یا نہیں؟

عبدالرحمٰن جیکب لائن کراچی

جواب (۵۵۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:

(۱) انبیاء علیہم السلام کا جسم مرنے کے بعد خراب نہیں ہوتا بلکہ بعینہ صحیح سالم رہتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اجساد انبیاء کو کھائے (یعنی خراب کرے) انبیاء کو برزخی زندگی حاصل ہے۔

(۲) ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔

(۳) جو شخص آپ کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ خود سنتے ہیں۔ یہاں سے نہیں سنتے کیونکہ فرشتے پہنچانے کے لئے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں فقط　عبدالقہار غفرلہ

مختلعہ کتنی مدت عدت گذارے؟

سوال (۵۶۰) جس لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں والدین نے کر دیا۔ اب بالغ ہونے کے بعد جب کہ خاوند نہ نان نفقہ دیتا ہے اور اس کی تکالیف سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنا مہر معاف کر کے خلع کر لیتی ہے تو کیا ایک ماہ عدت کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے؟

(مولوی) دین محمد نو مسلم ستاکھالی ضلع رنگپور (مشرقی پاکستان)

جواب (۵۶۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ طلاقِ خلع کے بعد ایک حیض عدت گذارے جب کہ حمل نہ ہو پھر نکاح ثانی کر سکتی ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

فرشتوں کی مدد چاہنے کے لئے دُعا کرنا کیسا ہے؟

سوال (۵۶۱) اگر کسی مشکل کے وقت کوئی اہلحدیث عقیدہ والا یہ دعا کرے کہ "اے اللہ کسی فرشتہ کو بھیج کر میری مدد کر!" تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور کیا یہ اس طرح دعا کرنا شرک تو نہیں؟ کتاب و سنت رسول صلعم سے جواب دیں فقط والسلام

اعیان احمد۔ کراچی

جواب (۵۶۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ قرآنِ مجید سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں فرشتے بھیجکر ایمانداروں کی مدد کرتا ہوں لہٰذا اللہ سے اس طرح دعا کرنا جائز درست ہے، شرک نہیں۔ آیت قرآنی یہ ہے اَنِّی مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ فقط

عبدالقہار غفرلہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

تارک جماعت فرض نماز کے متعلق سوالات

سوال (۵۶۲) کیا حکم ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسائل ذیل میں (۱) زید کہتا ہے کہ فرض جماعت کا دانستہ تارک کافر ہے جیسا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں نزدیک امام ابوداؤد کے آیا ہے کہ وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صلعم لَكَفَرْتُمْ۔ اور دوسری حدیث ابوہریرہؓ نزدیک امام داؤد کے یوں آیا ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے قصد کیا جو لوگ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ جماعت میں نہیں آتے فامر علیھم بیوتھم بالنار۔

پس جلادوں گھران کے انکار سے۔

چونکہ اس حدیث میں تارک جماعت کو گھر سمیت جلانے کا نبی علیہ السلام قصد فرمارہے ہیں اور مسلمان کا قتل یا مسلمان کو جلانا منع ہے۔ اس لئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تارک فرض جماعت مسلمان نہیں ہے۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ ایسا مت کہو یہ سختی ہے احادیث کا مفہوم یہ نہیں۔ بحوالہ ترغیب والترہیب برحاشیہ مشکوٰۃ مطبوعہ نظامی پریس دہلی۔ الفاظ حدیث یہ ہیں وَعَنْ مُعَاذِ ابْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَلْجَفَا کُلُّ الْجَفَا وَالْکُفْرِ وَالنِّفَاقِ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنَادِیْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یُجِیْبُہُمْ

(۲) بکر مسجد سے اتنے فاصلہ پر رہتا ہے کہ مسجد تک آنے میں سات یا آٹھ منٹ لگتے ہیں اور بکر کو اپنی مسجد کی اذان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی۔ ہاں دوسری (مذاہب کی) مساجد کی اذان کی آواز برابر سنائی دیتی ہے۔ بکر اپنی مسجد میں نماز پڑھنے بوجہ دو عذر بالا سے نہیں آتا جس پر زید مندرجہ ذیل احادیث کی بنا پر کہتا ہے کہ بکر کی نماز گھر میں نہیں ہوتی حدیث اول عبداللہ بن ام مکتوم رضؓ، حدیث دوم عبداللہ بن عباس رضؓ کے نزدیک (مشکوٰۃ باب الجماعۃ وفضلہا۔

برائے مہربانی ہر دو سوالات کے جوابات عنایت فرماویں۔ بینوا توجروا۔

سائل حاجی طالوت معرفت مفتی عبدالجبار صاحب۔

جواب (۵۶۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) جو شخص بلا عذر شرعی جماعت کا تارک ہے۔ نماز با جماعت کی کچھ اہمیت نہیں سمجھتا اور نہ خیال رکھتا ہے تو جن الفاظ کا شارع علیہ السلام نے اس پر اطلاق کیا ہے بیشک وہ انہیں الفاظ کا مستحق ہے۔ عہد نبوی میں اکثر منافقین ہی جماعت سے متخلف رہتے تھے ہاں اگر کوئی مسلمان بوجہ کسی عذر شرعی کے کسی وقت جماعت سے پیچھے رہ گیا تو وہ اس وعید کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

(۲) ہاں جو شخص مسجد سے اتنی دور رہتا ہے کہ اذان کی آواز سنتا ہے تو اسکو جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے جیسا کہ ابن ام مکتوم رضؓ کی حدیث اس پر دال ہے والا فلا۔ فقط

عبدالقہار غفرلہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

خاوند کے ذمہ بیوی کے کیا حقوق ہیں؟

سوال (۵۶۳) کیا ایسی احادیث کا اردو ترجمہ لکھ کر دیسکیں گے جن میں بیوی (زوجہ) کے حقوق خاوند کے ذمہ کا بیان ہو۔ حکیم تقی (صاحب) مشہور پریس

میکلوڈ روڈ۔ کراچی۔

جواب (۵۶۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بی بیوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲) حجۃ الوداع کے خطبہ میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم نے انہیں اللہ کی امن سے لیا ہے اور ان کے جسم اپنے اوپر اللہ کے کلمہ سے حلال کئے ہیں۔ پس ان کا بہت کچھ خیال رکھو الخ (مسلم شریف)

(۳) عورتوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ تمہارے ہاتھ میں اسیر ہیں۔ تم اُن پر قابض اللہ کے عہد سے ہوئے ہو اور ان کی شرم گاہوں کو تم نے اللہ کے کلمہ سے حلال کیا ہے (احیاء العلوم)

(۴) معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، حضور! زوجہ کا حق مرد پر کیا ہے؟ فرمایا، یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اور منہ پر نہ مارو اور برا نہ کہو، اور گھر کے سوا کہیں نہ چھوڑو (یعنی ناراض ہو کر گھر کے سوا کہیں اور رات نہ گذارو۔)

(۵) ارشاد نبوی ہے جب کسی شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں برابری کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے روز وہ اس حالت میں جائیگا کہ نصف بدن گرا ہوگا (مشکوٰۃ)

عبدالقہار غفرلہ ۲۵ رجمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

مغرب کی بقایہ رکعات کی اور تشہد کی ادائیگی کس طرح کرے اور بھولا استنجاء اگر نماز میں یاد آجائے تو کیا کرے؟

سوال (۵۶۴) (۱) ایک آدمی مغرب کی نماز امام کے ساتھ آخری رکعت ادا کرتا ہے وہ باقی رکعات کس طرح ادا کرے؟ اور کتنے التحیات پڑھے؟

(۲) ایک شخص چھوٹا استنجا کرنا بھول گیا اور نماز میں یاد آیا تو کیا اس کو دوبارہ نماز ادا کرنی ہوگی۔

رسول بخش ڈال والا لکڑی فروش ضلع نواب شاہ

جواب (۵۶۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ:۔

(۱) جب کہ مغرب کی آخری رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے تو باقی ماندہ دو رکعت اس طرح ادا کرنی چاہیئے کہ پہلی رکعت کو پہلی ہی شمار کرتے ہوئے التحیات نہ پڑھے اور دوسری رکعت میں التحیات کرے۔ حدیث میں ہے صَلِّ مَا اَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ یعنی جو رکعت

امام کے ساتھ ملجائے اس کو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو بعد میں ادا کر لو۔ ہاں امام کے ساتھ جو رکعت پڑھی ہے اگر اس کو اپنی پہلی شمار کی تو بعد کی ہر دو رکعت میں التحیات پڑھنا ہوگا کیونکہ پہلی رکعت کا التحیات جو پڑھا ہے وہ امام کی اقتدا یعنی تابعداری کی وجہ سے پڑھا ہے۔ چونکہ ایک حدیث میں ہے جس حالت میں تم امام کو پاؤ اسی میں ملجاؤ۔ لہٰذا مذکورہ ہر دو طریقہ سے نماز ادا کر سکتا ہے کیونکہ ہر دو طریقے حدیث سے ثابت ہیں۔

(۲) جب کہ درمیان نماز استنجا کرنا یاد آیا تو نمازی کو چاہیئے نماز توڑ دے اور استنجا کر کے وضو کے ساتھ نماز ادا کرے فقط

عبدالقہار غفر لہ ۲۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

اَلَّذِی کا ترجمہ شخص کرنا صحیح ہے یا غلط

سوال (۵۶۵) کیا سورہ انفال رکوع ۵ اَوَ هُوَ الَّذِیٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ٥ اور وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ الخ میں هُوَ الَّذِیْ کا ترجمہ "وہ شخص" کر سکتے ہیں یا نہیں اور ایسا ترجمہ کرنا ٹھیک صحیح ہے یا غلط اور اس کا کرنے والا کافر تو نہیں؟

ایم عبدالرشید چشتی بیکری جنرل سکریٹری آف فاروقی بوٹ ہاؤس حیدرآباد سندھ

جواب (۵۶۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ بالا میں واضح باد کہ یہ ترجمہ صحیح ہے۔ اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں۔ نیز مسلم عالم شاہ رفیع الدین رح نے بھی قرآن مجید کے ترجمہ میں یہی معنی کیا ہے فقط

عبدالقہار غفر لہ ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

نذر لغیر اللہ کے متعلق سوالات

سوال (۵۶۶) (۱) جو جانور غیر اللہ کے نام نذر کیا جائے اس کا قتل کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

(۲) جو روپیہ یا کیلا غیر اللہ کے نام نذر کیا گیا اس کو کسی اپنے کام میں لا سکتے یا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) جو جلسہ لاہور میں نومبر ۱۹۶۲ء کے شروع ہوا ہے اس میں امام صاحب کو مدعو کیا ہے یا نہیں؟

محمد محی الدین طالب علم مدرسہ رحمت پور خریدار نمبر ۲۴۰۰ صحیفہ اہلحدیث ضلع رنگپور

جواب (۵۶۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح باد کہ:۔

(۱) جو جانور غیر اللہ کی نذر کیا گیا اس کا کھانا قرآن وحدیث میں حرام ہے۔ قتل کا کوئی

ثبوت نہیں لہٰذا قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو روپیہ اور کیلا غیر اللہ کے نام پر نذر کیا گیا ہے اس کا کھانا اور کام میں لینا ناجائز ہے کسی کام میں نہیں لگایا جائے۔

(۳) لاہور میں جو جلسہ ہوا ہے اس میں امام صاحب کو نہیں بلایا گیا فقط۔

عبد القہار غفرلہ ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

سوال بابت طلاق خلع

سوال (۵۶۷) میرا شوہر مجھ کو تنگ کرتا ہے، مارتا ہے اور خرچ کے معاملہ میں بھی تنگ کرتا ہے اور نازیبا حرکات کرتا ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اور تقریباً ایک سال سے اپنے میکے میں رہتی ہوں اور میں طلاق مانگتی ہوں تو طلاق دینے سے بھی انکار کرتا ہے اس لئے میں شریعت کو اس مسئلہ کی طرف رجوع کرتی ہوں کہ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ فردوس بیگم ۲۶ر نومبر ۱۹۶۲ء

جواب (۵۶۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر واقعی عورت کو تکلیف ہے اور وہ اپنے خاوند کے نکاح میں کسی صورت سے رہنا نہیں چاہتی تو وہ اپنا مہر واپس دیدے۔ یا نہیں لیا تو معاف کر کے طلاق خلع شرعاً حاصل کر سکتی ہے اور خاوند کو بھی چاہئے کہ جبراً قہراً اپنے نکاح میں نہ رکھے بلکہ طلاق دیکر اس کو رہا کر دے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝

نیز عدالت نبویہ میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آکر بیان دیا کہ حضور! میں اپنے خاوند کے نکاح میں رہنا نہیں چاہتی۔ آپ نے فرمایا جو اس نے تجھ کو مہر دیا ہے وہ واپس کر دے گی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے اس کے خاوند کو بلا کر کہا مہر واپس لے لو اور طلاق دیدو۔ چنانچہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے عدالت نبویہ کے اس فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے فوراً اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ الفاظ حدیث مندرجہ ذیل ملاحظہ ہوں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَّلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (مشکوٰۃ ص ۲۷۵ باب الخلع والطلاق) فقط

عبد القہار غفرلہ ۲۷ر جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح۔ محمد عبد المنان ایڈیٹر الہدیٰ۔ بندر روڈ۔ کراچی

الجواب صحیح ۔ محمد سلیمان بن مولانا محمد صاحب مرحوم جوناگڈھی مکتبہ محمدی گدری کراچی

مردوں وعورتوں کی بیعت کی بابت سوال

سوال (۵۶۸) (۱) بیعت کا کیا طریقہ ہے؟ مردوں اور عورتوں کی بیعت میں کیا فرق ہے؟

(۲) جس نے پہلے بیعت کی ہو اور ان کا امام فوت ہو چکا ہو تو کیا وہ دوبارہ موجودہ امام کے ہاتھ پر بیعت کریں یا نہیں؟

برکت اللہ عاصی ۔ چک ۵/۷۵ ۹-ایل ضلع منٹگمری

جواب (۵۶۸) الجواب بعون الوہاب ۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) بیعت کرنا شرعی مسئلہ ہے ۔ ایک شخص عالم باللہ جو یقود کم بکتاب اللہ آپ لوگوں کی صحیح قیادت کر سکے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنا ضروری ہے ۔ اگر امام وقت کے پاس پہنچنا ناممکن ہو تو بذریعہ خط بھی بیعت کی جا سکتی ہے۔

عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بذریعہ کپڑا بیعت کیا کرتی تھیں یعنی کپڑے کا ایک پلہ امام کے ہاتھ میں اور دوسرا عورتوں کے ہاتھ میں ۔ ورنہ زبانی بھی عورتوں کی بیعت لینا جائز و درست ہے۔

بیعت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ دوسرے مقام پر ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

بس بیعت میں یہ اقرار ہے کہ شرک، کفر، بدعت سے بچنا ہوگا ۔ پانچ وقت کی فرض نماز ہمیشہ ادا کرنی ہوگی، رمضان کے روزے فرض ہیں رکھنے ہونگے ۔ اگر اللہ نے صاحب زکوۃ کیا ہے تو زکوۃ، عشر بیت المال میں جمع کرنا ہوگا ۔ خدا نے زیادہ توفیق دی ہے تو ساری عمر میں ایک بار حج بیت اللہ کا فرض ہے ۔ ان فرائض کے علاوہ چوری، زنا، حرام، فسق و فجور سے بچنا ہوگا ۔ اور اللہ و رسول کی اطاعت ہر امر میں کرنی ہوگی اور منہیات سے رکنا ہوگا۔ اپنے امام کی بات جو وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائے ماننی ہوگی۔

عورتوں سے خاص کر یہ اقرار کہ کسی کے مرنے پر نوحہ یعنی بین رونا پیٹنا کپڑے پھاڑنا بال نوچنا وغیرہ جاہلیت کی رسوم سے بچنا ہوگا۔

اور علماء سے خاص یہ اقرار ہے کہ حق گوئی میں کسی سے خائف نہ ہونا ہوگا۔ جماعت کے ساتھ اتفاق واتحاد، محبت میل جول رکھنا ہوگا۔ یہ سب باتیں منظور ہیں تو اسی کا نام بیعت ہے۔

(۲) جس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی ان کا انتقال ہوگیا ہے تو وہ لوگ بھی موجودہ امیر کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں بلکہ ضروری ہے فقط

عبدالقہار غفرلہ ۱۸ رجمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

کیا لڑکی اپنی مرضی سے بغیر کسی ولی کے شادی کر سکتی ہے؟

سوال (۵۶۹) ایک لڑکی جس کے ماں باپ انتقال کر چکے ہیں۔ چچا اور ایک بڑا بھائی زندہ ہے۔ لڑکی بالغ ہے، جہاں لڑکی کے ولی شادی کرنا چاہتے ہیں وہاں لڑکی پسند نہیں کرتی اور جہاں لڑکی پسند کرتی ہے اگر وہاں آجائے اور شادی بغیر ولی کے موجودگی میں ہو جائے تو کیا یہ شادی جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب (۵۶۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح جائز نہیں۔ حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْهِ لڑکی کو چاہیئے یا تو ولی کو راضی کر کے نکاح کرے ورنہ جہاں ولی چاہتے ہیں وہاں کرے کیونکہ بغیر ولی نکاح درست نہ ہوگا۔ ہر دو میں سے ایک کو راضی ہو جانا چاہیئے تاکہ نکاح درست وصحیح ہو فقط

عبدالقہار غفرلہ ۲ر رجب ۱۳۸۲ھ

عام کتوں، جمع بین الصلوٰتین، بشدت خواہش حائضہ سے مباشرت کی وجہ سے انزال ہو جانے اور تھان سے اتارے ہوئے جھنڈے کی بابت سوال

سوال (۵۷۰) (۱) جو گاؤں میں عام کتے لاوارث پھرتے ہیں۔ رات کو لوگوں کے گھروں میں گشت لگاتے ہیں، برتن وغیرہ بلید کرتے پھرتے ہیں۔ کبھی دودھ خراب کر گئے کبھی کچھ کبھی کچھ بس ستاتے رہتے ہیں۔ آیا ان کو مار دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص سفر میں ہے اسکو رستہ سفر میں شام کا وقت ہوگیا اور وہ مسافر نیت جمع کی کرتا ہے اس طرح کہ میں عشاء کو یا عشاء سے پہلے گھر پہنچ جاؤں گا اور عشاء کے ساتھ شام جمع کر کے پڑھ لوں گا۔ آیا اس طرح جمع ہو سکتی ہے یا نہیں یعنی شام سفر میں ہوئی اور عشاء گھر میں۔

(۳) ایک عورت کو حالت ماہواری ہے اور اس کا خاوند سفر سے آیا ہے اور عورت کو طلب جماع کے لئے کہتا ہے۔ عورت کہتی ہے مجھے ماہواری شروع ہے لیکن آدمی دیر بعد گھر آیا ہے۔ بڑی خواہش تنگ کرتی ہے مارے خواہش کے وہ اپنی عورت کے رانوں میں ذکر رگڑ کر لذت حاصل کرتا ہے اور اس کو انزال ہو جاتا ہے عورت کی شرمگاہ کے بغیر۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک درخت لوگ پوجتے تھے کہ یہاں کوئی بزرگ رہتا تھا اس لئے اس درخت کی لوگ عزت کرتے تھے۔ ایک موحد یہاں سے گزرا۔ اس نے درخت کے ساتھ جو جھنڈا تھا وہ اتار لیا۔ آیا اس جھنڈے کا کپڑا کسی کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟۔

سائل محمد یحیٰی چک ۳۰۰/۸.R ضلع منٹگمری

جواب (۵۷۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ

(۱) حدیث شریف میں بالکل سیاہ کتے کو مار ڈالنے کا حکم ہے اور باؤلا بھی۔ لیکن دیگر کتوں کے متعلق مارنے کا کوئی حکم نہیں۔ ہاں اگر پریشان کرتے ہیں تو ان کو ڈرا دھمکایا جائے ورنہ جان سے مارنا نہیں چاہئے۔

(۲) حالت سفر میں نماز جمع کر کے پڑھنے کی نیت کر لی ہے تو کوئی حرج نہیں اپنے مقام پر پہنچ کر عشاء کے ساتھ مغرب کی نماز جمع کر کے پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) وطی فی الفخذ بدترین فعل اور دین و دنیا کی رو سے بری حرکت ہے۔ آئندہ کبھی ایسا نہ کیا جائے۔

(۴) بیشک جھنڈا ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے۔ اسکو جلا دیا جائے۔ ہرگز استعمال نہ کرے۔ فقط

عبدالقہار غفرلہ۔ ۵ رجب ۱۳۸۲ھ

تبدیلی نام کی بابت سوال

سوال (۵۷۱) میرا نام فضل الٰہی خلف الرشید حاجی اللہ دین ہے۔ میں اپنا نام تبدیل کر کے محمد عبدالرحمن رکھنا چاہتا ہوں۔ کیا عبدالرحمن کے ساتھ محمد لفظ لگانے سے کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

ایم فضل الٰہی قصوری۔ لوکو شیڈ لائلپور

جواب (۵۷۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ حدیث شریف میں ہے اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الخ اللہ تعالیٰ کو پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں ــــ مناسب اور بہتر ہے کہ آپ اپنا نام فضل الٰہی ہی رہنے دیں یہ بھی ٹھیک اور درست و جائز ہے۔ تبدیلی نام کے لئے صرف آپ کا یہ خیال ہے ورنہ یہ نام

کوئی قبیح نہیں۔ اگر واقعی نام تبدیل ہی کرنا ہے تو صرف عبد الرحمٰن ہی کافی ہے ورنہ محمد عبد الرحمٰن نام میں کوئی قباحت نہیں فقط۔

عبد القہار عفی لہ ۵ رجب ۱۳۸۲ھ

شادی میں دیئے ہوئے کپڑے زیورات کس کی ملکیت ہیں اور شیر خوار بچہ کی پرورش کا خرچ کس کے ذمہ ہے

سوال (۵۷۲) زید کی شادی محمودہ سے ہوئی۔ شادی سے قبل کچھ زیورات و کپڑے محمودہ کو دیئے اور کچھ زیورات و کپڑے بوقت شادی دیئے۔ کچھ عرصہ بعد زید نے محمودہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور اس کو ماں کے ہاں بھیجدیا اور اس کی منشا یہ ہے کہ محمودہ مہر معاف کر دے اور کپڑے و زیورات بھی واپس کر دے تو زید محمودہ کو طلاق دیدے گا زید کی ایک لڑکی چار ماہ کی ہے جو کہ محمودہ کے پاس پرورش پا رہی ہے۔ اور زید نے آج تک نان نفقہ کچھ نہیں دیا۔ اس قدر طویل عرصہ میں صرف پندرہ روپے دیئے ہیں۔ شادی سے آجتک بیس ماہ ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کپڑے اور زیورات کس کی ملکیت ہے فقط۔

محمد عثمان برنس روڈ۔ کراچی!

جواب (۵۷۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ کپڑے اور زیورات محمودہ کی ملکیت ہیں۔ محمودہ اگر طلاق لینا چاہتی ہے تو اپنا مہر معاف کر کے طلاق خلع حاصل کر لے۔ لڑکی کی پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے فقط

عبد القہار عفی لہ

اکیلے تکبیر کہکر نماز پڑھنے اور فاتحہ خلف الامام کی بابت سوال

سوال (۵۷۳) (۱) اکیلے تکبیر کہکر نماز پڑھنی کس حدیث سے ثابت ہے اور اس کے کس قدر ثواب ہیں؟ حدیث اور راوی کا نام لکھئے۔

(۲) سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے سے نماز میں کیا خلل واقع ہوتا ہے اور یہ کس حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ ہر مقتدی پڑھے۔ حدیث اور راوی کا نام لکھئے۔

محمد امین۔ جونا دھوبی گھاٹ

جواب (۵۷۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) اکیلا شخص خود اذان دیکر خود ہی تکبیر کہہ لے اور نماز ادا کرے تو جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا اور مغفرت و دخول جنت کا مستحق ہوگا جیسا کہ نسائی کی حدیث اسپر دال ہے

حدیث یہ ہے عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِيْ غَنَمٍ فِيْ رَأْسِ شَظِيَّةِ الْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَيُصَلِّيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ الصَّلٰوةَ يَخَافُ مِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ۔

(۲) سورۃ فاتحہ نماز میں نہ پڑھنے سے خواہ امام ہو یا مقتدی نماز نہیں ہوتی۔ نماز کا نہ ہونا ہی سب سے بڑا خلل ہے۔ جامع ترمذی وغیرہ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ مزید دلائل تفسیر ستاری کی سورہ فاتحہ ملاحظہ کیجئے فقط۔

عبدالقہار غفر لہ۔ ۱۱ر رجب سنہ ۱۳۸۲ھ

رمضان کے روزوں کے بارے میں سل دق کے مریض کیلئے کیا حکم ہے

سوال (۵۷۴) مندرجہ ذیل فتوی بمطابق قرآن وحدیث ارشاد فرماویں کہ ٹی بی کا مریض جسے سل بھی ہے اور بھوک اس کی صحت کے لئے مضر ہے۔ میرے خیال میں آپ دق اور سل کے مرض کی تشریح سے واقف ہونگے۔ اس کے لئے رمضان مبارک کے روزوں کے متعلق قرآن وحدیث کا کیا ارشاد ہے۔ مسلول کی صحت بظاہر اچھی نظر آتی ہے فتوے کا جواب دیگر عنداللہ ماجور ہوں۔

(مولوی) عبدالباسط منشی گیٹ محمد حسن مولا بخش آئل ملز لائل پور
۱۵ر دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء

جواب (۵۷۴) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ مرض سے شفایاب ہونے کے بعد روزے رکھے۔ اگر مرض ایسا ہے جو کہ دائم المرض کہلاتا ہے تو ایسی صورت میں ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینے سے روزوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ قرآن مجید پارہ ۲ آیت اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ الخ کا یہی مقصد ہے فقط۔

عبدالقہار غفر لہ ۲۲ر رجب سنہ ۱۳۸۲ھ

سخت غصہ کی حالت کی طلاق کی بابت سوال

سوال (۵۷۵) ایک شخص نے سخت غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق زبانی دیدی ہے۔ اس سلسلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ جبکہ غصہ کی وجہ سے وہ اپنے آپے میں نہیں۔

حاجی سراج عبداللہ جوڑیا بازار۔ کراچی۔ ۶ر جنوری سنہ ۱۹۶۳ء

جواب (۵۷۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ایسے

سخت غصہ کی حالت میں شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی چنانچہ سنن ابو داؤد میں نبی علیہ السلام کا فیصلہ موجود ہے لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِي غِلَاقٍ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ وَالْغِلَاقُ اَظُنُّهُ الْغَضَبُ لہٰذا میاں بیوی بدستور حق زوجیت ادا کرتے رہیں۔

عبد القہار غفر لہ ۹ر شعبان ۱۳۸۲ھ

طلاق رجعی کی بابت استفسار

سوال (۵۷۶) میں نے اپنی بیوی سے تقریباً آٹھ سال ہوئے نکاح کیا تھا مگر کچھ خانگی وجہ سے بیوی نے مجھے سخت مجبور کیا کہ میں انکو طلاق دیدوں۔ آخر ۱۶ر فروری ۱۹۶۱ء کو طلاق دیدی اور ایک مولانا نے جنکی معرفت طلاق عمل میں آئی تین مرتبہ یکبارگی طلاق کہلادیں۔ آخر ایک مہینہ ہی کے عرصہ میں ایک فتویٰ حاصل کیا اور میں نے رجوع کرلیا تقریباً ڈیڑھ سال تک گذر گئے مگر بیوی پر کچھ دماغی اثر تھا اور وہ اور ان کی ماں نے پھر رجوع سے ہٹانے کے لئے اس قدر اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا کیونکہ انہوں نے کسی عالم وغیرہ سے یہ سُنا کہ یہ رجوع جائز نہیں ہوا۔ آخر چیرمین کو ایک درخواست دیدی اور چیرمین صاحب کو ایک مشترکہ درخواست دیدی جس میں یہ تحریر کیا کہ چونکہ ہم لوگوں میں باہم خانگی معاملات پر جھگڑا بھی رہتا ہے اور بعض عالم رجوع صحیح نہیں بتاتے اس لئے رجوع سے علیحدہ کردیا جائے ۲۶ر اکتوبر ۱۹۶۲ء کو چیرمین صاحب نے رجوع منسوخ کردیا۔

اب براہ کرم فرمایئے کہ کیا میں مطلقہ بیوی کو رجوع کرسکتا ہوں۔ از روئے شریعتِ محمدیہ نکاح ہوسکتا ہے کیونکہ ہم دونوں پھر مل جانا چاہتے ہیں اور وہ وعدہ کرتی ہیں کہ عمر بھر شوہر کی مرضی کو دیکھونگی۔ چیرمین صاحب کی اجازت کے لئے بعد میں اقدام کیا جائیگا فقط

سید نواب علی کوارٹر ۶/۲ مارٹن روڈ کوارٹرز کراچی

جواب (۵۷۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ عالم مذکور و چیرمین صاحب کے کہنے سے رجوع منسوخ نہیں ہوسکتا جب کہ قرآن و حدیث کے مطابق کہ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً وَقَالَ تَعَالٰى وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا الخ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں اور خاوند ہی زیادہ حق دار ہے کہ اس کو واپس بسالے جب کہ اصلاح کا ارادہ ہو۔ تو یہ رجوع قرآن و حدیث کی رو سے صحیح اور درست ہوا۔ منسوخ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ زید دوبارہ طلاق نہ دیدے۔ معلوم ہوتا ہے زید نے محض ان کے کہنے کی وجہ سے کہہ دیا کہ رجوع سے علیحدہ کردیا جائے۔ لہٰذا پہلا رجوع قائم ہے۔ میاں بیوی بدستور سابق

گھر آباد رکھ سکتے ہیں فقط۔ عبد القہار غفرلہ ۱۳ ؍ شعبان ۱۳۸۲ھ

تارکِ خطبہ جمعہ و قاتلِ مصلح کے لئے کیا حکم ہے؟

سوال (۵۷۷) ایک شخص حافظ قرآن و فارغ التحصیل ہونے کے باوجود خطبہ جمعہ میں شریک نہیں ہوتا۔ صرف نماز میں آکر شریک ہوتا ہے۔ اس کو جب سمجھایا گیا تو سخت ترش کہنے کے علاوہ کہنے والے کو قتل کر دیا۔ ایسے فعل کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے

عبد الوحید خاں مٹیاری

جواب (۵۷۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورتِ مسئولہ میں واضح ہو کہ شخص مذکور کا ایسی صورت میں جمعہ نہیں ہوا۔ اور تحقیقات کرنے والے سمجھانے والے کو جو قتل کیا ہے یہ بڑا ظلم کیا۔ اس کو چاہئے کہ مقتول کے ورثاء کو دیت دے ورنہ قیامت کے دن سخت عذاب کا مستحق ہوگا اور جہنم رسید ہوگا۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ الخ فقط

عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱۳ ؍ شعبان ۱۳۸۲ھ

کیا ایسی مساجد میں جہاں سنتوں کی ادائیگی سے روکا جائے چندہ، صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ جس مسجد کو اپنی ملکیت کہا جائے تو اسمیں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اہلحدیث و علماء اہلحدیث کو کافر و مشرک کہنے اور مخالفت کرنے والے کی کسی قسم کی مالی امداد کی جائے یا نہیں؟

سوال (۵۷۸) (۱) حنفی حضرات اہلحدیثوں کو بہت برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غیر مقلد ہمارے امام ابو حنیفہؒ کو نہیں مانتے۔ کبھی اہلحدیثوں کو آمین کہنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آمین کی آواز سے ہماری نماز میں خلل پڑتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ آمین کی آواز ہم لوگوں کو بری لگتی ہے۔ کیا ایسی مسجد میں چندہ، روپیہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مسجد میں حنفیوں کا مدرسہ بھی ہے جس میں قرآن شریف و اردو کی تعلیم دیجاتی ہے

طلبار کے ذہن سنت کے خلاف بنائے جاتے ہیں مثلاً نماز سنت کے خلاف تقلیدی مذہب کے مطابق سکھائی جاتی ہے۔ کیا ایسی جگہ اہلحدیثوں کو صدقہ وخیرات وزکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) مسجد کا متولی کہتا ہے کہ مسجد ہماری ملکیت ہے۔ کیا متولی کا یہ کہنا درست ہے اگر اس کی ملکیت مسجد ہے تو ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں حالانکہ مسجد تمام اہل محلہ کے عام چندہ سے بنائی گئی ہے۔

(۴) ایک صاحب باوجود اہلحدیث ہونے کے ایسے لوگوں کا کام روپیہ پیسہ سے نکالتے ہیں جو اہلحدیث و علمار اہلحدیث کو کافر و مشرک کہتے ہیں۔ کیا شخص مذکور اہلحدیث ہے

(۵) مقلد حضرات اہلحدیثوں کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا یا کسی دوسرے طریقہ سے مدد کرنا بروئے شرع جائز ہے یا نہیں۔

محمد ریاض احمد ولد شیخ حاجی مولا بخش صاحب ٹیلر ماسٹر خریدار صحیفہ ۶۸۴۹

ضلع آگرہ (بھارت۔ یوپی)

جواب (۵۷۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) جہاں سنت رسول ؐ کی تردید و تذلیل ہو وہاں چندہ دے کر تعاون علی الاثم کرنا ہے جس سے خدا نے منع فرمایا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نیز ہمارے ہاں سے رسالہ آمین منگا کر مخالفین کو دلائل دکھائے جائیں۔

(۲) نہیں ہرگز جائز و درست نہیں۔

(۳) مسجد خانہ خدا ہے کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی ورنہ پھر وہ مسجد مسجد کا حکم نہیں رکھتی

(۴) خدا نے مسلمانوں کو مشرکین سے محبت رکھنے سے منع فرمایا ہے شخص مذکور موحد اہلحدیث ہو کر پھر مخالفین اسلام سے مل جل کر موحدین اہلحدیثوں کی مخالفت کرتا ہے تو وہ سراسر آیت ہذا يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ الخ کی ممانعت تسلیم نہیں کرتا اور آیت ہذا کا منکر ہے۔

(۵) زکوٰۃ کا مصرف خدا نے خود قرآن مجید میں بیان فرما دیا ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے خرچ کرے چہ جائیکہ اللہ کا مال اللہ کے مخالفوں اور خدا کی شریعت کے مٹانے والوں پر خرچ کیا جائے یہ ہرگز جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے لَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ۔

عبد القہار غفر لہ ۱۸ر شعبان ۱۳۸۲ھ ہجری

مقام و مقدار ڈاڑھی اور اسکے منڈانے کترانے والے کی امامت اور سیاہ خضاب کے بارہ میں سوال

سوال (۵۷۹) (۱) ڈاڑھی کا شریعت میں کیا مقام ہے (یعنی واجب۔ سنت موکدہ وغیرہ) کیا ہے

(۲) داڑھی کی مسنون مقدار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں احادیث وآثار سے روایت ضرور تحریر کریں کیونکہ بعض لوگوں سے سُنا ہے کہ داڑھی کی شریعت نے کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کی۔ اگر کوئی ایک آدھ انچ بال بھی رکھ لے تو سنت ادا ہو جائے گی یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(۳) ایسے امام کے پیچھے جو داڑھی بالکل منڈاتا ہو یا ذراسی خشخشی رکھتا ہو فرض نماز یا تراویح درست ہوگی یا نہیں۔ عموماً رمضان میں دیکھا گیا ہے کہ تراویح پڑھانے والے بعض حفاظ خشخشی داڑھی رکھتے ہیں جو ایک مشت سے کم ہوتی ہے۔ اس پر خاص طور سے روشنی ڈالئے۔

(۴) داڑھی میں کالے رنگ کا خضاب کرنا درست ہے یا نہیں؟

سعادت اللہ خاں کراچی

جواب (۵۷۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) داڑھی سنت رسول ہے اور آپ نے حکماً داڑھی رکھنے کو فرمایا ہے۔

(۲) داڑھی کی کوئی مقدار نہیں مطلق چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ اس کے خلاف باتیں غلط ہیں

(۳) داڑھی منڈے یا کترے کو مستقل امام مقرر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ فاسق وفاجر ہے

(۴) کالے رنگ کا خضاب منع ہے۔ مینھدی و وسمہ ملا کر کالے بال کرنا کوئی حرج نہیں۔ مزید تفصیل کے لئے مدلل رسالہ شمس الضحیٰ منگا کر پڑھئے۔

عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث

۲۲ شعبان ۱۳۸۲ھ

زوجہ متوفیہ کے مہر میں خاوند اور والدین کتنے کتنے حصے کے حقدار ہیں

سوال (۵۸۰) ہندہ سابقہ دہلی کی رہنے والی ہے۔ زید کے نکاح میں کچھ عرصہ ایک سال رہی۔ اس اثناء میں ہندہ کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی اور وہ ہندہ کی حین حیات میں فوت ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد ہندہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئی۔ ہندہ کا مہر مبلغ گیارہ صد روپیہ اس کے شوہر پر واجب الادا ہے کیونکہ زید نے اس کی حیات میں مہر کی ادائیگی نہیں کی تھی اور نہ ہندہ نے معاف کیا تھا۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مہر مذکورہ میں شوہر کا کیا حق ہے اور والدین کا مہر میں کیا حق ہے۔ اور شوہر مہر کی ادائیگی میں کتنا حق رکھتا ہے سازراہ کرم از روئے شریعت محمدیہ فیصلہ صادر فرما کر عند اللہ ثواب دارین حاصل کریں۔

جواب (۵۸۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ حق مہر ہندہ کی ملکیت ہے۔ جب کہ ہندہ کا انتقال ہو گیا اور اولاد بھی کوئی موجود نہیں تو ہندہ کی کل ملکیت میں سے نصف شوہر اور ماں کو تہائی اور باقی باپ کو تقسیم ہوگا فقط۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱
۲۸ شعبان ۱۳۸۲ھ

کیا کسی بنک کو کوئی دکان یا جائداد کرایہ یا قیمت پر دی جا سکتی ہے

سوال (۵۸۱) (۱) کیا کسی بنک کو دکان کرایہ پر دی جا سکتی ہے جہاں وہ اپنا بنک کھول کر بنک کا کاروبار چلائیگا؟

(۲) کیا کسی بنک کے ہاتھ کوئی جائداد یا زمین فروخت کی جا سکتی ہے جس پر وہ بنک کھول کر بنک کا کاروبار قائم کرے گا؟ سائل محمد احمد بن مولانا عبدالواحد صاحب دہلی۔

جواب (۵۸۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ (۱-۲) بنک میں چونکہ سودی کاروبار ہوتا ہے اور شرعاً سودی کاروبار حرام ہے لہذا بنک کھولنے کے لئے (جس میں کہ سودی کاروبار ہوگا) دکان کرایہ پر دی جائے یا زمین فروخت کی جائے تعاون علی الاثم ہے جس سے خدا نے منع فرمایا ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ سورۃ المائدہ۔ رکوع ۱ فقط

عبدالقہار غفرلہ۔ یکم رمضان ۱۳۸۲ھ

رابعہ بصری، عورتوں کے قبرستان جانے، مردوں اور ان سے وسیلہ لینے کے بارے میں سوالات۔ صدقہ کی قسمیں اور انکے حقدار کون ہیں اور مریض سلسلۃ البول کیلئے کیا حکم ہے

سوال (۵۸۲) (۱) رابعہ بصریؒ کا شریعت میں کیا مقام تھا؟

(۲) عورتوں کو قبرستان میں جانا کیوں منع ہے؟

(۳) کیا مردے قبرستان میں زندہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں

(۴) قبرستان میں مردوں کو سلام پہنچتا ہے اگر پہنچتا ہے تو کس ذریعہ سے

(۵) کیا مردے السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام بولتے ہیں؟

(۶) کیا مردوں کی روحیں قبرستان میں موجود رہتی ہیں؟۔

(۷) اگر کوئی اللہ سے دعار مانگے اور یہ کہے یا اللہ اپنے حبیب کے صدقہ میں میری دعار قبول فرما۔ یا انبیار کرام یا شہیدوں یا بزرگوں کے وسیلہ سے دعار قبول فرما۔ یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟
(۸) اگر کوئی شخص بیماری سے شفار کے لئے بکرا صدقہ کرے تو اس کا کھانا کس پر واجب ہے؟
(۹) صدقہ کتنے قسم کا ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل فرماویں۔
(۱۰) اگر کسی کا وضو نہ ٹھیرتا ہو بعد تازہ وضو کے۔ پھر پیشاب کا قطرہ آجاتا ہے تو کیا کرے۔ کپڑے بھی ناپاک ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا لنگوٹ وغیرہ باندھ سکتا ہے اور حج کے وقت احرام کے نیچے لنگوٹ، چڈی وغیرہ پہن سکتا ہے۔ فقط والسلام
عبدالحکیم گارڈن ویسٹ کراچی ۳

جواب (۵۸۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ :۔
(۱) رابعہ بصری کا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں آیا۔
(۲) عورتوں کو قبرستان میں جانا منع نہیں صرف جنازہ کے ہمراہ جانا منع ہے کیونکہ جزع فزع، نوحہ کرتی ہیں اس لیئے ان کو منع کردیا گیا ہے قد نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكر الآخرة الحدیث
(۳) کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔
(۴) مسنون سلام سنتے ہیں قبر پر جاکر پڑھنے سے بغیر کسی ذریعہ کے۔
(۵) کسی حدیث سے ثابت نہیں۔
(۶) مردوں کی روحیں علیین وسجین میں رہتی ہیں وہیں سے قبر میں بدن سے تعلق رہتا ہے
(۷) نہیں۔ یہ جائز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بغیر وسیلہ کے ہر ایک کی دعار سنتا ہے۔
(۸) مساکین کو کھلانا چاہیئے۔
(۹) دو قسم کا۔ ایک فرض (زکوٰۃ) دوسرا نفلی۔ (عام صدقہ خیرات یا نذر للہ)
(۱۰) ہاں لنگوٹ وغیرہ باندھ سکتا ہے اور وضو کے بعد میانی پر چھینٹیں ڈال لینی چاہیئے حج کے وقت احرام کے نیچے چڈی وغیرہ کام کاج کرنے والے پہن سکتے ہیں یا ایسے عذر والے۔ فقط۔
عبدالقہار عفر لہ۔ یکم رمضان ۱۳۸۲ھ

قرآن مجید کی قسم کھانا کیسا ہے

سوال (۵۸۳) قرآن کی قسم کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر سخت ضرورت ہو یعنی بغیر اس کے معاملہ طے نہ ہو لہٰذا ایسی صورت میں قسم کھا سکتا ہے یا نہیں؟ شرع سے کیا حکم ہے؟

جواب (۵۸۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً

اللہ کی یا اللہ کی صفات کی سچی قسم کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ کلام اللہ اللہ کی صفت ہے لہذا کلام اللہ کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ باقی مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی قسم کھانا جائز نہیں بلکہ صراحتاً ممانعت ثابت ہے۔ حدیث نسائی شریف میں ہے لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَاءِ کُمْ وَلَا بِاُمَّهٰتِکُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جامع ترمذی میں ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ کَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ یعنی جس نے خدا کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھائی وہ کافر و مشرک ہوگیا۔

مسئلہ ہذا کے متعلق مزید دلائل دیکھنے منظور ہوں تو آیت شریفہ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ کے تحت تفسیر ستاری ملاحظہ ہو فقط

عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

۴ رمضان ۱۳۸۲ھ

اگر خاوند نہ بسائے تو بیوی کیا کرے؟

سوال (۵۸۴) ایک نوجوان لڑکی یتیم بے وارث ہے اب اس کا خاوند نہ اس کو بساتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ عرصہ پانچ سال ہو گئے لڑکی پریشان ہے۔ خاوند کے گھر دوسری عورت اور ہے گی جس کی وجہ سے وہ اس کو ناپسند کرتا ہے۔ اب لڑکی کیا کرے؟

حاجی محمد صادق ضلع نواب شاہ سندھ

جواب (۵۸۴) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جب کہ خاوند اپنی بیوی کو عرصہ پانچ سال سے نہ بساتا ہے اور نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ ہی طلاق دیتا ہے تو ایسی صورت میں شرعاً مابین زوجین تفریق کرادی جائے تاکہ وہ کسی دوسری جگہ نکاح کرکے اپنا گھر آباد کرسکے۔ لقولہ علیہ السلام فِی الَّذِیْ لَا یَجِدُ مَا یُنْفِقُ عَلٰی امْرَاَتِهٖ قَالَ یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا (دارقطنی) یعنی جو خاوند اپنی عورت کو نان نفقہ نہ دے ان میں تفریق کرادی جائے۔

عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث

۵ رمضان ۱۳۸۲ھ

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۵۸۵) (۱) زید نے ہندہ سے نکاح کے وقت ہندہ مذکورہ کو حق طلاق تفویض کیا تھا۔ مشروط طور پر گو شرائط متعلقہ سے زید کو لاعلم رکھا گیا اور تا ایں دم لاعلم ہے عرصہ گیارہ برس کا ہوتا ہے کہ ہندہ مذکورہ نے حق تفویض استعمال کرکے بلا اسباب شکایت بتائے اپنے اوپر طلاق عائد کرلی اور زید کو بذریعہ تحریر مطلع کردیا۔

اس کے چند ہفتے بعد زید مذکور نے جو اس وقت ملک سے باہر مصر میں مقیم تھا خود بھی تین طلاقیں بائن لکھ کر ہندہ مذکورہ کو بذریعہ ڈاک روانہ کر دیں۔ چند ماہ بعد ہندہ مذکورہ نے عدالت لاہور میں دعویٰ دائر کر دیا کہ عدالت طلاق کی تصدیق کر دے۔ جواباً زید نے حق تفویض طلاق کو نظر انداز کرتے ہوئے خود عدالت کو بھی اپنی دی ہوئی طلاق سے باخبر کر دیا اور عدالت نے طلاق کی تصدیق کر دی۔

کیا اب ان حالات میں طلاق شرعی مکمل ہو چکی ہے۔ اگر ہو چکی ہے تو کس کی طرف سے۔ ہندہ کی طرف سے یا زید کی طرف سے؟

(۲) کیا باہمی متقاربت یا تجدید نکاح کی شرعی گنجائش باقی رہتی ہے چونکہ دونوں رجوع کے لئے تیار ہیں۔

عبد الرؤف ۱۴۰/۵ جہانگیر روڈ (ویسٹ) کراچی

جواب (۵۸۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ

(۱) شرعاً طلاق خاوند کی طرف سے واقع ہوئی ہے۔

(۲) چونکہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک کا حکم رکھتی ہیں کَانَتِ الطَّلَاقُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَۃِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَۃً لہٰذا زید قبل از انقضاء عدت ہندہ سے رجوع کر سکتا ہے لقولہ تعالیٰ وَبُعُوْلَتُھُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّھِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔ اور بعد از انقضائے عدت بتجدید نکاح رجوع ہو سکتا ہے۔

عبد القہار عفی لہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث

زانی زانیہ کے باہمی نکاح کے بارہ میں استفسار

سوال (۵۸۶) اس مسئلہ میں کہ ہندہ حوابائی شادی شدہ بچہ والی کو ایک شخص زید عثمان نامی نے اغوا کر کے ڈھائی سال سے زناکاری جاری رکھ ہے حالانکہ عثمان کے بیوی بچے موجود تھے اپنی بیوی کو بلاوجہ طلاق دیکر ہندہ حوابائی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور حوابائی کا سابقہ حقیقی شوہر خلع کے لئے اس نوعیت سے راضی ہے کہ عثمان سے نکاح نہ کرے بلکہ دوسرے سے عقد کرے۔ حوابائی کی ضد یہ ہے کہ عثمان سے عقد کروں گی۔ اس لئے کہ اس نے میری خاطر اپنی جائز بیوی کو طلاق دی ہے۔

اب کراچی مسلم کیا جماعت علماء دین سے مستدعی ہے کہ دونوں فریق کا اختلاف کس طرح طے ہو اور زناکاری سے حوابائی کو کس طرح نجات ملے یعنی حوابائی کا سابقہ شوہر خلع کے لئے اس وقت مستعد ہے جب کہ عثمان سے قطعاً نکاح نہ کرے بلکہ دوسرے سے

نکاح کرے اور حوا بائی کی یہ ضد کہ عثمان سے ہی عقد کروں گی۔ اب گذارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں جواب سے سرفراز کیا جائے۔

جواب (۵۸۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً زانی و زانیہ شادی شدہ کیلئے سزا رجم یعنی سنگسار ہونا ہے لہٰذا حکومت میں درخواست دیکر اپنے اوپر حد زنا جاری کرا لینے سے زنا سے نجات اور اختلاف سب ختم ہو جائے گا انشاء اللہ الخ فقط

راقم الحروف عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث

۲۴ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ

کیا جماعتِ اسلامی کے جائز کاموں میں تعاون کر سکتے ہیں

سوال (۵۸۷) کیا ہم جماعتِ اسلامی کے اسلامی اصولوں کے مطابق جائز کاموں میں ان کا ساتھ دیکر تعاون کر سکتے ہیں۔

یکے از فاضل پور ضلع ڈیرہ غازیخاں

جواب (۵۸۷) الجواب بعون الوہاب۔ بموجب حدیث شریف اِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ کے ان کے موافق شرع کاموں میں تعاون کر سکتے ہو فقط

راقم الحروف عبد القہار غفرلہ معاون نائب مفتی۔ ۲۲ صفر ۱۳۸۳ھ

کیا مسجد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیجا سکتی ہے

سوال (۵۸۸) کیا مسجد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکتی ہے اور مسجد کی جگہ پر رہائشی مکان بنائے جا سکتے ہیں اور مٹی مسجد کی بے جگہ ڈالی جا سکتی ہے؟

(مولوی) محمد ابراہیم مدرس مدرسہ محمدیہ ضلع ملتان

جواب (۵۸۸) الجواب بعون الوہاب۔ واضح ہو کہ انتہائی مجبوری کی بنا پر مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ مسجد کے مفاد کی بنا پر منتقل کیا جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ باقی مٹی وغیرہ اٹھا کر ڈالنا کوئی ضروری نہیں فقط۔

عبد القہار غفرلہ۔ ۲۲ صفر ۱۳۸۳ھ

بچہ کو حصول صحت کی غرض سے قبر پر لیجانا کیسا ہے

سوال (۵۸۹) ہمارے گاؤں سے تقریباً پانچ میل دور ایک عورت کی قبر ہے جو بچہ روتا ہے ان کو وہاں لیجایا جاتا ہے اور عورتیں بھی جاتی ہیں اور لوگوں میں مشہور یہ ہے

کہ ان کے پاس لیجانے کے بعد وہ بچہ اچھا ہو جاتا ہے کیا یہ ثواب ہے یا شرک؟

بدر الدین معرفت حاجی ولی محمد چپلی میکر ضلع پشاور

جواب (۵۸۹) الجواب بعون الوہاب۔ واضح ہو کہ اس میں قبروں کی تعظیم پائی جاتی ہے جس سے کہ شرک کی جڑ مضبوط ہوتی ہے لہٰذا ایسے افعال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں شفاء ہے قرآن سے علاج کیا جائے یا ادویات سے تداووا یا عباد اللہ۔ عبد القہار غفر لہ۔ ۲۲ر صفر ۸۳ھ

سوال بابت ورثہ

سوال (۵۹۰) والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ وارث چھ لڑکیاں۔ ایک لڑکا ایک زوجہ۔ متروکہ مال بیس ہزار چار سو پینتیس روپے۔ جمع سولہ سو چوالیس روپے۔ یہ کس طرح تقسیم کیا جائے اور یہ بھی بتائیں کہ زوجہ کا حق مہر جو کہ پندرہ سو روپے ہے اور عدت کا خرچہ جو کہ چار سو روپے ماہانہ ہے متروکہ مال میں سے وضع کیا جائے یا نہیں۔ مسز ریاض ۹ عباس مینشن۔ کراچی۔ ۴ر فروری ۱۹۶۳ء

جواب (۵۹۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ متوفی کا تمام ترکہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی الارث کہ منجملہ ان کے دین مہر بھی ہے۔ ورثا مذکورین کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک روپیہ میں سے دو آنے بیوہ متوفی اور ایک نہ نوپائی یعنی پونے دو آنے ہر لڑکی کو اور ساڑھے تین آنے لڑکے کو از روئے شرع ملیں گے لقولہ تعالیٰ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ولقولہ تعالیٰ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ۔ عدت کا نان نفقہ ترکہ میں سے نہیں دیا جائے۔ بیوہ اپنے مہر اور حصہ شرعی وغیرہ میں سے خرچ کرے گی فقط۔

احقر العباد عبد القہار غفر لہ معاون نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی

۱۳ر رمضان ۱۳۸۲ھ

سوال بابت تقلید

سوال (۵۹۱) (۱) اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عرصہ چند یوم کا ہوا کہ ایک مولوی صاحب ہمارے قصبہ میں تشریف لائے۔ وہ فرماتے تھے کہ تقلید واجب بالفرض ہے اس واسطے کہ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قرآنی آیت سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیسرے سے حکم ماننے کے واسطے بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ ارشاد باری تعالیٰ کا عام حکم ہے اور ائمہ اربعہ کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس اللہ کا حکم یعنی قرآن اور رسول کا امر یعنی

حدیث کے ماننے کے ساتھ ہی ساتھ امام و حاکم کا بھی حکم ماننا ہے جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو امام کی بیعت نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ امام کی بیعت بھی کرنی واجب ٹھیری۔ جب امام کی بیعت کی جائے گی تو اس کی تقلید بھی کرنی پڑے گی یعنی امور دین میں انکے حدیث و قرآن سے استنباط کئے ہوئے احکام ماننے پڑینگے۔ جب ان کا حکم مانا گیا تو گو ان کی تقلید کی گئی جب امام کا حکم مانا گیا تو بھی مقلد ٹھیرا۔ جب مقلد ہونا ثابت ہوا تو جس کو چاہے وہ اپنا امام تسلیم کرے اور اس کے استنباط کئے ہوئے مسائل پر عمل کرے۔ ہم احناف کے جدامجد باپ دادا نے امام ابو حنیفہ رح کو اپنا امام تسلیم کیا اور انکی بیعت کی اور انکے مقلد بنے۔ زمانہ گذرتا گیا۔ جب ہم ان کے مکان میں پیدا ہوئے تو فطرتاً انہوں کا ہی مذہب اختیار کرنا پڑا اور آبار کی بیعت کو ہم نے اپنی بیعت سمجھ کر آبار کے امام کی تقلید کرنی لگے جیسے صحابہ رض کی اولاد آنحضرت کے بعد جو پیدا ہوئی انہوں نے حضور سے بیعت نہ کی لیکن اپنے باپ دادا کی بیعت شدہ پر ہی اکتفاء کی۔

(۲) آپ اہلحدیث لوگ کہتے ہو کہ ہم غیر مقلد ہیں کسی امام کی نہیں مانتے یہ بات غلط ہے۔ ایک وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ امام مولانا عبدالوہاب صاحب رح دہلی کی بیعت کرنے کرانے کے قائل ہو۔ اگر کوئی نہیں کرتا تو وہ جاہل اور کافر کہا جاتا ہے جیساکہ "فتاویٰ ستاریہ" صـ۹۷ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ جب امام اس زمانہ کی تقلید و بیعت کرنی جائز ہے تو ائمہ اربعہ کی کیوں ناجائز فہو جوابنا جوابکم۔

دوسرا اہلحدیث امام مولانا عبدالوہاب کے بیعت میں آگر ان کے استنباط کئے ہوئے مسائل پر عمل ہوا تو ان کی تقلید ہوگئی۔ جب تقلید کی گئی تو نام آپ کا مقلد ہوا جیساکہ امام ابو حنیفہ رح کی تقلید کرنے سے حنفی ہو جاتا ہے اور مالک سے مالکی اور شافعی سے شافعی حنبلی وغیرہ ایسا ہی آپ لوگ بھی وہابی بن گئے۔ اور یہ پانچواں مذہب بنا۔ اب اسلام میں یہ مذاہب ہوئے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، صدری وہابی چودھویں صدی کی ایجاد باقی سوال ٹھیرا اہلحدیث مذہب کا تو یہ ائمہ اربعہ خود بھی اہلحدیث تھے۔ جب وہ ہمارے امام اہلحدیث ہیں تو ان کے مقلد بھی اہلحدیث ہو گئے۔

(۳) اگر تقلید واجب نہ ہوتی تو محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رح جیسے برگذیدہ ولیا حنبلی مقلد کیوں ہوتے اور مولانا عبدالحی حنفی، ملا علی قاری حنفی وغیرہم حنفی مقلد کیوں ہوتے غیر مقلد یعنی اہلحدیث کیوں نہیں ہوتے۔ کیا ان کو بدعت ہونے اور تقلید شخصی کرنے کا علم سوجھا ہی نہ تھا، اب کراچی والوں کو سوجھا ہے جو کہتے ہیں کہ مقلد اندھے کے مانند ہیں بغیر ثبوت غیر کی تقلید کرتے ہیں وغیرہا۔ مولانا صاحب غصہ میں آکر کہہ گئے کہ یہ اہلحدیث

اور مر جائے تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ ان دونوں فریق میں کون سچا ہے؟
حافظ محمد یونس ضلع سیالکوٹ

جواب (۵۹۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ صحیح مسلم شریف میں نبی علیہ السلام کا فرمان ہے مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ یعنی جو بغیر بیعت کئے مر اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔
عبد القہار عفر لہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱۰

سفارش حضورؐ کے قبر مبارک میں سننے، درود پہنچنے اور انبیاء علیہم السلام قبور میں کس حالت میں ہیں

سوال (۵۹۸) (۱) کیا شفاعت یا سفارش برحق ہے؟
(۲) کیا نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں سن سکتے ہیں یا سنتے ہیں؟
(۳) کیا درود شریف فرشتے پہنچاتے ہیں یا کہ خود اللہ تعالیٰ؟
(۴) کیا انبیاء علیہم السلام یا خود نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں کس حالت میں ہیں؟
حافظ محمد خاں ضلع سرگودھا

جواب (۵۹۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔
(۱) شفاعت برحق ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ۔ حدیث میں ہے وَهِيَ نَائِلَةٌ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا یعنی اللہ تعالیٰ جس کیلئے اجازت فرمائے گا اسی کے حق میں سفارش کی جائیگی اور قبول ہو گی۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا میری شفاعت اس کے حق میں ہو گی جو مشرک نہ ہو۔ ہاں شفاعت کبریٰ عام ہے۔
(۲) قبر والے کسی کی بھی آہ و پکار نہیں سنتے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔
(۳) فرشتے درود و سلام پہنچاتے ہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ الخ
(۴) انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں ٹھیک اور صحیح حالت میں ہیں۔ ان کے جسموں کو زمین خراب نہیں کرتی۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فقط

عبد القہار غفر لہ　　۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

طلاق ثلاثہ کی بابت سوال

سوال (۵۹۹) میری گھروالی جو کہ انڈین ہے اپنے والدین سے ملنے گئی میری اجازت سے۔ اس وقت وہ حاملہ تھی۔ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کو بلایا تو اس کے والدین کو میرے والدین سے شکایت تھی اس لئے انہوں نے نہ بھیجا۔ کچھ لوگ بیچ میں پڑے مگر وہ ان کی غلط فہمی کو دور نہ کرسکے اور میں نے سخت غصہ میں آکر لفظ طلاق، طلاق، طلاق لکھ کر بذریعہ رجسٹری بھیج دیا۔ میرے خسر طلاق نامہ ملنے سے پیشتر صلح صفائی کے لئے چل چکے تھے۔ اب میری صلح وصفائی ہوگئی ہے اور میں راضی برضا اُس کو بسانا چاہتا ہوں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق۔ اب مجھ کو بتایا جائے کہ میں اس کو کس طرح اپنے نکاح میں لے سکتا ہوں؟ طلاق نامہ بھیجے ہوئے ابھی صرف اٹھائیس دن ہوئے ہیں والسلام

مشتاق احمد ولد محمد احمد معرفت حاجی انیس الرحمن صاحب دہلوی حال رنچھوڑ لائن

جواب (۵۹۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں اور رجوع کا حق دو طلاق تک ہے لہٰذا میاں بیوی قبل از انقضاء عدت رجوع کرسکتے ہیں فقط۔

عبدالقہار غفر لہ

بیٹے کی بیوی سے زنا کرنے سے بیوی خاوند کیلئے حلال ہے یا حرام

سوال (۶۰۰) ایک شخص مسمی فضل نے اپنے سگے بیٹے رشید کی بیوی سے زنا بالجبر کیا جو کہ آنکھوں سے دیکھا گیا اور مشاہدہ کرنے والے موقع کے گواہ موجود ہیں اور اس عورت مزنیہ نے بھی قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھا کر بیان دیا ہے کہ میرے سسر نے میرے ساتھ زنا بالجبر کیا یعنی زنا کا ثبوت بالقطع والیقین ہوچکا ہے۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ از روئے شریعتِ اسلام یہ عورتِ مزنیہ اس زانی کے بیٹے جو کہ عورت کا خاوند ہے کے لئے حلال رہی یا ابداً حرام ہوگئی۔

عبدالعزیز ضلع منٹگمری

جواب (۶۰۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً زانیہ مذکورہ اپنے خاوند کے لئے حلال ہے اور وہ اس کے نکاح میں ہے۔ زنا ایک فعل حرام ہے اور نکاح حلال۔ حرام کے ارتکاب سے حلال حرام نہیں ہوسکتا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر بذریعہ نکاح جو حلال طریقہ ہے سے آئی ہوئی ہے اس کے زنا کرنے سے

اپنے خاوند کے نکاح جو حلال ہے سے باہر نہیں ہو سکتی جیساکہ حدیث شریف میں ہے لَا یُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ الخ (ابن ماجہ شریف) ہاں زنا حرام ہے۔ زانی کو چاہئے کہ شرعی توبہ کرے۔ فقط

عبدالقہار غفرلہ ۶ محرم ۱۳۸۳ھ ہجری

دیہات میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۶۰۱) عرصہ ایک سال سے اپنی بستی میں جمعہ قائم کیا ہوا ہے مگر فرقہ حنفیہ کے علماء مانع جمعہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا۔ براہ مہربانی احادیث صحیحہ سے یہ فتویٰ دیں کہ بستی میں جمعہ پڑھنا چاہئے یا نہیں فقط

(مولوی) جان محمد معرفت رحمت علی ضلع میانوالی

جواب (۶۰۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً جمعہ اہل قریہ و اہل شہر سب مسلمانوں پر واجب اور فرض ہے سوا غلام، عورت، بچہ، بیمار کے جیساکہ ابوداؤد کی روایت سے واضح ہے اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰی اَرْبَعَةٍ مَّمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِیٍّ اَوْ مَرِیْضٍ۔

نیز طبرانی نے ابومسعود انصاری سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے تشریف لانے کے پہلے جب شروع شروع مہاجرین مدینہ میں آئے تھے تو مصعب بن عمیرؓ نے ان کو جمعہ پڑھایا اور وہ سب بارہ آدمی تھے۔ طبرانی و ابن عدی میں مرفوعاً آیا ہے کہ جمعہ ہر بستی میں واجب ہے اگرچہ وہ تین ہوں اور چوتھا ان کا امام ہو فقط۔

عبدالقہار غفرلہ ۸ محرم ۱۳۸۳ھ

طلاقِ ثلاثہ کی بابت استفسار

سوال (۶۰۲) ایک آدمی نے اپنی بی بی کو ایک بار تین طلاقیں بیان کر دیں۔ اور اپنے باپ کے گھر رہنا شروع کر دیا۔ عدت بھی گزر گئی اور دو سال ہو گئے اس واقعہ کو۔ عدت کے اندر رجوع بھی نہیں کیا۔ اب ایک مولوی نے تجدید نکاح سے میاں بیوی کے رجوع کو ثابت کیا ہے، لیکن عورت کچھ رضامند نہیں۔ اور آیت فبلغن اجلہن کا کیا ترجمہ ہے؟۔ فقط

محمد الٰہی بخش ضلع کوچ بہار (بنگال)

جواب (۶۰۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہیں اور بعد انقضائے عدت اگر میاں بیوی

رجوع کرنا چاہیں تو بتجدید نکاح رجوع ہو سکتا ہے۔
واضح رہے میاں بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک رضامند نہیں تو شرعاً یہ رجوع جائز نہ ہوگا لقولہ تعالیٰ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ الخ نیز: فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ کا معنے ہے عدت گزر جائے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے اور جب طلاق دو تم اپنی عورتوں کو۔ پس پہنچ جائیں مدت اپنی کو پس نہ روکو اُن کو یہ کہ نکاح کریں وہ اپنے خاوندوں سے جب کہ راضی ہوں آپس میں موافق شریعت کے فقط

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ

ورثہ کے متعلق استفسار

سوال (۶۰۳) مسمی قاضی عبداللہ کا انتقال ہونے پر اس نے مبلغ چار سو روپے نقد چھوڑے ہیں اور اپنے پیچھے کوئی اولاد یا بیوی نہیں چھوڑی ہے۔ متوفی نے مندرجہ ذیل خاکہ کے مطابق ورثاء چھوڑے ہیں۔ براہ کرم بتایا جائے کہ ورثاء میں متوفی کی چھوڑی ہوئی ملکیت کس طرح تقسیم ہو۔

قاضی عبداللہ متوفی

برکت اللہ بھائی	امام الدین	مسماۃ ہاجرہ بی بی	عمردین	فضل الٰہی
بھائی	بھائی	بہن	بھائی	بھائی
حیات ہے	حیات ہے	حیات ہے	متوفی سے پہلے فوت ہو گئے	متوفی سے پہلے فوت ہو گئے
			چار لڑکے، ایک لڑکی	چار لڑکے، تین لڑکیاں
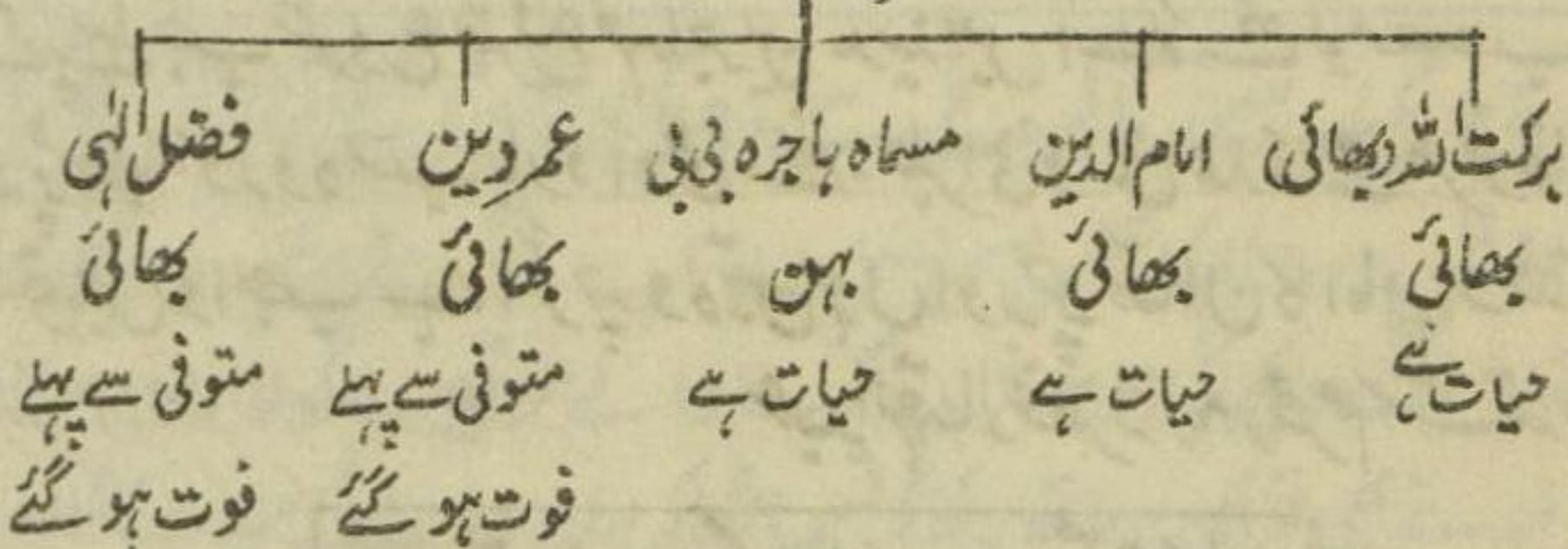
فقط، سائل: مولوی برکت اللہ معرفت عبدالستار۔ ۲ محمدیہ منزل۔ ٹنڈو آدم سندھ
مورخہ ۵ رجون ۱۹۶۳ء

جواب (۶۰۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسؤلہ میں واضح ہو کہ شرعاً متوفی کے کل ترکہ میں سے بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی الارث یوں تقسیم ہوگا کہ متوفی کے ورثاء میں سے بہن کو اکہرا اور بھائی کو دوہرا حصہ ملے گا۔ عمردین و فضل الٰہی فوت شدگان کی اولاد کے لئے (متوفی کے بھائیوں (حیات) و بہن (حیات) کی موجودگی میں) کوئی حصہ مقرر نہیں لقولہ تعالیٰ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ

نہیں، اہل خبیث ہیں۔ اوران لوگوں کا دلی مقصد یہ ہے جو ظاہراً معلوم ہوتا ہے، کہ اہلحدیث کا پاک نام رکھ کر اپنے قید میں پھنساتے ہیں اپنے مرید بناتے ہیں۔ کچھ وقت کے بعد ان کی باقاعدہ تقلید کی جائے گی جیسے ائمہ اربعہ کی کیجاتی ہے۔ پس ان کے مقید وبیعت کنندوں کی اولاد بھی ان کی تقلید کریگی اور امام مولانا عبدالوہاب صاحب دہلی کے نام سے لوگ پکاریں گے وہابی مقلد۔ اگر ایسا نہیں ہے تو امام مولانا عبدالوہاب صاحب کی بیعت کیوں کرائی اور کی جاتی ہے۔ اگر انہیں امام کی بیعت اور مستنباط مسائل کا ماننا لازمی ہے تو ائمہ اربعہ کے مسائل ماننا کیوں لازم نہیں ہے فہو جوابکم جوابنا۔

(۴) اگر امام مولانا عبدالوہاب صاحب دہلی کے مستنبط مسائل پر عمل کرنا ضروری ہے تو ائمہ اربعہ کے مسائل استنباط شدہ پر عمل کرنا جو فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ کے ناموں سے مروج ہیں ان پر عمل کرنا کیوں ضروری نہیں ہے۔ سو اس کا کیا جواب ہے۔ براہ کرم جواب مدلل ہونا چاہئے قرآن وحدیث اور صحیح معتبر کتابوں سے مع حوالہ صفحہ کے ساتھ۔

نوٹ:۔ مذکورہ بالا سوالوں کے جواب دو ہفتہ میں دینا چاہئے۔ کیونکہ مولوی حنفی صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر اس مدت میں (ترت) جواب نہ دیا گیا تو دال میں کالا کالا ہے۔

سائل محمد عمر گھانگھرہ اہلحدیث (ضلع لاڑکانہ سندھ)

بتاریخ ۶ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق یکم فروری ۱۹۶۳ھ

جواب (۵۹۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) تقلید شخصی قطعاً ناجائز ہے۔ قرآن مجید کی آیت اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے تقلید کا استنباط قطعاً غلط ہے کیونکہ آیت ہذا میں مِنْکُمْ کا لفظ ظاہر ہے جو تم میں سے امیر ہو اس کی اطاعت کرو، نہ یہ کہ تقلید کرو۔ آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ نے تقلید کی جڑ کاٹ دی۔

تقلید کے معنیٰ ہیں بغیر کسی دلیل کے کسی کی بات مان لینا۔ اور اطاعت کے معنیٰ دلیل کے ساتھ کسی کا کہنا ماننا ہے۔ امام وقت کی بیعت کر لینے سے لازم نہیں آتا کہ تقلید کرے بلکہ امام وقت اگر قرآن وحدیث کے خلاف کوئی حکم دے تو وہ اس کا حکم چھوڑ دیا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ جب کہ صحابہ کرامؓ نے خدا ورسول کے فرمان کے مقابلہ میں کسی کی تقلید نہیں کی تو کسی دوسرے کی تقلید کب روا وجائز ہوسکتی ہے۔ یہ بات بھی غلط ہے کہ صحابہؓ کی اولاد نے رسول اللہ کی بیعت نہ کی تھی تو انہوں نے بعد کے لوگوں کی تقلید کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کے

بعد کے لوگوں اور خود صحابہؓ نے خدا ورسول کے فرمان کے مطابق امام وقت ابوبکر صدیق و امام وقت عمر فاروق و امام عثمان غنی و امام علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہم کی اتباع و اطاعت کی۔

(۲) مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خدا کے فضل سے اپنے وقت کے امام تھے۔ انہوں نے کبھی نہیں لکھا اور نہ کہا کہ جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ کافر مرے گا۔ یہ صریح جھوٹ اور کذب ہے۔ آپ نے جو فتاویٰ ستاریہ کا حوالہ ص۹۷ دیا ہے وہ صریح جھوٹ اور تہمت ہے۔ فتاویٰ ستاریہ میں اول سے آخر تک بھی یہ عبارت نہیں ہے بلکہ جو حدیث شریف میں ہے وہی ہے یعنی جو بغیر بیعت کئے مر گیا وہ جہالت کی موت مرا، یہ لکھا اور صحیح لکھا کیونکہ حدیث کے مطابق لکھا۔ اور یہ کوئی مولانا مرحوم کی بات نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ کا فرمان ہے اور اللہ ورسول کا حکم ماننا عین ایمان ہے پھر یہ تقلید کہاں سے ہوئی۔ تقلید تو وہ کہ اللہ ورسول ایک کام کا حکم دیں، کرو۔ اور امتی میں سے کوئی کہے، نہ کرو۔ اب خدا ورسول کے حکم کو چھوڑ کر امتی کا حکم ماننا بس یہ تقلید ہے اور حرام ہے۔

(۳) تقلید نہ واجب ہے نہ جائز بلکہ منع ہے اور ناجائز ہے جیساکہ امامان دین بھی خود فرما گئے لَاتُقَلِّدُوْنِیْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِکًا وَّلَا الْاَوْزَاعِیَّ وَلَا النَّخْعِیَّ وَخُذُوا الْاَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتٰبِ وَالسُّنَّۃِ۔ یعنی ہم میں سے کسی کی بھی تقلید نہ کرنا۔ یہ فرما کر انہوں نے اپنا پلّہ صاف کر لیا۔

(۴) ہم مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم کے پیش کردہ مسائل کو مانتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے قرآن وحدیث سے ہی مسائل پیش کئے ہیں۔ اپنی طرف سے نہیں بتائے ائمہ رحؒ کے زمانہ میں قرآن وحدیث ایک جگہ جمع نہ تھے اس وجہ سے انہوں نے قیاس سے بھی فتوے دیئے۔ اس بنا پر ان کے وہ مسائل جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے ہیں ہم اہلحدیث رد کر دیتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے خلاف کسے باشد کوئی ہو کسی کی بات نہیں ماننی چاہیئے بلکہ بفرمان نبوی اگر موسیٰؑ بھی (بالفرض محال) زندہ ہو کر آجائیں تو قرآن وحدیث کے مقابلہ میں موسیٰؑ کی بات چھوڑ کر حدیث رسولؐ ہی کی اتباع کریں گے تو نجات ہے ورنہ نہیں فقط۔

عبدالقہار معاون نائب مفتی۔

سوال بابت میراث

سوال (۵۹۲) زید کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ اور زید اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے حالانکہ یہ پوری جائیداد زید کی بیوی کی تھی جو فوت ہو چکی تو اب یہ جائیداد شرعی نکتہ نگاہ سے کیسے تقسیم ہوگی؟

سائلہ والدہ عبدالحق لاہور

جواب (۵۹۲) الجواب بعون الوہاب :- صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ زید کی فوت شدہ بیوی کا جملہ ترکہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی الارث یوں تقسیم ہوگا۔ زید جو کہ فوت شدہ کا خاوند ہے کا چوتھائی حصہ ہے اور ہر لڑکی کو اکہرا اور لڑکے کو دوہرا حصہ ملے گا
عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء کراچی ۱۷ ر رمضان ۱۳۸۲ھ

اذان کے بعد نماز کیلئے آواز لگانے اور رکوع کی رکعت کے بارہ میں سوال

سوال (۵۹۳) (۱) کسی بھی اذان کے بعد نماز کے لئے آواز لگانا کیسا ہے؟ اور یہ عام رواج ہو گیا ہے۔ کیا یہ شرعی چیز ہے؟
(۲) رکوع کی رکعت بغیر سورہ فاتحہ پڑھے ہو جاتی ہے یا نہیں؟
محمد ابراہیم برنس روڈ۔ آرٹیلری میدان ۱؎ کراچی

جواب (۵۹۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ :-
(۱) عہد نبوی و عہد صحابہ میں اذان کے بعد مروجہ طور سے آوازیں برائے نماز لگائی جانا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں۔ یہ بعد کی ایجاد ہے جو شرعاً بدعت ہے لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (بخاری۔ مسلم)
(۲) رکوع میں ملجانے سے شرعاً نماز ہو جاتی ہے۔ سورہ فاتحہ قیام میں فرض ہے نہ رکوع میں۔ دلائل کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْھَا شَیْئًا وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مَعَ الْاِمَامِ قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَہٗ فَقَدْ اَدْرَکَھَا (ابوداؤد۔ دارقطنی۔ بیہقی۔ تلخیص ابن خزیمہ) فقط
عبدالقہار غفرلہ ۱۷ ر رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ

حاتم طائی کون تھے

سوال (۵۹۴) حاتم طائی کون تھے کیا مسلمان صحابی تھے یا کیا؟ ہم نے سنا ہے انہوں نے حضور کے زمانہ میں جہاد میں بڑا روپیہ خرچ۔ انکی صحیح تاریخ سے مطلع فرمائیں۔ اجرکم علی اللہ۔
سائل محمد صدیق منٹگمری

جواب (۵۹۴) حاتم طائی ایک شخص کا نام ہے جو عرب کے اندر سخاوت میں مشہور تھا۔ اپنی کریم النفس اور جودت طبع کی وجہ سے سخاوت میں ضرب المثل تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے چھیاسٹھ سال پہلے وفات پائی اسلئے صحابی تھے نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تھے فقط عبدالغفار سلفی

دورانِ خطبہ جمعہ میں حضور کا نام سنکر درود پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۵۹۵) جب خطیب جمعہ کا خطبہ ادا کرتے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کرے تو سامعین آپ کا اسم گرامی سنکر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

(مولوی) محمد اسحاق حصاری بھٹی خریدار صحیفہ اہلحدیث نمبر ۴۷۵۶ ضلع منٹگمری

جواب (۵۹۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر اتنے آہستہ سے صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے کہ جس سے خطبہ سننے میں خلل واقع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ صحابہ کرام سے کوئی لفظ خطبہ کے دوران میں کہنا ثابت نہیں فقط

عبدالقہار عفرلہ ۱۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ

کیا زکوۃ وفطرہ اسکول کی امداد میں دے سکتے ہیں؟

سوال (۵۹۶) کیا زکوۃ وفطرہ کا روپیہ اسکول کی امداد میں دے سکتے ہیں؟

محمد عبدالماجد ضلع راجشاہی۔ مشرقی پاکستان

جواب (۵۹۶) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً دینی مدارس میں زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ مصرف بیان ہوئے ہیں جن میں سے ایک فی سبیل اللہ کی مد بھی ہے۔ اسی کے تحت دینی مدارس وغیرہ شامل ہیں (فتح البیان) رہا اسکول کا سوال، سو واضح رہے آجکل اسکولوں میں بجائے قرآن وحدیث جو کہ دینی تعلیم ہے کے دیگر علوم جو کہ دینی نہیں پڑھائے جاتے ہیں۔ اس بنا پر اسکولوں پر زکوٰۃ نہیں لگ سکتی فقط۔

عبدالقہار عفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۱/۲

۲۳ر رمضان ۱۳۸۲ھ

الجواب۔ ایسے اسکولوں اور کالجوں میں جہاں بجائے دینی تعلیم کے رقص وسرود ناچنا گانا بجانا سکھایا جاتا ہو امداد دینی قطعاً حرام ہے فقط

نجیب سلفی مدرس دارالسلام کراچی

بغیر بیعت کئے مرنے والے کی نجات ہوگی یا نہیں؟

سوال (۵۹۷) ایک فریق کہتا ہے کہ کوئی بغیر امام کے بیعت کئے مرے گا تو نجات ہو جائے گی اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب تک امام وقت کے ہاتھ پر بیعت نکرے

(پ ۲ رکوع ۴) نیز بعد تقسیم حصص اگر کچھ بچے تو صرف آٹھ لڑکوں کو بطور عصبہ کچھ دیا جا سکتا ہے فقط
عبدالقہار غفرلہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

سوال (۶۰۴) زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ایک شوہر۔ تین لڑکیاں۔ دو لڑکے وارث چھوڑے ہیں۔ اس کی میراث کس طرح تقسیم کی جاوے؟ بینوا توجروا۔
سائل محمد یونس۔ مدینہ مسجد والی گلی۔ فریئر روڈ کراچی

جواب (۶۰۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً متوفی کے کل ترکہ میں سے بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی الارث یوں تقسیم ہو گا کہ شوہر کا چوتھا حصہ بقولہ تعالیٰ اِنْ کَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ۔ اور لڑکے کو دوہرا، لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا لقول اللہ تعالیٰ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ فقط
راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

سوال (۶۰۵) تقسیم ہند کے وقت زید کا لڑکا بکر پاکستان آگیا اور آباد ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ بکر کے بھائیوں نے باپ کی جائیداد باہم خود تقسیم کر لی اور بکر کو اس کے حصہ شرعی سے محروم کر دیا۔ حکومت ہند نے زید کی ملکیت سے بکر کا حصہ ضبط کر کے بقیہ وارثان کو دیدیا۔ ضبطی حصہ کا باعث بکر کا انتقال مکانی ہے حکومت ہند نے زید کے حصہ کی قیمت پانچ ہزار قرار دی۔ اور بکر کے بھائیوں کو جو حصہ ملا وہ نو ہزار ہے۔ بکر زید کا بیٹا ہونے کی صورت میں مساوی حصہ کا حقدار ہے یا نہیں اور بکر کے بھائی بکر کے حصہ کے دیندار ہیں یا نہیں اور بکر باپ کے مال میں دوسرے بھائیوں کے برابر شریک ہے یا نہیں؟
از عبدالرحمن معرفت مولوی سیف الدین حیدرآبادی حال کراچی

جواب (۶۰۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً بکر زید کی اولاد ہونے میں حصہ مساوی برادران کے حقدار ہے۔ انتقال مکانی کے باعث بکر اپنے حصہ سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث شریف اِعْدِلُوا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ کے تحت بھائیوں میں برابر و شراکت لازمی ہے فقط
عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث۔ بنس روڈ۔ کراچی ۱
۱۹ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں اور روح کیا چیز ہے

سوال (۶۰۶) (۱) تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ تاش کھیلنا ایسا ہے جیسا کہ سور کے خون میں ہاتھ بھرنا ہے۔

(۲) روح کیا چیز ہے؟ اور اس کو قیامت کے دن اعمال کی وجہ سے عذاب یا ثواب کیسے ملے گا۔

خاں شمشاد احمد خاں صاحب امیر جماعت غرباء اہلحدیث فاضل پور ضلع ڈیرہ غازیخاں

جواب (۶۰۶) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔
(۱) شرعاً شطرنج تاش وغیرہ کھیلنا میسر ہے اور جوئے کے متعلق آیا ہے کہ سور کے خون میں ہاتھ بھرنا ہے۔ (مسلم)
مزید مفصل دلائل کے لئے فتاویٰ ستاریہ جلد اول و ہفت پارہ مترجم و محشی کا ص۱۵۸
(۲) روح امر ربی ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ الخ پ۱۵
باقی اس کو عذاب و ثواب جس طرح اللہ چاہے گا اس طرح ہوگا۔ اس قسم کے مسائل پر ایمان لانا فرض ہے حقیقت معلوم کرنے کے شرعاً ہم مکلف نہیں فقط
عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث۔ بنس روڈ۔ کراچی ۱
۱۹ صفر ۱۳۸۳ھ

کیا بحالتِ مجبوری صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے؟

سوال (۶۰۷) نماز جماعت ہو رہی ہے۔ آخری قاعدہ ہے۔ اگلی صف میں جگہ نہیں۔ کیا پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز میں شامل ہو جائے۔ جائز ہے یا نہیں؟
عبدالحلیم ضلع ڈھاکہ

جواب (۶۰۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً صف سے پیچھے اکیلا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یا تو اگلی صف میں ملجانا چاہئے یا دوسرا کوئی اور ساتھ ملنے والا نہ ہو تو اگلی ہی صف میں سے ایک کو کھینچ کر اپنے ہمراہ ملا کر جماعت میں شامل ہو جائے کیونکہ حدیث میں ہے ھَلَّا دَخَلْتَ اَوْجَرَرْتَ فقط
راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ　　ابو محمد عبدالستار　　۱۶ صفر ۱۳۸۳ھ

سوال بابت زکوٰۃ عشر

سوال (۶۰۸) عشر کے مسئلہ ایک آدمی کی ۳۶ من گندم ہوتی ہے اور اس کا گندم کا خرچ ذاتی گھر کا ۳۰ من ہے تو اس کو کتنا عشر ادا کرنا ہوگا۔ اس کا جواب ضرور دیں۔　　محمد حسین چیمہ ایس وی اسٹوڈنٹ ضلع گوجرانوالہ

جواب (۶۰۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر بارانی زمین ہے تو بیس من میں دو من عشر نکالا جائے اور اگر چاہی وغیرہ ہے تو بیس من

میں ایک من عشر نکالا جائے۔ بعدہ اپنے ذاتی خرچ وغیرہ میں غلہ صرف کیا جائے کیونکہ زکوٰۃ عشر فرض ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ الخ یعنی جب زمین سے غلہ کاٹا جائے اسی روز زکوٰۃ عشر نکالا جائے۔

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار ۱۹ صفر ۱۳۸۳ھ

بیمہ زندگی سیونگ سرٹیفکیٹ کی منافع خوری۔ بنک میں روپیہ رکھ کر منافع حاصل کرنا، کمپنی ماہواری تنخواہ میں سے کچھ جمع کر کے مجموعی رقم مع منافع وسود کے واپس کر دیتی ہے، کیا یہ جائز ہیں

سوال (۶۰۹) (۱) کیا اپنی زندگی کا بیمہ کرا سکتا ہوں۔ شریعت سے جائز ہے؟

(۲) حکومت کے نیشنل سیونگ سرٹیفکیٹ کا منافع کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) بنک میں روپیہ رکھنا اور اس کا منافع استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟

(۴) کمپنی ہماری تنخواہ میں سے ہر ماہ کچھ جمع کرتی ہے۔ بعدہ جب رٹائر ہو جائینگے تو مع منافع اور سود کے ہماری رقم دیتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

عبدالجبار ڈھاکہ انجنیرنگ ورکشاپ ۳ آدم جی جوٹ ملز لمیٹڈ آدم جی نگر

جواب (۶۰۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اپنی زندگی وغیرہ کا بیمہ انشورنس کرنا کرانا شرعاً ثابت نہیں۔ باقی مسئولہ صورتوں میں بھی سودی آمیزش ہے جس کا نفع نام رکھ کر بنک وغیرہ دیتے ہیں۔ یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔ سود تھوڑا ہو یا بہت سب حرام ہے أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ لہٰذا سود و مظنہ سود سے اجتناب ایک مسلم موحد کے لئے لازمی ہے فقط

راقم الحروف عبدالقہار الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار ۱۹ صفر ۱۳۸۳ھ

سوال بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۶۱۰) خاوند اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدے تو کیا وہ تین شمار ہونگی یا ایک۔ نیز طلاق دینے کا شرعی طریقہ کیا ہے۔ مدلل مع عبارت مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

احمد بن عبدالقادر میمن جوڑیا بازار کراچی معرفت مولوی سلیمان جوناگڈھی۔

جواب (۶۱۰) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً مجلس واحدہ کی تین طلاقیں

حکم میں ایک طلاق کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً۔ مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۷۷۔

نیز طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے۔ تین طہر میں تین طلاقیں دینے سے طلاق بائنہ شرعی واقع ہو جائے گی۔ اور اس مدت کے اندر گھر سے عورت کو نہ نکالا جائے۔ قرآن مجید میں ہے فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ الخ سورہ طلاق۔ نیز بخاری مسلم میں حدیث ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَّهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۵) مقصد یہ کہ ہر مہینہ جبکہ عورت حیض سے نہا کر پاک صاف ہو جائے تب طلاق دیجائے ھ

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار ۲۸ صفر ۱۳۸۳ھ

کیا حضور نوری تھے۔ نماز استسقاء کے علاوہ پانی مانگنے کا اور بھی کوئی طریقہ ہے؟

سوال (۶۱۱) (۱) کیا نبی علیہ السلام کو نور سے پیدا کیا گیا ہے؟ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ کیا یہ صحیح حدیث ہے؟

(۲) نیا پانی مانگنے کے لئے نماز استسقاء کے علاوہ اور کوئی طریقہ اختیار کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ محمد امیر الدین ضلع کشتیا (مشرقی پاکستان)

جواب (۶۱۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے نہیں پیدا ہوئے بلکہ اپنے ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوئے ہیں۔ آپ نسل انسانی سے ہیں۔ آپ کے ننھیالی اور ددیالی سب رشتے تھے اور آپ کی بیویاں اور اولاد بھی تھیں۔ یہی سب سے بڑی دلیل بشریت اور انسانیت کی ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ۔ یہ موضوع حدیث ہے۔

(۲) پانی مانگنے کے لئے نماز استسقاء ہی طریقہ مسنون ہے۔ البتہ دعاء اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وغیرہ الفاظ منقول اور ورد زبان رکھنے احادیث سے ثابت ہیں فقط عبدالقہار غفرلہ،

ھ اور گھر میں ہی عورت رہے۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ آپس میں صلح ہو جائے اور تیسری طلاق کی نوبت ہی نہ آئے۔ رجوع ہو کر گھر آباد رہے۔

عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث برنس روڈ۔ کراچی ۱
الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار غفرلہ ۲۸ صفر ۱۳۸۳ھ

کیا زانیہ کا بحالت حمل زانی سے نکاح ہو سکتا ہے

سوال (۶۱۲) براہ کرم مسئلہ ذیل کا جواب از روئے قرآن وحدیث تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں یہ کہ خود اقرار کرنے والی زانیہ وزانی کا بحالت حمل جو کہ زنا کا ہے بغیر اصلاح ان کا آپس میں نکاح پڑھا دینا جائز ہے یا نہیں؟

محمد حسن خاں ضلع سرگودھا

جواب (۶۱۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ زانی اور زانیہ اگر کنوارے ہیں تو شرعی سزا سو سو کوڑے کھائیں اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (پ ۱۸ قرآن مجید) پھر بعد وضع حمل نکاح ان ہر دو کا آپس میں جائز ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ (ابن ماجہ شریف) یعنی کسی فعل حرام کے ارتکاب سے فعل حلال حرام نہیں ہوتا زنا حرام ہے اور نکاح حلال ہے۔ فقط راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار ۲۹ صفر ۱۳۸۳ء

حلقہ باندھ کر قرآن ختم کرانا کیسا ہے

سوال (۶۱۳) زید نے اپنے گھر میں برکت اور ترقی کے لئے قرآن خوانی کیلئے انتظام کیا ہے وہ اس طرح کہ ہر ماہ تین دن تک کئی پڑھنے والی عورتوں کو جمع کرتا ہے وہ عورتیں مل کر روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتی ہیں۔ حلقہ باندھ کر بیٹھتی ہیں اور تین دن تک قرآن ختم کر لیتی ہیں۔ یہ قرآن خوانی اور طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ فقط والسلام۔

محمد الیاس اجمیر والے۔ کراچی

جواب (۶۱۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ بیشک تلاوت قرآن مجید وختم قرآن مجید باعث خیر و برکت ہے مگر حلقہ وغیرہ کی قید و قیود کا لزوم سلف سے ثابت نہیں فقط

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار ۵ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

ہاتھ اُٹھا کر دعاء قنوت پڑھنا کس کی سنت ہے؟ امام کے پیچھے اگر مقتدی سے سورۂ فاتحہ رہ جائے یا اور کوئی بھول ہو جائے تو کیا کرے

سوال (۶۱۴) (۱) ہاتھ اُٹھا کر دعائے قنوت پڑھنا یہ صحابہ کرام رض کی سنت ہے یا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟

(۲) اگر امام کے پیچھے نماز پڑھتے وقت مقتدی بھول جائے تو اس کا سجدہ سہو نکالنا چاہیے یا کہ نہیں اس کے بغیر ہی نماز ہو جائے گی۔

(۳) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اگر مقتدی نہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر یہ رہ جائے تو اس پر بھی سجدہ ہے یا نہیں اور نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

سیویلین ڈرائیور مظفر خاں کوئٹہ

جواب (۶۱۴) الجواب بعون الوہاب صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:

(۱) ہاتھ اُٹھا کر دعاء قنوت پڑھنا صراحتاً صحابہ کرام سے ثابت ہے جیساکہ تقریری حدیث سے ثابت ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۲) جماعت میں مقتدی کی بھول سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا تاوقتیکہ امام سے بھول ہو۔

(۳) خلف الامام سورہ فاتحہ فرض ہے۔ سورہ فاتحہ کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہو گی بلکہ فاتحہ ہی پڑھنی پڑھے گی اگرچہ دوسری رکعت میں دو بار پڑھے۔

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار　　راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۹ ربیع الاول ۸۳ھ

نکاح شغار درست ہے یا نہیں؟ کیا لڑکی بالغ ہو کر اپنا کمسنی کا نکاح فسخ کر سکتی ہے؟

سوال (۶۱۵) کیا شغار (بٹہ) کا نکاح جائز ہے کیونکہ ایک لڑکی نابالغ مسمات فتح بانو کے باپ میاں سکندر قوم سدھار کا وٹو موضع جسو کے نے وہاں عقد کر دیا تھا جب لڑکی بالغ ہوئی تو اس نے اس نکاح کو نامنظور کر دیا۔ کیا یہ بٹہ کا نکاح ٹھیک ہے اور بالغ ہو کر لڑکی اپنا نابالغی کا نکاح نامنظور کر سکتی ہے۔

نشان انگوٹھا فتح بانو ولد میاں سکندر خاں سدھار کو وٹو مقام جیسو کے۔

جواب (۶۱۵) الجواب بعون الوہاب - صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً نکاح بٹہ جائز نہیں بموجب حدیث شریف لَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ اور جس لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں کیا جائے تو بعد بلوغت لڑکی کو شرعاً اختیار ہے خواہ اپنے نابالغی کے نکاح کو قائم رکھے یا فسخ کر دے چنانچہ عہد نبوی میں ایک لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا تھا اور وہ لڑکی اس نکاح سے ناراض تھی - حدیث کے لفظ ہیں فَرَدَّ نِکَاحَ اَبِیْهَا نبی علیہ السلام نے اس کے باپ کا نکاح کیا ہوا رد کر دیا اور اس کو نکاح ثانی کا اختیار دیدیا -

نیز ابوداؤد وغیرہ میں ہے اَنَّ جَارِیَةً بِکْرًا اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِیَ کَارِهَةٌ فَخَیَّرَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی ایک کنواری لڑکی نے عدالت نبویہ میں پیش ہو کر یہ بیان دیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا ہے اور میں اس نکاح سے ناراض ہوں - پس نبی علیہ السلام نے اس کو نکاح کا اختیار دیدیا - اب عدالت نبویہ کے اس فیصلہ کے آگے کسی مسلمان کو چون وچرا کی گنجائش نہیں فقط راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار

درود ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درود پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال (۶۱۶) جو لوگ عقائد نماز میں پورا درود ابراہیمی نہ پڑھیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اس درود کے علاوہ یہ پڑھیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ - ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہوں اور نہ انکی مجالس وغیرہ میں چندہ دیتا ہوں اور نہ ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہوں - یہ لوگ مجھ سے مخالفت کرتے ہیں۔ عبداللہ خاں نئی نمائش - کراچی

جواب (۶۱۶) الجواب بعون الوہاب - صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نماز میں درود ابراہیمی پڑھنا احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے - اس کے علاوہ دیگر موضوع ، بناوٹی درود نہ قرآن وحدیث اور نہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اسواسطے خود ساختہ ہر وہ کام جو شریعت میں داخل کر کے کیا جائے وہ شرعاً بدعت ہے - لہٰذا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ادا کرنے میں اجر وثواب ہے - خلاف سنت میں کوئی اجر و

ثواب نہیں فقط راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار ۲ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

کیا لونڈیاں رکھکر انسے مجامعت کرنا جائز ہے؟ قطبین اور دیگر عالموں میں تبلیغ کب اور کس طرح ہوئی؟ بھوت پریت کا وجود ہے یا نہیں؟ دادا کی زندگی میں باپ کے مرجانے سے پوتا ورثہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

سوال (۶۱۷) (۱) کیا آپ کے نزدیک لونڈیاں رکھنا اور انسے مجامعت کرنا جائز ہے۔ غلام اور لونڈی رکھنے کے رواج کے متعلق اسلامی احکام کیا ہیں؟ اس زمانہ میں جبکہ انسانی خرید وفروخت غیر اسلامی فعل سمجھا جاتا ہے۔ اس رواج کو برقرار رکھنے کا کیا کوئی جواز ہے۔ غلاموں سے اچھے سلوک کے احکام تو ہمیں ملتے ہیں لیکن اس رواج کو جاری رکھنے اور غلامی کو ختم نہ کردینے میں کیا مصالح ہیں عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب میں غلاموں کی خرید وفروخت کا رواج آج تک کیوں ہے؟

(۲) قطبین میں جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے نماز اور روزے کے اوقات کا تعین کیا ہوگا۔ وہاں اسلام کی تبلیغ کب اور کس طرح ہوئی؟

(۳) کہا جاتا ہے اس عالم کے سوا اور بھی دنیائیں ہیں۔ چاند مریخ پر آبادی ہے اور وہاں مخلوق ہے۔ اور یہ صحیح ہے تو وہاں شریعت اور ہدایت بھی ہونی چاہیے۔ ہمارے نبی اکرم رحمۃ للعالمین ہیں اور اسلام عالمگیر دین ہے۔ سوال یہ ہے کہ دین کی دعوت وہاں کب اور کس طرح پہنچی۔ وہاں مخلوق کس دین پر قائم ہے؟

(۴) ارواح خبیثہ بھوت پریت آسیب کے متعلق دینی نقطہ نگاہ روشنی ڈالیے کیا ان کا وجود ہے یا فرضی باتیں ہیں۔

(۵) کیا دادا کی زندگی میں باپ کے مرجانے سے پوتا دادا کی جائیداد سے ورثہ نہیں پا سکتا؟ قانون وراثت کی وضاحت فرمائیے۔ بظاہر پوتے کے حق میں یہ فیصلہ غیر ہمدردانہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب (۶۱۷) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) آج کل لونڈی غلاموں کا رواج نہیں اور خرید وفروخت بھی نہیں ہے، اسواسطے

یہ سوال لَا تَسْـَٔلُوا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ کے تحت ہے۔ سعودی عرب کے متعلق اخبار "انجام" میں خبر ہے کہ سعودی عرب حکومت نے ڈیڑھ ہزار سے زائد غلام خرید کر آزاد کردیئے (روزنامہ انجام کراچی اتوار۔ ۱۸ اگست ۱۹۶۳ء شمارہ ۲۲۶)۔[له]

(۳) خداوند تعالیٰ نے چاند سورج تک میں جاکر تبلیغ کا ہم کو مکلف نہیں بنایا۔ نہ یہ بتایا کہ چاند سورج میں انسان آباد ہیں۔ یہ مالایطاق سوال ہے۔ البتہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اس واسطے اسلام اپنی صداقت کی وجہ سے دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ چکا ہے۔

(۴) جنات کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور وہ شریعت کے مکلف ہیں۔

(۵) بیٹے کی موجودگی میں پوتا ورثہ سے محروم ہے۔ اس سوال کا مفصل جواب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ کے صحیفۂ اہلحدیث میں پڑھ لیجئے۔ راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار

(۲) سورج نہ نکلنے کی صورت میں نماز کے اوقات اندازہ کرکے معلوم کرنے ہونگے اور نماز ادا کرنی ہوگی۔

استفسار بابت ورثہ

سوال (۶۱۸) مرنے والے نے اپنی بیوی کے نام سے کاروبار کیا ہوا تھا۔ تجارتی لین دین سب بیوی کے نام سے تھا۔ بنک میں جو پیسہ جمع تھا وہ بھی بیوی کے نام سے ہے اور مرنے والے کی حیات ہی میں بیٹا انتقال کرچکا۔ اب ایک بیوی، تین بیٹیاں اور پوتا پوتی ہیں۔ اب ورثہ کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیئے؟

زہرہ بی معرفت والدہ نعیمہ برنس روڈ کراچی۔

جواب (۶۱۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ مرنے والے کا ترکہ یوں تقسیم کیا جائے۔ بعد ادائے قرض و جائز وصیت کے بیوی کو آٹھواں حصہ اور تینوں لڑکیوں کو دو تہائی حصہ۔ باقی میں سے پوتے کو دوہرا اور پوتی کو اکہرا دیا جائے لقول اللہ تعالیٰ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ الخ و قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ الخ وقال تعالیٰ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ الخ فقط

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ

۴ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار غفرلہ

[له] غلاموں کی تعداد ایک ہزار چھ سو بیاسی ہے۔ ان میں سے ہر غلام کیلئے حکومت سعودیہ نے اوسطاً ۱۶۲۵۰ ریال قریباً ۱۱۵۹ پونڈ اسٹرلنگ ادا کئے ہیں۔ (نجیب سلفی)

حضور کی نوری پیدائش وغیرہ، حجرۂ عائشہ میں تدفین کی وجہ، آپکی قبر کے پاس کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام بھیجنے اور ہر قبر میں آپکی شبیہ آنے کی بابت استفسار

سوال (۶۱۹) (۱) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ۔

(۲) کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ

(۳) مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ

(۴) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات اہل تشیع نے ۲۸ صفر اور اہل سنت نے ۱۲ ربیع الاول اور مولانا سلیمان ندوی نے پہلی ربیع الاول لکھا ہے۔ ایسے اہم واقعہ کو تین طرح بیان کیا گیا ہے تو تواریخ کو کیا ماننا چاہیئے؟

(۵) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کو حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کیوں دفن کیا گیا اور تجہیز و تکفین میں خاص لوگوں کا نام یہ لکھا ہے حضرت علیؓ عباسؓ فضلؓ بن عباسؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ کیا ان لوگوں نے اپنی خوشی سے دفن کیا یا زیر وحی متلو یا غیر متلو جواب گنبد خضرا بن کر عمارت تیار ہو گیا جس کو آپ نے خود لکھا ہے۔ کیا آپ نے قبر مبارک کو دیکھا ہے۔ وجوب زیارتِ قبر کیا ہے؟

(۶) آپ کا رسالہ جلیل المناسک ص۸۲ سلام کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ جو میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر سلام یا درود بھیجتا ہے تو میری روح قبر میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کا جواب دیتا ہوں۔ اس کے متعلق پوری حدیث عربی میں تحریر فرمائیں متن کے ساتھ

(۷) مولانا ماہر القادری ماہنامہ فاران بابت نومبر ۱۹۵۹ء ص۱۲ کالم ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قبر میں ہر شخص کے سامنے میری شبیہ لائی جاتی ہے۔ بتاؤ یہ کون ہیں۔ اس کی پوری حدیث عربی و ترجمہ تحریر کرو۔

خادم غلام احمد خاں ضلع پبنہ مشرقی پاکستان

جواب (۶۱۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ۔ یہ موضوع روایت ہے اور نہ ہی صحاح ستہ کی ہے۔

(۲) یہ ٹھیک ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوح محفوظ میں پہلے سے نبی لکھا ہوا ہوں، پھر آپؐ کو نبی نہ تسلیم کرنا کس قدر غلط ہے۔

(۳) یہ بھی صحیح ہے جو مسلمان موحد مسجد نبوی گیا اور پھر اس نے نبی علیہ السلام کی قبر کی بھی

مسنون زیارت کی اور درود مسنونہ پڑھا تو یقیناً اس موحد کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سفارش کرینگے
(۴) کسی صحیح حدیث میں آپ کی ولادت کی تاریخ ثابت نہیں
(۵) یہ انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ جہاں ان کا انتقال ہو وہیں ان کو دفن کیا جائے اس بنا پر نبی علیہ السلام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا اور تجہیز و تکفین میں عام قاعدہ ہے گھر کے آدمی آگے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہوئے تو اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔
(۶) ٹھیک ہے۔ جلیل المناسک میں نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق لکھا ہے کہ رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ۔ آپ رسالہ کتاب الوسیلہ قیمتی ایک روپیہ منگا کر ملاحظہ کریں۔
(۷) یہ کوئی حدیث نہیں کہ قبر میں میری شبیہ لائی جاتی ہے۔ بلا ثبوت فاران والے نے لکھا ہے اُن سے ہی اس کا حوالہ طلب کریں فقط

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار

حضورؐ کی تاریخ ولادت و وفات کی بابت استفسار

سوال (۶۲۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیدائش کی تاریخ اور وفات کی تاریخ فرمائیں۔ شکریہ۔ محمد احمد خاں۔ پینٹرز ممتاز برادرس۔ صدر کراچی

جواب (۶۲۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ۹ ربیع الاول یوم دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بموجب تاریخ دول عرب واسلام اور یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی بموجب تاریخ رحمۃ للعالمین جلد اول صـ۲۱ اور وفات ۱۲ ربیع الاول ہے فقط۔

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار۔ راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۷ ربیع الاول ۱۳۸۳

فاتحہ خلف الامام، زکوٰۃ فنڈ سے اسلامی کتب کی خرید جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۲۱) (۱) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ اگر جائز ہے تو حدیثوں کے حوالہ جات لکھئے اور صفحہ نمبر جلد نمبر وضاحت سے۔
(۲) زکوٰۃ کے فنڈ سے عام لوگوں کو پڑھائی کے لئے اسلامی کتب خرید کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب (۶۲۱) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ
(۱) شرعاً امام کے پیچھے بھی مقتدی کو بغیر سورت فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوگی مشکوٰۃ شریف ج۱ صـ۸۱ و ابوداؤد۔ جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث مفصل مزید دلائل کیلئے

تفسیر سورۂ فاتحہ منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) باجازت امام، غریب و نادار موحد متبع سنت طلباء کے لئے دینی کتب خرید کرنا زکوٰۃ فنڈ سے جائز و درست ہے فقط

الجواب صحیح۔ ابو محمد عبدالستار۔ عبدالقہار غفرلہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

کیا عالم پرہیزگار کے ہوتے ہوئے نابالغ لڑکا نماز پڑھا سکتا ہے

سوال (۶۲۲) کیا کوئی نابالغ لڑکا، عالم پرہیزگار متقی موجود ہوتے ہوئے بھی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا بالقرآن والحدیث توجروا عنداللہ۔ فقط

چوہدری بدرالدین۔ جیکب لائن کراچی ۳

جواب (۶۲۲) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر لڑکا عالم سے قرآن مجید زیادہ جانتا ہے یعنی حافظ قرآن ہے تو عالم کی موجودگی میں امامت یعنی نماز پڑھا سکتا ہے ورنہ عالم کا حق ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کا فرمان اسپر دال ہے یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتٰبِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ الخ (مسلم شریف) فقط راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار

ادائیگی زکوٰۃ عشر، معمہ اور مسجد کو مکان بنانے کے بارہ میں سوال

سوال (۶۲۳) (۱) ایک آدمی کے پاس ۲۵ من دانے آئے ہیں جس میں سے اس نے ۷ من ادھار سے کر کھائے تھے وہ ادا کر دیئے ہیں۔ باقی ۱۸ من رہ گئے ہیں۔ اب بھی قرض باقی ہے۔ کیا اس کو ۲۵ من کا عشر دینا ہوگا یا ۱۸ من کا۔

(۲) کیا معمہ بھرنا جائز ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس انعام آگیا تو کیا مسجد میں لگا سکتا ہے؟

(۳) ایک مسجد کو مکان بنانا برائے رہائش جائز ہے؟ کیونکہ ہم نے پہلی مسجد کو پیش امام کے لئے گھر بنا دیا ہے۔

جواب (۶۲۳) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) شرعاً جس روز دانے کھیت، زمیں سے کٹیں اسی روز عشر نکال دینا چاہیئے۔ لقول اللہ تعالیٰ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ الخ پہلے عشر جو اللہ کا حق ہے نکال کر پھر باقی میں سے قرض وغیرہ ادا کیا جائے۔ ہاں اگر دانے نکلتے ہی قرض لینے والا آگیا اور اسکو قرض میں سے دیدیا تو اب باقی دانے نصاب کو نہیں پہنچے تو عشر نہیں آتا۔ ۲۰ من پہ

عشر ہے اور بارانی زمین میں دس من میں عشر ہے۔

(۲) معمہ وغیرہ یہ سب جوئے کی قسم میں شامل ہیں ان سے بچنا چاہیئے۔

(۳) جب کہ مسجد دوسری بنالی اور پہلی مسجد میں عبادت نماز وغیرہ نہیں ہوتی تو اس جگہ کو مکان وغیرہ مصرف میں لانا کوئی حرج نہیں۔ فقط

راقم الحروف عبدالقہار عفرلہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار

طلاق ثلاثہ کی بابت استفسار

سوال (۶۲۴) زید نے اپنی شرعی زوجہ ہندہ کو مغلوب الغضب ہوکر وقت واحد میں تین طلاق دیں۔ وہ اس سے ناواقف تھا کہ تین مرتبہ "لفظ تجھے طلاق دی" ادا کرنے سے طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔ اس کے علم میں یہ ایک طلاق رجعی تھی اور یہی نیت تھی کہ زوجہ خائف ہوکر سیدھی ہوجائے۔ یہ نیت نہ تھی کہ مغلظہ طلاق دے رہا ہوں۔ بعض کہتے ہیں اب رجعت بے حلالہ ممکن نہیں۔ میرا دل اس پر مطمئن نہیں ہے۔ ازروئے حدیث فیصلہ درکار ہے۔ بینوا توجروا

شمس الدین چشتیہ یونانی دواخانہ کراچی ۱۷ شوال ۸۳ھ ۱۴ مارچ ۶۳ء

جواب (۶۲۴) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً یہ طلاق مغلظہ واقع نہیں ہوئی بلکہ طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔ حدیث صحیح مسلم شریف جلد اول ص۴۷۷ میں ہے کہ مجلس واحدہ کی تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے ہے۔ لہٰذا یہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔ قبل از انقضاء عدت زید اپنی منکوحہ سے رجوع کرسکتا ہے اور بعد انقضاء عدت بتجدید نکاح اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے۔ نیز شریعت محمدؐ میں حلالہ قطعاً حرام ہے۔ اس کا مرتکب عنداللہ ملعون ہے فقط۔

راقم الحروف عبدالقہار عفرلہ ۲۲ ربیع الاول ۸۳ھ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار عفرلہ

کیا میاں بیوی کے درمیان کسی مقام کا پردہ ہے؟

سوال (۶۲۵) ازروئے قرآن عظیم واحادیث نبوی بتائیں کہ کیا میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے سے کسی بھی مقام کا پردہ کرنا لازم آتا ہے یا دونوں کے درمیان کوئی پردہ نہیں خلوت کے وقت جسم کا کوئی حصہ چھپانا یا نہ کھولنا احکام شریعت محمدیہ میں ہے یا نہیں؟

رشید محمود خاں

جواب (۶۲۵) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً میاں بیوی کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ قرآن مجید نے ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے ھُنَّ

لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ نیز ثابت ہے کہ ازواج مطہرات نے بحیثیت شوہر نبی علیہ السلام کو خلوت میں بغیر لباس کے دیکھا ہے فقط

راقم الحروف عبد القہار غفر لہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار

پرائز بونڈ کا انعام جائز یا نہیں ؟

سوال (۶۲۶) حکومت پاکستان نے جو پرائز بونڈ اسکیم جاری کی ہے اور جس پر ہر تین ماہ میں انعام دیا جاتا ہے ۔ اگر انعام نہ بھی نکلے تو اپنی اصلی رقم جس سے بونڈ خرید اگیا قائم رہتی ہے اور جب چاہیں بونڈ کو بنک میں دیکر رقم واپس مل سکتی ہے ۔ اس حالت میں اگر انعام نکل آئے تو یہ انعام جس کو ملے اس کے لئے جائز ہے یا نہیں ۔ بکر کہتا ہے کہ یہ انعام جائز ہے کیونکہ اصل رقم قائم رہتی ہے ۔ اور زید کہتا ہے کہ یہ انعام ناجائز ہے کیونکہ حکومت سود کی رقم کا انعام نکالتی ہے ۔ اب آپ بتائیں کہ زید صحیح کہتا ہے یا بکر۔

محمد اسمٰعیل اقبال کلاتھ مارکیٹ کراچی۔

جواب (۶۲۶) الجواب بعون الوہاب ۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر بونڈ اسکیم میں سود کی آمیزش ہے تو اس کا خرید و فروخت یا نفع انعام وغیرہ سب حرام اور ناجائز ہیں اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الخ فقط

راقم الحروف عبد القہار غفر لہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار

زیر مسجد دکانیں بنانا جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۲۷) (۱) مسجد کے نیچے دوکانیں بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) ہمارے قصبہ میں ایک پرانی مسجد شہید کر کے اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس مسجد کے نیچے دوکانیں بنائی گئی ہیں ۔ کیا دوکانیں مسجد کے سامان وغیرہ رکھنے اور بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم اور حدیث شریف کی تعلیم دینے کے استعمال میں آسکتی ہیں ؟

محمد اکرم لدھیانوی ضلع ملتان

جواب (۶۲۷) الجواب بعون الوہاب ۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ :۔

(۱) شرعاً مسجد کے مفاد کی خاطر مسجد کے نیچے دوکانیں بنانا کوئی حرج و قباحت نہیں

(۲) دوکانیں سامان مسجد، تعلیم قرآن و حدیث کے استعمال میں لانا کوئی حرج نہیں ۔ شرع میں کہیں ممانعت نہیں پائی گئی ۔

راقم الحروف عبد القہار غفر لہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبد الصمد

غیر عورت سے بوس وکنار کرنیوالے کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے

سوال (۶۲۸) زید نے جو کہ نمازی ہے اور روزے بھی رکھتا ہے۔ نیک کام کرتا ہے خیرات بھی کرتا ہے۔ وہ بُرے کاموں سے توبہ بھی کرچکا تھا کہ میں اب کسی غیر عورت کو ہاتھ نہ لگاؤں گا، لہٰذا اس سے غلطی اب یہ ہوئی کہ اس نے غیر عورت کا بوسہ لیا۔ اس کی چھاتی کو ہاتھ لگایا۔ اور اس عورت کو گلے سے لگایا۔ اب ایسے شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟
سائل اشرف حلوائی۔ فریئر روڈ کراچی

جواب (۶۲۸) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شخص مذکور کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے اور کوئی نیکی (صدقہ وخیرات) کرنی چاہئے۔ لقول اللہ تعالیٰ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ؀

الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار۔　　راقم الحروف عبد القہار عفرلہ ۳۰ ربیع الاول ۸۳ھ

نماز جنازہ اور تیرھویں کی قربانی کے متعلق سوالات

سوال (۶۲۹) (۱) ایک مولوی نے ایک میت کی نماز جنازہ اس طرح پڑھائی ہے پہلی تکبیر کے بعد ثناء وتعوذ کے بعد باواز بلند سورہ فاتحہ تلاوت کی اور سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ والضحیٰ بلند آواز سے قرأت کی۔ دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی بلند آواز سے پڑھا۔ تیسری تکبیر کے بعد متعدد ادعیہ ماثورہ بلند آواز سے پڑھیں۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کی۔ چونکہ اس طریقہ سے کبھی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی نہ دیکھی گئی نہ سُنی گئی۔ لہٰذا براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ آیا یہ طریقہ نماز جنازہ ادا کرنیکا شرع مطہرہ کے مطابق صحیح ہے یا غلط؟ اور اس میت کی نماز جنازہ ادا ہوگئی یا نہیں؟ اگر ادا ہوگئی تو ٹھیک اور اگر نہیں ہوئی تو اب اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کوئی مسلمان عید الضحیٰ کی قربانی مورخہ ۱۳ر ذی الحجہ کے دن کرے تو از روئے شرع مطہرہ یہ قربانی ادا ہوگئی یا نہیں؟
نواب الدین ٹیلر ماسٹر معرفت حکیم محمد رمضان علی ضلع سانگھڑ سندھ

جواب (۶۲۹) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱) نماز جنازہ ادا ہوگئی شرعاً یہی طریقہ ہے۔ احادیث سے اسی طرح ثابت ہے بفضل خدا جماعت غرباء اہلحدیث احادیث کے مطابق اسی طرح جنازہ ادا کرتی ہے۔ باقی نماز جنازہ میں اردو یا دیگر کسی زبان میں دعاء مانگنی ثابت نہیں، بلکہ ادعیہ مسنونہ پڑھنا کافی ہے۔ (۲) قربانی تیرہ ذی الحجہ کو کرنی جائز ودرست ہے جیساکہ مسند احمد

دارقطنی میں جبیر بن مطعمؓ سے مرفوعاً ثابت ہے ایام التشریق کلہا ایام ذبح یعنی تشریق کے سب دن قربانی کے ہیں امام شوکانی تحت حدیث ہذا تحریر فرماتے ہیں وھی یوم النحر وثلاثۃ ایام بعدہ (نیل ج ۵ ص۱۲۵) - اسی طرح ۵

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے ایام التشریق اربعۃ ایام یوم النحر وثلاثۃ بعدہ تشریق کے چاروں دن یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور اس کے بعد تین دن قربانی کے ہیں - ابن کثیر ج ۱ مصری نیز طحاوی ج ۲ ص۲۳۹ میں بھی اول سے ان انس ابن مالک قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن صوم ایام التشریق الثلثۃ بعد یوم النحر فقط ابو عاصم

عبد القہار نائب مفتی دار الافتاء جماعت غرباء اہلحدیث کراچی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ - الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

بھینس اور اسکے ساتھ زنا کرنیوالے کیلئے کیا حکم ہے؟
اُولی الامر کے کیا معنے اور وابتغوا الیہ الوسیلہ کا کیا مطلب ہے؟

سوال (۶۳۰) (۱) ایک مسلمان لڑکے نے جس کی عمر تخمیناً بارہ سال کے قریب ہے، ایک جھوٹی (بھینس) دو دانت والی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ اس جھوٹی اور لڑکے کیلئے شرع متین میں کیا حکم ہے؟

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ جھوٹی مالک پر حرام ہے۔ کیا صرف مالک پر حرام ہے یا سب پر حرام ہے؟

(۳) ایک مولوی صاحب اولی الامر کے معنٰی اولیاء اللہ کرتے ہیں کہ ان کی لوگوں کے دلوں پر حکومت ہوتی ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اولی الامر کے معنی شرعی حاکم کے ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے۔

(۴) دوسرے مولوی صاحب آیت وابتغوا الیہ الوسیلہ کے معنٰی بیعت کے کرتے ہیں کہ اس آیت شریف کا مطلب اولیاء اللہ کی بیعت ہے۔

مہر دین ضلع جہلم

جواب (۶۳۰) الجواب بعون الوہاب۔ صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ:۔

(۱-۲) شرعاً جس لڑکے نے جھوٹی سے زنا کیا ہے (اگر وہ لڑکا بالغ تھا) تو جھوٹی بھینس کو قتل کر دیا جائے۔ زندہ نہ رکھا جائے۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ وَقَعَ عَلٰی بَهِيْمَةٍ فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِيْمَةَ (ابن ماجہ شریف ص۱۸۶)

(۳) اولی الامر سے مراد شرعی حاکم ہی ہے۔

(۴) وابتغوا الیہ الوسیلہ کا مقصد نیک اعمال کا وسیلہ لینا ہے۔ مزید تفصیل اور دلائل کے لئے کتاب الوسیلہ منگا کر ملاحظہ فرمائیں فقط۔

ابو محمد عبد الستار غفرلہ　　راقم الحروف عبد القہار غفرلہ ۲۸ ربیع الاول سنہ ۸۳ھ

مال یتامی میں زکوٰۃ ہے یا نہیں

سوال (۶۳۱) صحیح قرآن وحدیث کے حوالہ سے بتائیں کہ آیا یتیموں کے مال میں زکوٰۃ ہوتی ہے یا نہیں؟

نواب الدین عرف نبا۔ حیدر آباد سندھ

جواب (۶۳۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً یتیموں کے مال میں بھی زکوٰۃ ہے جب کہ وہ نصاب کو پہنچ گیا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا مَنْ وَّلِیَ یَتِیْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْیَتَّجِرْ فِیْهِ وَلَا یَتْرُکْهُ حَتّٰی تَاْکُلَهُ الصَّدَقَةُ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۱۵۹)

ابو محمد عبد الستار دہلوی۔ راقم الحروف عبد القہار غفرلہ ۲۸ ربیع الاول ۸۳ھ

کیا انبیاء اللہ کا جزو ہیں۔ کیا مخلوقات کی پیدائش کا سبب حضورؐ کی پیدائش ہے؟

سوال (۶۳۲) کیا قرآن مجید کی آیت فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وجود ہیں کیونکہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنا کر ان میں اپنی روح پھونک دی تو انبیاء اللہ میں سے ہوئے اور باقی تمام کو لفظ کُن کہہ کر بنایا۔

(۲) ایک میرے دوست کے سوال کا جواب بھی دیں کہ مخلوقات کے پیدا کرنے کا مقصد صرف جناب محمدؐ کا پیدا کرنا تھا۔ انہوں نے اس کی تصدیق ایک حدیث سے کی تھی۔ دونوں سوالوں کے جواب دیں۔

مسٹر عبد الغفور سٹوڈنٹ ایف اے۔ ضلع منٹگمری

جواب (۶۳۲) (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ آیت وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے جزو یا کچھ حصہ یا نور من نور اللہ ہیں نہ کسی حدیث میں اور نہ صحابہؓ کے قول سے آیت کے یہ معنیٰ ثابت ہوئے حتیٰ کہ سلف میں سے کسی بھی مفسر نے یہ معنیٰ نہیں کئے بلکہ یہ تفسیر یا معنی بالرائے ہے جو سراسر غلط ہے۔ اولاً روح امر ربی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ دوم یہ کہ نبی علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں اللہ کے وجود ہوں۔ سوم یہ کہ قرآن مجید میں ہے جَمِیْعًا مِّنْهُ۔ کیا اس سے یہ ثابت آئے گا کہ ساری مخلوق اللہ میں سے ہے۔ ہرگز نہیں۔ بس فیصلہ ہو گیا کہ اگر من روحی کے معنے یہ ہیں کہ انبیاء خدا میں سے ہیں تو جمیعاً منہ کے معنے بھی یہی کرنے پڑیں گے ساری مخلوق خدا میں سے ہے حالانکہ کوئی فرقہ اس کو تسلیم نہیں کرتا۔

(۲) یہ بات بھی بے ثبوت اور بے اصل ہے۔ اور یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ فقط

عبد القہار غفرلہ

جبراً طلاق لینے سے طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال (۶۳۳) زید نے آج سے تقریباً دو سال قبل پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے ایک بے سہارا بیوہ کے ساتھ نکاح کر لیا اور پہلی بیوی اور اس کے بچوں کو نان نفقہ اور خرچ خوراک

اور حق زوجیت - الغرض کسی بھی چیز میں تکلیف نہیں دی اور نہ آئندہ انشاء اللہ دینا چاہتا ہے حقوق کی ادائیگی میں خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق عدل و انصاف کا پورا پورا خیال کیا جاتا رہا ہے - یہی وجہ ہے کہ پہلی بیوی کو اب تک پتہ نہیں چلا تھا - اور اب جب کہ کسی مخبر نے خبر کر دی اور اس کو یہ یقیناً معلوم ہو گیا کہ میرے شوہر نے دوسرا نکاح کر لیا ہے تو رونے پیٹنے لگی اور تمام رشتہ داروں کو اکٹھا کر لیا ہر ممکن دباؤ اور حربے کرنا شروع کر دیئے اور زید مسمی مذکور کو ہر طرف سے بے بس و مجبور کر کے ایک حد تک ڈرا و دھمکیاں دیکر اس سے طلاق لکھوا دی - اور یہ طلاق نامہ سب رشتہ دار حتیٰ کہ حقیقی والدہ اور بھائی اور برادری کے معزز افراد تک کے انتہائی مجبور کرنے پر بادل ناخواستہ لکھدیا -

اب سوال یہ ہے کہ آیا ایسی طلاق شریعت مطہرہ کی رو سے واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوتی ہے تو کیا تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا صرف رجوع کرنا کافی ہوگا - اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ آیا ایسے جائز اور جس کام کے لئے خدا اور اس کے رسول ؐ کے نزدیک کھلی اجازت ہو بلکہ حکم ہو - ایسے کاموں سے زبردستی اور طرح طرح کی دھمکیاں اور دباؤ کے حربے استعمال کر کے روکنے والوں کے لئے شرعاً کوئی گناہ یا مواخذہ ہے یا وہ ہر طرح سے حق بجانب ہیں - جو کچھ انہوں نے کیا ہے ٹھیک کیا ہے؟ فقط

سائل فضل معرفت مولوی قاری بشیر صاحب (تبتی) کراچی -

جواب (۶۳۳) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر زید اپنی مرضی سے طلاق دیتا تو شرعاً طلاق واقع ہو جاتی - اس طرح جبراً قہراً ڈرا دھمکا کر طلاق لینے سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی - جب کہ زید عدل و انصاف کرتا ہے اور دونوں بیویوں کے حق حقوق ادا کرتا ہے تو ڈرا دھمکا کر زبردستی طلاق لینے والے بھی عند اللہ مجرم ہوں گے کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ الخ یعنی طلاق سے اللہ تعالیٰ بہت ہی ناراض اور غصہ ہوتا ہے فقط

راقم ابو حماد عبد القہار عفرلہ ۷ ربیع الثانی ۸۳ھ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار

جواب صحیح ہے - ارشاد خداوندی ہے فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی چار بیویوں تک خوشی سے نکاح کر سکتے ہو - (ملاحظہ ہو قرآن شریف پارہ چار سورۃ النساء ع ۱ -) جب خدائے احکم الحاکمین کی طرف سے مرد کو چار بیویوں تک نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے منع کرے یا ان میں سے کسی کو طلاق دینے پر خاوند کو مجبور کرے جب کہ خاوند بیویوں کے مساوی حقوق ادا کرتا ہے - جناب نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِیْ اِغْلَاقٍ (مشکوٰۃ) اکراہ کی صورت میں طلاق واز اد واقع نہیں ہو سکتا فقط عبد الجلیل خان دہلوی

۱۱ ربیع الثانی ۸۳ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبد الغفار سلفی غفرلہ

زوال، وقت ظہر، اسلامی لباس، مرغ اور انڈے کی قربانی، دھوپ چھاؤں میں نماز، داڑھی اور اہلحدیث کی احناف کے پیچھے نماز کے متعلق سوالات، طلوع آفتاب سے ۵ یا ۱۰ منٹ تک آسمان پر سرخی آجاتی ہے اور سورج طلوع ہونیکے بعد تک قائم رہتی ہے۔ کیا ان اوقات میں نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

سوال (۶۳۴) علمائے دین ومفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ

(۱) زوال سے کیا مطلب ہے اور ظہر کی نماز کس وقت سے کس وقت تک ادا کی جاسکتی ہے؟

(۲) اسلامی لباس سے کیا مراد ہے۔ آیا کوٹ پتلون ودیگر لباس استعمال کرنے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ حدیث یہود اور نصاریٰ سے مشابہت نہ کرو۔ اس کا لباس سے کیا تعلق ہے؟

(۳) مرغ اور مرغی کے انڈے پر قربانی ہوسکتی ہے؟

(۴) دھوپ چھاؤں میں نماز ہوسکتی ہے جب کہ نماز میں آدھے حصہ پر دھوپ پڑ رہی ہو اور باقی جسم پر چھاؤں ہو تو اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

(۵) داڑھی رکھنا فرض ہے یا سنت؟ نہ رکھنے والا کسی عذاب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

(۶) کسی اہلحدیث کی کسی اہل احناف امام کے پیچھے نماز ادا ہوسکتی ہے جب کہ عقائد کے لحاظ سے دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہیں؟

(۷) طلوع آفتاب سے ۵ یا ۱۰ منٹ پیشتر آسمان پر سرخی آجاتی ہے اور سورج طلوع ہونے کے بعد تک سرخی قائم رہتی ہے ان اوقات میں نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ ایک حدیث کے مطابق ہدایت ہے کہ "جس وقت بھی سو کر اٹھو نماز پڑھ لو"

براہ کرم مندرجہ بالا سوالات کے جواب میں حدیثوں کا حوالہ دیں اور وقت کا تعین موجودہ گھڑی کے حساب سے دیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

خیر اندیش محمد احمد معرفت پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲ کراچی ۱ ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء

جواب (۶۳۴) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ (۱) شرعاً زوال سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں اور ظہر کی نماز کا اول وقت سورج ڈھلتے ہی ہے آخر وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے لقولہ تعالیٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ الخ (قرآن پاک) ونسائی شریف۔

(۲) اسلامی وشرعی لباس وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن نے پہنے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الخ وقال تعالیٰ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ الخ (قرآن مجید)

(۳) حدیث جمعہ میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ میں سب سے پہلے آیا اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد آنے والے کو گائے کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آئے اسکو بکرے بھیڑے کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آیا اس کو مرغ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بھی بعد آیا تو اس کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا (ابن ماجہ ومشکوٰۃ)

(۴) آدھی دھوپ اور آدھا سایہ میں بیٹھنا منع آیا ہے بلکہ ایسا بیٹھنا شیطان کا بیٹھنا ہے (مشکوٰۃ شریف) لہٰذا جب مطلق دھوپ سایہ میں بیٹھنا منع ہے تو نماز آدھی یا کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں پڑھنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ ہاں اگر پہلے ہی سے سایہ میں نماز پڑھ رہا ہو اور نماز کی حالت میں دھوپ آگئی تو مجبوری حالت ہے وہ نمازی معذور ہے۔

(۵) نبی علیہ السلام نے فرمایا ڈاڑھی رکھنا مجھ کو امر ربی ہے اور امت کو نبی علیہ السلام کا حکم ہے اور حکم وجوبی ہوتا ہے۔ پھر ڈاڑھی رکھنا تمام انبیاء کی سنت بھی ہے۔ کسی بھی نبی یا صحابہ نے ڈاڑھی نہیں منڈائی (شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ)

یہ بھی معلوم ہو کہ ڈاڑھی منڈانا نبی کی نافرمانی ہے اور فعل مجوس ہے۔ قرآن شریف میں ہے مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ جو برا کرے گا ضرور سزا دیا جائے گا۔

آج کل ڈاڑھی رکھنے والے کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔ حدیث شریف ہے مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ (حدیث شریف) نجیب سلفی

(۶) ہر اس مسلمان کے پیچھے نماز ہو جائے گی جسکا عمل وعقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہو اور بدعمل وبدعقیدہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے لقولہ علیہ السلام اجْعَلُوا أَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ (حدیث شریف)

(۷) طلوع وغروب آفتاب کے وقت اور جب کہ سورج بیچوں بیچ سر پر ہو (یعنی زوال ہونے کے وقت) نماز پڑھنا منع ہے (مشکوٰۃ شریف) لیکن بیت اللہ میں ان اوقات میں بھی نماز جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص طلوع آفتاب سے قبل نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کی حالت میں آفتاب طلوع ہو گیا تو وہ شخص ممانعت میں داخل نہیں۔

واضح رہے ہمیشہ جماعت کے پیچھے وقت ضائع کر کے نماز پڑھنے والے کی بھی عند اللہ

نماز قبول نہیں ہوتی۔ (ابن ماجہ شریف) فقط
الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی۔ راقم الحروف عبد القہار عفرلہ ۵ ربیع الثانی ۸۳ھ

غیر اللہ کے نعرے لگانیوالے کون ہیں؟

سوال (۶۳۵) بریلوی لوگوں کے عقائد (نبی اکرم کو علم غیب کلی ماننا، حاضر و ناظر سمجھنا، یا رسول اللہ پکارنا، مالک و مختار جاننا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، گیارہویں، ولیوں کے مزاروں پر جاکر چلّے کرنا، اُنسے مدد مانگنا) کیسے ہیں۔ ایسے عقائد والا آدمی مسلمان ہے یا مشرک و کافر؟

السائل فضل احمد مجاہد اہلحدیث

جواب (۶۳۵) جو عقائد اور مسائل سوال میں درج ہیں ان کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ مشرکانہ اور بدعیانہ عقائد ہیں جس میں یہ پائے گئے وہ مشرک ہے تفصیل ان کی تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان منگوا کر پڑھئے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔
کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد کفاہ الصمد

قاصر حق زوجیت سے بیوی شرعاً کیونکر چھٹکارا پاسکتی ہے؟

سوال (۶۳۶) زید نے ہندہ سے اس حالت میں نکاح کیا کہ وہ حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر تھا۔ ہندہ اس کے ساتھ ڈیڑھ سال میں مختلف وقفوں کے ساتھ چار یا پانچ مہینے رہی۔ جب بھی وہ میکے آئی اس نے جانے سے انکار کیا اور زید یہ جھوٹا یقین دلا کرلے گیا کہ اب وہ تندرست ہوگیا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہندہ زید کے ساتھ قید نکاح میں بندھے رہنے سے صاف طور پر انکار کرچکی ہے۔ عرصہ چھ ماہ سے اپنے میکے میں ہے اور زید سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے لیکن زید طلاق دینے پر اس شرط کے سوا آمادہ نہیں ہے کہ ہندہ فدیہ میں (مہر کے علاوہ جو زیورات کی صورت میں تھا اور زید ہندہ سے چھین چکا ہے) ایک ہزار روپیہ مزید زید کو دے جو اس کے کہنے کے مطابق شادی پر خرچ ہوئے تھے۔ اس رقم کی ادائیگی ہندہ اور اس کے وارثوں کے بس سے باہر ہے ہندہ میں مالی لحاظ سے اتنی سکت بھی نہیں کہ وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر اس ناکارہ انسان سے چھٹکارا پاسکے۔ دوسری طرف وہ محسوس کرتی ہے کہ وہ موجودہ حالت میں زندگی حدود اللہ میں رہ کر نہیں گذار سکتی۔ اس پر طرہ یہ کہ زید اس پاکدامن لڑکی پر یہ تہمت لگا چکا ہے کہ تو مجھے بدکار عورت معلوم ہوتی ہے تبھی میرے ہاں خاموشی کے ساتھ رہ رہی ہے۔ ہندہ کی

زید سے نفرت اور توحش کا یہ عالم ہے کہ زید ہندہ کے والد کے انتقال پر تعزیت کے لئے گیا تو اسے دیکھتے ہی ہندہ کو اختلاج قلب کا دورہ پڑ گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ زید کی یہ ضد ہندہ کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہو رہی ہے اور خطرہ ہے کہ اُس کے لئے جان لیوا ثابت نہ ہو۔ ہندہ کی روایت کے مطابق زید کے والد کو جس نے خود نکاح کا خطبہ پڑھا تھا اس بات کا علم تھا کہ اس کا لڑکا حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ ہندہ کو یہ رشتہ ناپسند تھا اور اس خوف سے مبادا وہ انکار نہ کر دے اس سے نکاح کے وقت پوچھا بھی نہیں گیا تھا۔ ان تمام امور کے پیش نظر دریافت طلب امر یہ ہے کہ:۔

(۱) از روئے شریعت ہندہ کا زید کے ساتھ نکاح ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں ہوا تو کیا وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے

(۳) اگر از روئے شریعت نکاح ہو چکا ہے تو مظلوم ہندہ کے چھٹکارے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۴) کیا زید کتاب وسنت کی رو سے فدیہ میں مہر سے زیادہ مال کا مطالبہ کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو کیا اس سے وہ مقصد فوت نہیں ہو جاتا جس کے پیش نظر شریعت نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے کیونکہ مرد اتنی زائد رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے جس کی ادائیگی عورت کے بس سے باہر ہو۔

سائل خورشید الزماں معرفت راجہ عبدالحمید صاحب نیو زایڈیٹر لاہور

جواب (۶۳۶) بشرط صدق سوال جواب یہ ہے کہ ہندہ کو زید سے الگ کر کے مصیبت سے رہائی دلانے کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ عدالت میں درخواست دے کر تمام حالات ظاہر کریں تاکہ عدالت نکاح فسخ کر کے دوسرے نکاح کی اجازت دے۔ جب حکومت فیصلہ کے لئے موجود ہے تو فتویٰ نزاع میں کارآمد نہیں ہو سکتا۔ ہم اگر کوئی فتویٰ دیں اور فریق مخالف نہ مانے تو وہ عدالتی کارروائی کر کے ہندہ کو کسی دوسری مصیبت میں ڈال دے گا۔ پھر عدالت محض فتوے کو تسلیم نہ کرے گی وہ اپنے قانون پر عمل کرے گی۔

(۲) بذریعہ پنچایت زید سے طلاق حاصل کی جائے اگر طلاق نہ دے تو پنچایت اسکو ایک سال علاج کرانے کی مہلت دے۔ اگر کسی ڈاکٹر یا طبیب کی شہادت سے یہ واضح ہو جائے کہ یہ شخص صحت یاب ہو گیا ہے تو ہندہ کو سمجھا کر اس کے گھر بھیج دیا جائے

فتاوی نذیریہ اور زاد المعاد میں حضرت عمرؓ وغیرہ جماعت بعض صحابہ کا یہی فیصلہ درج ہے۔ موطا امام مالک میں بھی یہی لکھا ہے۔

(۴) اگر سال بھر انتظار مشکل ہو تو کسی عالم یا مقامی امام مسجد کو ثالث بنا کر ایک پنچایت میں صورت خلع پیش کریں کہ ہندہ سے مہر اور زیور جو کچھ شادی میں دیا ہے وہ لیکر زید کے حوالہ کر دیں اور نکاح فسخ کر دیں۔ اگر زید طلاق دیدے اور اپنا مال دیا ہوا واپس لیلے تو اچھا ہے ورنہ مال پنچایت میں امانت رکھا جائے اور نکاح فسخ کر دیا جائے اور لڑکی کو ایک حیض عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت دی جاوے۔ عہد نبوی کا واقعہ ہے کہ ثابتؓ بن قیسؓ کی عورت حبیبہؓ صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور بیان کیا کہ میرے خاوند نے مجھ کو مارا جس سے کہ میری ہڈی ٹوٹ گئی ہیں اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلوا کر کہا کہ تو اس سے کچھ مال لیلے اور اس کو چھوڑ دے۔ ثابت نے دبی زبان سے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا مناسب اور درست اسی طرح ہے؟ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اسی طرح ٹھیک ہے۔ پس ثابت نے وہ دو باغ جو مہر میں دیئے تھے اور حبیبہؓ کے قبضہ میں تھے واپس لیکر اس کو چھوڑ دیا (ابو داؤد مع عون المعبود)

مہر سے زیادہ خلع میں لینا جائز نہیں ہے خصوصاً جب کہ ہندہ کو اس کی وسعت نہیں ہے۔ دارقطنی میں حدیث ہے کہ اَمَّا الزِّیَادَۃُ فَلَا یعنی مہر سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔ زیور وغیرہ شادی کا عطیہ سب مہر میں شمار ہے۔ حکومت نے پنچایتوں کا انتظام کیا ہے پس ایسی پنچایتوں میں ایسی مظلومہ عورتوں کی حق رسی ضروری ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری

جواب صحیح ہے ابو حماد عبد القہار غفرلہ — الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

رکعاتِ نماز پنجگانہ، قبل و بعد کی سنتوں، حدیثِ جمعۃ المبارک، وتر، شرکیہ الفاظ سے دم کرنے، بغیر بیعت کے موت جاہلیت وغیرہ کے بارے میں سوالات

سوال (۶۳۷) (۱) نماز پنجگانہ کی رکعات تفصیل سے لکھیں کہ کس قدر ہیں یعنی ہر نماز کی رکعات سے مطلع فرماویں اور سنتیں قبل و بعد کی آپ ادا کرتے ہیں یا نہیں؟

(۲) کیا جو حدیث جمعۃ المبارک کے حق میں آئی ہے۔ اس کو عید الضحیٰ پر چسپاں فرماتے ہیں اور قربانی ایک انڈا۔ پاؤ بھر گوشت۔ ایک مرغ پر اکتفا کرتے ہیں۔ ایک گائے کی قربانی میں کتنے کی شرکت خیال کرتے ہیں؟

(۳) خصوصاً وتر اور صبح کی سنتیں آپ ادا کرتے ہیں یا نہیں؟

(۴) بارہ رکعت مؤکدات (پانچ نمازوں میں) آپ ادا کرتے ہیں یا نہیں؟

(۵) بوقت مرض شرکیہ الفاظ کا دم کرنا جائز ہے؟

(۶) کیا صدقات فرضیہ وغیرہ آپ کی اجازت کے بغیر تقسیم ہو سکتے ہیں؟

(۷) جو آپ یا کسی دوسرے شخص کی بیعت نہ کرے کیا وہ جہالت کی موت مرے گا؟

(۸) آپ کی امامت صغریٰ ہے یا کبریٰ؟

(۹) نیز آپ کی اس مروجہ امارت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۱۰) سیٹھ حمید اللہ صاحب اور مولانا محمد صاحب جوناگڈھی رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں کو آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا اس کے برعکس کیونکہ آپ کا ایک مرید مولوی محمد عرف بڑکو دونوں مذکور ہستیوں کو قارون اور فرعون کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ فقط والسلام

مخلص خیر اندیش ریاض احمد خائف وزیرآباد

جواب (۶۳۷) (۱) پانچ نمازوں کے فرضوں کی رکعات اس حساب سے ہیں ۲ صبح - ۴ ظہر - ۴ عصر - ۳ مغرب - ۴ عشاء ــــ ہم سنت رواتب ادا کرتے ہیں اور ادا کرنا بڑا ثواب جانتے ہیں۔

(۲) ہم انڈا وغیرہ دے کر قربانی سے سبکدوش نہیں ہوتے بلکہ دنبہ، بکرا، گائے، اونٹ وغیرہ حیوانات سے جو میسر ہو قربانی کرتے ہیں۔ مفلس نادار راغب طلب ثواب کیلئے مرغ کی قربانی جائز جانتے ہیں

(۳) ایک گائے میں شریک ہونا چاہیں تو سات اشخاص ہو سکتے ہیں مگر ایک شخص سالم گائے کر دے تو اس کو زیادہ ثواب ہے۔

(۴) ہم وتر اور صبح کی سنتیں ہمیشہ ادا کرتے ہیں۔

(۵) ہم بارہ سنتیں پڑھنا بھی مسنون جانتے ہیں اور پڑھتے ہیں مگر اُن کو فرضوں کی طرح نہیں جانتے۔ سنن و نوافل کے تارک کو ثواب سے محروم اور انکاری کو کافر جانتے ہیں۔

(۶) مرض کے وقت آیات قرآنی اور ادعیہ مسنونہ سے اور ادویہ طبی حلال سے علاج کرنا مسنون جانتے ہیں۔ شرکیہ جادو و منتر سے کرنا شرک اور کفر جانتے ہیں۔

(۷) جس نے اپنے امام کی بیعت کی ہے اس کو چاہیئے کہ صدقات زکوٰۃ بیت المال میں دے۔ یہ طریقہ معمول بہا عہد نبوی اور خلفاء میں تھا یا امام سے اجازت لے کر جہاں شرعی حکم ہو صرف کر دے۔

(۸) بیعت کرنا ضروری ہے سفر و حضر میں امیر بنا کر منظم رہنے کا حکم ہے۔ اگر آزاد ہو کر اپنی خواہشات کا تابع ہوگا تو خود جاہلیت کی موت مرے گا۔

(۹) صغریٰ کبریٰ علماء کی اصطلاحات ہیں۔ امیر بنا کر اسکے ماتحت رہنا ضروری ہے

(۱۰) شرعی حیثیت یہ ہے کہ لوگوں نے انتخاب کیا کہ مولانا عبد الستار صاحب ہمارے امام ہیں۔ اسی سے جماعت قائم ہوگئی۔ آپ ان کے امام ہیں۔

(۱۱) سیٹھ حمید اللہ اور مولانا محمد جوناگڑھی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ہم کیا حکم لگا سکتے ہیں۔

(۱۲) مولوی محمد بھی رخصت ہوئے۔ ان کا معاملہ بھی خدا کے ساتھ ہے۔ ہم کسی کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ حدیث میں ہے لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَىٰ مَا قَدَّمُوا۔

کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری

جواب صحیح ہے ابو عمار عبد القہار غفرلہ نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث۔

وفات کے بعد کسی کی برسی و سالگرہ منانا جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۳۸) کسی بڑے آدمی کی برسی یا سالگرہ بعد وفات منانی جائز ہے یا نہیں؟ آپ کا کیا خیال ہے۔ بعض لوگ یوم امیر معاویہ رضؓ بھی مناتے ہیں

سائل نجم الدین لاہور

جواب (۶۳۸) سالگرہ تو اکثر لوگ بچوں کی مناتے ہیں جو شرعاً بے ثبوت ہے۔ جہاں تک برسی کا تعلق ہے ہم اس کے قائل نہیں کیونکہ شریعت محمدیہ اور اسلام میں اس کا جواز نہیں۔ علمائے حق اس قسم کی تقریبات کے سخت خلاف ہیں۔ ہم کسی بھی شخص کا دن منانے کے حق میں نہیں ہیں۔ یوم امیر معاویہؓ کا بھی اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ آخر برسی اور دن منانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اگر ان کی تعریف وغیرہ کی جائے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ تعریف و حمد و ثنا تو اللہ کے لئے ہے۔ اور ان سب کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے اس لئے کسی کا دن منانا یا برسی وغیرہ کرنا سب غیر اسلامی فعل ہیں ان سے پرہیز لازمی ہے فقط ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

خادم الاسلام عبدہ المذنب نجیب دہلوی، رومل سی کھلنانی روڈ کراچی ۴ 9/63

الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

جشن عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال (۶۳۹) ہمارے یہاں لاہور میں عید میلاد النبی کا جشن بڑی شان سے منایا گیا، ایسی شان سے اس سے پہلے نظیر نہیں ملتی۔ خوشنما محرابوں۔ رنگین قمقموں، خوش رنگ جھنڈیوں سے شہر لاہور کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ رات کے وقت چراغاں سے تمام شہر بقعۂ نور بن گیا۔ میں اکثر مقامات پر گیا مثلاً بھاٹی گیٹ، کشمیری بازار، گوالمنڈی

بیڈن روڈ، چوک انار کلی وغیرہ میں بے مثال آرائش اور روشنی کی گئی۔ اور ہمارے اخبارات کے کالم کے کالم اس جشن عید کی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔ خدا کے لئے آپ بتائیے میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر یہ کام جائز ہیں تو آپ کیوں محروم ہیں۔ اگر ناجائز ہیں تو علمائے کرام کیوں خاموش ہیں۔ ہمارے لاہور میں بڑے بڑے علماء جماعت اہلحدیث اور جماعت اسلامی بھی موجود ہے مگر سب کے منہ پر مہر سکوت۔ آخر معاملہ کیا ہے۔ آج دل کھول کر واضح کر دیجئے ہم اس نیک کام سے کیوں محروم رہیں۔

سائل آپ کا خادم محمد خاں محمدی الیکٹرک ورکس لاہور۔

جواب (۶۳۹) یہ جشن آپ کے صرف لاہور میں نہیں منایا گیا بلکہ لاہور اور کراچی راولپنڈی اور پاکستان کے ہر بڑے شہر کو قیاس کر لیجئے۔ ہر شہر میں یہ جشن منایا گیا اور خوب دل کھول کر اس اسراف و تبذیر فضول خرچی سے کام لیا گیا۔ اب آپ خود سوچئے اور اسلامی ضمیر کی روشنی میں سوچئے کہ اس ساری دھوم دھام اور مسرفانہ نمائش و اقتشام کو اسلامی تعلیمات کے تقاضوں میں کس حد تک پورا کیا گیا۔ اس سے اللہ کے ہاں کتنا مرتبہ بڑھا؟ اور اس نافرمانی محبوب سے خود محبوب خدا کی روح مبارک کو کتنی خوشی حاصل ہوئی؟ کیونکہ حضورؐ کا ارشاد ہے نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِضَاعَۃِ الْمَالِ مال کو ضائع کرنا منع ہے۔

کاش اس ساری دھوم دھام اور نمائش کی بجائے رب العالمین کی بارگاہ میں فرشتے امت کی یہ رپورٹ پہنچاتے کہ اس رات اسلام کی سب سے بڑی پوری مملکت میں یا صرف ان بڑے بڑے شہروں میں حرام کاری کے سارے کاروبار بند رہے۔ شراب کا ایک قطرہ بھی کسی عاشق رسول کے حلق سے نیچے نہیں اترا۔ رشوت کا تمام بازار ٹھنڈا رہا۔ سودی لین دین کی ہوا بھی اس عید میلاد النبیؐ کی خوشی میں کسی اُمتِ محمدؐ کو نہیں لگی۔ غرض کہ ہر مسلمان اپنے مقام پر دینی غیرت و حمیت کا پتلا بنا ہوا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی سنہری تعلیم کی تکمیل ہونے کے قریب جب ہوتی یا اب ہوئی۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ سال میں دو عیدیں مناؤ ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ۔ یہ سال کی دو معلوم اور معروف عیدیں ہیں۔ ان دو اسلامی عیدوں کے علاوہ یہ تیسری عید کیسی؟ کیا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منانے کا حکم دے گئے تھے۔ آپ کے چاروں خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ۔ سیدنا عمر فاروق رضؓ عثمان غنی رضؓ حضرت علی رضیا اور کسی جاں نثاران رسول میں سے کسی نے بھی یہ جشن یہ عید پہلی، دوسری یا تیسری صدی میں منائی؟ محدثین عظام یا مشہور و معروف امام ابو حنیفہ رحؒ۔ شافعی رحؒ مالک رحؒ۔ احمد بن حنبل رحؒ وغیرہم میں سے کسی ایک کا بھی فتویٰ اس کی تائید میں موجود ہے؟ یہ محبت یہ مذہبیت۔ یہ عقیدت۔ یہ دینداری کہاں کی ہے کہ جو تلقین نہ رسول نے کی۔ نہ آپ کے محترم و

مستند نائبوں نے۔ اس کو اختیار کرکے اور محض اغیار کی دیکھا دیکھی آپ بھی اپنے دل سے گھڑ کر کوئی غیر شرعی تہوار جشن اختراع کریں؟ اور یہ سمجھ لیں کہ آپ گویا بہت بڑی عبادت انجام دے رہے ہیں۔ معاف کیجئے، کیا میں پوچھ سکتا ہوں، کوئی تقریب محض خوشنما نام اور لقب دیدینے سے عبادت کا درجہ حاصل کر سکتی ہے؟ اصلاً کیا فرق اس ذہنیت اور ۲۲ رجب کے کونڈے کھانے اور دسویں محرم کو یوم ماتم منانے میں ہے؟ اور آپ کے لاہور میں تو ماشاء اللہ دین وشریعت کے اچھے خاصے عالم وفاضل اور اکابر ابھی موجود ہیں اور زبردست پریس بھی ان کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر ان کا یہ سکوت آخر کیا معنیٰ رکھتا ہے ٹھیریئے! مجھے کہنے دیجئے! یہ سکوت ان علماء کا بے محل بلکہ ایک حد تک مجرمانہ ہے تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ حق کو حق جانتے ہوئے کتمان حق کرنا بہت بڑا جرم اور بے توفیقی ہے لاہور میں کون نہیں، سب موجود ہیں مگر منبر ومحراب پر رونق افروز ہو کر خالق کا ڈر دلانے والے خود مخلوق کے خوف سے ڈرنے لگے۔ ہر شخص اپنی خطابت کے چھن جانے کا خطرہ محسوس کرتا ہے۔ رہ گئی بے چاری جماعت اسلامی، تو وہ غلاف کعبہ کا جلوس نکلوانے کے بعد اس مسئلہ میں کیونکر بول سکتی ہے۔ البتہ جماعت اہلحدیث لاہور کے پرچے "الاعتصام" اور "تنظیم اہلحدیث" نے اور جماعت غرباء اہلحدیث کراچی کے مقبول آرگن پندرہ روزہ "صحیفہ اہلحدیث" نے مروجہ بدعات کے خلاف ہمیشہ آواز حق بلند کی ہے کراچی کی جمعیت اہلحدیث کے "الارشاد جدید" اور موتمر اہلحدیث کراچی کے رسالہ "الموتمر" نے بھی اپنا حق ضرور ادا کیا ہوگا۔ یہ دونوں پرچے میری نگاہ سے نہیں گزرے۔

آپ کے سوال کا جواب قدرے طویل ہوگیا ہے۔ بس دعا یہ ہے ؎

یہی الفاظ ہیں دن رات اب وردِ زباں میری	عروجِ دینِ احمد ہو، مٹیں بدعات بھی ساری
خدا کے ماسوا حاجت روا سمجھیں جو غیروں کو	بتائیں لامذہب انکو، نہیں پوجیں جو غیروں کو
لگاتے ہیں عجب میلاد کا میلہ آج کل جاہل	طعامِ مولود کو سمجھیں تبرک آج کل جاہل

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نیک سمجھ دے۔ آمین۔ حق تو یہ ہے کہ یہ سب مروجہ رسوم اختراعی ہیں اور بس۔ خادم اسلام عبدہ المذنب نجیب کراشوی

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

مسجد کا رُخ کعبہ ہونا چاہئے یا سمتِ کعبہ

سوال (۶۴۰) مسجد تعمیر کرتے وقت مسجد کا رخ سمت کعبہ ہونا چاہیئے یا کعبہ عین فرض ہے کیونکہ یہاں پر مسجد تعمیر ہونی ہے۔ کعبہ رخ میں الجھن ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں سمت کعبہ ہونا چاہیئے۔ کچھ کہتے ہیں کعبہ عین فرض ہے۔ آپ اس پر روشنی ڈالے

جواب سے جلد از جلد سرفراز فرمائیں اور حضرت امام صاحب سے دریافت فرماکر تحریر کریں تاکہ مسجد کی تعمیر شروع کی جاوے۔

جمعدار مرزا عبدالقدیر بیگ لاہور

جواب (۶۴۰) حدیث شریف میں اہل مدینہ کو آپ نے یہ فرمایا کہ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ یعنی تمہارے لئے مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے یعنی مشرق اور مغرب کے درمیان جہت قبلہ کو متوجہ ہو جاؤ۔

جب دونوں کے درمیان قبلہ بتایا تو وسط کو لے لینا چاہئے۔ یہ حکم اہل مدینہ کو تھا۔ اہل عراق و خراسان کا قبلہ جنوب و شمال کے درمیان تھا۔ اسی طرح ہماری سمت ہے کہ ہم مشرق اور مغرب کے درمیان ہیں تو ہمارا قبلہ جنوب شمال کے درمیان مغرب کی طرف ہے ہم کو وسط کا خیال کرنا چاہئے۔ باقی بیت اللہ تو ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ جو شخص اس کے پاس ہوگا اس کو تو عین بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا اور جو دور ہو کر اس سے غائب ہوگا اس کو صرف سمت اور جہت کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ عین قبلہ تو کسی کے سامنے نہیں آسکتا یہ محال ہے۔ یہ کون اندازہ کر سکتا ہے کہ جہاں نماز کھڑی ہے وہاں سے قبلہ عین اس کی پیشانی کے سامنے واقعہ ہے؟ ہاں سب جہت کا اندازہ رکھتے ہیں۔ بس آپ صاحبان وسط کا اندازہ کر کے جنوب شمال کے درمیان مسجد تعمیر کر دیں کہ مغرب کی طرف قبلہ رخ ہو۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار غفرلہ۔ جواب صحیح ہے عبدالقہار غفرلہ نائب مفتی کراچی

کیا دولھا بوقتِ نکاح پھولوں کا ہار استعمال کر سکتا ہے؟

سوال (۶۴۱) زید بوقت نکاح پھولوں کا ہار استعمال کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ارشاد خداوندی ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ الآیۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے تین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں جن میں سے ایک خوشبو ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث کے پیش نظر خوشی کے موقع پر التزاماً یا رسماً نہیں بلکہ خوشبو کی غرض سے قلیل مقدار میں پھولوں کا ہار استعمال کر لینے میں از روئے شریعت محمدیہ کوئی قباحت نہیں ہے،

بکر کہتا ہے کہ بوقت نکاح پھول کا استعمال مطلقاً بدعت اور ناجائز ہے اور ایسی مجلس میں شرکت کرنا بھی شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں۔

وارثین علم محمدیؐ سے گذارش ہے کہ مذکورہ بالا صورت حال میں آیا زید حق بجانب ہے یا بکر؟ والسلام

محمد رحمۃ اللہ خان بنگلور سٹی

جواب (۶۴۱) ہر خوشی اور زینت کے کام پر بدعت کا حکم نہیں لگانا چاہیئے۔ بدعت وہ کام ہے جو ثواب اور دین سمجھ کر کیا جاوے یا کسی رسم ہنود کو جو ان سے مخصوص ہو رسماً کیا جاوے ہار پھولوں کا خوشی سے یا زینت سے پہن لیا یا کسی نے ڈالدیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، مباح ہے۔ بدعت کی تعریف اس پر صادق نہیں الا اس صورت میں کہ اس کو رسم جان کر التزاماً کیا جاوے اور نکاح میں ضروری اعتقاد کیا جاوے تو بدعت بن سکتا ہے ورنہ خوشی اور زینت اور خوشبو کے طور ہو تو درست ہے۔ حدیث وَمَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ اس پر دال ہے کہ جس چیز کو شارع نے منع نہ کیا وہ معاف ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کیا ابو شحمہ کو زنا کی حد لگائی گئی تھی

سوال (۶۴۲) کیا ابو شحمہ عبدالرحمن خلیفہ ثانی کے بیٹے کو زنا کی غرض سے حد ماری گئی جس سے ابو شحمہ فوت ہوئے۔

سائل ابو عبدالوکیل عبدالحمید قریشی باول والے

جواب (۶۴۲) ابو شحمہ کی بابت زنا اور حد کا قصہ محض غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ واعظوں نے وعظ کی کتابوں میں غلط لکھدیا ہے۔ ہاں انہوں نے نبیذ تمر نوش کیا تھا۔ اس سے نشہ آگیا تو ان پر حد لگائی گئی۔ یہ ذکر ثابت ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

مشرک کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۴۳) مشرک بے نمازی بدعتی قبر پرست تعزیہ پرستوں کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ سائل مذکور

جواب (۶۴۳) مشرکوں اور بدعتیوں کو خود سلام نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر وہ کہدیں تو وعلیکم کہدو۔ اہل کتاب سے سلام کا یہی طریقہ حدیثوں میں آیا ہے واللہ اعلم

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کیا قبرستان میں قرآن کا کچھ حصہ پڑھ کر مُردوں کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں

سوال (۶۴۴) ابو محمد سمرقندی نے سورہ اخلاص کے فضائل میں حضرت علی رضہ سے

مرفوعاً روایت کیا ہے - ترجمہ یعنی جو شخص قبرستان میں گذرا اور قل ہو اللہ احد ۱۱ مرتبہ پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخشا تو دیا جائے گا وہ ثواب سے برابر گنتی مردوں کی - دوسری حدیث قاسم بن سعد بن علی الجانی نے اپنے فوائد میں ابوہریرہ رض سے روایت کیا یعنی فرمایا رسول اللہ صلعم نے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا پھر سورہ فاتحۃ الکتاب اور قل ہو اللہ اور الھاکم التکاثر کو پڑھا پھر کہا الٰہی کیا میں نے ثواب اس چیز کا جو پڑھا کلام اللہ سے واسطے قبرستان والو مردوں مومن عورتوں کے مگر ہوں گا شفاعت کرنے والے اس کا - سوال یہ ہے کہ دونو حدیثوں پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں -

سائل ابو عبد الوکیل عبد الحمید قریشی بادل والے قائد آباد کراچی

جواب (۶۴۴) یہ حدیثیں غیر معتبر کتابوں کی ہیں جن کی سند ثابت نہیں ہے - ایصال ثواب صدقہ مالی سے کر دیا دعا کرو - یا قرآن گھر پڑھ کر ایصال ثواب کرو تو جائز ہے - اصل اموات کے حق میں صدقہ مالی اور دعا کرنا کتب حدیث صحاح ستہ سے ثابت ہے اسپر عمل چاہیئے - ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب -

کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری   الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

اسلام لانے سے پہلے کا کیا ہوا نکاح قائم رہتا ہے یا نہیں؟

سوال (۶۴۵) یہ کہ ایک مسلمان موقع فسادات اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان جوگندر نگر ریاست منڈی ضلع کانگڑہ میں ٹھیرا رہا اور غیر مسلم سکھوں وغیرہ کے قبضہ میں رہ کر ٹھاکر دوارہ میں غیر مسلم یعنی ہندو ہو کر وہاں ٹھیرا رہا - اس نے ایک بیوہ عورت سابقہ مسلمان جو کہ اس کے ساتھ تھی، اس بیوہ عورت سابقہ مسلمان سے عقد نکاح کر لیا - بعد ازاں وہی مرد اور وہی عورت دونوں کچھ عرصہ کے بعد پاکستان پہنچے - پاکستان آ کر اس مرد نے اس عورت کے ساتھ عقد نکاح بموجب اہل اسلام کے دوبارہ نہ کیا - موجودہ وقت پر وہی عورت اس کے گھر آباد ہے -

کیا جو عقد نکاح بحالت ہندو ہو کر ہندوستان میں کیا ہے وہ عقد نکاح بموجب شریعت کے جائز ہے؟ یا کہ دوبارہ عقد نکاح کرنا ضروری ہے -

خادم نور محمد برانچ پوسٹ ماسٹر ضلع گوجرانوالہ

جواب (۶۴۵) نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے - وہ سابقہ نکاح درست ہے عہد نبوی میں جو مرد و عورت مسلمان ہوئے ان کا وہی نکاح باقی رہا نیا نکاح نہیں پڑھایا گیا تھا لہٰذا ہندوستان والا نکاح درست ہے - ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری -   الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۶۴۶) بخدمت جناب امام جماعت غرباء اہلحدیث مولانا عبد الستار صاحب بعد سلام کے گذارش ہے کہ ایک مجلس اور ایک وقت میں ایک ساتھ شوہر اپنی عورت کو تین یا چار بار طلاق کہدے تو شرع محمدی کے بموجب تین طلاق ہو گی یا ایک طلاق؟ جواب صرف قرآن و حدیث سے ہو۔

سائل آپ کا تابعدار ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول جک ۱۶۰ ضلع تھرپارکر سندھ

جواب (۶۴۶) ایک طہر میں تین طلاق دینا حرام اور بدعت ہے اس سے بچنا واجب ہے۔ پھر اس میں اختلاف کرنا درست نہیں .... صحیح و راجح مذہب یہ ہے کہ ایک طہر ایک طلاق کا محل ہے لہٰذا ایک واقع ہو گی۔ دو لغو ہو جائیں گی۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ عہد نبوی میں کسی شخص نے ایک مجلس میں تین طلاق دیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رَاجِعْهَا فَاِنَّهَا وَاحِدَةٌ یعنی تم طلاق سے رجوع کر لو۔ یہ تین ایک ہی ہیں۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً یعنی عہد نبویؐ اور زمانہ خلافت ابوبکرؓ میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ خلافت فاروقیؓ میں دو سال تک یہی قانون نافذ رہا ہے۔

پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ عام طور پر تین طلاق دیتے ہیں یہ گناہ ہے۔ اس گناہ کو روکنے کے لئے تعزیر کے طور پر تین جاری کر دیں۔ اصل حکم شرعی وہی ہے جو عہد نبوی میں تھا۔ پھر وحی بند ہو گئی تو حکم یہی قائم رہا لیکن گناہ روکنے کو خلیفہ نے سیاسی طور پر ایسا کیا تھا۔ خلیفہ ایسی تدبیر کر سکتا ہے مگر شرع میں تین ایک مجلس کی ایک ہیں۔ تین طلاق تین ماہ میں دینا مشروع ہے۔ اس سے عورت قطعاً حرام ہو جاتی ہے۔ ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری۔

الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

حضورؐ کی کتنی شادیاں ہوئیں۔ متوفیہ بیوی کے مہر کی ادائیگی کی کیا صورت ہے

سوال (۱۴۷) بخدمت جناب مولانا مولوی ابو محمد عبد الستار صاحب السلام علیکم بندہ خیریت کا خواہاں ہے۔ التماس ہے کہ بندہ کے چند سوالوں کا جواب ارسال فرمائیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی شادیاں ہوئیں اور نکاح کس نے پڑھایا؟
(۲) اگر عورت مرجائے اور خاوند نے مہر ادا نہ کیا ہو تو ادائیگی کی صورت حال کیا ہے،
جوابات با حوالہ دیں حافظ محمد حنیف کوچہ کلاں

جواب (۱۴۷) صحیح احادیث سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ثابت ہے۔ دو بیویاں تو آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئی تھیں ایک خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسری زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ باقی آپ کی زندگی میں ایک وقت میں جمع رہی ہیں بلکہ آخری وقت تک آپ کے گھر میں آباد رہیں اور آپ کے بعد فوت ہوئی ہیں۔ گیارہ سے زیادہ جو بتائے تو ثبوت اس کے ذمہ ہے

باقی رہا دوسرا سوال کہ ان کے نکاح کس نے پڑھائے؟ سو یہ تفصیل ہر ایک کے متعلق ملنی مشکل ہے اور کیفیت و خطبہ خوانی کا ہر ایک کی بابت کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اجمالی طور پر ہم وہی کہہ سکتے ہیں جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حدیث میں ہے فَلَقَدْ كَانَتْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَفْخَرُ عَلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلعم تَقُولُ زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتٍ (بخاری) یعنی حضرت زینب رضہ باقی ازواج پر یہ فخر کرتی تھیں کہ تمھارے نکاح تو تمھارے اولیاء نے کئے ہیں اور میرا نکاح اللہ نے ساتوں آسمانوں پر کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ازواج کے نکاح ان کے اولیاء نے کئے ہیں۔ حضرت خدیجہ کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے کیا۔ حضرت صدیقہ رضہ کا ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے۔ حضرت حفصہ رضہ کا حضرت فاروق اعظم رضہ نے اور ام حبیبہ رضہ کا شاہ حبشہ نے اور ام سلمہ کا نکاح ان کے بیٹے عمر بن ابوسلمہ رضہ نے حضرت میمونہ رضہ کا نکاح حضرت عباس رضہ نے پڑھایا اور بعض سے آپ نے خود ہی کر لیا کہ وہ اسیر ہو کر آئی تھیں۔ آپ ہی اُن کے والی تھے واللہ اعلم۔

(۲) مہر عورت کی وفات کے بعد دینا پڑے گا۔ وہ مہر عورت متوفیہ کا ورثہ متصور ہو کر اس کے اقربا میں تقسیم ہو گا۔ اگر عورت کے اولاد نہ تھی تو خاوند کو مہر و دیگر ورثہ سے نصف۔ اور اگر اولاد ہے تو چہارم حصہ تمام ورثہ سے ملے گا۔ باقی اسکے قریبیوں کو جو اولاد یا والدین زندہ ہوں۔ ہٰذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

ننگے سر نماز اور فاتحہ خلف الامام کے بارے میں استفسار

سوال (۱۴۸) (۱) جان بوجھ کر ننگے سر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) فاتحہ خلف الامام کے بارے مفصل تحریر کریں وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت فی الصلوٰۃ سورہ فاتحہ کو منع کرتی ہے۔

سائل حافظ نذیر احمد

جواب (۱۴۸) ''ننگے سر نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ سر ستر میں داخل نہیں ہے۔ ناف سے گھٹنوں تک اور دونوں کندھوں کو ڈھانکنا واجب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پاس ہوتے ہوئے ایک کپڑے میں نماز پڑھی ہے اور سر ننگا تھا۔ چنانچہ مسند ابوعوانہ جلد ۲ صـ۶۳ میں ہے عَنْ جَابِرٍ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُخَالِفًا بَیْنَ طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ وَثَوْبُہٗ عَلَی الْمِشْجَبِ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے جس کی دونوں طرفیں کندھوں پر تھیں اور آپ کے دوسرے کپڑے تپائی پر رکھے ہوئے تھے۔

اس صورت میں سر ننگا تھا جس سے ثابت ہوا کہ ننگے سر نماز جائز ہے۔

(۲) فاتحہ خلف الامام فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز نہ ہوگی۔ حدیث کتاب القراۃ بیہقی میں ہے عَنْ عُبَادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ خَلْفَ الْاِمَامِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی۔

باقی آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ میں فاتحہ کی ممانعت نہیں ہے۔ یہ آیت جس نبی کریم پر اتری تھی اُس نے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لئے فاتحہ مقتدی کو پڑھنی پڑے گی۔ اگر فاتحہ کا مسئلہ پورا دیکھنا ہو تو رسالہ فاتحہ خلف الامام کراچی بنس روڈ مکتبہ سعودیہ سے منگوالیں۔ اس میں سب دلائل ہیں اور مخالفین کے پورے جواب ہیں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

سفری نماز کی حضر میں ادائیگی۔ سبابہ کے اٹھانے۔ سنتِ غیر مؤکدہ اور مستحب میں فرق کے بارے میں سوالات

سوال (۱۴۹) مکرم بھائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ براہ کرم ان سوالوں کا جواب دیجئے۔

(۱) انسان سفر میں ہو جب کہ نماز قصر کا حکم ہے مگر کسی وجہ سے نماز ادا نہ کر سکے حضر میں۔ ان قصر نمازوں کو کس طرح کرے قصر یا پوری؟

(۲) ایک صاحب کہتے ہیں سبابہ کا اٹھانا سنت ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نہیں، مستحب ہے۔ تحقیق سے فیصلہ کریں۔

(۳) سنت غیر مؤکدہ اور مستحب میں کیا فرق ہے؟

محمد اسمٰعیل ۱۱ پنجاب رجمنٹ

جواب (۶۴۹) (۱) سفر میں جو نماز قضا ہو حضر میں وہ پوری پڑھنی ہوگی کیونکہ علت سفر نہ رہی۔ پھر اس نے قضا کر دی تو اس انعام کا مستحق نہ رہا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نماز قضا کیوں ہوئی؟ اصل یہ ہے کہ عمداً چھوڑی ہے۔ شرع میں قضا کرنے کا نہ حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے۔ انسان سو جائے تو جب بیدار ہو وہی اس کا وقت ہے۔ اگر بھول جائے تو جب یاد آئے وہی اس کا وقت ہے۔ اگر بیہوش ہو جائے تو جب ہوش آئے وہی اس کا وقت ہے۔ پھر قضا ہو جانے کی صورت کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ نماز نفسانی عذر بنا کر عمداً چھوڑی ہے جس کی قضا نہیں۔ اسیر جرم ہے کہ وہ کافر ہو گیا اس لئے مسلمان توبہ کر کے ہووے۔

(۲) تشہد میں سبابہ کا اُٹھانا سنت ہے۔

(۳) سنت غیر مؤکدہ اور مستحب میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتے ہیں۔ دونوں کی تعریف ایک ہی ہے جو نبی کریم سے ثابت ہوں اور ان کے کرنے سے ثواب، اور ترک سے عذاب نہ ہو۔ بس۔

مستحب کا معنے اچھا اور بہتر کام اور سنت غیر مؤکدہ کا معنے یہ ہے کہ طریقہ نبوی جس کی تاکید نہیں آئی ہے اگر عمل کرے تو اچھا ہے۔ سنت مؤکدہ وہ ہے جسکی تاکید ظاہر ہو جیسے سنت الفجر اور نماز وتر کہ ان کی تاکید آئی ہے۔ ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

استفتار بابت استصواب رائے عامہ

سوال (۶۵۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ استفسارات ذیل کے:-

(۱) استصواب رائے عامہ میں مطلب پرست امیدواروں کے چناؤ کے سلسلہ میں مقام انتخاب پر مہمات انتخاب یعنی رائے دہی کی نگرانی یا انتظام یا کسی قسم کی امداد کرنا شریعت حقہ کی رو سے کیسا ہے جب کہ رائے دہندگان کی ایک بڑی تعداد زر خرید ہوتی ہے یا جھوٹے وعدوں میں الجھائی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے یہاں بالعموم انتخاب لڑنیوالے

چناؤ کے زمانے میں وعدوں کی بارش کر دیتے ہیں اور پھر ان کے وعدے نقش وفا کی طرح بے معنی رہتے ہیں۔

(۲) ایسے مطلبی افسران کے بارے میں شریعت محمدی کیا حکم دیتی ہے جو سر رشتہ ہائے دیگر (غیر متعلقہ) کے حکام بالا کی خوشنودی طبع حاصل کرنے یا کسی وقت ذاتی مفاد پانے کے لالچ میں اپنے ماتحت عملہ سے تخویف یا تحریص کے احکام صادر کر کے دھاندلی کے انتخاب میں بالجبر کام لیں یا بصورت دیگر برخواستگی یا معطلی کی دھمکی دیں۔

ننگ اسلاف اعجاز احمد علوی عفی عنہ

جواب (۶۵۰) (۱-۲) اندریں حالات متقی شخص کو اجتناب کر کے گوشہ نشیں رہنا چاہیئے حدیث میں ہے فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا کہ تمام شر و فساد کے فرقوں اور گروہوں سے الگ رہو۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے وقت اپنے گھر یا مسجد کو لازم کر لو۔ اور یہ بھی ہے کہ جنگلوں میں رہائش کرو۔ بہر صورت مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہوں اور گناہ گاروں سے کنارہ کش رہو۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفر لہ الباری بالقلم

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

عدت گزر جانے پر بیوی زوجیت میں رہتی ہے یا نہیں

سوال (۶۵۱) اہلحدیث مسلک کے مطابق مجلس واحدہ کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں اور قبل از انقضائے عدت رجوع کیا جا سکتا ہے۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے زید عدت میں رجوع نہیں کرتا اور عدت گذر جاتی ہے۔ اس کے بعد آیا اس کی زوجہ اسکی زوجیت میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر رہ سکتی ہے تو اس کی دلیل مطابق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ مطلوب ہے۔ اگر نہیں رہ سکتی تو اس کی بھی دلیل مطلوب ہے۔ بینوا توجروا

نذیر حسین مدرسہ تعلیم القرآن ضلع سرگودھا

جواب (۶۵۱) یہ مسلک جب آپ کو مسلم ہے کہ مجلس واحدہ کی تین طلاق ایک طلاق رجعی شمار ہیں جس میں عدت کے اندر رجوع ممکن ہے۔ اگر رجوع پایا گیا تو سابقہ نکاح بحال رہے گا۔ اگر رجوع نہ کیا اور عدت گذر گئی تو نکاح فسخ ہو گا۔ تب یہ مسلک بھی آپ کو ماننا لازم ہو گیا کہ طلاق رجعی کی عدت گذر جائے تو پھر نکاح جدید سے وہ عورت مطلقہ زید پر حلال ہے۔ ہاں اگر تین طلاق نافذ سمجھی جائیں تو پھر حرمت مغلظہ ہو گی اور زید پر عورت حرام ہو گئی جب تک کسی دوسرے سے نکاح کرنے کے بعد اس کے فوت ہونے پر یا بلا حیلہ خود اختیاری سے طلاق ملنے پر زید پر حلال ہو سکتی تھی مگر مسلک بروئے حدیث

صحیح وحسن طلاق رجعی کا راجح ہے لہٰذا آپ اس پر عمل درآمد کریں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالقادر الحصاری عفر لہ الباری بالقلم

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

سوال (۶۵۲) ایک شخص نے بحالت سفر اپنی بی بی کی طرف خط لکھ کر بھیجدیا اور اس کے اندر طلاق نامہ (تم کو تین طلاق ہیں) بایں شکل تحریر۔ تحریر کر کے ارسال کر دیا اور عدت کے اندر پھر نادم ہوا اور اس وقت وہ شخص اپنی بی بی کو رجوع کرنا چاہتا ہے اور اس وقت عدت زوجہ مطلقہ گذر چکی ہے کیا یہ رجعت جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو تجدید کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الراقم حاجی محبت اسٹیشن ٹھل پوسٹ میرپور

جواب (۶۵۲) اگر عدت کے اندر نادم ہو کر اس نے یہ کہدیا کہ میں نے طلاق دینے میں غلطی کی اب رجوع کرتا ہوں تو رجوع ہو گیا۔ اب دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہو گی۔ اور اگر صرف نادم ہوا لیکن طلاق سے رجوع نہ کیا اور عدت گذر گئی تو اب عورت اس سے جدا ہو گئی نکاح نہ رہا۔ اب اگر عورت سے صلح اور رجوع چاہے تو اس کی رضامندی سے دوبارہ نیا نکاح پڑھا سکتا ہے۔ نکاح سے وہ جائز ہو جائیگی۔

تین طلاق ایک بار کی تحریری ہوں یا تقریری ایک شمار ہوتی ہیں جس میں عدت کے اندر رجوع ممکن ہے اور بعد گزرنے عدت کے نیا نکاح پڑھانا پڑتا ہے۔ تین طلاق کا ایک ہونے کا ثبوت درکار ہو تو دفتر صحیفہ اہلحدیث کراچی سے رسالہ "طلاق ثلاثہ" منگوا کر پڑھیں وہ بہت صحیح ہے اور اس میں فیصلہ حق ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالقادر الحصاری عفر لہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

بوقت ذبح گردن الگ ہو جائے تو ذبیحہ حلال ہو گا یا حرام

سوال (۶۵۳) جانور ذبح کرتے وقت تیز چھری سے جانور کی گردن الگ ہو گئی اب یہ ذبح کیسا ہے حلال ہے یا حرام؟

سائل سید نبی احمد شاہ چک ۱۵۸

جواب (۶۵۳) عمداً اس طرح ذبح نہ کرنا چاہیے۔ اگر تیز چھری سے اتفاقیہ ایسا ہو جائے تو جانور حرام نہیں ہوتا کیونکہ حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب اللہ کا نام لیا گیا اور خون جاری ہو گیا اور رگیں کٹ گئی ہیں جن سے خون حرام نکل گیا ہے تو جانور

حلال ہے۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ کُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یعنی جس جانور کے ذبح پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اس کو کھالو۔ جو شخص حرام کہتا ہے اس سے دلیل طلب کرو ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کسی عُذر سے روزہ رمضان کی قضا اور اشیاء مسجد پر امام کے کنٹرول بابت سوال

سوال (۶۵۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

بخدمت شریف محترمی واستاذی مولانا مولوی عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہلحدیث زادک اللہ علماً وعملاً۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

اما بعد۔ واضح ہو کہ ہم الحمدللہ خیریت سے ہیں۔ آپ کی خیریت خداوند کریم سے خیر مطلوب ہوں۔ احوال آنکہ آپ کے حکم کے مطابق جماعت کے لوگوں کی نماز کی حاضریاں لگانی شروع کی تھیں جس میں کچھ لوگ سست تھے اُن کو آگاہ کیا گیا تھا۔ وہ پابندی کرنے لگ گئے تھے۔ اس کے بعد گندم کی کٹائی کا وقت آگیا۔ بہت تھوڑے لوگ باجماعت کرنے لگ گئے۔ زیادہ تر لوگ باہر رہنے لگے یا صبح سویرے چلے جاتے تھے اور رات کو آتے تھے۔ اس واسطے کچھ دیر کے واسطے حاضریاں موقوف کردی گئیں۔ پھر رمضان کا مہینہ آگیا۔ رمضان کے روزے بہت تھوڑے آدمیوں نے رکھے۔ بعض نے کہا کہ ہم گندم کی کٹائی کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم گندم اڑاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم کو گرمی ہوجاتی ہے اور احتلام ہونے لگ جاتا ہے لہٰذا پتہ دلویں کہ ان عذروں کی بنا پر روزہ قضا کر سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز بتائیں کہ مسجد کے امام کو مسجد کی چیزوں پر کنٹرول کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ مثلاً پانی کا نلکا ہر وقت چلتا رہے تو خراب ہونے کا خطرہ ہے اگر اسکی ہتھی اتار لے تو اس کو حق حاصل ہے یا نہیں۔ یا مسجد کی صفیں خراب ہوتی ہوں یا اور کوئی چیز مثلاً لالٹین وغیرہ کے لوگ اس کو استعمال کرتے ہوں تو ان کو روکنے کا امام کو حق حاصل ہے یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل جواب دیں۔ ان باتوں کی بنا پر جماعت کے بعض افراد اور غیر جماعت کے عام مجھ پر بہت ناراض ہیں۔ فقط والسلام

نویسندہ ابو التمیز عبدالعزیز لائلفوری امیر جماعت چک $\frac{141}{9L}$ ضلع منٹگمری

ڈاک خانہ بنگلہ نائی والہ

جواب (۶۵۴) آپ امام مسجد ہیں اور امیر ہیں۔ آپ کی اطاعت کرنی سب جماعت کا فرض ہے بحکم آیت اولی الامر منکم۔ اور من یطع الامیر فقد اطاعنی۔ اور حدیث ان امر علیکم عبد مجدع یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا۔ واطیعوا جو بغاوت کرے گا وہ امام کا باغی ہوگا اور جماعت سے خارج ہوجائے گا۔ امام مسجد متولی مسجد ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے اِذَا اَمَّکُمْ فَهُوَ اَمِیْرُکُمْ

آپ کو مسجد کی نگرانی اور ہر چیز کی حفاظت کرنی ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے سے منع کیا تھا۔ آج کل خدائی خوف سے عالم دینی اور امیر کی اطاعت نہیں کرتے لیکن ..... حکومت کا سپاہی، حوالدار، تھانیدار آجائے۔ وہ دو چار ماں بہن کی گالیاں دے اور حکم دے تو اس کو فوراً مان لیتے ہیں اور اس کی بڑی قدر کرتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو یہ مسلمان کس طرح ہو سکتے ہیں۔ آپ صبر سے کام لیں اور خدا و رسول کا حکم حسب طاقت پہنچاتے رہیں۔ نافرمانوں کا فیصلہ خود ہی خدا دنیا اور آخرت میں کر دے گا۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

نکاح شغار جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۵۵) ایک آدمی کی شادی دو طرفی رشتہ کی شادی (یعنی بٹہ کی شادی ہے) اور تین سال عرصہ گذر چکا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک آدمی نہ ہی اپنی بیوی کو گھر لاکر بساتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے اور ان رشتہ داروں کو کہتا ہے کہ ہماری بہن کو لے جاؤ اور اپنا گھر بساؤ۔ اور اپنی بیوی کو نہ طلاق دیتا ہے نہ بساتا ہے اور گھر والے اور اس کی بیوی بہت مجبور ہیں اور اس مسئلے کا جواب تحریر فرماویں کہ کیا کیا جاسکتا ہے اور کیا ہونا چاہئے اور عورت فیصلہ کرانا چاہتی ہے، ہو سکتا ہے یا نہیں

جواب (۶۵۵) یہ نکاح بٹہ ہے۔ اسکو عربی میں شغار کہتے ہیں۔ یہ شادی جاہلیت کی ہے جو حرام ہے۔ حدیث میں ہے لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ کہ اسلام میں نکاح بٹہ کا وجود نہیں ہے یہ نکاح جاہلیت کا ہے۔ دونوں طرف کے نکاح فسخ ہیں۔ اپنی اپنی لڑکی کو دوسری جگہ بغیر بٹہ کے بیاہ دیں۔ یہ نکاح جائز ہوگا۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبد القادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

اہلحدیث نام کیوں رکھا گیا۔ حدیث اور سنت میں کیا فرق ہے؟

سوال (۶۵۶) مکرمی جناب مولانا الحاج مولوی عبد الستار صاحب۔ کراچی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، — امسال بریلویوں کی جامعہ مسجد حنفیہ میں سالانہ سیرت کانفرنس کے موقعہ پر مولوی ..... گجراتی نے دوران تقریر میں تمام اہلحدیثوں کو یوں چیلنج کیا ہے کہ اہلحدیث کہلوانا ناجائز اور بدعت ہے۔ میں نے ان کے اس چیلنج کی تصدیق کے لئے انہیں ایک خط لکھا تاکہ تصدیق ہو جانے پر انہیں جواب دیا جائے۔ مولوی ..... صاحب نے میرے خط کے جواب میں مندرجہ ذیل خط

تحریر کیا ہے جو کہ لفظ بلفظ نقل کر کے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر آپ خود اس کا جواب صحیفہ اہلحدیث میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ اہلحدیث حضرات مستفید ہو سکیں۔ جس پرچہ میں جواب شائع کریں اس کا ایک پرچہ مولوی صاحب کو بھی بھیجدیں قیمت میں ادا کر دوں گا۔

نقل چٹھی مولوی صاحب گجراتی۔

"از طرف مفتی...... ...... مالک نعیمی کتب خانہ گجرات (پاکستان)

مہربان من! سلام مسنون آپ کا خط ملا۔ مجھے تعجب ہے کہ میں چار سال سے اہلحدیث حضرات سے مطالبے کر رہا ہوں اور آج تک آپ میرے مطالبوں سے بے خبر رہے۔ خیر خوش ہوں کہ میری امید پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مطالبے ملاحظہ ہوں:-

(۱) آپ حضرات نے اپنا لقب بجائے اہل سنت کے اہل حدیث کیوں اختیار فرمایا اور کیا آپ ساری حدیثوں پر عامل ہیں؟

(۲) حدیث کسے کہتے ہیں اور سنت کسے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے اور چاروں نسبتوں میں سے کونسی نسبت ہے؟

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ یہ نہ فرمایا عَلَيْكُمْ بِحَدِيْثِيْ۔ اس میں کیا راز ہے؟

مگر جو جواب دیں وہ حدیث صریح صحیح سے دیں۔ اپنی رائے اور ایچ پیچ کو دخل نہ دیں اور از کراچی تا پشاور تمام اکابر اہلحدیث سے مشورہ کر لیں۔ ہم کو بہت خوشی ہوگی اگر آپ نے صحیح جواب صحیح حدیث کے ماتحت دیا۔ ہم اسے اپنی کسی تصنیف میں شائع بھی کر دیں گے انشاء اللہ (دستخط احمد یار خاں مورخہ ۴ ۱۱/۵)

فقط والسلام۔ المرسل ابو سلطان عبد الحمید لدھیانوی۔ راولپنڈی

جواب (۶۵۶) اسلام ایک ہے اس پر قائم رہنے والوں کو مسلم اور مسلمان کہتے ہیں جیسے قرآن سورۂ حج میں ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ جب اللہ نے مسلمان نام رکھا تو تم نے اہل سنت نام کیوں رکھا ہے؟ جو اس کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے، یہ تو الزامی جواب ہے۔ اب تحقیقی جواب سنئے کہ جب مسلمانوں میں فرقہ بندی شروع ہوئی تو جس کا جو طرز عمل ہوا وہی اس کا نام پڑ گیا مثلاً جب رافضی اور خارجی فرقے ظاہر ہوئے تو جو لوگ طریقہ نبوی اور صحابہ پر قائم رہے اور وہ رافضی اور خارجی نہ ہوئے تو انکا نام اہل سنت والجماعۃ نام پڑ گیا یعنی طریقہ رسول اور طریقہ صحابہ والے لوگ جو رسول اللہ اور صحابہ کے مطابق عمل کرتے ہیں حالانکہ یہ نام کسی حدیث میں نہیں آیا مگر طرز عمل ہونے پر

دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں پڑ گیا جس طرح قرآن نازل ہونے پر مسلمان اہل قرآن ہوئے جیسے حدیث میں ہے اَوْتِرُوْا یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ وتر پڑھو اے اہل قرآن!

اس طرح یہود کو قرآن میں اہل تورات اور نصاریٰ کو اہل الانجیل پکارا گیا کہ ان کا تعلق اور مذہب ان کتابوں پر تھا جس طرح ان کے مقابلہ میں اہل قرآن کا قرآن پر تھا حالانکہ وہ مسلمان۔ یہود۔ نصاریٰ کے نام سے قرآن نازل ہونے سے پہلے نامزد تھے۔

اس سے یہ اصول ثابت ہوا کہ جن لوگوں کا تعلق کسی چیز کے ساتھ ہوگا اسکی طرف طرز عمل کے لحاظ سے نسبت کرنی جائز ہوگی چنانچہ امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے اور پھر وہ عالم ہو کر امام ہوئے تو ان کے فتوے اور مسائل ملک میں پھیلے۔ پھر جو لوگ ان کے اقوال پر اور ان کی رائے پر عمل کرنے لگے تو ان کو حنفی اور اہل رائے کے نام سے پکارا گیا۔ اسی طرح امام شافعی رح کے مقلدوں کو شافعی اور امام مالکؒ کے مقلدوں کو مالکی اور امام احمدؒ بن حنبل کے مقلدوں کو حنبلی کہا گیا حالانکہ یہ نام کسی حدیث میں نہیں اور سائل ان کو جائز جانتا ہے کیونکہ ان ناموں سے ان کا طرز عمل ظاہر ہے تو پس جن لوگوں نے ان اماموں کے اقوال لے کر تقلید نہ کی اور صرف علم حدیث سے تعلق پیدا کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقریر کو معمول بہا بنایا جس کو حدیث کہتے ہیں تو ان کا نام اہل حدیث ہوا

ہم اہل سنت بھی ہیں۔ یہ نام ہمارا رافضی خارجی فرقوں کے مقابلہ میں ہے۔ ہم اہلحدیث بھی ہیں۔ یہ نام ہمارا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی جو مقلدین ہیں اور اماموں کے اقوال کو لے کر عمل کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں ہے۔ اگر حنفی شافعی کہلانا جائز ہے کہ ان کے طرز عمل کا نام ہے تو اہل حدیث کہلانا بھی جائز ہے کہ یہ ہمارے طرز عمل کا نام ہے۔ عرب و عجم کے احناف مل کر قرآن یا کسی حدیث سے حنفی شافعی نام نہیں دکھا سکتے ہیں لیکن ہم یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ امام خطیب بغدادی جزو شرف اصحاب الحدیث میں یہ حدیث اپنی سند سے لائے ہیں کہ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا رَاَی الشُّبَّانَ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِیَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا اَنْ نُّوَسِّعَ لَکُمْ فِی الْمَجْلِسِ فَاِنَّکُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ الْحَدِیْثِ بَعْدَنَا یعنی ابوسعید خدریؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیث کے طالب العلموں کو دیکھتے تو خوش آمدید فرماتے اور کہتے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے کہ ہم تمہارے لئے مجلس میں گشادگی کریں تم ہمارے خلیفہ ہو اور اہلحدیث ہمارے بعد ہو

اسی طرح اور بھی بہت دلائل ہیں، شرف اصحاب الحدیث دیکھو۔ اب سائل کو چاہیے

کہ اپنے اہل سنت اور حنفی کہلانے کا ثبوت کسی حدیث نبوی یا اقوال صحابہ میں دکھائے

(۲) حدیث اور سنت کا مطلب اور محاورہ ان ناموں میں سے ایک ہی ہے اہل سنت کا مطلب نبی صلعم کے طریقہ والے اور اہلحدیث کا مطلب نبی صلعم کی حدیث والے نبی صلعم کا طریقہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو بات ایک ہی ہے۔ ہاں لغوی معنی میں فرق ہے کہ نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے باقی مذہبی محاورہ میں نسبت تساوی ہے اس لئے پیر جیلانی رح نے جنکو احمد یار خدا کے درجہ میں سمجھتا ہے اہل سنت کو اہلحدیث لکھتے ہیں کہ دونوں نام ایک ہی گروہ کے ہیں کہ مطلب ایک ہے۔

(۳) جس حدیث میں عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ فرمایا ہے۔ اس سے مراد حدیث ہے اسلئے امام ابو حنیفہ رح نے یہ فرمایا کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ یعنی میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔ اب اگر سنت کا معنیٰ حدیث نہ کروگے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا غلط ہوگا جس سے مذہب حنفی تمام غلط ہو جائے گا۔

حدیثوں میں سنت سے مراد حدیث ہے جس سے طریقہ نبی صلعم کا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر حدیث نہ لوگے تو نبی کا طریقہ یعنی سنت کہاں سے ثابت کروگے؟ سنت قول و فعل نبوی صلعم کو کہتے ہیں اور قول و فعل نبوی صلعم حدیثوں میں ہے تو حدیث اور سنت محاورہ میں مترادف ہیں۔ ہم نے تو ثبوت دیدیا ہے۔ اب تم اس طرح حنفی کہلانا ثابت کرو مگر قیامت تک ثابت نہ کرسکوگے انشاء اللہ۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری عفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

شوہر مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق سوال

سوال (۶۵۹) میری لڑکی قدرت بیگم جس کا نکاح سولہ سال کی عمر میں روشن شاہ ساکن ٹنڈو آدم کے ساتھ اکتوبر ۵۳ء میں ہوا اور لڑکی کو اس کے سسرال بھیجدیا۔ پندرہ بیس دن سسرال میں رہنے کے بعد جب لڑکی کو والدین کے مکان پر لائے تو لڑکی نے اپنے شوہر کے پاگل ہو جانے کا بیان کیا اور بتایا کہ لڑکا قرآن پاک کی آیات کی بیحرمتی کرتا ہے اور گھر میں آٹا وغیرہ دوسری چیزیں اُٹھا اٹھا کر پھینکتا ہے۔ خیر ہم نے یہ حالات سن کر صبر کیا اور لڑکی کو تسلی تشفی دی۔ لڑکی کے والدین کے گھر آجانے کے بعد لڑکا نامعلوم کہاں چلا گیا جس کو تقریباً چار سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ لڑکے کی کافی تلاش کی مگر آج تک کوئی پتہ نہیں اور لڑکے کے والدین بھی زندہ نہیں ہیں۔ لڑکی اپنے باپ کے پاس ہے اور میری یعنی لڑکی کے والد کی عمر تقریباً ستر سال کے ہے۔ خدانخواستہ میرے بعد لڑکی کا کیا حشر ہو۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ میری لڑکی کو کہیں نکاح پڑھادوں

اس لئے یہ سوال لکھ کر جناب سے جواب طلب کر رہا ہوں کہ از روئے قرآن وسنت ایسی حالت میں میری لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں فقط
سائل وزیر محمد ساکن حیدرآباد ۱۰؍جنوری ۱۹۵۸ء

جواب (۶۵۹) سوال سے ظاہر ہے کہ لڑکی منکوحہ کا شوہر پاگل ہو کر عرصہ چار برس سے مفقود الخبر ہے اور اس کا کوئی ایسا وارث نہیں جو اس کا پتہ دے سکے اندریں حالات حضرت عمر فاروق خلیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ہے کہ چار برس کے بعد وہ عورت جس کا خاوند مفقود الخبر ہے دس دن اور چار ماہ عدت اس کی وفات کی گذار کر کسی دوسری جگہ نکاح کرے اور اس کو فوت شدہ تصور کرے۔

علمائے حنفیہ نے بھی بر ضرورت اس فیصلہ فاروقی پر فتویٰ دیا ہے ملاحظہ ہو جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ۔ طحطاوی۔ شامی شرح در مختار وغیرہ۔ علماء دیوبند نے بھی ضرورت کی بنا پر اس کا فتویٰ دیا ہے، اس لئے یہ فیصلہ قابل عمل ہے۔

ہاں قانونی گرفت سے خطرہ دور کرنے کے لئے حکومت وقت کے حاکم سے درخواست دیکر اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری بالقلم۔
الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کسی گھر کے دروازہ پر کلمہ طیبہ پڑھ کر سوال کرنا کیسا ہے

سوال (۶۶۰) کسی کے گھر کے دروازہ پر کوئی شخص کلمہ طیبہ پڑھ کر کچھ سوال کر سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ یہ طریقہ ہمارے ہاں مروج ہے کہ سائل گھر کے دروازہ پر اگر کلمہ طیبہ پڑھ کر سوال کرتے جاتے ہیں، یہ شرع کی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟ باحوالہ تحریر فرمائیں
سائل محمد محفوظ الرحمٰن دیناجپوری جماعت عالم دوم ضلع بگوڑا

جواب (۶۶۰) سائل کو کلمہ طیبہ پڑھ کر سوال کرنا جائز نہیں۔ اور یہ کلمہ کی توہین ہے، اور بدعت ہے۔ صرف اپنی حاجت ظاہر کر کے فی سبیل اللہ کا سوال کرنا مشروع ہے کلمہ سے سوال کرنے کا رواج بدعت ہے کیونکہ شرع سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

صلوٰۃ عیدین کی ہر تکبیر میں رفع الیدین کے متعلق استفسار

سوال (۶۶۱) صلوٰۃ عیدین کی ہر تکبیر میں رفع الیدین کے بارے میں اصح قول کیا ہے؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔ (سائل مذکور)

جواب (۶۶۱) اصح قول یہ ہے کہ رفع الیدین کرنا چاہئے۔ اہلحدیث اور حنفیہ سب کا معمول بہا ہے۔ سنن کبریٰ بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ کتبہ عبدالقادر الحصاری عفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

دھان کے فطرہ کے بارے میں سوال

سوال (۶۶۲) دھان کا فطرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی مقدار کتنی ہونی چاہئے بالادلہ تحریر کریں۔ اور صاع کے وزن کے بارے میں اصح اور مشہور قول کیا ہے؟ بالوضاحت اطلاع فرماویں۔

(السائل مذکور)

جواب (۶۶۲) دھان کا فطرہ دینا جائز ہے اور اس کی مقدار بھی ایک صاع ہے۔ صاع عربی ٹوپہ ہے جو پانچ رطل اور ثلث رطل کا ہے۔ اسی وزن کا ٹوپہ مدینہ میں مروج تھا۔ ایک رطل آدھ سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ پس کل وزن صاع کا دو سیر دس چھٹانک تین تولہ ہوا۔ کتبہ عبدالقادر الحصاری عفرلہ الباری

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی۔

کیا نکاح شغار فسخ ہوسکتا ہے؟

سوال (۶۶۳) کیا فرماتے ہیں علمار کرام اس مسئلہ کے بارے میں بینوا توجروا زید نے ایک عورت سے بٹہ پر نکاح کیا۔ ایک سال کے بعد خاوند اور بیوی کی آپس میں ناچاقی ہوگئی جس کی وجہ سے عورت اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ تقریباً تین سال کے عرصہ کے بعد ناچاقی کے دوران میں۔ زید کا کسی دیگر عورت سے ناجائز تعلق ہوگیا۔ اسی عورت کو اغوا کرکے لے گیا۔ اب وہ اغوا شدہ عورت کو بخوشی بسا رہا ہے تقریباً دو سال ہوگئے ہیں۔

اب زید کی پہلی بیوی کو اپنے والدین کے گھر اُجڑی بیٹھے ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ زید نہ اس کو بساتا ہے اور نہ ہی اس کو خرچ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے اب اس عورت کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ کیا بغیر طلاق دیگر نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔ العبد

تحریر کنندہ مختار احمد عفی عنہ ساکن سونی میاں عبدالحق صاحب

گواہ شد حاکم علی ولد مستقیم چک شیر محمد (نشان انگوٹھا)

گواہ شد کمال دین ولد عاشق سکنہ چک شیر محمد (نشان انگوٹھا)

من جانب مختار احمد عفی عنہ۔

جواب سے جلدی نوازیں بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب (٦٦٣) نکاح بٹہ حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ لَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ یعنی اسلام میں نکاح تبادلہ نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے نکاح بٹہ جو مدینہ میں ہوا تھا اس میں بلا طلاق تفریق کرادی تھی ملاحظہ ہو ابوداؤد۔

اس عورت کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے مگر موجودہ حکومت کے قانون کی گرفت سے بچنا چاہیئے۔ کسی وکیل سے مشورہ کرکے نکاح بذریعہ عدالت فسخ کرائیں۔ خاوند بدکار اور ظالم ہو اور وہ عورت کو آباد نہ کرے تو اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ عورت چار یا پانچ سال کے خرچہ کا مطالبہ قانوناً کرسکتی ہے۔

اگر نکاح بٹہ کے حرام ہونے کے دلائل اور علماء کے فتوے ملاحظہ کرنے ہوں تو کراچی ۱۵ برنس روڈ آرٹیلیری میدان مسجد محمدی سردار مولانا حافظ عبدالغفار صاحب سلفی سے رسالہ نکاح بٹہ چھ آنے کے ٹکٹ بھیجکر منگوالیں۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

لاولد متوفیہ کے ترکہ کے بارے میں سوال

سوال (٦٦٤) زید کی عورت لاولد فوت ہوئی جس کے وارثان والدین زندہ ہیں اور صرف زید جس کی عورت منکوحہ مدخولہ تھی زندہ ہے (۱) جہیز جو کہ والدین نے دیا (۲) زیورات جو کہ اس کے خاوند نے خود بنوائے تھے۔ اب متوفیہ کے والدین اور شوہر میں صرف پارچہ جات اور زیورات کا جھگڑا ہے۔ از روئے شرع شریف فیصلہ فرمایا جاوے۔

(مولوی) اللہ بخش (صاحب) ٹھیکیدار موضع محمد پور

جواب (٦٦٤) جو عورت لاولد فوت ہوئی اور اپنا ملک چھوڑ گئی ہے وہ اسکا ترکہ ہے۔ اس کا وارث زید اسکا خاوند ہے اس کو نصف حصہ ملے گا۔ باقی ترکہ اسکے والدین کا ہے۔ خاوند نے جو زیورات بناکر دیئے اور والدین نے جو کچھ دیا وہ عورت کا ملک ہوگیا۔ اب اس کا ورثہ ہوگا جو بمطابق شرع تقسیم کرنا چاہیئے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ جو ظلم کرے گا وہ پکڑا جائے گا والسلام

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

چُنگی کی ملازمت اور میونسپل کمیٹی کی ممبری وغیرہ کی بابت سوالات

سوال (٦٦٥) محترم مولانا عبدالستار صاحب! السلام علیکم کے بعد عرض

ہے کہ بندہ کو مندرجہ ذیل مسئلہ درپیش ہے اس لئے آپ کی خدمت میں تحریر کر رہا ہوں مہربانی فرما کر اپنی پہلی فرصت میں جواب تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔ براہ کرم واضح الفاظ میں اور جہاں تک ہو سکے تشریح کے ساتھ تحریر فرماویں تاکہ سمجھنے میں کسی قسم کی دقت نہو مسئلہ مندرجہ ذیل ہے

(۱) محکمہ محصول چونگی میں ملازمت کرنی جائز ہے یا کہ نہیں یعنی کہ محرر چونگی۔ چپراسی چونگی۔ انسپکٹر چونگی اور سپرنٹنڈنٹ چونگی وغیرہ کی ملازمت اور روزی حلال ہے یا کہ حرام کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مشکوٰۃ شریف میں محصول چونگی والے کی بخشش نہ ہونے کے متعلق تحریر ہے۔ تشریح کے ساتھ تحریر فرماویں۔

(۲) کیونکہ محکمہ محصول چونگی کا تعلق میونسپل کمیٹی سے ہوتا ہے اس لئے میونسپل کمیٹی میں سکریٹری یا کلرک یا چپراسی وغیرہ یا میونسپل کمیٹی میں سکریٹری یا کلرک یا چپراسی وغیرہ یا میونسپل کمیٹی کی کوئی اور ملازمت کرنی چاہیئے یا کہ نہیں۔ شریعت کے مطابق کیا حکم ہے۔ ایسی روزی حلال ہوگی یا کہ حرام۔

(۳) میونسپل کمیٹی کے امور میں کسی قسم کا حصہ لینے کے متعلق کیا حکم ہے یعنی کہ میونسپل کمشنر یا پریزیڈنٹ وغیرہ ہونا چاہیئے یا کہ نہیں؟

عبدالعزیز سپروائزر گوٹھ ملاں اسمٰعیل۔ کالی موری حیدرآباد

جواب (۶۶۵) (۱) محصول چونگی لینا دینا حکومت کا قانون ہے۔ شرع میں اسکا حکم ثابت نہیں ہے۔ محصول چونگی میں ظلم ہوتا ہے اس لئے اس کی ملازمت سے بچنا واجب ہے۔ کوئی نوکری جس میں گناہ کرنا پڑے کرنی حرام ہے۔

(۲) میونسپل کمیٹی کا ممبر، رکن اور پریزیڈنٹ بننا جائز ہے مگر جائز کام کرے ناجائز نہ کرے ہاں اگر ناجائز کام کرنا پڑے تو پھر جائز نہیں ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

متوفیہ کے مہر کی ادائیگی، ڈاڑھی کے گناہ اور عورت کی کمائی مرد کے کھانیکے بارہ میں سوالات

سوال (۶۶۶) بخدمت جناب مولانا الحاج عبدالستار صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ عرض خدمت ہے کہ ایک مسئلہ درپیش ہے جس کو حل کر کے تحریر فرمائیں

(۱) ایک شخص نے اپنی بیوی کا مہر نہ ہی ادا کیا اور نہ ہی معاف کرایا۔ اسی حال میں بیوی رحلت کر گئی کیا ابھی اسکا مہر ادا کیا جا سکتا ہے؟ اگر اب ادا کیا جائے تو کس کو دیا جائے مفصل تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

(۲) کیا ڈاڑھی منڈانا ایسا گناہ ہے جیسا کہ ماں سے صحبت کرنا۔ کیا کسی حدیث سے

تحریر فرمائیں۔

(۳) کیا عورت کی کمائی کھانی مرد کو ناجائز ہے؟ مثلاً عورت ملازمت کرتی ہے وغیرہ
فاطمہ بیگم دختر مرحوم اصغر علی خاں نمبردار صاحب کی طرف سے مولانا صاحب کے اندرون خانہ کو بہت بہت السلام علیکم۔

فاطمہ بیگم اول معلمہ ڈی بی گرلز سکول۔ ڈھوڈیال تحصیل چکوال

جواب (۶۶۶) (۱) ہاں اب بھی مہر ادا کرنا ضروری ہے لیکن اب مہر اس عورت کا ورثہ قرار دیا جاوے گا جس سے خاوند کو بھی حصہ ملے گا اس لئے عورت کے تمام قریبی رشتہ دار لکھ کر پھر اس کے حصے کسی عالم سے کرا کر اس فریضہ کو ادا کرو، ورنہ خاوند اس حق مہر میں قیامت کو پکڑا جائے گا۔

(۲) ڈاڑھی منڈانا گناہ ہے مگر یہ کہنا کہ ماں سے صحبت کرنے کے برابر ہے یہ غلط ہے۔

(۳) عورت خوشی سے کھانا کھلائے اور اپنی کمائی دے تو یہ جائز ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری ۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کثرت ریاح ادائیگی نماز میں باعث دشواری ہو تو کیا کرے؟

سوال (۶۶۷) محترم جناب مولانا امام صاحب زاد مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مزاج شریف۔ امید کہ آپ خیریت سے ہونگے۔ باعث تکلیف دہی یہ کہ ایک مریض ہے جس کو ریاح بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ دیر تک وضو قائم نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ ایک وقت کی نماز بھی پڑھنی مشکل ہوتی ہے۔ بار بار وضو کرنا بھی باعث تکلیف ہے۔ ایسی حالت میں مریض مذکور کیا کرے۔ کیا ابتداءً وضو کر کے نماز شروع کرنے کے بعد اگر درمیان نماز وضو ٹوٹ جائے تو بلا وضو ہی نماز پوری کرے یا پھر وضو کرے۔ اگر دوبارہ وضو کرے تو پھر بحالت نماز وضو ٹوٹ جاویگا تو ایسی حالت میں نماز اور وضو ہی میں سب وقت گزر جائے گا۔ لہٰذا ایسی مجبوری کی حالت میں جو امر شرعًا ہو اس سے مطلع فرمائیے تاکہ مریض مذکور اس جھنجھٹ میں پڑ کر نماز ہی نہ چھوڑ بیٹھے۔

ایسی حالت بھی ہوتی ہے کہ وضو کرتے کرتے ہوا خارج ہو جاتی ہے اور ایک ہی وضو کرتے ہوئے کئی بار مکرر وضو کرنا پڑتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وضو شروع کر کے پھر خواہ درمیان وضو یا درمیان نماز وضو ٹوٹتا رہے اور یہ ایک ہی وضو سے نماز پڑھتا رہے۔ بینوا بالکتاب والسنۃ توجروا من اللہ تعالیٰ۔ فقط والسلام

ڈاکٹر شیخ علی احمد خاں میرپور خاص

جواب (۶۶۷) آنحضور صلعم کے وقت میں بعض عورتوں کو مرض استحاضہ تھا یعنی ہر وقت ان کو خون آتا رہتا تھا۔ انہوں نے آنحضور صلعم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے اُن کو ہر نماز کے لئے طہارت وضو وغیرہ کا حکم دیا تھا پھر وہ نماز پڑھتی رہیں خواہ خون جاری رہا کوئی حرج نہیں ہوا۔ اس سے یہ مسئلہ ظاہر ہوا کہ جس کو خون، زخم یا ریح وغیرہ کا ایسا عارضہ ہو کہ وہ کسی وقت نہ تھمے تو اس کو ہر نماز کے لئے وضو کر کے اپنی نماز ادا کرتے رہنا چاہیئے پھر خواہ نماز میں خون، ریح وغیرہ خارج ہوتے رہیں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں تنگی نہیں رکھی اور کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی اس مریض کو بے فکر ہو کر نماز ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ ہاں علاج کراؤ کہ خدا شفا دے

کتبہ عبدالقادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو پانی پاک رہا یا نہیں؟

سوال (۶۶۸) محترم حضرت مولانا عبدالستار صاحب امام جماعت غربا اہلحدیث السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ درج ذیل مسئلہ کا صحیح بروئے حدیث بتفصیل جواب تحریر فرما کر ارسال فرما دیں ممنون ہوں گا۔

ایک کنوئیں میں جس کا پانی بارہ ہاتھ گہرا ہے۔ رات کے وقت ایک .... چوہا گر کر مر گیا۔ صبح کے وقت لوگوں نے وہ پانی لاعلمی سے پی لیا۔ مگر جب انہوں نے چوہے کو مرا ہوا کنوئیں سے نکالا تو اپنے گھڑے انڈیل دیئے اور پانی کو حرام قرار دیا یعنی کنوئیں کو بھی ناپاک سمجھا حالانکہ نہ کنوئیں کے پانی کا رنگ بدلا نہ ذائقہ اور نہ ہی بو۔

بعض گھریلو مفتیوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اس میں سے تیس ڈول پانی، بعض نے ساٹھ ڈول پانی اور بعض نے کنوئیں کا تمام پانی نکالنے کو کہا۔ اب آپ اس بات کا جواب دیں کہ آیا وہ کنواں شریعت کی رو سے واقعی ناپاک ہے اور اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے اور ناپاک ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

علی محمد مہاجر موضع چند۔ تحصیل و ضلع رحیم یار خاں۔

جواب (۶۶۸) کنوئیں میں چوہا وغیرہ گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہو گا کیونکہ آنحضور صلعم کے زمانہ میں مدینہ کے نواح میں بیر بضاعہ تھا جس میں حیض کے کپڑے، مردار کے گوشت، ہڈیاں گرتی تھیں۔ لوگ اس کنوئیں سے پانی پیتے تھے۔ آپ کو بھی اس سے پانی دیا جاتا تھا۔ آپؐ سے اس کا مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا اِنَّ الْمَآءَ طَهُوْرٌ لَّا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ کہ پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے اس کو کوئی چیز

پلید نہیں کرسکتی۔

دیگر حدیث میں ہے کہ اِذَا کَانَ الْمَآءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ یعنی جب پانی پانچ مشک جمع ہو تو وہ کسی پلید چیز کے پڑنے سے پلید نہیں ہوتا۔

ان دلائل کی رو سے کنویں کا پانی چوہا گرنے سے ناپاک نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے اس کو ناپاک جان کر گھڑے انڈیل دیئے اور جن مفتیوں نے ناپاکی کا فتویٰ دیا سب غلطی پر ہیں۔ اس کی کوئی دلیل قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ یہ غلو ہے اللہ اس غلو سے بچائے آمین۔ ہاں اپنی دلی کراہت دفع کرنے کے لئے کنواں صاف کردے تو یہ جائز ہے۔ شرعًا اس کا کوئی حکم وارد نہیں ہے۔ محض قیاسات یا اقوال ہیں جو حجت نہیں۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری   الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

دفن کرنے کے بعد کپڑا بچھا کر تین روز تک تلقین وافسوس کے لئے بیٹھنا اور برائے ایصالِ ثواب اکٹھے ہو کر قرآن خوانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۶۶۹) بخدمت جناب مولانا عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہلحدیث السلام علیکم۔ مندرجہ ذیل مسئلوں کا حدیث سے جواب تحریر فرمائیں نہایت مہربانی ہوگی

(۱) شریعت اس مسئلہ میں کیا فرماتی ہے کہ مردہ کے دفن کرنے کے بعد تین روز برائے تلقین یا افسوس کپڑا بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں میت کے دفن کرنے کے بعد تین دن کس طرح کرتے تھے۔

(۳) قرآن مجید اکٹھے بیٹھ کر پڑھنا اور بعد میں مُردہ کو بخشنا کیا جائز ہے یا کہ نہیں

جمعدار مرزا عبدالقدیر بیگ بہوی

جواب (۶۶۹) (۱) میت دفن کرنے کے بعد اہل میت گھر آجائیں تو ان کو تین دن سوگ رکھنا جائز ہے بایں طور کہ وہ کوئی خوشی اور زینت کا کام نہ کریں۔ غمگین صورت سے رہیں۔ اُن کو کھانا پکا کر دینا دوسرے رشتہ دار اور مسلمانوں کو حکم ہے۔

(۲-۳) نیز تعزیت کے لئے ان کے پاس جانا اور ان کو صبر دلانا درست بلکہ مسنون اور کار ثواب ہے، لیکن دروازہ پر فرش بچھانا اور فاتحہ خوانی کرنا اور اکٹھے ہو کر قرآن پڑھنا یہ بدعت ہے۔ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔ ہاں نماز پڑھ کر میت کے حق میں دعا کریں یا مالی صدقہ دے کر ایصالِ ثواب کریں تو یہ درست ہے مگر تیجہ ساتا کوئی دن مقرر نہ کریں۔ قبر پر جا کر دعا کریں تو یہ درست ہے، مگر گھر جا کر فاتحہ خوانی کرنا یہ ثابت نہیں ہے

جس قدر ہو سکے سنت کے مطابق عمل کریں۔ بدعت نہ کریں ورنہ ثواب نہ ہوگا۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

قرآن مجید کو چومنے اور وسیلہ کی بابت سوال

سوال (۶۷۰) محترم جناب امام صاحب جماعت غرباء اہلحدیث السلام علیکم۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ میری بیعت قبول فرماویں اور جملہ شرائط سے بندہ کو آگاہ فرماویں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ فتویٰ بھیجتے وقت کونسی شرائط کا ہونا لازمی ہے۔

(۱) قرآن مجید کو چومنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) محمدؐ کا واسطہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیئے یعنی اے اللہ محمدؐ کا صدقہ مجھے بخش دے یہ جائز ہے یا شرک ہے، عنایت فرماویں۔

آپ کا دعاگو کمپاؤڈر محمد حسن حکیم عبدالغفار خاں ضلع منٹگمری

جواب (۶۷۰) (۱) قرآن پڑھتے وقت قرآن کو چومنا کسی حدیث صحیح اور تعامل سلف سے ثابت نہیں ہے۔

(۲) دعا کرنے کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی، ولی، بزرگ کا واسطہ یا وسیلہ یا طفیل وغیرہ کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ہے۔ یہ سب کام بدعات میں داخل ہیں۔ قرآن میں ادعیہ کا ذکر ہے اور حدیثوں میں دعائیں مذکور ہیں، کہیں واسطہ، وسیلہ طفیل وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

کتبہ عبدالقادر حصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

نوٹ:۔ فتویٰ پوچھتے وقت ٹکٹ یا جوابی کارڈ یا لفافہ ضرور بھیجئے۔ امام صاحب نے آپ کی بیعت قبول کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔ آمین (نجیب الاثری)

گھر میں کتا رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال (۶۷۱) ایک کتا جب اذان ہوتی ہے تو اذان کے ساتھ ہی رونا چلانا شروع کر دیتا ہے۔ پانچوں وقت اذان کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اسے فرشتے یا شیطان نظر آتا ہے آپ اس کا جواب دیں کہ اس کو مار دیا جائے یا نہیں؟ کیا وجہ روتا کیوں ہے۔ کتا گھر میں رکھا ہوا ہے مار دیا جائے یا نہیں؟

سائل عبدالغنی مسکین ضلع لائلپور

جواب (۶۷۱) کتا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر شکاری کہ اس سے شکار کیا جاوے یا بھیڑوں بکریوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے جب کہ ریوڑ کے پاس رکھا جائے یا باہر یا

کھیتی کی حفاظت کے لئے رکھا جاسکے۔ ان کے علاوہ

صورتوں کے علاوہ کتا گھر میں رکھنا ناجائز ہے۔اگر کوئی رکھے گا تو اس کے اعمال سے ایک قیراط ہمیشہ کم کیا جائے گا اور رحمت کا فرشتہ اس کے گھر میں داخل نہ ہوگا۔حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ملاحظہ ہو مشکوۃ باب ذکر الکلب۔

حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا لیکن یہ فرمایا کہ شکاری کتے اور بکریوں وغیرہ حیوانوں کے محافظ کتوں کے بغیر سب کتوں کو قتل کردو۔ خاص کر سیاہ کتے کو آپ نے شیطان فرمایا ہے اسکو ضرور قتل کیا جائے۔ دیگر یہ کہ حدیث میں ہے کہ گدھے اور کتے کی آواز سنو تو یہ دعا پڑھو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o اس سے ظاہر ہے کہ ان کو شیطان نظر آتا ہے۔اور حدیث میں ہے کہ مرغ کی آواز پر یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ کیونکہ یہ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔والسلام۔

کتبہ عبد القادر حصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

صدقہ جاریہ مسجد وغیرہ پر اپنے نام کا پتھر لگانا کیسا ہے

سوال (۶۷۲) صدقہ جاریہ مسجد وغیرہ پر اپنے نام کا پتھر وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

حکیم بہاؤ الدین قرطبی و حاجی اللہ بخش قرطبی راجن پور

جواب (۶۷۲) اگر اپنی طرف سے یا اپنے والدین کی طرف سے صدقہ جاریہ مسجد وغیرہ بنادے تو اس کا ثواب بشرط خلوص نیت ہمیشہ ملتا رہے گا لیکن پتھر لکھوا کر لگانا ایک رسم ہے۔اس سے ریا اور سمعہ کا اندیشہ ہے۔اس سے بچنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ شہرت سے نیکی برباد ہو جائے والسلام

کتبہ عبد القادر حصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

مفقود الخبر کی بیوی اور اس کے ترکہ کے متعلق سوالات

سوال (۶۷۳) بخدمت جناب مولانا صاحب مفتی پاکستان کراچی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین:۔

(۱) ایک شخص اب سے پانچ سال پہلے حج کے لئے سعودی عرب گیا تھا جواب تک لاپتہ ہے۔کیا اب اس شخص کی بیوی نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) لاپتہ شخص کی دو لڑکیاں ہیں۔ان لڑکیوں کی وراثت کے بارہ میں انکی نانی اور پھوپھی کے درمیان تنازعہ ہے۔کیا ان لڑکیوں کی وارث نانی ہوسکتی ہے یا پھوپھی؟

ایک سائل از جھڈو

جواب (۶۷۳) (۱) لاپتہ شخص جس کو شرعاً مفقود الخبر کہتے ہیں اس کی بابت فیصلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ چار سال انتظار کرکے پھر اس کو فوت شدہ تصور کرکے چار ماہ دس دن عدت گذارے پھر کسی شخص سے عقد ثانی کرے - یہ نکاح درست ہوگا - پھر وہ اگر آجائے تو اس کو عورت نہیں مل سکتی - نکاح فسخ ہوچکا ہے اس کی سزا بھی ہے کیونکہ اس نے نہ اپنی اطلاع بھیجی اور نہ عورت کو خرچہ دیا تب عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگیا اور خاوند اول کا کچھ حق نہ رہا -

(۲) جب وہ شخص فوت شدہ سمجھا گیا تو اس کی وراثت اس طرح تقسیم ہوگی کہ عورت کو آٹھواں حصہ اور لڑکیوں کو دو ثلث اور چھٹا حصہ نانی کو اور باقی بہن کو ورثہ ملے گا کہ وہی بطور عصبہ باقی ہے -

کتبہ عبدالقادر الحصاری - الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

شرکیہ عقیدہ رکھنے والے کی بابت سوال

سوال (۶۷۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ایسے شخص کے متعلق جو محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماکان و مایکون سمجھتا ہے - نذر و نیاز غیر اللہ کا قائل ہے - باوجود سمجھانے کے اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتا اور اپنے عقیدہ پر مضبوط رہتا ہے اور ساتھ ہی کلمہ پڑھتا ہے - کیا یہ شخص یا ایسا عقیدہ رکھنے والے اشخاص مشرک ہیں یا نہیں - اگر مشرک ہیں تو پھر مرتدین کی جماعت میں شمار ہونگے اور انکا ذبیحہ حرام ہوگا یا وجود مشرک ہونے کے اہل کتاب کا حکم رکھتے ہیں -

جواب (۶۷۴) ایسے عقیدہ اور اعمال مشرکانہ کرنے والا شخص مسلمان نہیں ہے، نہ اس کا ذبیحہ جائز ہے اور نہ اس کا جنازہ جائز ہے نہ ایسے کی اقتدا کرنی جائز ہے نہ اس سے مناکحت کرنا جائز ہے - اہل کتاب شرع کی اصطلاح میں یہود، نصارے ہیں - ان کے بغیر کوئی دوسرا اہل کتاب نہیں ہوسکتا وہ کافر اسلام سے خارج کہلائیگا خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے -

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

توسل بالابدان والذوات جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۶۷۵) توسل بالابدان والذوات جائز ہے یا نہیں - اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر قابل توضیح بات یہ ہے کہ توسل بالاحیاء والاموات برابر ہے یا فقط یہ صورت جائز ہے کہ جو نیک لوگ زندہ ہیں ان کے پاس جاکر انسے بارگاہ ایزدی میں

دعار کی درخواست کی جائے یا بحرمت فلاں، بطفیل فلاں، ببرکت فلاں کہہ کر دعا مانگی جائے جو صورت جواز ہو اس کو قرآن مجید و حدیث شریف کی روشنی میں واضح کیا جاوے۔

جواب (۶۷۵) توسل بالاحیار درست ہے۔ توسل بالاموات شرع سے ثابت نہیں یہ بدعت ہے۔ توسل بالاحیار تو حدیث سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے اور وہ توسل یہ ہے کہ ان سے دعا کرائے اور خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور بزرگ کی دعا پر آمین کہے۔

توسل بالاموات شرع سے ثابت نہیں۔ ایک بار قحط سالی ہوئی تو لوگ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمر رضؓ نے حضرت عباسؓ کو بلا کر ان کا توسل کیا اور یہ کہا کہ یا اللہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے میں موجود تھے تو ہم ان سے توسل کرتے تھے۔ اب ہم ان کے چچا کا توسل کرتے ہیں۔ حضرت عباس رضؓ نے دعا کی اور حاضرین نے آمین کہی تو بارش ہوگئی۔ یہ واقعہ بخاری میں ہے۔ اس سے زندوں کا توسل ثابت اور اموات کا ناجائز ثابت ہوا۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابومحمد عبدالستار دہلوی

دفعِ مصیبت و حصولِ ثواب کی غرض سے کچھ دیگر لوگوں سے درود شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

سوال (۶۷۶) کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ جب لوگ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں یا اُن پر حق یا ناحق کوئی مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ نیز ثواب حاصل کرنے کے لئے چند آدمیوں کو بلا کر دوپہر تک درود شریف پڑھاتے رہتے ہیں۔ بعد ازاں درود شریف پڑھنے والوں کو روٹی کھلا کر چار چار آنے آٹھ آٹھ آنے دیکر رخصت کر دیتے ہیں۔ اور اس طریقہ کو ہمارے ہاں لکھ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور لکھ لوگوں میں اتنا اہمیت حاصل کر چکا ہے کہ اگر کوئی آدمی اُس میں داخل ہونے انکار کر دے تو اس کو لوگ ملامت کرتے ہیں یہاں تک کہ اسکو درود شریف کا منکر سمجھتے ہیں۔ اب قابل توضیح بات یہ ہے کہ کیا یہ طریقہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا زمانہ مشہود لہ بالخیر میں پایا جاتا تھا یا نہیں۔ کیا بدعت تو نہیں ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔ بینوا بالدلیل توجروا عند اللہ الجلیل۔

ایک سائل

جواب (۶۷۶) اس طرح درود شریف پڑھانا بدعت ہے۔ نہ اس ہیئت کذائیہ سے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف پڑھا اور نہ پڑھنے کا حکم دیا اور نہ صحابہ کرام نے ایسا عمل کیا اور نہ تابعین نے اور نہ تبع تابعین نے اور نہ ائمہ اربعہ نے۔ قرون ثلاثہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ صحابہ کے عہد میں صلوٰۃ ضحٰے مسجد میں جمع ہو کر پڑھنے لگے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو بدعت قرار دیا حالانکہ نفس نماز ثابت اور ثواب ہے مگر اجتماع سے ہیئت کذائیہ ایسی پیدا ہوگئی جو ثابت نہیں تھی اور اس کا التزام کیا جو اس طرح ثابت نہ تھا۔ دارمی میں ہے کہ صحابہ کے عہد میں بعض لوگ جمع ہو کر سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ کلمے پڑھنے لگے تو کسی نے ابن مسعود صحابی رضؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکو بدعت قرار دیا مگر وہ باز نہ آئے اور یہ کہنے لگے کہ ہم تو نیک کام کر رہے ہیں۔ یہ کوئی بُرا کام نہیں ہے۔ ابن مسعودؓ نے ان کو بُرا بھلا کہا اور ان سے نفرت کر کے واپس آگئے۔ وہ لوگ آخر کار خارجی ہو کر علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے ہوئے مرے یعنی گمراہ ہو کر مرے۔ ٹھیک اسی طرح یہ درود بحالتِ اجتماعی پڑھنا بدعت ہے۔ حدیث میں ہر نئے کام کو بدعت کہا گیا ہے جو ثواب سمجھ کر کیا جاوے۔ پس یہ کام بھی اس ہیئت سے بدعت ہے اس سے بچو۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری   الجواب صحیح   ابو محمد عبدالستار دہلوی

فرض نمازوں کے بعد بالالتزام ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا کیسا ہے

سوال (۶۷۷) پنجگانہ فرائض اور جمعہ کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر ہاتھ اٹھا کر بالالتزام دعا مانگنا کیسا ہے۔ کیا یہ مخصوص طریقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قولاً یا فعلاً یا تقریراً ثابت ہے۔ اگر نہیں تو اس کا اتنا التزام کیوں کیا جاتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی روشنی میں واضح فرما کر ہماری پوری رہنمائی فرمائی جاوے۔ (ایک سائل)

جواب (۶۷۷) فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔ ضروری بھی نہیں ہے، مستحب ہے۔ امام سیوطی نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام ہے فض الوعاء فی رفع الیدین فی الدعاء، اس میں احادیث سے فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت کیا ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں بھی اس کو جائز قرار دیگر احادیث سے مدلل بیان کیا ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث درج کی جاتی ہے عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَرَأَى رَجُلًا رَافِعًا يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔ یہ حدیث مجمع الزوائد میں بھی ہے یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے دعا کر رہا تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ اس سے دعاء کا جواز ثابت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سلام پھیر کر چلے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے۔

کتبہ عبد القادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

فتویٰ بابت طلاق ثلاثہ

بخدمت جناب مولانا مولوی عبد الستار صاحب محدث دہلوی جماعت غرباء اہلحدیث کراچی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ امید ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہونگے۔ اس جگہ خیریت ہے۔ عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ در پیش ہے۔ براہ مہربانی سوال مسئلہ جو کہ مندرجہ ذیل ہے کا صحیح جواب بمعہ حوالہ قرآن حکیم و حدیث مکمل طریقہ پر لکھ کر بھیجدیں بڑی مہربانی ہوگی۔ ہمارا یہ مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس خط کے ساتھ ایک خالی لفافہ بھی ارسال خدمت ہے۔

سوال (۶۷۸) ایک شخص کی شادی کو تقریباً ۱۳، ۱۴ سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ دونوں میاں بیوی کی آپس میں بہت محبت تھی اور بخوشی اپنی زندگی گذار رہے تھے۔ عرصہ تقریباً ایک ماہ کا ہوا کہ اس شخص کی بیوی اپنے والدین کو ملنے کے لئے گئی۔ اس کے چند دن بعد یہ شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے اپنی سسرال گیا۔ وہاں پر دو تین روز قیام کرنے کے بعد آپس میں میاں بیوی اور اس شخص کی سسرال والوں کا اس کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور معاملہ طول پکڑ گیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو باضابطہ طور پر اسٹامپ پر لکھ کر طلاق نامہ دیدیا۔ طلاق نامہ کے درمیان تین دفعہ لکھدیا کہ میں نے طلاق دیا۔ لفظ طلاق تین دفعہ لکھ چکا ہے۔ جب یہ شخص طلاق دیکر یہاں پر آیا۔ چند دن گزرنے کے بعد اس شخص کو بہت زبردست احساس ہوا۔ یہ اپنی جگہ بہت پریشان اور اس کی بیوی اپنی جگہ بہت پریشان اور بعد میں بہت پچھتا رہے ہیں۔ پھر اس شخص اور اس کے سسرال والوں نے علماء کی طرف رجوع کیا۔ بیچ میں چند مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہو چکی ہے اور چند مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ ہم بڑی شش و پنج میں ہیں۔ براہ مہربانی آپ مکمل طریقہ پر بمعہ حوالہ حدیث و قرآن پاک سے فتویٰ لکھ کر بھیجدیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

نوٹ:- حالات اس معاملہ کے متعلق یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر یہ طلاق واقع ہوگئی تو ان دونوں میاں بیوی میں سے ممکن ہو سکتا ہے کہ خود کشی کریں کیونکہ محبت بہت زیادہ تھی۔

احقر عبد الشکور بقلم خود ۲۶ فروری ۵۷ء

جواب (۶۷۸) واضح ہو کہ جس شخص نے ایک طہر میں ایک مجلس کے اندر تین بار طلاق اپنی عورت کو کہدی یا کاغذ پر لکھدی تو وہ بروئے حدیث صحیح ایک طلاق شمار ہوگی مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں تین بار کی طلاق (جو ایک مجلس کی تھی) وہ ایک شمار ہوتی تھی۔ پس اس شخص نے اگر عدت تین حیض کے اندر اندر اپنی عورت کی طرف رجوع کر لیا تو نکاح سابق قائم رہا۔ اور اگر رجوع نہیں کیا شش وپنج یا مولویوں کے دھوکہ میں رہا تو پھر عدت گذرنے پر پہلا نکاح نہ رہا۔ اب دوبارہ نکاح پڑھا کر آباد ہو سکتے ہیں۔ تین طلاق جن سے عورت قطعًا حرام ہو جاتی ہے وہ تین طلاقیں ہیں جو ہر مہینہ میں حیض آنے کے بعد دی جائے اور تین ماہ تک دیتا رہے۔ ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہیں مسلم شریف، مسند احمد، نیل الاوطار، زاد المعاد اور اعلام الموقعین میں اس مسئلہ کی پوری بحث ہے یا آپ اردو میں ایک کتاب نکاح محمدی ہے وہ کراچی بنس روڈ مکتبہ سعودیہ سے منگوالیں۔ یہ مسئلہ اس میں مفصل مذکور ہے۔ والسلام۔

کتبہ عبد القادر الحصاری۔　　الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

کیا مسجد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے

سوال (۶۷۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین و شریعت اسلام کہ چھوٹے گاؤں میں جس کی آبادی پچاس گھروں کی ہے اس میں ایک مسجد ہے۔ وہ مسجد گاؤں کے عین درمیان میں واقع ہے لیکن ملک کے دستور کے مطابق ہر گھر اپنی حفاظت کے واسطے عالم پناہ کے طور پر کانٹوں کی بڑی بار اپنی رہائش کے گرد لگا لیتا ہے۔ اسی طرح یہ مسجد بھی ایک شخص کے مکان کے اندر ہے جس کے چاروں طرف کانٹوں کی بڑی باڑ ہے جس سے گاؤں کے دوسرے آدمی اس میں اپنی فرض نماز ادا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے مسجد ویران ہے۔ آبادی بڑھ جانے سے مسجد درمیان میں گھر کر رہ گئی ہے۔ اب مالک مکان نے یہ سوچا کہ اس مسجد کو اس جگہ سے شہید کر کے گاؤں کے کسی بیرونی حصہ میں بنائی جائے جس سے کم از کم گاؤں اور غیر آدمی بھی عبادت خدا کر سکے۔ لہٰذا کلام خدا اور حدیث رسول سے صحیح جواب عنایت فرمائیں کہ اس مسجد کو ایک جگہ سے شہید کر کے دوسرے دوسرے مقام پر بنائی جائے یا کہ اس کو شہید نہ کی جائے اور دوسری بنائی جائے۔ عین احسان ہوگا۔

عبد المنان محمدی معرفت پاک فلور مل۔ سکرنڈ ضلع نواب شاہ۔ سندھ

۲۷ نومبر ۵۷ء

جواب (۶۷۹) جو مسجد کسی جگہ مسجد کی نیت اور عمل عامہ سے بنکر مسجد کہلا چکی ہے وہ اب ہمیشہ قیامت تک مسجد رہے گی اور قیامت کو مسجد کے حکم میں اٹھے گی۔ اس کو نہ بدل سکتے ہیں اور نہ ویران کر سکتے ہیں۔ اگر اس کو ویران کریں گے تو خود ویران ہونگے۔ اس مسجد کے متعلقین اس مسجد میں ہمیشہ نماز پڑھیں اس کو آباد رکھیں۔ اگر دور والے دوسری مسجد بنالیں تو یہ جائز ہے مگر یہ شرط ہے کہ پہلی مسجد بے آباد نہ رہے۔ اگر پہلی بے آباد ہوئی تو دوسری ناجائز ہو جائے گی۔ اگر آبادی بڑھ جائے اور یہ مسجد آباد رہے تو پھر دوسری جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ اس مسئلہ پر سب علماء کا اجماع ہے کہ مسجد نہ بدلنی جائز ہے اور نہ ویران کرنی جائز ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری　　　الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

مظلومہ بیوی کے متعلق استفسار

سوال (۶۸۰) زید کا نکاح مسماۃ ہندہ سے عرصہ آٹھ سال ہوا لیکن زید اپنی منکوحہ بیوی ہندہ کو گھر لے جاکر پانچ چار روز کے بعد زدوکوب کر کے واپس میکے بھیجدیتا ہے (ہندہ بوجہ یتم) اپنے چچا کے پاس رہتی ہے۔ زید اگر پھر ہندہ کے چچا سے وعدہ وعید کر کے لے جاتا ہے۔ لیکن جب ہندہ گھر جاتی ہے تو پھر مار پیٹ کر نکال دیتا ہے۔ اب ہندہ نے تنگ آکر جواب دیدیا ہے کہ میں زید کے گھر نہیں جاؤں گی۔ اگر مجھے جبراً بھیجو گے تو میں کچھ کھا کر مر جاؤں گی۔ اس کے متعلق شرعی فیصلہ تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

سائل عبدالرحمٰن

جواب (۶۸۰) اگر زید اپنی بیوی پر ایسا ظلم کرتا ہے کہ نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور نہ آباد کر کے اس کا حق پورا کرتا ہے بلکہ بلاوجہ سخت مارتا ہے تو موجودہ عدالت میں درخواست دیکر نکاح فسخ کرالیں۔ پھر کسی دوسری جگہ اس عورت کا نکاح کردیں۔ یا اب پنچایتوں کا دستور قائم ہوگا وہاں درخواست دیکر بذریعہ پنچایت فیصلہ کرالیں۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری　　　الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

زکوٰۃ و عشر کے مصارف کیا ہیں؟

سوال (۶۸۱) بخدمت امام جماعت غرباء اہلحدیث حضرت مولانا مفتی اعظم حافظ عبدالستار صاحب السلام علیکم۔ گذارش یہ ہے کہ زکوٰۃ اور عشر کا روپیہ پیسہ کن کن اسلامی مدوں پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ نیز جلسہ پر بھی زکوٰۃ کا روپیہ پیسہ خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر ان کا جواب جلد از جلد دیں کیونکہ مجھے اشد ضرورت ہے

فقط والسلام۔ آپ کا فرمانبردار حکیم نور اللہ ارشد

جواب (۶۸۱) قرآن میں آٹھ مصارف خدائے تعالیٰ نے خود مقرر کردیئے ہیں۔ سورہ توبہ نکال کر پڑھو کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ آخر تک یعنی زکوٰۃ فقیروں کے لئے ہے مسکینوں کے لئے ہے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملوں کے لئے ہے۔ مؤلفۃ القلوب کے لئے ہے۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہے (آج کل جرمانہ کے قیدیوں کو یا مقروض قیدیوں کو) قرضداروں۔ مجاہدین غازیوں کو (جلسہ کے مبلغین۔ علماء مقررین مجاہدین کے ساتھ شامل ہیں) اور مسافروں کو جو بے خرچ ہوگئے۔ یہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے اور مقرر کردہ مصارف ہیں ان پر زکوٰۃ صرف کرو۔

زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہونی ضروری ہے پھر امیر کے حکم سے جلسہ کے مبلغین علماء کو دینی جائز ہے۔ خود خرچ نہ کرو۔

کتبہ عبد القادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

میت کو کس رُخ دفن کرنا چاہیئے؟

سوال (۶۸۲) میت کو دفن کرنا سیدھی کروٹ پر قبلہ رُخ چاہیئے یا بجسب رواج چت منہ بقبلہ۔

نوٹ:۔ کتاب احکام جنازہ مصنفہ مولوی علی احمد صاحب زاہد کے صفحہ ۲۶ پر بحوالہ الروضۃ الندیہ یہ مضمون لکھا ہے کہ "میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹانا مسنون ہے" مہربانی فرما کر واضح فرماویں۔

سید غلام احمد شاہ ضلع لائلپور

جواب (۶۸۲) درایہ تخریج ہدایہ صفحہ ۱۴۰ میں ہے کہ اَنَّ الْبَرَاءَ ابْنَ مَعْرُوْرٍ لَمَّا تُوُفِّيَ اَوْصٰى اَنْ يُّوَجَّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلعم اَصَابَ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ یعنی براء بن معرور صحابی رضہ نے وصیت کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے قبلہ کی طرف متوجہ کیا جاوے۔ یہ سُنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ درست وصیت ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی حدیث جو مسند احمد میں ہے وہ طویل ہے اس کے یہ الفاظ ہیں وَاضْطَجَعَتْ وَاسْتَقْبَلَتْ وَجَعَلَتْ يَدَهَا تَحْتَ خَدِّهَا یعنی حضرت فاطمۃ الزہراء رضہ کو قبر میں لٹایا گیا اور قبلہ کی طرف منہ کیا گیا اور داہنی کروٹ پر کر کے ان کا ہاتھ ان کے رخسارہ کے نیچے کیا گیا[1]

میں کہتا ہوں کہ اس طرح ہی سونا سنت ہے کہ داہنی کروٹ پر لیٹے اور ہاتھ رخسارہ کے نیچے رکھے اور دعاء مسنونہ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى پڑھے۔ حدیثوں

[1] اگر میت کیلئے یہ صورت ممکن نہ ہو تو کوئی ضروری نہیں ہے کیونکہ تکلیف مالا یطاق ہوگا ۱۲ ص

میں اور دعائیں بھی ہیں۔ سونے کے متعلق ابن السنی کی کتاب عمل الیوم واللیلہ ص۱۹۲ میں ہے عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحِیْنَ یُدْخَلُ الْمَیِّتُ فِیْ قَبْرِهٖ یعنی حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ جب سونے کی جگہ پر آؤ یا میت کو قبر میں رکھو تو بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ دعا پڑھو۔ ص۱۹۵ میں حدیث ہے کہ حضرت حفصہ نے فرمایا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ اضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِهٖ الحدیث یعنی آنحضرت جب اپنے بستر پر آ کر سوتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے۔

دیگر روایت اسی صفحہ پر بایں الفاظ ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ جَعَلَ کَفَّهُ الْیُمْنٰی تَحْتَ خَدِّهِ الْاَیْمَنِ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر لیٹتے تو داہنی ہتھیلی کو داہنے رخسارہ کے نیچے کر کے سوتے تھے

ان تمام روایتوں کو ملانے سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ سونے اور میت کو قبر میں لٹانے کی کیفیت ایک ہے۔ سونا بھی موت ہے۔ لفظ اَمُوْتُ اس پر دال ہے اور حدیث اَلنَّوْمُ اُخْتُ الْمَوْتِ کہ نیند موت کی بہن ہے بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ اہل جنت کو نہ نیند نہ موت کہ دونوں قریب قریب ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ سونے اور میت کو رکھنے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھو کہ حکم ایک ہی ہے۔

فرصت نہیں ہے۔ ثبوت اسی قدر کافی ہے۔ باقی کتاب احکام جنازہ منگوا کر پڑھو۔ اس میں سب احکام ہیں والسلام

کتبہ عبدالقادر الحصاری   الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

بیماری کی حالت میں دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں

سوال (۶۸۳) زید نے حالت بیماری میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور گھر سے نکال دیا۔ عرصہ چھ سات ماہ کے بعد زید رجوع کرنا چاہتا ہے۔ درمیانی عرصہ میں زید سے جس نے بھی طلاق کے بارہ میں پوچھ گچھ کی۔ زید نے یہی جواب دیا کہ میں طلاق دے چکا ہوں لیکن اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے اور زید نے طلاق صرف ایک مرتبہ دی تھی۔ آیا اب زید رجوع کر سکتا ہے یا نہیں یا اگر اب دوبارہ اس کو اپنے گھر میں رکھنا چاہے تو کیا صورت ہو گی۔ جواب قرآن و حدیث سے دیں فقط

ایک سائل اللہ بخش ضلع مظفر گڈھ ۱۵ / مارچ ۵۸ء

جواب (۶۸۳) زید نے جو طلاق بیماری میں دی اس میں اگر ہوش و حواس قائم تھے تو یہ ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ اگر تین حیض کے اندر رجوع کر لیتا تو سابقہ نکاح قائم رہتا۔ مگر عدت گذر گئی تو اب صورت یہ ہے کہ نکاح جدید کیا جاوے۔ عورت

اس کے نکاح سے جدا ہو چکی ہے۔ اب عورت کی رضامندی ہے۔ اگر چاہے زید سے نکاح کرے اور چاہے تو کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یہ اسکو اختیار ہے اس پر سب علماء کا اجماع ہے اور قرآن وحدیث میں یہ مسئلہ صاف عیاں ہے۔ دلائل لکھنے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب مسئلہ اختلافی ہو۔ یہ اتفاقی ہے۔ اور اگر طلاق کے وقت ہوش قائم نہ تھی بیماری غالب آگئی تو طلاق واقع نہیں۔ سابقہ نکاح بحال ہے۔ دونوں نکاح سابقہ پر قائم رہ کر باہم آباد ہو سکتے ہیں۔ مجنون اور بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

میراث کے متعلق سوال

سوال (۶۸۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرے پھوپھا کا انتقال ہو گیا ورثاء درج ذیل ہیں۔ ایک بیوی۔ دو بہنیں۔ ورثہ کیسے تقسیم ہو گا۔

سائل محمد الیاس

جواب (۶۸۴) بعد تقدیم ما تقدم علی الارث یعنی بیوی کا مہر دینے کے بعد میت کا ترکہ اس طرح تقسیم ہو گا۔ بیوی کو ایک روپیہ میں سے چار آنے ملیں گے اور ہر بہن کو چھ چھ آنے حصہ کے ملیں گے فقط واللہ اعلم۔

احقر العباد عبدالغفار غفرلہ نائب مفتی مدرسہ دارالسلام کراچی

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

مہر
محکمۃ القضاء الاسلامیہ
مدرسہ دارالسلام کراچی
سن ۱۳۶۰ھ

الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی۔

ابو طالب کی وفات اسلام پر ہوئی یا کفر پر

سوال (۶۸۵) بخدمت شریف امام صاحب مولانا حافظ عبدالستار صاحب السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ طالب خیریت بخیریت۔ خیریت مطلوب۔ دیگر حال یہ ہے کہ وہ حدیث جو ابو طالب کے مرنے کی ہے۔ یہاں کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابو طالب کے جنازہ کی نماز حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ ابو طالب مسلمان ہو گئے تھے یہ حدیث مکمل مجھے لکھ کر بھیجدیں ضروری تاکید ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ گٹھڑی باندھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کو گڑھے میں پھینک آئے تھے۔ برائے مہربانی بہت جلد اطلاع دیں مزید تاکید ہے

سائل محمد اسمٰعیل جبن پور۔ ۵ر اگست ۵۶ء

جواب (۶۸۵) ابوطالب کافر ہو کر مرا ہے۔ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اس سے ثبوت طلب کرو۔ امام ابوحنیفہ رح نے اپنی کتاب فقہ اکبر بمعہ وصیت میں یہ لکھا ہے اَبُوْطَالِبٍ وَّوَالِدَاہُ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ۔ ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں یہ حدیث ہے عَنْ عَلِیٍّ لَمَّا مَاتَ اَبُوْطَالِبٍ انْطَلَقْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ عَمَّکَ الشَّیْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ قَالَ اذْھَبْ فَوَارِ اَبَاکَ۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ الفاظ ہیں اِنَّ عَمَّکَ الشَّیْخَ الْکَافِرَ قَدْ مَاتَ فَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی اَنْ تَغْسِلَہٗ وَتُکَفِّنَہٗ۔ اور ابن سعد کی روایت میں ہے قَالَ لِی اذْھَبْ فَاغْسِلْہُ وَکَفِّنْہُ وَوَارِہٖ فَفَعَلْتُ (درایہ تخریج ھدایہ ص۱۴۵)

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے بیان کیا کہ جب ابوطالب فوت ہوا تو میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور یہ کہا کہ آپ کا چچا کافر مرگیا ہے۔ اس کی بابت کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو غسل کفن کر کے دفن کر دو۔ میں نے اسی طرح کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابوطالب کافر مرا ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری   الجواب صحیح ابومحمد عبدالستار دہلوی

صاحب میت کتنے دن اپنے گھر روٹی نہ پکائے

سوال (۶۸۶) اگر گھر میں میت ہو جائے تو کتنے دن میت والا گھر روٹی نہ پکائے کتنے دن تک وہ کنبہ کے گھر سے روٹی کھا سکتا ہے۔ وا لیسی بمعہ حدیث شریف حوالہ تحریر کریں از حد تاکید ہے۔ جناب کے جواب کا مشکور۔ انتظار میں ہوں۔ اور دیگر تمام جماعت اہلحدیث ڈونگہ بونگہ کی طرف سے آپ کو السلام علیکم قبول ہو۔ اور حدیث کا پوری طرح سے حوالہ دیگر مسئلہ تحریر کریں فقط والسلام

منشی نور محمد جوہاں خادم جماعت اہلحدیث ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر

جواب (۶۸۶) میت والے غم وصدمہ میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے ان کے رشتہ داروں یا دیگر مسلمانوں سے کوئی از راہ ہمدردی کھانا پکا کر دیدے تو ان کو ثواب ہے کوئی ایک دن دیدے یا دو دن دیدے کوئی خاص تعداد مقرر نہیں ہے لیکن یہ اس لئے نہیں ہے کہ میت والوں کو اپنے گھر کھانا پکانا ناجائز ہے اگر وہ چاہیں تو پکا سکتے ہیں۔ یہ صرف انکی ہمدردی کے لئے دوسروں کو کھانا دینے کا حکم ہے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ تین دن تک سوگ رکھ سکتے ہیں۔ اس سوگ کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو کھانا پکانا منع ہے۔ سوگ یہ ہے کہ وہ زینت اور خوشی کا کام نہ کریں۔ غم زدہ ہیں وہ صورت غم سے رہیں۔ غمگین کو غم تازہ ہو تو کھانا پکانے کی طرف توجہ نہیں رہتی اس لئے دوسرے لوگ

پکا کر کھلاتے ہیں۔ دوسرے دن غم کم ہو جاتا ہے۔ تیسرے دن اس سے کم ہو جاتا ہے اسلئے زینت اور خوشی کے کام نہیں کر سکتے مگر بچوں کو یا اپنے لئے کھانا پکا کر کھا لینا درست ہے یہ سوگ کے خلاف نہیں ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابومحمد عبدالستار دہلوی

چڑھاوے کا خرید کیا ہوا جانور پکا کر کھانا کھلانا کیسا ہے

سوال (۶۸۷) ایک بھینسا خرید کیا گیا ہے جس کا فروخت کنندہ خود کہتا ہے کہ یہ چڑھاوے کا ہے۔ ایک جاہل آدمی نے ذبح کر کے کھانے کے لئے خرید کر لیا ہے جو بیس دن سے کھڑا ہے کیونکہ عالم کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے۔ اس کی پوری وضاحت فرماویں از حد ضروری ہے۔ (ایک سائل)

جواب (۶۸۷) سانڈ جو چھوڑا جاتا ہے یہ دو قسم کا ہے۔ ایک غیر اللہ کے نام چھوڑ دیتے ہیں۔ دوسرا ویسے چھوڑ دیتے ہیں کہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں کہ مادی حیوانوں کو اس سے گابھن کرائیں۔

یہ دونوں قسم کے سانڈ حرام ہیں۔ پہلا اس وجہ سے کہ غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہے اور وہ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے اس لئے حرام ہے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ وہ مالک کے ملک سے خارج نہیں ہوا۔ وہ اس کا مالک ہے اس کے اذن کے بغیر کسی کو کھانا روا نہیں ہے۔ جو بھینسا سوال میں درج ہے وہ پہلی قسم میں داخل ہے کہ چڑھاوے کا ہے جس کا خریدار نے اقرار کیا ہے تو اب اسکا ذبح کرنا حرام ہے اور کھانا بھی حرام ہے۔ اور وہ مالک کے ملک سے خارج نہیں ہوا اس لئے وہ بھی حرام ہے۔ کتبہ عبدالقادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابومحمد عبدالستار دہلوی

مرد کو مہندی لگانا اور ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۸۸) بخاری شریف کے صفحہ ۵۰، پارہ ۲۱ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی جس وقت شادی ہوئی تو انہوں نے مہندی لگائی ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ مہندی کیوں لگائی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک انصار عورت سے شادی کی ہے۔ آپ اس حدیث کو پڑھیں اور نتیجہ نکالیں کہ آیا مہندی لگانا جائز ہے؟

(۲) مشکوٰۃ شریف حصہ اول ۱۶۴ حدیث نمبر ۷۰۹ کے حوالہ سے بتائیں کہ ننگے سر نماز جائز ہے حدیث سے حوالہ دیں۔

ان سوالات کا تفصیلاً جواب ارسال فرما کر ممنون فرماویں۔
سائل محمود الحسن حلوائی۔ ڈھڈیال۔تحصیل چکوال ضلع جہلم

جواب (۶۸۸) (۱) بخاری شریف میں عبدالرحمٰن بن عوف والی حدیث ملاحظہ کی گئی ہے۔ اس میں مہندی لگانے کا کوئی ذکر نہیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِہٖ اَثَرُ صُفْرَۃٍ فَسَاَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ تَزَوَّجَ امْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ الحدیث۔ یعنی انس سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اُنپر زردی کا نشان تھا۔ آپؐ نے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔

اس حدیث میں مہندی لگانے کا کوئی ذکر نہیں ہے مہندی کو عربی میں "حناء" کہتے ہیں۔ اس حدیث میں زردی کا ذکر ہے جس سے مراد زرد خوشبو ہے جو عرب میں عورتیں بنا کر لگاتی ہیں اور اس وقت بھی لگاتی تھیں۔ اس پر امام بخاریؒ نے یوں باب باندھا ہے بَابُ الصُّفْرَۃِ لِلْمُتَزَوِّجِ یعنی زرد خوشبو نوشہ کو لگانے کا حکم۔ پھر اس کے ثبوت کے لئے امام بخاریؒ نے عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت پیش کی ہے۔ وہ زرد خوشبو جسم پر تھی یا کپڑوں پر تھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر بدن پر تھی تو ہاتھ پر تھی یا چہرہ پر تھی کچھ ذکر نہیں۔ بہر حال ہاتھ پاؤں پر مہندی نہ تھی۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ زرد خوشبو مرد کو لگانا جائز ہے یا نہیں حنفیہ شافعیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے جائز نہیں نکلتا کیونکہ احتمال ہے کہ ان کی دُلھن کے زردی لگی ہوئی تھی۔ ان سے ملاپ ہوا تو ان کے لگ گئی۔ مرد کو خود قصداً لگانی جائز نہیں۔ حدیث میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے زرد خوشبو لگی ہو۔ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مرد کو جائز ہے۔ باب بخاری سے ظاہر ہے کہ امام بخاری نوشاہ (دولھا) کے لئے جائز رکھتے ہیں۔ بظاہر حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے۔

نوٹ میرے خیال سے یہ ابٹنہ ہوگا جیسا کہ آج کل ہندوستان و پاکستان میں رواج ہے۔ دولھا کے ابٹنہ ملتے ہیں جو جائز ہوا۔

(۲) مشکوٰۃ وغیرہ تمام کتب حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کرام کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ کپڑے کی مخالف طرفوں کو بغلوں کے نیچے سے نکال کر کندھوں پر ڈالنا، سو اس صورت سے سر ننگا رہتا ہے پس ننگے سر نماز جائز ہے۔ سر ڈھانکنا کسی کے نزدیک واجب نہیں۔ یہ سنت زائدہ ہے سنت ہدیٰ اور تعبدی نہیں ہے، اگر عمل کرے تو اچھا ہے اگر نہ کرے تو نماز ہو جائے گی

اسی وجہ سے حاجیوں پر احرام میں سر ڈھانکنا جائز نہیں رکھا گیا کہ اس کے بغیر نماز، طواف سب عبادت روا ہے۔ جوتے سے نماز پڑھنا بھی سنت ہے مگر ننگے پاؤں روا ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری غفرلہ الباری۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

زمین ایک بیگھے کی بجائے دو بیگھے الاٹ کرالے تو جائز ہے یا نہیں

سوال (۶۸۹) اگر کسی کی زمین ایک بیگھہ ہو اگر اثر ورسوخ کی وجہ سے کوئی آدمی ۲ دو بیگھے الاٹ کروالے جائز ہیں یا نہیں؟ واپسی ڈاک مطلع فرمائیں۔ ضروری تاکید ہے

کلثوم بی اجرانے والی چک ۱۲۵ ضلع سرگودھا

جواب (۶۸۹) جس قدر زمین کا حق ہو اسی قدر حاصل کرو۔ اثر ورسوخ سے زیادہ لینی ناجائز ہے۔ خود حکومت رحم کرکے زیادہ دیدے تو درست ہے۔

کتبہ عبدالقادر حصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

مظلومہ بیوی کے متعلق سوال

سوال (۶۹۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح مسماۃ ہندہ سے عرصہ بارہ سال کا ہوا ہے لیکن زید اور ہندہ کا باہمی اتفاق صرف چند ماہ رہا۔ بعدازاں زید کا اپنی منکوحہ بیوی سے کوئی سلوک نہیں۔ جب زید ہندہ کو اپنے گھر لے جاتا ہے چند یوم گذرے مار پیٹ کر نکال دیتا ہے۔ مار پیٹ کر گھر سے نکال دینے کا معاملہ کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ چونکہ ہندہ کے والدین وفات پا چکے ہیں۔ ہندہ کا چچا بھیجدیتا تھا اب لڑکی نے زید کے گھر جانے سے تنگ آکر کہہ دیا ہے کہ میں جانے کے لئے تیار نہیں اگر بھیجو گے تو میں پھر کوئی اور ذریعہ اختیار کروں گی۔ چونکہ میں زید کے ظلم و ستم سے تنگ آگئی ہوں لہٰذا میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائلہ بسم اللہ

جواب (۶۹۰) زید ظالم اور سخت گنہگار ہے۔ ہندہ مظلومہ اور متضررہ ہے اس کو چاہیئے کہ بحکم قرآن حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا اپنے قریبیوں میں سے کسی کو حکم بنا کر اپنا فیصلہ کرالے۔ حکم یعنی پنچ زید کو ظلم سے روکے۔ اگر نہ رُکے تو اس کو طلاق کا حکم دے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حکم نکاح فسخ کردے۔ پھر ہندہ کسی دوسری جگہ اپنا نکاح کرلے۔ اب جو پنچایتیں حکومت بنا رہی ہے وہ ایسے مرضوں کا علاج کرینگی ہندہ کسی پنچایت کے ذریعہ اپنا فیصلہ کرالے۔ اگر امیر اور جماعت کا سلسلہ قائم ہے تو بذریعہ امیر فیصلہ کرالے۔ اگر کوئی صورت نہ ہو تو عدالت میں فسخ نکاح کی درخواست دیکر

اپنا حال ظاہر کرے پھر حاکم نکاح فسخ کر دے گا یا طلاق دے گا یا خرچہ دلوا دے گا حکومت کے پاس ایسے جھگڑوں کا علاج ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

مشرک عالم کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں

سوال (۶۹۱) کیا مشرک مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟

لیس نائک ڈی، او، آر، اے نیاز محمد نمبر ۸۷ ملٹری ڈینٹل سینٹر بنوں چھاونی

جواب (۶۹۱) جو بھی مشرک بدعتی ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اگر شرک و بدعت سے محفوظ ہو اور تقلید نہ کرتا ہو تو نماز درست ہے

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

اپنی جماعت نہ ہو تو نماز اپنی علیحدہ پڑھے یا دوسروں کی جماعت میں شامل ہو جائے

سوال (۶۹۲) جماعت سے نماز ادا کرنا تو بہت ضروری ہے مگر یہاں پر اپنی جماعت کا ایک آدمی بھی نہ ہو تو کیا پھر بھی بدعقیدہ مولوی کے پیچھے نماز نہ ہو گی یا پھر اکیلے آدمی کو کیا کرنا چاہئے

سائل مذکور

جواب (۶۹۲) ایسی جگہ سے ہجرت کرنی فرض ہے۔ حدیث ابوداؤد میں ہے مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَاِنَّهُ مِثْلُهُ (او کما قال) یعنی جو مشرکوں کے ساتھ آباد ہو اور وہاں اسلامی احکام و شعار ادا نہ کر سکے تو وہ ان کی مثل ہے۔ تم جب تک وہاں رہو اکیلے نماز پڑھو۔ مشرک و بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

غسلِ جنابت کا کیا طریقہ ہے

سوال (۶۹۳) ہمبستری کے بعد غسل کا کیا طریقہ ہے پوری طرح سمجھا کر لکھیں۔

سائل مذکور

جواب (۶۹۳) آپ نماز، طہارت، وضو، غسل وغیرہ احکام سیکھنے کے لئے نماز کی کتاب مکتبہ شعیب کراچی سے منگوا لیں۔ مختصر یہ بات ہے کہ اول استنجا کریں پھر وضو (پاؤں نہ دھوئیں) پھر سر پر تین لپ پانی ڈال لیں۔ پھر تمام بدن پہ پانی بہائیں کہ کوئی بال خشک نہ رہے۔ پھر الگ ہو کر پاؤں دھو لیں۔ اول بسملہ اور آخر میں کلمہ شہادت پڑھ لیں اور اس نیت سے غسل کریں کہ میں ناپاک ہوں۔ یہ پاک ہونے کیلئے

غسل کر رہا ہوں۔ یہ دل میں ارادہ ہو بس کافی ہے۔
کتبہ عبدالقادر حصاری　　الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کیا صاحب اہل وعیال حجرہ مسجد کے بالاخانہ کو آباد کر سکتا ہے

سوال (۶۹۴) انقلاب سے پہلے ایک مسجد موجود تھی اور اس مسجد کے پاس ہندوؤں کی متروکہ سفید زمین تھی جس کو ایک مسلمان نے کارخانہ کی خاطر الاٹ کرالیا اور ہم نے اس مسلمان سے مسجد کی خاطر کچھ زمین طلب کی اور اس نے تھوڑی سی زمین دے دی اور ہم نے اس زمین پر ایک حجرہ تعمیر کر لیا تاکہ مستورات جمعہ کی نماز ادا کریں اور مسجد کا ضروری سامان اس میں رکھا جائے اور طالب علم اور مسافر اس میں ٹھیر سکیں۔ اب جماعت نے متفقہ رائے سے امام کی رہائش کی خاطر اس حجرہ کی چھت پر مکان تعمیر کر لیا ہے اور امام صاحب کی رہائش کرادی ہے۔ امام صاحب متاہل ہیں۔ اب مسئلہ قابل دریافت یہ ہے کہ امام صاحب کی رہائش اس پر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب (۶۹۴) حجرہ پر امام مسجد یا خادم کے لئے مکان بنا دینا درست ہے بلکہ مسجد پر یا مسجد کے اندر بھی کسی طرف امام یا خادم کے لئے مکان بنانا درست ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم مسجد نبوی کے لئے مسجد نبوی میں حجرہ بنایا تھا۔ اسکا رہنا سہنا وہیں تھا (جامع صحیح بخاری ص۶۳) نیز صفحہ ۶۶ میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مسجد میں بعض لوگوں کے فائدہ کے لئے خیمہ لگوا دیا تھا وہ مدت تک اس میں رہے۔

الغرض اندرون مسجد یا تحت مسجد یا بالائے مسجد کوئی مکان بنانا مسجد کی مصلحت کے لئے تو یہ درست اور جائز ہے۔ حجرہ پر مکان بنانے کے جواز میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے۔ ہذا ما ظہر لی والعلم عند اللہ وعلمہ اتم
کتبہ عبدالقادر حصاری غفرلہ الباری۔　　الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

کیا مظلومہ بیوی بحالت مجبوری طلاق لیکر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے

سوال (۶۹۵) عرض ہے کہ میرا نکاح ہوئے کوئی عرصہ ڈیڑھ سال کے قریب ہو گیا ہے۔ میں تقریباً ایک ماہ اپنے خاوند کے گھر رہ آئی ہوں۔ میرا خاوند مجھے پسند نہیں کرتا میری اور اس کی سخت مخالفت ہو گئی۔ اب مجھے اس نے صاف جواب دیدیا ہے کہ میں تجھے اپنے گھر بسانا نہیں چاہتا اور میرے خاوند نے دوسری شادی کرالی ہے اور مجھے خرچ خانگی بھی دینے سے انکاری ہے اور میں لاوارث عورت ہوں اور جوان عمر ہوں میرا گذارہ نہیں ہوتا اور میرا خاوند مجھے طلاق دینے سے بھی انکاری ہے۔ میرا خیال ہے

کہ میں شادی اور کسی مسلمان آدمی سے کر لوں تاکہ میری گذران ہو سکے۔ عرض ہے کہ ثبوت قرآن و حدیث کا اگر مل جاوے تو بہتر ہے تاکہ میرا غم، پریشانی رفع ہو سکے۔ جس شخص کے ساتھ میری شادی ہوئی ہے وہ بے نماز اور غیر شرع ہے۔ شراب بھی اور بھنگ بھی پیتا ہے اور مجھے بھی اس کے ساتھ کھانے پینے سے سخت نفرت ہے۔

مہربانی کر کے جلد از جلد اجازت نکاح کرنے کی فرمائی جاوے تاکہ میں اس غم سے آزاد ہو جاؤں۔ والسلام۔

سائلہ شہیداں بی بی دختر السید الدین (نشانی انگوٹھا)

جواب (۶۹۵) بشرط صدق سوال، جواب اس کا یہ ہے کہ اگر گواہان سے یہ ثابت ہو جائے کہ مسماۃ شہیداں کے خاوند نے یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں تجھے اپنے گھر نہیں بسانا چاہتا اور نہ خرچ دیتا ہوں تو طلاق واقع ہو گئی ہے۔ اب اس کو دوسری جگہ نکاح کر لینا درست ہے۔ اور اگر یہ الفاظ ثابت نہ ہوں تو اگر وہ نہ طلاق دے اور نہ آباد کرے تو پھر عدالت سرکار میں شہیداں کو درخواست دیکر اپنا نکاح فسخ کرا لینا چاہئے۔ حکومت کا یہ قانون ہے کہ جو شخص نہ طلاق دے نہ بسائے تو اس کا نکاح فسخ کر کے اسکو دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیدیتی ہے۔ شہیدان کو بھی بیان عدالت میں دیکر اپنا نکاح فسخ کرا لینا چاہئے۔ معلقہ و متضررہ کا نکاح بلا طلاق حکم حاکم سے فسخ ہو جاتا ہے۔ صرف فتوٰی کام نہ دے گا۔ اگر فتوے پر شہیدان نے دوسری جگہ نکاح کر لیا تو اس کا خاوند ظالم قانونی کارروائی کرے گا کہ اس نے نکاح پر نکاح کر لیا ہے شہیداں کو دوسری مصیبت میں ڈالدے گا اور حکومت فتوٰی نہ مانے گی اور کہے گی کہ نکاح عدالت میں فسخ کرانا تھا اس لئے عدالتی اور قانونی کارروائی ضروری ہے کہ ہم مجبور ہیں۔

کتبہ عبد القادر الحصاری — الجواب صحیح ابو محمد عبد الستار دہلوی

ولی قریب کے ہوتے ہوئے دوسرے کا ولی بن کر نکاح کر دینے سے نکاح ہو گا یا نہیں

سوال (۶۹۶) بغیر ولی کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ حقیقی ولی باپ فوت ہو گیا ہے حقیقی تایا اپنی خود ولایت کے ساتھ اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کرتا ہے مسماۃ مذکورہ کا حقیقی بھائی بالغ ہے، وہ رضامند مذکورہ کے نکاح میں نہیں ہے اور مسماۃ مذکورہ کی والدہ بھی رضامند نہیں ہے۔ کیا اس صورت میں مسماۃ مذکورہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سائل حاجی اللہ دین اوڈ

جواب (۶۹۶) ولی کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ کہ ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔ ولی عصبات میں سے وہ ہوتا ہے جو

بہت قریبی ہو۔ لڑکی بھائی حقیقی اس کا ولی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ ماں ولی نہیں ہے مگر اسکا مشورہ لینا اور اس کو راضی کرنا ضروری ہے کیونکہ لڑکی کو ماں کی اطاعت کا حکم ہے۔ تایا ولی ابعد ہے۔ جب ولی اقرب موجود ہے تو ابعد کی ولایت صحیح نہیں ہے۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

فرقہ حقہ کا علامتی معیار کیا ہے؟

سوال (۶۹۷) مکرمی ومحترمی حضرت مولانا حافظ عبدالستار صاحب کراچی۔ سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ازیں دعائے مختصر عرض یہ ہے کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں قرآن وسنت کا پابند بن جاؤں۔ اور ہر کلمہ گو یہی چاہتا ہے دعویٰ ہر ایک ہی عامل بالقرآن وسنت کا کرتا ہے عمل خواہ کچھ ہو۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کی آیت ہر ایک ہی پڑھتا ہے لیکن پھر بھی امت محمدیہ میں کئی فرقے ہیں جن کے اختلاف ختم ہونے میں آتے ہی نہیں۔ ایک فرقہ دوسرے کو کافر مشرک بدعتی کہتا ہے اور کئی ایک فرقوں کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ فلاں فرقہ نیا ہے۔

سائل عبدالغفار شاہ دیپالپور ۱۳ ستمبر ۱۹۵۷ء

جواب (۶۹۷) بیشک اسلام میں بہت فرقے ہو گئے۔ یہ پیشینگوئی نبوی تھی کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ پھر آپ نے ان میں فرقہ حقہ کے معلوم کرنے کا معیار بتایا کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ محدثین نے کتب حدیث میں تصریح کی ہے کہ اس سے مراد اہلحدیث ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت ہیں۔ غنیہ ملاحظہ کرو۔ اب اہلحدیث میں جو اختلاف ہے وہ مذہبی نہیں ہے۔ مذہب سب کا اہلحدیث ہے۔ یہ صرف نظام اور تنظیم کا اجتہادی اختلاف ہے۔ مسئلہ امارت کا حق ہے اگر کسی سے عمل ہو تو کرے ورنہ اہلحدیث مذہب پر عقیدہ وعمل رکھے۔ اہلحدیث مذہب کی تاریخی کتابیں دو ہیں۔ ایک تاریخ اہلحدیث مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی ہے۔ دوسری تاریخ اہلحدیث عربی ہے جو اب ملتی نہیں ہے آپ شرف اصحاب الحدیث خطیب کا اردو ترجمہ مکتبہ سعودیہ کراچی بنس روڈ آرٹیلری میدان ۱ سے منگوا کر پڑھیں۔

کتبہ عبدالقادر الحصاری الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

چند آدمیوں کا ہر ماہ بتقرر ایام قرآن خوانی کر کے ختم کرنے کے بارہ میں سوال

سوال (۶۹۸) کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہم نے ہر ماہ میں تین دن قرآن خوانی کیلئے مقرر کئے ہوئے ہیں اور دس پندرہ آدمی جمع ہو کر ایک قرآن کا ختم کر لیتے ہیں تاکہ کاروبار، رزق میں برکت ہو اور مصیبتیں و تکلیفیں دور ہوتی رہیں۔

سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کو پڑھنے اور ختم کرنے کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں اس طرح قرآن مجید پڑھ کر ختم کیا جاتا تھا؟ جواب قرآن وحدیث سے عنایت فرما دیں فقط والسلام

سائل۔ محمد الیاس کراچی

جواب (۶۹۸) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ قرآن مجید کا بغیر اپنی طرف سے قیود و شروط کے باعث خیر و برکت ہے۔

باقی ہر ماہ میں اپنی طرف سے تین دن مقرر کر کے اور حلقہ باندھ کر ایک خاص شکل بنا کر لزوم کے ساتھ قرآن مجید کا پڑھنا عہد نبوی و عہد صحابہ سے ثابت نہیں۔ بلکہ مسند دارمی میں ہے کہ عہد نبوی کے بعد چند لوگوں نے مجتمع ہو کر حلقہ باندھ کر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب اس طریقہ کا علم ہوا تو انہوں نے اس حلقہ بندی سے روکا اور منع کیا اور فرمایا ابھی نبی علیہ السلام کے برتن بھی نہیں ٹوٹے یعنی آپؐ کو زیادہ عرصہ گذرے ہوئے نہیں ہوا تم نے ابھی سے دین میں بدعات جاری کر دیں۔

معلوم ہوا جو کام دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس کو لازم سمجھ کر وہ بجانب خود کرنا درست نہیں فقط

عبدالقہار معاون نائب مفتی و مدرس مدرسہ دارالسلام ۲۷ ذی الحجہ ۸۲ھ

الجواب صحیح (مولانا) محمد یونس غفرلہ خازن جماعت غرباء اہلحدیث ۲۷ ذی الحجہ ۸۲ھ

المجیب مصیب (مولانا) عبدالرحمٰن السلفی ناظم و مدرس مدرسہ دارالسلام و مدرسہ بنات المسلمین ۲۷ 12/82ھ

الجواب صحیح عبدالغفار سلفی غفرلہ نائب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث و مدرس مدرسہ دارالسلام و امام محمدی مسجد

جواب صحیح ہے۔ عبدالحکیم دہلوی مدرس مدرسہ حضرت مولانا عبدالستار صاحب

الجواب صحیح (مولانا) عبدالجبار دہلوی منیجر صحیفہ اہلحدیث

جواب صحیح ہے (مولانا) محمد سلیمان جوناگڈھی سکریٹری شعبہ تبلیغ جماعت غرباء اہلحدیث۔

مذہب اہلحدیث، تقلید، عقیدہ امام شافعیؒ، جماعت قطر، استراحت بین الرکعتین قعدہ، ہنڈی کی بابت سوالات

سوال (۶۹۹) مذہب اہلحدیث (خالصاً قرآن وصحیح حدیث) جائز ہے یا ناجائز ہے مکمل ثبوت مع حوالہ جات کے عربی میں السید محمد　　یا جو بھی سرکاری مفتی ہوں ان سے سرکاری فتوی لیکر روانہ فرمائیے۔

تقلید امام حنفیؒ، شافعیؒ، حنبلیؒ، مالکیؒ خالصاً جائز ہیں؟ مکمل ثبوت مع دلائل و حوالہ جات کے حسب بالا روانہ فرمائیے۔

امام شافعیؒ کا مذہب اہلحدیث کے متعلق کیا عقیدہ تھا؟

آپ تعطیلات میں پاکستان کب تشریف لے جانے والے ہیں۔ امید کہ واپسی میں آپ ضرور قطر سے ہوتے ہوئے جائیں گے۔

قطر کی جماعت کی رپورٹ صحیفہ میں اب تک کیوں نہیں آئی؟

ثبوت استراحت بین الرکعتین درکار ہے۔

القعود بعد رکعۃ الاولیٰ کا کیا مطلب ہے؟

ہنڈی کے ذریعہ روپیہ کا لین دین کیسا ہے؟

المخلص عبداللہ عرب　　محمدی

جواب (۶۹۹) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ حدیث شریف میں ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ الخ۔ امام بخاریؒ کے استاذ ابن مدینی فرماتے ہیں کہ حدیث منصورین علی الحق سے مراد جماعت اہلحدیث ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اِنْ لَّمْ یَکُوْنُوْا اَهْلَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ هُمْ یعنی اہلحدیث جماعت حدیث مذکور سے مراد نہیں تو میں ان کے علاوہ اور کسی کو اس حدیث کا مستحق نہیں سمجھتا۔

تقلید شخصی قطعاً جائز نہیں۔ تقلید کی تعریف ہے کہ مقلد من حیث المقلد اپنے مجتہد کی بات بغیر کسی دلیل معلوم کے قبول کرے۔ اور قرآن کہتا ہے فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ　بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ لہٰذا تقلید کسی بھی صورت سے جائز نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں جب کسی اہلحدیث کو دیکھتا ہوں تو گویا صحابہؓ کو دیکھتا ہوں یعنی اہلحدیث جو ہیں صحابہؓ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں بغیر کسی کی تقلید کے نبی علیہ السلام کے فرمان کو مقدم رکھتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو دیکھا

يُصَلِّيْ فَإِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلوٰتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا۔ نیل الاوطار وسبل السلام اور تلخیص وغیرہ میں ہے فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ وَهٰذِهٖ هِيَ الَّتِيْ تُسَمّٰى جَلْسَةَ الْاِسْتِرَاحَةِ اِلٰى قَوْلِهٖ وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ فَإِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلوٰتِهٖ اِنَّهٗ اِذَا كَانَ فِي الْقَعْدَةِ بَعْدَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَالرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ كَمَا هُوَ مُصَرَّحٌ فِيْ رِوَايَةٍ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ الخ یعنی مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام جلسہ استراحت کیا کرتے تھے۔

معلوم ہوا پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے بعد ذرا بیٹھ کر دوسری رکعت یا چوتھی رکعت کے لئے اٹھنا سنت ہے۔

ہُنڈی کے ذریعہ روپیہ کا لین دین کرنا شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ سود کی کوئی شکل نہو

قعود بعد لرکعتین یعنی دو رکعت پڑھ کر تشہد کرنا ضروری ہے۔ بعد تشہد تیسری رکعت میں کھڑا ہونا چاہیئے جیساکہ بخاری ومسلم کی روایات سے ثابت ہے۔

دورۂ قطر وجماعتی تشکیل کی رپورٹ انشاء اللہ بہت جلد صحیفہ میں دیدیجائیگی فقط

راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ معاون نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہلحدیث بنس روڈ۔ کراچی۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

۲۵ صفر ۱۳۸۳ھ

بے نمازی کے ذبیحہ کے متعلق سوال

سوال (۷۰۰) ایک بھینس بیمار تھی۔ وہ مرنے لگی تقریباً چالیس افراد کی موجودگی میں اس کو ایک بے نماز تارک صلوٰۃ نے ذبح کیا کیونکہ وہ بیمار ہوگئی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ تارک صلوٰۃ نے چونکہ یہ بھینس ذبح کی تھی اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سائل۔ حافظ ثناء اللہ۔ موضع ڈھکی چاہ بٹھیارانوالہ۔ ڈاک خانہ وتحصیل میل سی ضلع ملتان۔

جواب (۷۰۰) بھینس کو حرام موت سے بچانے کی غرض سے شخص مذکور کا ذبیحہ جب کہ اس نے تکبیر بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا ہے حلال ہے۔ اگر بھول سے تکبیر بھی نہیں کہی تو بسم اللہ پڑھ کر اسکے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسکا کھالینا جائز ودرست ہے۔ البتہ آیندہ احتیاط کی جائے کہ نمازی لوگ موجود ہوتے ہوئے خود ذبح کریں، بے نماز کو ذبح نہ کرنے دیں فقط راقم الحروف عبدالقہار غفرلہ۔ الجواب صحیح ابو محمد عبدالستار دہلوی

فہرست مضامین فتاویٰ ستاریہ جلد چہارم

تقریظ بر فتاویٰ ستاریہ

محترم قارئین! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے۔ یہ کام ہر کس و ناکس کے بس کا نہیں۔ علم وفضل، تجربہ کاری، بلند حوصلگی، قرآن وحدیث اور دیگر علوم میں تدبر وتفکر بدرجہ اتم موجود ہو، طبائع کا اختلاف، وجدان کا تضاد، مذہب کی نشاندہی اور شخصیتوں کا افتراق ہر زمانہ میں رہا ہے اور رہے گا۔ امام الانبیاء مفتی اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت سے فتاوے جاری ہوئے۔ ان فتاووں کی شان نرالی تھی کیونکہ جب نبی کلام کرتا ہے خدا کی زبان سے کلام کرتا ہے۔ جو بھی بات دہن مبارک سے نکلتی ہے حدیث بنکے نکلتی ہے۔ جو فتویٰ جاری ہوتا ہے وہ قطعی اور آخری حکم کا درجہ رکھتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ اس پر شاہد ہے۔ نبی کے علاوہ صحابی ہو، تابعی ہو، امام ہو، محدث ہو، عالم ہو، مفتی ہو، کوئی بھی خطا سے پاک، غلطی سے مبرا، لغزش سے معصوم نہیں۔ صحابی کے کلام کو تیقن وایقان، صدق مقال کی بنا پر صحیح تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، مگر صحابہ کرامؓ کی آراء میں بھی اختلاف رونما ہو سکتا ہے اس لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اتھاہ گہرائی میں کودنے والے کو سہولت بخشی ہے۔ اگر ایک مسئلہ میں نظر وفکر کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے بعد بھی سہواً غلطی کر جائے تو اسے بھی ثواب سے محروم نہیں رکھتا صحیح حل تلاش کرنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے۔ اب اس سہولت سے ہر ملا مولوی کو ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ مسائل کی تحقیق وتدقیق میں ایک ملا کے علم کی ضرورت نہیں بلکہ مجتہد کی صفات، مفتی ومجیب کی علامات محقق کا علم ہونا ضروری ہے۔ بعض ناعاقبت اندیشوں، کورانہ ذہنیت رکھنے والوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "بارگاہ رسالت کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجتہد نہیں تھے" اب جب کہ اتنی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، تو مذہب اہلحدیث کے داعی ومبلغ کے لئے اس سے زیادہ ضرورت ہے کہ اس وادی میں چلتے وقت پھونک کر قدم دھرے۔

پیش نظر "فتاویٰ ستاریہ" بھی مذہب حقہ اہلحدیث کے داعی وامام مفسر القرآن [illegible] مفتی زماں حضرت مولانا الحاج ابو محمد عبدالستار صاحب مرحوم محی [illegible] غرباء اہلحدیث پاکستان کے جاری کردہ فتاووں کا مجموعہ۔

حضرت مولانا عبدالستار صاحبؒ اس ملک کے مسلم الث[illegible]

لہ یہ تقریظ آپ کی زندگی میں لکھی گئی تھی غفر[illegible]

ان کے قلم میں جادو کا اثر ہے۔ صحیح اور فصیح زبان انکا طرۂ امتیاز ہے۔ فتاوے ہوں یا شروح
کتب ہوں، تفسیر قرآن ہو یا اختلافی مسائل ہوں، جو کچھ وہ تحریر میں لاتے ہیں وہ حرف آخر کی
حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے کثیر التعداد کتب لکھی ہیں اور بحمد اللہ ہر کتاب اپنے موضوع اور
زبان کے اعتبار سے اتنی دل نشین اور فیصلہ کن ہوتی ہے کہ جسکے بعد اختلاف باقی نہیں رہتا۔

فتاووں کی اجتماعی شکل میں لانے پر ہر زمانہ اور دور میں اکثر ارباب علم وفضل خامہ فرسائی کر چکے ہیں
اور اس موضوع کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس پر مصنف نے اپنی طرف سے تحقیق و تفحص میں کسی قسم کی
کوئی کمی یا کوتاہی چھوڑی ہو لیکن مفتی زماں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الستار صاحب نے
فتاوی ستاریہ میں جس انداز اور اسلوب بدیع سے اس موضوع کی ایک ایک سمت پر علمی و تحقیقی
گفتگو کی ہے جس سلامت روی کے ساتھ تنازعات واختلاف اسلامیہ کے پل صراط سے گزرے
ہیں، جس غیر جانبداری لیکن ایمان واخلاص کامل کے ساتھ مباحث اسلامیہ کا استقصار اور
احصار کیا ہے وہ ان فتاوں میں نئی چیز ہے۔ اس چیز نے اس کتاب کو بقائے دوام تک پہنچا دیا ہے،
سائلین جیسا کہ مسائل کے حل میں شرح وبسط کے متمنی ہوتے ہیں انہیں پوری تفصیل،
اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ حل کر کے سکون، طمانیت بخشی ہے۔ یہ کتاب مفتیان قوم ہی
کیلئے فائدہ مند نہیں بلکہ علماء، فضلاء اور طلباء، عوام وخواص حتی کہ ہر طبقہ خیال کے لوگوں کیلئے

سود مند ہے۔

میں آخر میں برادرم محترم الحاج قاری عبد الغفار صاحب سلفی مدرس مدرسہ دار السلام کو بھی خراج
عقیدت، ہدیہ تبریک پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ انہوں نے فتاووں کو ایک جگہ جمع کر کے
کتابی شکل میں شائع کر کے ملت اسلامیہ بالخصوص جماعت غرباء اہلحدیث پر احسان عظیم کیا ہے وہ
انہی کا حصہ ہے۔ ایک طرف جماعت کے پاس کوئی فتاووں کا مجموعہ نہ تھا اور غیر مذاہب کے ملا مولوی
کے غلط سلط جاری کئے ہوئے فتوے شائع کرا کے اختلاف کی خلیج کو وسیع تر کر رہے ہیں۔ جماعت
للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی کوئی مرد مومن اٹھے اور اس سہرے کو اپنے سر پر باندھے۔
کاتب تقدیر نے سلفی صاحب کے مقدر میں نیکی لکھ رکھی تھی وہ کر دکھائی، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔
میں جمیع مسلمانوں خصوصاً جماعت اہلحدیث سے پر زور سفارش کروں گا کہ اس
مجموعہ فتاوی ستاریہ" کا ایک ایک نسخہ خر[illegible] اپنے پاس رکھیں۔ اس کتاب کا تمہارے پاس ہونا اس
ہے کہ کوئی ملا مولوی غلط [illegible] ا بتا کر تمہارے ضیاع ایمان کا سامان پیدا نہیں کرسکتا

عبد الغفار سلفی اما[illegible]

محمد سعید ارشد (صاحب) مدرس پوری سلمہ اللہ